صدر وفاق المدارس
حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم
کی تقریظ کے ساتھ

سلیس اردو ترجمہ، تفصیلی عنوانات، حل لغات، تخریج، شرح حدیث اور جامع اسلوب

کی سلیس و جامع اردو شرح

مؤلف : امام ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی ۶۳۱ - ۶۷۶

مترجم و شارح : مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی مدظلہم رئیس تخصص فی الدعوۃ جامعہ دار العلوم کراچی

ابن مولانا محمد اشفاق الرحمٰن رحمہ اللہ شارح موطا امام مالک

مقدمہ : مفتی احسان اللہ شائق معین مفتی دار الافتاء، جامعۃ الرشید کراچی

طریق السالکین
امام نوویؒ کی مشہور کتاب
ریاض الصالحین
کی سلیس و جامع اردو شرح

صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کی تقریظ کے ساتھ

سلیس اردو ترجمہ، شرح حدیث، تفصیلی عنوانات، حل لغات، تخریج اور جامع اسلوب

جلد اوّل

مؤلف : امام ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی ۶۳۱ - ۶۷۶

مترجم وشارح : مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی مدظلہم رئیس تخصص فی الدعوۃ جامعہ دارالعلوم کراچی

ابن مولانا محمد اشفاق الرحمٰن شارح موطا امام مالک

مقدمہ : مفتی احسان اللہ شائق معین مفتی دارالافتاء، جامعۃ الرشید کراچی -

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : جنوری ۲۰۰۸ء علمی گرافکس
ضخامت : 776 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿........ ملنے کے پتے ....﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

تقریظ

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

JAMIA FAROOQIA
P.O.Box 11020, KARACHI 25, P.C. 75230 PAKISTAN
www.farooqia.com email: info@farooqia.com

الجامعۃ الفاروقیۃ
ص.ب. رقم 11020، کراتشی رقم 25، الرمز البریدی 75230 باکستان

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمداللّٰہ تعالی ونستعینہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونصلی ونسلم علی حبیب رب العالمین وخاتم الانبیاء والمرسلین وبعد۔

شریعت کا علم ضروری ہے کہ اس کے بغیر حقیقی کامیابی نہ دنیا میں مل سکتی ہے، نہ آخرت میں یہ وہ سدابہار حقیقت ہے کہ اس کا فیض اور برکتیں لامحدود ہیں، اسی لیے کہا گیا ہے علم کے دریا میں غرق ہونے والے انسان کبھی نہیں ڈوبتے، علم ایسا پھول ہے، جس کی خوشبو ہر طرف محسوس کی جاسکتی ہے، علم ایسی شمع ہے جو جتنی جلتی ہے، اتنی ہی زیادہ روشنی دیتی ہے، علم انسان کے ذہن کو سب سے زیادہ معطر کرنے والی خوشبو ہے، علم ایسا سمندر ہے جس کی نہ تو کوئی تہ ہے نہ کوئی کنارہ ہے، علم ایسا آئینہ ہے جس میں ہر انسان اپنے مستقبل کی جھلک دیکھ سکتا ہے، علم سے محبتیں جب کہ جہالت سے نفرتیں جنم لیتی ہیں اور یہ علم شریعت کا اور وحی کا علم ہے، قرآن مجید میں ہے: ﴿وعلمك ما لم تعلم وكان فضل الله عليك عظيما﴾ (سورۂ نساء آیت: ۱۱۳) ﴿يرفع الله الذين آمنوا والذين اوتوا العلم درجات﴾۔ (سورۂ مجادلۃ آیت: ۱۲)

اللہ بزرگ وبرتر نے سید الاولین والآخرین حبیب رب العالمین خاتم الانبیاء والمرسلین (جو پہلے ہی اوتیت علم الاولین والآخرین کا مصداق تھے) صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں رب زدنی علما کی دعا تلقین کی ہے۔ رب زدنی ایمانا۔ رب زدنی اخلاصا۔ رب زدنی عبادۃ۔ رب زدنی معرفۃ۔ رب زدنی عبدیۃ وغیرہ کی تلقین نہیں کی اس لیے کہ علم کی فراوانی اور زیادتی ان کا اور دوسری تمام خوبیوں کا خود بخود احاطہ کر لیتی ہے۔

محی السنۃ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نوویؒ نے اسی شرعی علم کو قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کے ذریعہ اپنی تالیف ریاض الصالحین میں جمع کیا ہے بقول علامہ نوویؒ اس کتاب میں زہد وتقویٰ کا سبق بھی ہے، ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق کا بیان بھی ہے، طہارت قلب کا ذکر بھی ہے اور امراض قلب کا علاج بھی ہے، اعضاء انسانی کی سلامتی کا بھی بیان ہے اور ان کی کجی کا ازالہ بھی اور اس کے علاوہ دیگر مقاصد صالحین کا بیان بھی ہے۔

طریق السالکین اردو شرح ریاض الصالحین کے ذریعہ شارح علام نے اردوداں طبقے کے لیے ریاض الصالحین عربی سے استفادہ

کرنے کے لیے یہ شرح لکھی ہے زبان سلیس، شستہ اور عام فہم ہے تفسیری نکات بیان کیے گئے ہیں، تخریج احادیث کا اہتمام کیا گیا ہے، احادیث پر اعراب لگائی گئی ہیں اور لغات کی صرفی، نحوی تحقیق بھی کی گئی ہے۔

اللہ بزرگ و برتر سے دعا ہے کہ وہ اس شرح کو قبول حسن سے سرفراز فرمائیں، مطالعہ کرنے والے اس سے مستفید ہوں اور شارح کے لیے یہ صدقہ جاریہ بنے۔ آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان

سلیم اللہ خان

مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

رئیس وفاق المدارس العربیہ پاکستان

صدر اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ

١٨ ذوالحجہ ١٤٢٨ھ مطابق ٢٩ دسمبر ٢٠٠٧ء

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

مقدمة الحديث

از مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ أما بعد

علم حدیث شروع کرنے سے پہلے حدیث کے متعلق بعض اہم امور اور ضروری باتیں معلوم ہونا ضروری ہے جن سے حدیث اور اس کی شرح سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ایسی بعض باتوں کو یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

حدیث کا لغوی معنی:

حدیث لغت کے اعتبار سے ہر قسم کے کلام کو کہا جاتا ہے۔ لغت عرب کے مشہور امام علامہ جوہری نے اپنی کتاب ''صحاح'' میں حدیث کے معنی اس طرح بیان کیے ہیں کہ:

الحديث الكلام قليله و كثيره وجمعه احاديث .

حدیث کی اصطلاحی تعریف:

اقوال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم وافعاله و تقريراته.

حدیث رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کو کہا جاتا ہے۔ تقریرات سے مراد صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی عمل کیا آپ نے منع نہیں فرمایا تو یہ اس عمل کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔ اس کو حدیثِ تقریری کہا جاتا ہے۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے ''فتح المغیث'' میں اس طرح تعریف فرمائی کہ:

والحديث ضد القديم ، واصطلاحا ما اضيف إلى النبي صلى الله عليه وسلم قولا له او فعلا او تقريراً او صفة حتى الحركات والسكنات في اليقظة والمنام .

حدیث کی وجہ تسمیہ:

حدیث کو حدیث کیوں کہا جاتا ہے؟ اس سلسلہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے یہ توجیہ بیان فرمائی ہے کہ لفظِ حدیث ﴿ وَأَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ﴾ سے ماخوذ ہے۔ کہ یہاں نعمت سے مراد شرائع کی تعلیم ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن شرائع کی تعلیم فرمائی ہے ان کو آپ دوسروں تک پہنچائیں۔ آپ ﷺ نے اپنے قول و فعل کے ذریعہ اس حکم قرآنی کی تعمیل فرمائی، لہٰذا آپ ﷺ کے اقوال و افعال کا نام ''حدیث'' رکھا گیا ہے۔ (مقدمہ فتح الملهم)

استاذ محترم مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ احقر کے نزدیک صاف اور بے غبار بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کے لیے لفظ ''حدیث'' کو مخصوص کر لینا استعارۃ العام للخاص کی قبیل سے ہے اور اس استعارہ کے ماخذ خود رسول اللہ ﷺ کے بعض ارشادات ہیں، جن میں خود آپ ﷺ نے اپنے افعال و اقوال کے لیے لفظ ''حدیث'' استعمال فرمایا، چنانچہ ارشاد ہے:

حدثوا عني ولا حرج . (صحيح مسلم كتاب الزهد : ۲/۴۱۴)

اسی طرح ارشاد ہے:

من حفظ على امتي اربعين حديثا في امر دينها بعثه الله فقيها وكنت له يوم القيامة شافعا وشهيدا.

(مشكوٰة كتاب العلم في الفصل الثالث : صـ ۳۲)

بہر حال ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اقوال وافعال نبی کو حدیث کہنا کوئی نئی اصطلاح نہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے لہٰذا اس سلسلہ میں دُور از کار توجیہات کی کوئی حاجت نہیں۔ (درسِ ترمذی : ۱۱/۱۹)

چند متقارب الفاظ:

حدیث کے معنی میں چند الفاظ اور مستعمل ہوتے ہیں یعنی، روایت، اثر، خبر اور سنت صحیح یہ ہے کہ یہ تمام الفاظ علماءِ حدیث کی اصطلاح میں مرادف ہیں اور انہیں ایک دوسرے کے معنی میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے، بعض حضرات نے ان اصطلاحات میں فرق بھی کیا ہے، البتہ جہاں تک روایت کا تعلق ہے اس کا اطلاق بالاتفاق حدیث کے لغوی مفہوم پر ہوتا ہے یعنی کوئی بھی واقعہ یا کوئی بھی قول خواہ وہ کسی کا ہو ''روایت'' کہلاتا ہے، باقی چار کے بارے میں اختلاف ہے۔

علم حدیث کی تعریف:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے علم حدیث کی یہ تعریف کی ہے:

هو علم يعرف به اقوال رسول الله صلى الله عليه وسلم وافعال واحواله ......

وہ علم جس کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور احوال کا علم حاصل ہو۔

علم حدیث کی اقسام:

علامہ ابن الاکفانی رحمہ اللہ نے ارشاد القاصد میں لکھا ہے کہ علم حدیث کی ابتداءً دو قسمیں ہیں:

(۱) علم روایۃ الحدیث　　(۲) علم درایۃ الحدیث

علم درایۃ الحدیث کی تعریف یہ ہے:

هو علم بنقل اقوال النبي صلى الله عليه وسلم وافعاله واحواله بالسماع المتصل وضبطها وتحريرها .

اور علم روایۃ الحدیث کی تعریف یہ ہے کہ:

هو علم يتعرف به انواع الرواية واحكامها وشروط الرواية واصناف المرويات واستخراج معانيها.

لہٰذا کسی حدیث کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ فلاں کتاب میں فلاں سند سے فلاں الفاظ کے ساتھ مروی ہے، یہ علم روایۃ

الحدیث ہے اوراس حدیث کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ خبر واحد ہے یا مشہور، صحیح ہے یا ضعیف، متصل ہے یا منقطع، اس کے رجال ثقہ ہیں یا غیر ثقہ، نیز اس حدیث سے کیا احکام مستنبط ہوتے ہیں اور کوئی تعارض تو نہیں ہے اگر ہے تو کیونکر رفع کیا جا سکتا ہے، یہ سب باتیں علم درایۃ الحدیث سے متعلق ہیں۔

علم حدیث کا موضوع:

علم حدیث کا موضوع آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی ہیں اس حیثیت سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

چنانچہ علامہ کرمانی شارح بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

موضوع علم الحدیث ذات النبي صلی الله علیه وسلم من حیث انه رسول .

آپ ﷺ کے افعال واقوال علم روایت حدیث کا موضوع ہیں اور سند ومتن علم درایت حدیث کا۔

علم حدیث کی غرض وغایت:

الاهتداء بهدی النبي صلی الله علیه وسلم .

یعنی رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی اتباع ہے۔ اب دین کا مدار علم حدیث پر ہے، کیونکہ اصل دین قرآنِ پاک تو مجمل ہے اس کی تبیین اور توضیح کی ضرورت ہے اور وہ احادیث ہی سے ہوسکتی ہے، قرآن پاک میں نماز وزکوٰۃ کا تو ذکر ہے لیکن ان کی رکعات اور تعداد وغیرہ کچھ مذکور نہیں یہ سب احادیث سے ثابت ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پاک متن ہے حدیث شرح تو قرآن پاک جو مدارِ دین ہے اس کو سمجھنے کے لیے حدیث کا پڑھنا اہم ہوا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث پڑھنے کے لیے ایک غرض یہ کافی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا کلام ہے اور ہم محبِ رسول ہیں اور آپ سے سچی محبت کے دعویدار ہیں لہٰذا آپ کے کلام کو محض اس لیے پڑھنا چاہیے کہ ایک محبوب کا کلام ہے اور جب اس کو محبت کے ساتھ پڑھا جائے تو ایک قسم کی لذت وحلاوت ورغبت پیدا ہوگی جیسے اگر کوئی عشق میں پھنسا ہوا ہو اور اس کے معشوق کا خط آجائے تو اگر وہ حدیثِ پاک کے بھی سبق میں ہوگا تو بھی پہلے اس کو پڑھے گا اور اگر کھانے کے درمیان آجائے تو کھانا بند کردے گا اور نماز کے اوقات میں جیب پر نظر رہے گی تو جب اس ناپاک خط کو پڑھنے کا اتنا شوق اور ذوق ہے تو پھر حضور ﷺ کا پاک کلام تو اس سے بدرجہا قابلِ صد اہتمام ہے۔ (ماخوذ از تقریر بخاری)

علم حدیث کی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ نے ایسے خوش نصیبوں کے حق میں دعاء فرمائی ہے جو علم حدیث پڑھنے پڑھانے امت تک پہنچانے کا مشغلہ اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

عن زید بن ثابت قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : نضر الله امرا ، سمع منا حدیثا فحفظه وبلغه غیره فرب حامل فقه لیس بفقیه . (کتاب العلم والعلماء : صـ ۳۹)

رسول اللہ ﷺ نے دعاء دی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کوخوش وتر وتازہ رکھے جو ہم سے حدیث سن کر یاد کرے پھر دوسرں تک پہنچائے، کیونکہ بعض حدیث کو یاد کرنے والے حدیث کے مفہوم سے پوری طرح واقف نہیں ہوتے۔

عن محمد بن سيرين قال نبئت أن ابا بكرة حدث قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بمنى فقال : الا فليبلغ الشاهد منكم الغائب فإنه لعله أن يبلغه من هو اوعىٰ له منه أو من هو احفظ له .

(كتاب العلم والعلماء : ۱۱/۱/٤)

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشادفرمایا کہ تم میں سے موجودلوگ میری احادیث کو دوسرے لوگوں تک پہنچائیں کیونکہ ہوسکتا ہے جس تک حدیث پہنچائی جارہی ہے وہ زیادہ سمجھدار اور دین کوزیادہ محفوظ کرنے والا ہو۔

وروي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : " اللهم ارحم خلفائي قلنا يا رسول الله ! ومن خلفاءك ؟ قال الذين يأتون من بعدي يروون احاديثي ويعلمونها الناس ."

(أخرجه الهيثمي في مجمع الزوائد : ۱/۱۲٦)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! میرے خلفاء پر رحم فرما تو صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے خلفاء کون ہیں؟ تو ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور میری احادیث روایت کریں گے اور لوگوں کو سکھلائیں گے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن اولى الناس بي يوم القيامة اكثرهم على صلٰوة .

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میرے سب سے قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتے ہیں تو حدیث کے پڑھنے پڑھانے وغیرہ کا مشغلہ اختیار کرنے میں اس فضیلت کے حصول کا زیادہ موقع ہے۔

حدیث روایت کرنے میں احتیاط کی ضرورت:

حدیث پڑھنا، پڑھانا یقیناً بہت ہی اجر وثواب کا کام ہے، اسی طرح حدیث روایت کرنا رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات عام کرنا بھی ضروری ہے جس کی تعلیم اوپر کی احادیث میں موجود ہے۔ تاہم جس روایت کے متعلق یقین نہ ہو کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے اس کو حدیث کہہ کر روایت کرنا یا یہ کہ جھوٹی بات کو حدیث کہہ کر بیان کرنا بڑا گناہ ہے اس پر سخت وعید آئی ہے۔

عن سمرة بن جندب ومغيرة بن شعبه رضي الله عنهما قالا قال : رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حدث عني بحديث يري أنه كذب فهو احد الكاذبين . (رواه مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جس نے جھوٹی حدیث روایت کی وہ بھی جھوٹ باندھنے والوں کے حکم میں ہوگا۔

وعن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اتقوا الحديث عني الا ما علمتم فمن كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار . رواه الترمذي

(مشكوٰة كتاب العلم: ۱/۳٥)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث روایت کرنے میں احتیاط سے کام لو صرف وہی حدیث روایت کرو جس کا حدیث ہونا تمہیں معلوم ہو، کیونکہ جو کوئی میری طرف جھوٹی حدیث منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

خلاصہ یہ ہے صحیح حدیث کا علم حاصل کرنا، اس پر عمل کرنا، آگے امت تک پہنچانا انتہائی ضروری ہے۔ اس کو چھپانا، روگردانی کرنا جائز نہیں۔ نیز فضائل بیان کرنے کے شوق میں جھوٹی حدیث بنانا صوفیہ وغیرہ کے اقوال یا سنی سنائی بات کو حدیث کہہ کر آگے بیان کرنا یہ بھی بڑا گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حاصل ہو تو دونوں ہی باتوں پر عمل کرنا آسان ہے۔

اللّٰھم إنا نسئلک علما نافعا وعملا صالحا وقلبا خاشعا منیبا .

حجیۃ الحدیث

امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث، قرآن کریم کے بعد دین کا دوسرا اہم ماخذ ہے، لیکن بیسویں صدی کے آغاز میں جب مسلمانوں پر مغربی اقوام کا سیاسی، نظریاتی تسلط بڑھا تو کم علم مسلمانوں کا ایسا طبقہ وجود میں آیا جو مغربی افکار سے بے حد مرعوب تھا، وہ یہ سمجھتا تھا کہ دنیا میں ترقی بغیر تقلید مغرب کے حاصل نہیں ہوسکتی، لیکن اسلام کے بہت سے احکام اس کے راستہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے، اس لیے اس نے اسلام میں تحریف کا سلسلہ شروع کیا، تاکہ اسے مغربی افکار کے مطابق بنایا جا سکے، اس طبقہ کو ''اہل تجدد'' کہا جاتا ہے، ہندوستان میں سر سید احمد خان، مصر میں طٰہٰ حسین، ترکی میں ضیاء گوک الپ اس طبقہ کے رہنما ہیں، اس طبقہ کے مقاصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے تھے جب تک حدیث کو راستہ سے نہ ہٹایا جائے، کیونکہ احادیث میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق ایسی مفصل ہدایات موجود ہیں جو مغربی افکار سے صراحۃً متصادم ہیں، چنانچہ اس طبقہ کے بعض افراد نے حدیث کو حجت ماننے سے انکار کیا، یہ آواز ہندوستان میں سب سے پہلے سر سید احمد خان اور ان کے رفیق مولوی چراغ علی نے بلند کی، لیکن انہوں نے انکارِ حدیث کے نظریہ کو علی الاعلان اور بوضاحت پیش کرنے کی بجائے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جہاں کوئی حدیث اپنے مدعا کے خلاف نظر آئی اس کی صحت سے انکار کر دیا..... خواہ اس کی سند کتنی ہی قوی کیوں نہ ہو اور ساتھ ہی کہیں کہیں اس بات کا بھی اظہار کیا جاتا رہا کہ یہ احادیث موجودہ دور میں حجت نہیں ہونی چاہئیں اور اس کے ساتھ بعض مقامات پر مفید مطلب احادیث سے استدلال بھی کیا جاتا رہا، اسی ذریعہ سے تجارتی سود کو حلال کیا گیا، معجزات کا انکار کیا گیا، پردہ کا انکار کیا گیا، اور بہت سے مغربی نظریات کو سندِ جواز دی گئی۔

ان کے بعد نظریہ انکارِ حدیث میں اور ترقی ہوئی اور یہ نظریہ کسی قدر منظم طور سے عبداللہ چکڑالوی کی قیادت میں آگے بڑھا اور یہ ایک فرقہ کا بانی تھا جو اپنے آپ کو ''اہل قرآن'' کہتا تھا، اس کا مقصد حدیث سے کلیۃً انکار کرنا تھا، اس کے بعد اسلم جیراج پوری نے اہل قرآن سے ہٹ کر اس نظریہ کو اور آگے بڑھایا، یہاں تک کہ غلام احمد پرویز نے اس فتنہ کی باگ دوڑ سنبھالی اور اسے ایک منظم نظریہ اور مکتبِ فکر کی شکل دیدی، نوجوانوں کے لیے اس کی تحریر میں بڑی کشش تھی، اس لیے اس کے زمانہ میں یہ فتنہ سب سے زیادہ پھیلا، یہاں ہم اس فتنہ کے بنیادی نظریات پر مختصر گفتگو کریں گے۔

منکرین حدیث کے تین نظریات:

منکرین حدیث کی طرف سے جو نظریات اب تک سامنے آئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں:

۱- رسولِ کریم ﷺ کا فریضہ صرف قرآن پہنچانا تھا، اطاعت صرف قرآن کی واجب ہے، آپ ﷺ کی اطاعت ''من حیث الرسول'' نہ صحابہ پر واجب تھی اور نہ ہم پر واجب ہے (معاذ اللہ) اور وحی صرف متلو ہے اور وحی غیر متلو کوئی چیز نہیں ہے، نیز قرآنِ کریم کو سمجھنے کے لیے حدیث کی حاجت نہیں۔

۲- آنحضرت ﷺ کے ارشادات صحابہ پر تو حجت تھے لیکن ہم پر حجت نہیں۔

۳- آپ ﷺ کے ارشادات تمام انسانوں پر حجت ہیں، لیکن موجودہ احادیث ہمارے پاس قابل اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچیں، اس لیے ہم انہیں ماننے کے مکلّف نہیں۔

منکرین حدیث خواہ کسی طبقہ یا گروہ سے متعلق ہوں ان کی ہر تحریر ان تین نظریات میں سے کسی ایک کی ترجمانی کرتی ہے، اس لیے ہم ان متضاد نظریات میں سے ہر ایک پر مختصر کلام کرتے ہیں۔

نظریہ اولیٰ کی تردید:

﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ ٱللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا ﴾

اس آیت میں ارسالِ رسول کے علاوہ ''وحیا'' ایک مستقل قسم ذکر کی گئی ہے، یہی وحی غیر متلو ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَمَا جَعَلْنَا ٱلْقِبْلَةَ ٱلَّتِي كُنتَ عَلَيْهَآ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ ٱلرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ﴾

اس میں ''القبلۃ'' سے مراد بیت المقدس ہے، اور اس کی طرف رُخ کرنے کے حکم کو باری تعالیٰ نے جعلنا کے لفظ سے اپنی جانب منسوب فرمایا، حالانکہ پورے قرآن میں کہیں بھی بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم مذکور نہیں، لامحالہ یہ حکم وحی غیر متلو کے ذریعہ تھا اور اسے اپنی طرف منسوب کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا کہ وحی غیر متلو کا حکم بھی اسی طرح واجب التعمیل ہے جس طرح وحی متلو کا۔

﴿ عَلِمَ ٱللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ ﴾

اس آیت میں لیالی رمضان کے اندر جماع کرنے کو خیانت سے تعبیر کیا گیا اور بعد میں اس کی اجازت دیدی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم یہ واضح کر رہا ہے کہ اس سے پہلے حرمتِ جماع کا حکم آیا تھا، حالانکہ یہ حکم قرآنِ کریم میں کہیں مذکور نہیں، لامحالہ یہ حکم وحی غیر متلو کے ذریعہ تھا، اور اس کی مخالفت قرآنِ کریم کی نظر میں خیانت تھی۔

﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ ٱللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا جَعَلَهُ ٱللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ ﴾

یہ آیت غزوۂ احد کے موقع پر نازل ہوئی اور اس میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں نزولِ ملائکہ کی پیشنگوئی فرمائی تھی، حالانکہ یہ پیشنگوئی قرآن میں کہیں مذکور نہیں، ظاہر ہے کہ وہ وحی غیر متلو کے ذریعہ تھی۔

﴿ وَإِذْ يَعِدُكُمُ ٱللَّهُ إِحْدَى ٱلطَّآئِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ ﴾

اس میں بھی جس وعدہ کا ذکر ہے وہ وحی غیر متلو کے ذریعہ ہوا تھا، کیونکہ قرآنِ کریم میں کہیں مذکور نہیں۔

﴿ وَإِذْ أَسَرَّ ٱلنَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَٰجِهِۦ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِۦ وَأَظْهَرَهُ ٱللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُۥ وَأَعْرَضَ عَنۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِۦ قَالَتْ مَنْ أَنۢبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ ٱلْعَلِيمُ ٱلْخَبِيرُ ﴾

اس میں صاف مذکور ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پورا واقعہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ پر ظاہر فرما دیا اور قرآن میں کہیں یہ واقعہ مذکور نہیں، لامحالہ یہ وحی غیر متلو کے ذریعہ تھا۔

﴿ سَيَقُولُ ٱلْمُخَلَّفُونَ إِذَا ٱنطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا۟ كَلَٰمَ ٱللَّهِ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ ٱللَّهُ مِن قَبْلُ ﴾

اس میں یہ مذکور ہے کہ منافقین کے غزوۂ خیبر میں شریک نہ ہونے کی پیشگوئی اللہ تعالیٰ نے پہلے سے فرما دی تھی، ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئی بھی وحی غیر متلو کے ذریعہ تھی، کیونکہ قرآن میں کہیں اور اس کا ذکر نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کے فرائض منصبی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ ﴾

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ﴾

ان آیتوں میں صاف طور پر فرمایا کہ آپ کا مقصد محض پیغام پہنچا دینا نہیں بلکہ تعلیم کتاب وحکمت کی تشریح بھی تھا ظاہر بات ہے قرآنِ کریم کی تشریح کے لیے اپنی طرف سے کوئی بات کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اگر آپ کی بات حجت نہ ہو تو تعلیم کا کیا فائدہ ہے؟

نظریہ ثانیہ کی تردید:

اس نظریہ کے مطابق احادیث صحابہ کے لیے حجت تھیں، لیکن ہمارے لیے حجت نہیں، یہ نظریہ اتنا بدیہی البطلان ہے کہ اس کی تردید کے لیے کسی تفصیل کی ضرورت نہیں، اس کا خلاصہ تو یہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ آنحضرت ﷺ کی رسالت صرف عہد صحابہ تک مخصوص تھی، حالانکہ مندرجہ ذیل آیات اس کی صراحۃً تردید کرتی ہیں:

(۱) ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ﴾

(۲) ﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ﴾

(۳) ﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَٰلَمِينَ ﴾

(۴) ﴿ تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَٰلَمِينَ نَذِيرًا ﴾

نظریہ ثالثہ کی تردید:

یہ کہنا بالکل باطل ہے کہ احادیث حجت تو ہیں لیکن ہم تک قابل اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچیں، اس نظریہ کے بطلان پر مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

ہم تک قرآن بھی انہی واسطوں سے پہنچا ہے جن واسطوں سے حدیث آئی ہے، اب اگر یہ واسطے نا قابل اعتماد ہیں تو قرآن سے بھی ہاتھ دھونا پڑیں گے، منکرین حدیث اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ قرآن نے ''انا لہ لحافظون'' کہہ کر اپنی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے، حدیث کے بارے میں ایسی کوئی ذمہ داری نہیں لی گئی، لیکن اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ''انا لہ لحافظون'' کی آیت بھی تو ہم تک انہی واسطوں سے پہنچی ہے، جو بقول آپ کے نا قابل اعتماد ہیں، تو اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ آیت کسی نے اپنی طرف سے نہیں بڑھائی، دوسرے اس میں قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا گیا ہے اور قرآن باتفاق اصولیین نام ہے نظم اور معنی دونوں کا۔ اس لیے یہ آیت صرف الفاظِ قرآن کی نہیں بلکہ معانی قرآن کی حفاظت کی بھی ضمانت لیتی ہے اور معانی قرآن کی تعلیم حدیث میں ہوئی۔

(ماخوذ از مقدمۂ درسِ ترمذی، وارشاد القاری شرح بخاری)

خلاصہ یہ ہے کہ منکرین حدیث کے تمام اعتراضات لغو اور باطل ہیں، حدیث دین کی بنیاد قرآن کی تشریح ہیں، وحی غیر متلو ہے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر دین وایمان نامکمل ہے، بلکہ حدیث کا انکار قرآن کا انکار ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

تدوین حدیث

تدوین حدیث کے بارے میں بعض لوگ اس مغالطہ میں ہیں کہ یہ تیسری صدی ہجری میں مدون ہوئی ہیں، یہ خیال محض غلط ہے۔ ابتداءِ اسلام میں باقاعدہ کتابت سے ممانعت تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ اس وقت قرآن کریم باقاعدہ مدون نہ ہوا تھا دونوں مستقل طور پر لکھی جائیں تو دونوں میں گڈمڈ ہو جانے کا خطرہ، لیکن انفرادی طور پر احادیث لکھنے کی نہ صرف اجازت تھی بلکہ خود آنحضرت ﷺ نے بعض موقع پر اس کا حکم فرمایا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : قيدوا العلم بالكتابة قلت وما تقييده قال كتابته .

(مستدرك : ١/١٠٦ ، كتاب العلم)

وعن ابي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم خطب فذكر قصة في الحديث فقال ابو شاه اكتب لي يا رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اكتبوا لابي شاه وفي الحديث قصة هذا حديث حسن صحيح . (ترمذي : ٢/١٠٧ ، ابواب العلم)

چنانچہ بہت سے صحابۂ کرام نے احادیث کا مجموعہ جمع کر لیا تھا ان میں سے چند یہ ہیں:

(١) **الصحيفة الصادقة : لعبد الله بن عمرو بن العاص .**

(٢) **صحيفة علي : ابو داؤد ١/٢٧٨ كتاب المناسك باب تحريم المدينة** کے تحت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول منقول ہے :

ما كتبنا عن رسول الله الا القران وما في هذه الصحيفة .

(۳) كتاب الصدقة :

اس میں زکوۃ ،صدقات ،عشر وغیرہ کے احکام تھے ان احادیث کا آنحضرت ﷺ نے املا کروایا تھا۔

(۴) صحف أنس بن مالك .

(۵) صحيفة ابن عباس .

(۶) صحيفة سعد بن عبادة .

(۸) صحف ابي هريرة .

(۹) صحيفة جابر بن عبد الله .

یہ چند مثالیں اس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ عہدِ رسالت ﷺ اور عہدِ صحابہ میں کتابت حدیث کا طریقہ خوب اچھی طرح رائج ہو چکا تھا، ہاں یہ درست ہے کہ تدوین حدیث کی یہ تمام کوششیں انفرادی نوعیت کی تھیں ، اس کے علاوہ حفاظتِ حدیث کے لیے حفظِ روایت کا طریقہ بھی استعمال کیا گیا، نیز تعامل یعنی رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال پر بجنسہا عمل کر کے اسے یاد کرتے تھے بہت سے صحابہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کوئی عمل کیا اور اس کے بعد فرمایا:

هكذ رائت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل .

یہ طریقہ بھی حفظِ حدیث کا نہایت قابل اعتماد طریقہ ہے۔

بہر حال عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا، انہوں نے محسوس کیا کہ اگر باقاعدہ طور پر حدیث کو مدون نہ کیا جائے تو علمِ حدیث کے مٹنے کا خطرہ ہے، چنانچہ انہوں نے مدینہ طیبہ کے قاضی ابوبکر ابن حزم کے نام خط لکھا، جس میں ان کو حکم دیا:

انظر ما كان من حديث رسول الله فاكتبه فإني خفت دروس العلم وذهاب العلماء .

(صحيح البخاري : ۲۱/۱ باب كيف يقبض العلم)

چنانچہ ان کی نگرانی میں تدوین حدیث کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا جس کے نتیجے میں کئی کتابیں وجود میں آئیں۔

(۱) كتب ابي بكر بن حزم .

(۲) رساله سالم بن عبد الله في الصدقات .

(۳) دفاتر الزهري .

(۴) كتاب السنن لمكحول وغيره .

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی۔ اس وقت تک حدیث کی یہ ساری کتابیں وجود میں آچکی تھیں۔ اس

سے ثابت ہوا یہ کہنا غلط ہے کہ تدوین حدیث کا عمل تیسری صدی ہجری کا ہے، بلکہ دورِ صحابہ سے ہی حدیث محفوظ کرنے کا سلسلہ جاری تھا، جس پر مذکورہ بالا تحریر شاہد ہے۔

بعض کتبِ حدیث کے مصنفین کے حالات:

"کتاب الآثار"

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کا نام نعمان ہے، ابوحنیفہ کنیت ہے، اور امام اعظم لقب ہے، والد کا نام ثابت اور دادا کا نام زوطی ہے۔

پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی۔

ائمہ اربعہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ تابعی ہیں، دو صحابی رسول ﷺ سے آپ کی ملاقات ثابت ہے:

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم رسول ﷺ متوفی ۹۳ھ

(۲) حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ متوفی ۱۰۰ھ

امام صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی پھر کوفہ کے مشہور عالم امام حماد رحمہ اللہ کے درس میں مکمل دو سال شریک ہوئے اور پوری توجہ سے فقہ حاصل کی، اس کے ساتھ حدیث پڑھنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا، حدیث میں امام صاحب کے مشہور اساتذہ، امام شعبی رحمہ اللہ، سلمہ بن کہیل، محارب بن دثار، ابواسحاق سبیعی رحمہم اللہ، عون بن عبداللہ سماک بن حرب، ابراہیم بن محمد رحمہ اللہ، عدی بن ثابت اور موسیٰ بن ابی عائشہ رحمہم اللہ ہیں۔ ۱۲۰ھ میں جب آپ کے استاذ حضرت حماد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو اہل کوفہ نے استاذ کی جانشینی کے لیے تمام شاگردوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا انتخاب کیا اور درخواست کی کہ مسند درس کو مشرف فرمائیں۔

امام صاحب رحمہ اللہ نے ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے کچھ اصرار کے ساتھ یہ درخواست قبول فرمالی اور بڑے استقلال سے درس دینے لگے، تھوڑے ہی دنوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قابلیت نے تمام اسلامی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور دور دور سے طلبہ ان کی درسگاہ میں آنے لگے، اور شاگردی کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

امام صاحب کے اوصاف کا اجمالی خاکہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد قاضی ابویوسف رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ ہارون الرشید نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کچھ اوصاف بیان کرو، قاضی صاحب نے امام صاحب رحمہ اللہ کے اخلاق وعادات پر ایک مختصر مگر جامع تقریر کی جو حسبِ ذیل ہے:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بہت با اخلاق اور پرہیز گار بزرگ تھے، اوقاتِ درس کے علاوہ زیادہ وقت خاموش رہتے تھے، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی گہرے غور و فکر میں مصروف ہیں، اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اس کا جواب دیدیتے تھے ورنہ خاموش رہتے، نہایت سخی اور فیاض تھے، کبھی کسی کے آگے کوئی حاجت نہیں لے گئے، اہل دنیا سے حتی الامکان بچتے تھے اور دنیوی جاہ و عزت کو حقیر سمجھتے تھے، کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتے تھے، اگر ذکر آتا تو بھلائی سے یاد کرتے تھے، بہت بڑے عالم اور مال کی طرح علم کے خرچ کرنے میں بھی فیاض تھے۔

تدوینِ فقہ حنفی:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے چند مخصوص شاگردوں کا انتخاب کیا، جن میں قاضی ابو یوسف، داؤد طائی، امام محمد اور امام زفر رحمہم اللہ بہت ممتاز ہیں، مسائل کے استنباط اور فقہ کی تدوین کے لیے ایک مجلس قائم فرمائی اس مجلس نے ۱۲۱ھ میں کام شروع کیا اور امام صاحب رحمہم اللہ کی وفات ۱۵۰ھ تک جاری رہا۔

امام صاحب رحمہ اللہ کی آخر عمر قید خانہ میں گزری، وہاں بھی یہ کام جاری تھا، غرض یہ کہ کم وبیش تیس سال کی مدت میں یہ عظیم الشان کام انجام کو پہنچا اور مسائل فقہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار کرلیا گیا، جس میں ''باب الطہارۃ'' سے لے کر ''باب المیراث'' تک تمام مسائل موجود تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی خدمتِ حدیث:

امام اعظم رحمہ اللہ کو فقہ کے مدون اوّل ہونے کے ساتھ ساتھ خدمتِ حدیث میں بھی اولیت کا مرتبہ حاصل ہے، چنانچہ کتاب الآثار اس کا شاہد عدل ہے۔ اس کتاب میں پہلی بار احادیث کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا گیا، علم حدیث میں اس کا پایہ بہت بلند ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے چالیس ہزار احادیث میں سے اس کتاب کا انتخاب فرمایا ہے۔

ذکره الموفق في مناقب امام ابو حنيفه .

اس کتاب کے کئی نسخے ہیں، بروایت امام محمد، بروایت امام ابو یوسف، بروایت امام زفر رحمہ اللہ اور یہ کتاب ''مؤطا امام مالک'' سے زماناً مقدم ہے، ادھر یہ بھی ثابت ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تالیفات سے استفادہ کیا، اس لیے یہ کتاب اپنی طرز تدوین میں مؤطا امام مالک کی اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ علم حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی براہِ راست مرتب کردہ کتاب یہی ''کتاب الآثار'' ہے اس کے علاوہ مسند ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے نام سے جو مختلف کتابیں ملتی ہیں وہ خود امام صاحب کی تالیف نہیں ہیں، بلکہ آپ کے بعد بہت سے حضراتِ محدثین نے آپ کی مسندات تیار کیں، بعد میں علامہ خوارزمی رحمہ اللہ نے ان تمام مسانید کو ایک مجموعہ میں یکجا کردیا جو جامع المسانید الامام الاعظم کے نام سے مشہور ہے اور اس وقت برصغیر پاک وہند میں جو مسندِ امام اعظم رحمہ اللہ درسِ نظامی کے نصاب میں داخل ہے۔ یہ درحقیقت امام عبداللہ حارثی کی تالیف ہے جس کا اختصار علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے کیا اور ملا محمد عابد سندھی رحمہ اللہ نے اس کی ابواب فقہیہ پر ترتیب دی ہے۔

وفات حسرت آیات:

رجب ۱۵۰ھ میں قید خانہ کے اندر ہی منصور نے امام صاحب کو زہر دلوایا امام صاحب نے زہر کے اثر کو محسوس کیا اور شاگردوں کو وصیت کی کہ مجھے حبران کے مقبرہ میں دفن کیا جائے، پھر سجدہ میں گرگئے اسی حالت میں انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تاریخ وفات ۱۵ / رجب ۱۵۰ھ ہے۔ (ماخوذ از مقدمہ مسند امام اعظم / درس ترمذی)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے   بہت مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نام: محمد، کنیت ابوعبداللہ، والد کا نام اسماعیل، دادا کا نام ابراہیم بن مغیرہ۔ آپ کے پردادا مغیرہ حاکم بخارا ایمان جعفی کے ہاتھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ولادت: ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو جمعہ کے دن بعد نمازِ جمعہ پیدا ہوئے۔

حالات: آپ بچپن میں نابینا ہوگئے تھے آپ کی والدہ ماجدہ کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بینائی عطا فرمادی، امام بخاری کو بچپن سے ہی حدیثیں یاد کرنے کا شوق تھا۔ سولہ سال کی عمر میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی تمام کتابوں کو یاد کرلیا۔ پھر اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے بھائی احمد بن اسماعیل کے ساتھ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ حج کے بعد والدہ اور بھائی واپس آگئے مگر آپ حجازِ مقدس میں حدیث پڑھنے کے لیے رک گئے، پھر آپ نے مکہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، مصر، واسط، الجزائر، شام، بلخ، ہرات اور نیشاپور وغیرہ کا سفر کیا۔

خواب اور بخاری شریف کی تصنیف:

امام بخاری رحمہ اللہ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ تشریف فرما ہیں آپ کے جسدِ اطہر پر مکھیاں بیٹھنا چاہتی ہیں مگر امام بخاری ان مکھیوں کو اڑا دیتے ہیں اس کی تعبیر یوں ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے صحیح بخاری لکھوائی۔ آپ نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کرکے سولہ برس کی محنتِ شاقہ کے ساتھ تصنیف فرمائی۔ بخاری میں کل احادیث نو ہزار بیاسی (۹۰۸۲) ہیں۔ اگر مکررات کو حذف کر دیا جائے تو دو ہزار سات سو اکسٹھ (۲۷۶۱) ہیں۔ امام بخاری ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل فرماتے اور دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر لکھتے تھے، آپ کے شاگردوں کی تعداد نوے ہزار ہے۔

وفات: باسٹھ (۶۲) برس کی عمر میں شب شنبہ عید الفطر کی رات میں عشاء کی نماز کے وقت ۲۵۶ھ میں وفات پائی اور خرتنگ نامی گاؤں میں جو سمرقند سے دس میل کے فاصلہ پر ہے وہاں مدفون ہوئے۔

اربابِ چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے   ہر شاخ پر اپنا ہی نشان چھوڑ دیا ہے

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: مسلم، کنیت ابوالحسین، والد کا نام حجاج تھا اور لقب عساکر الدین ہے بنی قشیر قبیلہ کی نسبت کی وجہ سے قشیری کہلاتے تھے، نیشاپور کے رہنے والے ہیں، جو خراسان کا بہت ہی خوب صورت اور مردم خیز شہر ہے۔

ولادت: ۲۰۲ھ میں یا ۲۰۴ھ بعض نے ۲۰۶ھ کہا ہے، بارہ سال کی عمر سے احادیث کو یاد کرنا شروع کردیا۔ طلب حدیث کے لیے عراق، حجاز، شام، بصرہ اور مصر وغیرہ کا سفر کیا۔

اساتذہ: آپ کے اساتذہ میں سے امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری، قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مسلمہ وغیرہ، آپ کے شاگردوں میں امام ترمذی اور ابوبکر بن خزیمہ وغیرہ شامل ہیں۔ تین لاکھ احادیث امام مسلم کو از بر تھیں۔

وفات: ۵۵ سال کی عمر میں ۲۵ رجب المرجب ۲۶۱ ھ کو انتقال ہوا اور نیشا پور کے محلہ نصیر آباد میں مدفون ہوئے۔ امام مسلم نے اپنی کتاب میں مکررات کے بعد ۴ ہزار احادیث جمع کی ہیں۔

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر آئے تھے دنیا میں اس دن کے لیے

امام ترمذی رحمہ اللہ کے مختصر حالات:

نام وولادت: آپ کا نام محمد، کنیت ابوعیسیٰ، بوغ جو شہر ترمذ سے چھ کوس کے فاصلہ پر ہے وہاں ۲۰۹ ھ میں ۱۷ رجب کو پیدا ہوئے۔

اساتذہ: آپ نے امام بخاری و مسلم جیسے قابل قدر اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا اور علم حدیث کے حصول کے لیے ہزاروں میل کا سفر کیا۔

عام زندگی: آپ اپنے دور کے بے مثال عابد و زاہد تھے، شب بیداری اور خوفِ الٰہی سے گریہ وزاری کے سبب سے پہلے آنکھوں میں آشوبِ چشم ہوا پھر بینائی جاتی رہی۔

وفات: ۲۷ رجب شب دوشنبہ ۲۷۹ ھ کو انتقال ہوا اور ترمذی شہر میں مدفون ہوئے۔

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید زجام دہر مئے کل من علیہا فان

امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: سلیمان، والد کا نام اشعث بن شداد بن عمرو ہے۔

ولادت: ۲۰۲ ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے۔

عام زندگی: آپ نے بھی حصولِ علم کے لیے دور دراز کا سفر کیا اور پھر اپنے زمانے کے یکتا محدث بن گئے۔ آپ کے اساتذہ میں ہزاروں محدثین ہیں، پھر عمر بھر آپ حدیث کا درس دیتے رہے اس لیے آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بے شمار ہے۔ ان کے شاگردوں میں امام ترمذی اور نسائی جیسے محدث بھی ہیں۔

بغداد کے ایک بڑے عالم سہل بن عبد اللہ تستری ایک دن امام ابوداؤد کی ملاقات کے لیے آئے تو انہوں نے کہا: اپنی زبان باہر نکالیے انہوں نے زبان باہر نکالی تو انہوں نے ان کی زبان کو بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اس زبان سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو بیان کرتے ہیں۔

وفات: ۷۳ سال کی عمر میں ۱۴ شوال ۲۷۵ ھ بصرہ ہی میں انتقال ہوا۔

تعدادِ روایات: امام ابوداؤد کو پانچ لاکھ احادیث یاد تھیں جن میں سے انہوں نے اپنی اس کتاب میں چار ہزار آٹھ سو احادیث کو جمع کیا۔

آہ اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں میں رخصت اے بزمِ جہاں! سوئے وطن جاتا ہوں میں

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: احمد، آپ خراسان کے علاقہ نساء کے رہنے والے تھے اس لیے نسائی کہتے ہیں۔

ولادت: ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔

عام زندگی: آپ نہایت عابد وزاہد آدمی تھے، صوم داؤدی یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ متعدد مرتبہ زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے، امراء اور سلاطین کے درباروں سے سخت متنفر اور ایسے لوگوں کی ملاقاتوں سے ہمیشہ پرہیز کیا کرتے تھے۔

وفات: آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب بیان کیے جس پر خارجیوں نے اتنا مارا کہ اسی میں انتقال ہوگیا۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو صفاء ومروہ کے درمیان دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات ۱۳ صفر ۳۰۳ھ میں ہوئی۔ بقول شاعر

ہزاروں منزلیں ہوں گی، ہزاروں کارواں ہوں گے　　بہاریں ہم کو ڈھونڈیں گی نہ جانے ہم کہاں ہوں گے

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات:

نام: محمد، کنیت ابوعبداللہ، ربعی قزوینی نسبت ہے۔ مگر عام طور سے ابن ماجہ کے نام سے مشہور ہیں ایک قول یہ ہے کہ ماجہ ان کی والدہ کا نام ہے۔

ولادت: آپ ایران کے شہر قزوین میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔

عام زندگی: علم حدیث کے حصول کے لیے حجاز، عراق، شام، خراسان، بصرہ، کوفہ، بغداد، دمشق وغیرہ کا سفر کیا۔ پھر عمر بھر علم حدیث کے درس وتدریس کا مشغلہ رہا اور بلند پایہ محدثین میں شمار ہوئے۔

وفات: ۲۱ رمضان ۲۷۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ محمد بن علی قرمان اور ابراہیم بن دینار وراق دو بزرگوں نے آپ کو غسل دیا۔ آپ کے بھائی ابوبکر نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کے بھائی ابوبکر اور عبداللہ اور آپ کے فرزند عبداللہ نے آپ کو قبر میں اتارا۔

تعداد روایات: پندرہ سو ابواب میں چار ہزار روایات کو اس کی مناسبت سے بیان فرمایا ہے۔

امام دارمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

حقیقت میں زمانہ میں وہی خوش تقدیر　　نام مرنے پہ بھی مٹتا نہیں جن کا زنہار

نام: عبداللہ، کنیت ابومحمد، والد کا نام عبدالرحمن دارمی ہے۔

ولادت: سمرقند میں ۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ قبیلہ بنی تمیم میں ایک خاندان دارم بن مالک بن حنظلہ کی طرف نسبت کی وجہ سے دارمی کہلاتے ہیں۔

وفات: ۲۵۵ھ میں چوہتر سال کی عمر میں ہوئی۔

(ماخوذ از بستان المحدثین لشاہ عبد العزیز : ۱۷۰ و روضۃ الصالحین)

امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

آپ کا نام مالک بن انس بن مالک بن ابو عامر بن عامر بن الحارث بن غیمان بن خثیل ہے۔امام مالک رحمہ اللہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے چنانچہ یحییٰ بن بکیر نے جو امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں یہی بیان کیا ہے۔امام مالک رحمہ اللہ شکم مادر میں معمول سے زیادہ رہے اس مدت کو بعض نے دو سال بیان کیا اور بعض نے تین سال کہا ہے۔

آپ کی وفات ۱۷۹ میں ہوئی۔

حدیث میں آپ کی مایہ ناز کتاب ''موطا'' کو تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے آپ سے سنا ہے اور حدیث میں آپ سے سند لی ہے آپ کے وصال کے بعد اس کتاب کو دنیائے اسلام میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی اور اہل اسلام اس سے فیضاب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

(ماخوذ از بستان المحدثین ، و مقدمہ مظاہر حق جدید)

حدیث کی بعض اصطلاحات اور ان کی تعریفات:

صحابی: اس خوش نصیب انسان کو صحابی کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہو اور ایمان ہی کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو۔

تابعی: اس خوش قسمت شخص کو تابعی کہتے ہیں جس کو بحالت ایمان کسی صحابی سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا ہو اور ایمان ہی پر خاتمہ ہوا ہو۔

تبع تابعی: ان حضرات کو کہتے ہیں کہ جنہوں نے بحالتِ ایمان کسی تابعی سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی پر فوت ہوئے ہوں۔

حدیث باعتبارِ الفاظ کے دو چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے۔سند یا اسناد اور متن۔

سند یا اسناد: متن حدیث کے سلسلہ رواۃ یعنی نبی کریم ﷺ سے لے کر صاحبِ کتاب تک حدیث کو روایت کرنے والوں کے سلسلہ کو سند یا اسناد کہتے ہیں۔

متن: حدیث کے ان الفاظ کو متن کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ سے اب تک بجنسہ نقل ہوتے چلے آئے ہیں، مثلاً:

حدثنا ابو اليمان قال اخبرنا شعيب قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال والذي نفسي بيده لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من والده وولده .

اس حدیث میں ''حدثنا'' سے ''ابی ہریرۃ'' تک اسناد ہے اور اس کے بعد سے آخر تک کے حصہ کو متن کہیں گے۔

بلحاظِ اسناد حدیث کی تین قسمیں ہیں:　　مرفوع، موقوف، مقطوع.

مرفوع:

جس حدیث کی روایت کا سلسلہ نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہے، اسے حدیث مرفوع کہتے ہیں، جیسے کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، نبی کریم ﷺ نے یہ کام کیا، نبی کریم ﷺ نے اس قول وفعل پر تقریر فرمائی۔یعنی سکوت فرمایا، یا یہ کہا جائے کہ یہ حدیث نبی کریم ﷺ

سے مرفوعاً ثابت ہے، یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو رفع کیا۔ تو اس حدیث کو جس کی سند نبی کریم ﷺ پر جا کر ختم ہوتی ہو، حدیثِ مرفوع کہا جائے گا۔

موقوف:

جس حدیث کی روایت کا سلسلہ صحابی پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے اسے حدیث موقوف کہتے ہیں، مثلاً: اس طرح کہیں کہ "ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح کیا" یا ایسے ہی کہا جائے کہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔

مقطوع:

اسی طرح جس حدیث کی سند تابعی تک پہنچ کر ختم ہو جائے اسے حدیثِ مقطوع کہتے ہیں، بعض حضرات کے نزدیک "موقوف اور مقطوع" کو اثر بھی کہتے ہیں، یعنی اس طرح "حدیث" کا اطلاق تو صرف نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر پر ہوگا اور صحابی و تابعی کے اقوال، افعال اور تقریر کو "اثر" کہا جائے گا۔

روات کے اعتبار سے حدیث کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) متصل (۲) منقطع (۳) معضل
(۴) معلق (۵) مرسل

حدیثِ متصل:

اس حدیث کو کہا جاتا ہے کہ جس کے راوی شروع سے آخر تک پورے ہوں اور درمیان میں سے کوئی روای چھوٹ نہ گیا ہو۔

حدیثِ منقطع:

اس حدیث کو کہیں گے جس کی اسناد سے ایک یا متعدد راوی متفرق مقام سے ساقط ہو گئے ہوں۔

حدیثِ معضل:

اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی اسناد سے دو یا دو سے زائد راوی ایک ہی مقام سے بتصرف یا بلا تصرف مصنف ساقط ہوں۔

حدیثِ معلق:

وہ حدیث ہے جس کی اوائل سند سے بتصرف مصنف ایک یا متعدد راوی ساقط ہوں۔

حدیثِ مرسل:

اس حدیث کو کہیں گے جس کی اخیر سند سے تابعی کے بعد کوئی راوی ساقط ہو، جیسے کوئی تابعی حدیث روایت کرتے ہوئے کہے کہ

قال رسول اللہ ﷺ الخ.

مرتبہ اور درجہ کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ صحیح: جو اعلیٰ مرتبہ کی حدیث ہوتی ہے۔

۲- حسن: جواوسط مرتبہ کی ہوتی ہے۔

۳- ضعیف: جوادنیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔

حدیثِ صحیح:

وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی مصنف کتاب سے لے کر آنحضرت ﷺ تک سب کے سب صاحبِ عدالت اور صاحبِ ضبط ہوں، نیز حدیث کی روایت کے وقت مسلمان، عاقل، بالغ ہوں۔

''صاحبِ عدالت'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ صاحبِ تقویٰ وتقدس ہو، جھوٹ نہ بولتا ہو، گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہ ہواور اگر بتقاضائے بشریت کبھی گناہِ کبیرہ صادر ہو گیا ہوتو اس سے توبہ کرلی ہو، گناہِ صغیرہ سے حتی الامکان اجتناب کرتا ہواور ان پر دوام نہ کرتا ہو، اسبابِ فسق وفجور سے پرہیز کرتا ہو، صاحبِ مروّت ہو، یعنی ایسے کام نہ کرتا ہو جو اسلامی معاشرہ میں معیوب سمجھے جاتے ہوں، مثلاً بازار میں ننگے سر گھومنا، سرِ راہ سب کے سامنے بیٹھ کر پیشاب کرنا، راستہ چلتے ہوئے یا برسرِ بازار کھڑے ہوکر کھانا، پینا وغیرہ۔

''صاحبِ ضبط'' کے معنی یہ ہیں کہ وہ نہایت ہوشیار وسمجھدار ہو، قوی حافظہ رکھتا ہو تاکہ حدیث کے الفاظ بجنسہٖ یاد رکھ سکے۔ اور روایت حدیث کے وقت کسی قسم کی بھول چوک اور شک وشبہ کی گنجائش نہ رہ سکے۔

مصنف کتاب سے لے کر آنحضرت ﷺ تک جتنے راوی ہیں اگر ان صفات وخصوصیات کے معیار پر پورے اترتے ہوں تو ان کی روایت کردہ حدیث ''صحیح'' کہلائے گی۔

اب اگر یہ تمام صفتیں راوی میں پوری پوری پائی جائیں گی تو اس کی روایت کردہ حدیث کو ''صحیح لذاتہٖ'' کہیں گے لیکن راوی میں اگر ان صفات میں سے کسی شق سے کوئی کمی یا قصور ہو اور وہ کمی اور قصور کثرتِ طرق سے پوری ہو جاتی ہو تو اس کی روایت کردہ حدیث کو ''صحیح لغیرہٖ'' کہیں گے۔

حدیثِ حسن:

مصنف کتاب سے لے کر آنحضرت ﷺ تک راوی میں سے کسی ایک راوی میں ان مذکورہ بالا صفات میں سے کوئی کمی یا قصور ہو اور وہ کثرتِ طرق سے پوری بھی نہ ہوتی ہو تو اس کی روایت کردہ حدیث کو ''حدیثِ حسن'' کہا جاتا ہے۔

حدیثِ ضعیف:

حدیثِ صحیح اور حدیثِ حسن کی مذکورہ بالا شرائط میں سے ایک یا زیادہ شرائط اگر راوی میں مفقود ہوں، مثلاً حدیث کا راوی صاحبِ عدالت نہیں ہے یا صاحبِ ضبط نہیں ہے تو اس کی روایت کردہ حدیث ''ضعیف'' کہلائے گی۔

بایں حیثیت کہ ہم تک پہنچی، حدیث کی چار قسمیں ہیں: متواتر، مشہور، عزیز، غریب۔

متواتر:

وہ حدیث ہے جس کو ابتداء سے انتہاء تک یکساں بلاتعین عدد اسانید کثیرہ سے اتنے راویوں نے روایت کیا ہو کہ جن کا جھوٹ پر متفق

ہونا یا ان سے اتفاقیہ بھی جھوٹ کا صادر ہونا عقلاً محال ہو۔

مشہور:

وہ حدیث غیر متواتر جس کے راوی ہر طبقہ میں کم اَز کم تین یا تین سے زیادہ ہوں، بعض محدثین کے نزدیک ''مشہور'' کو مستفیض بھی کہتے ہیں۔

عزیز:

وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر طبقہ میں کم اَز کم دو ضرور ہوں۔

غریب:

وہ حدیث ہے جس کی اسناد میں کسی جگہ صرف ایک ہی راوی ہو جس کا کوئی شریک نہ ہو، غریب کو ''فرد'' بھی کہتے ہیں۔

باعتبارِ اختلاف کے حدیث کی چار قسمیں ہیں: شاذ، محفوظ، منکر، معروف۔

شاذ:

وہ حدیث ہے جس کا راوی تو ثقہ ہو مگر وہ کسی ایسے ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف ہو، جو ضبط وغیرہ وجوہ ترجیح میں اس سے بڑھا ہوا ہو۔

محفوظ:

وہ حدیث ہے جس کا راوی اوثق ہو مگر وہ ایسے راوی کی حدیث کے خلاف ہو جو ضبط وغیرہ وجوہ ترجیح میں اس سے کم تر ہو۔

منکر:

وہ حدیث ہے جس کا راوی ضعیف ہو اور وہ ایسے راوی کی حدیث کے خلاف ہو جو قوی راوی ہے۔

معروف:

وہ حدیث ہے جس کا راوی قوی ہو اور وہ ایسے راوی کی حدیث کے خلاف ہو جو ضعیف ہے۔

اصطلاحاتِ حدیث کا یہ اجمالی تعارف ہے، یوں تو حدیث کی اصطلاحات بہت زیادہ ہیں جو حدیث کی مختلف تقسیم پر مبنی ہیں لیکن ان سب کا یہاں ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا اور دوسرے یہ کہ صرف ان ہی اصطلاحات پر اکتفا کر لیا جائے تو اس کتاب کے سمجھنے اور حدیث کی حقیقت کو جاننے کے لیے کافی ہوگا نیز دوسری تمام اصطلاحات کا سمجھنا بھی عوام کے لیے بہت مشکل ہوگا اس لیے یہاں ان ہی اصطلاحات کی تعریف پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

صحاحِ ستہ:

فن حدیث کی وہ چھ کتابیں جو باعتبارِ نقل حدیث کے اعلیٰ درجہ کی ہیں اور جن کی نقل کردہ احادیث محدثین کی تحقیق اور نقد ونظر کی کسوٹی پر سب سے اعلیٰ اور صحیح مرتبہ کی ثابت ہوئی ہیں ''صحاحِ ستہ'' کہلاتی ہیں: بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی

شریف اور ابن ماجہ شریف صحاحِ ستہ میں شامل ہیں۔

بعض حضرات بجائے ابن ماجہ شریف کے مؤطا امام مالک رحمہ اللہ کو صحاحِ ستہ میں شمار کرتے ہیں، بخاری اور مسلم کے علاوہ صحاحِ ستہ کی دیگر کتب میں صحیح، حسن، ضعیف تینوں درجے کی احادیث ہیں جن کی تشریح وتوضیح ہر ایک صاحبِ کتاب نے اپنی اپنی جگہ کردی ہے۔

(ماخوذ از مقدمہ مظاہر حق جدید)

شیخین:

حضراتِ صحابۂ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو اور محدثین کے نزدیک امام بخاری اور امام مسلم کو اور فقہاء کے نزدیک امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کو شیخین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(تدریب الراوی حاشیہ : ۹۹، ۱۰۰)

متفق علیہ:

محدثین کی اصطلاح میں متفق علیہ کا مطلب جس حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متن اور سند دونوں میں متفق ہوں یا بعض کے نزدیک دونوں ایک ہی صحابی سے روایت کریں۔ (سبل السلام : ۱/۱۶)

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ صحابۂ کرام نے احادیث کو حفظ یاد کرنے کا بہت اہتمام فرمایا ہے اور متعدد صحابہ کرام نے احادیث کا مجموعہ تیار کرلیا تھا بعد کے زمانہ میں بھی حفظِ حدیث کا سلسلہ جاری رہا چنانچہ یہاں ایسے لوگوں کی مختصر فہرست لکھی جاتی ہے۔

صحابہ کرام کے علاوہ احادیث کو حفظ کرنے والے حضرات کے اسمائے گرامی:

اس امت کے جن افراد نے رسول اللہ ﷺ کے عشق ومحبت میں احادیث کو حفظ کیا اس کی مثالیں ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں تھی ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) سلیمان بن مہران الاعمش المتوفی ۱۴۸ھ ان سے چار ہزار احادیث مروی ہیں اور وہ سب زبانی بیان کرتے تھے۔

(تاریخ خطیب بغدادی : ۹/۵)

(۲) امام محمد بن سلام المتوفی ۲۲۷ھ ان کو پانچ ہزار احادیث یاد تھیں، محدث عجلی فرماتے ہیں کہ ان کو سات ہزار احادیث یاد تھیں۔ (تہذیب التہذیب : ۹/۲۲۲)

(۳) امام عبدالرحمٰن بن مہدی ان کو دس ہزار احادیث یاد تھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ : ۱/۲۴۳)

(۴) امام ابوحاتم کو بھی دس ہزار احادیث یاد تھیں۔ (تہذیب التہذیب : ۴/۱۸۴)

(۵) امام محمد بن عیسیٰ بن نجیح المتوفی ۲۲۴ھ کو چالیس ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ : ۳۵۵)

(۶) محدث محمد بن موسیٰ المتوفی ۳۲۱ھ کو ایک لاکھ احادیث یاد تھیں۔ (تہذیب التہذیب : ۹/۳۹۴)

(۷) امام عبدان رحمہ اللہ المتوفی ۳۰۶ھ ان کو بھی ایک لاکھ احادیث یاد تھیں۔ (میزان الاعتدال : ۳/۱۴۱)

(۸) امام بخاری ۲۵۶ھ کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں، جن میں سے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح۔

(تذکرۃ الحفاظ : ۲/۲۳۳)

(۹) امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ : ۲/۱۲۳)

(۱۰) امام مسلم کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں۔ (تاریخ خطیب بغدادی : ۴/۴۱۹)

حفاظ محدثین کی لاکھوں مثالیں ہیں طوالت کے خوف سے چند پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

اپنا کیا حال ہے اسلاف کی حالت کیا تھی اپنی توقیر ہے کیا ان کی وجاہت کیا تھی

قریب کے زمانے میں احادیث کو یاد کرنے والے چند حضرات کے اسماءِ گرامی:

قریب کے زمانے میں بھی بہت سے لوگوں نے احادیث کو یاد کیا ان میں سے چند کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

(۱) مولانا شیخ فتح محمد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو چار ہزار احادیث یاد تھیں اور وہ عالمگیر اورنگزیب المتوفی ۱۱۱۸ھ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کو بارہ ہزار احادیث یاد تھیں۔ (رسالہ الالفاء : صـ ۱۷ بابت ماہ رمضان ۱۳۵۶ھ)

(۲) مجدد الف ثانی کے پوتے شیخ محمد فرخ کو ستر ہزار احادیث متن اور سند کے ساتھ یاد تھیں۔

(نظام تعلیم و تربیت : صـ ۱۲۳)

(۳) شیخ حسین بن محسن القاری کو بخاری کی مشہور شرح، فتح الباری کی چودہ جلدیں حفظ یاد تھیں۔

(رسالہ الرحیم بابت ماہ جولائی ۱۹۶۵ء)

(۴) مولانا داؤد کشمیری متوفی ۱۰۹۷ھ ان کو مشکوٰۃ زبانی یاد تھی اس وجہ سے ان کو مشکاتی کہا کرتے تھے۔

(نزھۃ الخواطر)

(۵) گجرات کے ایک آدمی جن کا نام محدث تاج الدین تھا ان کو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، صحاح ستہ زبانی یاد تھیں۔ (نزھۃ الخواطر : ۴/۲۱۸)

(٦) حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے بارے میں مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک فرماتے ہیں کہ ان کو بخاری شریف حفظ یاد تھی۔

(حقائق السنن)

گہر جو دل میں نہاں ہیں خدا ہی دے تو ملیں اسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

یہ چند پر ہی اکتفاء کر دیا ہے حالانکہ اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔

حفظِ حدیث میں عورتوں کا کارنامہ:

دین کا علم حاصل کرنا اس کی تبلیغ و اشاعت میں مردوں کی طرح عورتوں کا بھی حصہ رہا ہے، صحابہ کرام کی طرح صحابیات نے بھی اس میدان میں حصہ لیا ہے، چنانچہ مردوں کی طرح عورتوں میں بھی ایک دو نہیں ہزاروں عورتیں ہیں جنہوں نے احادیث کو حفظ یا[د کی]ا۔ امام

ذہبی رحمہ اللہ نے تذکرۃ الحفاظ میں حافظاتِ حدیث کے نام لکھے ہیں:

۱۔ حضرت اسماء بنتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

۲۔ ام المؤمنین حضرت جویریہ بنتِ حارث مصطلقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۳۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ بنتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما

۴۔ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنتِ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما

۵۔ ام المؤمنین حضرت زینب بنتِ جحش اسدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۶۔ حضرت زینب بنتِ ابوسلمہ مخزومیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۷۔ حضرت فاطمہ بنتِ رسول اللہ ﷺ

۸۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۹۔ حضرت ام عطیہ نسیبہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۱۰۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ ہند مخزومیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۱۱۔ حضرت ام حرام بنتِ ملحان انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۱۲۔ ان کی بہن ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۱۳۔ حضرت ام ہانی بنتِ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں پردہ لٹکا ہوا کرتا تھا جس کے پیچھے سے وہ حدیث بیان فرمانی رہتی تھیں۔

قاہرہ کی مشہور محدثہ نفیسہ حدیث کا درس دیتی تھیں جن کے درس سے امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی فائدہ اٹھایا۔

بخاری کے مشہور نسخوں میں سے ایک نسخہ احمد کی بیٹی کریمہ کا ہے جو اپنے وقت کی استاذ حدیث تھیں۔

چھٹی صدی کے مشہور محدث علی بن عساکر کے اساتذہ میں سے زیادہ مقدار خواتین اساتذہ کی ہے، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ام احمد زینب چوراسی سال کی عمر تک احادیث پڑھاتی رہیں۔ نیز فرماتے ہیں "وازدحم علیها الطلبة" ان کے یہاں طلبہ کا ازدحام رہتا تھا۔

نیز ام عبداللہ زینب کمال الدین کے بارے میں لکھا ہے:

" وتكاثروا عليها وتفردت وروت كبارا رحمها الله ."

ان کے یہاں طلبہ کی کثرت آتی تھی وہ بہت سی احادیث روایت کرنے میں منفرد تھیں انہوں نے حدیث کی بڑی بڑی کتابوں کا درس دیا۔

احادیث کو صحیح و ضعیف قرار دینے کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احادیثِ صحیحہ صرف صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں منحصر ہیں، نیز بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جو حدیث صحیحین

میں نہ ہو وہ لازماً کمزور ہوگی اور وہ کسی حال میں بھی صحیحین کی حدیث کا معارضہ نہیں کرسکتی، حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے، کیونکہ کسی حدیث کی صحت کا اعتبار اس کے بخاری یا مسلم میں ہونے پر نہیں بلکہ اس کی اپنی سند پر ہے، خود امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں احادیثِ صحیحہ کا استیعاب نہیں کیا، لہٰذا یہ عین ممکن ہے کہ کوئی حدیث صحیحین میں نہ ہو اور اس کے باوجود اس کا رتبہ سند کے اعتبار سے صحیحین کی بعض احادیث سے بھی بلند ہو، مثلاً مولانا عبدالرشید نعمانی نے " ما تمس اليه الحاجة " میں ابن ماجہ کی بعض ایسی روایات نقل کی ہیں جن کے بارے میں محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ ان کی سند بخاری کی سند سے بھی افضل ہے۔ لہٰذا صحیحین کو جو " أصح الكتب بعد كتاب الله " کہا جاتا ہے وہ مجموعی اعتبار سے ہے نہ کہ ہر ہر حدیث کے اعتبار سے، اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی " انهاء السكن الى من يطالع اعلاء السنن " قابل دید ہے۔

حدیث کو صحیح کہنے کا مطلب:

حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ جب ہم کسی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ نفس الامر میں بھی یقیناً صحیح ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں صحیح کی وہ فنی شرائط موجود ہیں جو محدثین نے صحیح کے لیے مقرر کی ہیں، لہٰذا ظن غالب یہ ہوتا ہے کہ وہ نفس الامر میں بھی صحیح ہوگی، اس لیے کہ نفس الامر کی صحت کا یقین تواتر کے بغیر نہیں ہوتا، لہٰذا صحیح میں بھی یہ احتمال موجود ہے کہ نفس الامری طور پر کوئی غلطی رہ گئی ہو، کیونکہ خطاء ونسیان ثقہ سے بھی ممکن ہے اور اس کا امکان ہے کہ کسی راوی سے کوئی وہم ہوا ہو، البتہ اس احتمال پر عمل اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ اس احتمال کا ثبوت دوسرے قرائن ودلائل قویہ سے نہ ہو جائے، لہٰذا اگر دوسرے دلائل قویہ اس بات پر دلالت کرتے ہوں کہ اس حدیثِ صحیح پر کسی راوی کو وہم ہوا ہے تو اس حدیث کو ترک کیا جاسکتا ہے، مثلاً یہ کہ زیادہ صحیح احادیث اس کے معارض ہوں یا وہ حدیث قرآنِ کریم کی کسی واضح آیت کے خلاف ہو، اسی طرح جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں حدیث ضعیف ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ نفس الامر میں بھی واقعۃً جھوٹی ہے، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں صحیح یا حسن کی فنی شرائط نہیں پائی جاتیں جن کی وجہ سے وہ اتنی قابل اعتماد نہیں ہے کہ اس پر کسی شرعی مسئلہ کی بنیاد رکھی جاسکے، ورنہ یہ احتمال موجود ہے کہ ضعیف راوی نے بالکل سچی بات نقل کی ہو، اس لیے کہ ضعیف راوی ہمیشہ غلطی نہیں کرتا لیکن اس احتمال پر عمل اس وقت تک جائز نہیں جب تک دوسرے دلائل قویہ اس کو ثابت نہ کردیں اب بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی مجتہد کے پاس ایسے دلائل قویہ موجود ہوتے ہیں جن کی بناء پر وہ اس ضعیف احتمال کو راجح قرار دے کر کسی حدیثِ صحیح کو ترک کردیتا ہے، یا حدیثِ ضعیف کو اختیار کرتا ہے تو اس صورت میں اس کو حدیثِ صحیح کا تارک یا حدیثِ ضعیف پر عامل نہیں کہا جاسکتا یہ بات ایک مثال سے واضح ہوگی:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''کتاب العلل'' میں لکھا ہے کہ میری کتاب میں دو حدیثیں ایسی ہیں کہ جن پر کسی فقیہ کا عمل نہیں ہے، ایک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت:

قال جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء بالمدينة من غير خوف ولا مطر. (ترمذی : ۱/۴۷ باب ما جاء في الجمع بين الصلوتين)

حالانکہ سند کے اعتبار سے یہ حدیث قابل استدلال ہے، دوسری حدیث امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہے:

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد في الرابعة فاقتلوه .

(ترمذی : ۱/۲۰۹ ابواب الحدود باب ما جاء من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد في الرابعة فاقتلوه)

حالانکہ یہ حدیث بھی قابل استدلال ہے، ان دونوں حدیثوں کے ظاہر کو باجماع امت ترک کر دیا گیا ہے، کیونکہ دوسرے دلائل قویہ ان کے خلاف موجود تھے، لیکن ان حدیثوں کے ترک کرنے کی وجہ سے کسی کو بھی تارکِ سنت نہیں کہا گیا۔

اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''ابواب النکاح باب ماجاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدہما'' میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نقل کی ہے:

رد النبي صلى الله عليه وسلم ابنته زينب رضي الله تعالىٰ عنها على ابى العاص بن الربيع بعد ست سنين بالنكاح الاوّل ولم يحدث نكاحاً .

اس حدیث کا صریح تقاضا یہ ہے کہ اگر زوجہ مشرکہ کے اسلام لانے کے چھ سال بعد بھی اس کا پرانا شوہر مسلمان ہو جائے تو نکاحِ جدید کی ضرورت نہیں، حالانکہ اس پر کسی بھی فقیہ کا عمل نہیں، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

" هذا الحديث ليس باسناده بأس ولكن لا نعرف وجه الحديث ولعله قد جاء هذا من قبل داؤد بن الحصين من قبل حفظه ."

یہاں پر امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک حدیثِ صحیح میں راوی کے وہم کے احتمال کو دوسرے دلائل کی وجہ سے راجح قرار دیا ہے۔

اس کے برعکس حدیثِ ضعیف پر بعض اوقات دوسرے دلائل کی وجہ سے عمل کر لیا جاتا ہے، چنانچہ اسی باب میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے عمرو بن شعیب رحمہ اللہ کی روایت نقل کی ہے:

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رد ابنته زينب على ابي العاص بن الربيع بمهر جديد ونكاح جديد .

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هذا حديث في اسناده مقال والعمل على هذا الحديث عند أهل العلم الخ (ثم قال) وهو قول مالك بن أنس والاوزاعي والشافعي واحمد واسحاق .

کیا ان تمام ائمہ کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ عامل ''بالحدیث الضعیف'' ہیں، ظاہر ہے کہ ان حضرات نے حدیث کو اس لیے اختیار کیا کہ دوسرے دلائل سے اس کی تائید ہو رہی تھی، لہٰذا اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کسی مقام پر حدیثِ ضعیف کو دوسرے دلائل کی وجہ سے اختیار کریں تو وہ تنہا نشانہ ملامت کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ بحث تفصیل کے ساتھ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ کی کتاب ''انہاء السکن'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ (ماخوذ از مقدمہ درسِ ترمذی)

ریاض الصالحین کے مصنف رحمہ اللہ کے حالات

نام ونسب وپیدائش:

محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام النواوی، آپ ماہ محرم ۶۳۱ھ میں نواۃ مقام میں پیدا ہوئے جوارضِ حوران میں اعمالِ دمشق کا ایک قصبہ ہے۔ وفیہ یقول الشاعر

لقیت خیرا یا نوی　　ووقیت من الم النوی
فلقد نشابك عالم　　للّٰه اخلص ما نوٰی
وعلا علاه وفضله　　فضل الحبوب علی النوی

اس لیے نسبت میں نواوی کہلاتے ہیں اتحاف میں سالِ ولادت ۸۱ھ ہے جو ناسخین کی تحریف ہے۔

تحصیل علوم:

ابتداء میں اپنے شہر میں رہ کر قرآن پاک حفظ کیا پھر ۶۴۹ھ میں انیس برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ مدرسہ رواحیہ دمشق میں آگئے اور وہاں کمال الدین اسحاق بن احمد جعفری، رضی بن برہان، زین الدین بن عبدالدائم، عمادالدین بن عبدالکریم، زین الدین خلف بن یونس، تقی الدین بن ابی الیسر، جمال الدین بن الصیر فی سے علم حاصل کیا اور اپنے وقت کے بہت بڑے امام بنے، علامہ عبدالحی صاحب لکھتے ہیں:

وبرع في العلوم وصار محققا فی فنونه مدققا فی عمله　　حافظا للحدیث عارفا بانواعه

علوم میں بہت نمایاں، فنون میں محقق، عمل میں مدقق　　حافظ حدیث اور اس کے انواع سے باخبر تھے

حالاتِ زندگی:

۶۵۱ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کے لیے گئے اور مدینہ منورہ میں ڈیڑھ ماہ قیام کیا، وقت کے بہت پابند تھے اور کھانا صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد کھاتے تھے، آپ نے زندگی بھر شادی نہیں کی، آپ بہت ہی سریع التصنیف تھے کہا جاتا ہے کہ لکھتے لکھتے جب آپ کا ہاتھ تھک جاتا تب آپ قلم رکھتے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

لئن کان هذا الدمع یجري صبابته　　علی غیر سعدی فهو دمع مضیع

آپ کی مجموعی تصانیف کا حساب لگایا گیا تو یومیہ دو کراسہ سے زائد کا اوسط پڑا۔

افضل الجهاد کلمة حق عند سلطان جائر:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ''حسن المحاضرہ'' میں ذکر کیا ہے کہ جب شاہ ظاہر ببرس نے ملک شام میں تاتاریوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو اس نے علماء سے اس بات کا فتویٰ طلب کیا کہ میں دشمن کے مقابلہ کے لیے رعیت سے مال لے سکتا ہوں، چنانچہ تمام علماء

نے اس کی رائے کے مطابق فتوای دیدیا اس کے بعد ظاہر نے دریافت کیا کہ تمہارے علاوہ کوئی اور ایسا عالم ہے جس نے فتوای نہ دیا ہو؟ علماء نے کہا ہاں! شیخ محی الدین نووی ہیں، ظاہر شاہ نے آپ کو بلوا کر فتوای کی فرمائش کی تو آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں یہ فتوای نہیں دے سکتا، ظاہر نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو امیر بندقدار کا غلام اور بالکل نادار تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے حاکم بنادیا تو اب تیرے پاس سونے چاندی میں لدے ہوئے ایک ہزار غلام اور دو سو باندیاں ہیں سو جب تو کروفر کا یہ تمام مال صرف کر چکا تب رعیت سے مال لینے کا فتوای دے سکتا ہوں۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

یہ سن کر ظاہر نہایت غضبناک و برہم ہوا اور امام نووی سے کہا کہ تو میرے شہر یعنی دمشق سے نکل جا، آپ نے فرمایا: " السمع و الطاعة" چنانچہ آپ دمشق سے نوی آگئے، علماء نے ظاہر سے سفارش کر کے واپسی کی اجازت چاہی مگر آپ نے فرمایا کہ جب تک ظاہر دمشق میں موجود ہے میں وہاں قدم بھی نہ رکھوں گا، اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہی ظاہر کا انتقال ہو گیا۔

تصانیف:

آپ کی تصانیف میں شرح مسلم نہایت مشہور و مقبول کتاب ہے بلکہ علمی حلقوں میں آپ شارح مسلم ہی کی حیثیت سے مشہور ہیں اس کا نام "المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج" ہے نیز ریاض الصالحین کو بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے اور بعض مدارس میں داخل درس ہے، ان کے علاوہ دیگر تصنیفات یہ ہیں:

(۱) تہذیب الاسماء واللغات: اس میں آپ نے وہ تمام الفاظ جمع کر دیے ہیں جو مختصر مزنی، تہذیب وسیط، تنبیہ، وجیز اور روضہ میں ہیں مزید براں مردوں، عورتوں، ملائکہ اور جن وغیرہ کے اسماء کا آپ نے اضافہ کیا ہے کتاب کے دو حصے ہیں ایک حصہ میں اسماء ہیں دوسرے میں لغات اسی لیے اس کو تہذیب الاسماء واللغات کہا جاتا ہے۔

(۲) الروضہ (۳) شرح المہذب (۴) کتاب الاذکار

(۵) کتاب المناسک (۶) الاربعون (۷) التبیان فی آداب حملۃ القرآن

(۸) الاشارات فی مبہمات الحدیث (۹) التحریر فی الفاظ التنبیہ (۱۰) الخلاصہ

(۱۱) الارشاد (۱۲) التقریب فی اصول الحدیث

(۱۳) التیسیر مختصر الارشاد (۱۴) تحفۃ الطالب (۱۵) شرح التنبیہ

(۱۶) نکت علی الوسیط (۱۷) شرح الوسیط (۱۸) شرح البخاری، کچھ حصہ

(۱۹) رؤوس المسائل (۲۰) رسالہ فی الاستسقاء (۲۱) رسالہ فی استحباب القیام لاہل الفضل

(۲۲) رسالہ فی قسمۃ الغنائم والاصول والضوابط (۲۳) الاشارات علی الروضہ

(۲۴) شرح سنن ابوداؤد نامکمل ہے۔

وفات:

جب آپ بیت المقدس کی زیارت کر کے واپس ہوئے تو اپنے والدین کی موجودگی میں شب چہار شنبہ ۱۴ رجب ٦٧٦ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا گیا۔

بشائر قلبي في قدومي عليهم　ويا نسروري يوم سيري اليهم

وفي رحلتي يصفو مقامي وحبذا　مقام به حط الرحال لديهم

ولا زاد علي الايقين بانهم　لهم كرم يغني الوفود عليهم

انتقال کے بعد آپ کے مرثیہ میں یہ اشعار پڑھے گئے۔

رأى الناس منه زهد يحيى سميه　وتقواه فيهما كان يبدي ويخفيه

فطوبى له ما شاقه طيب مطعم　ولا طيس لانت ورقت حواشيه

تضنى وله علم تجدد ذكره　وينشره فالدهر صبيهات يطويه

ولاح على وجه العلوم كاتبه　تخبران العلم قدمات محييه

تحلى باوصاف النبي وصحبه　وتابعهم هديا فمن ذا يدانيه

يسر اذا ماسدوا الخصم حجة　وان ضل عن مقصد الحجة يهديه

بكى فقده علم الحديث واهله　مداويه والكتب الصحاح وقاريه

از طبقات الشافعیہ ، مقدمہ تدریب الراوی ، الرسالۃ المستطرفہ ، التعلیقات السنیہ ، حسن المحاضرہ وغیرہ .

(ماخوذ از ظفر المحصلین)

ریاض الصالحین کا تعارف واہمیت:

علامہ نووی شارح مسلم کی تصنیفات میں "ریاض الصالحین" انتہائی اہمیت کی حامل ہے، یہ انیس سو منتخب احادیث کا مجموعہ ہے۔
اس کتاب کو لکھنے کا کیا مقصد ہے، اس کو خود مصنف رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

فرأيت أن اجمع مختصر من الاحاديث الصحيحة مشتملا على ما يكون طريقا لصاحبه إلى الأخرة . ومحصلا لادابه الباطنة والظاهرة جامعا للترغيب والترهيب ، وسائر انواع أداب السالكين من احاديث الزهد ، ورياضيات النفوس وتهذيب الاخلاق وطهارة القلوب وعلاجها ، وصيانة الجوارح ، وازالة اعو جاجها وغير ذلک من مقاصد العارفين . (مقدمة الكتاب)

یعنی امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور اصلاح خلق کے متعلق آیات واحادیث اور اس پر ملنے والا اجر وثواب کو دیکھتے ہوئے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ احادیث صحیحہ کا ایک مختصر مجموعہ تیار کروں جو اس کے مطالعہ کرنے والوں کے لیے توشۂ آخرت بنے، جس سے پڑھنے

والے کا ظاہر و باطن درست ہو جائے جس سے ترغیب و ترہیب دونوں ہی حاصل ہوں اور آداب سالکین کی تمام قسموں کا جامع ہو۔ ان احادیث میں زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی کا سبق بھی ہو اور نفس کو اعمال صالحہ پر ابھارنے کا سامان بھی ہو اور اخلاق و کردار کو سنوارنے اور دلوں کی صفائی تمام باطنی بیماریوں (ریاکاری، عجب و کبر، حسد و کینہ، بغض و عداوت، لالچ و حرص، حب مال و حب جاہ وغیرہ) سے نجات کا ذریعہ اور ان بیماریوں کا علاج ہو، انسانی اعضاء کو گناہوں سے بچانے کا آلہ اور ان کی کجی کو دور کرنے کا سبب ہو ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والوں کے جو مقاصد ہیں وہ ان احادیث سے پورے ہوں۔

یقیناً مصنف رحمہ اللہ کے بیان کردہ تمام مقاصد اس کتاب سے پورے ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں اس کتاب کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے، اصلاحی مجالس میں اس کا درس ہوتا رہا اور تنہائی کے اوقات میں بھی یہ کتاب انیس بنتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی اور فکر آخرت میں اضافہ کا باعث بنتی ہے، چنانچہ دکتور ماہر یاسین فحل جنہوں نے حال میں عربی زبان میں ریاض الصالحین کی شرح لکھی وہ مقدمہ میں ریاض الصالحین کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اما بعد ! فإني احمد الله اولا واخرا وظاهرا وباطنا على انهاء العمل بهذا الكتاب العظيم "رياض الصالحين" ذلك الكتاب الذي كان اول كتاب العلم قراءة لي ، وكنت دائما أرجع إلى هذا الكتاب واحفظ من احاديثه وانصح الناس في العناية به ، لانه كتاب كله نور ، كيف لا وقد ضم بين دفتيه اهم ما يحتاجه المسلم في حياته وعباداته ، لذلك انعقدت النية على العناية به عناية متميزة مع التاكيد في التعليق على اتباع منهج السلف الصالح .

کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ریاض الصالحین جیسی عظیم کتاب پر تعلیق و تحقیق کا کام مکمل کرنے کی توفیق دی یہ میرے لیے پہلی کتاب ہے جس کو میں نے بنظر غائر پڑھا ہے، پھر میرا یہ مشغلہ بن گیا، ہر وعظ و نصیحت کے موقع پر اس کتاب کی طرف مراجعت کرتا ہوں اور اس کی احادیث کو یاد کرتا ہوں اور لوگوں کو تاکید کرتا رہتا ہوں کہ اہتمام کے ساتھ اس کا مطالعہ جاری رکھیں کیونکہ یہ ایسی پرنور کتاب ہے جس میں ایک مسلمان کی ضرورت کی تمام باتیں موجود ہیں، عرب و عجم کے علماء اس کے درس کا اہتمام فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم کو دیکھا وہ بڑے اہتمام کے ساتھ اس کا درس دیتے ہیں ان کے درس کا خلاصہ جو ''اصلاحی خطبات'' کے نام سے شائع ہوتے ہیں اور ہو رہے ہیں، ان کا غالب حصہ اس ''ریاض الصالحین'' کے درس کا خلاصہ ہے۔

نیز وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے بنات کے مدارس کے نصاب میں اس کو داخل فرمایا نیز بنین کے لیے بھی اس کتاب کے مختلف ابواب داخل نصاب ہیں اور اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ عربی، اردو اور دیگر مختلف زبانوں میں اس کی مختصر اور مفصل بہت سی شروحات لکھی گئی ہیں، کسی کتاب کا مخدوم ہونا اس کے مقبول ہونے کی علامت ہے، حال ہی میں ہمارے محترم بزرگ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صاحب زید مجدہم نے اردو زبان میں ریاض الصالحین کی بہت وقیع اور مبسوط شرح تحریر فرمائی ہے یہ شرح کئی خصوصیات پر مشتمل

ہے۔حل لغات، ترجمہ، تشریح اور متعلقہ حدیث سے مستنبط ہونے والے فقہی مسائل کی وضاحت وغیرہ۔

جناب خلیل اشرف عثمانی صاحب کی درخواست پر بندہ نے اس شرح پر نظر ثانی کی، لیکن رسمی طور پر نہیں بلکہ شروع سے آخر تک بالاستیعاب دیکھا چونکہ علامہ نووی رحمہ اللہ فقہ شافعی کے پیروکار ہیں، ان کے بیان کردہ بعض مسائل سے حنفی فقہ کے متبعین کو الجھن پیش آسکتی تھی اس لیے موقع بموقع اس کی وضاحت کردی گئی کہ احناف کے ہاں مسئلہ یہ ہے نیز اصل شرح میں ہر ہر حدیث پر عنوانات نہیں تھے اس کمی کو پوری کرنے کے لیے ہر حدیث پر عنوان قائم کر کے شرح سے استفادہ کرنے والوں کے لیے مزید آسانی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اس کے علاوہ علم حدیث پر ایک مختصر اور جامع مقدمہ کا اضافہ کیا گیا جو ان شاءاللہ حدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لیے معین و مددگار ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس شرح کو امت کے لیے نافع بنائے نیز اصل شارح، ناشر اور بندۂ ناچیز کے لیے صدقۂ جاریہ اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

بندہ احسان اللہ شائق عفا اللہ عنہ
خادم افتاء وتدریس
جامعۃ الرشید، احسن آباد، کراچی
١١/٠٦/١٤٢٨ھ

مُقدّمۃ

از : امام محی الدین بن شرف نووی رحمہ اللہ

جملہ ستائش اس اللہ واحد وقہار کے لیے ہیں جو غالب ہے اور بخشنے والا ہے، جو اصحاب قلب ونظر اور ارباب دانش وبینش کی نصیحت وعبرت کے لیے رات کو دن پر لپیٹنے والا ہے۔ وہی ہے جس نے اپنے بندوں میں سے کچھ لوگوں کو منتخب فرما کر انہیں غفلت سے بیدار کیا اور دنیا کی زندگی میں انہیں زہد وتقویٰ سے سرفراز فرمایا، انہیں مراقبہ ذات اور مشاہدہ حق میں مشغول فرمایا اور انہیں ہر آن عبرت ونصیحت کا قبول کرنے والا بنایا اور انہیں توفیق عطا فرمائی کہ وہ اس کی فرماں برداری اور آخرت کی تیاری میں لگے رہیں، ان باتوں سے ڈرتے رہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بننے والی ہیں اور ان امور سے اجتناب کریں جو انہیں جہنم کا مستحق بنا دیں اور زمانے کے ہر تغیر اور حالات کے ہر نشیب وفراز میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مستقل مزاجی سے جمے رہیں۔

میں اسی کی حمد کرتا ہوں، بلیغ ترین اور پاکیزہ ترین حمد ایسی حمد جو جملہ انواع کو شامل اور زیادہ نفع دینے والی ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ نیکوکار اور رؤف ورحیم ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کے حبیب وخلیل ہیں جو صراط مستقیم کی جانب راہنمائی کرنے والے اور دین قویم کی طرف بلانے والے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو، در تمام انبیاء علیہم السلام پر ان کی آل پر اور تمام صالحین پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

''میں نے تمام انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے میں ان سے کسی قسم کا رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔'' (سورۃ الذاریات: ٥٦، ٥٧)

یہ فرمانِ الٰہی واضح ہے کہ تمام انسان صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، بنا بریں ان پر لازم ہے کہ اپنے مقصد تخلیق پر نظر رکھیں، زہد وتقویٰ اختیار کریں اور لذاتِ دنیا سے گریز کریں کہ دنیا دار فانی ہے مقام دوام نہیں، عارضی سواری ہے منزل عشرت نہیں، شاہراہِ زندگی کا منقطع ہو جانے والا کنارہ ہے دائمی ٹھکانا نہیں۔ یہاں بیدار بخت وہی ہے جو اپنی زندگی بندگی رب میں گزارے اور دانا وہی ہے جو پرہیزگاری کو حاصل زیست بنائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''دنیا کی زندگی کی مثال آسمان سے نازل کردہ پانی کی سی ہے، پس اس کے ساتھ سبزہ جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں مل کر نکلا یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوش نما اور آراستہ ہوگئی اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں ناگہاں رات کو یا دن کو ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے اس کو کاٹ کر ایسا کر دیا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں، جو لوگ غور وفکر کرنے والے ہیں ان کے لیے

ہم اپنی نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔'' (سورۃ یونس: ٢٤)

اس مفہوم کی آیات قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اللہ کے بہت سے عاقبت اندیش بندے ایسے ہیں جنہوں نے دنیا سے کنارہ کر لیا ہے، وہ دنیا کے فتنوں سے لرزاں وترساں رہتے ہیں۔

دنیا کو دیکھ کر وہ اس حقیقت سے آشنا ہو گئے کہ یہ جگہ ایک بیدار انسان کا وطن نہیں ہے اور انہوں نے جان لیا کہ دنیا ایک عمیق سمندر ہے جسے عبور کرنے کے لیے انہوں نے نیک اعمال کے سفینے بنا لیے۔

جب دنیا کا یہ حال ہے جو میں نے بیان کیا اور ہمارا مقصد وجود وہ ہے جو میں نے ذکر کیا تو ہر باشعور مکلّف انسان پر لازم ہے کہ نیکو کاروں کا مسلک اختیار کرے اور اہل دانش وبصیرت کے راستے پر چلے اور جو مقصد بیان ہوا ہے اس کی تیاری کرے اور اس امر کا اہتمام کرے جس کی جانب میں نے تنبیہ کی ہے اور اس کے لیے سب سے درست راستہ اور منزل مقصود کی جانب سب سے زیادہ راہنمائی کرنے والا طریقہ وہ ہے جو اولین وآخرین کے سردار اور اگلے اور پچھلوں میں سب سے زیادہ معزز ومکرم ہمارے نبی ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ہو آپ ﷺ پر اور تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام پر۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو۔'' (سورۃ المائدۃ: ٢)

صحیح حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے'' مزید فرمایا: ''جو کسی کو کسی نیکی کی جانب راہنمائی کرے گا تو اس کو عمل کرنے والے کے برابر اجر ملے گا'' اور فرمایا: ''جو کسی کو نیکی کی طرف بلائے گا تو اس کے لیے ان لوگوں کے مثل اجر ہو گا جو اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا اور اس سے ان کے اجر میں کمی نہ ہو گی۔'' اور آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''اللہ کی قسم! تمہارے واسطے سے اللہ تعالیٰ اگر ایک شخص کو ہدایت دیدے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

ان امور کے پیش نظر میں نے ارادہ کیا کہ احادیثِ نبوی ﷺ کا ایک ایسا مختصر مجموعہ مرتب کروں جو طالب حق کے لیے آخرت کا راستہ ہموار بنا دے، جس سے اسے ظاہری وباطنی آداب حاصل ہو جائیں اور جو ترغیب وترہیب اور آداب سالکین کی تمام انواع پر مشتمل ہو۔ اس میں زہد وتقویٰ کا سبق بھی ہو اور ریاضتِ نفس اور تہذیبِ اخلاق کا بیان بھی، طہارتِ قلب کا بھی ذکر ہو اور امراضِ قلب کا علاج بھی، انسانی اعضاء کی سلامتی کا بھی بیان ہو اور ان کی کجی کا ازالہ بھی اور اس کے علاوہ دیگر مقاصد صالحین کا بیان بھی۔

میں نے التزام کیا ہے کہ میں اس کتاب میں صرف ایسی صحیح اور واضح احادیث ذکر کروں گا جو مشہور کتبِ احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں اور ہر باب کا آغاز میں آیاتِ کریمہ سے کروں گا اور جو لفظ ضبط (اعراب کی وضاحت) کا یا کسی مخفی معنی کی توضیح کا محتاج ہو گا اسے میں

نفیس تنبیہات سے مزین کروں گا اور جس حدیث کے آخر میں متفق علیہ کہوں تو اس کا مطلب ہوگا کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب مکمل ہوکر طالبِ حق کو بھلائی کے راستے پر لے جانے والی اور برائیوں اور مہلک گناہوں سے بچانے والی ہوگی۔ میں اپنے اس بھائی سے جو اس کتاب سے مستفید ہو درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے میرے والدین اور مشائخ کے لیے تمام احباب اور جملہ مسلمانوں کے لیے دعائے خیر کرے۔ اللہ کریم ہی پر میرا اعتماد ہے، میرا بھروسہ اور سپردگی اسی پر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو گناہوں سے بچائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے وہی غالب اور حکیم ہے۔

الباب (۱)

اَلْإِخْلَاصِ وَاِحْضَارِ النِّيَّةِ فِيْ جَمِيْعِ الْاَعْمَالِ وَالْاَقْوَالِ وَالْاَحْوَالِ الْبَارِزَةِ وَالْخَفِيَّةِ

جملہ اعمال واقوال اور ظاہری وباطنی حالات میں اخلاص اور حسن نیت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

۱. ﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعْبُدُواْ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ ۝٥ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اوران کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی سچا دین ہے۔'' (سورۃ البینہ:۵)

تفسیری نکات: اخلاص عمل اور حسن نیت کے بارے میں یہ تین آیاتِ کریمہ جو امام نووی رحمہ اللہ نے اس باب کے آغاز میں ذکر فرمائی ہیں انتہائی اہم اور وسیع معنی کی حامل ہیں۔

پہلی آیت سورۃ البینہ کی ہے۔ جس میں اس حقیقت کا بیان ہے کہ اسلام سے قبل اہل کتاب کو یہی حکم ہوا تھا کہ ہر طرح کے شائبہ شرک وضلال سے پاک ہو کر صرف ایک اللہ کی بندگی کریں مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر احبار اور رہبان کو ارباب بنالیا، حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ ہر فکری کجی اور ہر عملی زیغ سے بچ کر دین ابراہیم پر استقامت کے ساتھ قائم رہتے۔ غرض انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاصِ عمل اور حسن نیت اختیار کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، یہی اخلاص عمل، حسن نیت اور نماز وزکوٰۃ دین اسلام کی اساس ہیں، پھر قبول اسلام سے گریز کیوں؟ (تفسیر عثمانی، سورۃ البینۃ)

وَقَالَ تَعَالٰى :

۲. ﴿ لَن يَنَالَ ٱللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ ٱلتَّقْوَىٰ مِنكُمْ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۲): ''اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون۔ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''

(سورۃ الحج:۳۷)

تفسیری نکات: دوسری آیت سورۃ الحج کی ہے جس میں قربانی کا اصل فلسفہ بیان کیا گیا ہے کہ محض جانور ذبح کرنے اور اس کا خون گرانے سے تم اللہ تعالیٰ کی رضا کبھی حاصل نہیں کر سکتے، کہ یہ گوشت اور خون بارگاہِ الٰہی تک نہیں پہنچتا۔ اس کے یہاں تو تمہارے دل کا تقویٰ اور ادب پہنچتا ہے کہ کیسی خوش دلی اور جوشِ محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اس کی اجازت سے اس کے نام پر اس کے گھر کے پاس لے جا کر قربان کی۔ گویا اس قربانی کے ذریعے ظاہر کر دیا کہ ہم خود بھی تیری راہ میں اسی طرح قربان ہونے کے لیے تیار ہیں۔ یہی وہ

تقوی ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ کا عاشق اپنے محبوبِ حقیقی کی خوشنودی حاصل کرسکتا ہے۔

وَقَالَ تَعَالیٰ :

٣. ﴿ قُلْ إِن تُخْفُواْ مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ اللَّهُ ﴾

نیز اللہ سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے:

(٣): ''آپ فرمادیجئے تم اپنے دل کی بات چھپائے رکھو یا اسے ظاہر کردو، اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔''

(سورۃ آل عمران: ٢٩)

تفسیری نکات: تیسری آیت آل عمران کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ تو ممکن ہے کہ آدمی اپنی نیت اور دل کی بات دوسرے لوگوں سے چھپالے مگر اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتا کہ اللہ تعالیٰ ہر بات کو بخوبی جانتا ہے اور اس کا علم ہر شئی کو محیط ہے۔

(تفسیر عثمانی، سورۃ الحج)

تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے

١. وَعَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَبِيْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بْنِ نُفَيْلِ بْنِ عَبْدِالْعُزّٰى بْنِ رِيَاحِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قُرْطِ بْنِ رَزَاحِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیءٍ مَانَوٰی: فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا، اَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَاهَاجَرَ اِلَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ : رَوَاهُ اِمَامَا الْمُحَدِّثِيْنَ : اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ بَرْدِزْبَهْ الْجُعْفِيُّ الْبُخَارِيُّ، وَاَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ بْنِ مُسْلِمٍ الْقُشَيْرِيُّ النَّيْسَابُوْرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ كِتَابَيْهِمَا اللَّذَيْنِ هُمَا اَصَحُّ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ.

(١) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی پس جس شخص نے اللہ اور رسول ﷺ کے لئے ہجرت کی اس کی ہجرت اللہ اور رسول ہی کے لیے ہے اور جس کی ہجرت حصول دنیا یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہو تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہوگی جس کی اس نے نیت کی۔''

اس حدیث کو امام المحد ثین ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن مغیرہ بن بردزبہ جعفی بخاریؒ اور امام المحد ثین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں کتب حدیث میں صحیح ترین کتابیں ہیں۔

تخریج حدیث (١): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب بدء الوحی . صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب ماجاء إنما

الاعمال بالنیة .

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحفص تھی اور الفاروق لقب تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی دعاء کے نتیجے میں اسلام لائے، آپ سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں اسلام قبول کر چکی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام سے مسلمانوں کو قوت اور اسلام کو شوکت حاصل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ کے دورِ خلافت میں عراق، مصر اور شام فتح ہوئے۔ کتب حدیث میں آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۵۳۹ ہے ۲۳ ھ میں ٦٣ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ (تهذيب التهذيب : ٤/ ٢٦٤)

کلمات حدیث: اعمال: عمل کی جمع ہے۔ عمل يعمل عملا (باب سمع) کام کرنا۔ بالارادہ کوئی کام کرنا عمل ہے جبکہ ہر انسانی حرکت خواہ ارادہ ہو یا نہ ہو فعل ہے۔ نیات : نیۃ کی جمع ہے، جس کے معنی قصد و ارادہ اور عزم قلب کے ہیں۔ نوى ينوى نواة ونية (باب ضرب) ارادہ کرنا۔ نیت کرنا۔ ہجرت کے معنی ترک کرنے اور چھوڑنے کے ہیں۔ هجر يهجر هجرا وهجرانا (باب نصر) قطع کرنا، وصل کی ضد ہے۔ هجر الشئی، اس شئے کو چھوڑ دیا اور اس سے اعراض کیا۔ ہجرت کا شرعی مفہوم آزمائش کے خوف سے دار الکفر سے دار الاسلام آ جانا اور حقیقت ہجرت یہ ہے کہ ہر اس بات کو چھوڑ دینا جو اللہ سبحانہٗ کو ناپسند ہو۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ مہاجر وہ ہے جو ہر اس بات کو ترک کر دے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہو۔ دنیا دُنُوٌّ سے بنا ہے جس کے معنی قریب ہونے کے ہیں چونکہ انسان اس جہاں میں اس وقت موجود ہے اس لیے یہ قریب ہے اور دنیا ہے اور بعد میں آنے والا جہاں آخرت ہے کہ وہ بعد میں آئے گا۔

شرح حدیث: یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے اور اپنے معانی کی وسعت اور اپنے مفاہیم کی ہمہ گیری کے اعتبار سے بے حد اہم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اسے ثلث اسلام قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ فقہ کے ستر ابواب پر مشتمل ہے۔

(صحيح مسلم لشرح النووی : ١٣/ ٤٦)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح بخاری میں کتاب الایمان کے آغاز میں اور باب بدء الوحی سے پہلے ذکر کیا ہے، کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کی موجودگی میں اپنے ایک خطبہ میں اس حدیث کو ذکر فرمایا اس مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے خطبۂ کتاب میں ذکر فرمایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے خطبہ میں یہ حدیث ارشاد فرمائی جو اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ مکی زندگی مدنی زندگی کے لیے بطورِ مقدمہ تھی اور اسی بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے مقدمۂ کتاب میں ذکر فرمایا۔ ابن المنیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نزول وحی کے آغاز سے پہلے ہی خلوت پسند فرمانے لگے تھے اور سب کچھ چھوڑ کر غارِ حرا میں معتکف ہو جاتے، آپ ﷺ کی یہ غیر اللہ سے الی اللہ ہجرت مقدمہ تھی نزولِ وحی کا، اس لیے مناسب ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو بدء الوحی (آغازِ وحی) سے متعلق حدیث سے پہلے ذکر فرمائیں۔ (فتح الباری : ١/ ٢٢٢)

درحقیقت یہ حدیث ان آیاتِ کریمہ کا بیان ہے جو امام نووی رحمہ اللہ نے اس باب کے آغاز میں ذکر کی ہیں۔ دین اسلام کی اساس اخلاصِ عمل اور حسن نیت ہے، چنانچہ ہر عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ خالصتاً لوجہ اللہ کیا گیا ہو اور صحیح نیت کے ساتھ انجام دیا جائے۔ ایسے ہی عمل کا اجر وثواب ہے، جبکہ ریاکاری اور دنیاوی اغراض کی آمیزش کے ساتھ کیا جانے والا عمل بے اثر اور بلا ثمر بن جاتا ہے، لیکن یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ جس طرح نیتِ فاسدہ سے کیا جانے والا اچھے سے اچھا عمل بے ثمر اور بے نتیجہ ہو جاتا ہے اسی طرح کوئی برا عمل محض نیت کے خوب ہونے سے اچھا نہیں بن جاتا۔ برا عمل ہر حالت میں برا ہے خواہ اسے کتنا ہی حسن نیت کے ساتھ انجام دیا گیا ہو۔ اچھا عمل وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے اچھا قرار دیا ہے، برا عمل وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں برا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کام فی نفسہٖ برے ہیں اور ان سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے ان میں حسن نیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ان کاموں کو بزعمِ خود اچھی نیت سے کرنا ان کی قباحت اور برائی میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔ حدیثِ نبوی ﷺ کا منشا یہ ہے کہ اگر اعمالِ صالحہ میں رضائے الٰہی مقصود نہ ہو بلکہ ان کی غرض دنیاوی فائدہ ہو تو وہ اعمال دنیاوی اعمال بن جاتے ہیں۔ اعمالِ صالحہ میں نماز سب سے مہتم بالشان عمل ہے لیکن اگر ریاکاری سے پڑھی جائے تو عند اللہ اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

اللہ سبحانہ کی رضا کے حصول کے لیے اپنا وطن چھوڑ کر دار الاسلام میں جا کر آباد ہونا بلاشبہ ایک عظیم عمل ہے مگر شرط یہی ہے کہ ہجرت کی غرض وغایت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ حصولِ دنیا یا کسی عورت سے نکاح مقصود نہ ہو۔ ایک صاحب مدینہ منورہ میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتے تھے اس نے شرط لگائی کہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ جاؤ، چنانچہ یہ صاحب ہجرت کر کے گئے اور اس عورت سے نکاح کر لیا اور مہاجر ام قیس کہلائے کہ یہ عورت ام قیس کے نام سے متعارف تھی۔ اسی واقعہ کے پیش نظر حدیث میں دنیا کے ذکر کے بعد عورت سے نکاح کا ذکر فرمایا۔ اگر کوئی بات یا کوئی واقعہ رسول اللہ ﷺ کے کسی فرمان کی وجہ بنا ہو اسے سبب ورود الحدیث کہتے ہیں، جس کی جمع اسباب ورود الحدیث ہے جو علوم حدیث میں ایک اہم اور مستقل علم ہے۔

(فتح الباري : ١/٢٢٢، صحيح مسلم لشرح النووي : ١٣/٤٦، مظاهر حق : ١/٧٤، دليل الفالحين : ١/٢٩)

احادیث میں جن اعمال کے لیے نیت کو ضروری قرار دیا گیا ہے ان سے اعمالِ مقصودہ مراد ہیں یعنی ایسے اعمال جن کا کرنا شریعت میں مطلوب اور دین میں مقصود ہو، جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔ یہ اعمال بغیر نیت معتبر نہیں ہیں اور نہ اللہ کے نزدیک مقبول ہیں، جملہ فقہاء کے نزدیک نماز کے لیے نیت لازمی ہے اور بغیر نیت نہ تو نماز صحیح ہے اور نہ عند اللہ مقبول ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ حنفی فقہاء کے نزدیک نیت شرطِ نماز ہے اور نیت کا نماز کی صحت کے لیے شرط ہونا اجماع سے ثابت ہے، جبکہ دیگر فقہاء کے نزدیک نیت نماز کا رکن ہے۔ اعمالِ غیر مقصودہ سے مراد ایسے اعمال ہیں جو مقصود نہ ہوں، البتہ کسی دوسرے امر کی بناء پر ضروری قرار پا گئے ہوں، جیسے وضو اور غسل کہ یہ فی ذاتہٖ مقصود نہیں ہیں۔ اعمال غیر مقصودہ میں نیت کے لازمی ہونے کے بارے میں اختلاف ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت ضروری ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وضو اور غسل بغیر نیت بھی معتبر ہیں، البتہ ان اعمال میں نیت سنت اور مستحب ہے۔

نیت کے معنی دل سے قصد کرنے کے ہیں اس لیے زبان سے کہنا شرط نہیں ہے، البتہ بعض فقہاء کے نزدیک سنت یا مستحب ہے۔

نیت کے لیے مسلمان ہونا، عاقل ہونا اور عالم ہونا یعنی جو عمل کر رہا ہے اس کی اہمیت وحقیقت سے واقف ہونا ضروری ہے اور چوتھی شرط یہ ہے کہ نیت کے منافی کوئی کام نہ کرے۔ (الفقه علی المذاهب الاربعة : ۱/۱۷۲، مظاهر حق جدید : ۱/۷۶)

دنیوی عذاب نیک وبد دونوں پر آتا ہے

۲۔ وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ عَبْدِاللّٰهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَاِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَ اٰخِرِ هِمْ قَالَتْ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَ اٰخِرِ هِمْ وَفِيْهِمْ اَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ : يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَ اٰخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ' هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ .

(۲) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کے ارادے سے نکلے گا۔ جب وہ چٹیل میدان میں پہنچے گا تو ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ان سب کو کیسے دھنسا دیا جائے گا جبکہ ان میں بعض دکانداری کرنے والے ہوں گے اور بعض ایسے ہوں گے جو مقاتلین میں سے نہ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے پھر وہ اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث (۲): صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ما ذکر فی الاسواق . صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب الخسف بالجیش الذی یوم البیت .

راوی الحدیث: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لقب حمیراء اور ام عبداللہ کنیت تھی۔ غزوۂ احد اور غزوۂ بنی المصطلق میں شرکت فرمائی۔ مکثرین صحابہ میں سے تھیں، یعنی ان صحابۂ کرام میں سے جن میں ہر ایک سے ایک ہزار سے زائد احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کی تعداد ۲۲۱۰ ہے جن میں سے ۱۷۴ متفق علیہ ہیں۔ ۵۴ احادیث صرف صحیح بخاری میں اور ۶۸ صرف صحیح مسلم میں موجود ہیں، ۶۳ سال کی عمر میں ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔

(طبقات ابن سعد : ۷/۲۷۱)

کلمات حدیث: غزا یغزو غزوًا (باب نصر) حملہ آور ہونا۔ اسی سے غازی بروزن قاضی ہے جس کی جمع غزاۃ بروزن قضاۃ ہے۔ خَسَف یخسف خسوفًا (باب ضرب) زمین پھٹ کر اس میں دھنس جانا۔ خسف القمر : چاند گرہن ہونا۔ چاند گرہن کو خسوف اور سورج گرہن کو کسوف کہتے ہیں۔ بعث یبعث بعثاً (باب فتح) کسی کو بھیجنا یا روانہ کرنا۔ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا۔ اسی سے یوم البعث ہے یعنی وہ دن جب سب انسان دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔ بیداء: وسیع اور چٹیل میدان۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وسیع چٹیل میدان۔

شرحِ حدیث: اس حدیثِ مبارک سے دین اسلام میں نیت کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ دنیا میں بھی اعمال کا مدار نیت ہے اور آخرت میں بھی جزا وسزا کا مدار نیت ہوگا۔ لشکر کے اندر شامل بہت سے لوگ براہِ راست جنگجو نہیں ہوتے بلکہ وہ صرف مقاتلین کے مدد گار ہوتے ہیں، لیکن جب لشکر سارا کا سارا زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور روزِ قیامت ان کا حساب وکتاب ان کی نیت کے مطابق ہوگا۔ برا کام بھی برا ہے اور برا کام کرنے والوں کے ساتھ شرکت کرنا، ان کے کام سے راضی ہونا اور سکوت اختیار کرنا بھی برا ہے، ضروری ہے کہ جس قدر ہمت اور قدرت ہو برائی کا راستہ روکے، یہ نہ ہو سکے تو زبان سے اسے برا کہے یہ بھی نہ ہو سکے تو ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ دل میں برا سمجھے۔ (فتح الباری : ۱۱۰۵/۱)

یہ حدیث دراصل اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر ہے:

﴿ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً ﴾

''اور اس آزمائش (عذاب) سے ڈرو جو خاص ظلم کرنے والوں ہی پر نہیں آئے گی'' (بلکہ عام ہوگا) (الانفال:۲۵)

اگر کسی قوم کے اکثر افراد معصیت اور ظلم کا راستہ اختیار کر لیں تو جو لوگ اس عام حالت سے کنارہ کش ہیں اور مداہنت کا رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں کہ نہ نصیحت نہ فہمائش اور نہ اظہارِ نفرت، تو اس حالت پر جب اللہ کی پکڑ آئے گی تو سب اس میں شامل ہوں گے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ ''جب اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی قوم پر نازل ہوتا ہے تو وہ سب پر نازل ہوتا ہے پھر انہیں روزِ قیامت ان کی نیتوں کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا۔''

فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہوگئی

۳. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَ لٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَمَعْنَاهُ : لَاهِجْرَةَ مِنْ مَكَّةَ لِاَنَّهَا صَارَتْ دَارَ اِسْلَامٍ.

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت باقی ہیں تو جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کے لیے کہا جائے تو نکل کھڑے ہو۔ متفق علیہ

مطلب یہ ہے کہ اب مکہ سے ہجرت باقی نہیں رہی کہ وہ اب دار الاسلام بن گیا ہے۔

تخریج حدیث (۳): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب وجوب التنفیر و باب فضل الجهاد . صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب المبایعة بعد فتح مکة علی الإسلام والجهاد والخیر.

کلماتِ حدیث: إذا استنفرتم فانفروا: یعنی جب امامِ وقت تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دے تو اس کے حکم پر لبیک کہو اور نکل کھڑے ہو۔ نفر ینفر نفورا (باب نصر) نفرت الدابة، جانور بھاگ گیا۔ نفر ینفر نفوراً و نفاراً (باب ضرب) لوگ کسی کام یا جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

جب تک کافروں سے قتال باقی ہے ہجرت باقی ہے

شرح حدیث: مکہ مکرمہ ۸ھ میں فتح ہوا۔ مکہ مکرمہ میں مسلمان کفار قریش کے ظلم وستم کا شکار تھے، ستم بالائے ستم یہ کفار مسلمانوں کو ان کے فرائض دینی کے ادا کرنے سے بھی روکتے تھے اسی وجہ سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت واجب تھی جب مکہ فتح ہوکر دارالاسلام بن گیا تو یہ فضیلت والی اور اعلیٰ مرتبہ والی ہجرت باقی نہیں رہی۔ بلکہ اس کی جگہ اخلاصِ نیت کے ساتھ اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے ساتھ جہاد نے لے لی۔ بہرحال فتح مکہ کے بعد بھی اگر مسلمان کسی ایسے مقام پر ہوں جہاں وہ آزادی کے ساتھ شعائرِ اسلام کی ادائیگی سے قاصر ہوں تو ایسے مقام سے بھی ہجرت واجب ہے اس کی تائید اس فرمانِ نبوی ﷺ سے ہوتی ہے کہ

''جب تک کافروں سے قتال باقی ہے ہجرت ختم نہیں ہوگی۔''

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عصرِ نبوی ﷺ میں ہجرت کی دو صورتیں تھیں، ایک صورت تو یہ تھی کہ اگر کسی جگہ کے لوگ اسلام لے آتے تو انہیں وہاں اذیتیں دی جاتیں اور کافر انہیں تکلیف پہنچاتے تو انہیں ہجرت کا حکم دیا جاتا تاکہ تکالیف سے محفوظ رہیں اور اسلام پر قائم رہیں۔ دوسری صورت ہجرت مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت تھی مکہ میں مسلمان کمزور اور قلیل تعداد میں تھے وہاں جو اسلام قبول کرتا اس پر ہجرت فرض ہوجاتی کہ مدینہ منورہ میں آکر رسول اللہ ﷺ کے نورِ نبوت سے مستفید ہوں، مکہ فتح ہونے کے بعد یہ ہجرت فرض نہیں رہی بلکہ حکم ہوا کہ اپنے وطن میں قیام کریں اور نیت جہاد کے ساتھ تیار رہیں کہ جب حکم جہاد ہو اس کے لیے روانہ ہوجائیں۔

(دليل الفالحين: ١/ ٣٤، فتح الباري: ٢/ ١٥٨)

عذر کی وجہ سے جہاد سے رہ جانے والوں کا ثواب

۴. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاةٍ فَقَالَ : اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ لَرِجَالاً مَاسِرْتُمْ مَسِيْرًا وَلاَ قَطَعْتُمْ وَادِياً اِلاَّ كَانُوْا مَعَكُمْ حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ، وَفِیْ رِوَايَةٍ : اِلاَّ شَرَكُوْكُمْ فِی الْاَجْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَرَوَاهُ الْبُخَارِیُّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : اِنَّ اَقْوَاماً خَلْفَنَا بِالْمَدِيْنَةِ (١) مَا سَلَكْنَا شِعْباً وَلاَ وَادِياً اِلاَّ وَهُمْ مَعَنَا، حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ .

(۴) حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ انصاری روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جس جگہ سے گزرتے ہو اور جو وادی عبور کرتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ'' وہ اجر وثواب میں تمہارے شریک ہیں'' اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک سے واپس ہو رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ہم جس گھاٹی سے گزرتے اور جو وادی عبور کرتے ہیں وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔ اگرچہ عذر کی بناء پر وہ جسمانی طور پر

ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب من حبسه العذر عن الغزو. صحیح مسلم، كتاب الامارة، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض أو غيره.

راوی الحدیث: حضرت جابر بن عبداللہ انصاری، ابوعبداللہ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، بیعت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام قبول کیا، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انیس (۱۹) غزوات میں شریک رہے، علم حدیث کے حصول کا اس قدر شغف تھا کہ جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت شام میں رہتے تھے، ایک حدیث جانتے ہیں تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹ خریدا اور ایک ماہ کی مسافت قطع کر کے پہنچے اور عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی۔ ان کی روایات کی تعداد ۱۵۴۰ ہے۔ ۳۷ھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے ۹۴ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

(دليل الفالحين : ١/٣٤، تهذيب التهذيب: ١/٤٠٧، طبقات ابن سعد : ٤/٢٩٢)

کلمات حدیث: قطع قطعاً (باب فتح) کاٹنا، عبور کرنا۔ حبس حبسا (باب ضرب) رک جانا، قید کرنا۔ شرک کو کم: شریک ہونا۔ شرك شركا (باب سمع) اشركه فى أمره اسے اپنے کام میں شریک کیا۔ رجع : لوٹنا، پھرنا۔ رجع رجوعاً (باب ضرب)

شرح حدیث: خیر کے کاموں کی نیت کرنے کا بھی اجر و ثواب ہے اگر چہ کوئی بر بنائے عذر اس عمل خیر کو انجام نہ دے سکے بلکہ جس قدر اپنی محرومی پر افسوس کرے گا اسی قدر اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔ دراصل اس حدیث میں اس آیت مبارکہ کی جانب اشارہ ہے۔

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝١٢٠ ﴾

''یہ اس واسطے کہ نہیں پہنچتی جہاد کرنے والوں کو کوئی پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے خفا ہوں کافر اور نہ چھینتے ہیں دشمن سے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے ان کے واسطے اس کے بدلے نیک عمل بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا حق ضائع نہیں کرتا۔'' (التوبۃ: ۱۲۰)

یعنی باوجود یکہ ان میں سے اکثر باتیں مثلاً بھوک پیاس لگنا یا تکلیف پہنچنا، اختیاری امور نہیں ہیں پھر بھی نیت جہاد کی برکت سے ان غیر اختیاری امور کے مقابلے میں بھی ان کے نامۂ اعمال میں حسنات درج کر دیئے جائیں گے اور اللہ سبحانہ ان کو اس تکلیف کے بدلے اجر و ثواب عطا فرمائے گا کہ اللہ تعالیٰ اعمال حسنہ اور نیت حسنہ کا اجر ضائع نہیں ہونے دیتا۔ (تفسير عثماني : التوبة)

نفلی صدقہ نیت کا مدار

۵. وَعَنْ اَبِيْ يَزِيْدَ مَعْنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ الْاَخْنَسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَهُوَ وَاَبُوْهُ وَجَدُّهُ صَحَابِيُّوْنَ، قَالَ

: کَانَ اَبِیْ یَزِیْدُ اَخْرَجَ دَنَانِیْرَ یَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِی الْمَسْجِدِ فَجِئْتُ فَاَخَذْتُهَا فَاَتَیْتُهٗ بِهَا : فَقَالَ : وَاللّٰهِ مَا اِیَّاکَ اَرَدْتُّ، فَخَاصَمْتُهٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : "لَکَ مَا نَوَیْتَ یَا یَزِیْدُ، وَلَکَ مَا اَخَذْتَ یَا مَعْنُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۵) حضرت معن بن یزید بن اخنس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راویت ہے (معن، ان کے والد اور دادا تینوں صحابی ہیں) میرے والد یزید نے کچھ دینار صدقہ کے لیے نکالے اور مسجد میں ایک شخص کو دے آئے (کہ کسی مستحق کو دیدے) میں نے وہ دینار اس سے لے لیے اور اپنے والد کے پاس لے آیا، میرے والد بولے قسم بخدا میں نے یہ رقم تمہیں دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا ہم اپنا یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے آپ ﷺ نے فرمایا یزید تمہیں تمہاری نیت کا ثواب مل گیا اور اے معن جو مال تم نے لے لیا وہ تمہارا ہے۔
(صحیح بخاری)

تخریج حدیث(۵): صحيح البخاري، كتاب الزكوٰة، باب إذا تصدق على ابنه وهو لا يشعر.

راوی حدیث: حضرت معن بن یزید بن اخنس کی کنیت ابو یزید تھی۔ معن ان کے والد یزید اور دادا اخنس تینوں اصحاب رسول ﷺ تھے اور تینوں نے غزوہ بدر میں شرکت فرمائی تھی۔ ان سے پانچ احادیث مروی ہیں، مروان کے زمانے میں شہید ہوئے۔

(تهذيب التهذيب : ٥/٤٨٦)

کلمات حدیث: أخرج دنانير : دینار صدقہ کے لیے نکالے اور انہیں مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب کو سپرد کر دیا کہ کسی مستحق کو دیدیں۔ فجئت فأخذتها : میں آیا اور میں نے وہ دینار لے لیے، یعنی بیٹا مستحق تھا اس نے اس شخص سے خود لے لیے۔ فخاصمته : میں نے یہ معاملہ (تنازعہ) رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا، خصم، فریق معاملہ، مقابل۔ الدالخصام: سخت جھگڑالو، خصمه خصماً (باب ضرب) غالب آنا، خاصم مخاصمة (باب مفاعلة) جھگڑا کرنا۔

شرح حدیث: معن کے والد یزید نے کچھ دینار بنیت صدقہ مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب کے سپرد کیے کہ وہ کسی مستحق کو دیدیں، معن خود ضرورت مند تھے اور انہوں نے اپنی ضرورت کو مقدم سمجھا اور ان صاحب سے وہ دینار لے لیے اور والد کے پاس آئے اور انہیں بتایا، والد نے کہا کہ میں نے تو تمہیں دینے کی نیت نہیں کی تھی، غرض دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یزید تمہیں تمہاری نیت کا ثواب مل گیا اور معن جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے یعنی معن چونکہ ضرورت مند تھے اس لیے صدقہ ان کو مل گیا اور ان کے والد کو ان کی نیت کا ثواب مل گیا۔ (دليل الفالحين : ١/٣٦)

وصیت تہائی مال تک جائز ہے

۶ ۔ وَعَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ مَالِکِ بْنِ اُهَیْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ ابْنِ کِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ کَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ الْقُرَشِیِّ الزُّهْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَحَدِ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ، رَضِیَ اللّٰهُ

عَنْهُمْ قَالَ : جَاءَ نِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِیْ فَقُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ قَدْ بَلَغَ بِیْ مِنَ الْوَجَعِ مَاتَرٰی وَاَنَا ذُوْمَالٍ وَلَا یَرِثُنِیْ اِلَّا ابْنَةٌ لِیْ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَیْ مَالِیْ؟ قَالَ : لاَ، قُلْتُ : فَالشَّطْرُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ : لاَ، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ کَثِیْرٌ اَوْ کَبِیْرٌ اِنَّکَ اَنْ تَذَرَوَرَثَتَکَ اَغْنِیَاءَ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً یَتَکَفَّفُوْنَ النَّاسَ، وَاِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّااُجِرْتَ عَلَیْهَا حَتّٰی مَاتَجْعَلُ فِیْ فِیِّ امْرَاَتِکَ قَالَ فَقُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِیْ؟ قَالَ اِنَّکَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلاً تَبْتَغِیْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَ بِهٖ دَرَجَةً وَرِفْعَةً، وَلَعَلَّکَ اَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰی یَنْتَفِعَ بِکَ اَقْوَامٌ وَّیُضَرَّبِکَ اٰخَرُوْنَ: اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِیْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰی اَعْقَابِهِمْ، لٰکِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ یَرْثِیْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَاتَ بِمَکَّةَ . مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(٦) ابواسحاق سعد بن ابی وقاص مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرة بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی قرشی زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوان دس اصحاب میں سے ایک ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیان کیا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میں بیمار ہوگیا، رسول اللہ ﷺ میرے پاس میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری بیماری کی شدت آپ دیکھ رہے ہیں، میں مال دار شخص ہوں اور صرف ایک بیٹی میری وارث ہے، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کردوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آدھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک تہائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایک تہائی اور ایک تہائی بھی بہت ہے۔ تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ جاؤ تو اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں نادار چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم جو خرچ رضائے الٰہی کے لئے کروگے یہاں تک کہ وہ لقمہ جو اپنی بیوی کے منہ میں دوگے تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ کہتے ہیں کہ میں نے پھر عرض کی یا رسول اللہ میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پیچھے رہ جانے کی صورت میں جو عمل اللہ کی رضا کے لئے کروگے اس نے تمہارے درجہ میں زیادتی اور بلندی ہوگی اور امید ہے کہ تمہیں مزید زندگی ملے گی اور کچھ لوگ تم سے فائدہ اٹھائینگے اور کچھ دوسرے لوگوں کو تم سے نقصان پہنچے گا۔ اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرت کو پورا فرما اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹا۔ لیکن قابل رحم سعد بن خولہ ہیں ان کے لئے رسول اللہ ﷺ دعائے رحمت فرماتے کہ وہ مکہ میں انتقال کر گئے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب رثاء النبی ﷺ سعد بن خولة . صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب الوصیة بالثلث.

راوی حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، انیس سال کی عمر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور مشرف باسلام ہوئے، ہجرت فرمائی اور تمام غزوات میں شرکت کی عشرہ مبشرہ میں سے تھے ستر سال کی عمر میں

۵۵ھ میں انتقال ہوا۔ آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۲۷۱ ہے جن میں سے ۱۵ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہیں۔

کلمات حدیث: یعودنی : عود سے ہے جس کے معنی پلٹنے اور واپس آنے کے ہیں۔ عاد عودًا (باب نصر) بیمار پرسی کرنا معاد کے معنی آخرت اور مصیر کے ہیں یعنی وہ مقام جہاں انسان کو واپس جانا ہے۔ عیادت مریض کی مزاج پرسی کرنا۔ وجع کے معنی بیماری کے ہیں اور اس کی جمع اوجاع ہے۔ وجع وجعًا (باب سمع) مریض ہونا۔ اشتد علیه المرض : فلاں کی بیماری شدت اختیار کر گئی، بیماری بڑھ گئی۔ یرثنی ، ورث ورثًا (باب حسب) وارث ہونا۔ الإرث شطر : نصف، آدھا۔ الوارثة : میت کا ترکہ۔ یتکففون تکفف سے ہے یعنی مانگنے کے لیے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا۔ أُخَلَّف میں پیچھے رہ جاؤں گا۔ خلف خلافة (باب نصر) جانشین ہونا۔ تخلف (باب تفعل) پیچھے رہ جانا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کے ساتھ کثیر تعداد میں صحابۂ کرام کی جماعت تھی۔ حجۃ الوداع کو حجۃ الاسلام بھی کہا جاتا ہے کہ اس سال کسی کافر نے حج نہیں کیا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی اس سفر حج میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے مکہ مکرمہ میں شدید بیمار ہو گئے، رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں سخت بیمار ہوں ایک ہی بیٹی ہے اور میرے پاس مال ہے کتنا صدقہ کر دوں۔ آپ ﷺ نے ایک تہائی صدقہ کی اجازت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر تم اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑ کر جاؤ تو وہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں تنگدست چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں، اللہ کی رضا کے لیے جو بھی خرچ کیا جائے خواہ وہ اپنی بیوی کو ہی کھلانا ہو اس کا بھی اجر ملے گا۔ اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ کہیں میں پیچھے نہ رہ جاؤں یعنی کہیں میں مکہ ہی میں نہ مر جاؤں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جو عمل بعد میں کرو گے اس سے تمہارے درجات بلند ہوں گے اور لوگ تم سے نفع اٹھائیں گے اور کافروں کو نقصان پہنچے گا، یعنی آپ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی طولِ حیات کی جانب اشارہ فرمایا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو پورا کرنا۔

یہ حدیث مبارک متعدد نکات پر مشتمل ہے، جن کا اختصار کے ساتھ ذکر کرنا مناسب ہوگا۔ جملہ امور خیر میں مال خرچ کرنا مستحب ہے اور اس کا مدار نیت ہے اگر نیت رضائے الٰہی کی ہو تو مباح اور جائز امور بھی عبادت بن جاتے ہیں اور ان پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ بیوی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا اور اس کے منہ میں لقمہ دے دینا ایک امر مباح ہے، بلکہ اس کا تعلق بظاہر حظ دنیا سے ہے اور یہ اس وقت کیا جاتا ہے جب بیوی سے بے تکلفی اور رغبت کا اظہار مقصود ہو لیکن یہ عمل بھی اگر رضائے الٰہی کی نیت سے ہو تو یہ بھی عبادت بن جاتا ہے اور اس پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ غرض اللہ کی رضا کے لیے کھانا، پینا، سونا اور آرام کرنا تمام کام عبادت ہیں۔

اس بیماری کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تندرست ہو گئے اور زندہ رہے یہاں تک کہ عراق فتح کیا اور فی الواقع ان سے اسلام اور اہل اسلام کو فائدہ پہنچا اور کافروں نے نقصان اٹھایا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن خولہ کے بارے میں فرمایا: لکن البائس سعد بن خولة (مگر بے چارے سعد بن خولہ) اس کے بعد کے الفاظ: اُن کے لیے رسول اللہ ﷺ دعائے رحمت فرماتے کہ وہ مکہ میں انتقال کر گئے تھے، راوی حدیث کے ہیں، بعض نے کہا کہ یہ

بات خود سعد بن ابی وقاص نے کہی اور بعض نے کہا کہ یہ امام زہریؒ کا کلام ہے۔ سعد بن خولہ کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور مکہ ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ جبکہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہجرت بھی کی تھی اور جنگ بدر میں بھی شرکت کی تھی پھر کسی وجہ سے مکہ گئے اور وہاں انتقال ہو گیا۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ ان کے مکہ میں انتقال کر جانے پر ان کے لیے دعائے رحمت فرماتے تھے کہ انہیں ہجرت کا مکمل ثواب نہیں ملا اور صحابۂ کرام کے لیے ہجرت کے مکمل ہونے کی دعا فرمائی۔

(فتح الباری : ۱ / ۷۷٦)

⊕ ⊕ ⊕ ⊕ ⊕ ⊕ ⊕ ⊕ ⊕ ⊕ ⊕ ⊕

اللہ تعالیٰ اخلاص اور اعمال کو دیکھتا ہے

۷۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اللّٰهَ لَایَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَامِکُمْ، وَلَا اِلٰی صُوَرِکُمْ، وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷) حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہارے چہروں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۷): صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ما ذکر فی الاسواق۔ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب الخسف بالجیش الذی یوم البیت۔

راوی حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبدالرحمٰن بن صخر تھا، لیکن کنیت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعارف ہوئے اور یہ کنیت انہیں رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی کیونکہ ان کے پاس بلی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے از راہِ ملاطفت انہیں ابو ہریرہ (بلی کا باپ یا بلی والا) کہہ کر مخاطب فرمایا۔ فتح خیبر کے موقع پر اسلام قبول کیا اور پھر اللہ کے رسول ﷺ جب تک اس دنیا میں رہے ساتھ نہ چھوڑا۔ دنیا کا کوئی مشغلہ نہ تھا شب و روز حفظ حدیث میں مصروف رہتے تھے۔ آپ سے ۵۳۷۴ احادیث مروی ہیں، جن میں سے تین سو متفق علیہ ہیں اور ۷۳ صرف صحیح بخاری میں ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے باہر نہیں جاتے تھے وہیں ۷۸ برس کی عمر میں ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ (تہذیب التہذیب : ٦/٤٤٧)

کلمات حدیث: نظر کے معنی دیکھنے کے ہیں لیکن یہاں حق سبحانہٗ کے متوجہ ہونے کے ہیں، قلب کے معنی دل کے ہیں اس کی جمع قلوب ہے۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرما کر ان میں اپنی روح پھونکی پھر ان سے اور ان کی بیوی سے تمام انسان پیدا فرمائے۔ اس لیے سب انسان اللہ کے بندے ہیں اور سب مساوی ہیں ان کے درمیان رنگ و نسل یا زبان وطن کا کوئی فرق نہیں ہے ان میں اچھے وہ ہیں جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والے اور اپنی اس دنیا کی زندگی میں زیادہ پرہیزگاری اختیار کرنے والے ہیں

اسی لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کے وجود اور اس کی صورت کو نہیں دیکھتا بلکہ حق سبحانہٗ کے یہاں اگر کسی کی کوئی قدر و قیمت ہوتی ہے تو وہ اس کے قلب میں جاگزیں تقویٰ اور حسن نیت کی ہوتی ہے کہ قلب ہی تمام اعمالِ حسنہ کا مرکز اور مصدر ہے اسی وجہ سے اہل باطن اصلاحِ قلب کو ظاہری اعمال پر مقدم قرار دیتے ہیں کہ قلب کی درستگی اور اصلاح ہوجانے کے بعد انسان کے جملہ اعمال درست اور صحیح ہو جاتے ہیں کیونکہ بندے کی عبادت اسی وقت درست ہوتی ہے جب وہ صاحبِ ایمان ہو، اسے معلوم ہو کہ کس قدر عظیم ہستی نے اسے بندگی کا مکلف بنایا ہے اور اس کے ساتھ اس کا قلب خالق و مالک کی محبت اور اس کی خشیت سے لبریز ہو، ظاہر ہے کہ یہ تمام احوالِ قلب ہیں۔

(دلیل الفالحین : ۱/ ۴۱)

اسی لیے ارشاد فرمایا:

" الا ان فی الجسد مضغة إذا صَلُحَتْ صَلُحَ الجسد کله وإذا فَسَدَتْ فَسَدَ الجسد کله الا وهی القلب ."

" سمجھ لو کہ جسمِ انسانی میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، جان لو کہ وہ دل ہے۔"

قلب کی اصلاح اور اس کی درستگی سے مراد اخلاصِ عمل حسن نیت اور ہر عمل خیر کو محض رضائے الٰہی کے لیے انجام دینا ہے اسی کا نام احسان ہے اور وہی عمل عنداللہ مقبول ہے جو حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ انجام دیا گیا ہو کہ نیتِ فاسدہ کے ساتھ اچھے سے اچھا عمل بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

جہاد کا مقصد اعلاءِ کلمۃ اللہ ہے

٨. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَیُقَاتِلُ حَمِیَّةً وَیُقَاتِلُ رِیَاءً اَیُّ ذٰلِکَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

(٨) ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کوئی شخص بہادری دکھانے کے لئے لڑتا ہے، کوئی حمیت کی خاطر اور کوئی دکھاوے کے لئے۔ ان میں سے کون سا اللہ کے راستے میں جہاد ہے آپؐ نے فرمایا جو شخص اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے وہ اللہ کے راستے میں جہاد کر رہا ہے۔

تخریج حدیث(٨): صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من سأل وهو قائم علماً جالساً . صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا .

راوی حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے رہنے والے تھے، اپنے قبیلے کے سردار تھے، اسلام قبول کرنے

کے بعد واپس گئے تو آپ کی دعوت پر پچاس آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۳٦٠ ہے ان میں سے ۵٠ متفق علیہ ہیں۔اکسٹھ سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں ۵۲ ھ میں انتقال فرمایا۔

(دلیل الفالحین : ١/٤٢)

کلمات حدیث: حمیت: کسی کام سے عار محسوس کرنا، حمی حمیة (باب سمع) عار ہونا، غیرت آنا۔ شجع شجاعةً (باب کرم) بہادر ہونا۔ علیا، بلند جگہ۔

شرح حدیث: سئل رسول اللہ ﷺ (رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا) دریافت کرنے والے صاحب کا نام لاحق بن ضمرۃ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔اللہ تعالیٰ کے یہاں وہی عمل مقبول ہے جو اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ کیا گیا ہو۔جہاد بھی وہی صحیح ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہو، یہ حدیث بھی حسن نیت اور اخلاصِ عمل کو مؤکد کرتی ہے کہ جب جہاد جیسے عظیم عمل میں نیت کی اس قدر اہمیت ہے تو باقی تمام اعمال میں اخلاص اور حسن نیت کی اہمیت وضرورت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

(فتح الباری : ١/٣١٤ ، دلیل الفالحین : ١/٤٢)

* * * * * * * * * * * * *

٩ . وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ نُفَیْعِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّقَفِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفَیْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ قُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ : اِنَّهٗ کَانَ حَرِیْصًا عَلٰی قَتْلِ صَاحِبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(٩) حضرت ابوبکرۃ نفیع بن حارث ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان تلوار سونت کر باہم جنگ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔میں نے عرض کیا کہ قاتل جہنم کا حقدار ہے مگر مقتول کیوں؟ فرمایا کہ وہ بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(٩): صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب إذا التقی المسلمان بسیفیهما . صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب إذا تواجه المسلمان بسیفهما .

راوی حدیث: حضرت نفیع بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ طائف کے قبیلہ ثقیف کے رہنے والے تھے، ابوبکرہ ان کی کنیت تھی۔بکرہ لکڑی کی اس چرخی کو کہتے ہیں جس کی مدد سے پانی کھینچا جاتا ہے۔جب رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ فرمایا تو یہ اس چرخی کو کھینچ رہے تھے وہیں سے کود گئے اور اسلام قبول کیا۔امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بصرہ میں انتقال فرمایا آپ سے ١٣٢ احادیث مروی ہیں جن میں سے آٹھ متفق علیہ ہیں۔ (دلیل الفالحین : ٥/٦٢٣)

کلمات حدیث: التقی التقاء (باب افتعال) باہم ملنا۔ یوم التلاقی : قیامت کا دن۔ حریصا : لالچی، حرص رکھنے والا۔ حرص حرصا (باب سمع)

کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی سزا جہنم ہے

شرح حدیث: اگر دو مسلمان عصبیت کے لیے یا کسی دنیاوی غرض کے لیے باہم قتال کریں تو دونوں جہنمی ہیں کیونکہ قتل مسلم حرام ہے اور صرف تین یعنی زانی محصن، قاتل اور مرتد کا قتل کرنا جائز ہے اس کے سوا کسی مسلمان کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَٰلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُۥ وَأَعَدَّ لَهُۥ عَذَابًا عَظِيمًا ﴾ ۹۳

''اور جو کسی مؤمن کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب اور اس کی لعنت ہوئی۔ (اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار ہے)'' (النساء: ۹۳)

حدیث میں الفاظ ہیں کہ مقتول بھی اپنے قاتل کو قتل کرنا چاہتا تھا یعنی اس نے اس معصیت پر اپنے نفس کو جمایا ہوا تھا کہ اگر اسے موقع ملا تو وہ قتل کر دے گا۔ غرض عتاب عزم معصیت پر ہے اگر عزم نہ ہو صرف خیال ہو تو عتاب نہیں ہے اور اگر اس خیال کو بھی رضائے الٰہی کے لیے ترک کر دے تو اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱: ٤٣)

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت

١٠ ۔ وعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلٰى صَلَاتِهِ فِي سُوْقِهِ وَبَيْتِهِ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ درجةً وذلك أنَّ أحَدَهُمْ إذا توضَّأ فأحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ أتَى الْمَسْجِدَ لَايُرِيْدُ إلَّا الصَّلٰوةَ، لَايَنْهَزُهُ إلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إلَّا رُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، فَإذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي الصَّلٰوةِ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ هِيَ تَحْبِسُهُ وَالْمَلٰئِكَةُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى أحَدِكُمْ مَادَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ يَقُوْلُوْنَ : اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ، مَالَمْ يُؤْذِ فِيْهِ، مَالَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''يَنْهَزُهُ'' هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَالْهَاءِ وَبِالزَّايِ : أيْ يُخْرِجُهُ وَيُنْهِضُهُ .

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی جماعت سے پڑھی ہوئی نماز اس نماز سے کچھ اوپر بیس درجے فضیلت رکھتی ہے جو وہ بازار میں یا گھر میں پڑھتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ تم میں سے کوئی شخص جب وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد آتا ہے اس حال میں کہ نماز کے سوا اس کی کوئی اور نیت نہیں ہوتی کوئی اور بات اسے نہیں اٹھاتی سوائے نماز کے تو جو قدم وہ اٹھاتا ہے اس پر اس کا ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب وہ مسجد میں پہنچ جاتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے جب تک نماز اسے روکے رکھتی ہے۔ فرشتے تم میں سے ایک

ایک کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک نمازی اسی جگہ رہتا ہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ اس پر رحم کر اے اللہ اسے بخش دے اے اللہ اس کی طرف توجہ فرما۔ جب تک وہ ایذا نہ پہنچائے جب تک وہ بے وضو نہ ہو۔ (متفق علیہ) حدیث کے یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

ینهزه یاء ھاء اور زاء کے ساتھ اور یاء کے زبر کے ساتھ ہے یعنی نماز ہی اسے کھڑا کرتی اور باہر نکالتی ہے۔

تخریج حدیث(۱۰): صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی مسجد السوق . صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة و انتظار الصلاة .

کلمات حدیث: بضع : عربی زبان میں تین سے نو تک کے درمیانی عدد کے لیے بضع کا لفظ مستعمل ہوتا ہے، لہٰذا بضعا و عشرین درجة کے معنی ہوئے بیس اور کچھ اوپر۔ بعض دیگر روایات میں وضاحت کے ساتھ مسجد کی باجماعت کو گھر کی نماز سے پچیس یا ستائیس درجے افضل قرار دیا گیا ہے۔ ینهزه : نهز نهزًا (باب فتح) اٹھنا، لا ینهزه الا الصلوٰة اسے نماز کے سوا کسی اور بات نے نہ اٹھایا ہو۔ خَطوة : ایک بار قدم اٹھانا، خُطوة: دو قدم کا درمیانی فاصلہ جو پیمائش کے حساب سے چھ قدم کا ہوتا ہے۔ لم یخط خطوة : کوئی قدم نہیں اٹھائے گا۔ خطوات الشیطان: شیطان کی راہیں، اسکے طریقے اور اس کے نقش ہائے پا۔ خطأ خطواً (باب نصر) قدم اٹھانا۔

مساجد بہترین جگہیں ہیں

شرح حدیث: فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق دنیا کی سب سے بہتر جگہیں مساجد ہیں اور جملہ اعمالِ خیر میں نماز سب سے بہترین عمل ہے، سب سے اچھا اور سب سے بہترین عمل سب سے بہترین جگہ پر انجام دیا جائے تو اس عمل کی خوبی اور اس کے درجات کی بلندی میں کیا شائبہ باقی رہ جاتا ہے؟ مسجد میں باجماعت نماز کی فضیلتیں متعدد احادیث میں بیان کی گئی ہیں، یہ حدیث اپنے نفیس کلمات اور حسین عبارات کے اعتبار سے بے مثال ہے کہ گھر کی نماز سے مسجد کی باجماعت بیس سے زائد درجات بلند ہے آدمی کا وضو کرنا اور خوب تر وضو کرنا اور اپنی جگہ سے محض نماز کے لیے اٹھنا اور چل کر مسجد پہنچنا اور نماز باجماعت ادا کرنا۔ یہ تمام اعمالِ حسنہ اس نماز کے درجات کو بلند کرنے والے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ جس قدر وقت نمازی مسجد میں نماز کے انتظار میں رہے گا وہ عنداللہ اسی طرح اجر و ثواب کا مستحق ہوگا، جیسے وہ سارا وقت نماز میں رہا ہو اس کے لیے فرشتے دعا کرتے رہیں گے۔ ظاہر ہے کہ گھر میں نماز تو ہو جاتی ہے لیکن نمازی اتنی عظیم فضیلتوں سے محروم رہ جاتا ہے جو اس حدیثِ مبارک میں بیان ہوئی ہیں۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ٤٤)

اعمالِ صالحہ کی نیت پر بھی ثواب ہے

۱۱. وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَبِّهٖ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ کَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّیِّئَاتِ ثُمَّ بَیَّنَ ذٰلِکَ: فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا کَتَبَهَا اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عِنْدَهٗ حَسَنَةً کَامِلَةً، وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا

كَتَبَهَا اللّٰهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ، وَاِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نیکیاں اور ساری برائیاں لکھ لی ہیں پھر انہیں بیان فرمادیا ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے مگر اس پر عمل نہ کرے اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھ لیتے ہیں اور اگر اس نے نیکی کا ارادہ کیا اور پھر اس کو انجام دے لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیوں سے لے کر سات سو بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیوں کا ثواب لکھ لیتے ہیں اور اگر کوئی شخص کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھ لیتے ہیں اور اگر اس نے برائی کا ارادہ کیا اور پھر اس پر عمل بھی کیا تو اللہ تعالیٰ ایک ہی برائی لکھتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من هم بحسنة أو سيئة. صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب إذاهم العبد بحسنة كتبت.

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش شعب ابی طالب میں ہوئی، آپ ﷺ نے ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی اپنی والدہ ام الفضل کے ساتھ اسلام لائے۔ ۸ ھ میں جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو سب گھر والوں نے ہجرت کی اس وقت ان کی عمر گیارہ سال تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ علوم نبوت کے حصول کے بے حد مشتاق تھے، رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد گرم دوپہر میں کسی صحابی کے گھر کے دروازے پر بیٹھ جاتے، دھول مٹی چہرے پر پڑتی مگر ذرا پرواہ نہ کرتے جب وہ صحابی باہر آتے تو ان سے حدیث نبوی ﷺ کے سنانے کی درخواست کرتے۔ آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۲۶۶۰ ہے جن میں ۷۵ متفق علیہ ہیں۔ ۶۸ ھ میں انتقال فرمایا۔ (تهذيب التهذيب : ۳/ ۱۷۰)

کلمات حدیث: هَمَّ همّاً (باب نصر) هَمَّ بالشئی ارادہ کرنا، چاہنا، پختہ ارادہ کرنا۔ جس بات کا ارادہ کیا جائے یا جس کام کے کرنے کی فکر کی جائے۔ مُهِم: شدید معاملہ۔ المهمات من الامور ۔اہم معاملات۔ ضعف ضعفاً (باب فتح) دگنا ہونا، بڑھنا۔ ضعف الشئی: کسی چیز کا دگنا ہونا۔ أضعف الشئی : بڑھانا، دگنا کرنا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہٗ اپنے بندوں پر بڑے رحیم وکریم ہیں ان کی رحمت تمام جہانوں پر پھیلی ہوئی اور ہر شئے کو محیط ہے۔ یہ ان کا محض فضل واحسان ہے کہ وہ بندوں کی خطاؤں سے درگزر فرمادیتے ہیں، نیکیوں کو بڑھاتے پروان چڑھاتے اور انہیں نشوونما دیتے ہیں اور برائیوں کو اپنے بندوں کے نامۂ اعمال سے محو کردیتے ہیں۔ اگر اللہ سبحانہٗ اپنے بندوں سے ان کی خطاؤں پر مواخذہ فرمانے لگیں تو کوئی بھی باقی نہ بچے۔ اس حدیث مبارک میں بڑی خوبصورت اور بڑی دلکش بات بیان فرمائی گئی ہے جس سے اہل ایمان کے دل مضبوط ہوں اور اہل عمل اپنے اعمالِ حسنہ میں پختگی اختیار کریں، وہ بات یہ کہ اگر بندہ برائی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل بھی کرلے تو ایک برائی نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہے لیکن اگر محض برائی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو ایک نیکی لکھی جاتی ہے اس کے برعکس اگر نیکی کا ارادہ کرے اور عمل نہ

کرے تو یہ ایک نیکی کامل لکھ لی جاتی ہے اور اگر نیک کام کا ارادہ کر کے اسے انجام بھی دے لے تو دس نیکیوں سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ لی جاتی ہیں، پھر اللہ سبحانہٗ ان نیکیوں کے اجر وثواب میں اس قدر اضافہ فرماتے رہتے ہیں جس کا کوئی شمار اور حساب نہیں۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦١﴾ ﴾

''مثال ان لوگوں کی جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ اس سے اگیں سات بالیں ہر بال میں سوسو دانے اور اللہ مزید بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ نہایت بخشش کرنے والا ہے سب کچھ جانتا ہے۔'' (البقرة:٢٦١)

(دليل الفالحين : ١/٤٨)

اعمالِ صالحہ کے برکات کا ظہور دنیا میں

١٢. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ:سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:اِنْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّٰى اٰوَاهُمُ الْمَبِيْتُ اِلٰى غَارٍ فَدَخَلُوْهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ فَقَالُوْا:اِنَّهٗ لَايُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوااللّٰهَ بِصَالِحِ اَعْمَالِكُمْ: قَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ : اَللّٰهُمَّ كَانَ لِیْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَكُنْتُ لَا اَغْبِقُ قَبْلَهُمَا اَهْلاً وَلَامَالاً فَنَاٰى بِیْ طَلَبُ الشَّجَرِ يَوْمًا فَلَمْ اُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتّٰى نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوْقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ، فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُمَاوَاَنْ اَغْبِقَ قَبْلَهُمَا اَهْلاً اَوْمَالاً، فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلٰى يَدِیْ اَنْتَظِرُ اسْتِيْقَاظَهُمَا حَتّٰى بَرَقَ الْفَجْرُ وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَیَّ فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوْقَهُمَا:اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّامَا نَحْنُ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَايَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهُ:قَالَ الْاٰخَرُ:اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَتْ لِیْ ابْنَةُ عَمٍّ كَانَتْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیَّ ، وَفِیْ رِوَايَةٍ: كُنْتُ اُحِبُّهَا كَاَشَدِّ مَايُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَآءَ فَاَرَدْتُهَا عَلٰى نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّیْ حَتّٰى اَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِيْنَ فَجَاءَتْنِیْ فَاَعْطَيْتُهَا عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ دِيْنَارٍ عَلٰى اَنْ تُخَلِّیَ بَيْنِیْ وَبَيْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ، حَتّٰى اِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا'' وَفِیْ رِوَايَةٍ:''فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ:اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهٖ، فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِیَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِیْ اَعْطَيْتُهَا:اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا مَانَحْنُ فِيْهِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَاَنَّهُمْ لَايَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهَا وَقَالَ الثَّالِثُ:اَللّٰهُمَّ اسْتَاْجَرْتُ اُجَرَاءَ وَاَعْطَيْتُهُمْ اَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِیْ لَهٗ وَذَهَبَ، فَثَمَّرْتُ اَجْرَهٗ حَتّٰى كَثُرَتْ مِنْهُ

الْاَمْوَالُ فَجَاءَ نِی بَعْدَ حِیْنٍ فَقَالَ: یَاعَبْدَاللّٰهِ اَدِّ اِلَیَّ اَجْرِیْ فَقُلْتُ: کُلُّ مَاتَرٰی مِنْ اَجْرِکَ: مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِیْقِ، فَقَالَ یَاعَبْدَاللّٰهِ لَاتَسْتَهْزِیءْ بِیْ! فَقُلْتُ لَااَسْتَهْزِیءُ بِکَ، فَاَخَذَهٗ کُلَّهٗ فَاسْتَاقَهٗ فَلَمْ یَتْرُکْ مِنْهُ شَیْئًا اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغَاءَ وَجْهِکَ فَافْرُجْ عَنَّا مَانَحْنُ فِیْهِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوْا یَمْشُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۱۲) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے تین افراد کسی سفر پر روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ رات گزارنے کے لیئے ایک غار میں داخل ہونے پر مجبور ہوگئے، اچانک پہاڑ سے ایک چٹان لڑھک کر آئی اوران کے نکلنے کا راستہ مسدود ہوگیا۔ یہ حال دیکھ کر وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس افتاد سے نکلنے کی صورت یہ ہے کہ اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کر کے اللہ سے دعا کی جائے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میں انہیں اپنے اہل وعیال سے پہلے دودھ پلایا کرتا تھا ایک دن لکڑیوں کی تلاش میں دور نکل گیا جب میں شام کو ان کی طرف لوٹا تو وہ سوچکے تھے میں نے انہیں جگانا پسند نہیں کیا اور مجھے یہ بھی اچھا نہ لگا کہ ان سے پہلے اہل وعیال کو دودھ پلاؤں میں دودھ کا پیالہ لئے ان کے سرہانے ساری رات اس لئے کھڑا رہا کہ وہ بیدار ہوں تو ان کو دودھ پلاؤں یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی اور بچے میرے پاؤں کے پاس بھوک سے روتے چلاتے رہے۔غرض جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تب میں نے انہیں دودھ پلایا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہم سے اس چٹان کی مصیبت کو جس میں ہم مبتلا ہیں دور فرما۔ چٹان تھوڑی سی سرک گئی مگر اتنی کہ وہ نکل نہ سکتے تھے۔ دوسرا بولا۔ کہ اے اللہ میری ایک چچازاد تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس سے اتنی شدید محبت کرتا تھا جتنی کسی مرد کو کسی عورت سے ہوسکتی ہے۔ میں نے اس سے تکمیل خواہش کا ارادہ کیا لیکن اس نے انکار کیا۔ یہاں تک کہ اسے قحط سالی نے آدبایا وہ میرے پاس آئی میں نے اس کے ساتھ تخلیہ کی شرط پر اسے ایک سوبیس دینار دیئے۔ جس پر وہ راضی ہوگئی لیکن جب مجھے اس پر قدرت حاصل ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا کہ اللہ سے ڈر اور بغیر حق اس مہر کو نہ توڑ۔ یہ سنکر میں اسے چھوڑ کر چلا آیا حالانکہ مجھے اس سے شدید محبت تھی اور سونا جو اسے دیا تھا وہ بھی چھوڑ دیا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہمیں اس مصیبت سے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں نجات عطا فرما۔ چٹان تھوڑی سی اور سرک گئی مگر اتنی کہ وہ نکل نہ سکتے تھے۔ تیسرے نے کہا کہ اے اللہ میں نے کچھ مزدور اجرت پر رکھے سب اپنی مزدوری لے گئے سوائے ایک کے کہ وہ اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم کو تجارت میں لگایا جس سے میرے پاس کافی مال جمع ہوگیا۔ کافی وقت گزرنے کے بعد وہ شخص آیا اور بولا اے اللہ کے بندے میری مزدوری دیدے میں نے کہا کہ جو مال اونٹ گائے بکری اور غلام تم دیکھ رہے ہو سب تمہارا ہی ہے وہ کہنے لگا بندۂ خدا میرے ساتھ مذاق نہ کر میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا۔ غرض وہ تمام مال لے گیا اور اس نے کچھ نہ چھوڑا۔ اے اللہ اگر میرا یہ عمل صرف تیری رضا کے لئے تھا تو ہمیں اس مصیبت سے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں نجات عطا فرما۔ اسپر وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ لوگ باہر نکل کر اپنی راہ چل پڑے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ام حسبت ان اصحاب الکھف و الرقیم. صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب قصة اصحاب الغار الثلاثة و التوسل بصالح الاعمال .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی، علم کا سمندر تھے اور عابد وزاہد تھے۔ فقہاء صحابہ میں سے ہیں، آپ سے ۱۶۳۰ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۱۷۰ متفق علیہ ہیں۔ (تهذیب التهذیب : ۳/ ۲۰۳)

کلمات حدیث: نَفَرَ تین یا تین سے زیادہ مگر دس سے کم افراد نفر کہلاتے ہیں۔ جمع انفار ہے۔ یوم النفر حجاج کا منیٰ سے مکہ معظمہ کی طرف واپس ہونے کا دن یعنی ذی الحجہ کی ۱۲ تاریخ۔ انحدرت : حدر سے جس کے معنی ہیں نیچے اترنا، انحدرت من الجبل إلى المدينة: میں پہاڑ سے اتر کر شہر کی طرف آیا۔ الحدر : ڈھلوان۔ حَدَرَ حَدُرَ حدراً : (باب نصر وکرم) نیچے اترنا۔ فسدت : سد سداً (باب نصر) سدا لباب: دروازہ بند کرنا۔ سد الإناء : برتن کا منہ بند کرنا۔ السد : دو چیزوں کے درمیان آڑ۔ غبق: شام کے وقت کوئی شئے پلانا۔ غبق الغنم : شام کے وقت بکری کو پانی پلایا یا شام کے وقت دودھ نکالا۔ غبق غبقا (باب نصر وضرب) شام کو پینے کی چیز پلانا۔ لبث لبثاً (باب سمع) رکنا ٹھہرنا۔ لبث بالمکان : اقامت کرنا۔ یتضاغون : تضاغی بھوک یا مار سے بلبلانا۔ ضغی ضغواً (باب نصر) حاضری کرنا۔ تفض : فض ختم الکتاب، مہر توڑنا۔ فض فضاً (باب نصر) فض الشئی: توڑ کر ٹکڑے کرنا۔

شرح حدیث: ایمان کے بعد انسان کی زندگی کو سنوارنے اور اس کو فلاح کے مقام تک پہنچانے میں سب سے زیادہ مؤثر اللہ تعالیٰ کا خوف وخشیت اور آخرت کی فکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت میں خشیت الٰہی اور فکر آخرت پیدا کرنے کے لیے بطورِ خاص کوشش فرمائی کبھی اس خوف اور فکر کے فوائد اور فضائل بیان فرمائے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے قہر وجلال اور آخرت کے سخت احوال کو یاد دلایا اور کبھی ان امور کو سابقہ امتوں کے حالات اور ان کے واقعات بیان فرما کر اجاگر فرمایا۔ (معارف الحدیث: ۲/ ۲۵)

یہ حدیث مبارک بھی ایک ایسے ہی واقعہ کے بیان پر مشتمل ہے جو اپنے اندر نصیحت کے صدہا پہلو اور عبرت کے بے شمار گوشے سمیٹے ہوئے ہے۔ اس واقعہ میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ دعا اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے اور جس قدر عاجزی مسکنت اور زاری کے ساتھ دعا کی جائے اتنا ہی جلد باب قبولیت کھلتا ہے۔ قرآن کریم میں سورۂ مریم میں جس طرح ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا اور وقتِ دعا عاجزی اور انکساری اور خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگنے کا بیان ہوا ہے وہ اہل دل کے لیے سرمۂ بصیرت ہے انہوں نے تاریکی شب میں پست آواز اور دبے لہجے میں اپنے رب کو پکارا۔ میرے رب میری ہڈیاں بڑھاپے سے سوکھنے لگی ہیں اور سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی چمک رہی ہے اور تجھ سے مانگ کر اے میرے رب میں کبھی محروم نہیں رہا۔ غرض حضور حق میں عاجزی اور انکساری سے مانگی گئی دعا رد نہیں ہوتی بلکہ فوراً درِ قبول وا ہو جاتا ہے، یہی نہیں بلکہ دنیا کے مصائب بھی ٹل جاتے ہیں فرمانِ نبوی ﷺ ہے: لا یرد القضاء إلا الدعا. کہ دعا کی برکت سے قضا بھی ٹل جاتی ہے، جیسا کہ اس حدیث میں بیان ہوا کہ غار میں بند اللہ کے تین بندوں نے دعا کی برکت سے اس مصیبت سے نجات حاصل کی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا کے وقت انسان کا اپنے کسی اچھے عمل کو وسیلہ بنانا اور

یہ کہنا کہ اے اللہ فلاں کارِ خیر میں نے آپ کی رضا کے لیے کیا تھا اگر اے اللہ وہ آپ کے علم میں خالص آپ کی رضا کے لیے تھا تو اے میرے رب اس کے وسیلہ سے میری مصیبت دور فرما دے۔

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک

برِوالدین یعنی ماں باپ سے حسن سلوک کے بارے میں متعدد احادیث مروی ہیں زیرِ نظر حدیث بھی ان میں سے ایک ہے، جس میں والدین کی خدمت کا ایک نادر اور غیر معمولی انداز بیان ہوا ہے کہ ساری رات دودھ کا پیالہ لیے ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا اور بچے پاس ہی بھوک سے بلکتے رہے، اٹھایا اس لیے نہیں کہ ان کے آرام میں خلل پڑے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ ماں باپ کے سامنے ''ہوں'' بھی نہ کہو اور ایک حدیثِ نبوی ﷺ میں ارشاد ہے کہ وہ شخص خاک میں مل گیا جس نے اپنے ماں باپ کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت کو حاصل نہیں کیا۔ (تقویٰ وطہارت کی زندگی اور صنفی آلودگی سے پاک زندگی یقیناً ایک مثالی زندگی ہے غلبہ شہوت کے وقت صرف اللہ کے خوف سے اپنی خواہش نفس کو دبا لینا ایک بڑی ریاضت بھی ہے اور عبادت بھی)

امانت ودیانت کی خوبی اور اس کی فضیلت جا بجا متعدد احادیث میں بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا " لا دین لمن لا امانة له " (جو امانت کے وصف سے خالی ہے اس کے پاس دین بھی نہیں ہے) امانت ودیانت کے ساتھ دین اسلام نے اہل اسلام کو خیانت سے اور ہر طرح کے اکلِ حرام سے منع فرمایا ہے۔ اور اکل حلال کی تاکید فرمائی ہے۔ اسلام نے مال کو ''قیاماً للناس'' کہا ہے کہ اس سے انسان کی دنیاوی زندگی کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں لیکن مال ودولت، دنیا ایسی چیز نہیں ہے جن سے محبت کی جائے اور دل میں بسایا جائے، مؤمن کا دل اللہ اور اس کے رسول کی محبت کیلئے خالی ہونا چاہئے۔

مزدور نے مزدوری کو کم سمجھا اور چھوڑ کر چلا گیا۔ لیکن آجر کی امانت کا درجہ اس قدر بلند تھا کہ اس نے اس ذرا سی مزدوری کو نشو ونما دیا اور بڑھایا اور جب ذرا سی مزدوری مال ودولت کا ڈھیر بن گئی اس نے یہ ساری دولت مزدور کے حوالہ کردی جس کی مزدوری اس کے پاس رہ گئی تھی۔

الباب (۲)

باب التوبة

توبہ کا بیان

قَالَ الْعُلَمَاءُ: اَلتَّوْبَةُ وَاجِبَةٌ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ فَاِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَاتَتَعَلَّقُ بِحَقِّ اٰدَمِيٍّ فَلَهَا ثَلٰثَةُ شُرُوْطٍ : اَحَدُهَا اَنْ يُقْلِعَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ وَالثَّانِيْ اَنْ يَنْدَمَ عَلٰى فِعْلِهَا، وَالثَّالِثُ اَنْ يَعْزِمَ اَنْ لَايَعُوْدَ اِلَيْهَا اَبَدًا، فَاِنْ فُقِدَ اَحَدُ الثَّلٰثَةِ لَمْ تَصِحَّ تَوْبَتُه، وَاِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ تَتَعَلَّقُ بِاٰدَمِيٍّ فَشُرُوْطُهَا اَرْبَعَةٌ هٰذِهِ الثَّلٰثَةُ وَاَنْ يَبْرَاَ مِنْ حَقِّ صَاحِبِهَا، فَاِنْ كَانَتْ مَالاً اَوْنَحْوَه رَدَّه اِلَيْهِ، وَاِنْ كَانَتْ حَدَّ قَذْفٍ وَنَحْوَه مَكَّنَه مِنْهُ اَوْطَلَبَ عَفْوَه وَاِنْ كَانَ غِيْبَةً اسْتَحَلَّه مِنْهَا وَيَجِبُ اَنْ يَتُوْبَ مِنْ جَمِيْعِ الذُّنُوْبِ، فَاِنْ تَابَ مِنْ بَعْضِهَا صَحَّتْ تَوْبَتُه عِنْدَ اَهْلِ الْحَقِّ مِنْ ذٰلِكَ الذَّنْبِ وَبَقِيَ عَلَيْهِ الْبَاقِيْ وَقَدْ تَظَاهَرَتْ دَلَائِلُ الْكِتٰبِ وَالسُّنَّةِ وَاِجْمَاعِ الْاُمَّةِ عَلٰى وُجُوْبِ التَّوْبَةِ .

علماء فرماتے ہیں کہ ہر گناہ سے توبہ لازم ہے۔ اگر معصیت اللہ اور بندے کے درمیان ہو اور اس سے کسی دوسرے انسان کا حق متعلق نہ ہو، تو توبہ کی تین شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس معصیت کو اس وقت ترک کردے۔ دوسرے یہ کہ اس پر نادم ہو۔ تیسرے یہ کہ پختہ عزم کرے کہ پھر کبھی اس معصیت میں مبتلا نہیں ہوگا۔ ان میں سے اگر ایک شرط بھی پوری نہ ہوئی تو توبہ صحیح نہ ہوگی۔ اور اگر اس معصیت سے کسی دوسرے انسان کا بھی حق وابستہ ہے تو توبہ کے صحیح ہونے کی چار شرائط ہیں۔ یعنی مذکورہ تینوں شرائط اور چوتھی یہ کہ اس شخص کے ذمے سے بھی بری ہو جسکا کوئی حق اس پر ہو یعنی اگر اس کا کوئی مال وغیرہ اس کے ذمے ہے تو اسے ادا کرے۔ اور اگر حد قذف ہے یا کوئی اور بات ہے تو اسے بدلہ لینے کا موقعہ دے یا معاف کرائے اور اگر کسی کی غیبت کی ہے تو اسے معاف کرائے اگر کچھ گناہوں سے توبہ کی تو اہل حق کے نزدیک یہ توبہ صحیح ہے اور باقی معصیتوں سے توبہ کرنا اس پر واجب ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت کے دلائل معصیت سے توبہ کے واجب ہونے پر شاہد ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

۴. ﴿ وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾ ﴾

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

''اے مؤمنو! تم سب کے سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ کامیاب ہو جاؤ۔'' (النور: ۳۱)

تفسیری نکات: اسلام نے دین اور دنیا کی انفرادیت اور اجتماعیت میں ایک حسین امتزاج پیدا فرمایا ہے، بندگی اور عبادت ہر ہر فرد کا ذاتی فرض بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ اعمال صالحہ پر کاربند رہنا اور معاصی سے اجتناب کرنا ہر شخص پر بھی لازم ہے اور پوری جماعت پر بھی اسی طرح لازم ہے کہ ہر فرد بھی اللہ کے حضور توبہ کرے اور اہل ایمان کی پوری جماعت بھی توبہ کرے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

۵. ﴿ اَسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی چاہواور اس کے آگے توبہ کرو۔ (ہود:۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے کہ اپنی لغزشوں، کوتاہیوں غلطیوں اور گناہوں پر، مستقل استغفار کرتے رہو اور خالص توبہ کرواور بندگی واطاعت پر استقامت کے ساتھ جمے رہو، آگے فرمایا کہ اگر تم یہ روش اختیار کرو گے تو اللہ تمہیں اس دنیا کی زندگی میں فوائد کثیرہ منافع عظیمہ اور رزق واسع سے سرفراز فرمائے گا اور اچھا عمل کرنے والوں کو اچھی جزا عطا فرمائے گا۔ (تفسیر عثمانی)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

۶. ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ تُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے پکی اور خالص توبہ کرو۔'' (تحریم:۲۸)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں'' توبة نصوحاً '' کے الفاظ ہیں جن کا مفہوم ہے ایسی خالص اور سچی توبہ کہ دل سے گناہ کا اثر تک مٹ جائے اور پھر اس گناہ کی طرف پلٹنے کا خیال تک باقی نہ رہے بلکہ توبہ کے بعد سچے دل سے گناہوں سے مجتنب ہو جائے اور اپنے آپ کو بندگی کا خوگر بنائے اور عمل صالح والی زندگی پر استقامت اختیار کر لے۔

رسول اللہ ﷺ کا کثرت استغفار

۱۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُوْلُ:''وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً'' رَوَاهُ الْبُخَارِیْ .

(۱۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں دن بھر میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ کی جناب میں استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری)

تخریج حدیث(۱۳): صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب استغفار النبي ﷺ في اليوم والليلة.

کلمات حدیث: غفر غفراً (باب ضرب) غفر الشئ : کے معنی کسی شئے کو ڈھانپنے اور چھپانے کے ہیں۔ غفر له الذنب اس کے گناہ کو معاف کر دیا۔ استغفار : اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی طلب کرنا اور ان کی پردہ پوشی کا خواہاں ہونا۔ تاب توباً و توبةً (باب نصر) تاب إلى الله : گناہ چھوڑ کر اللہ کی جانب رجوع ہونا، جس طرح ایک کمزور و ناتواں حقیر و فقیر مبتلائے مصائب آدمی کسی ایسے شخص کی طرف رجوع ہو جو غنی ہو اور طاقتور ہو اور اس کی کلفت آلام کو دور بھی کر سکے، بالکل اسی طرح بندۂ عاجز و فقیر اپنے خالق و مالک

اور جملہ کائنات کے مالک فرماں روائے دوجہاں کی جانب رجوع اور متوجہ ہو تو یہ توبہ ہے انابت ہے اور رجوع الی اللہ ہے۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور جلال و جبروت کے بارے میں جس بندے کو جس درجے کا شعور و احساس ہوگا وہ اسی درجہ میں اپنے آپ کو ادائے حقوق عبودیت میں قصوروار سمجھے گا۔ رسول اللہ ﷺ کو چونکہ یہ چیز بدرجۂ کمال حاصل تھی اس لیے آپ پر یہ احساس غالب رہتا تھا کہ عبودیت کا حق ادا نہ ہو سکا اسی واسطے آپ بار بار اور مسلسل توبہ و استغفار فرماتے تھے اور اس کا اظہار فرما کر امت کو تعلیم دیتے تھے۔ (فتح الباری : ۲۹۳/۳۔ معارف الحدیث : ۱۹۹/۵)

۱۴۔ وَعَنِ الاَغَرِّ بْنِ يَسَارٍ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَااَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ فَاِنِّيْ اَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴) حضرت اغر بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اے لوگو! اللہ کی جناب میں توبہ کرو اور استغفار کرو کہ میں روزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۴): صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب استحباب الاستغفار و الاستکثار منه.

راوی حدیث: حضرت اغر بن یسار مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں اور ان سے کتب ستہ میں صرف یہی حدیث مروی ہے۔ (تہذیب التہذیب : ۲۸۹/۱)

شرح حدیث: حضور اکرم ﷺ کے استغفار کی تعداد ستر اور سو مرتبہ سے بھی زیادہ ہوا کرتی تھی کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں آتا ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک نشست میں شمار کر لیتے تھے کہ آپ سو سو دفعہ اللہ کے حضور میں عرض کرتے تھے:" رب اغفرلي وتب علي انك انت التواب الغفور ."

"اے میرے رب! مجھے معاف فرما اور میری توبہ قبول فرما۔ تو توبہ کو بہت قبول کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے۔"

(معارف الحدیث : ۱۹۹/۵)

بندوں کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشی

۱۵۔ وَعَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيِّ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَقَدْ اَضَلَّهٗ فِيْ اَرْضٍ فَلَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : " لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَيِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِيْ ظِلِّهَا وَقَدْ اَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ

قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ : اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّکَ، اَخْطأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ . "

(۱۵)　حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جس کا چٹیل میدان میں اونٹ گم ہو گیا ہو اور پھر مل گیا ہو۔

(متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو کھلے اور وسیع میدان میں اپنی سواری پر تھا اچانک وہ سواری اس سے چھوٹ گئی اور گم ہوگئی، اس کے کھانے پینے کا سامان بھی اسی پر تھا۔ مایوس ہو کر یہ شخص ایک درخت کے سائے میں آ کر لیٹ گیا، وہ اپنی سواری سے بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ اسی حالت میں وہ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ سواری اس کے پاس کھڑی ہوئی ہے، وہ اس کی مہار پکڑ لیتا ہے اور مارے خوشی کے کہتا ہے: اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں، یعنی خوشی کی شدت میں زبان پھسل جاتی ہے اور غلط الفاظ نکل جاتے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۵):　صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة . صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب الحض علی التوبة .

راوی حدیث:　حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، آٹھ یا نو سال کے تھے کہ اپنی والدہ کے ساتھ اسلام لائے ان کی والدہ ام سلیم رشتہ میں حضور ﷺ کی خالہ تھیں۔ والدہ نے آپ کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، چنانچہ آپ سفر و حضر میں آپ ﷺ کی خدمت میں آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے۔ مکثرین صحابہ میں سے تھے کتب حدیث میں ان کی روایات کی تعداد ۱۲۸۶ ہے ان میں ۱۳۸ متفق علیہ ہیں ۹۳ھ میں سو سال سے زائد عمر میں انتقال فرمایا۔ (تھذیب التھذیب: ۱/۲۹۶)

کلمات حدیث:　ضَلَّ ضلالاً (باب سمع وضرب) ضلال کے معنی ہیں بھٹکنا گم راہ ہونا راہ حق سے ہٹ جانا۔ فَلَتَ فلتاً (باب ضرب) رہا ہونا، چھوٹنا۔ إِیَاس أَیِسَ ایاساً (باب سمع) ناامید ہونا۔ آیسه: پچاس سال یا زیادہ عمر والی عورت۔ واضطجع: پہلو کے بل لیٹنا۔ ضجع ضجعاً (باب فتح) ضجع خطام: نکیل مہار جمع خُطُم خَطَمَ خطماً (باب ضرب) نکیل لگانا۔ خطمه بالکلام: خاموش کر دینا۔

شرح حدیث:　اللہ سبحانہ، کا فضل و احسان اس قدر عمیم ہے کہ تمام مخلوقات کو شامل اور محیط ہے وہ اس قدر مہربان اور رحیم ہیں کہ کائنات کا کوئی ادنی اور حقیر ذرہ بھی ان کی رحمت سے باہر نہیں ہے انکی رحمت وسیع ہے اور ہر شئے کو محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ اگر بندے اطاعت و فرماں برداری کا طریقہ اختیار کریں تو وہ ان سے راضی ہوتا ہے کیونکہ وہ قدر دان ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس حدیث مبارک میں ایک دلنشیں مثال کے ذریعہ توبہ کی قبولیت اور توبہ پر اللہ کی رضا کو جس قدر خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے کون ہوگا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو اور وہ متاثر نہ ہو، اس کا وجود لرز نہ اٹھے اور وہ توبہ کی جانب راغب نہ ہو۔

ذرا تصور کیجئے اس مسافر کا جو تنہا اپنی اونٹنی پر سوار اور راستہ بھر کا کھانے پینے کا سامان اسی پر لاد کر دور دراز کے سفر پر کسی ایسے راستہ

سے چلا جس میں کہیں دانہ پانی ملنے کی امید نہیں پھر اثنائے سفر میں وہ کسی دن دوپہر میں سایہ دیکھ کر اترا اور آرام کرنے کے ارادہ سے لیٹ گیا، اس تھکے ماندے مسافر کی آنکھ لگ گئی کچھ دیر کے بعد آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اونٹنی اپنے سارے ساز وسامان کے ساتھ غائب ہے، وہ بے چارہ حیران وسراسیمہ ہو کر اس کی تلاش میں دوڑا بھاگا یہاں تک کہ گرمی اور پیاس کی شدت نے اس کو لب دم کر دیا، اب اس نے سوچا کہ شاید میری موت اسی طرح اس جنگل بیاباں میں لکھی تھی اور اب بھوک پیاس میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کے یہاں مرنا ہی میرے لیے مقدر ہے، اس لیے وہ اسی سایہ کی جگہ میں مرنے کے لیے آکے پڑ گیا اور موت کا انتظار کرنے لگا اسی حالت میں اس کی آنکھ پھر جھپکی، اس کے بعد جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اونٹنی اپنے پورے ساز وسامان کے ساتھ اپنی جگہ کھڑی ہے۔ ذرا اندازہ کیجیے کہ بھاگی ہوئی اور گمشدہ اونٹنی کو اس طرح اپنے پاس کھڑا دیکھ کر اس مسافر کو جو مایوس ہو کر مرنے کے لیے پڑ گیا تھا کس قدر خوشی ہوگی۔ صادق ومصدوق ﷺ نے اس حدیث پاک میں قسم کھا کے فرمایا کہ اللہ کی قسم! بندہ جب جرم وگناہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا اور سچے دل سے توبہ کر کے اس کی طرف آتا ہے تو اس رحیم وکریم کو اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی کہ اس مسافر کو اپنی اونٹنی کے ملنے سے ہوگی۔

(معارف الحدیث : ۵/۲۱۹)

مغرب سے سورج طلوع ہونے تک توبہ قبول ہوگی

۱۶. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قَیْسِ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَبْسُطُ یَدَهٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّهَارِ وَیَبْسُطُ یَدَهٗ بِالنَّهَارِ لِیَتُوبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا : رَوَاهُ مُسْلِمٌ،

(۱۶) حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ ہر شب اپنا دست رحمت پھیلاتے ہیں کہ دن کا گناہگار تائب ہو جائے اور ہر دن اپنا دست رحمت پھیلاتے ہیں کہ رات کا گناہگار تائب ہو جائے۔ اللہ سبحانہ، اسی طرح فرماتے رہیں گے یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکل آئے۔ (صحیح مسلم)

تخریج حدیث(۱۶): صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب غیرة اللّٰه تعالیٰ.

کلماتِ حدیث: بَسَطَ، بسطاً (باب نصر): پھیلانا۔ طَلَعَ طلوعاً (باب نصر): نکلنا طلوع ہونا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پھیلانے کا مطلب

شرح حدیث: اللہ سبحانہٗ کے دستِ رحمت پھیلانے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شانِ مغفرت اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے کہ جس نے دن میں گناہ کیے ہیں وہ سرِ شام نادم ہو جائے اور اللہ کی طرف پلٹ آئے اور توبہ کر لے اور جس نے رات کو گناہ کیا ہے وہ دن کو انابت اور رجوع الی اللہ اختیار کر لے اور تائب ہو جائے۔ غرض اس حدیث میں اللہ کے فضل وکرم ان کے جود وکرم اور ان کی رحمت کی وسعت کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ تو ہر وقت مائل کرم ہیں اگر کوئی ان کی طرف تائب ہو کر پلٹنے والا ہو۔

۱۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے توبہ کی اس سے پہلے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۷): صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الاستغفار.

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ ہر وقت قبول فرماتے ہیں اور اس وقت تک قبول فرماتے رہیں گے جب تک بندے پر نزع کا عالم طاری نہ ہو جائے یا سورج مغرب سے نہ نکل آئے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ ءَايَٰتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَٰنُهَا لَمْ تَكُنْ ءَامَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيٓ إِيمَٰنِهَا خَيْرًا ﴾

''جس دن آئے گی نشانی تیرے رب کی کسی کا ایمان لانا کام نہ آئے گا جو پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہیں کی تھی۔'' (الانعام: ۱۵۸)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہدایت کی حد پوری ہو جائے گی اور قیامت کی ایسی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو توبہ قبول ہونے کا دروازہ بند ہو جائے گا، صحیحین کی احادیث بتلاتی ہیں کہ وہ نشانی جس کے ظاہر ہونے کے بعد نہ کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا اور نہ عاصی کی توبہ، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جب ارادہ ہوگا کہ دنیا کو ختم کرے اور عالم کا موجودہ نظام درہم برہم کر دیا جائے تو موجودہ قوانین طبعیہ کے برخلاف بہت سے عظیم الشان خوارق وقوع میں آئیں گے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آفتاب مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔ غالباً اس حرکت مقلوبی سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جو قوانین قدرت اور نوامیس طبعیہ دنیا کے موجودہ نظم ونسق میں کارفرما تھے ان کی میعاد ختم ہوئی اور نظام شمسی کے الٹ پلٹ ہو جانے کا وقت آپہنچا ہے۔ گویا اس وقت سے عالم کبیر کے نزع اور جانکنی کا وقت شروع ہوتا ہے اور جس طرح عالم صغیر (انسان) کی جانکنی کے وقت کا ایمان اور توبہ مقبول نہیں کیونکہ وہ حقیقت میں اختیاری نہیں ہوتا اسی طرح مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کے بعد مجموعہ عالم کے حق میں یہی حکم ہوگا کہ کسی کا ایمان اور توبہ معتبر نہ ہو۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موت کے قریب آجانے کے وقت آدمی کی دو حالتیں ہوتی ہیں:

پہلی حالت یہ ہے کہ انسان ظاہری اسباب کے تحت زندگی سے مایوس ہو جائے مگر اس وقت تک اس پر عالم برزخ کے احوال منکشف نہ ہوئے ہوں، اس کو حالتِ یاس کہتے ہیں۔ اس حالت میں بالاتفاق توبہ قبول ہے، مؤمن ہو یا کافر۔

دوسری حالت یہ ہے کہ آدمی کو فرشتے نظر آنے لگتے ہیں اور عالمِ برزخ کے حالات منکشف ہونا شروع ہو جاتے ہیں اس حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی۔ حدیثِ مذکور میں اسی حالت کا بیان ہے اور قرآن کریم میں بھی اس جانب اشارہ موجود ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّمَا ٱلتَّوْبَةُ عَلَى ٱللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسُّوٓءَ بِجَهَٰلَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُوْلَٰٓئِكَ يَتُوبُ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ ٱلتَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ حَتَّىٰٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ قَالَ إِنِّى تُبْتُ ٱلْـَٰٔنَ وَلَا ٱلَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُوْلَٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾ ﴾

''اللہ ضرور توبہ قبول فرماتا ہے ان لوگوں کی جو نادانی سے برا کام کرتے ہیں پھر جلدی سے توبہ کرتے ہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور ان لوگوں کی توبہ معتبر نہیں جو برے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب موت ان کے سامنے آجاتی ہے تو کہتے ہیں اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ایسوں کی توبہ جو حالتِ کفر میں مرجاتے ہیں ان کے لیے تو ہم نے تیار کیا ہے دردناک عذاب۔'' (النساء:۱۷، ۱۸)

اللہ سبحانہٗ نے اپنے فضل واحسان سے اور اپنی رحمتِ واسعہ سے قبولِ توبہ کا ذمہ لے لیا ہے، مگر یہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو نادانی اور ناواقفیت سے کسی گناہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور جوں ہی متنبہ ہوتے ہیں اسی وقت شرمسار اور نادم ہوجاتے اور توبہ کرتے ہیں ایسوں کی خطائیں اللہ ضرور معاف فرمادیتا ہے البتہ ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برابر گناہ کیے جاتے ہیں اور باز نہیں آتے یہاں تک کہ جب موت ہی نظر آگئی تو اب کہنے لگا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ (تفسیر عثمانی، الجامع للترمذی: ۹/ ٤٨٤)

روح حلق تک پہنچنے تک توبہ قبول ہوتی ہے

١٨. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : " قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَالَمْ یُغَرْغِرْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(۱۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتے ہیں جب تک اس پر حالتِ نزع نہ طاری ہوجائے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (۱۸): الجامع للترمذی، کتاب الدعوات، باب التوبة مقبولة قبل الغرغرة.

کلماتِ حدیث: غـر غـر غرْرَة :ہانڈی کا جوش کھا کر آواز کرنا۔ غَـرَرَ الرجلُ :موت کے وقت خرخر کرنا۔ غـرغرہ : حالتِ نزع، جانکنی۔

تخلیق آسمان وزمین کے دن سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

١٩. وَعَنْ زِرِّبْنِ حُبَیْشٍ قَالَ : اَتَیْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَسْاَلُه‘ عَنِ الْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّیْنِ فَقَالَ:مَاجَآءَ بِکَ یَازِرُّ ؟ فَقُلْتُ : اِبْتِغَآءُ الْعِلْمِ فَقَالَ: اِنَّ الْمَلٰٓئِکَةَ تَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ

رِضًا بِمَا يَطْلُبُ فَقُلْتُ : اِنَّه' قَدْ حَکَّ فِیْ صَدْرِی الْمَسْحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ بَعْدَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ وَکُنْتَ امْرَأً مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ اَسْأَلُکَ هَلْ سَمِعْتَه' يَذْکُرُ فِیْ ذٰلِکَ شَيْئًا ؟ قَالَ نَعَمْ کَانَ يَامُرُنَا اِذَا کُنَّا سَفْرًا. اَوْمُسَافِرِيْنَ اَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيهُنَّ اِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، لٰکِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ فَقُلْتُ : هَلْ سَمِعْتَه' يَذْکُرُ فِی الْهَوٰی شَيْئًا؟ قَالَ : نَعَمْ کُنَّا مَعَ رسول الله صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَه' اِذْ نَادَاهُ اَعْرَابِیٌّ بِصَوْتٍ لَه' جَهْوَرِیٍّ : يَا مُحَمَّدُ، فَاَجَابَه' رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِّنْ صَوْتِهٖ هَاؤُمُ فَقُلْتُ لَه' : وَيْحَکَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ فَاِنَّکَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ نُهِيْتَ عَنْ هٰذَا :وَاللّٰهِ لَا اَغْضُضُ: قَالَ الْاَعْرَابِیُّ : اَلْمَرْءُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ ؟ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَمَا زَالَ يُحَدِّثُنَا حَتّٰی ذَکَرَ بَابًا مِنَ الْمَغْرِبِ مَسِيْرَةُ عَرْضِهٖ اَوْ يَسِيْرُ الرَّاکِبُ فِیْ عَرْضِهٖ اَرْبَعِيْنَ اَوْ سَبْعِيْنَ عَامًا قَالَ سُفْيَانُ اَحَدُ الرُّوَاةِ : قِبَلَ الشَّامِ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مَفْتُوْحًا لِلتَّوْبَةِ لَا يُغْلَقُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْهُ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَغَيْرُه' وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۱۹) حضرت زر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ میں صفوان بن عسال کے پاس آیا اور ان سے موزوں کے مسح کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے پوچھا زرّ کیسے آئے ؟ میں نے جواب دیا کہ علم کی جستجو لائی ہے ،فرمایا کہ طالب علم کے لئے فرشتے اس کی طلب پر خوشنودی کے طور اپنے پر بچھا دیتے ہیں ۔ میں نے کہا کہ بول و براز سے فراغت کے بعد خفین پر مسح کرنے کے بارے میں مجھے شبہ ہو گیا ہے ۔ چونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ہیں اس لیے آپ سے پوچھنے آیا ہوں کیا آپ نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ کہنے لگے ہاں ! جب ہم سفر میں ہوتے تو آپ ﷺ ہمیں فرماتے کہ ہم تین دن تین رات بول و براز اور سونے کے بعد خفین (موزے) نہ اتاریں سوائے اس کے کہ غسل کی حاجت ہو ۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے محبت کے بارے میں بھی کچھ سنا ہے؟ کہا ہاں ۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے ایک موقعہ پر جب ہم آپ ﷺ کے پاس تھے ایک اعرابی نے اونچی آواز سے پکارا اے محمد! آپ ﷺ نے بھی اسے زوردار آواز سے کہا آ گے آ ۔ میں نے کہا خیال کرو اپنی آواز پست کرو کہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے ۔ وہ بولا قسم بخدا میں آواز پست نہیں کروں گا ۔ وہ اعرابی کہنے لگا کہ آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے مگر وہ ابھی ان سے نہیں ملا ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی روز قیامت ان ہی کے ساتھ ہوگا جن سے محبت کرتا تھا ۔ اس کے بعد آپ ﷺ مسلسل بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے مغرب کی طرف ایک دروازے کا ذکر کیا جس کی مسافت چالیس یا ستر سال ہے یا سوار اس کی چوڑائی میں ساٹھ یا ستر برس تک چلتا رہے گا ۔ حدیث کے ایک راوی سفیان نے کہا کہ شام کی طرف اس دروازے کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت پیدا فرما دیا تھا جب آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا یہ دروازہ کھلا ہوا ہے بند نہیں ہوگا تا آنکہ سورج مغرب سے نہ نکلے ۔

(بروایت ترمذی اور انہوں نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۹): الجامع للترمذي، کتاب الدعوات، باب ما جاء في فضل التوبة والاستغفار.

راوی حدیث: زِرّ بن حبیش تابعی ہیں اور مخضرم ہیں انہوں نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور زمانۂ جاہلیت بھی دیکھا حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے علم حدیث اخذ کیا ۸۲ھ میں انتقال ہوا۔ صفوان بن عسال صحابی ہیں، بارہ غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ ان سے ۲۱ احادیث مروی ہیں۔ (طبقات ابن سعد: ٦/٤١٤، تهذيب التهذيب : ٥٤٩/٢)

کلمات حدیث: ابتغاء : طلب، تلاش۔ بغی سے ہے جسکے معنی طلب کرنے اور تلاش کرنے کے ہیں۔ بَغى بَغياً وبُغيةً (باب ضرب) اجنحة : جناح کی جمع ہے جس کے معنی پر کے ہیں۔ جهوري: بلند آواز عالی الصوت، جہر کے معنی ہیں آواز بلند ہونا یا کرنا۔ أجهر بالقرائة : بلند آواز سے پڑھنا۔ ويحك : ویح کلمۂ ترحم۔

شرح حدیث: اس حدیثِ مبارک میں بیان ہوا ہے کہ زر بن حبیش جو تابعی ہیں ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لیے صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے جو کہ صحابی رسول ﷺ تھے، انہوں نے آمد کی وجہ دریافت کی تو بتایا کہ علم کی جستجو آپ کے دروازے پر لائی ہے اس پر صفوان نے حدیث رسول ﷺ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ طالب علم سے فرشتے اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ اس کے راستے میں پر بچھاتے ہیں، طلبِ علم اور اس کی فضیلت میں متعدد احادیث مروی ہیں اور ان سب میں علم سے مراد "علم دین" ہے۔ غرض زر نے صفوان سے مسح علی الخفین کے بارے میں دریافت کیا۔

موزوں پر مسح کا مسئلہ

جمہور فقہائے امت امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مسافر تین دن اور تین رات خفین (موزوں) پر مسح کر سکتا ہے جبکہ مقیم کے لیے یہ مدت ایک شب و روز ہے۔ یہ حکم حدث اصغر کا ہے حدثِ اکبر کی صورت میں فقہائے احناف کے نزدیک غسل رجلین (پاؤں کا دھونا) ضروری ہے۔

زر نے حضرت صفوان سے دریافت کیا کہ آپ نے مسح علی الخفین کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں سنا ہے اور آپ نے اس حدیث میں ذکر کیا کہ اعرابی آیا اور اس نے باآواز بلند آپ ﷺ کو پکارا تو میں نے اسے متنبہ کیا اور کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی جناب میں آواز کے پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَرْفَعُوٓاْ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُواْ لَهُۥ بِٱلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَٰلُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝٢ ﴾

" اے ایمان والو! بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر اور ان سے نہ بولو تڑخ کر جیسے تڑختے ہو ایک دوسرے پر کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمام اعمال اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔" (الحجرات: ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ چار چیزیں اعظم شعائر اللہ میں سے ہیں، قرآن، رسول کریم ﷺ، کعبہ

اور نماز۔ ان کی تعظیم وہی کرے گا جس کا دل تقوی سے مالا مال ہو۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب حضور ﷺ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے تو آپ کے احکام اور ارشادات سننے کے بعد ان کے خلاف آواز اٹھانا کس درجہ کا گناہ ہوگا۔

(تفسیر عثمانی : الحجرات)

اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرام نے اپنی آواز پست کر لی تھی اور آہستہ بات کرنے کو اپنی عادت بنالیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آہستہ آواز سے گفتگو فرماتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر پست آواز میں بات کرتے کہ بعض اوقات حضور اکرم ﷺ کو پوچھنے کی ضرورت پیش آجاتی۔ اسی وجہ سے اس واقعہ میں بھی حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اعرابی کو متنبہ کیا۔

اس حدیثِ مبارک میں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخرت میں آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی، یہ سوال اس اعرابی کا ہی نہ تھا بلکہ دیگر صحابہ کرام نے بھی حضور سے یہ استفسار کیا اور آپ ﷺ نے یہی جواب دیا جس کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام کو کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنا اس بات سے مسرور ہوئے یہی وجہ ہے علماء نے فرمایا ہے کہ نیک لوگوں سے محبت رکھنے والا ان کے ساتھ ہوگا اس لیے اصحابِ صلاح وتقوای سے تعلق خاطر رکھنا چاہیے۔

اس حدیثِ مبارک میں ایک اور اہم بات بھی مذکور ہوئی وہ یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا اسی وقت باب توبہ بھی وجود میں لے آیا اس وقت سے لے کر تا قیام قیامت اس کا دروازہ کھلا رہے گا اور یہ دروازہ اس قدر وسیع ہے کہ اگر اس کی چوڑائی میں کوئی سوار چالیس یا ستر برس تک چلتا رہے تو بھی یہ مسافت طے نہ ہوگی۔

سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ بھی قبول ہوئی

۲۰۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِکِ بْنِ سِنَانِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : كَانَ فِیْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ نَفْسًا ، فَسَأَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ فَدُلَّ عَلٰی رَاهِبٍ فَاَتَاهُ فَقَالَ : اِنَّهٗ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ نَفْسًا فَهَلْ لَهٗ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: لَا ، فَقَتَلَهٗ فَكَمَّلَ بِهٖ مِائَةً، ثُمَّ سَأَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ فَدُلَّ عَلٰی رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ اِنَّهٗ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهٗ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَمَنْ یَّحُوْلُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ التَّوْبَةِ؟ اِنْطَلِقْ اِلٰی اَرْضِ كَذَا وَكَذَا فَاِنَّ بِهَا اُنَاسًا یَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰی فَاعْبُدِ اللّٰهَ مَعَهُمْ وَلَا تَرْجِعْ اِلٰی اَرْضِكَ فَاِنَّهَا اَرْضُ سُوْءٍ، فَانْطَلَقَ حَتّٰی اِذَا نَصَفَ الطَّرِیْقَ اَتَاهُ الْمَوْتُ ، فَاخْتَصَمَتْ فِیْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ جَآءَ تَآئِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهٖ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی، وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ : اِنَّهٗ لَمْ یَعْمَلْ خَیْرًا قَطُّ، فَاَتَاهُمْ مَلَكٌ فِیْ صُوْرَةِ اٰدَمِیٍّ فَجَعَلُوْهُ بَیْنَهُمْ، اَیْ حَكَمًا " فَقَالَ: قِیْسُوْا مَابَیْنَ الْاَرْضَیْنِ فَاِلٰی اَیَّتِهِمَا كَانَ اَدْنٰی فَهُوَ لَهٗ، فَقَاسُوْا فَوَجَدُوْهُ اَدْنٰی اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ اَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ : وَفِیْ رِوَایَةٍ فِی الصَّحِیْحِ " فَكَانَ اِلَی الْقَرْیَةِ

الصَّالِحَةِ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَجُعِلَ مِنْ اَهْلِهَا" وَفِیْ رِوَایَةٍ فِی الصَّحِیْحِ فَاَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِیْ وَاِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ وَقَالَ : قِیْسُوْا مَا بَیْنَهُمَا فَوَجَدُوْهُ اِلٰی هٰذِهٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَلَه'، وَفِیْ رِوَایَةٍ : "فَنَاٰی بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا."

(۲۰) حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا اس نے ننانوے قتل کیے تھے، اس نے لوگوں سے پوچھا کہ روئے ارض پر سب سے بڑا عالم کون ہے اسے ایک راہب کا پتہ بتلایا گیا چنانچہ وہ اس کے پاس پہنچا اور اس سے دریافت کیا کہ اس نے ننانوے لوگوں کو قتل کیا ہے کیا اس کے لئے توبہ کی گنجائش ہے۔ راہب نے کہا نہیں تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور سو کی تعداد پوری کر دی۔ پھر لوگوں سے پوچھا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے، اسے ایک عالم کا پتہ بتایا گیا وہ اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اس نے سو افراد کا قتل کیا ہے کیا اس کے لیے توبہ کی گنجائش ہے؟ اس عالم نے کہا کیوں نہیں کون سی چیز ہے جو توبہ میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ فلاں جگہ جاؤ وہاں کچھ اللہ کے بندے اللہ کی بندگی اور عبادت میں مصروف ہیں تم بھی ان کے ساتھ شریک عبادت ہو جاؤ اور دیکھو اب اپنے ملک کی طرف نہ جانا وہ بری سرزمین ہے۔ وہ شخص چلا لیکن ابھی آدھے راستہ میں تھا کہ موت نے آلیا اب اس کے متعلق ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب میں اختلاف ہو گیا۔ ملائکہ رحمت نے کہا کہ تائب ہو کر اپنے دل سے اللہ کی جانب متوجہ تھا۔ ملائکہ عذاب بولے کہ اس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا۔ اس پر ان کے پاس ایک فرشتہ انسانی صورت میں آیا، جس پر ان فرشتوں نے اسے اپنے درمیان ثالث بنالیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ دونوں طرف کی زمین ناپ لو جس طرف کی مسافت کم ہوگی اسی طرف کے لوگوں میں شمار ہوگا پیائش کی گئی تو جس طرف جانے کا ارادہ تھا وہ مسافت کم نکلی اس پر ملائکہ رحمت نے اس کی روح قبض کی۔ (متفق علیہ)

صحیح کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ نیک لوگوں کی بستی کی جانب ایک بالشت قریب نکلا۔

اور صحیح کی ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شر کی زمین کو دور ہو جانے اور نیک لوگوں کی زمین کو قریب ہو جانے کا حکم فرمایا اور کہا کہ ان دونوں کے درمیان فاصلے کی پیائش کرو۔ فرشتوں نے اسے نیک لوگوں کی زمین کے ایک بالشت بھر قریب پایا اور اس کی مغفرت ہوگئی اور ایک اور روایت میں ہے کہ وہ اپنے سینے کے بل سرک کر نیک لوگوں کی زمین سے قریب ہو گیا۔

تخریج حدیث (۲۰): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر من بنی اسرائیل. صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قبول توبه القاتل .

راوی حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین بیعتِ عقبہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے، بنابریں انہوں نے مسلم گھرانے میں تربیت پائی، غزوۂ احد کے بعد تمام غزوات میں حضورِ انور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ فقہائے صحابہ میں سے تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکثرین صحابہ میں سے ہیں آپ سے ۱۱۷۰ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۴۶ متفق علیہ ہیں۔ آپ نے ۷۴ سال کی عمر میں مدینہ منورہ ۷۴ھ میں وفات پائی۔

کلماتِ حدیث: راهب: رهب رهبة (باب سمع) سے ہے جس کے معنی ہیں خوف کرنا، اسی سے رهبانية (رہبانیت) ہے یعنی دنیا اور اس کے لذائذ سے بے تعلقی اختیار کرنا۔ اسی سے راہب ہے یعنی وہ شخص جس نے رہبانیت اختیار کرلی ہو۔ کَمُلَ : پورا کرنا، کامِل : جو اپنے اجزاء یا اوصاف میں پورا ہو، اس کی ضد ناقص ہے۔ يعبدُون: عبد سے ہے جس کے معنی غلام کے ہیں۔ عَبَدَ عِبادة وعبودية (باب نصر) خدمت کرنا، ذلیل ہونا، خشوع اختیار کرنا، اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اپنی عاجزی اور مسکنت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانا عبادت ہے اور بندگی اور اطاعت و فرماں برداری کے رنگ میں رنگ جانا عبودیت ہے۔ عبادت نام ہے بندگی کرنے کا اور عبودیت سراپا بندگی ہے۔ قطُّ: کبھی نہیں۔ مافعلت ہذا قط: میں نے یہ کام کبھی نہیں کیا۔ انه لم يعمل خيراً قط: اس نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ شِبر : بالشت جمع اشبار۔

شرحِ حدیث: نبی رحمت ﷺ نے گزشتہ اقوام کے کسی شخص کے اس واقعے کے بیان میں دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کی وسعت اور اس کے کمال کو بیان فرمایا ہے۔ اس حدیث کی روح اور اس کا پیغام یہی ہے کہ بڑے سے بڑا گناہگار جس نے سو قتل کیے ہوں اور کبھی کوئی نیک کام نہ کیا ہو اگر صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرکے آئندہ کے لیے فرماں برداری والی زندگی اختیار کرنے کا عزم کرلے تو وہ بھی بخش دیا جائے گا اور ارحم الراحمین کی رحمت بڑھ کر اس کو اپنی آغوش میں لے لے گی۔ اگرچہ اس توبہ و انابت کے بعد وہ فوراً ہی اس دنیا سے اٹھالیا جائے اور اسے نیک عمل کرنے کا موقعہ بھی نہ ملے اور اس کا اعمال نامہ بالکل اعمال صالحہ سے خالی ہو۔

(معارف الحديث : ۵/ ۲۰۹)

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہونے کے ساتھ اس کے دشمنوں کو بھی راضی کرلیتے ہیں۔

اس حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ قاتل عمد کی بھی توبہ قبول ہے اور اسی رائے پر فقہاءِ امت کا اتفاق ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَٰلِحًا فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَٰتٍ ﴾

”مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرے تو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔“ (الفرقان: ۷۰)

غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے صحابہ کا واقعہ

۲۱۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ بَنِيْهِ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ ابْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ بِحَدِيْثِهِ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ : قَالَ كَعْبٌ : لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ اِلَّا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ غَيْرَ اَنِّيْ قَدْ تَخَلَّفْتُ فِيْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَّلَمْ يُعَاتِبْ اَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهُ، اِنَّمَا خَرَجَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ یُرِیْدُوْنَ عِیْرَ قُرَیْشٍ حَتّٰی جَمَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ عَدُوِّھِمْ عَلٰی غَیْرِ مِیْعَادٍ : وَلَقَدْ شَھِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَةَ الْعَقَبَةِ حِیْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَی الْاِسْلَامِ، وَمَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِھَا مَشْھَدَ بَدْرٍ، وَاِنْ کَانَتْ بَدْرٌ اَذْکَرَ فِی النَّاسِ مِنْھَا وَکَانَ مِنْ خَبَرِیْ حِیْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْکَ اَنِّیْ لَمْ اَکُنْ قَطُّ اَقْوٰی وَلَا اَیْسَرَ مِنِّیْ حِیْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْہُ فِیْ تِلْکَ الْغَزْوَةِ، وَاللّٰہِ مَا جَمَعْتُ قَبْلَھَا رَاحِلَتَیْنِ قَطُّ حَتّٰی جَمَعْتُھُمَا فِیْ تِلْکَ الْغَزْوَةِ وَلَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُرِیْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰی بِغَیْرِھَا حَتّٰی کَانَتْ تِلْکَ الْغَزْوَةُ فَغَزَاھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَرٍّ شَدِیْدٍ، وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِیْدًا وَمَفَازًا وَاسْتَقْبَلَ عَدَدًا کَثِیْرًا، فَجَلّٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ اَمْرَھُمْ لِیَتَاَھَّبُوْا اُھْبَةَ غَزْوِھِمْ فَاَخْبَرَھُمْ بِوَجْھِھِمُ الَّذِیْ یُرِیْدُ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ کَثِیْرٌ وَلَا یَجْمَعُھُمْ کِتَابٌ حَافِظٌ "یُرِیْدُ بِذٰلِکَ الدِّیْوَانَ" قَالَ کَعْبٌ : فَقَلَّ رَجُلٌ یُرِیْدُ اَنْ یَتَغَیَّبَ اِلَّا ظَنَّ اَنَّ ذٰلِکَ سَیَخْفٰی بِہٖ مَا لَمْ یَنْزِلْ فِیْہِ وَحْیٌ مِّنَ اللّٰہِ، وَغَزَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تِلْکَ الْغَزْوَةَ حِیْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ فَاَنَا اِلَیْھَا اَصْعَرُ فَتَجَھَّزَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَہٗ وَطَفِقْتُ اَغْدُوْ لِکَیْ اَتَجَھَّزَ مَعَہٗ فَاَرْجِعُ وَلَمْ اَقْضِ شَیْئًا وَاَقُوْلُ. فِیْ نَفْسِیْ. اَنَا قَادِرٌ عَلٰی ذٰلِکَ اِذَا اَرَدْتُ فَلَمْ یَزَلْ یَتَمَادٰی بِیْ حَتّٰی اسْتَمَرَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَادِیًا وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَہٗ وَلَمْ اَقْضِ مِنْ جِھَازِیْ شَیْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَیْئًا فَلَمْ یَزَلْ . یَتَمَادٰی بِیْ حَتّٰی اَسْرَعُوْا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ فَھَمَمْتُ اَنْ اَرْتَحِلَ فَاُدْرِکَھُمْ فَیَا لَیْتَنِیْ فَعَلْتُ، ثُمَّ لَمْ یُقَدَّرْ ذٰلِکَ لِیْ فَطَفِقْتُ اِذَا خَرَجْتُ فِی النَّاسِ بَعْدَ خُرُوْجِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْزُنُنِیْ اَنِّیْ لَا اَرٰی لِیْ اُسْوَةً اِلَّا رَجُلًا مَغْمُوْصًا عَلَیْہِ فِی النِّفَاقِ اَوْ رَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنَ الضُّعَفَاءِ وَلَمْ یَذْکُرْنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی بَلَغَ تَبُوْکَ فَقَالَ وَھُوَ جَالِسٌ فِی الْقَوْمِ بِتَبُوْکَ : مَا فَعَلَ کَعْبُ بْنُ مَالِکٍ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلِمَةَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ حَبَسَہٗ بُرْدَاہُ وَالنَّظَرُ فِیْ عِطْفَیْہِ : فَقَالَ لَہٗ مُعَاذُ ابْنُ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: بِئْسَ مَا قُلْتَ وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ اِلَّا خَیْرًا فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَیْنَا ھُوَ عَلٰی ذٰلِکَ رَاٰی. رَجُلًا مُبَیِّضًا یَزُوْلُ بِہِ السَّرَابُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : کُنْ اَبَا خَیْثَمَةَ فَاِذَا ھُوَ اَبُوْ خَیْثَمَةَ الْاَنْصَارِیُّ وَھُوَ الَّذِیْ تَصَدَّقَ بِصَاعِ التَّمْرِ حِیْنَ لَمَزَہُ الْمُنَافِقُوْنَ قَالَ کَعْبٌ : فَلَمَّا بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ تَوَجَّہَ قَافِلًا مِنْ تَبُوْکَ حَضَرَنِیْ بَثِّیْ فَطَفِقْتُ اَتَذَکَّرُ الْکَذِبَ وَاَقُوْلُ : بِمَ اَخْرُجُ مِنْ سَخَطِہٖ غَدًا وَاسْتَعِیْنُ عَلٰی ذٰلِکَ بِکُلِّ ذِیْ رَاْیٍ مِنْ اَھْلِیْ، فَلَمَّا قِیْلَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّیْ

الْبَاطِلُ حَتّٰی عَرَفْتُ اَنِّیْ لَمْ اَنْجُ مِنْهُ بِشَیْءٍ اَبَدًا فَاَجْمَعْتُ صِدْقَه' وَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَادِمًا وَكَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَآءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ ، يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ لَه'، وَكَانُوْا بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ رَجُلاً فَقَبِلَ مِنْهُمْ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَلَهُمْ وَوَكَلَ سَرَآئِرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی حَتّٰی جِئْتُ فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ: تَعَالَ فَجِئْتُ اَمْشِیْ حَتّٰی جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِیْ مَاخَلَّفَكَ؟ اَلَمْ تَكُنْ قَدِابْتَعْتَ ظَهْرَكَ قَالَ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَوْجَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا لَرَاَيْتُ اَنِّیْ سَاَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهٖ بِعُذْرٍ، لَقَدْ اُعْطِيْتُ جَدَلاً وَلٰكِنِّیْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضٰی بِهٖ عَنِّی لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ (أن) يُسْخِطَكَ عَلَیَّ وَاِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَیَّ فِيْهِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْفِيْهِ عُقْبَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاللّٰهِ مَاكَانَ لِیْ مِنْ عُذْرٍ' وَاللّٰهِ مَاكُنْتُ قَطُّ اَقْوٰی وَلَا اَيْسَرَ مِنِّیْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم : اَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰی يَقْضِیَ اللّٰهُ فِيْكَ. وَثَارَ رِجَالٌ مِنْ بَنِیْ سَلِمَةَ فَاتَّبِعُوْنِیْ فَقَالُوْا لِیْ : وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ اَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا لَقَدْ عَجَزْتَ فِیْ اَنْ لَاتَكُوْنَ اعْتَذَرْتَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ إليه الْمُخَلَّفُوْنَ، فَقَدْ كَانَ كَافِيْكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ قَالَ : فَوَاللّٰهِ مَازَالُوْا يُئَوِنِّبُوْنَنِیْ حَتّٰی اَرَدْتُ اَنْ اَرْجِعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُكَذِّبَ نَفْسِیْ، ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ : هَلْ لَقِیَ هٰذَا مَعِیَ مِنْ اَحَدٍ قَالُوْ : نَعَمْ لَقِيَه' مَعَكَ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَاقُلْتَ وَقِيْلَ لَهُمَا مِثْلَ مَاقِيْلَ لَكَ قَالَ : قُلْتُ : مَنْ هُمَا؟ قَالُوْا : مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْعَمْرِیُّ، وَهِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ الْوَاقِفِیُّ قَالَ : فَذَكَرُوْا لِیْ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيْهِمَا اُسْوَةٌ قَالَ فَمَضَيْتُ حِيْنَ ذَكَرُوْهُمَا لِیْ. وَنَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِنَا اَيُّهَا الثَّلٰثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ قَالَ : فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ. اَوْقَالَ تَغَيَّرُوْ الَنَا حَتّٰی تَنَكَّرَتْ لِیْ فِیْ نَفْسِی الْاَرْضُ فَمَا هِیَ بِالْاَرْضِ الَّتِیْ اَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلٰی ذٰلِكَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً : فَاَمَّا صَاحِبَایَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِیْ بُيُوْتِهِمَا يَبْكِيَانِ وَاَمَّا اَنَا فَكُنْتُ اَشَبَّ الْقَوْمِ وَاَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ اَخْرُجُ فَاَشْهَدُ الصَّلٰوةَ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَطُوْفُ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِیْ اَحَدٌ وَاٰتِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَاُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِیْ مَجْلِسِهٖ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَاَقُوْلُ فِیْ نَفْسِیْ هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ اَمْ لَا ؟ ثُمَّ اُصَلِّیْ قَرِيْبًا مِنْهُ وَاُسَارِقُهُ النَّظَرَ، فَاِذَا اَقْبَلْتُ عَلٰی صَلَاتِیْ نَظَرَ اِلَیَّ وَاِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَه' اَعْرَضَ عَنِّیْ حَتّٰی اِذَا طَالَ ذٰلِكَ عَلَیَّ مِنْ جَفْوَةِ الْمُسْلِمِيْنَ مَشَيْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ جِدَارَحَائِطِ اَبِیْ قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّیْ وَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللّٰهِ مَارَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ فَقُلْتُ لَه' يَا اَبَا قَتَادَةَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُنِیْ اُحِبُّ اللّٰهَ

وَرَسُوْلَه' صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَكَتَ فَعُدْتُ فَنَا شَدْتُه' فَسَكَتَ فَعُدْتُ فَنَا شَدْتُه' : فَقَالَ : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُه' اَعْلَمُ. فَفَاضَتْ عَيْنَایَ وَتَوَلَّيْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ ' فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ فِيْ سُوْقِ الْمَدِيْنَةِ اِذَا نَبَطِيٌّ مِنْ نَبَطِ اَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيْعُه' بِالْمَدِيْنَةِ يَقُوْلُ : مَنْ يَدُلُّ عَلٰی كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ؟ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيْرُوْنَ لَه' اِلَیَّ حَتّٰی جَآءَ نِیْ فَدَفَعَ اِلَیَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ، وَكُنْتُ، كَاتِبًا، فَقَرَاْتُه' فَاِذَا فِيْهِ : اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّه' قَدْ بَلَغَنَا اَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِهَوَانٍ وَلَامَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَانُوَاسِكَ فَقُلْتُ حِيْنَ قَرَاْتُهَا : وَهٰذِهٖ اَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّوْرَ فَسَجَرْتُهَا حَتّٰی اِذَا مَضَتْ اَرْبَعُوْنَ مِنَ الْخَمْسِيْنَ وَاسْتَلْبَثَ الْوَحْیُ اِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا تِيْنِیْ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تَعْتَزِلَ امْرَاَتَكَ، فَقُلْتُ : اُطَلِّقُهَا اَمْ مَاذَا اَفْعَلُ فَقَالَ : لَابَلِ اعْتَزِلْهَا فَلَا تَقْرَبَنَّهَا وَاَرْسَلَ اِلٰی صَاحِبَیَّ بِمِثْلِ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِامْرَاَتِیْ: اَلْحَقِیْ بِاَهْلِكِ فَكُوْنِیْ عِنْدَهُمْ حَتّٰی يَقْضِیَ اللّٰهُ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ فَجَاءَ تِ امْرَاَةُ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَه' : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَه' خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ اَنْ اَخْدُمَه' ؟ قَالَ: لَاوَلٰكِنْ لَايَقْرَبَنَّكِ فَقَالَتْ : اِنَّه' وَاللّٰهِ مَابِهٖ مِنْ حَرَكَةٍ اِلٰی شَیْئٍ وَوَاللّٰهِ مَازَالَ يَبْكِیْ مُنْذُكَانَ مِنْ اَمْرِهٖ مَاكَانَ اِلٰی يَوْمِهٖ هٰذَا فَقَالَ لِیْ بَعْضُ اَهْلِیْ: لَوِاسْتَاْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اِمْرَاَتِكَ فَقَدْ اَذِنَ لِامْرَاَةِ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ اَنْ تَخْدُمَه' : فَقُلْتُ لَااَسْتَاْذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَايُدْرِيْنِیْ مَاذَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنْتُه' وَاَنَارَجُلٌ شَابٌّ فَلَبِثْتُ بِذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ فَكَمُلَ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِنْ حِيْنَ نُهِیَ عَنْ كَلَامِنَا ثُمَّ صَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ صَبَاحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً عَلٰی ظَهْرِبَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِنَا، فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عَلَی الْحَالِ الَّتِیْ ذَكَرَاللّٰهُ تَعَالٰی مِنَّا قَدْ ضَاقَتْ عَلَیَّ نَفْسِیْ وَضَاقَتْ عَلَیَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ اَوْفٰی عَلٰی سَلْعٍ يَقُوْلُ بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ يَاكَعْبُ بْنَ مَالِكٍ اَبْشِرْ' فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَعَرَفْتُ اَنَّه' قَدْ جَآءَ فَرَجٌ. فَاٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْنَا حِيْنَ صَلّٰی صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُوْنَنَا، فَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَیَّ مُبَشِّرُوْنَ وَرَكَضَ رَجُلٌ اِلَیَّ فَرَسًا وَسَعٰی سَاعٍ مِنْ اَسْلَمَ قِبَلِیْ وَاَوْفٰی عَلَی الْجَبَلِ، وَكَانَ الصَّوْتُ اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَآءَ نِی الَّذِیْ سَمِعْتُ صَوْتَه' يُبَشِّرُنِیْ نَزَعْتُ لَه' ثَوْبَیَّ فَكَسَوْتُهُمَا اِيَّاهُ بِبُشْرَاهُ وَاللّٰهِ مَااَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ، وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا وَانْطَلَقْتُ اَتَاَمَّمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَقَّانِی النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنِّئُوْنَنِیْ بِالتَّوْبَةِ وَيَقُوْلُوْنَ لِیْ : لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ حَتّٰی دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ، فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ

رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ یُھَرْوِلُ حَتّٰی صَافَحَنِیْ وَھَنَّأَنِیْ وَاللّٰہِ مَاقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ غَیْرُہٗ، فَکَانَ کَعْبٌ لَایَنْسَاھَا لِطَلْحَۃَ: قَالَ کَعْبٌ : فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَھُوَ یَبْرُقُ وَجْھُہٗ مِنَ السُّرُوْرِ : اَبْشِرْ بِخَیْرِ یَوْمٍ مَرَّعَلَیْکَ مُذْ وَلَدَتْکَ اُمُّکَ فَقُلْتُ : اَمِنْ عِنْدِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَمْ مِنْ عِنْدِاللّٰہِ ؟ قَالَ : لَابَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّاسْتَنَارَ وَجْھُہٗ حَتّٰی کَاَنَّ وَجْھَہٗ قِطْعَۃُ قَمَرٍ، وَکُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِکَ مِنْہُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَیْنَ یَدَیْہِ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِیْ صَدَقَۃً اِلَی اللّٰہِ وَاِلیٰ رَسُوْلِہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْسِکْ عَلَیْکَ بَعْضَ مَالِکَ فَھُوَ خَیْرٌ لَکَ : فَقُلْتُ: اِنِّیْ اُمْسِکُ سَھْمِیَ الَّذِیْ بِخَیْبَرَ وَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ(صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ اِنَّمَا اَنْجَانِیْ بِالصِّدْقِ وَاِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ لَااُحَدِّثَ اِلَّاصِدْقًا مَا بَقِیْتُ، فَوَاللّٰہِ مَاعَلِمْتُ اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَبْلَاہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِیْ صِدْقِ الْحَدِیْثِ مُنْذُ ذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ مِمَّا اَبْلَانِی اللّٰہُ تَعَالیٰ وَاللّٰہِ مَاتَعَمَّدْتُ کِذْبَۃً مُنْذُ قُلْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلیٰ یَوْمِیْ ھٰذَا وَاِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ یَحْفَظَنِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِیْمَا بَقِیَ قَالَ : فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالیٰ : ﴿ لَقَدْ تَابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ ﴾ حَتّٰی بَلَغَ : ﴿ اِنَّہٗ بِھِمْ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ O ﴾ ﴿ وَعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ﴾ حَتّٰی بَلَغَ : ﴿ اتَّقُوْااللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ ﴾ قَالَ کَعْبٌ : وَاللّٰہِ مَا اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیَّ مِنْ نِعْمَۃٍ قَطُّ بَعْدَ اِذْھَدَانِیَ اللّٰہُ لِلْاِسْلَامِ اَعْظَمَ فِیْ نَفْسِیْ مِنْ صِدْقِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَااَکُوْنَ کَذَبْتُہٗ فَاَھْلِکَ کَمَا ھَلَکَ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا، اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ قَالَ لِلَّذِیْنَ کَذَبُوْا حِیْنَ اَنْزَلَ الْوَحْیَ شَرَّ مَا قَالَ لِاَحَدٍ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ (سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْھِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْھُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْھُمْ اِنَّھُمْ رِجْسٌ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ لِتَرْضَوْا عَنْھُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَایَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ" قَالَ کَعْبٌ کُنَّا خُلِّفْنَا اَیُّھَا الثَّلَاثَۃُ عَنْ اَمْرِ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ قَبِلَ مِنْھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ حَلَفُوْالَہٗ فَبَایَعَھُمْ وَاسْتَغْفَرلَھُمْ وَاَرْجَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْرَنَا حَتّٰی قَضَی اللّٰہُ تَعَالیٰ فِیْہِ بِذٰلِکَ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ (وَعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا،) وَلَیْسَ الَّذِیْ ذَکَرَمِمَّا خُلِّفْنَا تَخَلُّفَنَا عَنِ الْغَزْوِ وَاِنَّمَا ھُوَ تَخْلِیْفُہٗ اِیَّانَا وَاِرْجَاؤُہٗ اَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَہٗ وَاعْتَذَرَ اِلَیْہِ فَقَبِلَ مِنْہُ " مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ : وَفِیْ رِوَایَۃٍ "اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ وَکَانَ یُحِبُّ اَنْ یَخْرُجَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ" وَفِیْ رِوَایَۃٍ : وَکَانَ لَایَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّانَھَارًا فِی الضُّحٰی فَاِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰی فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِیْہِ .

(۲۱) حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جو حضرت کعب بن مالک کے نابینا ہو جانے کے بعد ان کو لے کر جاتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے کا واقعہ سنا۔ انھوں نے بتایا کہ میں غزوہ تبوک کے علاوہ کسی بھی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی سے محروم نہیں رہا۔ البتہ میں غزوہ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا لیکن اس غزوہ میں عدم شرکت پر کسی پر عتاب نہیں ہوا تھا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان قریش کے قافلہ کی نگرانی کے ارادے سے گئے تھے بلا ارادہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کروادیا عقبہ کی رات میں بھی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا جہاں ہم نے اسلام پر جمے رہنے کا عہد و پیمان کیا تھا۔ میں پسند نہیں کرتا کہ میں بدر میں حاضر ہو جاتا اور شب عقبہ کی حاضری سے محروم رہ جاتا اگر چہ لوگوں کے درمیان بدر کا ذکر زیادہ ہے۔

غزوۂ تبوک میں عدم شرکت کا قصہ اس طرح ہے کہ فی الواقع میں ان دنوں بہ نسبت دوسرے غزوات کے زیادہ قوت کا مالک اور بہت زیادہ مالدار تھا اللہ کی قسم میرے پاس اس سے پہلے کبھی دو سواریاں نہیں تھیں جبکہ اس غزوہ میں میرے پاس دو تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی محاذ پر جنگ کا ارادہ فرماتے تو اس کو پوشیدہ رکھتے اور کسی اور مقام کا اشارہ فرماتے۔ لیکن جنگ تبوک کی جب رسول اللہ ﷺ تیاری فرما رہے تھے تو گرمی شدت کی تھی سفر بعید تھا خشک اور بنجر علاقہ قطع کرنا تھا اور دشمن کی بڑی تعداد کا سامنا تھا۔ اسلئے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو واضح الفاظ میں بتادیا تاکہ اس جنگ کی پوری تیاری کرلیں۔ اس موقعہ پر آپ نے اپنا ارادہ کھلے الفاظ میں ظاہر کردیا۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بھی بہت تھی اور اس وقت تک کسی رجسٹر میں ان کے ناموں کا اندراج نہ تھا۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جو شخص جنگ میں شریک نہ ہوتا تو جب تک اس کے بارے میں وحی نازل نہ ہوتی اس کی غیر حاضری کا کسی کو پتہ نہ چلتا۔

جس وقت رسول اللہ ﷺ اس جنگ کے لئے روانہ ہو رہے تھے اس وقت پھل پک چکے تھے اور درختوں کا سایہ خوش گوار ہو گیا تھا اور میں بھی انہی کی طرف میلان رکھتا تھا۔ غرض رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے تیاری کی، مگر میرا یہ حال تھا کہ ہر صبح آتا کہ آپ ﷺ کے ساتھ تیاری کروں مگر یونہی لوٹ جاتا اور فیصلہ نہ کر پاتا، دل میں کہتا کہ میں قادر ہوں اور جب چاہوں گا تیاری کرلوں گا، میری یہی کیفیت رہی اور لوگ جہاد کی تیاری میں لگے رہے ایک صبح رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ سب مسلمان روانہ ہو گئے اور میں اپنی تیاری کے بارے میں کوئی فیصلہ ہی نہ کر پایا۔ پھر میں اگلی صبح آیا اور چلا گیا اور پھر بھی کچھ فیصلہ نہ کر پایا۔ میری یہ کیفیت طویل ہوتی گئی مجاہدین تیزی سے نکلے اور آگے بڑھ گئے۔ میں نے پھر بھی ارادہ کیا کہ میں بھی روانہ ہو جاؤں اور انہیں جالوں اے کاش میں نے ایسا ہی کیا ہوتا لیکن یہ میرے مقدر میں نہیں تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد میں باہر نکلتا تو میں یہ دیکھ کر غمگین ہوتا کہ میرے جیسا کوئی نظر نہ آتا تھا سوائے اس شخص کے جس پر نفاق کی تہمت تھی یا کمزور لوگ جن کو اللہ نے معذور قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یاد نہیں فرمایا یہاں تک کہ تبوک پہنچ گئے۔ تبوک میں آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کعب بن مالک نے کیا کیا۔ بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) اس کو اس کی دو چادروں اور اپنے پہلوؤں پر نظر ڈالنے نے روک لیا ہے، معاذ بن جبل

نے اسے جواب دیا تم نے بری بات کہی اللہ کی قسم یارسول اللہ ہم اس کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سکوت فرمایا۔ اسی دوران صحرا سے ایک سفید پوش آدمی دور سے آتے نظر آئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوخیثمہ ہو اور وہ ابوخیثمہ انصاری ہی تھے یہ وہ تھے جنھوں نے ایک مرتبہ ایک صاع صدقہ کیا تو منافقین نے انہیں طعنہ دیا تھا۔

کعب کہتے ہیں کہ جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپسی کے لئے روانہ ہو چکے ہیں تو مجھے رنج وغم نے آلیا اور میں سوچنے لگا کہ میں جھوٹا بہانہ کردوں گا اور کہتا کہ کل کو میں آپ ﷺ کی ناراضگی سے کیسے بچوں گا میں اس معاملے میں اپنے گھر کے ہر سمجھ دار آدمی سے بھی مدد لیتا رہا۔ جب مجھے یہ خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ آنے والے ہی ہیں تو میرے دل سے باطل خیال جاتا رہا اور میں جان گیا کہ میں جھوٹ بول کر ہرگز نہیں بچ سکتا اب میں نے سچ بولنے کا پکا ارادہ کرلیا۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ جب تشریف لاتے تو پہلے مسجد تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے پھر لوگوں کے پاس بیٹھتے۔ جب آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تو وہ لوگ آئے جو پیچھے رہ گئے تھے انھوں نے اپنے عذر پیش کیے اور حلف اٹھائے، یہ کچھ اوپر اسّی آدمی تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول فرمایا ان سے بیعت لی۔

ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کی باطنی کیفیت کو اللہ کے سپرد کردیا۔ میں بھی حاضر ہو گیا جب میں نے سلام کیا تو آپ ﷺ نے اس طرح تبسم فرمایا جیسے ناراض آدمی تبسم کرتا ہے۔ پھر فرمایا آگے آجاؤ میں آگے بڑھ کر آیا اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں کس بات نے جہاد سے پیچھے رکھا کیا تم نے اپنی سواری نہیں خرید لی تھی۔ میں نے کہا

یارسول اللہ (ﷺ) قسم بخدا اگر میں آپ ﷺ کے سوا دنیا کے کسی اور شخص کے سامنے بیٹھا ہوتا تو یقیناً میں کوئی عذر پیش کرکے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا مجھے بھی گفتگو کا سلیقہ ہے لیکن قسم بخدا میں بخوبی جانتا ہوں کہ اگر میں نے آج جھوٹ بول کر آپ کو راضی کرلیا تو عنقریب اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے مطلع فرما کر آپ ﷺ کو مجھ سے ناراض کردے گا اور اگر میں آپ ﷺ سے اس وقت سچ بولوں جس کی بنا پر آپ ﷺ مجھ سے خفا ہوں لیکن اس میں مجھے اللہ سے اچھے انجام کی امید ہے۔ قسم بخدا مجھے کوئی عذر نہیں تھا فی الواقع میں ان دنوں جب میں آپ سے پیچھے رہ گیا زیادہ قوت کا مالک اور زیادہ مالدار تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کہ تم یہاں سے کھڑے ہو جاؤ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں فیصلہ فرمائے۔ میرے پیچھے بنوسلمہ کے کچھ لوگ آئے اور مجھ سے کہنے لگے۔ اللہ کی قسم ہمیں نہیں معلوم کہ اس سے قبل تم کبھی گناہ کے مرتکب ہوئے ہو تم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس طرح کوئی عذر کیوں نہ پیش کردیا جیسا دوسرے پیچھے رہ جانے والے لوگوں نے کیا ہے تمہارے اس گناہ کی معافی کے لئے تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کا استغفار کافی ہوتا۔ کعب کہتے ہیں کہ واللہ وہ لوگ مجھے مستقل سرزنش کرتے رہے یہاں تک کہ میرے جی میں آیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس جاکر اپنی پہلی بات کی تکذیب کردوں۔ بجائے اس کے میں نے ان سے پوچھا کہ جو صورت حال مجھے پیش آئی ہے یہ کسی اور کو بھی پیش آئی انھوں نے کہا کہ ہاں دو افراد اور تمہارے ساتھ ہیں انھوں نے بھی ایسی ہی بات کہی ہے اور انہیں بھی اسی طرح جواب ملا ہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ دو افراد کون ہیں انھوں نے بتایا مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی۔

ان لوگوں نے ایسے دو آدمیوں کے نام بتائے جو نیک تھے اور جنگ بدر کے شرکاء میں سے تھے اور یہ دونوں میرے لیے قابل اتباع تھے اس لیے میں بھی اپنی بات پر قائم رہا۔

رسول اللہ ﷺ نے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہم تینوں سے ہم کلام ہونے سے منع فرما دیا۔ کعب کہتے ہیں کہ پھر یہ تو لوگ ہم سے مجتنب رہنے لگے یا بدل ہی گئے حتیٰ کہ مجھے زمین بھی بدلی ہوئی لگنے لگی اب یہ وہ زمین نہیں تھی جسے میں جانتا تھا۔ اس طرح ہم نے پچاس راتیں گزاریں، میرے دونوں ساتھی تو خانہ نشین ہو گئے اور گھروں میں بیٹھے روتے رہے۔ لیکن میں جوان اور توانا تھا میں گھر سے نکلتا مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا اور بازاروں میں گھومتا لیکن کوئی مجھ سے کلام نہ کرتا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا اور جب آپ ﷺ نماز کے بعد تشریف فرما ہوتے تو آپ ﷺ کو سلام بھی کرتا اور دل میں سوچتا کہ آپ ﷺ نے سلام کے جواب کے لئے ہونٹوں کو جنبش دی یا نہیں۔ پھر میں آپ ﷺ کے قریب ہی نماز پڑھتا اور چپکے چپکے آپ ﷺ کو دیکھتا اور یہ دیکھتا کہ جب میں نماز میں مشغول ہوتا ہوں تو آپ ﷺ میری طرف نظر فرماتے ہیں اور جب میں آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو آپ ﷺ مجھ سے اعراض فرما لیتے ہیں۔ الغرض جب مجھ سے مسلمانوں کی بے رخی دراز ہوگئی تو میں اپنے عم زاد اور اپنے محبوب دوست ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا اور اسے سلام کیا۔ اللہ کی قسم اس نے بھی سلام کا جواب نہیں دیا میں نے کہا کہ اے ابوقتادہ میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے والا ہوں؟ وہ خاموش رہا، میں نے دوبارہ اسے قسم دی تو بھی وہ خاموش رہا پھر سہ بارہ بھی قسم دی اور پوچھا تو وہ بولا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں، یہ سن کر میری آنکھیں اُبل پڑیں میں پیچھے ہٹا اور دیوار پر سے اتر آیا۔

ایک روز مدینہ کے بازار میں پھر رہا تھا کہ شام کے نبطیوں میں سے ایک نبطی جو مدینہ میں غلّہ بیچنے آیا تھا لوگوں سے کہنے لگا کہ کیا کوئی ہے کہ جو مجھے بتلا دے کہ کعب بن مالک کون ہے؟ لوگوں نے میری جانب اشارہ کیا وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے شاہ غسان کا خط دیا۔ میں پڑھا لکھا تھا سو میں نے خط پڑھا اس میں اس نے لکھا تھا۔ امابعد، ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ تمہارے ساتھی نے تم پر ظلم کیا ہے۔ اللہ نے تمہیں ذلت کے گھر میں رہنے یا ضائع ہونے کیلئے نہیں بنایا ہے، ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہارے ساتھ ہمدردی کریں گے۔

میں نے یہ خط پڑھا اور کہا کہ یہ ایک اور آزمائش ہے، میں اسے لے کر بڑھا اور تنور میں ڈال کر جلا دیا۔ جب پچاس میں سے چالیس روز گزر گئے اور ابھی تک میرے متعلق بذریعہ وحی کوئی حکم نہ آیا تھا کہ حضور ﷺ کا قاصد میرے پاس آیا اس نے آکر کہا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیٰحدہ رہو۔ میں نے پوچھا کہ اسے طلاق دیدوں یا کیا کروں اس نے کہا کہ بس علیحدہ رہو اور اس کے قریب نہ جاؤ۔ اسی طرح کا پیغام میرے دونوں ساتھیوں کو بھی بھیجا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنے میکے چلی جاؤ اور ان کے پاس رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں فیصلہ فرما دے۔ اس کے بعد ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ ہلال بن امیہ بہت بوڑھے ہیں ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے اگر میں ان کی خدمت کروں تو کیا حضور کی مرضی کے خلاف ہوگا، فرمایا کہ نہیں لیکن وہ تم سے قربت نہ کرے۔ وہ کہنے لگی اللہ کی قسم ان میں کسی چیز کی طرف حرکت کی طاقت نہیں ہے اور اللہ کی

قسم جب سے یہ واقعہ ہوا اس وقت سے اب تک وہ روئے جا رہے ہیں۔ مجھ سے میرے گھر والوں نے کہا کہ تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت لے لو کیونکہ آپ ﷺ نے ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کی اجازت دی ہے میں نے کہا کہ میں اس معاملے میں حضور ﷺ سے اجازت طلب نہیں کروں گا اور مجھے نہیں معلوم کہ میں آپ سے پوچھوں تو آپ ﷺ مجھے کیا جواب دیں گے جبکہ میں جوان بھی ہوں۔ اس کے بعد میں نے دس راتیں اور گزاریں اور جب سے ہم سے بات کرنے سے منع کیا گیا تھا اس وقت سے پچاس راتیں ہوگئیں۔ میں نے پچاسویں رات کی صبح فجر کی نماز اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر پڑھی۔ نماز کے بعد اس حالت میں بیٹھا ہوا تھا جس کا ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں تنگ دل تھا اور زمین بھی اپنی وسعتوں کے باوجود میرے اوپر تنگ ہوگئی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو سلع پہاڑ پر چڑھا ہوا باآواز بلند کہہ رہا تھا'' اے کعب بن مالک بشارت ہو۔ میں فوراً سجدے میں گر گیا اور میں سمجھ گیا کہ اللہ نے کشادگی کی صورت پیدا فرمادی۔ فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہماری توبہ کے قبول ہونے کی خبر سنادی تھی اور لوگ ہمیں یہ خوشخبری سنانے دوڑ پڑے۔ کچھ میرے دونوں ساتھیوں کو یہ خوشخبری دینے گئے۔ اور ایک شخص گھوڑے پر سوار میری طرف چلدیا۔ بنو اسلم کا ایک شخص میری طرف دوڑا اور پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس کی آواز گھڑ سوار سے پہلے مجھے پہنچی۔ جب وہ شخص میرے پاس آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی کہ مجھے بشارت دے رہا ہے میں نے اظہار تشکر کے طور پر اپنے بدن کے دونوں کپڑے اسے پہنادیئے اور اللہ کی قسم اس وقت میرے پاس ان دونوں کپڑوں کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا میں نے عاریتاً مانگ کر دو کپڑے پہنے اور میں خدمت اقدس میں حاضری کے لئے چل پڑا۔ راستہ میں مجھے گروہ در گروہ لوگ ملتے تھے اور قبولیت توبہ پر مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے کہ مبارک ہو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہوگیا رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے گرد لوگ تھے مجھے دیکھ کر طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ میری جانب لپکے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی اللہ کی قسم طلحہ کے سوا کوئی مہاجر نہیں اٹھا اسی لئے کعب نے طلحہ کی یہ بات کبھی فراموش نہیں کی۔

کعب کہتے ہیں کہ میں نے جب رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو میں نے دیکھا کہ چہرہ انور خوشی سے دمک رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: پیدائش سے لے کر آج تک سب سے اچھے دن کی بشارت قبول کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ کی طرف سے یا اللہ کی طرف سے، فرمایا نہیں بلکہ اللہ عزوجل کی طرف سے۔ عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ مسرور ہوتے تو چہرہ انور اس طرح دمک اٹھتا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو، اور ہم سب آپ ﷺ کے اس اندازِ مسرت سے آشنا تھے۔

میں آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹھا تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) توبہ کی قبولیت کی تکمیل میں میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کے حضور صدقہ کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ کچھ مال اپنے لئے بھی رکھ لو۔ میں نے عرض کیا مجھے خیبر کے مال میں جو حصہ ملا ہے وہ میں اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔ اور میں نے مزید عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) اللہ نے مجھے سچ کی بدولت نجات عطا فرمائی ہے اب توبہ کی تکمیل میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں سچ ہی بولوں گا۔ اللہ کی قسم جب سے میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی میں نہیں جانتا کہ مسلمانوں میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کے صلے میں ایسا بہتر انعام فرمایا ہو جیسا اللہ نے

مجھ پر فرمایا۔ اس وقت سے جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات کہی آج تک میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ اور امید ہے کہ اللہ باقی زندگی بھی میری حفاظت فرمائے گا۔ اس واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر مہاجرین وانصار پر جنھوں نے تنگی کے وقت آپ کا ساتھ دیا توجہ فرمائی۔ (اس آیت تک) '' بے شک وہ ان پر بہت شفیق اور مہربان ہے اور ان تین شخصوں پر بھی رجوع فرمایا جو پیچھے رہ گئے یہاں تک کہ جب ان پر زمین باوجود اپنی وسعتوں کے تنگ ہوگئی۔ (اس آیت تک) ''اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

کعب کہتے ہیں کہ ''اللہ کی قسم جب سے مجھے اللہ تعالیٰ نے نعمت اسلام سے نوازا اس کے بعد کوئی نعمت مجھے اتنی عظیم نہیں محسوس ہوئی جتنی یہ نعمت کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بولا اور آپ ﷺ سے جھوٹ نہیں بولا کہ اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح دوسرے ہلاک ہوئے، کیونکہ نزول وحی کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی شدید مذمت فرمائی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ'' جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تمہارے لئے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے درگزر کر و سوان کی طرف التفات نہ کرنا، یہ ناپاک ہیں اور جو یہ کام کرتے ہیں ان کے بدلے انکا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ تمہارے آگے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے خوش ہو جاؤ لیکن اگر تم ان سے خوش ہو جاؤ گے تو اللہ تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا۔''

کعب کہتے ہیں کہ ہم تین آدمیوں کا معاملہ ان لوگوں سے پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا جن کی عذر خواہی اور قسموں کو قبول کر لیا گیا تھا آپ ﷺ نے ان سے بیعت فرمائی اور ان کے لئے استغفار فرمایا اور ہمارا معاملہ رسول اللہ ﷺ نے مؤخر فرما دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بذات خود فیصلہ فرما دیا۔

چنانچہ اس آیت ﴿ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ﴾ میں ہمارے جہاد سے پیچھے رہ جانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے معاملہ کو ان لوگوں سے پیچھے کیا اور مؤخر رکھا۔ جنھوں نے حلف اٹھائے اور معذرت کر لی اور آپ ﷺ نے ان کی معذرت قبول فرمالی۔ (متفق عليه)

اور ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ تبوک کے لئے جمعرات کے دن روانہ ہوئے تھے اور آپ یہی پسند فرماتے تھے کہ جمعرات کو روانہ ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ جب سفر سے تشریف لاتے تو صبح کے وقت آتے سب سے پہلے مسجد تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے اور مسجد میں تشریف رکھتے۔

تخریج حدیث(۲۱): صحيح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة تبوك . صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب توبة كعب بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه.

راویٔ حدیث: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شریک ۷۰ آدمیوں میں شامل تھے، غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے اس کے بعد تمام غزوات میں شرکت کی سوائے جنگ تبوک کے۔ آپ سے ۸۰ احادیث مروی

ہیں جن میں سے تین متفق علیہ ہیں۔ ۵۰ھ میں ۷۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

کلماتِ حدیث: تخلّف : پیچھے رہ گیا، عَتَب عتباً (باب نصر وضرب) عَتَب علیه : سرزنش کرنا، ناراض ہونا۔ عتاب: سرزنش، تنبیہ، اظہارِ ناراضگی۔ تواثقنا، مواثقة : معاہدہ کرنا، باہم عہد و پیمان کرنا۔ وَثِق، ثقة و وثوقاً (باب حسب) بھروسہ کرنا، قابل بھروسہ۔ میثاق: عہد جمع مواثیق۔ وَرّی، توریة : چھپانا۔ اصل بات چھپا کر دوسری بات ظاہر کرنا۔ لیتأ هّبوا، اَهّب: کسی کام کے لیے تیار ہونا۔ جهّزَ : مہیا کرنا، تیار کیا۔ عِطف : پہلو، شانہ۔ ینظر فی عطفیه : اپنے شانوں پر نظر رکھتا ہے یعنی متکبر ہے۔ السراب : ریگستان کی ریت کہ جب دھوپ میں چمکتی ہے تو دور سے دیکھنے والے کو پانی محسوس ہوتا ہے۔ سَخِط، سخطاً (باب سمع): غصہ ہونا، ناراض ہونا۔ سُخُط : ناراضگی۔ یعتذرون، اعتذار: عذر بیان کرنا۔ عَذَر عذراً و معذرة (باب ضرب) عذر قبول کرنا۔ جدلاً: بحث و گفتگو کی مہارت و سلیقہ۔ جدِل جدلاً (باب سمع) جھگڑالو ہونا۔ جادله مجادلة: (باب مفاعلہ) جھگڑا کرنا۔ یقضی: قضی قضاءً (باب ضرب) فیصلہ کرنا، قاضی فیصلہ کرنے والے، جمع قضاة۔ فمضیتُ : میں اپنے ارادہ پر برقرار رہا۔ مضی یمضی مضیاً (باب ضرب) پورا کرنا، قائم رہنا۔ ضاقت : تنگ ہوگئی (باب نصر وضرب) ضاق ضیقاً (باب ضرب) تنگ ہونا، ضَیق اور ضِیق : رنج و غم جس سے تنگ دلی ہو۔ خررتُ: خرّ خرّاً : (باب نصر وضرب) بلندی سے گرنا۔ خرّ للّٰهِ ساجداً : سجدے میں گر پڑنا، فوراً سجدہ میں چلے جانا۔ رَکَضَ رکضاً: (باب نصر) دوڑنا پاؤں ہلانا، رَکَضَ الفرس برجلیه : اپنے دونوں پیروں سے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ یُهنّئونی، تهنئة : مبارکباد دینا۔

شرحِ حدیث: جنگِ تبوک غزواتِ نبی ﷺ میں سب سے زیادہ سخت اور صبر آزما معرکہ تھا ہر طرح کی مشکلات جمع تھیں اور مصائب کی کثرت تھی۔ سخت اور شدید ترین گرمی، طویل مسافت، عظیم فوج کا مقابلہ اور ظاہری بے سروسامانی ایسی کہ ایک ایک کھجور روزانہ دو دو سپاہیوں کو ملتی اور بالآخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک ایک کھجور کئی صحابہ پہلے چوستے پھر اوپر سے پانی پی لیتے، دس دس آدمی ایک ایک اونٹ پر باری باری چلے جا رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی عادتِ طیبہ تھی کہ جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو جس طرف روانگی ہوتی اس سے مختلف سمت روانہ ہونے کا اشارہ فرماتے تاکہ دشمن کے جاسوس آپ ﷺ کے عزائم کی خبریں دشمن کو نہ پہنچا دیں لیکن غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ ﷺ نے واضح الفاظ میں اعلان فرما دیا تاکہ صحابۂ کرام مناسب تیاری کرلیں اور جو معرکہ درپیش ہے اس کی سختی اور شدت کا انہیں اندازہ ہو جائے۔

غرض رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام روانہ ہوگئے اور پیچھے یا منافقین رہ گئے یا بوڑھے اور معذور۔ مگر ان کے علاوہ صحابہ کی بھی ایک جماعت روانہ نہ ہوسکی یہ اسّی سے زائد تھے اور جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا تھا، ان کی توبہ قبول کرلی گئی۔ مگر تین اصحاب کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارۃ بن ربیع نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے صدقِ دل سے بیان کر دیا کہ ہم بغیر کسی عذر کے پیچھے رہ گئے تھے اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کا معاملہ مؤخر فرما دیا اور فی الوقت کوئی فیصلہ نہ فرمایا اور ان کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ۷۱)

اس حدیث مبارک میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے:

کعب کہتے ہیں کہ تبوک کی مہم چونکہ بہت سخت اور دشوار تھی حضور ﷺ نے صحابۂ کرام کو تیاری کا حکم عام دیدیا اور سب مشغول ہو گئے میں بے فکر تھا کہ جب چاہوں گا فوراً تیار ہو کر چلا جاؤں گا کیونکہ اللہ کے فضل سے اس وقت میرے پاس مال واسباب کی کمی نہ تھی، اس طرح وقت گزرتا رہا اور حضور اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہو گئے میں نے سوچا کہ میں جلد ہی روانہ ہو کر حضور ﷺ کو راستہ میں جا لوں گا۔ اسی امروز وفردا میں وقت نکل گیا اور میں نہ جا سکا۔ اب آپ ﷺ کے بعد مجھے یہ دیکھ کر وحشت ہوتی تھی کہ مدینہ میں سوائے پکے منافقین اور چند بوڑھے اور معذور لوگوں کے کوئی بھی نہ تھا۔ پریشانی میں سوچنے لگا کہ جب آپ واپس تشریف لائیں گے تو کوئی بہانہ کردوں گا اور اس طرح آپ ﷺ کی ناراضگی سے بچ جاؤں گا۔ لیکن جب آپ تشریف لائے تو سارے جھوٹے بہانے جو سوچے تھے سب ہوا ہو گئے اور میں نے سمجھ لیا کہ دربارِ نبوت ﷺ میں سچ کے سوا کوئی چیز نجات دلانے والی نہیں ہے کیونکہ اگر میں نے جھوٹ بولا تو وحی کے ذریعے میرا جھوٹ اللہ کے رسول ﷺ پر منکشف ہو جائے گا۔ غرض میں مسجد میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹھ گیا اور سارا حال جوں کا توں عرض کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی۔ اچھا جاؤ اور اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ پھر آپ ﷺ نے حکم فرمادیا کہ ہم تینوں سے کوئی بات نہ کرے۔ چنانچہ کوئی مسلمان ہم سے بات نہ کرتا اور نہ سلام کا جواب دیتا تھا میرے دونوں ساتھی تو خانہ نشین ہو گئے اور شب وروز گھر میں وقفِ گریہ وبکا رہتے تھے میں ذرا سخت اور قوی تھا مسجد میں جاتا حضور ﷺ کو سلام کر کے دیکھتا کہ کیا لبِ مبارک کو جنبش ہوئی یا نہیں؟ میں آپ ﷺ کی طرف دیکھتا تو آپ اعراض فرمالیتے، اقارب اور اعزہ سب بیگانے ہو گئے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے مجھے شاہِ غسان کا خط دیا جس میں میری مصیبت پر اظہارِ ہمدردی کے بعد دعوت تھی کہ میں اس کے ملک میں آجاؤں وہاں مجھ سے اچھا برتاؤ ہوگا۔ میں نے پڑھ کر کہا کہ یہ بھی مستقل امتحان ہے آخر وہ خط میں نے نذرِ آتش کر دیا۔ چالیس دن گزرنے کے بعد دربارِ رسالت سے حکم ہوا کہ میں اپنی بیوی سے بھی علیحدہ رہوں چنانچہ میں نے اسے اس کے میکے روانہ کر دیا۔ اب میری پریشانی اور بڑھ گئی میں سوچتا تھا کہ اگر اسی حالت میں موت آگئی تو رسول اللہ ﷺ میرا جنازہ بھی نہیں پڑھائیں گے اور اگر اس عرصے میں اللہ کے رسول ﷺ اپنے رب کے پاس چلے گئے تو مسلمان ہمیشہ مجھ سے یہی معاملہ رکھیں گے، کوئی میرے جنازے کے قریب بھی نہ پھٹکے گا یہ وہ کیفیت تھی جس میں میرا عرصہ حیات تنگ ہو گیا اور زمین باوجود اپنی وسعتوں کے مجھ پر تنگ ہو گئی اور مجھے زندگی موت سے زیادہ سخت نظر آنے لگی۔ یکا یک ایک صبح جبل سلع سے آواز آئی۔ اے کعب بن مالک بشارت ہو، میں سنتے ہی سجدے میں گر پڑا۔ معلوم ہوا کہ آخر شب میں حق تعالیٰ کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کو ہماری توبہ کی قبولیت سے مطلع فرمایا گیا ہے، آپ نے بعد نمازِ فجر صحابہ کو مطلع فرمایا ایک سوار میری طرف دوڑا اور دوسرے شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر اعلان کیا جس کی آواز سوار سے پہلے پہنچ گئی اور میں نے اپنے بدن کے کپڑے اتار کر آواز سے پکارنے والے کو دیدیئے۔ پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا لوگ جوق در جوق آتے اور مجھے مبارکباد دیتے تھے۔ حضور انور ﷺ کا چہرہ خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول فرمالی۔

اس حدیثِ مبارک میں ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ یہ بھی تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ جب

حضور ﷺ روانہ ہو چکے تھے تو اپنے باغ میں گئے وہاں خوش گوار سایہ تھا اہلیہ خوبصورت بھی تھیں اور شوہر کی خدمت کے لیے سراپا اشتیاق۔ انہوں نے پانی چھڑک کر فرش کو ٹھنڈا کیا چٹائی بچھائی اور تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے اور سرد وشیریں پانی حاضر کیا۔ نعمتوں کا یہ دسترخوان سجا ہوا دیکھ کر ابوخیثمہ کے جسم میں کپکپی سی دوڑ گئی۔ بولے تف ہے اس زندگی پر کہ میں تو خوش گوار سائے اور ٹھنڈے پانی اور باغ و بہار کے مزے لوٹ رہا ہوں اور اللہ کے محبوب پیغمبر ﷺ ایسی سخت گرمی اور لو اور تشنگی کے عالم میں کوہ و بیاباں طے کرتے ہوئے محاذِ جنگ پر جا رہے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی یکلخت اٹھ کھڑے ہوئے سواری منگوائی تلوار حمائل کی نیزہ سنبھالا اور تبوک کے راستے پر چل پڑے۔ اونٹنی ہوا کی طرح اڑی جا رہی تھی آخر لشکر کو جا پکڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے دور سے دیکھا کہ کوئی سوار ریت کے ٹیلے قطع کرتا ہوا آ رہا ہے۔ فرمایا ابوخیثمہ ہیں، تھوڑی دیر میں سب نے دیکھ لیا کہ وہ ابوخیثمہ ہی تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہوا ہے، آیات یہ ہیں:

﴿ لَقَد تَّابَ ٱللَّهُ عَلَى ٱلنَّبِيِّ وَٱلْمُهَـٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ فِى سَاعَةِ ٱلْعُسْرَةِ مِنۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُۥ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٧﴾ وَعَلَى ٱلثَّلَـٰثَةِ ٱلَّذِينَ خُلِّفُوا۟ حَتَّىٰٓ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ ٱلْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوٓا۟ أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ ٱللَّهِ إِلَّآ إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١١٨﴾ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّـٰدِقِينَ ﴿١١٩﴾ ﴾

''بیشک اللہ نے مہربانی کی پیغمبر اور مہاجرین وانصار پر جو باوجود اس کے کہ ان میں سے بعضوں کے دل جلد پھر جانے کو تھے مشکل کی گھڑی میں پیغمبر کے ساتھ رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی، بیشک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والا اور مہربان ہے اور اے اہل ایمان اللہ سے ڈرتے رہو اور راستبازوں کے ساتھ رہو'' (التوبۃ: ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں بے شمار اور اس کا فضل وکرم بے حد وسیع ہے۔ اس نے اپنے پیغمبر ﷺ پر مہربانی فرمائی اور آپ ﷺ کی برکت سے مہاجرین وانصار پر بھی مخصوص توجہ اور مہربانی رہی ہے کہ ان کو ایمان وعرفان سے مشرف فرمایا اتباع نبوی جہاد فی سبیل اللہ اور عزائم امور کے سرانجام دینے کی ہمت وتوفیق بخشی۔ پھر ایسے مشکل وقت میں جبکہ بعض مؤمنین کے قلوب بھی مشکلات اور صعوبتوں کا ہجوم دیکھ کر ڈگمگانے لگے تھے اور قریب تھا کہ رفاقت نبوی ﷺ سے پیچھے ہٹ جائیں۔ حق تعالیٰ نے دوبارہ مہربانی اور دستگیری فرمائی کہ ان کو اس قسم کے خطرات ووساوس پر عمل کرنے سے محفوظ رکھا اور مؤمنین کی ہمتوں کو مضبوط اور ارادوں کو بلند کیا۔

حدیث مبارک میں جن منافقین کا ذکر ہوا کہ وہ بر بنائے نفاق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے ان کا بھی ذکر قرآن کریم میں حسب ذیل آیات میں ہوا ہے:

﴿ سَيَحْلِفُونَ بِٱللَّهِ لَكُمْ إِذَا ٱنقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا۟ عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا۟ عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ

وَمَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾

''جب تم ان کی طرف واپس جاؤ گے تو یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے درگزر کرو سو تم ان کی طرف التفات نہ کرو۔ یہ ناپاک ہیں اور جو کام یہ کرتے ہیں ان کے بدلے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے یہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا۔'' (التوبۃ: ۹۵،۹۶)

یعنی جس طرح تبوک روانگی کے وقت منافقین نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنائے اسی طرح جب آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی مدینہ واپس آئیں گے اس وقت بھی یہ لوگ جھوٹے بہانے پیش کر کے تمہیں راضی کرنا چاہیں گے اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مصمم ارادہ تھا کہ آپ ﷺ کے ساتھ چلیں مگر فلاں فلاں موانع وعوائق پیش آجانے کی وجہ سے مجبور رہے، آپ ﷺ فرما دیجئے کہ جھوٹی باتیں بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ تمہارے سارے عذر لغو اور بے کار ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کذب ونفاق پر پہلے ہی سے اپنے رسول ﷺ کو مطلع کر چکا ہے۔ غرض تبوک سے واپسی پر منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر جو عذر پیش کرتے تھے اس کی غرض یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو اپنی قسموں سے راضی اور مطمئن کر دیں تا کہ بارگاہِ رسالت سے ان پر کوئی عتاب نہ ہو اور وہ مسلمانوں کے درمیان سرخرو ہو کر رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بہتر ہے کہ تم ان سے تعرض نہ کرو لیکن یہ اعراض راضی اور مطمئن ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ ان کے نہایت پلید اور شریر ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ لوگ اس قدر گندے واقع ہوئے ہیں کہ ان کے پاک وصاف ہونے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ لہٰذا ان سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۷۱۔ تفسیر عثمانی : التوبة)

ایمانی جذبہ سچی توبہ پر ابھارتا ہے

۲۲. وَعَنْ اَبِىْ نُجَيْدٍ "بِضَمِّ النُّوْنِ وَفَتْحِ الْجِيْمِ" عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ الْخُزَاعِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ امْرَاَةً مِنْ جُهَيْنَةَ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِىَ حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَيَّ، فَدَعَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا فَقَالَ: اَحْسِنْ اِلَيْهَا فَاِذَا وَضَعَتْ فَاْتِنِىْ فَفَعَلَ فَاَمَرَبِهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشُدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا ثُمَّ اَمَرَبِهَا فَرُجِمَتْ ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهَا : فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ : تُصَلِّىْ عَلَيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَقَدْ زَنَتْ؟ قَالَ : لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَوَسِعَتْهُمْ وَهَلْ وَجَدْتَ اَفْضَلَ مِنْ اَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۲) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت جو زنا سے حاملہ ہو گئی تھی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے جرم حد کا ارتکاب ہو گیا ہے آپ ﷺ مجھ پر حد قائم کر دیجئے۔ رسول اللہ

ﷺ نے اس کے ولی کو بلایا اور اس سے کہا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو جب وضع حمل ہو جائے تب اسے میرے پاس لانا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ نبی کریم ﷺ کے حکم سے اس کے کپڑے باندھ دیئے گئے پھر آپ کے حکم سے اسے رجم کر دیا گیا۔

پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں جبکہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس توبہ کو مدینہ کے ستّر آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔ کیا تم اس سے بہتر توبہ کا تصور کر سکتے ہو کہ اس نے اللہ کے لئے اپنی جان کو قربان کر دیا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۲): صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنا.

راوی حدیث: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے آغاز میں مشرف باسلام ہوئے بعض غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ فقہائے صحابہ میں سے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بصرہ آباد ہو گئے تھے آپ کی مرویات کی تعداد ۱۳۰ ہے جن میں سے ۸ متفق علیہ ہیں ۵۲ھ میں بصرہ میں انتقال فرمایا:

کلمات حدیث: حُبلی: حاملہ۔ حَبَل: حمل۔ حَبَل الحَبُله : جانور کے بچے کا بچہ۔ حَبِلت المرأة حبلا (باب سمع) حاملہ ہونا۔ رجَم، رجماً (باب نصر) پتھروں سے سنگسار کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وتربیت نے صحابہ کرام کو اتنا پاکیزہ سیرت اور اس قدر اعلیٰ کردار کا حامل بنا دیا تھا کہ اگر غفلت یا نسیان سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جاتی تو بے قرار ہو جاتے اور جب تک توبہ کے ذریعے اور رسول اللہ ﷺ کی دعا اور استغفار کے ذریعہ وہ داغ دامن سے نہ دھل جاتا اس وقت تک بے چین رہتے تھے۔ ان کے دل ہر وقت خشیت الٰہی سے کانپتے رہتے تھے اور ان کے جسم آخرت کی گرفت سے لرزتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جن گناہوں کے بارے میں جانتے تھے کہ ان کی دنیاوی سزا سخت ہے، ان کا بھی برملا اعتراف کرتے بار بار کرتے اور باصرار کرتے اور یہی خواہش ظاہر کرتے کہ جو کچھ بھی ہو ان پر سزا جاری کر دی جائے اس لیے کہ انہیں یہ بات معلوم تھی بلکہ ان کے لیے حق الیقین کے درجے میں تھی کہ آخرت کی سزا دنیا کی سزا سے کہیں زیادہ ہولناک ہوگی۔ چنانچہ وہ آخرت کی سزا پر دنیا کی سزا کو ترجیح دیتے تھے۔

اسلام نے زنا غیر محصن کی سزا اسّی کوڑے اور محصن (شادی شدہ) زانی کی سزا سنگسار کرنا مقرر کی ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر فقہاء کے نزدیک عورت اگر حاملہ ہو تو اس پر سزا کا اجراء وضع حمل کے بعد ہوگا جیسا کہ اس حدیث میں بیان ہوا ہے۔

(صحیح مسلم لشرح النووی دلیل الفالحین : ۱/۸۳)

موت کی یاد حرص کا علاج ہے

۲۳. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

: لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ وَادِيَانِ، وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۳) حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر فرزند آدم کو ایک پوری وادی سونے کی مل جائے تو وہ یہی چاہے گا کہ دو وادیاں اور میسر آجائیں۔قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز آدمی کا منہ نہیں بھرتی۔اور جو شخص توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کرتا ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۳): صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال وقول الله تعالىٰ : ﴿ إنما اموالكم وأولادكم فتنة ﴾ . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب لو كان لابن آدم واديين لا بتغى ثالثاً .

کلمات حدیث: وادی: پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان پانی کی نشیبی گزرگاہ۔جمع أودية۔ ملأ يملأ: (باب فتح) مملؤ: بھرا ہوا۔ ملئی ملئاً (باب سمع) پُر ہونا، بھرنا۔ الملأ: جماعت، اشراف قوم۔ الملأ الاعلی: مقرب فرشتے۔ تُراب: مٹی۔ ابو تراب: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مال ودولت دنیا کو انسان کی دنیاوی زندگی کے قیام و بقا کا ذریعہ بنایا ہے۔یعنی مال و دولت مقصود نہیں بلکہ حصول مقصود کا ذریعہ ہیں۔خود انسان اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے بھیجا گیا ہے اور اسے یہ تمام اسباب و وسائل اس لیے مہیا کیے گئے ہیں کہ وہ انہیں کام میں لاکر اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں مدد دے۔مؤمن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت جاگزیں ہوتی ہے اور یہ محبت اس قدر ہمہ گیر اور وسیع ہوتی ہے کہ اس کے دل میں گھر کر جانے اور مرتکز ہو جانے کے بعد اس کے دل میں اتنی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ حب دنیا جگہ پا سکے۔مگر جس قدر انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے اور اس کا تعلق حضرت حق سے منقطع ہوتا جاتا ہے اتنا ہی اس کے دل میں دنیا کی محبت گھر کرتی جاتی ہے اور یہ حرص دنیا اور حب مال اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اگر آدمی کو دو وادیاں سونے کی بھری ہوئی مل جائیں تو اس کی تمنا ہو کہ تیسری بھی مل جائے لیکن آدمی کا منہ صرف قبر کی مٹی سے بھرتا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ ۝١ حَتَّىٰ زُرْتُمُ ٱلْمَقَابِرَ ۝٢ ﴾

''غفلت میں رکھا تم کو بہتات کی حرص نے یہاں تک کہ تم قبروں تک پہنچ گئے۔''(التکاثر:۱،۲)

مال کی حرص انسان کو غافل بنادیتی ہے

یعنی مال ودولت کی کثرت اور دنیا کے ساز وسامان کی حرص آدمی کو غفلت میں مبتلا کیے رکھتی ہے نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے نہ آخرت کی فکر۔بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال ودولت میں اور اضافہ ہو جائے۔یہاں تک کہ موت آجاتی ہے قبر میں پہنچ کر پتہ چلتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے۔محض چند روز کی چہل پہل تھی مال ودولت دنیا فانی ہے اور اصل زندگی اور ابدی زندگی آخرت کی زندگی ہے جہاں دنیا کا مال واسباب کام نہ آئے گا بلکہ وہاں صرف اعمال صالحہ ہی کام آئیں

گے۔(تفسیر عثمانی، معارف الحدیث : ۱/۵۷)

قاتل ومقتول دونوں جنت میں داخل ہوئے

۲۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : یَضْحَکُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اِلٰی رَجُلَیْنِ یَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ یَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُ هٰذَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُقْتَلُ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَی الْقَاتِلِ فَیُسْلِمُ فَیُسْتَشْهَدُ"مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۲۴) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ دوافراد کو دیکھ کر ہنسیں گے جن میں سے ایک دوسرے کا قاتل ہوگا مگر اس کے باوجود دونوں جنت میں جائیں گے ایک اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہوا شہید ہوگیا ہوگا اور اس کو قتل کرنے والے کو توبہ کی توفیق ہوئی مسلمان ہوا اور وہ بھی شہید ہوگیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۴): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الکافر یقتل المسلم ثم اسلم فیسدد بعد ویقتل. صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب بیان الرجل یقتل احدهما الآخر یدخلان الجنة.

کلمات حدیث: ضحك، یضحك، ضحكا (باب سمع) ہنسنا۔ ضاحك : ہنسنے والا۔ مضحاك : بہت ہنسنے والا۔ یستشهد : گواہی دیتا ہے، شہید ہوجاتا ہے، دراصل شہید ہوجانے والا اپنی جان کی قربانی دے کر اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جس دین پر وہ ایمان لایا تھا وہی سچا دین ہے، اس لیے اسے شہید کہا جاتا ہے۔ شهد شهادةً : (باب سمع) گواہی دینا۔ شاهد : گواہ۔

شرح حدیث: ایک مسلمان جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہوگیا وہ تو بلاشبہ جنتی ہے، لیکن اتفاق یہ ہوا کہ اس مسلمان کو مارنے والا کافر مسلمان ہوجاتا ہے اور پھر یہ بھی جہادِ حق میں شرکت کرتا ہے اور شہید ہوجاتا ہے اور بالآخر یہ بھی جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ تو اللہ سبحانہٗ ان دونوں کو جنت میں دیکھ کر خندیدہ ہوتے ہیں یعنی خوش ہوتے ہیں کہ قاتل جو کفر میں بھی مبتلا تھا اور مسلمان کا قاتل تھا وہ بھی جنت میں پہنچ گیا۔ غرض کفر اور قتل دونوں ہی بہت بڑے بڑے گناہ ہیں جب اس قدر بڑے گناہوں سے توبہ قابل قبول ہے تو انسان کو کسی بھی مرحلے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اور توبہ واستغفار کرتے رہنا چاہیے کہ وہ رحیم وکریم ہے اور غفور ورحیم ہے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۹٤)

البَابُ (۳)

باب الصبر

صبر کا بیان

۷. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱصْبِرُواْ وَصَابِرُواْ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے ایمان والو خود صبر کرو اور مقابلہ میں بھی صبر کرو۔'' (آل عمران: ۲۰۰)

تفسیری نکات: صبر کے لفظی معنی رکنے کے ہیں، لیکن قرآن وسنت میں صبر کے معنی نفس کو خلافِ طبع امور پر جمانا صبر کہلاتا ہے۔ صبر کی تین صورتیں ہیں:

(۱) طاعتوں پر صبر یعنی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے تمام احکام بجالانا اور تسلیم ورضا کے ساتھ تعمیل احکام میں استقامت اختیار کرنا۔

(۲) ان تمام امور سے جن سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کر دیا ان سے اجتناب کرنا اور اس اجتناب پر قائم رہنا۔

(۳) مصائب اور تکالیف پر صبر۔

یہ آیتِ کریمہ سورۂ آلِ عمران کی اختتامی آیت ہے جس میں مسلمانوں کو نہایت جامع نصیحت فرمادی جو کہ درحقیقت اس پوری سورت کا خلاصہ ہے، یعنی اگر کامیاب ہونا اور دنیا اور آخرت میں مراد کو پہنچنا چاہتے ہو تو سختیاں اٹھا کر اور مصائب جھیل کر بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر جمے رہو اور ہر چھوٹی بڑی معصیت سے مجتنب رہو اور دشمن کے سامنے ثابت قدمی اور مضبوطی دکھاؤ اور اسلام اور حدودِ اسلام کی حفاظت میں لگے رہو۔ (تفسیر عثمانی : آلِ عمران)

۸. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ ٱلْخَوْفِ وَٱلْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِ ۗ وَبَشِّرِ ٱلصَّـٰبِرِينَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''ہم خوف، فاقہ اور مال وجان اور پھلوں میں نقص وکمی کر کے تمہاری آزمائش ضرور کریںگے پس آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے۔'' (البقرۃ: ۱۵۵)

تفسیری نکات: اس آیت سے ذرا پہلے ذکر وشکر اور ترکِ کفران کا ذکر ہوا جو درحقیقت جملہ طاعات اور منہیات کو محیط ہیں اور جن کا انجام دینا دشوار امر ہے اس لیے ان کی سہولت کے لیے یہ طریقہ بتلایا گیا کہ صبر وصلاۃ سے مدد لو کہ ان کی مداومت سے تم پر تمام امور سہل کر دیئے جائیں گے اور جہاد کرو کہ اس میں صبر اعلیٰ درجہ کا ہے۔ ازاں بعد فرمایا کہ ہم صبر میں تمہاری آزمائش بھی کریں گے ڈر سے اور بھوک

سے اور مال وجان اور پیداوار کے نقصان سے اور جو ان آزمائشوں میں اللہ کے دین پر ثابت قدم رہے تو آپ ایسے صابرین کو خوش خبری سنا دیجئے۔ (تفسیر عثماني : البقرة)

۹. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّـٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''صبر کرنے والوں کو ان کے صبر کا صلہ بے حد وحساب ملے گا۔'' (الزمر: ۱۰)

اللہ کی زمین وسیع ہے

تفسیری نکات: اس آیت سے قبل فرمایا کہ اللہ کی زمین وسیع ہے، یعنی اگر کسی علاقے یا ملک میں مسلمان کو احکامِ الٰہی پر عمل کرنے میں دشواری ہو اور وہاں کے لوگ مسلمانوں کو شریعت پر عمل کرنے سے روکتے ہوں تو اللہ کی زمین کشادہ ہے، ہجرت کر کے کسی ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں احکامِ الٰہی کی تعمیل میں رکاوٹ نہ ہو، بلاشبہہ اس ترکِ وطن میں تکالیف کا سامنا ہوگا اور مصائب برداشت کرنا پڑیں گے اور خلافِ عادت امور پر صبر کرنا پڑے گا لیکن اللہ کے یہاں اس صبر پر اجر وثواب بھی بے حساب ہے۔ (تفسیر عثمانی)

۱۰. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ ﴾

ارشادِ الٰہی ہے:

''اور جو صبر کرے اور قصور معاف کر دے تو یہ ہمت کے کام ہیں۔'' (الشوریٰ: ۴۳)

برائی کا بدلہ بھلائی ہے

تفسیری نکات: اس آیت سے پہلے فرمایا کہ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، یعنی اگر کسی پر ظلم وزیادتی ہو تو وہ اس زیادتی کا اتنا ہی بدلہ لے سکتا ہے اور بہتر یہی ہے کہ معاف کر دے۔ غصہ کو پی جانا اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کر دینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص پر ظلم ہوا ہو اور وہ محض اللہ تعالیٰ کے واسطے درگزر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ اس کی عزت میں اضافہ کرے گا اور اس کی مدد فرمائے گا۔ (تفسیر عثمانی)

۱۱. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ ٱسْتَعِينُوا۟ بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّـٰبِرِينَ ﴿١٥٣﴾ ﴾

اور فرمایا ہے:

''صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (البقرۃ: ۱۵۳)

صبر ونماز سے مدد حاصل کریں

تفسیری نکات: اس آیتِ کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ مصائب ومشکلات کے دور کرنے کا طریقہ دوامور ہیں: صبر اور نماز۔ جب کوئی مصیبت آئے اسے اللہ کی طرف سے سمجھے اس پر ناگواری کے بجائے صبر کرے اور اس صبر پر اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی امید رکھے اور صبر کے ساتھ نماز سے مدد لے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی اہم بات پیش آتی تو آپ نماز کی طرف رجوع فرماتے۔ (تفسیر عثمانی)

۱۲. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِي الْاَمْرِ بِالصَّبْرِ وَبَيَانِ فَضْلِهِ كَثِيْرَةٌ مَعْرُوْفَةٌ .

نیز فرمایا ہے:

''اور ہم تم لوگوں کو آزمائیں گے تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں۔''

(محمد:۳۱)

تفسیری نکات: مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ چاہتے ہیں کہ جہاد کی شدت اور اس کی مشکلات سے پتہ چل جائے کہ کون لوگ اللہ کے راستے میں لڑنے والے اور شدید ترین امتحان میں ثابت قدم رہنے والے ہیں یعنی ہر ایک کے ایمان اور اطاعت اور انقیاد کا وزن معلوم ہوجائے۔ (تفسیر عثمانی)

صفائی نصف ایمان ہے

۲۵. وَعَنْ اَبِیْ مَالِکٍ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِيْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ. اَوْتَمْلَاُ . مَابَيْنَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَکَ اَوْعَلَيْکَ . كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْمُوْبِقُهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۵) ابو مالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پاکیزگی نصف ایمان ہے الحمدللہ کہنا ترازو کو ثواب سے بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ الحمدللہ کے کلمات آسمان اور زمین کے درمیان فضا کو بھر دیتے ہیں۔ نماز نور ہے، صدقہ برہان ہے صبر روشنی ہے اور قرآن کریم تمہارے حق میں دلیل ہے یا تمہارے خلاف دلیل ہے ہر انسان جب صبح کو اٹھتا ہے تو اپنی جان کا سودا کرتا ہے یا تو اسے آزاد کرا لیتا ہے یا ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۵): صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الطہور .

راوی حدیث: حضرت ابو مالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر مشرف با سلام ہوئے بعض

غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک رہے اور حجۃ الوداع میں بھی شرکت فرمائی۔ ان سے ۲۷ احادیث مروی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا۔

کلماتِ حدیث: شَطْر : نصف، حصہ۔ شطَر شطراً (باب نصر) الشیئ: کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا۔ طھُر طھوراً وطھارۃً (باب نصر وکرم) پاک ہونا۔ الطُّھور: پاکی۔ الطَّھور: پانی جس سے پاکی حاصل کی جائے۔ برھان: دلیل جمع براہین۔ فَمعتِقُھا: عتق عتِقاً (باب ضرب) آزاد ہونا۔ موبقھا، وَبَق، وبقاً (باب ضرب) ہلاک ہوا۔ مُوبِق : ہلاک کرنے والا۔ جمع مُوبقات ۔ السبع الموبقات : سات بڑے گناہ جو آدمی کو تباہ کر دینے والے ہیں۔ موبق : جائے ہلاکت۔

شرحِ حدیث: اس حدیثِ مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے دین کے بہت سے حقائق بیان فرمائے ہیں، پہلی بات یہ ارشاد فرمائی کہ طہارت و پاکیزگی ایمان کا خاص جزو اور اس کا ایک اہم حصہ ہے۔ طہارت و پاکیزگی کی اہمیت بیان فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کا اجر وثواب اور اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنے کا مطلب اپنے اس یقین کا اظہار اور اس کی شہادت دینا ہے کہ ساری خوبیاں اور سارے کمالات جن کی بنا پر کسی کی حمد وثناء کی جاسکتی ہے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہیں اور اس لیے ساری حمد وستائش بس اسی کے لیے ہے یہی تسبیح وتحمید حق تعالیٰ کی نورانی اور معصوم مخلوق فرشتوں کا خاص وظیفہ ہے۔ نحن نسبح بحمدک (اے اللہ! ہم تیری حمد وتسبیح میں مصروف رہتے ہیں) پس انسانوں کے لیے بھی بہترین وظیفہ اور مقدس ترین شغل یہی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اور سارے عالم کے خالق و پروردگار کی تسبیح کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی کی ترغیب کے لیے فرمایا ہے کہ ایک کلمہ سبحان اللہ میزانِ عمل کو بھر دیتا ہے اور اس سبحان اللہ کے ساتھ الحمد للہ بھی مل جائے تو ان دونوں کا نور زمین وآسمان کی ساری فضاؤں کو معمور ومنور کر دیتا ہے۔ حمد وتسبیح کی اس فضیلت اور ترغیب کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز نور ہے کہ نماز کی برکت سے قلب مؤمن نور سے منور ہو جاتا ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ فواحش سے بچتا اور منکرات سے اجتناب کرتا ہے اور آخرت میں نماز نور بن کر مؤمن کے آگے آگے چلے گی۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ دلیل بُرہان ہے یعنی اس امر کی دلیل ہے کہ صدقہ کرنے والا مؤمن اور مسلم ہے کیونکہ اگر دل میں ایمان نہ ہو تو اپنی کمائی کا صدقہ کرنا آسان نہیں ہے اور آخرت میں صدقہ کو اس کے ایمان کی دلیل اور نشانی مان کر اس کو انعامات سے نوازا جائے گا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صبر کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ ضیاء یعنی روشنی اور اجالا ہے۔ قرآن وحدیث کی زبان میں صبر کے معنی ہیں اللہ کے حکم کے تحت نفس کی خواہشات کو دبانا اور اس راہ میں تلخیاں اور ناگواریاں برداشت کرتے رہنا۔ اس لحاظ سے صبر گویا پوری دینی زندگی کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے اور اس میں نماز، روزہ، صدقہ، حج اور جہاد اور ان کے علاوہ اللہ کے لیے دین کے اور دین کے احکام کی پابندی میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کرنا سب ہی صبر کے مفہوم میں داخل ہے اور اسی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ صبر ضیاء ہے۔ قرآن کریم میں چاند کی روشنی کو نور اور سورج کی روشنی کو ضیاء فرمایا ہے ﴿ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا ﴾ (سورۂ یونس : ۵) اس لحاظ سے صبر اور نماز سے پیدا ہونے والی روشنیوں میں وہی نسبت ہوگی جو سورج

اور چاند کی روشنی میں ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے بارے میں فرمایا کہ وہ یا تو تمہارے حق میں دلیل ہے یا تمہارے خلاف۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کا ہدایت نامہ ہے اب اگر تمہارا تعلق اور رویہ اس کے ساتھ عظمت واحترام اور اتباع کا ہوگا جیسا کہ ایک صاحب ایمان کا ہونا چاہیے تو وہ تمہارے لیے شاہد و دلیل بنے گا اور اگر تمہارا رویہ اس کے برخلاف ہوگا تو پھر اس کی شہادت تمہارے خلاف ہوگی۔

انسان کی زندگی مسلسل ایک تجارت ہے

ان تنبیہات اور ترغیبات کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آخر میں ارشاد فرمایا کہ اس دنیا کا ہر انسان روزانہ اپنے نفس اور اپنی جان کا سودا کرتا ہے پھر یا تو وہ اس کو نجات دلانے والا ہے یا ہلاک کرنے والا ہے، مطلب یہ ہے کہ انسان کی زندگی ایک مسلسل تجارت اور سوداگری ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور رضاطلبی والی زندگی گزار رہا ہے تو اپنی ذات کے لیے بڑی اچھی کمائی کر رہا ہے اور اس کی نجات کا سامان کر رہا ہے اور اگر اس کے برعکس وہ نفس پرستی اور خدا فراموشی کی زندگی گزار رہا ہے تو وہ اپنی تباہی اور بربادی کما رہا ہے اور اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنا رہا ہے۔ (دليل الفالحين : ۹۷/۱ ۔ معارف الحديث : ۵۰/۳)

●●●●●●●●●●●●

رسول ﷺ کی سخاوت

۲۶. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ نَاسًا مِنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ حَتّٰى نَفِدَمَا عِنْدَه' فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ اَنْفَقَ كُلَّ شَيْئٍ بِيَدِهٖ : مَايَكُنْ عِنْدِیْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ. وَمَا اُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۶)　حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے دستِ سوال دراز کیا، آپ ﷺ نے عطا فرمایا۔ انہوں نے پھر مانگا آپ ﷺ نے پھر دے دیا یہاں تک کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہوگیا۔ سب کچھ ختم ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جو کچھ ہے میں اسے تم سے روک کر نہیں رکھتا سب تقسیم کر دیتا ہوں لیکن یاد رکھو کہ جو بے نیازی اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز بنا دیتا ہے اور جو غنا اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے غنی بنا دیتے ہیں اور جو صبر اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا فرما دیتے ہیں اور کسی شخص کو کوئی عطیہ ایسا نہیں ملا جو صبر سے بہتر اور وسیع تر ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۶): صحيح البخاری، كتاب الزكاة، باب الاستغناء من المسألة . صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل التعفف و الصبر.

کلمات حدیث: فأعطاهم : پس انہیں عطا فرمایا، انہیں دیا۔ أعطى إعطاءً (باب افعال) دیا۔ عَطِيَّه : اسی سے ہے۔ يعفّ :

عَفَّ، عِفَّةً وعَفافاً (بابِ ضرب): حرام یا غیر مستحسن کام سے احتراز کرنا، پاکدامن ہونا۔ عفیف : پاکدامن مؤنث عفیفۃ۔ یَسْتَغْنی : استغناء سے یعنی بے نیاز ہونا۔ غَنِیَ غنًی (باب سمع) استغناء (باب استفعال)۔

قناعت واستغفار

شرح حدیث: قناعت واستغفار ایسے اوصاف ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتے ہیں اور اسے دنیا میں بھی دل کی بے چینی اور کڑھن کے سخت عذاب سے بھی نجات مل جاتی ہے قناعت اور استغناء کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ ملے وہ اس پر راضی اور مطمئن ہو جائے اور زیادہ کی حرص اور لالچ نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد احادیث میں استغناء کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ استغناء یہ ہے کہ انسان اکل حلال پر قناعت کرے اور طلبِ دنیا میں اپنی غیرت نفس کو پامال نہ کرے، ہر وقت دنیا کی طلب میں لگے رہنا اور دنیا کے پیچھے دیوانہ وار دوڑنا اور جہاں ذرا سا فائدہ نظر آئے اس کے پیچھے جان کھپانا استغناء کے خلاف ہے۔ اللہ ہی ہے جو انسان کو رزق عطا کرتا ہے اس لیے رزق اللہ ہی سے طلب کرنا چاہیے۔ (دلیل الفالحین : ۱/......)

اس حدیث مبارک میں تعفف استغناء اور صبر کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ يَحْسَبُهُمُ ٱلْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ ٱلتَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُونَ ٱلنَّاسَ إِلْحَافًا ﴾

''ناواقف ان ضرورت مندوں کو غنی گمان کرتے ہیں ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے حالانکہ تم ان کے چہروں سے ان کو پہچان لو گے یہ لوگوں سے نہیں مانگتے پیچھے پڑ کر۔'' (البقرۃ:۲۷۳)

مؤمن ہر حال میں فائدہ میں

۲۷. وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰی صُهَیْبِ بْنِ سِنَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَیْرٌ وَلَیْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ : اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَیْرًا لَهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَیْرًا لَهٗ ''. رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۷) حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کا معاملہ کیا خوب ہے، اس کی ہر بات اس کے لیے باعث خیر ہے اور یہ بات کہ اسے کوئی خوشی ہو تو شکر کرتا ہے اور کوئی تکلیف ہو تو صبر کرتا ہے اسی طرح ہر حالت اس کے لیے باعث خیر بن جاتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۷): صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب المؤمن أمره کله خیر .

راوی حدیث: حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رومی کہلاتے تھے رومی نہ تھے لیکن رومیوں نے انہیں بچپن ہی میں غلام بنا لیا تھا اور انہیں مکہ لا کر فروخت کر دیا تھا۔ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ قریش مکہ کی سختیوں اور تعذیب کا شکار ہوئے، ہجرت کا ارادہ کیا تو

مشرکین جانے کی اجازت نہ دیتے تھے انہوں نے اپنا سارا مال ان کے حوالہ کیا اور خود تن تنہا ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے رسول اللہ ﷺ نے حسرت کا اظہار فرمایا اور قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْرِى نَفْسَهُ ٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ ٱللَّهِ ﴾ متعدد غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد خلیفہ کے تقرر تک تین دن تک امامت کا فریضہ انجام دیا۔ آپ سے ۳۰ احادیث مروی ہیں۔ ۷۲ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ (تہذیب التہذیب : ۲/۵۵۶)

کلماتِ حدیث: عجب اور عجاب: کوئی قابل تعجب بات، اسی سے عجیب اور اعجوبہ ہے۔ شکر: محسن کے احسان کی تعریف اور ستائش کرنا۔ انسان کا محسن اعظم اللہ تعالیٰ ہے اس لیے انسان پر اس کا شکر واجب ہے۔ ضراء: مصیبت، تکلیف۔

شرحِ حدیث: اس دنیا میں تکلیف اور راحت سب ہی کے لیے ہے اور ہر انسان کو زندگی کے مختلف مراحل میں ان سے واسطہ پڑتا رہتا ہے تکلیف و مصیبت پر جزع و فزع اور راحت و آرام پر فخر و غرور مؤمن کی شان نہیں ہے۔ اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ مصیبت ہو یا راحت تکلیف ہو یا آرام فراخی ہو یا تنگی ہر حال میں اپنے خالق و مالک کے شکر گزار رہتے ہیں۔ انہیں اگر کوئی تکلیف پیش آتی ہے تو بندگی کی پوری شان کے ساتھ صبر کرتے ہیں اور جب انہیں راحت ملتی ہے تو حضورِ حق میں شکر بجالاتے ہیں اور چونکہ دکھ سکھ اور خوشی و ناخوشی ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان کی زندگی کسی وقت بھی خالی نہیں رہتی اس لیے ان بندگانِ خدا کے قلوب بھی صبر و شکر کی کیفیات سے ہمہ دم معمور رہتے ہیں۔ (معارف الحدیث : ۱/۱۹۱)

ہر تکلیف کے بعد راحت

۲۸۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : وَاكَرْبَ اَبَتَاهُ فَقَالَ لَيْسَ عَلٰى اَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ: يَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ، يَا اَبَتَاهُ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَاوَاهُ يَا اَبَتَاهُ اِلٰى جِبْرِيْلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۲۸) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور کرب کی وجہ سے آپ پر غشی سی طاری ہوتی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پکار اٹھیں آہ! میرے باپ کی تکلیف! یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا آج کے بعد تیرے باپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ جب آپ ﷺ رحلت فرما گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولیں آہ میرے باپ! آپ ﷺ نے پروردگار کے بلاوے کو قبول فرمایا، اے میرے باپ! جنت الفردوس آپ ﷺ کا ٹھکانہ ہے اے میرے باپ! ہم جبرئیل علیہ السلام کو آپ کی وفات کا پرسہ دیتے ہیں اور جب آپ ﷺ کی تدفین ہوگئی تو فاطمہ کہنے لگیں تمہیں کیسے گوارا ہوگیا کہ تم اللہ کے رسول

ﷺ کو تہ خاک دفن کرو۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۲۸): صحيح البخاری، كتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته .

کلماتِ حدیث: ثقُل، ثقلاً (باب کرم): بیماری کا شدت اختیار کرنا۔ کرب: رنج ومشقت جمع کروب۔ تحثوا، حثا، حثواً (باب نصر) مٹی ڈالنا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کو مرض الموت میں جب شدت ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرطِ غم سے بے چین ہو گئیں اور شدتِ غم کے باوجود ان کا کمالِ صبر یہ تھا کہ صرف اتنا ہی زبان سے نکلا اے میرے باپ! اور جسدِ اطہر کی تدفین کے بعد کہنے لگیں کہ ”تمہیں کیسے گوارا ہوا کہ تم اللہ کے رسول ﷺ کو تہ خاک کردو۔“ حقیقت یہ ہے کہ تمام صحابۂ کرام کے لیے یہ اتنا بڑا صدمہ تھا کہ سب قلق واضطراب میں ڈوب گئے اور صدمہ سے نڈھال ہوگئے لیکن فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح سب ہی نے کمالِ صبر اختیار کیا اور ثابت قدم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صبر کے عنوان کے تحت ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی رحلت کے صدمہ سے بڑھ کر صحابۂ کرام کے لیے کون سا صدمہ ہوسکتا تھا اور اس مصیبت سے بڑھ کر کون سی مصیبت ہوسکتی تھی لیکن انہوں نے اس پر بھی صبر فرمایا اور اپنے اس عمل سے امت کو صبر کی تعلیم دی۔ (دليل الفالحين : ۱/ ۱۰٤)

عزیز واقارب کی موت پر صبر کرنا

۲۹. وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحِبِّهٖ وَابْنِ حِبِّهٖ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، اَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ ابْنِیْ قَدِاحْتُضِرَ فَاشْهَدْنَا فَاَرْسَلَ یُقْرِیءُ السَّلاَمَ وَیَقُوْلُ : اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطیٰ وَکُلُّ شَیْئٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَیْهِ تُقْسِمُ عَلَیْهِ لَیَاتِیَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَاُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ، وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَرِجَالٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَرُفِعَ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِیُّ فَاَقْعَدَهٗ فِیْ حِجْرِهٖ وَنَفْسُهٗ تَقَعْقَعُ، فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ(صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)مَاهٰذَا؟ فَقَالَ : هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالیٰ فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ“ وَفِیْ رِوَایَةٍ : فِیْ قُلُوْبِ مَنْ شَآءَ مِنْ عِبَادِهٖ وَاِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ“ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

وَمَعْنیٰ ”تَقَعْقَعُ“: تَتَحَرَّکُ وَتَضْطَرِبُ .

(۲۹) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ، رسول اللہ ﷺ کے غلام، آپ کے محبوب اور محبوب کے فرزند رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادی نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا عالم نزع میں ہے آپ ﷺ تشریف لایئے۔ جواب میں آپ ﷺ نے بعد از سلام کہلوایا کہ جو اللہ نے لیا وہ اسی کا دیا ہوا تھا اور ہر وہ شئے جو اس نے دی ہے اسی کی ہے اور

اس کے ہاں ہر شئے کی مدت مقرر ہے، اس لیے صبر کرو اور اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھو۔ صاحبزادی نے پھر پیغام بھیجا اور قسم دے کر کہلوایا کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور کچھ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف لائے۔ بچہ آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا آپ ﷺ نے اسے گود میں لیا تو اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ اس پر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) یہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت فرمایا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہے ودیعت فرما دیتے ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رحم کرنے والے بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

تقعقع: کے معنی ہے حرکت واضطراب۔

تخریج حدیث (۲۹): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببکاء اهله علیه . صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت.

راوی حدیث: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بعثتِ نبوی ﷺ سے سات سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے، ان کے والد حضرت زید رسول اللہ ﷺ کے متبنیٰ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد مرتبہ حضرت اسامہ کو سریہ کا سربراہ بنا کر بھیجا وفات سے ذرا قبل بھی آپ ﷺ نے انہیں ایک سریہ کا امیر مقرر کیا تھا جس میں کبار صحابہ بھی شامل تھے اور یہ سریہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد روانہ ہوا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ محبوب رکھتے تھے اسی طرح ان کے والد زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اور اسامہ ان کے والد زید بن حارثہ اور حارثہ یعنی دادا، بیٹا اور پوتا تینوں صحابی تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۱۲۸ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۱۷ متفق علیہ ہیں۔ ۵۴ھ میں انتقال فرمایا۔ (تهذیب التهذیب : ۱/۱۹٤)

کلمات حدیث: اجل : مدت مقررہ جمع آجال۔ اجل مسمی: متعین اور مقرر وقت۔ تَقَعْقَع: مضطرب ومتحرک ہونا۔ شدت، حرکت اور اضطراب سے آواز پیدا ہونا۔ فَاضَ، فیضاً (باب ضرب): جاری ہوا، فیضان مصدر ہے۔ فاضت عینه : آنسو بہہ نکلے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کی یہ صاحبزادی جن کا اس حدیث میں ذکر ہے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور یہ بچہ اگر لڑکا ہے تو محتمل یہ ہے کہ اس کا نام علی ہے جو حضرت زینب کے صاحبزادے تھے اور اگر یہ بچہ لڑکی ہے تو مراد امامہ بنت زینب ہیں جو زندہ رہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح کیا۔ ہوسکتا ہے کہ بحکم رب حضرت زینب کے صبر اور رسول اللہ ﷺ کی برکت سے وہ اس وقت شفا پا گئی ہوں اور زندہ رہی ہوں۔ اگر ایسا ہے تو یہ بات رسول اللہ ﷺ کے دلائل نبوت میں سے ہے۔

غرض حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی بچہ بیمار تھا اور اس کی زندگی کی امید منقطع ہوگئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو بلوایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ جو چیز واپس لے لے وہ بھی اسی کی ہے اور جو اس نے دیا ہے وہ بھی اسی کا دیا ہوا ہے" یعنی مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے جو چیز بھی ہمارے پاس ہے وہ بھی اسی کی ہے اور اس نے بطورِ امانت انسان کو دی ہے تو اگر اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی امانت واپس

لے لے۔ تو اس پر جزع وفزع کے بجائے صبر سے [illegible] امانت امانت والے کے سپرد کردینی چاہیے، لیکن چونکہ مرنے والے سے وارثوں کو قلبی تعلق ہوتا ہے اور اللہ ہی نے انسانوں کے دلوں میں محبت والفت اور رحمت ودیعت فرمائی ہے اس لیے رونے میں کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے بچہ گود میں لیا اور اس کی تکلیف اور بے چینی دیکھی تو چشم ہائے مبارک سے آنسو ابل پڑے اور فرمایا کہ یہ وہ رحمت ہے جو اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت فرمائی ہے۔

(صحیح مسلم لشرح النووی، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببکاء اهله دلیل الفالحین : ۱/۱۰۶)

معصوم بچے کا اپنی ماں کو صبر کی تلقین کرنا
(اصحاب الاخدود کا واقعہ)

۳۰۔ وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ مَلِكٌ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ فَلَمَّا كَبِرَ قَالَ لِلْمَلِكِ اِنِّيْ قَدْ كَبِرْتُ فَابْعَثْ اِلَيَّ غُلَامًا اُعَلِّمْهُ السِّحْرَ: فَبَعَثَ اِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهُ وَكَانَ فِيْ طَرِيْقِهِ اِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ فَقَعَدَ اِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهُ فَاَعْجَبَهُ وَكَانَ اِذَا اَتَى السَّاحِرَ مَرَّ بِالرَّاهِبِ وَقَعَدَ اِلَيْهِ. فَاِذَا اَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهُ فَشَكَا ذٰلِكَ اِلَى الرَّاهِبِ فَقَالَ: اِذَا خَشِيْتَ السَّاحِرَ فَقُلْ: حَبَسَنِيْ اَهْلِيْ وَاِذَا خَشِيْتَ اَهْلَكَ فَقُلْ حَبَسَنِي السَّاحِرُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ اَتٰى عَلٰى دَآبَّةٍ عَظِيْمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ فَقَالَ: اَلْيَوْمَ اَعْلَمُ السَّاحِرُ اَفْضَلُ اَمِ الرَّاهِبُ اَفْضَلُ؟ فَاَخَذَ حَجَرًا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَمْرُ الرَّاهِبِ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ اَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّابَّةَ حَتّٰى يَمْضِيَ النَّاسُ فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَمَضَى النَّاسُ فَاَتَى الرَّاهِبَ فَاَخْبَرَهُ: فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ اَيْ بُنَيَّ اَنْتَ الْيَوْمَ اَفْضَلُ مِنِّيْ قَدْ بَلَغَ مِنْ اَمْرِكَ مَا اَرٰى وَاِنَّكَ سَتُبْتَلٰى فَاِنِ ابْتُلِيْتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ: وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْاَدْوَاءِ فَسَمِعَ جَلِيْسٌ لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِيَ فَاَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيْرَةٍ فَقَالَ مَا هٰهُنَا لَكَ اَجْمَعُ اِنْ اَنْتَ شَفَيْتَنِيْ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اَشْفِيْ اَحَدًا اِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِنْ اٰمَنْتَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى دَعَوْتُ اللّٰهَ فَشَفَاكَ فَاٰمَنَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى فَشَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ اِلَيْهِ كَمَا كَانَ يَجْلِسُ: فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ؟ قَالَ رَبِّيْ قَالَ وَلَكَ رَبٌّ غَيْرِيْ؟ قَالَ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ: فَاَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الْغُلَامِ فَجِيْئَ بِالْغُلَامِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: اَيْ بُنَيَّ قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ مَا تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ فَقَالَ: اِنِّيْ لَا اَشْفِيْ اَحَدًا اِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ فَجِيْئَ بِالرَّاهِبِ فَقِيْلَ لَهُ: ارْجِعْ عَنْ دِيْنِكَ فَاَبٰى فَدَعَا بِالْمِنْشَارِ فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِيْ مَفْرِقِ رَاْسِهِ فَشَقَّهُ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ، ثُمَّ جِيْئَ بِجَلِيْسِ الْمَلِكِ

فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ فَشَقَّهُ بِهِ حَتَّى وَقَعَ شِقَّاهُ فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ : اذْهَبُوا بِهِ إِلَى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا فَاصْعَدُوا بِهِ الْجَبَلَ فَإِذَا بَلَغْتُمْ ذِرْوَتَهُ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاطْرَحُوهُ. فَذَهَبُوا بِهِ فَصَعِدُوا بِهِ الْجَبَلَ فَقَالَ : اللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوا وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ. فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ : مَا فَعَلَ بِأَصْحَابِكَ، فَقَالَ كَفَانِيهِمُ اللّٰهُ تَعَالَى، فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ : اذْهَبُوا بِهِ فَاحْمِلُوهُ فِي قُرْقُورٍ وَتَوَسَّطُوا بِهِ الْبَحْرَ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاقْذِفُوهُ. فَذَهَبُوا بِهِ فَقَالَ: اللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَانْكَفَأَتْ بِهِمُ السَّفِينَةُ فَغَرِقُوا وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ : فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ : مَا فَعَلَ بِأَصْحَابِكَ ؟ فَقَالَ كَفَانِيهِمُ اللّٰهُ تَعَالَى فَقَالَ لِلْمَلِكِ إِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِي حَتَّى تَفْعَلَ مَا آمُرُكَ بِهِ قَالَ : مَا هُوَ؟ قَالَ تَجْمَعُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَتَصْلُبُنِي عَلَى جِذْعٍ ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِي ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ. ثُمَّ ارْمِنِي فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَتَلْتَنِي، فَجَمَعَ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَصَلَبَهُ عَلَى جِذْعٍ ثُمَّ أَخَذَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ السَّهْمُ فِي صُدْغِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي صُدْغِهِ فَمَاتَ فَقَالَ النَّاسُ : آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ فَأُتِيَ الْمَلِكُ فَقِيلَ لَهُ : أَرَأَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ قَدْ وَاللّٰهِ نَزَلَ بِكَ حَذَرُكَ، قَدْ آمَنَ النَّاسُ. فَأَمَرَ بِالْأُخْدُودِ بِأَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدَّتْ وَأُضْرِمَ فِيهَا النِّيرَانُ وَقَالَ: مَنْ لَمْ يَرْجِعْ عَنْ دِينِهِ فَأَقْحِمُوهُ فِيهَا أَوْقِيلَ لَهُ اقْتَحِمْ فَفَعَلُوا حَتَّى جَاءَتِ امْرَأَةٌ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا فَتَقَاعَسَتْ أَنْ تَقَعَ فِيهَا فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ : يَا أُمَّهْ اصْبِرِي فَإِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

" ذِرْوَةُ الْجَبَلِ " أَعْلَاهُ وَهِيَ بِكَسْرِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَضَمِّهَا" "وَالْقُرْقُورُ بِضَمِّ الْقَافَيْنِ نَوْعٌ مِنَ السُّفُنِ وَالصَّعِيدُ هُنَا الْأَرْضُ الْبَارِزَةُ وَالْأُخْدُودُ" الشُّقُوقُ فِي الْأَرْضِ كَالنَّهْرِ الصَّغِيرِ " أُضْرِمَ أُوقِدَ وَانْكَفَأَتْ : أَيْ : انْقَلَبَتْ وَتَقَاعَسَتْ : تَوَقَّفَتْ وَجَبُنَتْ.

(۳۰) حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس بادشاہ کے دربار میں ایک ساحر تھا۔ وہ ساحر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں اب بوڑھا ہوگیا ہوں اگر کوئی بچہ میرے سپرد کردو تو میں اسے سحر کی تعلیم دے دوں چنانچہ بادشاہ نے علم سحر سیکھنے کے لیے لڑکا ساحر کے سپرد کردیا۔ لڑکے کے راستے میں ایک راہب تھا لڑکا اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس کی باتیں سنیں جو اسے اچھی لگیں۔ اب یہ ہوتا کہ وہ جب ساحر کے پاس آتا تو پہلے راہب کے پاس بیٹھتا اور جب ساحر کے پاس (دیر سے پہنچتا) تو وہ اسے مارتا۔ اس نے اس بات کا راہب سے شکوہ کیا۔ راہب نے کہا کہ جب تم ساحر سے اندیشہ محسوس کرو تو کہہ دیا کرو کہ گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خطرہ ہو تو کہہ دیا کرو کہ مجھے ساحر نے روک لیا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ایک عظیم جانور لوگوں کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا، لڑکے نے کہا کہ آج معلوم ہو جائے گا کہ ساحر افضل ہے یا راہب افضل ہے؟ یہ سوچ کر اس نے پتھر اٹھایا اور کہنے لگا اے اللہ! اگر آپ کے نزدیک راہب کا معاملہ ساحر کے معاملے سے پسندیدہ ہے تو اس جانور کو مار دے تا کہ لوگ گزر سکیں اور اس نے یہ کہہ کر وہ پتھر اس جانور کے مارا جس سے وہ مر گیا اور لوگوں کا راستہ کھل گیا۔ لڑکے نے راہب کو یہ واقعہ سنایا تو راہب نے کہا کہ اے میرے بیٹے! آج تجھے مجھ پر فضیلت حاصل ہوگئی ہے اور میرے خیال میں تو ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں تجھے آزمائشوں میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ اگر کوئی آزمائش آئے تو میرے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ اب یہ لڑکا مادر زاد اندھوں، برص کے مریضوں اور لوگوں کی دیگر بیماریوں کا علاج کرتا۔ بادشاہ کا ایک مصاحب بھی اندھا ہو گیا تھا اس نے جب یہ خبر سنی تو وہ اس کے پاس تحائف لے کر آیا اور کہنے لگا یہ سب تحائف تمہارے ہیں اگر تمہارے علاج سے مجھے شفا ہو جائے۔ لڑکے نے کہا کہ میں شفا نہیں دیتا شفا دینے والا اللہ ہے اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں تمہارے لیے دعا کروں وہ تمہیں شفا دے گا۔ وہ شخص ایمان لے آیا اور اللہ کے حکم سے اسے شفا ہوگئی۔ وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور اسی طرح بیٹھ گیا جیسے بیٹھا کرتا تھا بادشاہ نے پوچھا کہ تمہاری بینائی کیسے لوٹ آئی اس نے کہا کہ میرے رب کے حکم سے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تیرا میرے سوا بھی کوئی رب ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرا اور تیرا رب اللہ ہے، اس پر بادشاہ نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے تعذیب دینے کا حکم صادر کیا، یہاں تک کہ اس نے لڑکے کے بارے میں بتا دیا۔ اس پر لڑکے کو لایا گیا۔ بادشاہ نے لڑکے سے کہا کہ صاحبزادے تمہارے سحر کا یہ حال ہے کہ تم مادر زاد اندھے اور مبروص کو درست کر دیتے ہو اور ایسے ایسے کام کرتے ہو۔ لڑکے نے جواب دیا میں کسی کو شفا نہیں دیتا شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ بادشاہ نے لڑکے کو بھی گرفتار کر لیا اور اسے بھی مبتلائے عذاب کیا یہاں تک کہ اس نے راہب کے بارے میں بتا دیا۔ اس پر راہب کو بلوایا گیا اور اسے حکم ہوا کہ اپنا دین ترک کر دو اس نے انکار کیا جس پر اس کے سر پر آرہ رکھ کر چلایا گیا کہ دونوں طرف کے ٹکڑے جدا ہو کر گر پڑے۔ پھر لڑکے کو بلایا گیا اور اس سے مطالبہ کیا گیا کہ اپنے دین کو ترک کر دو اس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے اسے اپنے درباریوں کی ایک جماعت کے سپرد کیا کہ اسے پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ جب چوٹی پر پہنچ جاؤ تب دیکھو کہ اگر یہ اپنے دین سے باز آجائے تو درست ورنہ اسے پہاڑ سے نیچے پھینک دو۔ غرض وہ اسے پہاڑ پر لے کر چڑھ گئے۔ اب اس لڑکے نے دعا کی اے اللہ! تو انہیں میری طرف سے کافی ہو جا جس طرح تو چاہے۔ پہاڑ لرز اٹھا اور سب لوگ پہاڑ سے نیچے گر گئے اور لڑکا چلتا ہوا بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ جو لوگ تمہارے ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا اس نے کہا کہ اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا۔ بادشاہ نے پھر لڑکے کو اپنے لوگوں کی ایک اور جماعت کے سپرد کیا کہ اسے لے جاؤ اور اسے ایک کشتی میں بٹھا کر سمندر کے درمیان لے جاؤ اگر یہ اپنے دین سے باز آجائے تو درست ورنہ اسے پانی میں پھینک دینا۔ چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے۔ لڑکے نے دعا کی اے اللہ! تو انہیں میری طرف سے کافی ہو جا جس طرح تو چاہے۔ کشتی الٹ گئی اور وہ سب غرق ہو گئے اور یہ لڑکا چلتا ہوا بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ جو لوگ ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا اور اس کے بعد لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ تو مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک تو میری بات پر عمل نہ کرے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہے۔ اس پر لڑکے نے کہا کہ تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو وہاں مجھے لکڑی

کے تنے پر لٹکاؤ پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو اسے کمان کے چلے میں رکھو اور یہ کہو کہ اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے پھر مجھے تیر مارو۔ اس طرح کرنے سے تم مجھے مارنے میں کامیاب ہو جاؤ گے، چنانچہ بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا لڑکے کو ایک تنے پر باندھ کر لٹکایا اس کے ترکش سے تیر لیا اور کمان کے چلے میں تیر رکھ کر بسم اللہ رب الغلام کہہ کر اسے مارا۔ تیر لڑکے کی کنپٹی میں لگا اس نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر رکھ لیا اور مر گیا۔ یہ دیکھ کر لوگ پکار اٹھے۔ ہم لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ کو خبر پہنچائی گئی اور کہا گیا کہ جس بات کا تجھے اندیشہ تھا وہ اب تیرے سامنے ہے لوگ ایمان لے آئے۔ اس پر بادشاہ نے حکم دیا کہ راستوں کے کناروں پر گہری خندقیں کھودو، چنانچہ خندقیں کھود کر ان میں آگ دھکائی گئی اور بادشاہ نے حکم دیا کہ جو اپنے دین سے باز نہ آئے اسے آگ میں پھینک دو۔ لوگ باز نہ آئے اور انہیں آگ میں پھینک دیا گیا۔ ایک عورت آئی اس کی گود میں بچہ تھا وہ خندق میں کودنے سے ذرا ٹھٹکی تو اس کے بچہ نے کہا میری ماں صبر کر تو حق پر ہے۔ (مسلم)

ذِروَۃ الجبل: پہاڑ کی چوٹی، یہ لفظ ذال کے زیر اور پیش دونوں سے ہے۔ قُرقُور: دونوں قاف پر پیش ہے، کشتی کی ایک قسم۔ صعید: کھلا میدان: أخدود: زمین میں نہر کی طرح کھائیاں۔ اضرم: آگ جلائی گئی۔ انکفات: پلٹ گئی۔ کفأ کفاء (باب فتح) پھرنا، شکست کھانا۔ انکفأ: (باب انفعال) متفرق ہونا، واپس ہونا۔ تقاعست: ٹھٹھک گئی، بزدلی پیدا ہوگئی۔ قعس قعساً (باب نصر) سینہ ابھار کر اور پیٹھ دھنسا کر چلنا۔ تقاعس (باب تفاعل) عن الآمر: پیچھے ہٹنا۔

تخریج حدیث(۳۰): صحیح مسلم، کتاب الزهد و الرقاق، باب قصة اصحاب الاخدود و الراهب و الغلام.

کلمات حدیث: الملك: بادشاہ جمع ملوک۔ مُلك: ملکیت جمع املاک۔ مِلك: ملکیت۔ مَلك: فرشتہ جمع ملائک اور ملائکہ۔ ملکوت: آسمانوں میں فرشتوں کی جگہ۔ ساحر: جادوگر۔ سحر: باطل کو حق کی صورت میں ظاہر کرنا، جادو۔ منشار: آرہ جمع مناشیر۔ فشقه: شق شقاً (باب نصر) پھاڑنا۔ رجف، رجفاً (باب نصر): ہلانا۔ أرجفت الأرض: زمین لرز گئی، زلزلہ آگیا۔ الراجفة: قیامت کے روز صور کا پہلا نفخہ۔ رجفة: زلزلہ۔ قرقور: کشتی کی ایک قسم۔

شرح حدیث: اس واقعہ کی جانب قرآن کریم میں اجمالی اشارہ ہوا ہے اور حدیث نبوی ﷺ نے اس واقعہ کو مفصل بیان فرمایا ہے جبکہ اغلب یہ ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ واقعہ بالتفصیل بیان فرمایا اس وقت اہل عرب اس سے ناواقف تھے یا اسے فراموش کر چکے تھے۔ اس لیے جناب نبی کریم ﷺ کا اس واقعہ کو بیان کرنا آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے اور اس بات کی قطعی اور یقینی دلیل ہے کہ قرآن کریم میں وارد اجمالی امور کی تفسیر بغیر حدیث نبوی ﷺ کے ممکن نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا سنت قرآن کریم کا بیان ہے۔ قرآن کریم میں اس واقعہ کی جانب اس طرح اشارہ ہوا ہے:

﴿ قُتِلَ أَصْحَٰبُ ٱلْأُخْدُودِ ۝٤ ٱلنَّارِ ذَاتِ ٱلْوَقُودِ ۝٥ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝٦ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِٱلْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ﴾

''مارے گئے کھائیاں کھودنے والے اور ان کو ایندھن والی آگ سے بھرنے والے جب وہ کناروں پر بیٹھے مسلمانوں کے ساتھ جو وہ کر رہے تھے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔'' (البروج: ۴، ۵، ۶، ۷)

ہر دور اور ہر زمانے میں اہل ایمان مصائب سے دو چار ہوتے ہیں سب سے زیادہ انبیاءِ کرام علیہم السلام نے مصائب اور تکالیف برداشت کیں اور جس کا اللہ کے یہاں جتنا بلند مقام تھا اتنا ہی وہ تکالیف سے دو چار رہا۔ اس واقعہ میں بھی اس وقت کے ظالم بادشاہ نے اہل ایمان کو آگ میں پھینکوادیا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ خندقیں کھودوا کر انہیں آگ سے بھر دیا جائے اور جو اپنے دین سے باز نہ آئے اسے آگ میں پھینک دیا جائے ایک عورت کی گود میں بچہ تھا وہ اس بچہ کی محبت میں متأمل ہوئی تو بچہ بول پڑا اماں صبر کر تو حق پر ہے۔ چنانچہ وہ بھی آگ میں کود گئے اور بادشاہ اور اس کے حواری سنگدلی کے ساتھ کناروں پر بیٹھے یہ تماشا دیکھتے رہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب اللہ کا غضب آیا وہی آگ پھیل پڑی اور بادشاہ اور اس کے درباریوں کو بھی پھونک دیا۔ مگر صحیح روایات میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ واللہ اعلم (صحیح مسلم لشرح النووی دلیل الفالحین : ۱۰۸/۱۔ تفسیر عثمانی : سورۃ البروج)

اصل صبر صدمہ کے وقت ہوتا ہے

۳۱۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى امْرَأَةٍ تَبْكِيْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ: اتَّقِي اللّٰهَ، وَاصْبِرِيْ " فَقَالَتْ : اِلَيْكَ عَنِّيْ، فَاِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِيْ، وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيْلَ لَهَا اِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهٗ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ لَمْ اَعْرِفْكَ فَقَالَ : اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : تَبْكِيْ عَلٰى صَبِيٍّ لَهَا.

(۳۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے وہ قبر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ کہنے لگی۔ آپ اپنے کام سے کام رکھیے تمھیں وہ صدمہ نہیں پہنچا جو مجھے پہنچا ہے وہ عورت آپ ﷺ کو نہیں پہچانتی تھی۔ اسے بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ بعدازاں وہ نبی کریم ﷺ کے گھر آئی اسے دروازے پر دربان نظر نہ آئے۔ اس نے معذرتاً کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صبر تو پہلے صدمہ کے وقت ہے۔ (مسلم)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے وہ اپنے بچہ پر رو رہی تھی۔

تخریج حدیث (۳۱): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور. صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصبر علی المصیبة عند الصدمة الأولی.

کلمات حدیث: باب : دروازہ جمع ابواب۔ صدمة : تکلیف، مصیبت۔ صدم صدماً (باب ضرب) ہٹانا، دفع کرنا۔ صدمه أمر شدید: اس کے اوپر مصیبت آپڑی۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ حد درجہ متواضع اور با اخلاق تھے، آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے معلم اخلاق بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔

چنانچہ ہر موقعہ اور ہر مرحلے پر امت کی تعلیم کا اہتمام فرماتے۔ کسی جگہ آپ ﷺ کا گزر ہوا تو دیکھا کہ ایک عورت قبر پر بیٹھی رو رہی ہے آپ ﷺ نے اسے صبر کی تلقین فرمائی وہ آپ کو نہ جانتی تھی تو اس نے کہہ دیا کہ آپ اپنے کام سے کام رکھیں، کسی نے اس عورت کو بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں بعض روایات میں ہے کہ بتانے والے فضیل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

بعد ازاں وہ عورت بطور معذرت آپ ﷺ کے گھر پر حاضر ہوئی، سوچا تھا سرداروں اور بادشاہوں کی طرح گھر پر دربان ہوں گے لیکن وہاں اسے ایسی کوئی بات نظر نہ آئی۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبر تو ابتدائے مصیبت کے وقت ہونا چاہیے۔ انسان کی طبیعت ایسی ہے کہ اس پر خواہ کتنی ہی بڑی مصیبت آئے اور خواہ وہ کتنے ہی بڑے صدمہ سے دوچار ہو وقت گزرنے کے ساتھ اس کے رنج وغم کی شدت میں کمی آتی جاتی ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ بالکل جاتا رہتا ہے اور یہ بھی اللہ کی رحمت ہے، ورنہ اگر انسان کے سارے رنج وغم اسی طرح تازہ رہا کرتے تو انسان کی زندگی اجیرن ہو جاتی۔ غرض رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وقت گزرنے پر تو صبر آ ہی جاتا ہے اصل صبر تو وہ ہے جو انسان اس وقت کرے جب اس پر مصیبت آئے۔ ایک اور حدیث میں جو حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے فرزندِ آدم! اگر تو نے شروع صدمہ میں صبر کیا اور میری رضا اور ثواب کی نیت کی تو میں نہیں راضی ہوں گا کہ جنت سے کم اور اس کے سوا کوئی ثواب تجھے دیا جائے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی دلیل الفالحین : ۱۱۶/۱۔ معارف الحدیث)

بچہ کی موت پر صبر کا بدلہ جنت ہے

۳۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی : مَالِعَبْدِی الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَآءٌ اِذَاقَبَضْتُ صَفِیَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّاالْجَنَّةَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۳۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے پاس اپنے مؤمن بندے کے لیے جب میں اہل دنیا میں سے اس کا محبوب واپس لے لوں اور وہ اس پر صبر کرے جنت کے سوا کوئی اور بدلہ نہیں ہے۔ (صحیح بخاری)

تخریج حدیث (۳۲): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب العمل الذی یبتغی به وجه اللّٰه .

کلمات حدیث: جزی یجزی جزاءً (باب ضرب) بدلہ دینا۔ جزاء : بدلہ۔ قَبَض یقبِض قبضاً (باب ضرب): کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا۔ صَفِی: مخلص دوست، ساتھی، جمع اصفیاء۔

شرح حدیث: اہل دنیا میں سے کوئی انسان کسی کا محبوب ہو، والد ہو بھائی ہو یا بیوی اور شوہر ہو اگر وہ وفات پا جائے اور یہ انسان اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر اور اس کی جانب سے اجر وثواب کی امید پر صبر کرے تو یہ صبر اس کے کمالِ ایمان کی نشانی ہوگا اور اللہ سبحانہٗ کے ہاں اس قدر مقبول ہوگا کہ اللہ سبحانہٗ اس بندے کو جنت عطا کیے بغیر راضی اور خوش نہ ہوں گے۔

طاعون پر صبر کا ثواب شہید کے برابر ہے

۳۳۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَاَخْبَرَهَا اَنَّهُ كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ فَجَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ فِي الطَّاعُوْنِ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ اَنَّهُ لَايُصِيْبُهُ اِلَّامَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ اِلَّاكَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِ الشَّهِيْدِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ طاعون عذاب الٰہی کی ایک صورت تھی اللہ جن لوگوں پر چاہتا مسلط فرما دیتا تھا اب اللہ نے اسے اہل ایمان کے لیے رحمت بنا دیا ہے۔ اب کوئی اللہ کا بندہ طاعون میں مبتلا ہو وہ صبر اور طلب ثواب کی نیت سے اپنے ہی شہر میں رہے اور اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ نے جو لکھ دیا ہے وہ پہنچ کر رہے گا تو اس کو شہید کے برابر اجر ملے گا۔

تخریج حدیث (۳۳): صحیح البخاری، کتاب الطب، باب اجر الصابر فی الطاعون.

کلمات حدیث: مکث یمکث مکثاً (باب نصر): ٹھہرنا۔ بلد: شہر یا ملک جمع بلاد اور بلدان۔

شرح حدیث: طاعون یا کوئی اور وبائی بیماری کسی شہر یا بستی میں پھیل جائے تو اللہ پر ایمان رکھنے والے اللہ کے بندے کو چاہیے کہ وہ جزع وفزع نہ کرے نہ اس جگہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ جائے بلکہ یہ یقین کامل رکھے کہ جو کچھ اللہ نے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ پھر وہ اس وبائی بیماری میں مبتلا ہو کر وفات پا جائے تو اللہ کے ہاں اسے شہید کا درجہ حاصل ہوگا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُل لَّن يُصِيبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَىٰنَا ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴾

"آپ کہہ دیجئے ہم کو ہرگز نہ پہنچے گی کوئی بات مگر وہی جو اللہ نے لکھ دی ہے۔ وہی ہمارا کارساز ہے اور اللہ ہی پر چاہیے کہ اہل ایمان بھروسہ کریں۔" (التوبۃ: ۵۱)

نابینا ہونے پر جنت کی بشارت

۳۴۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ: اِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ، عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ، يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جب اپنے کسی بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں میں مبتلا کر دیتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے تو میں اس کے بدلے میں اسے

جنت عطا کر دیتا ہوں۔ دو محبوب چیزوں سے مراد آنکھیں ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۳۴): صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب فضل من ذهب بصره.

کلمات حدیث: ابتلاء : آزمائش، امتحان۔ البلاء : آزمائش خواہ خیر سے ہو یا شر سے۔ بلا بلوا (باب نصر) آزمانا، امتحان لینا۔ حبیب : محبوب۔ حبیبتین : دو محبوب چیزیں یعنی آنکھیں۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ذی شعور اور ذی احساس مخلوق بنا کر پیدا فرمادیا، اسے عقل وفہم عطا کی اور اسے ناک، کان، ہاتھ، پیر اور آنکھیں عطا کیں۔ ہر نعمت اپنی جگہ پر بڑی عظیم نعمت ہے جس کا شکر ہر آن اور ہر لمحہ بندہ مؤمن پر واجب ہے لیکن آنکھیں ان اعضاء میں خاص اہمیت کی حامل ہیں کہ ان کے ضیاع سے انسان کے لیے پوری دنیا اندھیرے کے سوا کچھ باقی نہیں رہتی۔ اس نعمت کے چلے جانے پر اگر اللہ کا بندہ صبر کرے اور اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھے تو اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

مرگی کی بیماری پر صبر کا اجر

۳۵۔ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ : قَالَ لِیَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَلَااُرِیْکَ امْرَأَةً مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ؟ فَقُلْتُ : بَلٰی قَالَ : هٰذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَآءُ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: اِنِّیْ اُصْرَعُ وَاِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ تَعَالٰی لِیْ قَالَ : اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَکِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یُعَافِیَکِ" فَقَالَتْ: اَصْبِرُ فَقَالَتْ: اِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ لَا اَتَکَشَّفَ فَدَعَا لَهَا " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۳۵) حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ کیا میں تمہیں ایسی عورت نہ دکھاؤں جو جنت کی حق دار ہے۔ میں نے کہا ضرور۔ انھوں نے کہا کہ یہ کالی عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی تھی اور اس نے آپ ﷺ سے عرض کی تھی کہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں بے پردہ ہو جاتی ہوں تو آپ ﷺ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر چاہو تو صبر کرلو اور تمہیں جنت ملے۔ اور اگر چاہو تو میں دعا کردوں کہ اللہ تمہیں اس بیماری سے عافیت دے۔ اس عورت نے کہا کہ میں صبر کرتی ہوں لیکن یہ دعا ضرور فرمادیجیے کہ میں بے پردہ نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے اس کیلئے دعا فرمائی۔

تخریج حدیث(۳۵): صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب فضل من یصرع . صحیح مسلم، کتاب البر، باب ثواب المؤمن فیما یصیب من مرض اوحزن او نحو ذلك حتی الشوكة یشاكها.

راوی حدیث: حضرت عطاء بن ابی رباح تابعی تھے اور قرآن وحدیث کے حافظ اور بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے علم حدیث حاصل کیا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔ ۱۱۴ھ میں انتقال فرمایا۔

کلمات حدیث: أصرع، صَرع، صرعاً: (باب فتح) پچھاڑ دینا زمین پر گرادینا۔ صَرع: مرگی۔ أتکشف، کشف، کشفاً :

(باب ضرب) ظاہر کرنا، کھولنا۔ تَکَشَّف : ظاہر ہوا کھل گیا۔ یعافیك : عافیة : صحت، بلاء اور مصیبت سے نجات۔ عافیٰ معافاةً وعافیة : صحت دینا، بلا اور برائی سے محفوظ رکھنا۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک خاتون جنت دکھاؤں، انہوں نے کہا کہ ہاں۔ بتایا کہ یہ کالی عورت خاتونِ جنت ہے اس نے رخصت پر عزیمت کو ترجیح دی ہے اگر یہ چاہتی تو یہ اللہ کے رسول ﷺ سے دعا کرا کے مرگی کے مرض سے شفایاب ہو جاتی لیکن اس نے دنیا کی تکلیف کو ترجیح دی تا کہ آخرت کی راحت حاصل کرے دنیا کی مصیبت پر صبر کیا تا کہ جنت میں جگہ پائے۔

(صحیح البخاری، کتاب المرضی، دلیل الفالحین : ۱/۱۱۹)

قوم کی ایذاء کے باوجود ان کے لیے دعاءِ مغفرت

۳۶. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِیْ نَبِيًّا مِنَ الْاَنْبِيَآءِ صَلَوٰاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ يَقُوْلُ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کا ذکر فرما رہے تھے کہ انھیں ان کی قوم نے اس قدر مارا کہ خون بہہ نکلا، لیکن وہ چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ میری قوم کے لوگوں کو معاف فرما یہ جانتے نہیں ہیں۔

تخریج حدیث (۳۶): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل . صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة احد.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بکریاں چرا رہے تھے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دودھ مانگا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بکریاں میرے پاس کسی کی امانت ہیں اس لیے میں ان کا دودھ نہیں دے سکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس کوئی بکری ایسی بھی ہے جس نے بچے نہ دیے ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں اور ایسی بکری لاکر پیش کی آپ ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا جو فوراً دودھ سے بھر گئے تینوں حضرات نے دودھ پیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے ۲۰ھ میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے اور دس سال تک یہ فریضہ ادا کیا۔ قراءت قرآن تفسیر اور فقہ کے ماہر تھے۔ ان سے مروی احادیث کی تعداد ۸۴۸ ہے جن

میں سے ۶۴ متفق علیہ ہیں۔ ۳۲ ھ میں انتقال فرمایا۔ (تهذيب التهذيب : ۳/۲۵۳)

کلمات حدیث: حُكى، يحكى، حكاية (باب ضرب): کوئی بات یا واقعہ نقل کرنا۔ مَسح، مَسحاً (باب فتح): پونچھنا۔

شرح حدیث: انبیاء کرام علیہم السلام عبودیت اور شانِ بندگی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہوتے ہیں، وہ اپنی امت دعوت کو اللہ کے احکام پہنچا دینے ہی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اپنی عملی زندگی سے ان احکام کی توضیح بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر اذیتوں اور تکالیف پر استقامت کا حکم ہے تو خود استقامت کرتے ہیں اگر مصائب پر صبر کا حکم ہے تو خود صبر کا پیکر بن جاتے ہیں اور اگر عفو و درگزر کا حکم ہے تو اذیتیں سہہ کر بھی ظالموں کو دعا دیتے ہیں ”اے اللہ! انہیں معاف کر دے یہ نہیں جانتے۔ (دليل الفالحين : ۱/۱۲۰)

مؤمن کی ہر تکلیف کا اجر ہے

۳۷. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَایُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَاوَصَبٍ وَلَاهَمٍّ وَلَاحُزْنٍ وَلَااَذًى وَلَاغَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَامِنْ خَطَايَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَ "الْوَصَبُ" : اَلْمَرَضُ .

(۳۷) حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو جو تھکن مرض حزن وملال اور تکلیف وغم پہنچتا ہے حتی کہ اگر اس کو کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے بدلے میں اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

وصب کے معنی مرض کے ہیں۔

تخریج حدیث (۳۷): صحيح البخارى، كتاب المرضى، باب ما جاء فى كفارة المرضى . صحيح مسلم، كتاب البر، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض او حزن او نحو ذلك حتى الشوكة يشاكها.

کلمات حدیث: نصب : تھکان۔ نصِب نَصَباً (باب سمع) تھکنا۔ وصب : بیماری، جسم کی لاغری، درد۔ حزن، حزناً: (باب سمع) آزردہ ہونا۔ حزين: غمگین جمع حِزان و حَزانى . اذى : تکلیف، ایذاء، تکلیف پہنچانا۔ أذية: تکلیف۔ الشوكة : کانٹا جمع اشواک.

شرح حدیث: اللہ سبحانہ پر ایمان کا مقتضا یہ ہے کہ بندہ ہر وقت اور ہر گھڑی اسی کی جانب متوجہ رہے اور یقین کامل ہو کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اس ایقان کے ساتھ مصیبت تکلیف رنج اور پریشانی پر جزع فزع نہ کرے بلکہ اللہ کی رضا کے لیے صبر کرے تو معمولی سے معمولی تکلیف خواہ وہ پیر میں کانٹا لگ جانے ہی کے درجے میں ہو، اللہ کے یہاں کے اجر وثواب کا ذریعہ اور گناہوں کی معافی کا وسیلہ بن جاتی ہے۔ غرض اللہ کے بندے سے جو کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف کو اس کا کفارہ بنا دیتے

ہیں اوراس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔ابن حبان کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرمادیتے اورایک گناہ ساقط فرما دیتے ہیں اوراگراس مؤمن سے کوئی خطا سرزد نہ ہوئی ہو یا پہلے ہی معاف ہوچکی ہوتو اس کے درجات میں مزید بلندی ہوتی ہے اورمزید فضل وکرم سے نوازا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری : ۳/۴۵)

رسول اللہ ﷺ کے بخار کی شدت

۳۸. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَکُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اِنَّکَ تُوْعَکُ وَعْکاً شَدِيْدًا قَالَ اَجَلْ اِنِّیْ اُوْعَکُ کَمَا يُوْعَکُ رَجُلَانِ مِنْکُمْ" قُلْتُ: ذٰلِکَ اَنَّ لَکَ اَجْرَيْنِ؟ قَالَ: اَجَلْ ذٰلِکَ کَذٰلِکَ مَامِنْ مُسْلِمٍ يُصِيْبُهٗ اَذًی شَوْکَةٌ فَمَا فَوْقَهَا اِلَّا کَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا سَيِّئَاتِهٖ، وَحُطَّتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ کَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَالْوَعَکُ "مَغْثُ الْحُمّٰی" وَقِيْلَ الْحُمّٰی :

(۳۸) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب رسول اللہ ﷺ کو شدید بخار تھا میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی کہ آپ ﷺ کو تو بہت تیز بخار ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تم میں سے دوآدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔میں نے کہا اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کے لیے ثواب بھی دگنا ہے۔فرمایا۔ہاں اسی طرح ہے۔کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جسے کوئی تکلیف پہنچے مثلاً کانٹا لگے یا اس سے زیادہ کوئی تکلیف پہنچے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے گرتے ہیں۔(متفق علیہ)

وعک کا لفظ بخار کی تیزی یا محض بخار دونوں کیلئے مستعمل ہے۔

تخریج حدیث(۳۸): صحیح البخاری، کتاب المرض، باب شدة المرض . صحیح مسلم، کتاب البر، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه .

کلمات حدیث: یوعك، وعك، وعكاً (باب ضرب): گرمی تیز ہونا، بخار چڑھنا۔ الموعوك : بخار والا۔ ورق : درخت کا پتہ جمع اوراق.

انبیاء علیہم السلام صبرواستقامت کے پہاڑ

شرح حدیث: انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات اور درجات انتہائی بلند ہوتے ہیں۔ وہ صبر واستقامت میں بھی مثال ہوتے ہیں اور آزمائشوں کی شدتوں سے بھی زیادہ دوچار ہوتے ہیں، چنانچہ اس حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ آپ کو بخار تھا میں آپ ﷺ کے پاس گیا

میں نے چادر کے اوپر سے جسم پر ہاتھ رکھا تو مجھے چادر سے بھی جسم کی حرارت کا احساس ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو تو بہت شدید بخار ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ہمارا یعنی انبیاء کا یہی حال ہے تکلیف بھی زیادہ اور ثواب بھی زیادہ۔ غرض انبیاءِ کرام علیہم السلام پر مصائب اور تکالیف کی شدت زیادہ ہوتی ہے، پھر علماء اور پھر صالحین مصائب وآلام سے دوچار ہوتے ہیں۔

(صحيح البخاري : ۴۷/۳)

جس طرح ہر تکلیف اور مصیبت پر صبر کرنے سے انسان کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اسی طرح بخار سے بھی گناہ جھڑتے اور معاف ہوتے ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''بخار خطاؤں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو۔'' اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بخار میں مرجانا شہادت ہے۔'' (دليل الفالحين : ۱۲۲/۱)

۳۹۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ'' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ . وَضَبَطُوْا ''يُصِبْ'' بِفَتْحِ الصَّادِ وَكَسْرِهَا .

(۳۹) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے حق میں بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے کسی تکلیف میں مبتلا فرمادیتے ہیں۔ (بخاری) یصب کا لفظ صاد کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث(۳۹): صحيح البخاري، كتاب المرضى، باب ما جاء في كفارة المرض .

کلمات حدیث: خَیر : اچھائی، بھلائی، نیکی، جمع خیور، خیار، اختیار ہونا کسی شئے کو پسند کرنا۔

شرح حدیث: دنیا کی زندگی کلفت وآزار سے خالی نہیں ہے اور کوئی انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے بالکل ہر دکھ اور غم سے بے فکر نہیں ہوتا، بلکہ زندگی کے مختلف مراحل میں نوع بہ نوع سختیوں سے گزرتا رہتا ہے، غرض ایسا کوئی لمحہ انسان کی زندگی میں شاید ہی آتا ہو کہ وہ ہر قسم کے بکھیڑوں اور محنت وکلفت سے آزاد بالکل بے فکر ہوجائے حقیقت میں انسان کی ساخت ہی ایسی واقع ہوتی ہے کہ وہ ان سختیوں اور بکھیڑوں سے نجات نہیں پاسکتا۔ (تفسير عثماني)

لیکن اہل ایمان کا معاملہ مختلف ہے، مؤمن کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور راحت ملتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور دونوں حالتیں اس کے لیے خیر ہی خیر ہیں۔ دنیا کی تکلیف، بیماری اور جان یا مال کا نقصان مؤمن کے لیے اس طرح خیر ہے کہ وہ اس طرح کے حالات میں خشیت وانابت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرتا اور اس کے حضور میں دعا کرتا ہے، اور جب بندہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو رحمتِ حق بھی مائل کرم ہوتی ہے اور اس طرح اس کے گناہ معاف ہوجاتے اور آخرت میں اس کے درجات بلند ہوجاتے ہیں۔

موت کی دعاء کرنا ممنوع ہے

۴۰۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ

الْمُوْتَ لِضُرِّاَصَابَه، فَاِنْ كَانَ لاَبُدَّ فَاعِلاً فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَاكَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَاكَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِيْ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۰) حضرت انسؓ سے روایت ہیکہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو کوئی تکلیف آئے تو کبھی موت کی تمنا نہ کرے اگر اس کے سوا چارہ نہ ہوتو یہ کہے اے اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھیئے جب تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہے اور اسوقت مجھے وفات دیجئے جب میرے حق میں وفات پا جانا بہتر ہو۔

تخریج حدیث(۴۰): صحيح البخاري، كتاب المرضى، باب تمنى المريض الموت ۔ صحيح مسلم، كتاب الذكر، باب كراهة تمنى الموت لضر نزله به.

کلمات حدیث: أحيني: مجھے زندہ رکھو۔ حيي، يحيي، حياة: (باب سمع) زندہ رہنا۔ احياء: زندہ کرنا۔ محيي: زندہ کرنے والا۔ توفني: مجھے وفات دیدے۔ وفى، يفي، وفاءً (باب ضرب) پورا کرنا۔ وفي: پوراحق دینا۔ توفي: پوراحق لے لینا۔ توفيتُ من فلان مالي عليه: اس پر جو میرا حق تھا وہ میں نے پورا لے لیا۔ وفات بمعنی موت میں اس معنی کی رعایت ہے کہ جو روح اللہ تعالیٰ نے جسدِ خاکی میں ڈالی تھی وہ اس نے پوری واپس لے لی اور اب صرف مٹی کا ڈھیر ہے۔

شرح حدیث: بیماری یا تکلیف کی شدت میں موت کی تمنا کرنا اہل ایمان کی شان نہیں ہے کیونکہ اس طرح کی تمنا صبر کے خلاف ہے اور صبر کا حکم دیا گیا ہے نیز یہ کہ انسان مستقبل میں آنے والے حالات سے ناآشنا ہے، ہوسکتا ہے جس تکلیف سے پریشان ہو کر آدمی موت کی تمنا کررہا ہے اس کے بعد ایسا عرصہ حیات آنے والا ہو جس میں وہ راحت وآرام سے لطف اندوز ہو اور پھر طولِ حیات کی آرزو کرے، مزید یہ کہ موت وحیات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور موت کی تمنا کرنا مشیتِ الٰہی میں دخل دینا ہے جس کا انسان کو اختیار نہیں ہے۔ (صحيح البخاري: ۳/ ٥٤ ۔ دليل الفالحين: ۱/ ۱۲۳)

ہر دور میں ایمان والوں پر آزمائش ہوتی ہے

۴۱. وَعَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَه، فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَقُلْنَا: اَلا تَسْتَنْصِرُ لَنَا أَلا تَدْعُوْلَنَا؟ فَقَالَ: قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ، فَيُحْفَرُ لَه، فِي الْأَرْضِ، فَيُجْعَلُ فِيْهَا، ثُمَّ يُؤْتٰى بِالْمِنْشَارِ فَيُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ فَيُجْعَلُ نِصْفَيْنِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهٖ وَعَظْمِهٖ مَا يَصُدُّه، ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ، وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَآءَ إِلٰى حَضْرَمَوْتَ لاَ يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ وَالذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ، وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ . (رواه البخاري)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَّقَدْ لَقِيْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شِدَّةً .

(۴۱) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکوہ کیا، آپ ﷺ اس وقت کعبہ کے سائے میں چادر سر کے نیچے رکھے آرام فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب کرتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے پہلے بعض لوگوں کو پکڑ لیا جاتا گڑھا کھودا جاتا اس میں اسے کھڑا کر کے اس کے سر پر آرہ چلایا جاتا اور سر کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور لوہے کی کنگھیوں سے ہڈیوں تک گوشت اتار دیا جاتا اس کے باوجود وہ اپنے دین سے باز نہ آتا۔ اللہ کی قسم! یہ امر ضرور مکمل ہو کر رہے گا، یہاں تک کہ ایک شخص مقام صنعاء سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا یا زیادہ سے زیادہ اسے بھیڑیئے کا ڈر ہوگا کہ اس کی بکریوں کو نقصان نہ پہنچائے، لیکن تم جلدی کر رہے ہو۔ (بخاری)

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ چادر سر کے نیچے رکھے ہوئے تھے اور ہم مشرکین کی سختیاں برداشت کر رہے تھے۔

تخریج حدیث (۴۱): صحیح البخاری، کتاب علامات النبوۃ باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔

راوی الحدیث: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں، اسلام لانے والوں میں ان کا چھٹا نمبر تھا، مشرکینِ مکہ نے ان کی تعذیب اور ایذاء رسانی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، ننگی پیٹھ انگاروں پر لٹا کر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے، یہاں تک کہ انگارے جسم سے نکلنے والے خون اور رطوبت سے ٹھنڈے ہو جاتے۔ تمام غزوات میں شرکت کی۔ ان سے ۳۲ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۳ متفق علیہ ہیں، ۳۷ھ میں ۷۲ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ (تهذيب التهذيب : ۲/ ۸٤)

کلمات حدیث: شكونا : ہم نے شکوہ کیا۔ شكا يشكو، شكاية : (باب نصر) شکایت کرنا۔ تشكى : بیمار ہوا۔ شكوى : بیماری، شکایت۔ متوسّد : ٹیک لگائے ہو۔ وسادة : تکیہ۔ يُمشط : کنگھی کی جاتی ہے۔ مِشط : کنگھی جمع امشاط۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے سائے میں آرام فرما رہے تھے، خباب بن ارت آئے اور عرض کیا کہ یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ ہمیں ان کافروں پر غلبہ اور نصرت عطا فرمائے تاکہ ہمیں اس عذاب و ابتلاء سے نجات حاصل ہو جو ہمیں کفارِ مکہ سے برداشت کرنا پڑ رہا ہے، مکہ مکرمہ میں اسلامی تاریخ کے ابتدائی ایام سخت کٹھن تھے، گنتی کے چند افراد جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے تھے، کفارِ قریش کے ظلم و ستم کا شکار تھے۔ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ تو غلام تھے ان کی مالکہ لوہا آگ میں تپا کر ان کے سر پر رکھ دیتی تھی، کافر انہیں آگ پر لٹا دیتے اور آگ ان کے جسم سے ٹھنڈی ہو جاتی، بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی دوپہر میں گرم ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر پتھر رکھ دیا جاتا اور وہ احد احد پکارتے۔ سمیہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم مظالم اور تعذیب کا ہر وقت نشانہ بنے رہتے۔

یہ تھے وہ حالات جن میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے دعائے نصرت کی درخواست کر رہے ہیں، مگر اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہی اہل ایمان کو ستایا گیا ہے اور سب سے زیادہ خود انبیاءِ کرام علیہم السلام کو تکالیف پہنچائی گئیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے تو سر پر آرہ چلا کر سر چیر دیا جاتا تھا اور لوہے کی کنگھیوں سے ہڈیوں تک گوشت اتار دیا جاتا تھا، مگر اس کے باوجود اہل ایمان دین سے نہ پھرتے تھے، جلدی نہ کرو جلد ہی وہ وقت بھی آئے گا کہ صنعاء سے حضر موت تک اللہ تعالیٰ کا ماننے والا اس طرح سفر کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔ یہ بشارتِ عظیم پوری ہوئی اور خیر قرون کے لوگوں نے یہ دور اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ

جزیرۂ نمائے عرب کی سرزمین کافروں کے وجود سے خالی ہوگئی اور اسلام غالب اور سربلند ہوگیا۔ (دلیل الفالحین: ۱/۱۲۶)

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ناانصافی کی نسبت عظیم گناہ ہے

۴۲. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ اٰثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا فِي الْقِسْمَةِ فَأَعْطَى الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَأَعْطَى نَاسًا مِنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ، وَاٰثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ فَقَالَ رَجُلٌ: وَاللّٰهِ إِنَّ هٰذِهِ قِسْمَةٌ مَا عُدِلَ فِيْهَا وَمَا أُرِيْدَ فِيْهَا وَجْهُ اللّٰهِ فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ لَأُخْبِرَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهٗ فَأَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَانَ كَالصِّرْفِ ثُمَّ قَالَ: فَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ قَالَ: يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ أُوْذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ فَقُلْتُ: لَا جَرَمَ لَا أَرْفَعُ إِلَيْهِ بَعْدَهَا حَدِيْثًا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَقَوْلُهٗ كَالصِّرْفِ هُوَ بِكَسْرِ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ: وَهُوَ صِبْغٌ أَحْمَرُ.

(۴۲) ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ حنین میں غنیمت کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ نے بطورِ تالیفِ قلب کچھ لوگوں کو ترجیح دی، چنانچہ آپ ﷺ نے اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو سو سو اونٹ دیئے۔ اسی طرح اشراف عرب کو ترجیح دی اور انہیں عطا فرمایا۔ ایک شخص بولا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں انصاف نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ کی رضا مدِنظر نہیں رکھی گئی۔ میں نے سوچا کہ میں ضرور یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچاؤں گا چنانچہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو اس بات کی اطلاع دی یہ سن کر چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو کر سرخ ہوگیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون انصاف کر سکے گا اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی انصاف نہ کریں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے بھی زیادہ ستایا گیا مگر انہوں نے صبر کیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ میں اب کبھی اس طرح کی بات آپ ﷺ تک نہیں پہنچاؤں گا۔'' (متفق علیہ)

حدیث میں وارد ''صِرف'' کا لفظ ''ص'' کے زیر کے ساتھ ہے جس کے معنی سرخ رنگ کے ہیں۔

تخریج حدیث (۴۲): صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب من اخبر صاحبه بما يقال فيه. صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب اعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام.

کلمات حدیث: لأخبرن: میں ضرور خبر دوں گا۔ خبّره واخبره: آگاہ کرنا، خبردار کرنا۔ يعدل، عدل، عدلا: (باب ضرب) انصاف کرنا۔ عادل: انصاف کرنے والا۔ اعتدال: برابری، توسط۔ لا جرم: ضرور۔

شرح حدیث: حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے، غزوۂ حنین ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد پیش آیا۔ جب مالِ غنیمت کی تقسیم کا مرحلہ آیا تو آپ ﷺ نے بعض سردارانِ عرب کو بطورِ تالیفِ قلب زیادہ عطا فرمایا۔ تالیفِ قلب سے مراد دلجوئی ہے، رسول اللہ ﷺ بعض ایسے لوگوں کو جنہوں نے ابھی ابھی اسلام قبول کیا ہو مال عطا فرمایا کرتے تھے

تا کہ وہ اسلام پر ثابت قدم ہو جائیں، جیسا کہ حضرت سعد سے مروی صحیح اور مرفوع حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں بعض اوقات کسی کو اس اندیشہ کے تحت دیتا ہوں کہ کہیں مال کی محرومی اس کے جہنم میں جانے کا سبب نہ بن جائے۔

غرض آپ ﷺ نے بعض سردارانِ عرب کو سوسو اونٹ عطا فرمائے تو ایک شخص جو منافق تھا اور اس کا نام ذو الخویصرہ تھا معترض ہوا اور کہنے لگا کہ یہ تقسیم منصفانہ نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سنی اور ارادہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچا دیں تا کہ آپ ﷺ کو مسلمانوں کے درمیان موجود منافقین اور ان کے خیالات سے آگہی حاصل ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ اس بات کو سن کر کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا اگر اللہ اور اس کا رسول انصاف نہیں کرتے تو اور کون ہے جو انصاف کر سکے گا؟ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ موسیٰ (علیہ السلام) پر رحم کرے انہیں اس سے بھی زیادہ ایذاء پہنچائی گئی مگر انہوں نے صبر کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے جو ایذاء پہنچائی اس کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦ يَٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِى وَقَد تَّعْلَمُونَ أَنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ ﴾

''اے میری قوم! تم مجھے کیوں ستاتے ہو، جب کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔''

(الصف: ۵)

یعنی روشن دلائل اور کھلے معجزات دیکھ کر دل میں یقین رکھتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں پھر بھی نازیبا حرکات اور بیہودہ باتوں سے مجھے ستاتے ہو؟ یہ معاملہ تو کسی معمولی ناصح اور خیر خواہ کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہیے چہ جائیکہ اللہ کے رسول ﷺ سے ایسا برتاؤ کیا جائے کہ کبھی بچھڑا بنا کر پوجنے لگے اور عمالقہ سے جہاد کا حکم ہوا تو کہنے لگے موسیٰ تم اور تمہارا خدا جا کر ان سے لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ نیز ایک اور مقام پر خود اہل اسلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ ءَاذَوْا۟ مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ ٱللَّهُ مِمَّا قَالُوا۟ ۚ وَكَانَ عِندَ ٱللَّهِ وَجِيهًا ﴿٦٩﴾ ﴾

''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا، پھر جو وہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو ان سے بری دکھلا دیا وہ اللہ کے یہاں بڑے آبرو والے تھے۔'' (الاحزاب: ۶۹)

یعنی تم کوئی ایسی بات یا کام نہ کرنا جس سے تمہارے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے طرح طرح کی اذیت دہ باتیں کہیں مگر وہ اللہ کے یہاں بڑی وجاہت اور مقبولیت والے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں کو رد کر کے موسیٰ علیہ السلام کا بے داغ اور بے خطا ہونا ثابت کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ وہ اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو جنگل میں لے جا کر قتل کر آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک خارق عادت طریقے سے اس کی تردید فرما دی، حضرت موسیٰ علیہ السلام شدت حیا کی بنا پر غسل کے وقت لباس نہ اتارتے تھے ان کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ ان کے جسم میں کوئی عیب ہے اسے چھپاتے ہیں؟ ایک موقعہ پر جب آپ تنہا نہا رہے تھے آپ نے اپنے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے، وہ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگا آپ اس کے پیچھے بھاگنے لگے یہاں تک کہ آپ کی قوم کے لوگوں نے آپ کو دیکھ لیا کہ آپ بے عیب ہیں۔ قارون

نے کسی عورت کو مال دے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگانے پر آمادہ کرلیا۔ قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور عورت نے برملا کہا کہ اس نے جھوٹ بولا تھا۔

مذکورہ بیان سے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی وضاحت ہوگئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے انہیں اس سے بھی زیادہ ستایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی آزردگی دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ آئندہ وہ منافقین کی کوئی بات سن کر اسے رسول اللہ ﷺ کو نہیں پہنچائیں گے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۱۲۶۔ تفسیر عثمانی :الصف، الاحزاب)

دنیوی تکالیف موجب اجر ہے

۴۳۔ وعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَاللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتّٰى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " وقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۴۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو دنیا ہی میں اسے سزا دیدیتے ہیں جس کسی کے لیے برائی مقدر ہوتی ہے تو اس کو گناہوں میں ڈھیل دی جاتی ہے تا آنکہ وہ قیامت میں پکڑا جاتا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اجر وثواب کی زیادتی ابتلاء کی زیادتی کے ساتھ ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو محبوب جانتا ہے انکو آزمائشوں میں ڈالتا ہے جو اللہ کی رضا پر راضی رہا اس سے اللہ راضی ہوا اور جو ناراض ہوا اللہ اس سے ناراض ہوا۔ (ترمذی) اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (۴۳): الجامع الترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء.

کلمات حدیث: عجّل : جلدی کی۔ عجل، عجلاً، وعجلةً (باب سمع) جلدی کرنا۔ عقوبة : سزا۔ معاقبة : بدلہ لینا۔ مسک، امساکا : روکنا۔

شرح حدیث: مؤمن پر جب کبھی کوئی تکلیف ومصیبت آئے اسے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اس سے کیا کیا خطا میں سرزد ہوئی ہیں ان پر استغفار کرنا چاہیے اور اگر کسی کی حق تلفی ہوئی ہو تو اس سے معافی مانگنی چاہیے اور اس تکلیف پر صبر کرنا چاہیے اور جزع وفزع کے بجائے تقدیر پر راضی ہونا چاہیے۔ یہی طریقہ اس کے لیے خیر وفلاح کا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کیونکہ دنیا کی زندگی فانی اور محدود اور آخرت کی زندگی ابدی اور غیر محدود ہے باقی پر فانی کو غیر محدود پر محدود کو ترجیح دینا عقلمندی نہیں ہے۔ تقاضائے حکمت یہی ہے کہ جو تکلیف اس دنیا میں پیش آئے اسے تقدیر جان کر راضی ہو جائے اور صبر کرے تا کہ اللہ اس کے گناہوں کو

معاف فرمائیں۔خطاؤں کو درگزر فرمادیں اور اس کے درجات بلند فرمائیں۔ (معارف الحدیث)

****

بچہ کی موت پر صبر کا واقعہ

۴۴. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ ابْنٌ لِاَبِيْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَشْتَكِيْ، فَخَرَجَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقُبِضَ الصَّبِيُّ فَلَمَّا رَجَعَ اَبُوْطَلْحَةَ قَالَ : مَا فَعَلَ ابْنِيْ ؟ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ وَهِيَ اُمُّ الصَّبِيِّ : هُوَ اَسْكَنُ مَا كَانَ فَقَرَّبَتْ اِلَيْهِ الْعَشَآءَ فَتَعَشّٰى ثُمَّ اَصَابَ مِنْهَا فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ: وَارُوا الصَّبِيَّ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَبُوْطَلْحَةَ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ. فَقَالَ اَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَ لِيْ اَبُوْ طَلْحَةَ احْمِلْهُ حَتّٰى تَاتِيَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَعَثَ مَعَهٗ بِتَمَرَاتٍ فَقَالَ: اَمَعَهٗ شَيْءٌ قَالَ : نَعَمْ تَمَرَاتٌ فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَضَغَهَا ثُمَّ اَخَذَهَا مِنْ فِيْهِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِي الصَّبِيِّ ثُمَّ حَنَّكَهٗ وَسَمَّاهُ عَبْدَاللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ : قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَرَأَيْتُ تِسْعَةَ اَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَؤُوا الْقُرْاٰنَ. يَعْنِيْ مِنْ اَوْلَادِ عَبْدِاللّٰهِ الْمَوْلُوْدِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : مَاتَ ابْنٌ لِاَبِيْ طَلْحَةَ مِنْ اُمِّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ لِاَهْلِهَا : لَا تُحَدِّثُوْا اَبَاطَلْحَةَ بِابْنِهٖ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا اُحَدِّثُهٗ، فَجَآءَ فَقَرَّبَتْ اِلَيْهِ عَشَاءً فَاَكَلَ وَشَرِبَ، ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَهٗ اَحْسَنَ مَا كَانَتْ تَصَنَّعُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَوَقَعَ بِهَا فَلَمَّا اَنْ رَاَتْ اَنَّهٗ قَدْ شَبِعَ وَاَصَابَ مِنْهَا قَالَتْ: يَا اَبَا طَلْحَةَ اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ قَوْمًا اَعَارُوْا عَارِيَتَهُمْ اَهْلَ بَيْتٍ فَطَلَبُوْا عَارِيَتَهُمْ اَلَهُمْ اَنْ يَّمْنَعُوْهُمْ قَالَ: لَا فَقَالَتْ: فَاحْتَسِبِ ابْنَكَ قَالَ فَغَضِبَ ثُمَّ قَالَ : تَرَكْتِنِيْ حَتّٰى اِذَا تَلَطَّخْتُ ثُمَّ اَخْبَرْتِنِيْ بِابْنِيْ فَانْطَلَقَ حَتّٰى اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِمَا كَانَ فَقَالَ : رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ لَيْلَتِكُمَا قَالَ : فَحَمَلَتْ قَالَ : وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ وَهِيَ مَعَهٗ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَى الْمَدِيْنَةَ مِنْ سَفَرٍ لَا يَطْرُقُهَا طُرُوْقًا فَدَنَوْا مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ فَاحْتُبِسَ عَلَيْهَا اَبُوْطَلْحَةَ وَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اَبُوْطَلْحَةَ : اِنَّكَ لَتَعْلَمُ يَارَبِّ اَنَّهٗ يُعْجِبُنِيْ اَنْ اَخْرُجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ وَاَدْخُلَ مَعَهٗ اِذَا دَخَلَ وَقَدِ احْتَبَسْتُ بِمَا تَرٰى، تَقُوْلُ اُمُّ سُلَيْمٍ : يَا اَبَا طَلْحَةَ مَا اَجِدُ الَّذِيْ كُنْتُ اَجِدُ انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا وَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ حِيْنَ قَدِمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا. فَقَالَتْ لِيْ اُمِّيْ : يَا اَنَسُ لَا يُرْضِعُهٗ اَحَدٌ حَتّٰى تَغْدُوَ بِهٖ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَصْبَحَ احْتَمَلْتُهٗ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ.

(۴۴)　حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ کے ایک صاحبزادے بیمار تھے ابوطلحہ کسی ضرورت سے باہر نکلے تو ان کا انتقال ہوگیا۔ جب ابوطلحہ واپس آئے تو انھوں نے دریافت کیا کہ میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم جو اس بچے کی ماں تھیں نے کہا پہلے سے بہتر ہے، پھر ان کیلئے رات کا کھانا لائیں انھوں نے کھانا کھایا اور بیوی سے قربت کی جب فارغ ہوئے تو بولیں کہ بچہ کو دفن کرنے کا انتظام کرو۔

صبح ہوئی تو ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے بیوی سے قربت کی۔ انھوں نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ان دونوں کو برکت دے۔ چنانچہ ان کے بچہ پیدا ہوا حضرت انس کا بیان ہے کہ ابوطلحہ نے ان سے کہا:

اسے اٹھاؤ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر چلو اور کچھ کھجوریں بھی ساتھ کردیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا بچہ کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے۔ انھوں نے کہا کہ جی ہاں کھجوریں ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے کھجور لے کر اسے اپنے دہن مبارک میں چبا کر بچہ کے منہ میں رکھی اور اس کی تحنیک فرمائی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ ابن عیینہ نے بیان کیا کہ ایک انصاری کا بیان ہے کہ اس عبداللہ کے نولڑکوں کو میں نے دیکھا کہ سب قرآن پڑھے ہوئے تھے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابوطلحہ کا ام سلیم سے جو لڑکا فوت ہوگیا تھا ام سلیم نے اہل خانہ سے کہا کہ ابوطلحہ کو ان کے بیٹے کے بارے میں کوئی نہ بتائے میں خود ہی ان کو اطلاع کروں گی۔ ابوطلحہ آئے تو انھوں نے ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا جو انھوں نے کھایا پیا۔ پھر اہلیہ نے معمول کے مطابق زیب و زینت کی اور ابوطلحہ نے ان سے قربت کی۔ جب دیکھا کہ کھانا بھی کھا چکے اور اس سے قربت بھی کر چکے تو بولیں کہ اے ابوطلحہ یہ تو بتاؤ کہ اگر کچھ لوگ کسی کے گھر والوں کو کوئی شئے بطور عاریت دیدیں پھر اپنی دی ہوئی چیز واپس مانگیں تو کیا ان گھر والوں کو یہ حق ہے کہ وہ یہ چیز واپس نہ کریں۔ ابوطلحہ بولے نہیں۔ کہنے لگیں کہ پھر اپنے بیٹے کے بارے میں اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھو۔ یہ سن کر ابوطلحہ ناراض ہوئے۔ مجھے بتایا نہیں اور میں قربت کر بیٹھا اور اب بتا رہی ہو۔ ابوطلحہ گھر سے نکلے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو واقعہ سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تم دونوں کی رات میں برکت دے۔ بہر حال ام سلیم حاملہ ہوگئیں۔ رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں تشریف لے گئے۔ تو (ابوطلحہ) اور وہ بھی ساتھ تھے اور رسول اللہ ﷺ سفر سے جب مدینہ منورہ واپس تشریف لاتے تو رات کو نہ آتے۔ جب سب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ام سلیم کو دردزہ شروع ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ تو روانہ ہوگئے مگر ابوطلحہ ان کے پاس رک گئے۔ ابوطلحہ کہنے لگے اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر پر روانہ ہوں میں آپ ﷺ کے ساتھ جاؤں اور جب آپ ﷺ واپس آئیں تو میں آپ کے ساتھ واپس آؤں۔ اے اللہ تو دیکھ رہا ہے کہ میں اس پریشانی میں رک گیا ہوں۔ ام سلیم کہنے لگیں ابوطلحہ اب مجھے وہ تکلیف نہیں رہی جیسی میں پہلے محسوس کر رہی تھی۔ اسلئے چلو۔ غرض ہم چل پڑے۔ پھر ام سلیم کو اس وقت دردزہ ہوا جب ہم مدینہ پہنچ گئے اور ان کے بچے کی ولادت ہوئی۔ میری ماں بولیں

اے انس بچے کو کوئی دودھ نہ پلائے صبح کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جانا۔ صبح ہوئی میں نے بچہ کو اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا۔ اسکے بعد حضرت انسؓ نے باقی حدیث بیان کی۔

تخریج حدیث(۴۴): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من لم یظهر حزنه عند المصیبة. صحیح مسلم، کتاب الادب باب استحباب تحنیك المولود عند ولادته .

کلمات حدیث: عَشاء : رات کا کھانا۔ عِشاء :صلوٰة العشاء۔ إعشاء : رات کا کھانا کھلانا۔ تعشی: رات کا کھانا کھانا۔ عرَس، عرساً (باب نصر): خوشی میں رہنا، جماع کرنا۔ عِرس : دلہن۔ عَروس : دلہا، دلہن۔ مضَغ، مضغاً : چبانا۔ حَنَك : چبا کر نرم بنانا۔ تحنیك: کھجور وغیرہ چبا کر نوزائیدہ بچے کے تالو پر مل دینا۔

شرح حدیث: حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ انتہائی صابرہ اور شاکرہ خاتون تھیں انہوں نے اپنی سیرت وکردار سے ثابت قدمی استقلال صبر وتحمل اور شوہر سے وفاداری کی اعلیٰ ترین مثال قائم کی۔ ان کا ایک بچہ جس کا نام عمیر تھا پہلے ہی فوت ہو چکا تھا اور یہ وہی عمیر ہیں جن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے مزاح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کا کیا ہوا؟'' دوسرے بچہ کا بھی انتقال ہو گیا شوہر گھر واپس آئے تو ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا تیار ہو کر آئیں اور بہر نوع شوہر کی دلداری کی۔ پھر بولیں اے ابوطلحہ! ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر ہم کسی گھر سے عاریتاً کوئی چیز لے لیں جو کچھ وقت ہمارے پاس رہے پھر چیز کے مالک اپنی چیز واپس مانگیں تو کیا ہم واپس نہ دیں۔ ابوطلحہ بولے واپس دینی چاہیے کہنے لگیں تمہارا بیٹا اللہ کا دیا ہوا تھا اللہ نے واپس لے لیا۔ ابوطلحہ ناراض ہوئے اور بولے اللہ کی بندی پہلے بتایا ہوتا پھر اٹھے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے دونوں کو برکت کی دعا دی۔

ابوطلحہ ہر سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوا کرتے تھے ان کی اہلیہ ام سلیم بھی جایا کرتی تھیں اس واقعہ کے بعد پھر جانا ہوا۔ ام سلیم حاملہ تھیں۔ سفر سے واپسی میں دردزہ شروع ہو گیا رسول اللہ ﷺ آگے تشریف لے چلے یہ دونوں میاں بیوی ٹھہر گئے۔ ابوطلحہ کو سرکار ﷺ کی مفارقت کا افسوس ہوا کہنے لگے اے اللہ تو جانتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوتے ہیں تو میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا ہوں اور جب آپ واپس مدینہ منورہ پہنچتے ہیں تب بھی میں ساتھ ہی ہوتا ہوں اور میں اس پریشانی کی وجہ سے رک گیا اور آپ ﷺ کا ساتھ چھوٹ گیا۔ مستجاب الدعوات تھے فوراً دعا قبول ہوگئی۔ ام سلیم کہنے لگیں اب تو مجھے تکلیف نہیں ہے۔ الغرض دونوں مدینہ منورہ پہنچ گئے پھر ولادت ہوئی۔ (فتح الباری : ۱/ ۷۷۸ ۔ دلیل الفالحین : ۱/ ۱۲۹)

غصہ کے وقت نفس پر قابو رکھیں

۴۵. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَ ةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ، اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَ "الصُّرَعَةُ" بِضَمِّ الصَّادِ وَفَتْحِ الرَّ آءِ وَاَصْلُه' عِنْدَ الْعَرَبِ مَنْ يَصْرَعُ النَّاسَ كَثِيْرًا .

(۴۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طاقتور وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ (متفق علیہ)

صُرعَہ کا لفظ صاد کے پیش اور راء کے زبر سے ہے۔ اس کی اصل اہل عرب میں یہ ہے کہ جو شخص کئی لوگوں کو پچھاڑ دے۔

تخریج حدیث (۴۵): صحیح البخاری، کتاب الادب باب الحذر من الغضب . صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل من یمسك نفسه عند الغضب .

کلمات حدیث: الشدید : بہادر، قوی، مضبوط۔ شدّ، شداً (باب نصر) : شَدَّ الشیئ : باندھنا۔ شَدَّ علی العدو : حملہ آور ہونا۔ صُرَعَہ: لوگوں کو زیادہ پچھاڑنے والا۔ صرع، صرعاً (باب فتح) پچھاڑ دینا، زمین پر گرا دینا۔ صارَعَہ، مُصَارعة (باب مفاعلة) کشتی لڑنا۔

شرح حدیث: آدمی کا سب سے بڑا اور مشکل سے زیر ہونے والا دشمن اس کا نفس ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے أعْدَىٰ عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِيْ بَيْنَ جَنْبَيْكَ (تیرا سخت ترین دشمن خود تیرا نفس ہے) غصہ کے وقت نفس کو قابو میں رکھنا کہ اس سے کوئی برائی سرزد نہ ہو اصل قوت اور طاقت ہے۔ بری عادات میں سب سے بری عادت غصہ کرنا اور طیش کھانا ہے کہ اس حالت میں آدمی کو نہ حدود الٰہی کا خیال رہتا ہے اور نہ اپنے نفع اور نقصان کا۔ حد یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں انسان ناشائستہ اور غیر مہذب الفاظ منہ سے نکالنے لگتا ہے۔ واضح رہے کہ دین میں جس غصہ کی ممانعت اور مذمت کی گئی ہے اس سے مراد وہ غصہ ہے جو نفسانیت کی وجہ سے ہو اور جس سے مغلوب ہو کر انسان اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود سے نکل جائے لیکن جو غصہ حق کے لیے اور اللہ کی رضا کے لیے ہو اور اس میں حدود سے تجاوز نہ ہو وہ مذموم نہیں بلکہ محمود ہے اور ایمان کی علامت ہے۔ (معارف الحدیث : ۱۴۶/۲۔ فتح الباری : ۲۱۴/۳)

غصہ کے وقت اعوذ باللہ پڑھنے کا حکم

۴۶. وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ وَاَحَدُهُمَا قَدِاحْمَرَّ وَجْهُه' وَانْتَفَخَتْ اَوْدَاجُه' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَ عْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَايَجِدُ، لَوْقَالَ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ذَهَبَ مِنْهُ مَايَجِدُ : فَقَالُوْالَه' : اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۶) حضرت سلیمان بن صردؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ دو آدمی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور رگیں پھول گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ایسا کلمہ معلوم ہے کہ جو اسے کہے اس کا غصہ جاتا رہے۔ اگر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لے تو اس کی یہ حالت دور ہو جائے۔ صحابۂ کرام نے اس شخص سے کہا کہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لو۔

تخریج حدیث(۴۶): صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس وجنوده . صحیح مسلم، کتاب البر، باب من یملك نفسه عند الغضب وبأی شیئ یذهب الغضب

راوی حدیث: حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور اسلام قبول کرنے کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں رہے۔ آپ سے پندرہ روایات منقول ہیں۔ حضرت حسین کی شہادت کے بعد شہید کیے گئے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۱۳۵)

کلمات حدیث: انتفخت اوداجه : رگیں پھول گئیں۔ نفخ نفخاً (باب نصر): منہ سے پھونک مارنا۔ انتفخ : پھولنا۔ نفاخة: پانی کا بلبلہ۔ اوداج ودج کی جمع ہے۔ گردن کی رگ جو غصہ کے وقت پھول جاتی ہے۔ تعوّذ : عاذ، عوذاً (باب نصر): پناہ مانگنا۔ العوذُ : پناہ۔ العیاذُ : پناہ کی جگہ۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے امت کو جن اخلاق وفضائل کی بہت تاکید اور اہتمام کے ساتھ تعلیم دی ہے ان میں سے ایک حلم اور بردباری ہے اور غصہ سے احتراز کرنا ہے۔ متعدد احادیث نبوی ﷺ میں غصہ پر قابو پانے اور غصہ کے وقت نفس کو قابو میں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ بری عادتوں میں غصہ نہایت ہی خطرناک اور بہت ہی بدانجام عادت ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کو جس نے آپ ﷺ سے نصیحت کی درخواست کی تھی فرمایا تھا غصہ مت کرو اور آپ ﷺ نے متعدد مرتبہ فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔

نبی کریم ﷺ نے غصہ سے منع کرنے کے ساتھ متعدد مواقع پر غصہ کو دور کرنے کے طریقے بھی بتائے۔ مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جب کسی کو غصہ آئے تو وہ خاموش ہو جائے۔'' یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ نیز ارشاد فرمایا کہ ''غصہ شیطان کا اثر ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے تو جب تم میں کسی کو غصہ آئے تو وضو کر لے۔'' اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لینے کو غصہ کے علاج کے طور پر ارشاد فرمایا۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۳۵۔ معارف الحدیث : ۲/۱۴۸)

قدرت ہوتے ہوئے غصہ پینے کی فضیلت

۴۷. وَعَنْ مُعَاذِبْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ كَظَمَ غَیْظًا، وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُنْفِذَه، دَعَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَه، وَتَعَالٰی عَلٰی رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُخَیِّرَه، مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ مَاشَاءَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(۴۷) حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص غصہ پی جائے اس حال میں کہ وہ اس کو کر گزرنے پر قادر ہو اللہ تعالیٰ روز قیامت تمام مخلوقات کے سامنے اسے پکار کر بلائیں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ حور عین میں سے جس کو چاہے پسند کرے۔ (ابوداؤد ترمذی اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۴۷): سنن ابی داود، کتاب الادب، باب من کظم غیظاً ۔ الجامع للترمذی، ابواب صفة القیامة، باب فضل الرفق بالضعیف والوالدین والمملوك

راوی حدیث: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبیلہ جہینہ سے تعلق تھا۔ مصر میں جا کر آباد ہو گئے تھے ان کے صاحبزادے سہل نے ان سے متعدد احادیث روایت کی ہیں جن میں سے بعض احادیث امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں بھی روایت کی ہیں۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے تیس احادیث روایت کی ہیں۔ (دلیل الفالحین : ۱۳۶/۱)

کلمات حدیث: کظم، کظماً (باب ضرب): غصہ پی لینا۔ رؤوس جمع رأس سر۔ رأس رئاسة (باب ضرب) سردار ہونا، سرداری کرنا۔ رئیس : سردار قوم جمع رؤساء۔

شرح حدیث: جس شخص کو یہ قوت وقدرت حاصل ہو کہ وہ اپنے غصہ کا برملا اظہار کر سکے اور جس سے ناراض ہے اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار کر سکے اور اسے سخت سست کہہ سکے یا ضرب وشتم کر سکے، لیکن وہ قدرت ہونے کے باوجود محض رضائے الٰہی کے لیے غصہ کو پی جائے اور درگزر سے کام لے اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی جزا اس شکل میں عطا فرمائیں گے کہ ساری مخلوق کے سامنے سے اسے بلا کر فرمایا جائے گا کہ اپنے دل کی چاہت کی اس قربانی کے بدلے آج حورانِ جنت میں سے جو حور چاہو اپنے لیے منتخب کرلو۔

(معارف الحدیث : ۱٤۹/۲)

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ نے قرآن کریم میں غصہ پی جانے والوں کی تعریف فرمائی ہے کیونکہ غصہ کو دبانا دراصل نفس امارہ کو قابو کرنا اور اسے برائی سے روکنا بہت بڑا جہاد ہے۔ (تحفة الاحوذی : ۲۳۹/۷)

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ﴾

''غصے کو پینے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے۔''

(آل عمران ۱۳۴)

غصہ نہ کرنے کی وصیت

۴۸۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِيْ قَالَ : لَاتَغْضَبْ، فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ : لَاتَغْضَبْ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۴۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے خدمت اقدسؐ میں عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔ اس شخص نے یہ سوال کئی مرتبہ دھرایا۔ آپ ﷺ نے ہر مرتبہ فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔ (صحیح بخاری)

تخریج حدیث(۴۸): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب .

کلماتِ حدیث: أوصني : مجھے وصیت کیجئے۔ وَصّٰی، تَوصِيَةً : (باب تفعیل) وَصّٰی فلانًا : کسی کام کا عہد لیا، وصیت کی۔ أوصٰی، إيصاءً (باب افعال) وصیت کرنا، نصیحت کرنا۔ الوصية : جس کی وصیت کی جائے جمع وصایا۔ فَردَّد مِراراً : بار بار دہرایا۔ ردّ، ردًّا : (باب نصر) واپس کرنا، لوٹانا۔ ردّد القول : بات کو دھرایا۔

شرحِ حدیث: حدیث مبارک میں مذکور ایک شخص سے مراد جاریہ بن قدامہ ہیں۔ احمد ابن حبان اور طبرانی نے یہ حدیث نام کے ساتھ بھی ذکر کی ہے اور بغیر نام لیے بھی (یعنی جاریہ بن قدامہ کا نام نہیں لیا جیسا کہ زیرِ نظر روایت میں ہے) لیکن یہ حدیث دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی مختصر سی بات بتا دیجئے جس سے مجھے فائدہ ہو آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کرو اور تمہارے لیے جنت ہے اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو جنت میں پہنچانے والا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔

فردد مراراً: سائل نے اپنا سوال کئی مرتبہ دہرایا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ اسے مزید کوئی مفید بات معلوم ہو جائے لیکن محسن انسانیت ﷺ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ ”غصہ نہ کرو“ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ بعض اوقات ایک ہی بات تین مرتبہ فرماتے تا کہ مخاطبین بخوبی سمجھ لیں اور ذہن نشین ہو جائے۔

غصہ سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ بیشتر حالات میں غصہ تکبر کی بنا پر پیدا ہوتا ہے اور تکبر بذاتِ خود ایک بہت بڑی برائی ہے جس سے منع کیا گیا ہے اور تواضع وانکساری کا حکم دیا ہے نیز غصہ سے بہت برے نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔

ابن التین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ غصہ نہ کرو دنیا اور آخرت کی بے شمار مصالح اور فوائد پر مشتمل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس اور شیطان ہے اور غصہ یا تو نفس کی خواہش سے ہوتا ہے یا شیطان کی انگیخت سے اور جو شخص ان دونوں پر قدرت و غلبہ حاصل کر لے گویا اسے تمام برائیوں سے تحفظ حاصل ہو گیا۔ (فتح الباری : ۳/۲۱٤)

مصائب کفارۂ سیئات ہیں

۴۹. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَايَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِيْ نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَمَاعَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۴۹) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن مرد مؤمن عورت کی جان مال اور اولاد پر مصیبتیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ اللہ سے ملاقات کرتا ہے تو اس حالت میں کرتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(ترمذی، اور ترمذی نے اسے حسن کہا ہے)

تخریج حدیث (۴۹): الجامع الترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء .

کلماتِ حدیث: البلاء : بلی، بلواً، وبلاءً (باب نصر) آزمانا، امتحان لینا۔ البلوی و البلیۃ : مصیبت۔

شرحِ حدیث: حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا دارالامتحان ہے، یہاں نوع بہ نوع مصائب اور رنگ برنگ آلام ہیں۔ یہاں ایک مؤمن کا کام یہ ہے کہ وہ مصیبت پر صبر کرے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھی ہوئی تقدیر سمجھ کر خندہ پیشانی سے برداشت کرے کہ مؤمن پر جو بھی تکلیف یا پریشانی آتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا تو اس کا کوئی گناہ باقی نہ رہے گا بلکہ سارے گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔

(تحفۃ الاحوذی : ۱۲۴/۷ ۔ دلیل الفالحین : ۱۳۷/۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ پر قابو کرنا

۵۰۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ اَخِيْهِ الْحُرِّبْنِ قَيْسٍ، وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيْهِمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ الْقُرَّآءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمُشَاوَرَتِهٖ كُهُوْلاً كَانُوْا اَوْشُبَّانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ اَخِيْهِ : يَاابْنَ اَخِيْ لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَاالْاَمِيْرِ فَاسْتَاْذِنْ لِيْ عَلَيْهِ، فَاسْتَاْذَنَ فَاَذِنَ لَهٗ عُمَرُ، فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ : هِيَ يَاابْنَ الْخَطَّابِ، فَوَاللّٰهِ مَاتُعْطِيْنَاالْجَزْلَ. وَلَا تَحْكُمُ فِيْنَا بِالْعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى هَمَّ اَنْ يُوْقِعَ بِهٖ : فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ : يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ، (العراف :۱۹۸) وَاِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ، وَاللّٰهِ مَاجَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵۰) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن آئے اور اپنے برادرزاد حر بن قیس کے پاس ٹھہرے۔ یہ حر بن قیس ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں حضرت عمرؓ اپنے قریب رکھتے تھے اور قراء جو حضرت عمرؓ کی مجلس میں بیٹھتے اور مشاورت میں شریک ہوتے تھے ان میں عمر رسیدہ بھی تھے اور جوان بھی عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ اے بھتیجے کہ تمہارا امیر المؤمنین کے یہاں مقام ہے تم میرے لئے ان سے اجازت طلب کرو۔ حضرت عمرؓ نے اجازت دیدی۔ جب وہ مجلس میں آئے تو بولے اے ابن الخطاب۔ قسم بخدا نہ تم نے ہمیں بہت دیا اور نہ ہی ہمارے درمیان انصاف کیا۔ یہ سن کر حضرت عمر شدید ناراض ہوئے اور قریب تھا کہ انہیں ماریں۔ یہ حالت دیکھتے ہی حر بن قیس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝١٩٩ ﴾ (معافی اختیار کرو نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو) اور یہ شخص جاہلوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم اس آیت کی تلاوت کے بعد حضرت عمرؓ نے حرکت تک نہ کی وہ اللہ کی کتاب پر بہت زیادہ عمل کرنیوالے تھے۔ (صحیح بخاری)

تخریجِ حدیث (۵۰): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الاعراف، باب اقتداء النبی ﷺ .

کلمات حدیث: یُدنِیھِمْ : دَنَا دُنُواً (باب نصر) قریب ہونا۔ ادنی إدناءً : قریب کرنا۔ شَاوَرَ مُشَاوَرَۃً (باب مفاعلہ) مشورہ کرنا۔ تَشَاوَرَ القومُ : باہم مشورہ کرنا۔ الشوریٰ : مجلس مشاورت۔ کھولاً : کَھَلَ کھولاً (باب فتح) ادھیڑ عمر کا ہونا۔ کھل : تیس سے پچاس تک کی عمر والا، جمع کُھُول ۔ الجزل، جزُل، جَزَالَۃً : (باب کرم) بڑا ہونا، موٹا ہونا۔ جَزْل : بہت فیاض، بہت دینے والا۔ أجزَل العطاء : بہت انعام دیا۔

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں امورِ خلافت صحابۂ کرام کے مشورہ سے انجام دیتے تھے۔ صحابۂ کرام میں سے ایسے بڑی عمر والے جو تجربہ کار اور معاملات کو سمجھنے والے تھے اور وہ نوجوان صحابہ بھی تھے جو عالم اور فقیہ تھے۔ اسی طرح قراء آپ کی مجلس مشاورت کے ارکان تھے۔ یہ وہ اصحاب رسول ﷺ تھے جنہیں قرآن وحدیث کے معانی ومفاہیم پر دسترس تھی اور علومِ شریعت سے بخوبی آگاہ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مجلس مشاورت میں ایک صاحب حر بن قیس تھے۔ یہ خود قراء میں سے تھے یعنی قرآن کا فہم رکھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے تھے۔ ان کے پاس عیینۃ بن حصن آئے جو فتح مکہ کے وقت اسلام لائے تھے اور مؤلفۃ قلوبہم میں سے تھے۔ یہ مرتد ہو گئے اور قید کر کے حضرت ابوبکر کے پاس لائے گئے تھے اور پھر اسلام قبول کر لیا تھا جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا۔ غرض یہ صاحب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور اس طرح مخاطب ہوئے کہ نہ تو آپ نے ہمیں کثرت سے مال دیا اور نہ ہی ہمارے درمیان انصاف کیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شدید غصہ آیا اور آپ نے ارادہ کیا کہ ان کو تادیب اور سرزنش کریں لیکن جب حر بن قیس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ آیت یاد دلائی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی حرکت تک نہیں کی کیونکہ آپ حکم قرآن پر بہت عمل کرنے والے تھے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۳۸)

حکمرانوں کے ظلم پر صبر کرنا

۵۱۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " اِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَعْدِىْ اَثَرَةٌ وَاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِىْ عَلَيْكُمْ وَتَسْاَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِىْ لَكُمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَ "الْاَثَرَةُ" : اَلْاِنْفِرَادُ بِالشَّىْءِ عَمَّنْ لَهٗ فِيْهِ حَقٌّ .

(۵۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد ایک دوسرے پر ترجیح کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور ایسے امور سامنے آئینگے جنہیں تم ناپسند کرو گے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ ہمارے لیے کیا حکم ہے فرمایا تم پر جو حقوق ہوں تم انہیں ادا کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے سوال کرتے رہو۔ (متفق علیہ)

حدیث میں اثرہ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ایسی کسی شئے کو اپنے لئے خاص کر لینا جس میں دوسرے کا بھی حق ہو۔

تخریج حدیث(۵۱): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوۃ فی الاسلام ۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلفاء الاول فالاول.

کلماتِ حدیث: أثرۃ : دوسرے کے بالمقابل اپنے آپ کو ترجیح دینا، خود کو دوسرے پر ترجیح دینا۔

شرحِ حدیث: متعدد احادیث میں اطاعتِ امیر کا حکم دیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ جب تک کھلا کفر ظاہر نہ ہو حکمرانوں کی اطاعت کرو اور ان کے جو حقوق تمہارے اوپر لازم ہیں ان کو ادا کرو اور اپنے حقوق کے بارے میں سوال کرو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آسانیاں پیدا فرمائے اور حکمرانوں کے دلوں میں تمہاری خیر خواہی اور بھلائی ڈال دے۔ اس حدیثِ مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد جب ایسے حکمران آئیں جو تمہارے جائز حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کے مرتکب ہوں اور صاحبِ حق پر غیر مستحق کو ترجیح دینے لگیں تب بھی تم ان کے حقوق ادا کرتے رہنا اور اللہ سے دعا کرنا کہ حکمرانوں کو عدل وانصاف کی توفیق عطا فرمائے۔

(فتح الباری : ٣/٦٩٤۔ دلیل الفالحین : ١/١٤٠)

●●●●●●●●●●●●

٥٢. وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰی اُسَیْدِ بْنِ حُضَیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً مِّنَ الْاَ نْصَارِ قَالَ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)اَلاَتَسْتَعْمِلُنِیْ کَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا فَقَالَ : اِنَّکُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

وَ "اُسَیْدٌ" بِضَمِّ الْهَمْزَةِ . "وَحُضَیْرٌ" بِحَاءٍ مُهْمَلَةٍ مَضْمُوْمَةٍ وَضَادٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَةٍ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۵۲) حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کسی جگہ کا عامل مقرر فرما دیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فلاں کو کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد تم ترجیحی سلوک دیکھو گے، پس تم صبر کرو یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔ (متفق علیہ)

اُسَید : الف کے پیش کے ساتھ ہے۔ حضیر حاء کے پیش اور ضاد کے زبر کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث(۵۲): صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ سترون بعدی اموڑا تنکرونها. صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب الامر بالصبر عند الولاۃ واستشارتھم۔

راوی حدیث: حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبیلہ اوس کے خاندان اشہل سے تعلق تھا حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر عقبۂ اولیٰ کے بعد اسلام قبول کیا۔ عقبۂ ثانیہ میں بھی شرکت کی۔ غزوۂ احد میں شرکت فرمائی۔ قرآن کریم کی تلاوت بہت خوبصورت آواز کے ساتھ کرتے تھے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "اسید بن حضیر بہت اچھا آدمی ہے۔" آپ سے ۱۱۸ احادیث مروی ہیں جن میں متفق علیہ بقول ابن حزم کے یہی ایک حدیث ہے ۲۰ ھ میں انتقال فرمایا۔

کلماتِ حدیث: ألا تستعملنی : کیا آپ مجھے عامل نہ مقرر کر دیں۔ عمل سے عامل کام کرنے والا۔ عامل سرکاری فرائض کی انجام

ہی پر مامور شخص۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء اور محسنِ انسانیت بنا کر مبعوث فرمائے گئے آپ ﷺ نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں انتہائی حکیمانہ ہدایات فرمائیں جو ہر اعتبار سے انسان کی صلاح وفلاح کی ضامن ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے عقائد ایمانیات، عبادات واخلاق، معاشرت ومعاملات کی طرح نظام حکومت اور حکمرانوں اور محکوموں کے حقوق وفرائض کے بارے میں واضح ہدایات فرمائیں اور خود اپنے طرزِ عمل سے اس شعبۂ زندگی کے بارے میں بھی امت کی مکمل رہنمائی فرمائی ہے۔

آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات میں حاکم اور محکوم کے حقوق وواجبات کو جدا جدا بالتفصیل بیان فرمایا اور ہر باب میں واضح راہنمائی عطا فرمائی۔ حکمرانوں کو لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف کی اور ان کے ساتھ مکمل خیر خواہی کی نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ ''اگر اللہ تعالیٰ کسی کو لوگوں کا حاکم اور نگراں بنادے مگر وہ ان کی خیر خواہی کا فریضہ پوری طرح ادا نہ کرے تو ایسا حاکم جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا'' اور ارشاد فرمایا کہ ''اللہ کے نزدیک سب سے افضل وہ حکمراں ہوں گے جو نرم خو رحم دل عادل ومنصف ہوں گے اور بدترین وہ حکمراں ہوں گے جو سخت دل ظالم اور غیر منصف ہوں گے۔'' اسی طرح محکوموں کو ''سمع وطاعت'' (حکم سننا اور اس پر عمل کرنا) کی مکرر تاکید فرمائی گئی اور فرمایا گیا کہ جب تم اپنے حکمرانوں کی طرف سے ایسی باتیں دیکھو جو تمہیں پسند نہ ہوں یا تم یہ سمجھو کہ حقوق کی ادائیگی میں عدل وانصاف کے بجائے ترجیحی سلوک روا رکھا جاتا ہے تو صبر کرو اور حلم اور بردباری کا مظاہرہ کرو یہاں تک کہ تم حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرو۔[۲]

(دليل الفالحين : ۱/۱٤۹)

جنت کی تمنا کی ممانعت

٥٣. وَعَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِيْمَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفیٰ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِیْ لَقِیَ فِيْهَا الْعَدُوَّ نَتَظَرَ حَتّٰى اِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِيْهِمْ فَقَالَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ لَاتَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ، فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ .

(٥٣) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ دشمن کے بالمقابل کھڑے ہوئے تھے، آپ نے قدرے انتظار فرمایا یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا تو آپ نے فرمایا اے لوگو! دشمن کیساتھ مقابلہ کی تمنا نہ کرو اللہ سے عافیت طلب کرو۔ اور جب تمہارا ان سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو۔ جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے اللہ اے کتاب کے نازل کرنے والے اے بادلوں کو چلانے والے اور اے لشکروں کو شکست دینے والے ان کو شکست دے اور ہمیں ان پر غالب فرما۔ (متفق علیہ) وباللہ التوفیق

تخریج حدیث(۵۳): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الجنة تحت بارقة السيوف . صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب كراهة تمنى لقاء العدو والامر بالصبر عند اللقاء .

عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے ابواوفی کا نام علقمۃ بن خالد تھا اور عبداللہ اور ابواوفی دونوں صحابی ہیں۔ سات غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ ان کی مرویات کی تعداد ۹۵ ہے جن میں سے دس متفق علیہ ہیں۔ بنوامیہ کے آخری دور میں انتقال ہوا۔

کلمات حدیث: ظلال : ظل کی جمع: سایہ۔ هَازم :شکست دینے والا۔ هَزَم، هزماً (باب ضرب) دشمن کو شکست دینا۔ إنهزم إنهزاماً (باب انفعال) شکست کھانا۔ هزيمة :شکست، جمع هزائم ۔ الأحزاب جمع حِزب : جماعت۔ تحزّب القوم : اکٹھا ہونا، جمع ہونا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو جوامع کلم عطا کیے گئے تھے یعنی آپ ایسی گفتگو فرماتے جس کے کلمات خوبصورت ترکیب کلمات بدیع اور جملے مختصر مگر گوناگوں معانی پر مشتمل ہوتے تھے۔ یہ حدیث اس کی عمدہ مثال ہے، چنانچہ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثِ مبارک نفیس اور بدیع کلام پر مشتمل اور بلاغت کلام کی اعلیٰ مثال ہے، کیونکہ یہ مختصر جملوں اور حسین کلمات کا ایسا دلکش مجموعہ ہے جس میں ہر لفظ موتی کی طرح چمکدار اور خوبصورت ہے اور حسن استعارہ کے ساتھ معانی کثیرہ پر مشتمل ہے۔ یہ یقیناً ایسا کلام ہے جس کی مثال سے فصحاءِ عرب کا کلام خالی ہے۔ اس حدیث کے مختصر سے کلمات میں جہاد کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب بیان کر کے اہل ایمان کو جہاد کے لیے آمادہ کیا گیا ہے، انہیں بتایا گیا ہے کہ وہ قتال وحرب کی تمنا سے گریز کریں لیکن جب دشمن سامنے آجائے تو ثابت قدمی اور صبر کے ساتھ جم کر مقابلہ کریں اور یہ جان کر جہاد میں حصہ لیں کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ مجاہدین کے لیے یہی سایہ سایۂ جنت ہے۔

جہاد میں سرفروشی اور میدانِ جنگ میں صبر وثبات کے ساتھ ساتھ مجاہد کو چاہیے کہ وہ اللہ پر بھروسہ رکھے اسی پر اعتماد کرے اور فتح و کامرانی کے لیے اسی کے سامنے دست بدعا ہو اور یقین کامل رکھے کہ فتح ونصرت اللہ ہی کے دستِ قدرت میں ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَٱثْبُتُوا۟ وَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾

''اے ایمان والو! جب تمہیں کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو شاید کہ تم کامیاب ہو۔'' (الانفال:۴۵)

معلوم ہوا کہ مادی ساز وسامان نہیں بلکہ صبر وثبات اور کثرت سے اللہ کی یاد ہی فتح وکامیابی کی کلید ہیں۔

(فتح الباری : ۲/۱۵۵۔ دلیل الفالحین : ۱/۱٤۲)

الباب (٤)

باب الصدق

صدق کا بیان

١٣ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَكُونُواْ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿١١٩﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔'' (توبہ: ١١٩)

تفسیری نکات: صدق اصل ایمان بھی ہے اور کمال ایمان بھی، جب ایک بندۂ مؤمن ایمان لے آیا اور اس نے گواہی دے دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اب اس گواہی اور اس اقرار پر ثابت قدمی اور اسے زندگی کے ہر ہر مرحلے میں قلب کی گہرائیوں سے اور اپنے قول و عمل سے سچ کر دکھانے والا صدیق ہے وہ ایسا شخص ہے جو دل کی گہرائیوں میں بھی اور برملا بھی ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی صدیق ہے اس کے احوال اس کے اعمال کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کے اعمال اس کے احوال کی تصدیق کرتے ہیں، وہ پیکرِ ایمان متقی جو کمالِ ایمان اور جمالِ تقویٰ کا جامع ہو وہ صدیق ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق کا لقب تو در بارِ نبوت سے عطا ہوا مگر اس آیہ مبارک کی تفسیر میں علامہ ضحاک فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہیں۔ علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے قول کے مطابق یا تو تمام مہاجرین صحابہ مراد ہیں یا وہ تین صحابہ مراد ہیں جو غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کر سکے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے۔ (زاد المسير : ٣٤٩/٣ ـ تفسير مظهرى : ٤٤٢/٥ ـ دليل الفالحين : ١٤٥/١)

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صادقین کہا گیا ہے علماء اور صلحاء نہیں کہا گیا کہ ان کے ساتھ ہو جاؤ کیونکہ صادقین کا لفظ فرما کر عالم و صالح کی پہچان بتادی کہ عالم و صالح وہ ہی شخص ہو سکتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو نیت و ارادہ کا بھی سچا ہو قول کا بھی سچا ہو اور عمل کا بھی سچا ہو۔ (معارف القرآن : ٤٨٥/٤)

١٤ . وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱلصَّٰدِقِينَ وَٱلصَّٰدِقَٰتِ ﴾

نیز ارشاد فرمایا:

''اور سچے مرد اور سچی عورتیں۔'' (الاحزاب: ٣٥)

دوسری آیت میں مرد اور عورت دونوں کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ سچے مرد اور سچی عورتیں۔ اس سچے ہونے میں صادق القول ہونا بھی داخل ہے اور صادق العمل ہونا بھی اور ایمان اور نیت میں بھی سچا ہونا داخل ہے یعنی مسلمان مرد اور مسلمان عورت ایسے ہوتے ہیں کہ نہ ان کے کلام میں جھوٹ ہوتا ہے نہ عمل میں کم ہمتی اور سستی اور نہ ہی ریا کاری وغیرہ۔ (معارف القرآن : ٣٩/٨)

سچ اور جھوٹ کا بدلہ

۵۴. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا. وَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ، وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۵۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صدق نیکی کی جانب راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو اللہ کے یہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ برائی کی جانب راہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۵۴): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول اللّٰہ تعالیٰ ﴿ یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ ﴾. صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم النمیمة و باب قبح الکذب و حسن الصدق و فضلہ .

کلمات حدیث: البر : نیکی۔ برًّا (باب سمع وضرب) بَرَّ فی قولہ : سچ بولنا۔ تبرُّر : نیک ہونا۔ البارّ : نیکوکار نیکی کرنے والا، جمع ابرار ۔ البر : اللہ تعالیٰ کا نام۔ فجور : برائی۔ فَجَرَ فُجورًا (باب نصر): جھوٹ بولنا، گناہ کرنا۔ فاجر : جھوٹا، جمع فُجار ۔ الیمین الفاجرة : جھوٹی قسم۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ نے جن اخلاق حسنہ پر بہت زور دیا ہے اور جن کو ایمان اور اسلام کے لیے لازم اور ان کا جز قرار دیا ہے ان میں صدق (سچائی) اور امانت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ حدیثِ مبارک صدق کی اہمیت وفضیلت اور اس کی افادیت کو بخوبی واضح کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ صدق (زندگی کے ہر مرحلے میں اور معاملے میں قول میں اور عمل میں اور نیت میں سچا ہونا) مؤمن کا اعلیٰ ترین وصف ہے کیونکہ مؤمن صادق درجہ بدرجہ بھلائیوں اور نیکیوں کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور مرحلہ بمرحلہ اس کی خوبیوں اور اس کے محاسن میں اضافہ ہوتا رہتا ہے بالآخر وہ مقام صدیقیت تک پہنچ جاتا ہے اور اسے جنت کا مستحق قرار دے کر اللہ کے یہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ بولنا ایک خبیث خصلت ہے اور اس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ آدمی میں فسق وفجور کا میلان پیدا کرتا ہے اور انسان کو برائی کی جانب دھکیلتا رہتا ہے اور اس کی پوری زندگی کو بدکاری اور برائی کی زندگی بنا کر اسے دوزخ تک پہنچا دیتا ہے۔

(معارف الحدیث : ۱۶۷/۲)

مشکوک باتوں کا ترک کرنا

۵۵. وَعَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "دَعْ مَایُرِیْبُکَ اِلیٰ مَا لَایُرِیْبُکَ، فَاِنَّ الصِّدْقَ طَمَانِیْنَۃٌ، وَالْکَذِبَ رِیْبَۃٌ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ .

قَوْلُہٗ : "یَرِیْبُکَ" : ھُوَ بِفَتْحِ الْیَآءِ وَضَمِّھَا : وَمَعْنَاہُ اتْرُکْ مَاتَشُکُّ فِیْ حِلِّہٖ وَاعْدِلْ اِلیٰ مَالَاتَشُکُّ فِیْہِ.

(۵۵) حضرت حسن بن علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا وہ امور ترک کردو جو شک میں ڈالیں اور ایسے امور اختیار کرو جو شک وشبہ سے بالا ہوں۔ کیونکہ صدق طمانیت ہے اور جھوٹ شک ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

یریبك : یہ لفظ یاء کے زبر اور پیش کے ساتھ ہے مفہوم یہ ہے کہ وہ امر جس کے جواز میں شبہ ہو اسے ترک کردو اور اسے اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔

تخریج حدیث(۵۵): الجامع الترمذی.

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے تیسرے سال پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۸ سال تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرائے گا۔ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن خلیفہ ہو گئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے فوجی پیش قدمی شروع کردی۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کرلی اور خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ آپ سے ۱۳ احادیث مروی ہیں ۵۰ھ میں شہید ہوئے۔ (دلیل الفالحین : ١/١٤٦)

کلمات حدیث: الریبۃ : شک۔ راب، ریباً (باب ضرب) شک میں ڈالنا۔ إرتاب : شک کیا۔ طمانیۃ : اطمینان، سکون، راحت۔ أطمأنَّ، اطمئناناً : آرام لینا، قرار پکڑنا۔ المطمئن من الارض : نرم پست زمین۔

شرح حدیث: ایسا صاحب ایمان شخص جس کے قلب میں نور ایمان داخل ہو گیا ہو اور وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں ایمان کی بشاشت محسوس کرنے لگا ہو اور زندگی کے ہر مرحلے میں برابر ایمان کے تقاضوں پر عمل پیرا رہتا ہو تو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی قدرت سے اس میں ایسا وصف پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ خود بخود صدق پر مطمئن ہو جاتا اور کذب سے نفرت کرنے لگتا ہے ہر اچھی اور بھلائی کی بات پر اس کا قلب خود بخود مطمئن ہو جاتا ہے اگر چہ اسے اس بات کے خوب ہونے کا علم بھی نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی کا دل نور ایمان سے منور اور اعمال صالحہ کے دوام اور ان کی کثرت سے اس کی روح مصفا اور مسلسل اجتناب نواہی سے اس کا وجود مجلی ہو جاتا ہے تو بارگاہِ حق سے اس کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو اسے امورِ خیر کی جانب راغب کرتے رہتے اور امورِ شر سے اس کی طبیعت میں بے رغبتی کو ابھارتے رہتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ جہاں بری بات دیکھتا ہے ٹھٹھک جاتا ہے اور اچھائی کی جانب طبعًا

مائل ہوتا ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱٤۷)

غرض مفہوم حدیث یہ ہے کہ مکلف ہر کام یقین واعتماد کے ساتھ کرے کسی قول یا عمل کے بارے میں شک یا تردد ہو تو اسے ترک کردو کیونکہ صدق میں اطمینان وسکون اور راحت ہے اور کذب میں اضطراب نفس اور قلب کی بے چینی ہے۔ (تحفة الاحوذی : ۷/۲٦٤)

کفر کی حالت میں بھی سچائی اختیار کرنا

۵٦. عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ فِیْ قِصَّةِ هِرَقْلَ، قَالَ هِرَقْلُ: فَمَاذَا یَامُرُکُمْ. یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْسُفْیَانَ قُلْتُ: یَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَاتُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَاتْرُکُوْا مَایَقُوْلُ اٰبَاؤُکُم وَیَامُرُنَا بِالصَّلٰوةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصِّلَةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۵٦) حضرت ابوسفیانؓ ہرقل کے قصہ کی طویل حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہرقل نے سوال کیا کہ وہ پیغمبر تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں۔ کہ میں نے جواب دیا کہ وہ ہمیں کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور تمہارے آباء جو کہتے تھے اسے چھوڑ دو اور آپ ہمیں نماز صدق عفاف اور صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں۔
(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۵٦): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب بدء الوحی . صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب کتب النبی ﷺ الی هرقل یدعو الی الاسلام .

راوی حدیث: حضرت ابوسفیان صخر ابن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے اور غزوۂ حنین میں شرکت کی بعد ازاں محاصرہ طائف اور جنگِ یرموک میں شرکت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں انتقال ہوا۔
(دلیل الفالحین : ۱/۱٤۸)

کلمات حدیث: العفاف : عَفّ . عفافاً، وعِفّةً (باب ضرب) پاک دامن ہونا غیر مستحسن کام سے باز رہنا۔ عفیف: پاکدامن جمع أعفاء . الصلة : وصَل، وصلاً وصلة (باب ضرب) ملانا، جوڑنا۔ وصلہ بألف دینار ایک ہزار دینار دے کر اس کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ وصلہ: رشتہ داروں اور ذی رحم قرابت داروں سے حسن سلوک کیا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ٦ ھ میں غیر مسلم حکمرانوں کو دعوتی خطوط ارسال فرمائے۔ ایک خط قیصرِ روم ہرقل کو بھی روانہ کیا گیا۔ اس خط کے ملنے کے بعد اس نے شام سے ابوسفیان کو بلوایا تو ران سے نبی کریم کے حالات دریافت کیے یہ ایک طویل حدیث ہے جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور صحیح بخاری میں کتاب الایمان میں مذکور ہے۔ ہرقل نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا آپ ﷺ فرماتے ہیں شرک نہ کرو اور صرف ایک اللہ کی بندگی کرو۔ زمانۂ جاہلیت کے سارے غلط اور فاسد کام چھوڑ دو، پاکدامنی اختیار کرو، سچ بولو اور صلہ رحمی کرو اور نماز پڑھو۔

(فتح الباری : ۱/ ۲۳٤ ۔ دلیل الفالحین : ۱/ ۱٤۸)

شہادت کی سچی تمنا

۵۷. عَنْ اَبِیْ ثَابِتٍ وَقِیْلَ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَقِیْلَ اَبِی الْوَلِیْدِ سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ وَهُوَ بَدْرِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ تَعَالٰی الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ . بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۷) حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صدق کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کرے اللہ سبحانہ اسے شہداء کے مقامات تک پہنچا دینگے اگر چہ اسکی وفات اپنے بستر پر ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۷): صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب الشھادۃ فی سبیل اللّٰہ تعالیٰ.

راوی حدیث: حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں جنگِ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپ سے چالیس احادیث مروی ہیں۔ کوفہ میں **۳۸** ھ میں انتقال فرمایا۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ۱٤۹)

شرح حدیث: حسن نیت اصلاخلاصِ قلب ایک عظیم نعمت ہے جو مؤمن کو عطا ہوتی ہے کہ اللہ کا ایک بندہ خلوصِ دل سے شہادت کی دعا کرے تو اللہ سبحانہٗ اس کی حسن نیت کو اور اس کے اخلاص کو قبول فرماتے ہوئے اسے شہداء کے اعلیٰ مراتب عطا فرمادیں گے۔ اگر چہ اس کی وفات میدانِ جہاد کے بجائے بستر مرگ پر ہوئی ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''اگر کسی نے کسی نیک کام کی نیت کی لیکن اس کو انجام نہ دے سکا تب بھی اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں اس کارِ خیر کا ثواب لکھ دیں گے۔'' جیسا کہ پہلے حدیث مبارک گزر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''مدینہ میں کچھ لوگ ہیں تم جو راستہ قطع کرتے ہو اور جس وادی سے گزرتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔'' غرض اس حدیث مبارک میں طلبِ شہادت کا مستحب ہونا اور عملِ صالح کی نیت کا مستحب ہونا بیان کیا گیا ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ۱۵۰)

مالِ غنیمت کا حلال ہونا امتِ محمدیہ ﷺ کا خاصہ ہے

۵۸. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِیٌّ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ صَلَوٰاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِمْ فَقَالَ لِقَوْمِهٖ : لَایَتْبَعْنِیْ رَجُلٌ مَلَکَ بُضْعَ امْرَاَةٍ وَهُوَ یُرِیْدُ اَنْ یَبْنِیَ بِهَا وَلَمَّا یَبْنِ بِهَا وَلَا اَحَدٌ بَنٰی بُیُوْتًا لَمْ یَرْفَعْ سُقُوْفَهَا وَلَا اَحَدٌ اشْتَرٰی غَنَمًا اَوْخَلِفَاتٍ وَهُوَیَنْتَظِرُ اَوْلَادَهَا. فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْیَةِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ اَوْقَرِیْبًا مِنْ ذٰلِکَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ : اِنَّکِ مَاْمُوْرَةٌ وَاَنَا مَاْمُوْرٌ، اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَیْنَا، فَحُبِسَتْ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ، فَجَمَعَ الْغَنَآئِمَ فَجَآءَتْ یَعْنِیْ النَّارَ لِتَاْکُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ : اِنَّ فِیْکُمْ غُلُوْلًا فَلْیُبَایِعْنِیْ مِنْ کُلِّ قَبِیْلَةٍ رَجُلٌ، فَلَزِقَتْ یَدُ رَجُلٍ بِیَدِهٖ فَقَالَ : فِیْکُمْ

الْغُلُوْلُ فَلْتُبَايِعْنِیْ قَبِيْلَتُکَ، فَلَزِقَتْ يَدُرَجُلَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ : فِيْکُمُ الْغُلُوْلُ فَجَآؤُوابِرَاسٍ مِثْلِ رَاسِ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ فَوَضَعَهَا فَجَآءَ تِ النَّارُ فَاَکَلَتْهَا فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ قَبْلَنَا ثُمَّ اَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَآئِمَ لَمَّا رَاٰی ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَاَحَلَّهَا لَنَا' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلْخَلِفَاتُ" بِفَتْحِ الْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ : جَمْعُ خَلِفَةٍ وَهِيَ النَّاقَةُ الْحَامِلُ .

(۵۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام میں سے کسی نبی نے جہاد کیلئے نکلتے ہوئے اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ ایسا شخص نہ آئے جس نے ابھی نکاح کیا ہے بیوی کو گھر لانا چاہتا ہے مگر ابھی نہیں لایا۔ایسا شخص بھی نہ آئے جس نے گھر بنایا ہو مگر گھر کی چھت نہ پڑی ہو اور ایسا شخص بھی نہ آئے جس نے گابھن بکریاں اور اونٹنیاں خریدی ہوں اور اب ان کے بچوں کا منتظر ہو۔غرض یہ نبی جہاد کیلئے روانہ ہوئے عصر کے قریب اس بستی کے پاس پہنچے جن سے جہاد کرنا تھا تو انھوں نے سورج کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تو بھی اللہ کے حکم کا پابند ہے اور میں بھی اسی کے حکم کا پابند ہوں اے اللہ سورج کو روک لیجئے۔سورج ٹھہر گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح سے نوازا۔تمام غنیمتیں جمع کیں آگ آئی تا کہ انہیں جلا دے لیکن نہیں جلایا۔اس پر اس پیغمبر نے کہا کہ ضرور تم میں کوئی خائن موجود ہے۔اس لئے ہر قبیلے سے ایک آدمی میرے ہاتھ پر بیعت کرے۔ایک شخص کا ہاتھ پیغمبر کے ہاتھ سے چپک گیا تو انھوں نے فرمایا کہ خیانت تمہارے قبیلے میں ہوئی ہے اب قبیلے کے سارے آدمی مجھ سے بیعت کریں اس قبیلے کے دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ چپک گئے۔انھوں نے فرمایا کہ تم خائن ہو۔چنانچہ یہ لوگ گائے کے سر کے برابر سونے کا ایک سر لائے اسے مال غنیمت میں شامل کر دیا گیا آگ آئی اور سب سامان جلا دیا آپ نے فرمایا ہم سے پہلے مال غنیمت کسی کے لئے حلال نہ تھا اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور ضعف پر نظر فرماتے ہوئے ہمارے لئے غنیمت کو حلال فرما دیا ہے۔(متفق علیہ)

حدیث میں وارد لفظ خلفات خا کے زبر اور لام زیر کے ساتھ ہے جس کے معنی ہیں گابھن اونٹنیاں۔

تخریج حدیث (۵۸): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب قول النبی صلی اللّٰه علیه و سلم احلت لکم الغنائم. صحیح مسلم، کتاب الجها د، باب تحلیل الغنائم لهذه الامة خاصة .

کلمات حدیث: وهو یرید أن یبنی بها : اس کا ارادہ تھا کہ بیوی کو گھر میں لائے۔ بنی، بنیًا (باب ضرب) بنی البیت : گھر بنایا۔ بنی علی اهله و بنی بها : بیوی کے ساتھ پہلی رات گزاری۔ البنیان و البناء : عمارت جمع أبنیة۔ غلول : غل، غلولا (باب نصر) خیانت کرنا۔ فلزقت : لزق، لزوقاً (باب سمع) چمٹنا، چپکنا۔ لازقه ملازقة (باب مفاعلہ) چپکانا۔

شرح حدیث: اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء میں سے کوئی نبی جہاد کے ارادے سے روانہ ہوئے۔حاکم نے کعب الاحبار سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ نبی یوشع بن نون تھے اور جس بستی کی جانب جہاد کے لیے جا رہے تھے اس کا نام اریحا تھا۔ایک صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورج کو کبھی کسی کے لیے نہیں ٹھہرایا گیا سوائے یوشع بن نون کے کہ ان کے لیے اس موقعہ پر سورج کو ٹھہرایا گیا جب وہ بہ نیت جہاد بیت المقدس کی جانب سفر کر رہے تھے۔

(فتح الباری : ۲/۲۲۹)

حضرت یوشع بن نون سفر جہاد کے لیے روانہ ہونے لگے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تین آدمی میرے ساتھ نہ جائیں، جس نے ابھی شادی کی ہے بیوی کو گھر لانا چاہتا ہے لیکن ابھی نہیں لا سکا۔ جو مکان تعمیر کرا رہا ہے اور مکان نامکمل ہے اور اس حالت میں ہے کہ ابھی چھت بھی نہیں پڑی اور وہ شخص جس نے گابھن جانور خریدے ہیں اس نیت سے کہ ان کے بچے ہو جائیں اور ریوڑ بڑھ جائے۔ مقصود یہ ہے کہ انسان جب جہاد کے لیے نکلے تو اس کی نیت خالص رضائے الٰہی کا حصول ہو اور کسی اور جانب اس کا دل اٹکا نہ ہوا ہو بلکہ یکسو ہو کر اور دلجمعی کے ساتھ جہاد میں شرکت کرے اور خلوصِ نیت کے ساتھ بتمنائے شہادت ساتھ چلے۔

جب اس بستی کے قریب پہنچے جس کے باشندوں سے جہاد کا حکم ہوا تھا اور جس کا نام اریحا تھا تو عصر کا وقت قریب آ چکا تھا۔ حضرت یوشع بن نون نے دعا کی کہ سورج ٹھہر جائے، چنانچہ دعا قبول ہوئی اور سورج ٹھہر گیا اور فتح ہو گئی اور غنیمتیں جمع کی گئیں کہ انہیں آگ آ کر جلا دے چنانچہ آگ آئی مگر جلایا نہیں۔ جس پر یوشع نے کہا کہ کہیں کوئی خیانت ہوئی ہے غرض خیانت کے طور پر لی گئی چیز واپس لا کر رکھ دی گئی تو آگ نے سارا سامان جلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لوگوں کے ضعف اور کمزوری کے پیش نظر غنیمت کو حلال فرما دیا۔ گزشتہ امتوں کو مال غنیمت حلال نہیں تھا اس امت کے لیے حلال کر دیا گیا۔ (فتح الباری : ۱/ ۲۲۹۔ دلیل الفالحین : ۱/ ۱۵۰)

●●●●●●●●●●●●

سچائی سے تجارت میں برکت ہوتی ہے

۵۹. عن اَبِیْ خَالِدٍ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا" فَاِنْ صَدَقَا وَبَیَّنَا بُوْرِکَ لَھُمَا فِیْ بَیْعِھِمَا، وَاِنْ کَتَمَا وَکَذَبَا مُحِقَتْ بَرَکَۃُ بَیْعِھِمَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

(۵۹) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بائع اور مشتری جب تک جدا نہ ہوں اختیار باقی رہتا ہے اگر وہ دونوں سچ بولیں اور کھول کر بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت ہوگی اور اگر اصل بات چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع کی برکت ختم ہو جائے گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۹): صحیح البخاری : کتاب البیوع، باب بین البیعان ولم یکتما ونصحا . صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین .

راوی حدیث: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے برادر زاد تھے۔ یہ ان صحابۂ کرام میں سے ایک تھے جنہوں نے ساٹھ سال زمانۂ جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں گزارے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے۔ اشراف قریش میں تھے ایک لاکھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دار الندوۃ فروخت کر کے تمام مال صدقہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ قریش کے وقار کی جگہ کو فروخت کر دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اسلام کے بعد عزت و وقار صرف تقویٰ کو

حاصل ہے۔آپ سے چالیس احادیث مروی ہیں جن میں سے چار متفق علیہ ہیں۔ ۵۴ھ میں انتقال ہوا۔

(دلیل الفالحین : ۱/۱۵۲)

کلمات حدیث: البیعان : بائع اور مشتری،خریدار اور فروخت کنندہ۔ باع، بیعا (باب ضرب) فروخت کرنا۔ الخیار : اختیار۔ خار، خیرۃ (باب ضرب) اختیار کرنا، پسند کرنا، منتخب کرنا۔ یتفرقا : فرق، فرقاً : (باب نصر) جدا کرنا۔ فرّق تفریقاً (باب تفعیل) جدا کرنا۔ تفرق، تفرقاً (باب تفعل) جدا ہونا۔ محقت : محق، محقاً (باب فتح) محق الشئی باطل کرنا، مٹانا۔ امحق المال : ہلاک ہونا۔ ممحقۃ : باعث بے برکتی۔

شرح حدیث: ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ زندگی کے ہر مرحلے میں صدق کو اختیار کرے اور ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی خیر خواہی کرے اور دوسرے کے لیے بھی وہی پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔کاروبار اور تجارت میں بھی سچ بولنا اور ایک آپس میں خیر خواہی اختیار کرنا ضروری بھی ہے اور مفید بھی ہے اور باعث خیر و برکت بھی۔اگر دو آدمی خرید وفروخت کر رہے ہیں تو دونوں ایک دوسرے کے ساتھ سچ بولیں اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں اور اس معاملہ میں کوئی بات چھپانے کے بجائے ہر بات کھول کر بیان کر دیں تو اس سے دونوں کو دنیوی اور اخروی ہر طرح کے فوائد حاصل ہوں گے اور برکت حاصل ہوگی۔جبکہ جھوٹ اور کتمان برکت کو مٹا دیں گے اور زائل کر دیں گے۔چنانچہ حضرت واثلۃ بن الاسقع سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کسی شخص نے کوئی عیب دار شئے بغیر خریدار کو بتلائے فروخت کی تو وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہتا ہے یا یہ فرمایا کہ فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

جس طرح ایک تاجر اگر اپنے کاروبار میں سچا اور مخلص ہو تو اس کے کاروبار میں برکت ہوتی ہے اسی طرح اگر بندہ اپنے رب کے ساتھ معاملے میں سچا اور مخلص ہو اور اس کی بندگی میں کوئی ریا اور کسی طرح کا کھوٹ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادت میں اور اس کے اعمالِ صالحہ میں برکت ڈال دیتا ہے اور انہیں قبول فرما کر ان کے اجر و ثواب کو بڑھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ سات سو گنا ہو جاتا ہے اور اس سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ ٱشْتَرَىٰ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَٰلَهُم بِأَنَّ لَهُمُ ٱلْجَنَّةَ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔''

(التوبۃ: ۱۱۱)

کیسی عظیم الشان ہے یہ تجارت جس میں خریدار اللہ جل شانہٗ ہیں اور جو شئے خریدی ہے یعنی ہماری فانی جان اور عارضی مال جو خود انہی کا دیا ہوا ہے اور جنت جیسا اعلیٰ ترین مقام اس کا ثمن ہے جہاں ایسی نعمتیں ہوں گی جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ ان کا تصور و خیال کسی کے دل میں آیا۔

البَابُ (۵)

باب المراقبة

مراقبہ کا بیان

۱۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ ٱلَّذِي يَرَىٰكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي ٱلسَّـٰجِدِينَ ﴿٢١٩﴾ ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو اٹھتا ہے اور تیرا پھرنا نمازیوں میں۔'' (الشعراء:۲۱۹)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ﴿ وَتَقَلُّبَكَ فِي ٱلسَّـٰجِدِينَ ﴿٢١٩﴾ ﴾ ساجدین سے مراد حضرت عبداللہ بن عباس، عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مقاتل رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک نماز ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ' آپ کو اس وقت بھی دیکھتے ہیں جب آپ تنہا نماز میں ہوتے ہیں اور اس وقت بھی آپ کو دیکھتے ہیں جب آپ صحابۂ کرام کے ساتھ باجماعت نماز میں ہوتے ہیں۔ یا یہ کہ جب آپ تہجد کے لیے اٹھتے ہیں اور متوسلین کی خبر لیتے ہیں کہ یادِ الٰہی میں ہیں یا غافل یا جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور جماعت کی نماز میں رکوع و سجود کرتے اور مقتدیوں کی دیکھ بھال فرماتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

۱۷. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ﴾

اور ارشاد فرمایا:

''اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔'' (الحدید:۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو اور جس حال میں بھی ہو کہ اللہ ہی جس کی قدرت اور مشیت پر نظامِ عالم قائم ہے اس معیت کی حقیقت اور کیفیت کسی مخلوق کے احاطۂ علم میں نہیں آسکتی مگر اس کا وجود یقینی ہے اس کے بغیر انسان کا وجود نہ قائم رہ سکتا ہے نہ کوئی کام اس سے ہوسکتا ہے اسکی مشیت و قدرت ہی سے سب کچھ ہوتا ہے جو ہر حال میں اور ہر جگہ انسان کے ساتھ ہے۔ (معارف القرآن : ۲۹۳/۸)

۱۸. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي ٱلْأَرْضِ وَلَا فِي ٱلسَّمَآءِ ﴿٥﴾ ﴾

اور فرمایا:

''اللہ ایسا ہے کہ کوئی شے زمین میں یا آسمان میں اس پر مخفی نہیں ہے۔'' (آل عمران:۵)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا ہے کہ جس طرح نظامِ عالم کی کوئی شئے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی مشیت سے باہر نہیں

ہے اسی طرح اس عالم کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز اور کوئی ذرّہ اس کے احاطۂ علم سے خارج نہیں ہے۔ سب مجرم و بری اور تمام جرموں کی نوعیت ومقدار اس کے علم میں ہے اس لیے کوئی مجرم روپوش ہو کر کہاں جا سکتا ہے اور کس طرح اس کے قبضۂ قدرت سے نکل سکتا ہے۔

(تفسیر عثمانی)

۱۹. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''بے شک تمہارا پروردگار تاک میں ہے۔'' (الفجر:۱۴)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں ارشاد ہوا کہ جس طرح کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے کہ فلاں کیونکر گزرا اور کیا کرتا ہوا گیا اور فلاں کیا لایا اور کیا لے گیا پھر وقت آنے پر اپنی معلومات کے موافق کام کرتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر سب بندوں کے ذرّہ ذرّہ احوال واعمال کو دیکھتا ہے کوئی حرکت وسکون اس سے مخفی نہیں۔ ہاں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ غافل بندے سمجھتے ہیں کہ بس کوئی دیکھنے والا اور پوچھنے والا نہیں جو چاہو بے دھڑک کیے جاؤ۔ حالانکہ وقت آنے پر ان کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتا ہے اور ہر ایک سے انہیں اعمال کے موافق معاملہ کرتا ہے جو شروع سے اس کے زیر نظر تھے اس وقت پتہ لگتا ہے کہ وہ سب ڈھیل تھی اور بندوں کا امتحان تھا کہ دیکھیں کن حالات میں کیا کچھ کرتے ہیں اور ایک عارضی حالت پر نظر کر کے آخری انجام کو تو نہیں بھولتے۔ (تفسیر عثمانی)

۲۰. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿١٩﴾ ﴾

اور فرمایا:

''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔'' (غافر:۱۹)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کو محیط ہے یعنی وہ جانتا ہے کہ مخلوق سے نظر بچا کر چوری چھپے کسی پر نگاہ ڈالی یا کن انکھیوں سے دیکھا یا دل میں کچھ نیت کی یا کسی بات کا ارادہ یا خیال آیا ان میں سے ہر چیز کو اللہ جانتا ہے۔

حدیثِ جبرائیل علیہ السلام

۶۰. عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ "بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَايُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَايَعْرِفُهُ مِنَّا اَحَدٌ، حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ

عَلٰی فَخِذَیْهِ وَقَالَ : یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَتُقِیْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِیَ الزَّكٰوةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا : قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهٗ یَسْأَلُهٗ وَیُصَدِّقُهٗ قَالَ : فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ قَالَ : اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ، وَرُسُلِهٖ، وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَیْرِهٖ وَشَرِّهٖ. قَالَ: صَدَقْتَ قَالَ: فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ ؟ قَالَ : اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ : قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَةِ: قَالَ : مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ : فَاَخْبِرْنِیْ عَنْ اَمَارَاتِهَا. قَالَ : اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا، وَاَنْ تَرَی الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ، ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِیًّا ثُمَّ قَالَ : یَا عُمَرُ اَتَدْرِیْ مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرِیْلُ اَتَاكُمْ، یُعَلِّمُكُمْ اَمْرَ دِیْنِكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَمَعْنٰی : "تَلِدُ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا" : اَیْ سَیِّدَتَهَا، وَمَعْنَاهُ اَنْ تَكْثُرَ السَّرَارِیْ حَتّٰی تَلِدَ الْاَمَةُ السَّرِیَّةُ بِنْتًا لِسَیِّدِهَا وَبِنْتُ السَّیِّدِ فِیْ مَعْنَی السَّیِّدِ وَقِیْلَ غَیْرُ ذٰلِكَ "وَالْعَالَةُ" : اَلْفُقَرَاءُ. وَقَوْلُهٗ "مَلِیًّا" اَیْ زَمَنًا طَوِیْلًا وَكَانَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا .

(۶۰) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس دوران کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا جس کا لباس نہایت سفید اور بال نہایت سیاہ تھے۔ بظاہر اس پر نہ تو سفر کے آثار تھے اور نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا۔ وہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کے زانو سے زانو ملا کر اور اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے زانو پر رکھ کر بیٹھ گیا اور کہا۔ اے محمد مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو زکوٰۃ دو رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر تم استطاعت رکھتے ہو۔ اس نے کہا کہ آپؐ نے سچ فرمایا۔ اس پر ہمیں تعجب ہوا کہ آپ سے سوالات بھی کر رہا ہے اور آپؐ کے جواب کی تصدیق بھی کر رہا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اسکے رسولوں پر اور یوم آخرت پر اور اچھی بری تقدیر پر۔ اس نے کہا کہ آپؐ نے سچ فرمایا اس نے کہا کہ مجھے احسان کے بارے میں بتائیے آپؐ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی بندگی اس طرح کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے آپؐ نے فرمایا کہ جس سے یہ سوال کیا جا رہا ہے وہ اسکو سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ پھر مجھے اس کی نشانیوں کے بارے میں بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا باندی اپنی مالکہ کو جنے گی اور ننگے پاؤں ننگے بدن مفلس بکریاں چرانے والوں کو عمارتوں کی تعمیر میں فخر کرتے ہوئے پاؤ گے۔ پھر وہ سائل چل دیا میں نے کچھ وقت انتظار کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے عمر تم جانتے ہو کہ سائل کون تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ جبریلؑ تھے وہ اس لئے آئے تھے کہ تمہیں تمہارے دین کی باتیں سکھائیں۔ (مسلم)

اس حدیث میں وارد الفاظ باندی اپنی مالکہ کو جنے گی کے معنی ہیں کہ باندیوں کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ باندی اپنے مالک کی بیٹی

جنے گی، اور مالک کی بیٹی بھی مالکہ ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی معنی بیان کئے گئے ہیں۔ العالۃ کے معنی ہیں فقراء۔ ملیاً کے معنی ہیں زمانہ طویل جو اس حدیث میں تین دن ہیں۔

تخریج حدیث(۶۰): صحیح مسلم، کتاب الایمان۔

کلمات حدیث: امارتہا، الامارۃ: علامت، نشانی جمع امارات۔ الأمرۃ: بیابان میں پتھر کا چھوٹا نشان۔ الحفاۃ: جمع الحافی ننگے پیر۔ حفی حفاً (باب سمع) زیادہ چلنے سے پاؤں گھسنا۔ ننگے پاؤں چلنا۔ العراۃ: جمع عاری: ننگا، برہنہ۔ عری عریاً (باب سمع) العالۃ: عال، عیلا (باب ضرب) محتاج کرنا محتاج ہونا۔ عائل: محتاج، جمع عالۃ۔ رعاء: رعی، یرعی، رعیاً (باب ضرب) جانور کا گھاس چرنا۔ الراعی: چرواہا جمع رعاۃ و رعاء۔

شرح حدیث: حدیث مبارک حدیث جبرائیل علیہ السلام کے نام سے متعارف ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پوچھا کرو لیکن صحابۂ کرام آپ ﷺ کا بہت احترام کرتے تھے اور آپ ﷺ کی شخصیت کا ان پر اس قدر رعب تھا کہ انہیں سوال کرنے میں تامل ہوتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا کہ وہ دین کی بنیادی باتوں کا سوال کریں اور آپ ﷺ کے جواب سے صحابۂ کرام مستفید ہوں۔ بعض علماء نے اس حدیث مبارک کی جامعیت کی بنا پر ارشاد فرمایا ہے کہ جس طرح سورۂ فاتحہ قرآن کریم کے تمام مضامین کی جامع ہونے کی بنا پر ام القرآن کہلاتی ہے اسی طرح یہ حدیث بھی سنت میں بیان کردہ علوم کی جامع ہونے کی بنا پر ام السنہ کہلانے کی مستحق ہے۔ (صحیح مسلم: ۱/۲۹)

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں سائل کے جواب میں پانچ امور کا بیان فرمایا ہے: اسلام، ایمان، احسان، قیامت سے متعلق انتباہ اور علامات قیامت۔

اسلام کے اصل معنی ہیں اپنے آپ کو کسی کے سپرد کر دینا اور بالکل اسی کے تابع فرمان ہو جانا اور اللہ کے بھیجے ہوئے اور اس کے رسولوں کے لائے ہوئے دین کا نام اسلام اسی لیے ہے کہ اس میں بندہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اپنے مالک کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کی مکمل اطاعت کو اپنا دستور زندگی قرار دے لیتا ہے اور یہی حقیقت دین اسلام کی ہے اور یہی اس کا مطالبہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ﴿فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا﴾ ”تمہارا اللہ وہی الٰہ واحد ہے لہٰذا تم اسی کے فرماں بردار مطیع ہو جاؤ۔“ (الحج: ۲۲) نیز فرمایا کہ ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ﴾ ”اور اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا۔“ (نساء: ۱۲۵) اور اسی اسلام کے متعلق اعلان فرمایا گیا ہے: ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ ”جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہا تو وہ ہرگز قبول نہ ہوگا۔“ (آل عمران: ۸۵) بہرحال اسلام کی اصل روح اور حقیقت یہی ہے کہ بندہ اپنے آپ کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور پہلو سے اس کا مطیع فرمان بن جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بشرط استطاعت اللہ کے گھر کا حج کرو۔ یہ پانچ ارکان اسلام ہیں۔

ایمان کے معنی ہیں کہ اللہ کے رسول ان امور کے بارے میں جو ہمارے ادراک وشعور اور عقل وفہم سے ماوراہیں جو کچھ بتلائیں اور ہمارے پاس جو علم اور جو ہدایت اللہ کی طرف سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر ان کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کر لیں۔ بہر حال شرعی ایمان کا تعلق اصولاً امورِ غیب ہی سے ہوتا ہے جن کو ہم اپنے احساس وادراک کے ذریعہ معلوم نہیں کر سکتے اسی لیے ارشاد فرمایا:

﴿ یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ ﴾

فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر یوم آخرت پر اور اس پر کہ اچھی بری تقدیر اسی کی جانب سے ہے۔ ایمان کے ان امورِ ششگانہ کا ذکر نہ صرف یہ کہ متعدد احادیث میں آیا ہے بلکہ قرآنِ کریم میں جا بجا متعدد آیات میں ان ایمانی امور کو اسی تفصیل اور تعیین کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک وحدہٗ لاشریک لہٗ خالق کائنات اور رب العالمین ہونے کا یقین کیا جائے عیب اور نقص کی ہر بات سے پاک اور ہر صفت کمال سے اس کو متصف سمجھا جائے۔

ملائکہ پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ یہ یقین رکھا جائے کہ مخلوقات میں ایک نورانی مخلوق ہے جو ہر لحظہ حکم الٰہی کی تعمیل میں اور اس کی تسبیح وتقدیس میں مصروف رہتے ہیں اور ان کا وجود شر اور عصیان سے پاک ہے۔

اللہ کے رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ یقین کامل ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنی ہدایت دے کر بھیجا ہے اور انہوں نے پوری امانت ودیانت کے ساتھ اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں کو پہنچایا اور ان کو راہِ راست پر لانے کی پوری پوری کوششیں کیں۔

ایمان بالیوم الآخر یہ ہے کہ اس حقیقت کا یقین کیا جائے کہ یہ دنیا ایک دن قطعی طور پر فنا کر دی جائے گی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی خاص قدرت سے پھر تمام مردوں کو زندہ کرے گا اور جس نے یہاں جو کچھ کیا ہے ان تمام اعمال کی جزا وسزا دی جائے گی۔

ایمان بالقدر یہ ہے کہ اس پر یقین کیا جائے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اللہ کے حکم اور اس کی مشیت سے ہو رہا ہے جس کو وہ پہلے ہی طے کر چکا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ تو کچھ اور چاہتا ہو اور دنیا کا یہ کارخانہ اس کی منشا کے خلاف اور اس کی مرضی کے علی الرغم چل رہا ہو۔ بلکہ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات اسی کے حکم سے ہوتی ہے۔

احسان یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اس طرح کی جائے کہ اللہ سبحانہٗ جو میرا مالک ہے وہ حاضر وناظر ہے اور میرے ہر کام کو بلکہ میری ہر حرکت وسکون کو دیکھ رہا ہے۔ اس تصور سے ایک خاص کیفیت اور بندگی میں ایک خاص شان نیاز مندی پیدا ہوگی۔ غرض احسان یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اس طرح کی جائے گویا کہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور ہم اس کے سامنے ہیں اور وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔

اسلام ایمان اور احسان کے بعد سائل نے قیامت کے بارے میں استفسار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ اس کو سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔“ حضورِ اکرم ﷺ نے یہ طرزِ تعبیر اس لیے اختیار فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ کوئی بھی مسئول عنہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس حدیث کی اس روایت میں جو صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ پانچ باتیں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۂ لقمان میں ذکر فرمایا ہے۔

علاماتِ قیامت

ازاں بعد سائل نے علاماتِ قیامت کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک علامت تو یہ ہے کہ باندی اپنے آقا کو جنے گی۔ یعنی ماں باپ کی نافرمانی عام ہو جائے گی حتیٰ کہ لڑکیاں جن کی سرشت میں ماؤں کی اطاعت اور وفاداری کا عنصر بہت غالب ہوتا ہے وہ ماؤں کی نافرمان ہو جائیں گی اور ان پر حکومت چلائیں گی، جس طرح ایک مالکہ اپنی زرخرید باندی پر حکومت کرتی ہے۔ دوسری علامت یہ بیان فرمائی کہ بھوکے ننگے اور بکریوں کے چرانے والے اونچے اونچے محل بنوائیں گے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ قربِ قیامت میں دنیوی دولت و بالاتری ان اراذل کے ہاتھوں میں آئے گی جو اس کے اہل نہ ہوں گے ان کو بس اونچے اونچے شاندار محل بنوانے سے شغف ہوگا اور اسی کو وہ سرمایہ فخر و مباہات سمجھیں گے اور اسی میں اپنی اولوالعزمی دکھائیں گے اور ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کریں گے۔

اس حدیث کی بعض روایات میں یہ تصریح بھی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی یہ آمد اور گفتگو حیاتِ طیبہ کے آخر میں ہوئی تھی گویا تیس سال میں جس دین کی تعلیم مکمل ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کی رحمت نے چاہا کہ جبرائیل علیہ السلام کے ان سوالات کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے پورے دین کا خلاصہ اور لب لباب بیان کرا کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علم کی تکمیل کر دی جائے اور ان کو اس امانت کا امین بنا دیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ دین کا حاصل بس تین ہی باتیں ہیں:

١۔ بندہ اپنے آپ کو بالکل اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرماں بردار بنا دے اور اس کی بندگی کو اپنی زندگی بنالے اور اسی کا نام اسلام ہے اور ارکانِ اسلام اسی حقیقت کے مظاہر ہیں۔

٢۔ ان اہم غیبی حقیقتوں کو مانا جائے اور ان پر یقین کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے بتلائیں اور جن کو ماننے کی دعوت دی اور اسی کا نام ایمان ہے۔

٣۔ اور اللہ نصیب فرمائے تو اسلام و ایمان کی منزلیں طے کر لینے کے بعد تیسری اور آخری تکمیلی منزل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایسا استحضار اور دل کو مراقبہ حضور و شہود کی ایسی کیفیت نصیب ہو جائے کہ اس کے احکام کی تعمیل اور اس کی فرماں برداری و بندگی اس طرح ہونے لگے کہ گویا اپنے پورے جمال و جلال کے ساتھ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور ہم کو دیکھ رہا ہے اور اسی کیف و حال کا نام احسان ہے۔ (دلیل الفالحین : ١/١٥٥۔ معارف الحدیث : ١/٤٦۔ الجامع للترمذی : ٧/٣٨٠)

ہر حال میں خوفِ خدا دامن گیر رہنا چاہیے

٦١. عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ وَاَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُوْلِ

اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(٦١) حضرت ابوذرؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو برائی کے بعد نیکی کرو کہ یہ نیکی برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آ ؤ۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(٦١): الجامع للترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی معاشرة الناس .

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ دعوتِ اسلام کا چرچا سنا تو اپنے بھائی انیس کو تحقیق کے لیے بھیجا پھر خود ہی آئے اور حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے قبیلہ کی جانب داعی بنا کر روانہ فرمایا۔ قبیلے کے نصف لوگ تو اسی وقت اسلام میں داخل ہو گئے باقی لوگوں نے ہجرت کے وقت اسلام قبول کیا ہجرتِ نبوی ﷺ کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ آپ سے ۲۸۱ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۱۲ متفق علیہ ہیں۔ ربذہ میں انتقال فرمایا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (دلیل الفالحین : ۱۶۳/۹)

کلمات حدیث: اتق اللّٰه حيثما كنت : جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو۔ وقى وقاية : (باب ضرب) حفاظت کرنا۔ تقى، يتقى، تقية : پرہیز کرنا۔ التقوىٰ : پرہیز گاری۔ اللہ کا خوف اور اس کے احکام پر عمل۔

شرح حدیث: یہ حدیثِ مبارک جوامع الکلم میں سے ہے اس میں تین مختصر فقرے ہیں جو اپنے اندر معانی کا دریا سمیٹے ہوئے ہیں۔ پہلے فقرے میں فرمایا تم جہاں کہیں بھی جس حال میں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو۔ یعنی مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ ظاہر و باطن ہر حالت میں اللہ سے ڈرتا رہتا ہے اور زندگی کے ہر لمحے میں تقویٰ اس کا شعار رہتا ہے۔ تقویٰ دراصل ایک بہت جامع لفظ ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندے پر عائد ہونے والے تمام حقوق کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل اور اس نے جن امور سے منع کیا ہے ان تمام سے اجتناب تقویٰ ہے۔

اگر چہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہر حال اور زندگی کے ہر مرحلے میں احکامِ الٰہی کا پابند ہے لیکن انسان کے وجود اور اس کی سرشت میں خطا اور نسیان شامل ہیں۔ اس کے ساتھ نفس بھی موجود ہے جو اسے اپنی خواہشوں کی تکمیل پر اکساتا ہے اور انسان کا ازلی دشمن شیطان بھی جو اسے آمادۂ گناہ کرتا رہتا ہے، اندریں صورت اگر بندۂ مؤمن سے بھول چوک سے کوئی خطا سرزد ہو جائے یا کسی معصیت کا مرتکب ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ پھر عمل صالح اور نیکی کی طرف راغب ہو کہ نیکی برائی کو مٹا دیتی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ﴾

"البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو۔" (ہود: ۱۱)

یعنی نیک کام مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو۔ حضرات مفسرین نے فرمایا کہ نیک کام سے تمام نیک کام مراد ہیں جن میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقات، حسن خلق اور حسن معاملہ سب ہی شامل ہیں، مگر نماز کوان سب میں اولیت حاصل ہے۔ اسی طرح سیئات کا لفظ تمام برے کاموں کو حاوی اور شامل ہے خواہ وہ کبیرہ گناہ ہوں یا صغیرہ، لیکن قرآن مجید کی ایک دوسری آیت نیز رسولِ کریم ﷺ کے متعدد ارشادات نے اس کو صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے معنی یہ ہیں کہ نیک کام جن میں نماز سب سے افضل ہے صغیرہ گناہوں کا کفارہ کر دیتے ہیں اور ان کے گناہ کو مٹا دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ إِن تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ ﴾

''یعنی اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو تو ہم تمہارے چھوٹے گناہوں کا خود کفارہ کر دیں گے۔'' (النساء: ۳۱)

(معارف القرآن : ٤/٦٧٧)

ازاں بعد فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ یعنی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرو انہیں کسی طرح کی ایذاء نہ پہنچاؤ اور جس قدر ممکن ہو ان کی خدمت کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیم میں ایمان کے بعد جن امور کی تاکید فرمائی ہے اور انسان کی سعادت کو ان پر موقوف بتایا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اخلاقِ حسنہ اختیار کرے۔ آپ ﷺ کی بعثت کے جن مقاصد کا قرآنِ کریم میں ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ انسانوں کا تزکیہ فرماتے ہیں اور اس تزکیہ میں اخلاق کی اصلاح اور درستی کی خاص اہمیت ہے۔ اسی لیے رسولِ کریم ﷺ نے متعدد مواقع پر امت کو اخلاقِ حسنہ کے اختیار کرنے کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''تم میں سے بہترین وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔'' نیز فرمایا کہ ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔

(دلیل الفالحین : ١/١٦٤۔ معارف الحدیث : ٢/١٠٧۔ تحفة الاحوذی : ٦/١١٢)

تقدیر پر پختہ ایمان ہونا چاہیے

٦٢۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: "كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ: يَاغُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلَىٰ أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَىٰ أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي رِوَايَةِ غَيْرِ التِّرْمِذِيِّ: احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ، تَعَرَّفْ إِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ

الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَاَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا "

(٦٢)　حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا آپؐ نے فرمایا نوجوان میں تمہیں چند کلمات سکھلاتا ہوں۔ اللہ کے احکام کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کرے گا اللہ کے حقوق کی حفاظت کر تو اللہ کو اپنے سامنے پائے گا جب تو مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد کا طالب ہو تو اللہ ہی سے مدد طلب کر اور یقین رکھ کہ اگر تمام دنیا کے لوگ تجھے فائدہ پہنچانے پر مجتمع ہو جائیں تو وہ تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے مگر اتنا ہی جو اللہ نے تیرے لیے لکھدیا ہے اور اگر وہ سب تجھے نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائیں تو وہ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے تیری تقدیر میں لکھدیا ہے۔ قلم لکھ چکے ہیں اور تقدیر کے دفاتر خشک ہو چکے ہیں۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے۔ جامع ترمذی کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں اس طرح ہے کہ اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ فراخی کے زمانے میں اللہ کو یاد رکھو وہ تنگی میں تمہیں یاد رکھے گا۔ یقین رکھو کہ جو بات (تقدیر کی) تم سے خطا کر گئی وہ تم تک پہنچنے والی ہی نہ تھی اور جو بات تمہیں پہنچ گئی ہے وہ تم سے چوکنے والی نہ تھی۔ جان لو کہ کامیابی صبر کے ساتھ ہے اور تکلیف کے ساتھ کشادگی ہے اور تنگی کے ساتھ کشادگی ہے۔

تخریج حدیث(۶۲):　الجامع الترمذی، ابواب صفة القیامة.

کلمات حدیث:　جفت : جف، جفافاً (باب ضرب) خشک ہونا، سوکھنا۔ الصحف : جمع صحیفہ، لکھا ہوا کاغذ، لکھے ہوئے اوراق۔ المصحف : مجلد کتاب، قرآن کریم۔

شرح حدیث:　زندگی کے ہر لمحے اور ہر ساعت میں اللہ سبحانہٗ کی بندگی اور ان کے احکام کی اطاعت ہی بندۂ مؤمن کی حیات ہے۔ اللہ سبحانہٗ کے تمام حقوق کی رعایت رکھنا اور اس کے جملہ احکام کی تعمیل بندۂ مؤمن کی حفاظت کا سامان ہے کہ اسے غوائل نفس سے مکائد شیطان سے اور مصائب دنیا سے تحفظ حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

﴿ وَأَوْفُوا۟ بِعَهْدِىٓ أُوفِ بِعَهْدِكُمْ ﴾

"تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔"

یعنی اتباع اور اطاعت کا اپنا عہد پورا کرو اور میں اپنا عہد پورا کروں گا کہ میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا اور تمہیں جنت کی نعمتوں سے سرفراز کر دوں گا۔ (معارف القرآن : ١/٢٠٦)

یہ حدیث مبارک جوامع الکلم میں سے ہے اور اس کے مخاطب بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو علم و عمل کمالِ اخلاق اور حسن احوال میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے فرمایا کہ ہمہ وقت احکامِ الٰہی کی رعایت ملحوظ رکھو وہ تمہاری حفاظت کرے گا اور تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے کہ اس کی تائید و اعانت تمہیں حاصل ہوگی اور اس کے انس اور محبت سے سرفراز ہو کر تمام مخلوقات سے مستغنی ہو جاؤ گے۔ جب بھی کوئی حاجت درپیش ہو اللہ ہی سے سوال کرو اور اسی سے مانگو۔ و اسئلوا اللّٰہ من فضلہ یعنی جب تم کسی کو کمال میں اپنے سے زائد دیکھو تو بجائے اس کے کہ اس خاص کمال میں اس کے برابر ہونے کی تمنا کرو تمہیں کرنا یہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل و کرم کی

درخواست کرو کیونکہ فضل خداوندی ہر شخص کے لیے جدا جدا صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے کسی کے لیے مال و دولت فضل الٰہی ہوتا ہے اگر وہ فقیر ہو جائے تو گناہ و کفر میں مبتلا ہو جائے۔ اور کسی کے لیے تنگی اور تنگدستی ہی فضل ہوتا ہے اگر وہ غنی اور مالدار ہو جائے تو ہزاروں گناہوں کا شکار ہو جائے۔ اسی طرح کسی کی عزت و جاہ کی صورت میں فضل خداوندی ہوتا ہے کسی کے لیے گمنامی اور کسمپرسی ہی میں اس کے فضل کا ظہور ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کہ وہ اپنی حکمت کے مطابق تم پر فضل کا دروازہ کھول دے۔

(معارف القرآن : ۱/ ۳۹۲)

حقیقت یہ ہے کہ تمام خزانے اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں اس کے سوا نہ کوئی دے سکتا ہے اور نہ کوئی کچھ چھین سکتا ہے بات یقین کی ہے جس قدر یقین پختہ اور ایمان کامل ہوگا اللہ تعالیٰ پر اعتماد میں اضافہ ہوگا اور مخلوقات سے توجہ ہٹ جائے گی اور جس قدر یقین میں کمی اور غفلت ہوگی اسی قدر مخلوق کی جانب احتیاج بڑھے گی۔ اس لیے اللہ کے بندے کو چاہیے کہ جو مانگے وہ اللہ سے مانگے اور جو استعانت طلب کرے وہ اللہ ہی سے کرے کہ اللہ کے سوا کسی کو کوئی قوت اور قدرت حاصل نہیں ہے اور جب ان کے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں ہے تو ان سے مانگنا بھی فضول ہے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوقات کسی کو فائدہ پہنچانا چاہیں تو وہ اس سے زیادہ نفع نہیں پہنچا سکتیں جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوقات مل کر کسی کو کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ قلم تقدیر لکھ چکا اور دفاتر خشک ہو چکے۔ (دلیل الفالحین: ۱/ ۱۶۶)

ہر گناہ اپنی ذات کے اعتبار سے بڑا ہے

۶۳۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالاً هِيَ اَدَقُّ فِيْ اَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

قال "الْمُوْبِقَاتُ" : الْمُهْلِكَاتُ.

(۶۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ تم ایسے کام کر لیتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے بھی زیادہ باریک (ہلکے) ہیں لیکن ہم عہد رسالت ﷺ میں انہیں موبقات میں سمجھتے تھے۔ (صحیح البخاری)

موبقات کے معنی ہیں ہلاک کرنے والے۔

تخریج حدیث (۶۳): صحیح البخاري، کتاب الرقاق، باب ما يتقى من محقرات الذنوب .

کلمات حدیث: أدق : زیادہ باریک، زیادہ چھوٹا۔ دقّ، دقة (باب نصر) باریک ہونا، دشوار ہونا۔ الموبقات : جمع موبق: ہلاک کرنے والا۔ وبق، یبق، وبقاً (ض) ہلاک ہونا۔ السبع الموبقات : سات بڑے گناہ جو ہلاک کرنے والے ہیں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی صحبت نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سیرت و کردار کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچا دیا تھا ان میں خشیت الٰہی اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئی اور تزکیہ نبوی ﷺ سے ان کے نفوس پاکیزہ ہو گئے تھے اور ان کے قلوب مطہر ہو گئے تھے۔ وہ ذرا ذرا سی اور

معمولی معمولی باتوں میں بھی اللہ تعالیٰ سے لرزتے اور کانپتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو ایسا محسوس کرتے جیسے جنت و دوزخ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جب دربارِ نبوت ﷺ سے اٹھ آتے اور اس کیفیت میں کمی آجاتی تو اس پر گھبرا اٹھتے کہ کہیں یہ نفاق کی تو کوئی صورت نہیں ہے بے چین ہوکر سرکارِ رسالت مآب ﷺ میں آتے اور جب تک آپ ﷺ سے دریافت نہ کر لیتے تسلی نہ ہوتی۔ اسی بنا پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم جن باتوں کو معمولی سمجھ کر گزر تے ہو ہم انہیں اپنے لیے ہلاکت میں ڈالنے والی سمجھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر خشیتِ الٰہی میں اضافہ ہوگا اسی قدر انسان گناہوں سے دور ہوگا۔ ایک حدیثِ مبارک میں ارشاد ہے کہ مؤمن گناہ کو اس طرح سمجھتا ہے جیسے ایک بڑی چٹان ہے جو اس پر گرنے والی ہے اور کافر گناہ کو ایسا ہلکا سمجھتا ہے جیسا ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۷۰)

حرام کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے

۶۴. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَغَارُ، وَغَیْرَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی اَنْ یَاْتِیَ الْمَرْءُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

"وَغَیْرَةُ" بِفَتْحِ الْغَیْنِ: وَاَصْلُهَا الْاَنَفَةُ .

(۶۴) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ بندہ کسی ایسے کام کو کرے جس کو اللہ نے اس پر حرام قرار دیا ہے۔ (متفق علیہ) غیرۃ کے اصل معنی خودداری کے ہیں۔

تخریج حدیث (۶۴): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الغیرة . صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب غیرة اللّٰه تعالیٰ وتحریم الفواحش .

کلمات حدیث: غار یغار غیرة: غیرت کرنا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہٗ کی جانب غیرت کی نسبت سے مراد یہ ہے کہ جن برے امور سے حق سبحانہٗ نے منع فرمایا ہے، ظاہر ہے ان سے باز رہنا خود انسان کے مفاد میں ہے کہ انسان گناہوں کے ارتکاب سے ہلاکت میں مبتلا ہوتا ہے، حق سبحانہٗ اس کو ہلاکت اور تباہی سے بچانا چاہتے ہیں اور وہ اس تباہی کے غار میں گرنا چاہتا ہے۔ جیسے کوئی انتہائی رحم دل مالک اور آقا اپنے ماتحت کو سختی سے کسی ایسے کام سے منع کرے جو سراسر اس کے نقصان کا ہے اس کے باوجود وہ اسے کرے۔

(صحیح البخاری : ۲/۱۰۶۲۔ دلیل الفالحین : ۱/۱۷۰)

بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کا واقعہ

۶۵. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : اِنَّ ثَلَاثَةً مِّنْ بَنِیْ

اِسْرَائِیْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰی اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّبْتَلِیَهُمْ فَبَعَثَ اِلَیْهِمْ مَلَکاً فَاَتَی الْاَبْرَصَ: فَقَالَ : اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ ؟ قَالَ : لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ وَیَذْهَبُ عَنِّیَ الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهٗ وَاُعْطِیَ لَوْنًا حَسَنًا فَقَالَ : فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ الْاِبِلُ. اَوْقَالَ الْبَقَرُ. شَکَّ الرَّاوِیْ فَاُعْطِیَ نَاقَةً عُشَرَآءَ فَقَالَ : بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْهَا فَاَتَی الْاَقْرَعَ فَقَالَ: اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَیَذْهَبُ عَنِّیْ هٰذَاالَّذِیْ قَذِرَنِی النَّاسُ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ وَاُعْطِیَ شَعْرًا حَسَنًا، قَالَ: فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ: الْبَقَرُ فَاُعْطِیَ بَقَرَةً حَامِلاً قَالَ بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْهَا فَاَتَی الْاَعْمٰی فَقَالَ: اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ : اَنْ یَرُدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَاُبْصِرُ النَّاسَ فَمَسَحَهٗ فَرَدَّ اللّٰہُ اِلَیْهِ بَصَرَهٗ قَالَ: فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ : الْغَنَمُ فَاُعْطِیَ شَاةً وَالِدًا، فَاَنْتَجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَکَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْاِبِلِ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ ثُمَّ اِنَّهٗ اَتَی الْاَبْرَصَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ : رَجُلٌ مِسْکِیْنٌ قَدِانْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَابَلَاغَ لِیَ الْیَوْمَ اِلَّاباللّٰہِ ثُمَّ بِکَ اَسْأَلُکَ بِالَّذِیْ اَعْطَاکَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَا لْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِیْرًا اَتَبَلَّغُ بِهٖ فِیْ سَفَرِیْ؟ فَقَالَ : اَلْحُقُوْقُ کَثِیْرَةٌ. فَقَالَ کَاَنِّیْ اَعْرِفُکَ، اَلَمْ تَکُنْ اَبْرَصَ یَقْذُرُکَ النَّاسُ فَقِیْرًا فَاَعْطَاکَ اللّٰہُ ؟ فَقَالَ اِنَّمَاوَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ کَابِرًا عَنْ کَابِرٍ، فَقَالَ اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَصَیَّرَکَ اللّٰہُ اِلٰی مَاکُنْتَ وَاَتَی الْاَقْرَعَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَاقَالَ لِهٰذَا وَرَدَّ عَلَیْهِ مِثْلَ مَارَدَّ هٰذَا فَقَالَ : اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَصَیَّرَکَ اللّٰہُ اِلٰی مَاکُنْتَ. وَاَتَی الْاَعْمٰی فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ: رَجُلٌ مِسْکِیْنٌ وَابْنُ سَبِیْلٍ انْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ لِیَ الْیَوْمَ اِلَّاباللّٰہِ ثُمَّ بِکَ اَسْأَلُکَ بِالَّذِیْ رَدَّعَلَیْکَ بَصَرَکَ شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِیْ سَفَرِیْ؟ فَقَالَ: قَدْکُنْتُ اَعْمٰی فَرَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَخُذْ مَاشِئْتَ وَدَعْ مَاشِئْتَ فَوَاللّٰہِ اَجْهَدُکَ الْیَوْمَ بِشَیْءٍ اَخَذْتَهٗ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ. فَقَالَ : اَمْسِکْ مَالَکَ فَاِنَّمَا ابْتُلِیْتُمْ فَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ وَسَخِطَ عَلٰی صَاحِبَیْکَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

"وَالنَّاقَةُ الْعُشَرَآءُ" بِضَمِّ الْعَیْنِ وَفَتْحِ الشِّیْنِ وَبِالْمَدِّ : هِیَ الْحَامِلُ قَوْلُهٗ "اَنْتَجَ" وَفِیْ رِوَایَةٍ "فَنَتَجَ" مَعْنَاهُ تَوَلّٰی نَتَاجَهَا وَالنَّاتِجُ لِلنَّاقَةِ کَالْقَابِلَةِ لِلْمَرْاَةِ. وَقَوْلُهٗ "وَلَّدَ هٰذَا" هُوَ بِتَشْدِیْدِ اللَّامِ : اَیْ تَوَلّٰی وِلَادَتَهَا وَهُوَ بِمَعْنٰی نَتَجَ فِی النَّاقَةِ. فَالْمُوَلِّدُ، وَالنَّاتِجُ وَالْقَابِلَةُ. بِمَعْنًی لٰکِنْ هٰذَا لِلْحَیْوَانِ، وَذَاکَ لِغَیْرِهٖ. قَوْلُهٗ، ، اِنْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ : هُوَ. بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ، وَالْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ: اَیِ الْاَسْبَابُ. وَقَوْلُهٗ: "لَااَجْهَدُکَ" مَعْنَاهُ : لَااَشُقُّ عَلَیْکَ فِیْ رَدِّ شَیْءٍ تَاخُذُهٗ اَوْتَطْلُبُهٗ مِنْ مَالِیْ. وَفِیْ رِوَایَةِ الْبُخَارِیِّ: "لَااَحْمَدُکَ" بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْمِیْمِ وَمَعْنَاهُ : لَااَحْمَدُکَ بِتَرْکِ شَیْءٍ تَحْتَاجُ اِلَیْهِ کَمَاقَالُوْا : لَیْسَ عَلٰی طُوْلِ الْحَیَاةِ نَدَمٌ: اَیْ عَلٰی فَوَاتِ طُوْلِهَا.

(۶۵) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے، مبروص، گنجا اور نابینا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانے کا ارادہ فرمایا تو ایک فرشتے کو ان کے پاس بھیجا۔ فرشتہ ابرص (کوڑھی) کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا چیز محبوب ہے اس نے کہا کہ اچھا رنگ اور خوبصورت جسم اور اس گھناؤنی بیماری سے نجات جس کے سبب سب لوگ مجھ سے بھاگتے اور نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو اس کی وہ بیماری دور ہوگئی اور خوبصورت جلد نکل آئی۔ فرشتے نے پوچھا کہ کون سا مال زیادہ پسند ہے تو اس نے کہا کہ اونٹ یا گائے، راوی کو اس میں شک ہے۔ اسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی دیدی اور کہا کہ اللہ تجھے برکت دے۔ اس کے بعد فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تجھے کیا محبوب ہے اس نے کہا کہ خوبصورت بال نکل آئیں تاکہ وہ عیب دور ہو جائے جسکی وجہ سے لوگ مجھے برا سمجھتے ہیں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو اس کا گنج جاتا رہا اور خوبصورت بال نکل آئے۔ پھر پوچھا تجھے کون سا مال محبوب ہے۔ اس نے کہا گائے۔ تو اسے ایک حاملہ گائے عطا کی گئی اور فرشتے نے کہا کہ اللہ تجھے اس میں برکت دے۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز محبوب ہے اس نے کہا کہ اللہ میری نگاہ واپس کر دے میں لوگوں کو دیکھ سکوں فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اسکی بینائی لوٹا دی۔ فرشتے نے پوچھا تمہیں کون سا مال محبوب ہے اس نے کہا بکری۔ تو اسکو بچہ دینے والی بکری دیدی گئی۔ پھر دونوں کے جانوروں نے بھی بچے دیئے اور اسکے جانور نے بھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک کی ایک وادی اونٹ سے بھر گئی، دوسرے کی گایوں سے بھر گئی اور تیسرے کی بکریوں سے بھر گئی۔

فرشتہ پھر اپنی پہلی ہیئت اور صورت میں مبروص کے پاس آیا اور کہا کہ میں مسکین ہوں، وسائل سفر سے محروم ہوں اب میرے لئے اللہ کی نصرت اور تیری مدد کے بغیر گھر پہنچنا ممکن نہیں۔ میں تجھ سے اس ذات کے نام سے سوال کرتا ہوں جس نے تجھے خوبصورت رنگ اچھی جلد اور مال عطا فرمایا کہ مجھے ایک اونٹ دیدے تاکہ میں اسپر سوار ہو کر اپنی منزل کو پہنچ سکوں۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ میرے ذمہ بہت حقوق ہیں۔ فرشتے نے کہا کہ شاید میں تجھے پہچانتا ہوں کیا تو پہلے مبروص نہیں تھا اور لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اور تو فقیر تھا اللہ نے تجھے مالدار بنا دیا۔ وہ بولا: یہ مال و دولت تو میری موروثی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا پہلے تھا۔ فرشتہ پھر اپنی پہلے والی حالت وصورت میں گنجے کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو پہلے سے کہا تھا اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے نے دیا تھا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا پہلے تھا۔ اسکے بعد فرشتہ اپنی پہلے والی حالت وصورت میں اندھے کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں مسکین مسافر ہوں، میرے وسائل سفر ختم ہوگئے اب میرے لیے اللہ کی نصرت اور تیری مدد کے بغیر گھر پہنچنا ممکن نہیں۔ میں تم سے اللہ کے نام سے جس نے تمہاری بینائی لوٹائی ایک بکری کا سوال کرتا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ تکمیل سفر کی کوئی صورت کروں۔ وہ بولا بے شک میں اندھا تھا اللہ نے مجھے بینائی عطا فرمائی۔ تم جتنا چاہو میرے مال میں سے لیلو اور جو چاہو چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم آج اللہ کے نام پر تم جو لینا چاہو میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔ اس پر فرشتے نے کہا کہ تمہارا مال تمہیں مبارک۔ یہ تو تمہاری آزمائش تھی، اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوا اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہوا۔ (متفق علیہ)

النـاقة العُشراء عین کے ضمہ ش کے زبر اور مد کے ساتھ۔ حاملہ اونٹنی۔ انتج اور دوسری روایت میں فتح معنی ہیں اسکی پیداوار کا مالک

ہوا۔ ناتج وہ آدمی جو اونٹنی سے بچہ جنوائے جیسے عورت کیلئے قابلہ (دایہ) ولّد ھذا۔

یعنی بکری سے پیدا ہونے والے بچوں کا مالک ہوا۔ ولّد ایسے ہی ہے جیسے ناقہ میں انتج ہے، یعنی مولّد ناتج اور قابلہ کے ایک ہی معنی ہیں، لیکن قابلہ انسان کیلئے ہے اور باقی دو الفاظ حیوان کیلئے ہیں۔ انقطعت بی الحبال حاء مہملہ کیساتھ اور باء موحدہ کیساتھ یعنی اسباب۔ لا اجھدک۔ یعنی میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا کہ تم میرے مال سے کیا طلب کرو اور کیا لے لو۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے لا احمدک حاء مہملہ اور میم کیساتھ اگر تمہیں کسی شے کی ضرورت ہو اور تم نہ لو تو میں تمہاری تعریف نہیں کروں گا (مجھے اچھا نہیں لگے گا) جیسے کہتے ہیں لیس علی طول الحیاۃ ندم یعنی عمر دراز پر کوئی ندامت نہیں۔ یعنی عمر کے لمبا نہ ہونے پر۔

تخریج حدیث (۶۵): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل . صحیح مسلم، کتاب الزهد

کلمات حدیث: اقرع : گنجا مؤنث قراعاء، جمع قرعان . جبل اقرع: پہاڑ نباتات سے خالی۔ عود اقرع : چھال اتری ہوئی لکڑی۔ الأعمی : اندھا مؤنث عمیاء جمع عمیان : عمی، یعمی عمیً (باب سمع) اندھا ہونا۔ لَون: رنگ جمع الوان، لوّن تلوینًا (باب تفعیل) رنگین کرنا۔ قذر قذرًا (باب نصر) گندا کرنا۔ گندا ہونا۔ القذر : میل کچیل، جمع اقذار۔ عشراء : دس ماہ کی گابھن اونٹنی جمع عشار . حبال : جمع حبل : رسی، وسائل و اسباب۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے دین کی سچائی اور اس کی صداقت کے بیان کے لیے متعدد اسلوب اختیار فرمائے ان اسالیب میں سے ایک اسلوب امم سابقہ کے احوال بیان کر کے اور ان کے اعمال اور ان کے نتائج ذکر کر کے اپنی امت کو متنبہ فرمانا ہے کہ اعمالِ خیر کے کیا فوائد ہیں اور اعمالِ شر کے کیا مفاسد اور نقصانات ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے تین آدمیوں پر احسان فرمایا۔ مگر ان میں سے دو (مبروص اور اقرع) نے ناشکری اختیار کی اور نابینا نے شکر وحمد وثنا کا طریقہ اختیار کیا اور اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں لٹا دینے کا ارادہ کیا جس پر اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوئے اور باقی دو پر اظہارِ ناراضگی فرمایا۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے اس مقام پر ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے کہ برص اور قرع ایسی بیماریاں ہیں جو انسان کے مزاج میں فساد پیدا کر دیتی ہیں اور طبیعت کا یہ فساد ان کے احوال و اعمال پر بھی اثر انداز ہوتا ہے چنانچہ ان دونوں نے وہ رویہ اختیار کیا جو بیان کیا گیا۔ جبکہ بینائی کا نہ ہونا انسان کے مزاج پر اس طرح اثر انداز نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ نابینا شخص نے نرمی اختیار کی اور شکر کی روش اپنائی۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث ابرص واعمی واقرع فی بنی اسرائیل . صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقاق . دلیل الفالحین : ۱/ ۱۷۰)

عقلمند کون ہے؟

۶۶ . عَنْ اَبِیْ یَعْلیٰ شَدَّادِ ابْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْکَیِّسُ

مَنْ دَانَ نَفْسَه' وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَالْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَه' هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ. قَالَ التِّرْمِذِیُّ وَغَيْرُه' مِنَ الْعُلَمَاءِ: مَعْنٰى " دَانَ نَفْسَه' حَاسَبَهَا.

(٦٦) حضرت ابویعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ سمجھدار آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی زندگی کیلئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو ہوائے نفس کا متبع ہو اور اللہ تعالیٰ سے توقعات وابستہ کرے۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

امام ترمذیؒ اور دیگر علماء نے فرمایا ہے کہ دان نفسہ کے معنی ہیں اپنے آپ کا محاسبہ کیا۔

تخریج حدیث(٦٦): الجامع الترمذی، ابواب القیامۃ، باب الکیس من دان نفسہ .

راوی حدیث: حضرت ابویعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے تھے۔ قبیلہ خزرج کے خاندان بنونجار سے تعلق تھا آپ اور آپ کے پورے خاندان نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ شداد علم اور حلم دونوں کے مجمع البحرین ہیں۔ ان سے مروی احادیث کی تعداد ۵۰ ہے، ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ (تهذیب التهذیب ، اسد الغابة : ۲/۳۸۸)

کلمات حدیث: کیس : دانا، سمجھدار جمع اکیاس . کاس، یکیس، کیسا (باب ضرب) ذہین ہونا، زیرک ہونا۔ ھوی: خواہش نفس۔ ھوی، یھوی (باب سمع) آرزو کرنا، خواہش کرنا۔ تمنی : ارادہ کرنا۔

شرح حدیث: دنیا اور دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور آخرت غیر فانی اور جاودانی ہے اور وہاں کی زندگی بھی ابدی اور لافانی ہے، دنیا کی زندگی آلام ومصائب اور رنج ومحن سے لبریز ہے، آخرت کی زندگی ہر کدورت سے خالی اور ہر فکر و پریشانی سے پاک ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر بکری کے ایک بوچے (کن کٹے) مردہ بچے پر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس مرے ہوئے بچے کو ایک درہم میں خریدنا پسند کرے گا۔ صحابۂ کرام نے عرض کی ہم تو کسی قیمت پر بھی خریدنا پسند نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے خدا کی کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل ہے، جتنا یہ مردار تمہاری نظر میں ہے۔

ظاہر ہے کہ عقلمند وہی ہوگا جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دے گا اور شب وروز اپنی ذات کے محاسبہ میں مصروف رہے گا کہ ہر روز دیکھے کہ کون سے اچھے عمل کیے اور کون سے برے برے اعمال سے توبہ و استغفار کرے اور عزم کرے کہ اگلے روز ان برائیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے گا اور اپنے اعمال خیر میں اضافہ کرے گا۔ اپنی زندگی کو بنانے اور سنوارنے میں اور آخرت کی تیاری میں محاسبۂ نفس کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنے نفس کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔"

(مرقاة شرح مشكوٰة : ۱۰/۴۰ ۔ معارف الحديث : ۲/۴۵)

●●●●●●●●●●●●

لایعنی باتوں سے اجتناب کرنا ایمان کا تقاضہ ہے

٦٧. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُه مَالَایَعْنِیْهِ" حَدِیْثٌ حَسَنٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُه.

(٦٧) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کے حسن اسلام کی ایک علامت یہ ہے کہ لایعنی باتوں کو ترک کردے۔ (ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (٦٧): الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فیمن تکلم فیما لا یعنیه .

کلمات حدیث: لا یعنیه : جو اس کے لیے مفید نہ ہو بلکہ فضول ہو۔ عنی، یعنی، عنیا (باب سمع)

شرح حدیث: انسان اس دنیا میں عمل کے لیے بھیجا گیا ہے ایسا عمل جس میں اس کی دنیا اور آخرت کی فلاح مضمر ہو انسان کی زندگی مختصر ہے اور اس کو ایک محدود فرصت عمل دستیاب ہے وہ اگر اسے لایعنی اور فضول باتوں میں صرف کردے گا تو اس محدود مدت میں ان کے اعمال کی کمی واقع ہوگی جو اس کی زندگی سنوارنے اور اس کی آخرت کو کامیاب بنانے میں مفید ہو۔ اس لیے تقاضائے فہم و دانش یہ ہے کہ آدمی ان باتوں سے احتراز کرے جو غیر مفید اور غیر ضروری ہوں خواہ ان کا تعلق افعال سے ہو یا عمل سے۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ ان امور مہمہ کو انجام دینے میں اپنی صلاحیت اور وقت کو صرف کرے جن میں اس کی معاش اور معاد کی اصلاح ہو۔ کمالاتِ علمیہ اور فضائل علمیہ کے حصول میں مصروف ہو اور اعمالِ صالحہ میں اپنے اوقات صرف کرے تاکہ اللہ کے یہاں سرخرو اور کامیاب ہو اور ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ اس سے کوئی فضول بات یا غیر ضروری کام تو سرزد نہیں ہوگیا۔ حدیث مبارک جوامع الکلم میں سے ہے اور دریائے معانی پر مشتمل ہے اور ایک باعمل انسان کے لیے مشعل راہ ہے کہ اسلام کی خوبصورتی اور اس کا حسن لایعنی اور فضول باتوں کا ترک کردینا ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۷۷)

---

٦٨. عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَایُسْأَلُ الرَّجُلُ فِیْمَ ضَرَبَ امْرَأَتَه" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَغَیْرُه.

(٦٨) حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی سے یہ نہ پوچھا جائے کہ اس نے اپنی بیوی کو کیوں مارا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (٦٨): سنن ابی داوٗد، کتاب النکاح، باب فی ضرب النساء .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے انسان کی معاشرتی زندگی کی اصلاح کے لیے انتہائی بہترین ہدایات عطا فرمائیں۔ ان میں سب سے نمایاں ہدایت انسان کی عائلی نجی زندگی میں عدم مداخلت ہے اور اسی میں سے ایک بہترین ہدایت یہ ہے کہ آدمی دوسرے سے اس کے اپنی بیوی کو مارنے کی وجہ دریافت نہ کرے کہ حیا اس سے مانع ہے کہ آدمی اپنی عائلی زندگی کے مسائل دوسرے کے سامنے بیان کرے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۷۸)

الباب (٦)

باب فی التقوٰی
تقوٰی کا بیان

۲۱. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ ﴾

فرمانِ الٰہی ہے:

''مؤمنو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔'' (آل عمران: ۱۰۲)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کا تقوٰی اختیار کرو اور اس سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے یعنی ان تمام امور سے بچنے کا اہتمام جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور ان جملہ احکام و فرائض کی انجام دہی جن کا حکم فرمایا ہے۔

تقوٰی کے معنی اجتناب کرنے اور بچنے کے ہیں اس کا ترجمہ ڈرنا اس مناسبت سے کیا جاتا ہے کہ جن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ڈرنے ہی کی چیزیں ہوتی ہیں یا ان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ڈر ہوتا ہے۔ تقوٰی کے کئی درجات ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ درجہ کفر و شرک سے بچنا ہے اس معنی کے لحاظ سے ہر مسلمان کو متقی کہا جا سکتا ہے۔ دوسرا درجہ جو اصل مطلوب ہے وہ ان تمام امور سے بچنا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں اور ان تمام اعمال و افعال کو انجام دینا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک پسندیدہ ہیں۔ تیسرا درجہ تقوٰی کا اعلیٰ مقام ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو نصیب ہوتا ہے کہ قلب کو غیر اللہ کی آلودگی سے بچا کر ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد سے معمور رکھنا۔ (معارف القرآن : ۱۲۷/۲)

۲۲. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ مَا ٱسْتَطَعْتُمْ ﴾

وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ مُبَيِّنَةٌ لِلْمُرَادِ مِنَ الْاُوْلٰی .

نیز فرمایا:

''سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو۔'' (التغابن: ١٦)

دراصل یہ آیت کی وضاحت ہے۔

تفسیری نکات: دوسری آیت دراصل پہلی آیت کی تفسیر ہے اور اس کی وضاحت ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ درحقیقت اللہ سے ڈرو جتنا تمہاری قدرت میں ہے ﴿ حَقَّ تُقَاتِهِۦ ﴾ کی تفسیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معاصی اور گناہوں سے بچنے میں اپنی پوری توانائی صرف کر دے تو حق تقوٰی ادا ہو گیا۔

(معارف القرآن : ۱۲۸/۲، تفسیر مظهري : ۳۱۷/۲)

۲۳. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَقُولُوا۟ قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِی الْاَمْرِ بِالتَّقْوٰی کَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ .

نیز فرمایا:

''مؤمنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سیدھی بات کہا کرو۔'' (الاحزاب: ۷۰)

تقویٰ کے حکم پر مشتمل آیات بکثرت ہیں اور معلوم ہیں۔

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اے مؤمنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور قول سدید کہا کرو۔ یعنی جو بات منہ سے نکالو وہ سچی اور کھری ہو اس میں کوئی ملاوٹ اور کوئی کھوٹ نہ ہو وہ دل سے نکلنے والی اور دل میں اتر جانے والی ہو، اس میں خشیت الٰہی ہو وہ خوف خدا سے لبریز ہو۔ کہ اللہ سے ڈر کر درست اور سیدھی بات کہنے والے کو بہترین اور مقبول اعمال کی توفیق ملتی ہے اور تقصیرات معاف کی جاتی ہیں۔ حقیقت میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی میں حقیقی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔

(تفسیر عثمانی)

۲۴. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا ﴿٢﴾ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾

نیز فرمایا:

''جو کوئی اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لیے مخلص کی صورت پیدا فرما دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہ ہو۔'' (الطلاق: ۲-۳)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں بیان ہے کہ اللہ کا تقویٰ آدمی کے لیے مشکلات اور مصائب سے نکلنے کا راستہ بناتا ہے اور دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے اسی سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں بے قیاس و گمان روزی ملتی ہے گناہ معاف ہوتے ہیں جنت ہاتھ آتی ہے اجر بڑھتا ہے اور ایک عجیب قلبی سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے جس کے بعد کوئی سختی سختی نہیں رہتی اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا کے لوگ اس آیت کو پکڑ لیں تو ان کو کافی ہو جائے۔

(تفسیر عثمانی)

۲۵. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِن تَتَّقُوا۟ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِی الْبَابِ کَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ .

مزید فرمایا:

''اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو تو کردے گا تم میں فیصلہ اور دور کردے گا تم سے تمہارے گناہ اور تم کو بخش دے گا اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔'' (الانفال:۲۹)

تقویٰ سے متعلق قرآن کریم میں متعدد آیات ہیں جو معلوم ومتعارف ہیں۔

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں اللہ سبحانہٗ نے تقویٰ کے تین فوائد اور نتائج بیان فرمائے ہیں، فرقان، کفارۂ سیئات اور مغفرت۔ فرقان کے معنی ہیں وہ شئے جو دو چیزوں میں واضح فرق کردے اسی لیے فیصلے کو فرقان کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد کو بھی فرقان کہا جاتا ہے کہ اہل تقویٰ کو دشمن کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ دوسری چیز جو تقویٰ کے صلے میں عطا ہوتی ہے کفارۂ سیات ہے یعنی جو خطائیں اور لغزشیں آدمی سے سرزد ہو جاتی ہیں اللہ ان کو دنیا ہی میں بدل دیتا ہے اور ان کا کفارہ کر دیتا ہے یعنی اس کو ایسے اعمالِ صالحہ کی توفیق ہو جاتی ہے جو اس کی سب لغزشوں پر غالب آجاتے ہیں تیسری چیز جو تقویٰ کے صلے میں ملتی ہے وہ آخرت کی مغفرت اور سب گناہوں کی معافی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ (معارف القرآن : ٤/٢١٨)

تقویٰ حصولِ عزت کا سبب ہے

۶۹۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ ؟ قَالَ : " اَتْقَاهُمْ " فَقَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُکَ قَالَ: فَيُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهِ بْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ بْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ بْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ " قَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُکَ قَالَ "فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِیْ: خِيَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَ "فَقُهُوْا" بِضَمِّ الْقَافِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَحُكِیَ كَسْرُهَا: اَیْ عَلِمُوْا اَحْكَامَ الشَّرْعِ .

(٦٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا۔ یارسول اللہ! کہ لوگوں میں کون زیادہ قابل اکرام ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو ان میں زیادہ تقویٰ والا ہو۔ عرض کی کہ اس سوال سے ہمارا یہ مطلب نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر مکرم انسان حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو اللہ کے نبی ہیں۔ اور ابن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہیں۔ عرض کی کہ اس سوال سے ہمارا یہ مطلب نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تو عرب کے خاندانوں کے بارے میں سوال کررہے ہو۔ سنو جو جاہلیت کے دور میں مکرم تھا وہی عہد اسلام میں بھی مکرم ہے بشرطیکہ دین کی سمجھ رکھتا ہو۔

فقہوا ق کے ضمہ کے ساتھ مشہور ہے اگرچہ کسرہ کے ساتھ بھی بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جس نے شریعت کے احکام کی فہم حاصل کرلی۔

تخریج حدیث (۶۹): صحيح البخاری، كتاب الانبياء، باب ﴿ واتخذ الله ابراهيم خليلا ﴾. صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل يوسف عليه السلام .

کلمات حدیث: الفقه : جاننا اور سمجھنا، احکامِ شرعیہ کا علم ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ۔ فقیه : علم فقہ کا جاننے والا جمع فقہاء۔ فقہاء اربعہ : امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ۔ عدن، عدنا (باب نصر وضرب) عدن بالمکان: اقامت کرنا۔ معدن : سونے چاندی کی کان جمع معادن۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ کرم کی اصل کثرت خیر ہے۔ جو شخص متقی ہے وہ دنیا میں کثیر الخیر اور آخرت میں صاحب درجاتِ عالیہ ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس سوال کے جواب میں کہ کون زیادہ قابل اکرام ہے فرمایا کہ وہ جو تقویٰ میں سب سے زیادہ ہے۔ دوبارہ سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام جو خود بھی نبی اور نبی کے بیٹے اور نبی کے پوتے تھے۔ ان سے بڑھ کر دینی، روحانی، اخلاقی کمال و شرافت میں کون ہوگا؟ اور تیسری مرتبہ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تم مجھ سے معادن عرب کے بارے میں پوچھ رہے ہو یعنی وہ لوگ جن میں زمانۂ جاہلیت میں ایسی امتیازی شان اور خصوصیات موجود تھیں جن کی وجہ سے معزز و مکرم سمجھے جاتے تھے ان حضرات نے اسلام قبول کیا تو ان کی یہ خوبیاں مزید نکھر گئیں اور فہم دین نے ان کے محاسن کمال کو مزید اجاگر کر دیا۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۸۲ ـ عمدة القاری : ۱۴ / ۳۳۸)

دنیا پُر فریب ہے

۷۰. عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِیْهَا فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ، فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ، فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ كَانَتْ فِی النِّسَآءِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۷۰) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا شیریں اور ہری بھری ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے کہ دیکھے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ پس دنیا سے مجتنب رہو اور عورتوں سے اجتناب کرو کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کا تھا۔ (صحیح مسلم)

تخریج حدیث (۷۰): صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اهل الجنة الفقراء.

کلمات حدیث: حلوة: شیریں، میٹھا۔ حلا یحلو (باب نصر) میٹھا ہونا۔ خضر خضراً (باب سمع) سبز ہونا۔ سرسبز ہونا۔ خضر، سبزہ زار، سبز ٹہنی، سبز ترکاری۔ خضرة مؤنث : خضر علیہ السلام۔ فتنہ آزمائش، جمع فتن۔

شرح حدیث: دنیا ہری بھری خوش رنگ اور دلکش ہے اس میں رعنائی ہے دلکشی ہے، اس میں کشش ہے جو انسان کو لبھانے والی اور اپنی طرف مائل کرنے والی ہے۔ مگر دنیا بقا اور دوام سے محروم اور ہر گھڑی اور ہر لمحہ فنا سے دوچار اور ہر ساعت روبہ زوال ہے۔ یہی اس کا فتنہ ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے دانائی عطا فرمائی ہو وہ اپنے آپ کو اس کے فتنہ سے بچائے گا اور احتیاط کرے گا کہ کہیں وہ دنیا میں مبتلا ہو کر آخرت نہ فراموش کر بیٹھے۔ انسان کا اس دنیا میں وجود ہی اس کی آزمائش ہے کہ وہ اس دنیا میں رہ کر کیا اعمال کرتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ

"فاتقوا الدنیا " (دنیا سے بچو)

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر امت کے لیے کوئی خاص آزمائش ہوتی ہے اور میری امت کی خاص آزمائش مال ہے۔

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم پر فقر و ناداری آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے تمہارے بارمیں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کر دی جائے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو جیسے کہ انہوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا تھا اور پھر وہ تم کو برباد کر دے جیسے کہ اس نے ان اگلوں کو برباد کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ گذشتہ اقوام کے پاس جب مال و دولت دنیا آئی تو ان کی حرص و طمع میں اضافہ ہو گیا وہ دنیا کے دیوانے اور اسی کے متوالے ہو گئے اور اصل مقصد حیات کو فراموش کر بیٹھے پھر دنیا کی کشمکش اور طمع و لالچ نے باہم حسد اور بغض پیدا کر دیا اور بالآخران کی دنیا پرستی نے انہیں تباہ و برباد کر دیا، حضور اکرم ﷺ کو اپنی امت کے بارے میں اسی کا زیادہ ڈر تھا اس حدیث میں آپ ﷺ نے از راہ شفقت امت کو اس خطرے سے آگاہ کیا ہے اور فرمایا کہ مجھے تمہارے بارے میں فقر و ناداری کا خوف نہیں بلکہ دنیا کی محبت میں پڑ کر تمہارے ہلاک و برباد ہو جانے کا زیادہ خوف ہے۔(معارف الحدیث : ٢/ ٥٥)

ازاں بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں سے بچے رہنا کہ عورتوں کی حد سے بڑھی ہوئی محبت پرہیزگاری اور پارسائی کے لئے بربادی کا سامان ہے اور افراد کیا یہ محبت بعض اوقات قوموں اور حکومتوں کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے، چنانچہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں ہی کا تھا، ہو سکتا ہے کہ اس سے بلعام بن باعوراء کی طرف اشارہ ہو جو اپنی بیوی کی غلط باتیں ماننے سے ہلاک ہوا۔

(دلیل الفالحین : ١/ ١٨٣)

رسول اللہ ﷺ کی ایک جامع دعاء

٧١. عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ : " اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی" رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(٧١)　حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے اے اللہ میں تجھ سے ہدایت پرہیزگاری پاکدامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔(صحیح مسلم)

تخریج حدیث(٧١):　صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب التعوذ من شرما عمل و شر ما لم یعمل .

شرح حدیث:　احادیث رسول کریم ﷺ عظیم الشان معارف علمی اور حقائق روحانی پر مشتمل ہیں، اور اسی طرح جو دعائیں آپ سے منقول (ماثور) ہیں وہ بھی اپنی فصاحت و بلاغت میں جزالت الفاظ میں اور معانی کی وسعت اور جامعیت میں انمول موتیوں کی طرح ہیں، یہ دعا بھی ایک عظیم الشان ہے جس میں چار امور کی دعاء کی گئی ہے، اولاً ہدایت کی، جس کی تعلیم خود اللہ سبحانہ نے سورۂ فاتحہ میں فرمائی

ہے اور ارشاد فرمایا: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴾ لفظ ہدایت کی بہترین تشریح امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے مفردات القرآن میں تحریر فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہدایت کے اصلی معنی کسی شخص کو منزل مقصود کی طرف مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنا۔

(معارف القرآن ، تفسير سورهٔ فاتحه)

ثانیاً تقویٰ، یعنی اللہ کی خشیت اور اس کا خوف، ایسی خشیت جس کے نتیجے میں انسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے تمام احکام پر عمل کرے اور ان تمام باتوں سے جن سے منع کیا گیا ہے رُک جائے۔ ثالثاً عفاف یعنی پاک دامنی اس کے معنی ہر برائی اور ہر بری بات سے احتراز اور اللہ کو چھوڑ کر بندوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے اجتناب۔ رابعاً غنا یعنی مخلوق سے بے نیازی یعنی اللہ کا بندہ جو مانگے اور جب مانگے اللہ ہی سے مانگے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے اپنی حاجت مندی کا اظہار نہ کرے، چنانچہ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین دولتمندی دل کا غنی ہونا ہے، اور ایک اور ماثور دعا میں یہ الفاظ آئے ہیں " اَللّٰهُمَّ اغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ "۔ (اے اللہ تو اپنے فضل سے مجھے اپنے سوا ہر مخلوق سے غنی بنا دے)

قسم توڑنے میں بہتری ہو تو توڑ دینا چاہیے

۷۲. عَنْ اَبِيْ طَرِيْفٍ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ ثُمَّ رَاٰى اَتْقٰى لِلّٰهِ مِنْهَا فَلْيَاْتِ التَّقْوٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۲) ابوطریف عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص قسم اٹھاتا ہے پھر اس سے کسی اور چیز کو بہتر پاتا ہے تو وہ بہتر کام کرے۔ (صحیح مسلم)

تخریج حدیث (۷۲): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب ندب من حلف يمينا فرأى غيرها خيرا منها .

راوی حدیث: حضرت عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ ظہور اسلام کے وقت قبیلہ طی کے سردار تھے، افواج اسلام قبیلہ طیی کی طرف بڑھیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سارے خاندان کو لے کر شام چلے گئے، اتفاق سے ان کی ایک رشتہ دار خاتون پیچھے رہ گئیں اور گرفتار ہو کر مدینہ میں لائی گئیں، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ بہت عزت واکرام کا معاملہ کیا اور ان کو رخصت کیا، عدی کو جب آپ ﷺ کے اس حسن سلوک اور اخلاق عالیہ کا علم ہوا تو وہ کاشانۂ نبوت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے انہیں گدے پر بیٹھایا اور خود زمین پر بیٹھے عدی مسلمان ہو گئے، آپ ﷺ نے انہیں دوبارہ قبیلہ طیی کا امیر مقرر فرمایا۔ ۶۷ ھ میں انتقال فرمایا۔

(سیرت ابن هشام :۲/ ۳۸۷ ـ الاستيعاب : ۲/ ۵۱۶)

کلمات حدیث: حَلَفَ حلفاً (باب ضرب) اللہ کی قسم کھانا۔ اَلْحَلْفُ: عہد و پیمان۔

شرح حدیث: اگر کوئی شخص کسی کام کے چھوڑنے یا کسی کام کے کرنے کا حلف اٹھا لے پھر دیکھے کہ اس سے بہتر کام سامنے ہے تو اس کام کو کر لے، فقہاء کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جس کام میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہوا سے کرے معصیت والی قسم کو پورا

کرنا جائز نہیں ہے، اگر کوئی کسی معصیت کے کام کی قسم کھالے تو امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ معصیت لعینہا ہے تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہے اور اس پر کفارہ بھی نہیں ہے، اور اگر معصیت لغیر ھا جیسے عید کے دن کا روزہ تو اس کو کرنا بھی جائز نہیں ہے البتہ اس میں کفارہ لازم آئے گا۔ (اعلاء السنن : ۱۱/۴۲۶)

حجۃ الوداع کے موقع پر اہم نصیحتیں

۷۳. عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ "اتَّقُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَدُّوْا زَكَاةَ اَمْوَالِكُمْ وَاَطِیْعُوْا اُمَرَآءَ كُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ فِیْ آخِرِ كِتَابِ الصَّلٰوةِ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(۷۳) حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا کہ اللہ سے ڈرتے رہو پانچوں نمازیں ادا کرو، اپنے مہینے رمضان کے روزے رکھو اور اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو اور اپنے امیروں کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (جامع ترمذی، آخر کتاب الصلاۃ، ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۷۳): سنن الترمذی، ابو اب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ .

راوی حدیث: حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرکے غزوۂ حدیبیہ میں شریک ہوئے اور بیعت رضوان کا شرف حاصل ہوا، ان کی مساعی سے ان کا پورا خاندان مشرف باسلام ہوا ان سے مروی احادیث کی تعداد ۲۵۰ ہے ۸۶ھ میں انتقال فرمایا، سو برس سے زائد عمر پائی۔ (الاصابة : ۳/۲۴۱، طبقات : ۷/۱۳۲، تهذیب التهذیب)

کلمات حدیث: یخطب، خطب خطبة (باب نصر) وعظ کہنا، تقریر کرنا ۔ الخطابة : تقریر، فن تقریر، خطاب، بہت تقریر کرنے والا، خطیب، خطبہ پڑھنے والا، ج، خطباء۔

شرح حدیث: خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا تقوای اختیار کرو کہ یہ تمام امور کی اساس ہے مفہوم تقوای ہے ہر اس بات سے اجتناب کرنا جس سے منع کیا گیا ہے اور اس کام کو سرانجام دینا جس کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز پنجگانہ ادا کرو کہ یہ عبادت اللہ کے بندوں کی معراج ہے، روزے رکھو اور زکوۃ دو، اور امیر کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ امیر کی امارت شرعی طریقے پر نافذ ہو جانے کے بعد تمام جائز امور میں اس کی اطاعت لازم ہے اور اس پر علامہ نووی رحمہ اللہ نے اجماع

نقل کیا ہے، نیز یہ کہ جب امارت کی شرائط کے مطابق امیر مقرر ہو جائے تو اس کی امارت سے بغاوت یا اس سے منازعت جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کی طرف سے صریح کفر ظاہر ہو۔

(دلیل الفالحین : ۱/۱۸۵، شرح مسلم للنووی : ۲/۱۲٤ ، مشکوٰۃ المصابیح، مظاہر حق)

الباب (٧)

باب في اليقين و التوكل

یقین اور توکل

٢٦. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَلَمَّا رَءَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلْأَحْزَابَ قَالُوا۟ هَٰذَا مَا وَعَدَنَا ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَصَدَقَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّآ إِيمَٰنًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾ ﴾

اللہ سبحانہٗ نے فرمایا ہے:

''اور جب دیکھی مسلمانوں نے فوجیں بولے یہ وہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اور سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اور ان کو بڑھ گیا یقین اور اطاعت کرنا۔'' (الاحزاب:٢٢)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں اہل ایمان کی تعریف بیان کی گئی ہے کہ جب ہر طرف سے کفر کی فوجیں اکھٹی ہو کر ان پر ٹوٹ پڑیں اور کفر کی گھٹائیں ہر سمت سے اٹھ کر آئیں (غزوۂ احزاب میں) تو ان کے صبر وثبات میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر ان کا یقین اور پکا ہو گیا اور وہ کہنے لگے کہ یہ تو وہی منظر ہے جس کی خبر اللہ اور رسول ﷺ نے پہلے دے رکھی تھی اور جس کے متعلق ان کا وعدہ ہو چکا تھا، اور انہوں نے کہا کہ اللہ ہمیں کافی ہے وہی ہمارا بہترین کارساز ہے۔ (تفسیر عثمانی)

٢٧. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُوا۟ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَٰنًا وَقَالُوا۟ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ فَٱنقَلَبُوا۟ بِنِعْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوٓءٌ وَٱتَّبَعُوا۟ رِضْوَٰنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٧٤﴾ ﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وہ لوگ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کفار نے تمہارے مقابلہ کے لئے لشکر جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے وہ بہت اچھا کارساز ہے، پھر وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل کے ساتھ واپس آئے تو ان کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچا، اور اللہ کی رضا کے تابع رہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔'' (آل عمران:١٧٣، ١٧٤)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں وارد ﴿ ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ ﴾ میں مراد اکثر اہل تفسیر کے نزدیک عبد القیس کے وہ شتر سوار ہیں جو ابوسفیان کی طرف سے اس وقت خدمت گرامی میں پہنچے تھے جب آپ ﷺ حمراء الاسد میں تھے، مجاہد اور عکرمہ کے نزدیک الناس سے نعیم بن مسعود اشجعی ہے جو ابوسفیان اور اس کے مشرک ساتھیوں کی خبر لے کر مدینہ منورہ اس وقت پہنچا جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر صغریٰ کی تیاری میں مصروف تھے۔

غرض جب مسلمانوں سے کہا گیا کہ کفار تمہارے مقابلہ کی تیاری کر رہے ہیں اور اپنی جمعیت اکٹھی کر رہے ہیں تم ان سے ڈرو تو انہوں نے اس بات کی طرف توجہ ہی نہیں کی نہ ہمت ہارے بلکہ اللہ کے دین کی حفاظت کا عزم صمیم کرلیا جس پر اللہ سے ان کی قربت بڑھ گئی ان کے مراتب میں اضافہ ہوگیا اور ان کے ایمان میں ترقی ہوگئی اور انہوں نے کہا کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہت اچھا وکیل ہے۔ (تفسیر مظهری : ۲/۲۸٤)

۲۸. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱلْحَيِّ ٱلَّذِى لَا يَمُوتُ ﴾

نیز ارشاد فرمایا:

''اور بھروسہ رکھو اس زندہ پر جو کبھی نہیں مرے گا۔'' (الفرقان:۵۸)

۲۹. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴾

نیز ارشاد فرمایا:

''اور اللہ ہی پر مؤمنوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔'' (ابراہیم:۱۱)

تفسیری نکات: تیسری اور چوتھی آیت میں فرمایا کہ اللہ ہی پر بھروسہ کیجئے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اس کے سوا ہر شئے فانی ہے اور زائل ہو جانے والی ہے اور مؤمنوں کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ وہ اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔

۳۰. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ﴾ وَالْاٰيَاتُ فِي الْاَمْرِ بِالتَّوَكُّلِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ

نیز فرمایا:

''جب کسی کام کا عزم کرلو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔'' (آل عمران:۱۵۹)

توکل کے حکم پر مشتمل آیات متعدد ہیں اور معلوم ہیں۔

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں غزوۂ احد کے اس فیصلے کی طرف اشارہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا مدینہ منورہ کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے یا مقابلہ کے لئے باہر نکلیں تو اکثر نوجوان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے یہ ہوئی کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے، جب آپ ﷺ زرہ پہن کر باہر تشریف لائے تو ان صحابۂ کرام نے کہا کہ اندر رہ کر ہی مقابلہ کریں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب اللہ پر بھروسہ کرلیا ہے، یعنی جو بات مشورہ سے طے ہو جائے اس پر عمل کرو اور اللہ کی ذات پر اعتماد کرو۔

۳۱. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ﴾

نیز فرمایا:

''جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔'' (الطلاق:۳)

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں فرمایا کہ جو کوئی اللہ سبحانہ پر توکل کرے اللہ تعالیٰ اس کے جملہ امور کے لئے کافی ہو جائیں گے، جیسا کہ ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ پر توکل اور بھروسہ کرتے جیسا کہ اس کا حق ہے تو بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح رزق دیتا جیسا کہ پرندوں کو دیتا ہے صبح کو اپنے گھونسلے سے بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوئے واپس ہوتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے وہ وہ بندگان خدا ہوں گے جو منتر نہیں کراتے اور شگون بد نہیں لیتے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔ (معارف القرآن : ۲/۱۹۷)

۳۲. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِيْ فَضْلِ التَّوَكُّلِ كَثِيْرَةٌ مَعْرُوْفَةٌ .

مزید ارشاد فرمایا:

''مؤمن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔'' (الانفال:۲)

فضائل توکل کے بارے میں بکثرت آیات موجود ہیں۔

تفسیری نکات: ساتویں آیت میں مؤمن کی ان مخصوص صفات کا بیان ہے جو ہر مؤمن میں ہونی چاہیں، اس میں ارشارہ ہے کہ ہر مؤمن اپنی ظاہری اور باطنی کیفیات اور صفات کا جائزہ لیتا رہے اگر یہ صفات اس میں موجود ہیں تو اللہ کا شکر کرے اور اگر اس میں ان میں سے کوئی صفت نہیں یا اس میں ضعف ہے تو اس کے حصول اور اس کے توانا بنانے کی سعی میں لگ جائے۔

پہلی صفت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل سہم جاتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت ان کے دلوں میں رچی بسی ہے، یہاں خوف کی تعبیر وجلت قلوبھم سے کی گئی ہے۔ وجل کے معنی اس عظمت و ہیبت کے ہیں جو عظیم الشان فرماں رواں کے سامنے ہونے سے اس کی جلالت شان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، قرآن کریم میں ایک دوسری آیت میں ان لوگوں کو بشارت دی گئی ہے جنکے دل اللہ کی ہیبت سے اور اس کی کبریائی سے سہم جاتے ہیں اور کانپ اٹھتے ہیں، فرمایا: ﴿ وَبَشِّرِ ٱلْمُخْبِتِينَ ۝٣٤ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾ یعنی خوش خبری دیدیجئے ان متواضع نرم خولوگوں کو جن کے دل سہم جاتے ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے، ان آیات میں جس ہیبت وخوف کا ذکر ہوا ہے وہ اس اطمینان قلب کے خلاف نہیں ہے جس کا ذکر دوسری

آیت میں ہوا ہے، فرمایا: ﴿ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ ﴾ (بیشک اللہ کے ذکر سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں)
دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ جب بندہ مؤمن کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے یعنی ایمانی کیفیات میں اضافہ ہوتا ہے اور نور ایمان بڑھ جاتا ہے، ایمان کی زیادتی سے اعمال صالحہ کی جانب رغبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اعمال صالحہ سے نور ایمان بڑھتا ہے اور ترقی پاتا ہے، یہاں تک کہ برائی سے نفرت ہو جاتی ہے اور عمل صالح عین فطرت بن جاتا ہے اسی کو حدیث نبوی ﷺ میں حلاوت ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تیسری صفت مؤمن کی یہ بیان فرمائی کہ وہ اپنے تمام اعمال اور احوال میں اللہ ہی پر اعتماد اور اسی کی ذات پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ پر توکل کا مطلب ترک اسباب وتدبیر نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسباب دنیا کو کامیابی کے لئے کافی نہ سمجھے بلکہ بقدر قدرت وہمت مادی اسباب فراہم کرے اور ضروری تدبیر کرے اور پھر اللہ پر بھروسہ کرے اور یقین رکھے کہ ہر کام کا نتیجہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہی مسبب الاسباب ہیں۔ (معارف القرآن: ٤/١٧٨)

* * *

توکل کی برکت سے ستر ہزار بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے

۷۴۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيَّ وَلَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ اِذْ رُفِعَ لِيْ سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ اُمَّتِيْ فَقِيْلَ لِيْ: هٰذَا مُوْسٰى وَقَوْمُهُ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْاُفُقِ فَنَظَرْتُ فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَقِيْلَ لِيْ: انْظُرْ اِلَى الْاُفُقِ الْاٰخَرِ فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَقِيْلَ لِيْ: هٰذِهٖ اُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ" ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَخَاضَ النَّاسُ فِيْ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ صَحِبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِي الْاِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا. وَذَكَرُوْا اَشْيَاءَ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا الَّذِيْ تَخُوْضُوْنَ فِيْهِ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ: هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَرْقُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ" فَقَامَ عُكَّاشَةُ ابْنُ مُحْصِنٍ فَقَالَ: اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ: "اَنْتَ مِنْهُمْ" ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ: ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ: "سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلرُّهَيْطُ" بِضَمِّ الرَّاءِ تَصْغِيْرُ رَهْطٍ وَهُمْ دُوْنَ عَشَرَةِ اَنْفُسٍ: "وَالْاُفُقُ" النَّاحِيَةُ وَالْجَانِبُ "وَعُكَّاشَةُ" بِضَمِّ الْعَيْنِ وَتَشْدِيْدِ الْكَافِ وَبِتَخْفِيْفِهَا وَالتَّشْدِيْدُ اَفْصَحُ.

(۷۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر امتیں پیش کی گئیں میں نے

دیکھا کہ ایک نبی ہے اور اس کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت ہے اور ایک نبی ہے جس کے ساتھ ایک دو آدمی ہیں اور کوئی نبی ہیں جس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے، اچانک مجھے ایک انبوہ نظر آیا میں نے خیال کیا کہ میری امت ہوگی، مجھے بتایا گیا کہ یہ موسیٰ اور ان کی امت ہے، ذرا آپ افق کی طرف نظر اٹھایئے میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی جماعت ہے مجھ سے کہا گیا کہ دوسرے افق پر بھی نظر ڈالیے تو مجھے وہاں بھی بڑی جماعت نظر آئی، مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے، ستر ہزار ان کے ساتھ ہیں جو بغیر حساب اور بغیر عذاب جنت میں داخل ہوں گے، پھر آپ ﷺ اٹھے اور مکان میں تشریف لے گئے، لوگ بعد میں گفتگو کرنے لگے کہ کون لوگ ہوں گے جو بغیر حساب کتاب اور بغیر عذاب جنت میں داخل ہوں گے بعض نے کہا کہ شاید وہ لوگ ہوں گے جنہیں آپ ﷺ کا شرف صحبت حاصل ہے، بعض نے کہا کہ شاید وہ لوگ ہوں گے جن کی پیدائش حالت اسلام میں ہوئی پس انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا، اسی طرح کئی امور ذکر کیے، آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم میں کیا گفتگو کر رہے تھے صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو بتایا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تعویذ گنڈے کرتے ہیں اور نہ فال لیتے ہیں بلکہ صرف اپنے اللہ پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں، یہ سن کر عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان میں شامل فرمادے، آپ ﷺ نے فرمایا تو ان میں شامل ہے اس کے بعد ایک اور شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی کہ اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے ان میں شامل فرمائے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔ (متفق علیہ)

رھیط، رھط کی تصغیر، دس سے کم افراد، افق، ناحیہ، اور جانب عکاشہ، عین کا ضمہ، کاف کی تشدید اور تخفیف، تشدید کے ساتھ فصیح ہے۔

تخریج حدیث (۲۷): صحیح البخاری، کتاب الطبّ، باب من اکتوی او کوی غیرہ . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول الطوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب .

کلمات حدیث: عُرِضَتُ: پیش کی گئی۔ عَرَضَ، عَرُضًا (باب ضرب) دکھلانا، پیش کرنا۔ رھط: قبیلہ، تین سے دس تک آدمی جن میں عورت نہ ہو۔ خَاضَ، خَوُضاً: (باب نصر) پانی میں گھسنا، کسی چیز کی گہرائی میں اترنا۔ یرقون: منتر کرتے ہیں۔ رَقَیٰ، رَقُیًا (باب ضرب) کسی نفع یا نقصان کے لئے منتر کرنا۔ رقیة: منتر، تعویذ۔ جمع رُقیٰ، رُقیات .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ ﷺ پر نبوت و رسالت ختم ہوئی، اور آپ ﷺ تمام انبیاءؑ کے سردار ہیں اور آپ ﷺ پر حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام کی تعلیمات مکمل ہوئیں اور آپ ﷺ کو جو کتاب (قرآن کریم) عطا ہوئی وہ تمام کتب سابقہ کا خلاصہ اور ان کی جملہ تعلیمات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، اس لئے آپ ﷺ کے سامنے گزشتہ اقوام پیش کی گئیں اور آخر میں آپ ﷺ کی امت دکھائی گئی جس کی تعداد کثیر ہے، جس کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی امت ہے ان کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جو جنت میں بغیر حساب کتاب داخل ہوں گے، اور ستر ہزار کا لفظ بھی عدد کے بیان کے لئے نہیں ہے بلکہ بیان تکثیر کے لئے ہے۔

"لا یرقون ولا یسترقون" یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ دم کرتے ہیں نہ کراتے ہیں اور نہ جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کرتے ہیں

اور نہ زمانۂ جاہلیت کے طریقے کے مطابق پرندے کے دائیں یا بائیں اڑنے سے شگون لیتے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ اور امام قرطبی رحمہ اللہ نے خطابی رحمہ اللہ کے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ اس جملے کی مراد یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی قضاوقدر پر راضی ہو کر اسی پر بھروسہ اور توکل کریں گے اور ایسا نہیں ہوگا کہ انہیں تقدیر الٰہی میں تامل ہو یا اللہ پر ان کے اعتماد میں کمی ہو اور وہ اس یقین واعتماد کی کمی کی بناء پر تعویذ اور جھاڑ پھونک کی طرف راجع ہوں بلکہ ان کا تقدیر الٰہی پر ایمان اس قدر زیادہ اور اللہ پر یقین اور بھروسہ اس قدر کامل ہوگا کہ وہ ان چیزوں کی طرف راغب ہی نہ ہوں گے۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تمنا پوری ہوئی

رسول کریم ﷺ کی یہ گفتگو سن کر حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ اللہ سے دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے ان میں سے بنادے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان میں سے ہو، پھر ایک اور صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لئے بھی دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کردے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ عکاشہ تم پر سبقت لے گئے، یعنی دعا کی فضیلت میں عکاشہ تم پر سبقت لے گئے، رسول کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اس کے اہل نہیں ہو کیوں کہ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ انتہائی اعلیٰ تھے اور آپ ﷺ کبھی کسی سے ایسی بات نہ کہتے تھے جو اسے ناپسند ہو، کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ عکاشہ کے بارے میں وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو مطلع کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان میں سے ہو اور دوسرے شخص کے بارے میں وحی سے آپ ﷺ کو مطلع نہیں کیا گیا تو آپ ﷺ نے انہیں ایک خوبصورت جواب سے تسلی دیدی، دوسرے صاحب کے بارے میں کہنا کہ وہ منافق تھا، دو وجوہ سے مناسب نہیں ہے ایک یہ کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اصل ایمان اور عدالت ہے کسی صحابی کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں گے، اور جب تک حدیث سے کسی کے نفاق کی تصریح نہ ہو نفاق کا حکم صحیح نہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جس موقعہ پر دعا کی درخواست کا ذکر ہے یہ موقعہ خود ایمان اور تصدیق کا متقاضی ہے اور منافق سے بعید ہے کہ وہ اس طرح کی درخواست کرے۔

مزید یہ کہ خطیب نے تصریح کی ہے کہ یہ دوسری مرتبہ درخواست دعا کرنے والے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، اور خطیب سے یہ قول کرمانی رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔

(فتح الباری، کتاب الطب، شرح صحیح مسلم: ۷۸/۳، دلیل الفالحین: ۱۹۰/۱)

توکل کے بارے میں ایک جامع دعاء

۷۵. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَیْضًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ، وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ، وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ، وَبِکَ خَاصَمْتُ: اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَاخْتَصَرَهُ الْبُخَارِیُّ .

(۷۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے، اے اللہ میں تیرا فرماں بردار ہوگیا اور تجھ پر ایمان لے آیا اور تیری ذات پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع کیا اپنا معاملہ تیری ہی جناب میں پیش کرتا ہوں، اے اللہ میں تیری عزت کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں کہ تو مجھے بھٹکنے نہ دے، تو زندہ ہے تجھے موت نہیں آئے گی لیکن تمام جن وانس مرجائیں گے، یہ الفاظ مسلم کے ہیں، بخاری نے انہیں مختصر روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث(۷۵): صحیح البخاری کتاب التوحید، باب قوله تعالیٰ ﴿ وهو العزیز الحکیم ﴾ . صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، (باب التعوذ من شرما عمل ومن شرمالم یعمل)

کلمات حدیث: اسلمت، سلم، سلاماً، وسلامة: (باب سمع) نجات پانا، بری ہونا۔ اسلم: فرمان بردار ہونا، دین اسلام اختیار کرنا۔ اسلم امره الی اللّٰه: اللہ کے سپرد کردینا۔

شرح حدیث: قرآن کریم میں اور احادیث نبوی ﷺ میں جو دعائیں منقول ہوئی ہیں انہیں ادعیۂ ماثورہ کہتے ہیں انسان کی دنیا کی صلاح اور آخرت کی فلاح سے متعلق تمام امور ادعیۂ ماثورہ میں آگئے، اور معاش ومعاد سے متعلق کوئی امر ایسا نہیں جس کے لئے کوئی نہ کوئی ماثور دعا موجود نہ ہو، اس لئے چاہئے کہ ادعیۂ ماثورہ کو اختیار کیا جائے، اللہ سبحانہ نے قرآن کریم میں دعا کا حکم فرمایا ہے: ﴿ادعونی استجب لکم﴾ (تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا) اور حدیث مبارک میں ارشاد ہے جس کے لئے باب دعا کھول دیا گیا اس کے لئے قبولیت کے دروازے کھول دیئے گئے، نیز ارشاد فرمایا کہ دعا مؤمن کا ہتھیار دین کا ستون اور آسمان وزمین کا نور ہے، اور مزید فرمایا کہ جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔

حدیث مبارک میں مذکور یہ دعا بھی ادعیہ ماثورہ میں سے اور بہت جامع اور عمدہ دعا ہے جس کا ایک ایک لفظ اعتقاد کی گہرائی اور پختگی اور ایمان کی تازگی کا سبق دے رہا ہے، اللہ سے دعا ہے کہ جملہ مسلمانوں کو اسوۂ رسول اکرم ﷺ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حسبنا اللہ ونعم الوکیل کی فضیلت

۷۶. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَیْضًا قَالَ: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ قَالَهَا اِبْرَاهِیْمُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُلْقِیَ فِی النَّارِ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَالُوْ اِنَّ النَّاسَ قَدْجَمَعُوْالَکُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَقَالُوْا: حَسْبُنَااللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : کَانَ اٰخِرَ قَوْلِ اِبْرَاهِیْمَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُلْقِیَ فِی النَّارِ : ﴿حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ﴾ .

(۷۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے تو انہوں نے کہا کہ

ہمیں اللہ ہی کافی ہے، اور وہ اچھا کارساز ہے اور رسول کریم ﷺ نے اس وقت کہا جب لوگوں نے کہا کہ لوگ آپ ﷺ کی مخالفت میں جمع ہوگئے ان سے ڈرنا چاہئے تو اس سے ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوا اور وہ بول اٹھے "حسبنا اللہ ونعم الوکیل"۔ (بخاری)

ایک دوسری روایت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیمؑ کو جب آگ میں پھینکا جانے لگا تو ان کا آخری کلمہ تھا "حسبی اللہ ونعم الوکیل"

تخریج حدیث (۷۶): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، آل عمران، باب ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم.

کلمات حدیث: اُلقِیَ: پھینک دیا گیا۔ الالقاء: ڈالدینا۔ الوکیل: وہ جس پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے یا وہ جس کے سپرد عاجز آدمی اپنا کام کردے۔ وکل، وکلاً، الیہ الأمر: سپرد کرنا، کسی پر بھروسہ کر کے کام اس پر چھوڑ دینا۔ الوکیل: اللہ سبحانہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔

شرح حدیث: غزوۂ احد کے بعد جب کفار مکہ واپس پلٹے تو راستے میں انہیں افسوس ہوا کہ وہ فضول لوٹ آئے ایک زبردست حملہ کر کے مسلمانوں کو ختم کر دیتے اور یہ مسئلہ ہمیشہ ہی کے لئے نمٹا دیتے، اس خیال کے زیر اثر پلٹنا چاہتے تھے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ ان کی ہمت جواب دے گئی اور سیدھے مکہ روانہ ہوگئے، لیکن راستے میں ملنے والے لوگوں سے کہتے تھے کہ ہم پلٹ کر آرہے ہیں، رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بذریعہ وحی معلوم ہوگئی، اس لئے آپ ﷺ ان کے تعاقب میں حمراء الاسد تک پہنچے۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ احد کے روز رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین میں اعلان فرمایا کہ ہمیں مشرکین کا تعاقب کرنا ہے مگر اس میں صرف وہی لوگ جاسکیں گے جو کل کے معرکہ میں ہمارے ساتھ تھے، اس اعلان پر دوسو مجاہدین کھڑے ہوگئے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو مشرکین کے تعاقب میں جائے گا تو ستر حضرات کھڑے ہوگئے جن میں ایسے لوگ بھی تھے جو گزشتہ کل کے معرکہ میں شدید زخمی ہو چکے تھے اور دوسروں کے سہارے چلتے تھے، یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے، حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو وہاں نعیم بن مسعود ملا، اس نے خبر دی کہ ابوسفیان نے اپنے ساتھ مزید لشکر جمع کر کے پھر یہ طے کیا ہے کہ دوبارہ مدینہ پر چڑھائی کرے اور اہل مدینہ کا استیصال کرے، زخم خوردہ ضعیف صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس خبر وحشت اثر کو سن کر یک زباں ہو کر بولے کہ ہم اس کو نہیں جانتے "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" (اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر مددگار ہے) (معارف القرآن: ۲/۲۳۹)

علماء نے حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھنے کے فوائد میں لکھا ہے کہ اس آیت کو ایک ہزار مرتبہ جذبۂ ایمان وانقیاد کے ساتھ پڑھا جائے اور دعاء مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا، غرض ہجوم افکار ومصائب کے وقت حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھنا مجرب ہے۔

(معارف القرآن: ۲/۲۴۴)

نرم دل لوگ جنت میں جائیں گے

۷۷. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّيْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قِيْلَ مَعْنَاهُ مُتَوَكِّلُوْنَ، وَقِيْلَ قُلُوْبُهُمْ رَقِيْقَةٌ .

(۷۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں کچھ ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کے مانند ہوں گے۔ (مسلم)

کسی نے کہا کہ اس کے معنی ہیں کہ وہ توکل کرنے والے ہوں گے، اور کسی نے کہا کہ وہ نرم دل ہوں گے۔

تخریج حدیث (۷۷): صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب يدخل الجنة اقوام .

کلمات حدیث: افئدتهم : ان کے دل، ان کے قلوب۔ فواد: دل جمع افئدة .

شرح حدیث: نرم دل نرم خو جن کے وجود سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے جنت میں جائیں گے کیوں کہ دین اسلام امن وسلامتی کا دین ہے اور اس دین کا ماننے والا کاملا اللہ کا فرماں بردار بن جاتا ہے اور اس کا مطیع ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی کی جملہ حرکات وسکنات اللہ کے حکم کی پابند ہو جاتی ہیں اس لئے اس کا وجود سراپا رحمت بن جاتا ہے اور اس کے کسی عمل سے یا اس کی زبان سے نکلی ہوئی بات سے کسی کو ایذا نہیں پہنچتی، ایسا شخص جنت میں جائے گا۔

ایک اور مفہوم اس حدیث مبارک کا یہ ہے کہ ایسے لوگ جنت میں جائیں گے جن کا اللہ پر اعتماد کامل ہوگا اور وہ اس کی ذات پر اس طرح بھروسہ کرتے ہوں گے جیسا کہ پرندے کرتے ہیں کہ صبح کو جب گھونسلوں سے نکلتے ہیں تو بھوک کے ستائے ہوئے اور خالی پیٹ ہوتے ہیں اور شام کو پلٹتے ہیں تو ان کے پوٹے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، پرندے نہ دوسرے دن کی فکر کرتے ہیں اور نہ اگلے دن کے لئے غذا اکھٹی کرتے ہیں۔ (شرح صحیح مسلم، دلیل الفالحین : ۱/۱۹۳)

غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ

۷۸. عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُمْ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِیْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهُ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ : اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَیَّ سَيْفِیْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِیْ يَدِهِ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّیْ ؟ قُلْتُ : اللّٰهُ ثَلَاثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِیْ رِوَايَةٍ: قَالَ جَابِرٌ : كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَاتِ

الرِّقَاعِ فَاِذَا اَتَيْنَا عَلٰى شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهٗ فَقَالَ : تَخَافُنِيْ؟ قَالَ : لَا قَالَ :فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قَالَ : اَللّٰهُ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ الْاِسْمَاعِيْلِيِّ فِيْ صَحِيْحِهٖ قَالَ : مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ ؟ قَالَ : اَللّٰهُ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهٖ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ فَقَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ ؟ فَقَالَ : كُنْ خَيْرَ اٰخِذٍ فَقَالَ : تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ؟ قَالَ: لَا وَلٰكِنِّيْ اُعَاهِدُكَ اَنْ لَا اُقَاتِلَكَ وَلَا اَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُوْنَكَ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ فَاَتٰى اَصْحَابَهٗ فَقَالَ : جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ". قَوْلُهٗ : "قَفَلَ" اَيْ رَجَعَ. "وَالْعِضَاهُ" الشَّجَرُ الَّذِيْ لَهٗ شَوْكٌ، "وَالسَّمُرَةُ" بِفَتْحِ السِّيْنِ وَضَمِّ الْمِيْمِ : الشَّجَرَةُ مِنَ الطَّلْحِ وَهِيَ الْعِظَامُ مِنْ شَجَرِ الْعِضَاهِ : وَاخْتَرَطَ السَّيْفَ" : اَيْ سَلَّهٗ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ. "صَلْتًا" اَيْ مَسْلُوْلًا، وَهُوَ بِفَتْحِ الصَّادِ وَضَمِّهَا .

(۷۸)　حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نجد کے علاقے میں جہاد کے لئے گئے اور جب رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے تو آپ ان کے ساتھ واپس ہوئے، کثیر خاردار درختوں کی وادی سے گزر رہے تھے کہ قیلولہ کا وقت ہوگیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ اتر پڑے لوگ متفرق ہوگئے اور درختوں کے سائے میں چلے گئے رسول اللہ ﷺ بھی کیکر کے درخت کے نیچے اترے تلوار کو اس درخت سے لٹکایا، ہم تھوڑی دیر کے لئے سو گئے اچانک رسول اللہ ﷺ ہمیں پکار رہے ہیں، اور آپ ﷺ کے پاس ایک اعرابی تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا کہ اس نے میرے اوپر میری تلوار سونت لی، میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے میں نے کہا اللہ، تین مرتبہ۔ آپ ﷺ نے اسے سزا نہیں دی اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ذات الرقاع میں تھے، ہم ایک سایہ دار درخت کے پاس آئے تو ہم نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے لئے چھوڑ دیا، ایک مشرک آیا رسول اللہ ﷺ کی تلوار درخت میں لٹکی ہوئی تھی اس نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ مجھ سے ڈرتے ہو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، اس نے کہا کہ اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ۔

ابوبکر اسماعیل کی صحیح میں مروی ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ۔ تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی، اب تلوار رسول اللہ ﷺ نے اٹھالی اور اس شخص سے کہا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا اس نے کہا کہ آپ اچھے پکڑنے والے بن جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے جواب دیا نہیں لیکن میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ کبھی جنگ نہیں کروں گا، اور تجھ سے لڑنے والوں کے ساتھ بھی نہ ہوں گا آپ ﷺ نے اسے جانے دیا، وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ایک بہترین انسان کے پاس سے تمہاری طرف آیا ہوں۔

قَفَلَ : واپس ہونا۔ عِضَاۃ : کانٹوں والا جھاڑ یا درخت۔ سَمُر : کیکر کا درخت۔ اِخْتَرَطَ السیف : تلوار سونت لی، تلوار کھینچ لی، صلتاً : سونتی ہوئی۔

تخریج حدیث(۷۸): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب من علق سیفه بالشجر فی السفر . صحیح مسلم، کتاب الفضائل، با ب تو کله علی اللّٰه تعالیٰ و عصمة اللّٰه تعالیٰ من الناس .

کلمات حدیث: قفل : واپس ہوا، پلٹا۔ قفل، قفلا، قفولاً (باب نصر وضرب) سفر سے واپس آنا۔ العضاہ : بڑا کانٹے دار درخت۔ سمر : ببول کا درخت جمع اسمر . اختر ط السیف . تلوار سونت لی۔ خرط (باب نصر وضرب) خرطاً، خرط الورق: ہاتھ مار کر پتے جھاڑنا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو اللہ سے ملنے کی اور ثواب آخرت کی امید رکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو زندگی کے ہر پہلو کے لئے عملی نمونہ بنایا ہے چاہئے کہ ہر حرکت و سکون اور نشست و برخواست میں ان کے نقش قدم پر چلیں، رسول اللہ ﷺ یقین و توکل علی اللہ اور جرأت و ہمت اور شجاعت میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامل ترین نمونہ ہیں، اس حدیث میں ایک عجیب ایمان افروز اور سبق آموز واقعہ کا بیان ہوا کہ سرکار رسالت مآب تنہا ایک درخت کے سائے میں آرام فرما ہیں ذرا پلک جھپکی کہ دشمن سر پر آن کھڑا ہوا اور تلوار سونت لی اور کہنے لگا کہ آپ (ﷺ) کو مجھ سے کون بچائے گا، آپ ﷺ نے پورے سکون و اطمینان سے فرمایا اللہ! وہ شخص توکل علی اللہ کی شان اور رسالت مآب ﷺ کے صبر و استقلال کو دیکھ کر لرز اٹھا اور تلوار ہاتھ سے گر گئی، اب آپ ﷺ نے تلوار اٹھالی اور اس سے پوچھا کہ اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا اس نے کہا کہ آپ اس تلوار کے بہترین اٹھانے والے ہیں، آپ ﷺ جب تلوار اٹھاتے ہیں خیر ہی کے لئے اٹھاتے ہیں کیوں کہ آپ ﷺ سراپا خیر ہیں اور آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں آپ ﷺ نے فرمایا گواہی دو کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے انکار کیا لیکن اس سب کے باوجود آپ ﷺ نے اسے کچھ نہیں کہا اور اسے جانے دیا، وہ شخص اپنے لوگوں کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ میں ایک بہترین انسان کے پاس سے آیا ہوں۔

یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ واقعہ غزوۂ ذات الرقاع (٦ ھ) سے واپسی پر پیش آیا۔ اور اس کافر کا نام جس نے تلوار سونت لی تھی غورث تھا، ایک اور حدیث میں اس نوع کا ایک اور واقعہ مذکور ہے اس واقعہ میں کافر کا نام دعثور مذکور ہوا ہے اور ابن سید الناس نے بیان کیا کہ یہ واقعہ غزوۂ ذی قرد میں پیش آیا تھا، بہر حال غورث اسلام لے آیا تھا اور وہ صحبت نبوی ﷺ سے مشرف ہوا۔ (عمدة القاری : ١٤/ ٢٦٥، دلیل الفالحین: ١/ ١٩٤)

----

٧٩. عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا " رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ .

وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ. مَعْنَاهُ تَذْهَبُ اَوَّلَ النَّهَارِ خِمَاصًا : اَیْ ضَامِرَةَ الْبُطُوْنِ مِنَ الْجُوْعِ وَتَرْجِعُ اٰخِرَ النَّهَارِ بِطَانًا اَیْ مُمْتَلِئَةَ الْبُطُوْنِ.

(۷۹) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم اللہ پر پورا پورا توکل کرو تو وہ تمہیں اس طرح رزق پہنچائے جیسے پرندوں کو پہنچاتا ہے صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں۔ (ترمذی) ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

معنی یہ ہیں کہ صبح کو پرندے گھونسلوں سے نکلتے ہیں تو بھوک سے ان کے پوٹے چپکے ہوئے ہوتے ہیں اور شام کو واپس پلٹتے ہیں تو ان کے پوٹے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

تخریج حدیث(۷۹): الجامع الترمذی، ابواب الزھد، باب فی التوکل علی اللہ

کلمات حدیث: تَغْدُو، غَدَا غَدْواً (باب نصر) جانا، صبح کو نکلنا۔ خِمَاصًا، خَمِصَ خمصا (باب سمع) پیٹ خالی ہونا۔ الخمصۃ: بھوک۔

شرح حدیث: اگر ایمان کے ساتھ یقین کامل ہے کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ سبحانہ کا تابع فرمان ہے اتنی بڑی اور وسیع دنیا میں کہیں کوئی پتہ بھی اللہ کی مرضی اور اس کے حکم اور اس کے علم کے بغیر نہیں گرتا، جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی کے حکم سے ہوتا ہے وہی پیدا کرنے والا وہی مارنے والا اور وہی رزق دینے والا ہے، اس کے سوا کوئی دینے والا نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی چھیننے والا نہیں ہے اگر ساری مخلوق اللہ کی مشیت کے بغیر کسی کو کچھ دینا چاہے تو وہ کچھ نہیں دے سکتی اور اگر ساری مخلوق مجتمع ہو کر کسی سے کچھ چھیننا چاہے تو اللہ کے حکم کے بغیر نہیں چھین سکتی، اس ایمان وایقان کے ساتھ انسان سعی وتدبیر کرے اور اپنی کوشش کو بے حقیقت سمجھتے ہوئے صرف اللہ پر توکل کرے تو اللہ اسے اس طرح رزق عطا فرمائے گا جس طرح پرندوں کو عطا فرماتا ہے، وہ صبح کو گھونسلوں سے روانہ ہوتے ہیں تو بھوک سے ان کے پوٹے جسم سے چپکے ہوئے ہوتے ہیں اور شام کو پلٹتے ہیں تو وہ سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔

توکل کے معنی تبطل اور تعطل کے نہیں ہیں، سعی وکوشش اور جائز حدود میں تلاش اسباب لازمی ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ توکل کے معنی ترک تدبیر اور ترک عمل کرنے کے نہیں ہیں اور اس طرح گھر کے کونے میں پڑ جانے کے نہیں ہیں جیسے کپڑا پڑا ہو، توکل کا یہ تصور جاہلوں کا ہے اور شریعت میں حرام ہے توکل سعی وعمل اور جدوجہد کے ساتھ اللہ پر ایمان کامل اور اس پر بھروسہ کرنے کا نام ہے۔

امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں محل توکل قلب ہے اور ظاہری سعی وعمل اس عمل قلب کے منافی نہیں ہے جبکہ بندہ یہ یقین واثق رکھتا ہو کہ رزق اللہ دینے والا ہے، اور جو کچھ تنگی یا دشواری اور سہولت وآسانی پیش آئے وہ تقدیر الٰہی ہے۔

(تحفۃ الاحوذی: ۵٦/۷، دلیل الفالحین: ۱۹۷/۱)

●●●●●●●●●●●●

رات کو سوتے وقت پڑھنے کی ایک خاص دعاء

۸۰. عَنْ اَبِیْ عِمَارَۃَ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : یَافُلَانُ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِکَ فَقُلْ : اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ، وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ : وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَرَھْبَۃً اِلَیْکَ، لَامَلْجَاَ وَلَامَنْجَاَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَ نَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ فَاِنَّکَ اِنْ مُتَّ مِنْ لَیْلَتِکَ مُتَّ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَاِنْ اَصْبَحْتَ اَصَبْتَ خَیْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنِ الْبَرَآءِ : قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اِذَآ اَتَیْتَ مَضْجَعَکَ فَتَوَضَّاْ وَضُوْءَ کَ لِلصَّلٰوۃِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّکَ الْاَیْمَنِ وَقُلْ وَذَکَرَ نَحْوَہٗ ثُمَّ قَالَ : وَاجْعَلْھُنَّ اٰخِرَمَا تَقُوْلُ .

(۸۰) حضرت ابوعمارۃ البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فلاں جب تم بستر پر آؤ تو کہو اے اللہ میں نے اپنے آپ کو آپ کے سپرد کر دیا اور اپنے چہرے کو آپ کی طرف کر دیا اور اپنا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا اور اپنی پیٹھ کو تیری طرف جھکا دیا، تیری جانب رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے تیرے سواء نہ کوئی ٹھکانا ہے اور نہ نجات کی راہ۔ میں تیری نازل کردہ کتاب اور تیرے مبعوث کئے ہوئے رسول پر ایمان لایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو اس رات مرجائے تو تو فطرت پر مرے گا اور بھلائی کو پہنچ جائے گا۔

صحیحین کی ایک اور روایت میں حضرت براء بن العازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بستر پر آؤ تو نماز والا وضو کرو پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ پھر یہ کلمات کہہ، پھر فرمایا کہ ان کلمات کو بالکل آخر میں کہہ۔

تخریج حدیث(۸۰): صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب یقول اذا نام . صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع .

راوی حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے موقعہ پر چھوٹے تھے، غزوۂ احد اور بیعت رضوان میں شرکت فرمائی، ان کے ماموں حضرت ابو بردۃ بن نیار جو بیعت عقبہ میں اسلام قبول کرچکے تھے اُن کی برکت سے ان کے خاندان میں اسلام پھیلا، آپ نے مجموعی طور پر پندرہ غزوات میں شرکت کی، ان کی مرویات کی تعداد ۳۰۵ ہے جن میں سے بتیس (۳۲) متفق علیہ ہیں، حضرت مصعب بن الزبیر کے زمانے میں کوفہ میں انتقال کیا۔ (دلیل الفالحین: ۱/۱۹۸، الاستیعاب، مسند احمد: ۲۹۲/٤)

کلمات حدیث: فوضت: میں نے سپرد کر دیا۔ فوض، تفویضاً (باب تفعیل) اپنا اختیار اور اپنا کام دوسرے کے سپرد کر دینا۔ رغبة، رَغِبَ، رَغباً (باب سمع) چاہنا خواہش کرنا۔ رھبة، رَھِبَ رھبةً (باب سمع) خوف کرنا۔ رھبانیة: دنیا سے لاتعلقی، ترک دنیا۔ راھب: عبادت کے لئے دنیا ترک کر دینے والا۔ جمع رھبان . ملجاء: پناہ کی جگہ۔ لَجأ، لَجواً (باب سمع) پناہ لینا۔ منجا: نجات کی جگہ۔ نَجا، نَجاۃ (باب نصر) نجات پانا، رہائی پانا۔

شرح حدیث: اس دعاء میں اللہ پر اعتماد اور تسلیم وتفویض کی روح بھری ہوئی ہے اور ساتھ ہی ایمان کی تجدید بھی ہے۔ اس مضمون کے لئے دنیا کا بڑے سے بڑا ادیب بھی اس سے بہتر الفاظ تلاش نہیں کرسکتا۔ بلاشبہ یہ دعا رسول اللہ ﷺ کی معجزانہ دعاؤں میں سے ہے۔ (معارف الحدیث: ۵/۱۲۷)

سونے کا مسنون طریقہ

اس حدیث مبارک میں تین باتوں کی تعلیم دی گئی ہے:

(۱) سونے سے پہلے وضو کرنا کہ اگر نیند کی حالت میں موت واقع ہو جائے تو آدمی انتقال کے وقت باوضو ہو نیز یہ کہ باوضو ہو کر سونے کی صورت میں اللہ کے فضل سے ملاعبت شیطان اور خواب میں اس کی تخویف سے محفوظ رہے گا بلکہ سچے خواب نظر آئیں گے۔

(۲) دائیں کروٹ پر لیٹنا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ تیامن کو پسند فرماتے تھے نیز سیدھی کروٹ سونے والا جلد بیدار ہو جاتا ہے۔

(۳) سونے سے پہلے اللہ کا ذکر، تاکہ دن بھر کی جدوجہد اور سعی وعمل کا اختتام اللہ کے نام پر ہو۔

اے اللہ میں نے اپنی جان کو اپنے وجود کو اور سراپا اپنے کو پوری طرح آپ کے سپرد کر دیا اور میں نے مکمل طور پر اپنا رخ آپ ہی کی طرف کرلیا، جو بھی میری احتیاج ہے اور جو میرے رکے ہوئے کام ہیں سب آپ کے سپرد ہیں آپ انہیں اپنی رضا اور اپنے علم وحکمت کے مطابق پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں، میں تیری طرف آ گیا ہوں تیرے ثواب اور تیرے فضل وکرم کی خواہش میں اور تیرے عذاب اور تیری ناراضگی سے ڈر کر، کیوں کہ میرا ایمان واثق ہے کہ میرے پاس تجھ سے پناہ حاصل کرنے اور نجات پانے کی کوئی جگہ نہیں سوائے تیرے دامان رحمت کے سو تو مجھے اپنی پناہ میں لے لے اور اپنی حفاظت میں لے لے اور اپنے فضل وکرم کی اور اپنے جود وکرم کی وسیع چادر سے مجھے ڈھانپ لے۔ میں تیری کتاب پر ایمان لے آیا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبی پر ایمان لے آیا جن کو تو نے رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ (شرح صحیح مسلم: ۱۷/۲۷، دلیل الفالحین: ۱/۱۹۸)

****

۸۱. عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَامِرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ کَعْبِ بْنِ سَعْدِبْنِ تَیْمِ بْنِ مُرَّةَ ابْنِ کَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ الْقُرَشِیِّ التَّیْمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ. وَهُوَ وَاَبُوْهُ : وَاُمُّهٗ صَحَابَةٌ. رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ : نَظَرْتُ اِلٰی اَقْدَامِ الْمُشْرِکِیْنَ وَنَحْنُ فِی الْغَارِ وَهُمْ عَلٰی رُءُ وْسِنَا فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَیْهِ لَاَبْصَرَنَا فَقَالَ : مَاظَنُّکَ یَا اَبَابَکْرٍ بِاثْنَیْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۸۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے، جن کے والد اور والدہ بھی صحابی تھے، سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم غار میں تھے میں نے غار کے پاس مشرکین کے پاؤں دیکھے کہ وہ تو ہمارے سروں پر آ گئے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ اگر ان میں سے کوئی اپنے پیروں تلے نظر کرے تو ہمیں دیکھ لے گا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر تمہارا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے

جن کا تیسرا اللہ ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۱): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ ثانی اثنین اذهما فی الغار . صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیق .

راوی حدیث: حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عبداللہ تھا، چھٹی پشت میں مرہ پر آپ کا نسب رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے، آپ کو رسول اللہ ﷺ نے صدیق اور عتیق کا لقب عطا فرمایا، آپ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے، بعثت سے قبل ہی رسول اللہ ﷺ سے الفت وصداقت کا رشتہ ہے اور اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے ہر مرحلے میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے، رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے، جمع قرآن اور مرتدین کا استیصال آپ کے عظیم کارنامے ہیں، آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۱۴۲ ہے جن میں سے چھ متفق علیہ ہیں ۱۳ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: الغار: غار، کھوہ، پہاڑ کے دامن میں جگہ، جمع اغوار .

شرح حدیث: اس حدیث میں واقعہ ہجرت کی جانب اجمالی اشارہ ہے رسول کریم ﷺ کو جب آپ ﷺ کی برادری اور اہل وطن نے وطن سے نکلنے پر مجبور کردیا تو سفر میں ایک صدیق کے سواء کوئی رفیق نہ تھا۔ دشمنوں کے پیادے اور سوار تعاقب کر رہے تھے اور ایک غار میں پناہ لی تھی جس کے کنارے پر تلاش کرنے والے دشمن پہنچ چکے تھے۔ ذرا اپنے پیروں کے نیچے دیکھتے تو آپ ﷺ کو دیکھ لیتے۔ مگر اللہ کے رسول ﷺ کوہ ثبات بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اظہار تشویش کے جواب میں فرمایا: (لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ﴾ (غمگین مت ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے) یہ بات کہنے کو تو دو لفظ ہیں مگر حالات کا پورا نقشہ سامنے رکھ کر دیکھئے کہ یہ اطمینان وسکون مادی اسباب پر بھروسہ کرنے والے کے لئے ممکن ہی نہیں، یہ تو ثمرہ ہے ایمان ویقین اور اللہ کی ذات پر توکل اور اعتماد کا۔ اس کا سبب اس کے سوا نہ تھا جس کو اگلے جملے میں خود قرآن کریم نے بیان فرما دیا کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قلب مبارک پر تسلی نازل فرمادی اور ایسے لشکروں سے آپ کی مدد فرمائی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا"۔

(فتح الباری، تفسیر سورة توبه، شرح صحیح مسلم : ۱۵/۱۲۲، دلیل الفالحین : ۱/۲۰۰، معارف القرآن : ۴/۳۸۰)

اللہ تعالیٰ کی معیت کا کامل استحضار

۸۲. عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أُمِّ سَلَمَةَ وَاسْمُهَا هِنْدُ بِنْتُ اَبِيْ أُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ الْمَخْزُوْمِيَّةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ. قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَضِلَّ (٣) اَوْ اُضَلَّ، اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ، اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ، اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ "حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُمَا بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ قَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَهٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوٗدَ .

(۸۲) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جن کا نام ہند بنت ابی امیہ حذیفہ مخزومیہ تھا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب گھر سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے۔ اللہ کے نام کے ساتھ نکلا ہوں اور اللہ ہی پر بھروسہ ہے، اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ میں گمراہ ہوجاؤں یا گمراہ کیا جاؤں، یا پھسل جاؤں یا پھسلایا جاؤں یا ظلم کروں، یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا میں کسی کے ساتھ جہالت کا برتاؤ کروں یا میرے ساتھ جہالت کا برتاؤ کیا جائے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی وغیرہما نے اسے اسانید صحیحہ سے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔

تخریج حدیث (۸۲): الجامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب التعوذ من ان نجهل او يجهل علينا . سنن ابی داؤد، كتاب الادب، باب ما يقول اذا خرج من بيته .

راوی حدیث: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ہند تھا اور قریش کے خاندان بنومخزوم سے تعلق تھا اسلام کے اولین دور میں اپنے شوہر کے ساتھ اسلام لائیں اور حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی، غزوۂ احد میں ان کے شوہر نے شہادت پائی اس کے بعد ۲ھ میں رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آئیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۳۷۸ احادیث مروی ہیں جن میں تیرہ متفق علیہ ہیں ۶۳ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

کلمات حدیث: اَزِلَّ، زَلَّ ، زَلًّا (باب ضرب) پھسلنا۔ أَزَلَّهُ : پھسلانا۔ الزَلْزَلَ : گناہ۔ الزِلَّة : ایک مرتبہ کا گناہ۔ جَهِلَ جَهْلًا (باب سمع) نہ جاننا۔ جهل على : بیوقوف بننا، جہالت کا اظہار کرنا۔

شرح حدیث: آدمی جب کسی کام سے گھر سے باہر نکلتا ہے تو مختلف حالات اور مختلف لوگوں سے اس کا سابقہ پڑتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق اس کے شامل حال نہ ہو اور اس کی دستگیری اور حفاظت نہ کی جائے تو ہوسکتا ہے کہ وہ ظلوم وجہول بہک جائے اور کسی ناکردنی میں مبتلا ہوجائے یا کسی دوسرے بندے کی گمراہی اور بے راہ روی کا سبب بن جائے یا کسی سے کوئی جھگڑا ہوجائے اور اس میں وہ کوئی ظالمانہ یا جاہلانہ حرکت کر بیٹھے یا خود کسی کے ظلم وستم اور جہل ونادانی کا نشانہ بن جائے اس لئے رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلتے وقت اللہ کا پاک نام لینے اور اس پر اپنا ایمان اور اعتماد وتوکل تازہ کرنے کے علاوہ ان سب خطرات سے بھی اس کی پناہ مانگتے تھے اور اپنے عمل سے امت کو تعلیم دیتے تھے کہ ہم ہر قدم پر اللہ کی مدد وتوفیق اور حفاظت ودستگیری کے حاجت مند ہیں۔ (معارف الحديث : ۵/ ۱۳٤)

گھر سے نکلتے وقت کی دعاء

۸۳۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ قَالَ يَعْنِيْ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ: بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ يُقَالُ لَهٗ : هُدِيْتَ وَكُفِيْتَ وَوُقِيْتَ، وَتَنَحّٰى عَنْهُ الشَّيْطَانُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنِّسَائِيُّ وَغَيْرُهُمْ. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ

زَادَ اَبُوْدَاؤُدَ: فَيَقُوْلُ. يَعْنِي الشَّيْطَانَ. لِشَيْطَانٍ اٰخَرَ : كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْهُدِيَ وَكُفِيَ وَوُقِيَ ؟

(۸۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص گھر سے نکلتے وقت کہے اللہ کے نام سے نکلا ہوں، اللہ پر توکل کیا، برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی توفیق اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ تو ہدایت دیا گیا کفایت کیا گیا اور بچایا گیا اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہم نے روایت کیا ہے، ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے، ابوداؤد نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں کہ شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے کہ تیرا اس شخص پر کیا بس چلے گا جسے ہدایت دی گئی کفایت کی گئی اور اسے بچالیا گیا۔

تخریج حدیث (۸۳): الجامع الترمذی ، ابواب الدعوات ، باب ما جاء ما يقول اذا خرج من بيته . سنن أبي داؤد ، كتاب الادب ، باب ما يقول اذا خرج من بيته .

شرح حدیث: اس مختصر حدیث کا پیغام اور روح یہ ہے کہ جب بندہ گھر سے باہر قدم نکالے تو اپنی ذات کو بالکل عاجز و ناتواں اور اللہ کی حفاظت و مدد کا محتاج سمجھتے ہوئے اپنے کو اس کی پناہ میں دیدے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی حفاظت اور پناہ میں لے لے گا اور شیطان اسے کوئی گزند نہ پہنچا سکے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا میں نے دریافت کیا کہ " لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ " کا کیا مطلب ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی معصیت سے بچنے کا کوئی طریقہ نہیں سوائے اس کے کہ اللہ بچائے اور کسی طاعت کی آدمی میں کوئی ہمت نہیں سوائے اس کے کہ اللہ اس کو ہمت عطا فرمائے۔ (معارف الحديث : ۱۳۲/۵، دليل الفالحين : ۲۰٤/۱)

دوسروں کی خدمت سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے

۸۴. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ اَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اَحَدُهُمَا يَاتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ"

"يَحْتَرِفُ": يَكْتَسِبُ وَيَتَسَبَّبُ .

(۸۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانۂ نبوت میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، اور دوسرا کوئی کام کرتا تھا، اس کام کرنے والے نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے اس بھائی کا شکوہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ تمہیں اسی کی وجہ سے رزق مل رہا ہو۔

تخریج حدیث(۸۴): الجامع الترمذی، ابواب الزھد، باب التوکل علی اللّٰہ .

کلمات حدیث: یَحْتَرِفُ : کام کرتا ہے۔ الحِرْفَة : پیشہ۔ اَلْمُحْتَرِفُ : پیشہ ور۔ لَعَلَّ : حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے، اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ توقع اور امید کے معنی دیتا ہے۔ بعض اوقات لام حذف ہو کر صرف علی استعمال ہوتا ہے کبھی لعل پر ما کافہ لاتے ہیں جیسے علمّا، لعلّما .

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں متعدد صحابۂ کرام ہر طرف سے یکسو ہو کر علوم نبوت کی تحصیل میں مشغول ہو گئے، اسی طرح کے ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے کہ وہ دربار نبوت میں حاضر رہتے تھے اور ان کے بھائی کچھ کام کرتے تھے، اور ان کی بھی کفالت کرتے تھے، ایک مرتبہ ان کام کرنے والے بھائی نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے بھائی کی شکایت کی کہ وہ کوئی کام نہیں کرتے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا کہ شاید تمہیں بھی انہی کی وجہ سے رزق مل رہا ہو، یعنی جب تم اس بھائی کی کفالت کرتے ہو جو دین کے حصول میں لگا ہوا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمہیں رزق عطا فرماتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک یہ بندہ اپنے بھائی کی مدد کر رہا ہوتا ہے، اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں رزق تمہارے کمزوروں کی وجہ سے ملتا ہے، اور اس واقعہ میں ایک نکتہ اور ہے کہ اگر کوئی انسان دنیا سے منقطع ہو کر اللہ کے دین کے کام میں لگ جائے اور اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کا کفیل ہو جاتا ہے اور اس کی ضرورتوں کی تکمیل کا انتظام فرما دیتا ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۲۰۵)

البَابُ (۸)

باب الا ستقامة

استقامت

۳۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ فَٱسۡتَقِمۡ كَمَآ أُمِرۡتَ ﴾

اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

''سوتو سیدھا چلا جا جیسا تجھے حکم ہے۔'' (ھود:۱۱۲)

تفسیری نکات: ان تین آیات کریمہ میں جس بات کی تعلیم دی گئی ہے وہ استقامت ہے، استقامت کا لفظ اپنے معنی میں بے اندازہ وسعت کا حامل ہے، دین کا فہم حاصل کر کے اس پر پوری زندگی کے لئے بعینہ دین کے جملہ تقاضوں کے مطابق اور قرآن وسنت کے احکام کے موافق اور اسوۂ حسنہ کے مطابق جسے رہنا زندگی کے کسی مرحلے میں اور کسی موڑ پر احکام الٰہی کی خلاف ورزی نہ ہو اور سرمو کہیں کسی جگہ اس سے انحراف نہ ہو استقامت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ استقامت ایک ایسا جامع لفظ ہے کہ دین کے تمام اجزاء اور ارکان اور ان پر صحیح عمل اس کی تفسیر ہے۔

دین پر استقامت گمراہیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے

دنیا میں جتنی گمراہیاں اور عملی خرابیاں آتی ہیں وہ سب استقامت سے ہٹ جانے کا نتیجہ ہوتی ہیں عقائد میں استقامت نہ رہے تو بدعات سے شروع ہو کر کفر وشرک تک نوبت پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ذات وصفات کے متعلق جو معتدل اور صحیح اصول رسول کریم ﷺ نے بیان فرمائے اس میں ذرا سی کمی بیشی گمراہی ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت ومحبت کی جو حدود مقرر کر دی گئی ان میں ذرا سی کمی بھی گمراہی ہے اور زیادتی اور غلو بھی، اسی طرح معاملات واخلاق اور معاشرت کے تمام ابواب میں قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصولوں پر رسول کریم ﷺ نے اپنی عملی تعلیم کے ذریعے ایک معتدل اور صحیح راستہ قائم کر دیا ہے جس میں زندگی کے ہر مرحلے اور ہر موقع کے لئے ایک ایسا معتدل صراط مستقیم مسلمانوں کو دیا ہے جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی ہے۔

۳۴. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسۡتَقَٰمُواْ تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُواْ وَلَا تَحۡزَنُواْ وَأَبۡشِرُواْ بِٱلۡجَنَّةِ ٱلَّتِي كُنتُمۡ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحۡنُ أَوۡلِيَآؤُكُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَفِي ٱلۡأٓخِرَةِۖ وَلَكُمۡ فِيهَا مَا تَشۡتَهِيٓ أَنفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلٗا مِّنۡ غَفُورٖ رَّحِيمٖ ﴿٣٢﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہی ہے پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو، اور تمہیں بشارت ہو جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے دوست تھے، اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق ہیں وہاں جس نعمت کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہوگی، غفور رحیم کی جانب سے مہمان نوازی ہے۔'' (حم السجدۃ: ۳۰، ۳۱، ۳۲)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ جن لوگوں نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب یقین کر لیا اور اس کا اقرار بھی کر لیا یہ تو اصل ایمان ہوا، پھر اس پر مستقیم رہے یہ عمل صالح ہوا، اس طرح ایمان اور عمل صالح جمع ہو گئے، اس لئے علماء نے فرمایا کہ استقامت کا لفظ تمام احکام الٰہیہ اور جملہ اوامر و نواہی کو مشتمل ہے، تفسیر کشاف میں ہے کہ انسان کا ربنا اللہ تب ہی صحیح ہو سکتا ہے جبکہ وہ دل سے یقین کرے کہ میں ہر حال میں اور ہر قدم پر اللہ کی زیر تربیت ہوں مجھے ایک سانس بھی اس کی رحمت کے بغیر نہیں آ سکتا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان طریق عبادت پر ایسا مضبوط و مستقیم رہے کہ اس کا قلب اور قالب اس کی عبودیت سے سر مو انحراف نہ کریں۔

۳۵. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ﴾

مزید فرمایا:

''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے، یہی اہل جنت ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (الاحقاف: ۱۳، ۱۴)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں کمال بلاغت کے ساتھ پورے ایمان و اسلام اور عمل صالح کو جمع کر دیا گیا ہے، ربنا اللہ کا اقرار پورا ایمان ہے اور اس پر استقامت میں ایمان پر تادم مرگ قائم رہنا بھی شامل ہے اور اس کے مقتضیات پر پورا پورا عمل بھی۔ اس استقامت کا صلہ دنیا اور آخرت کے ہر فکر و غم اور پریشانی سے نجات ہے، اور جنت کی بشارت ہے۔

(تفسیر مظہری، تفسیر عثمانی، معارف القرآن)

---

۸۵. وَعَنْ اَبِیْ عَمْرٍو وَقِیْلَ اَبِیْ عَمْرَةَ سُفْیَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) قُلْ لِیْ فِی الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَااَسْاَلُ عَنْهُ اَحَدًا غَیْرَکَ. قَالَ: "قُلْ: اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۸۵) حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتایئے کہ پھر آپ ﷺ کے سوا کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر

اس پر استقامت اختیار کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۸۵): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام

راوی حدیث: حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمرو اور ابوعمرہ تھی، طائف کے مشہور قبیلہ بنوثقیف سے تعلق تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں طائف میں عامل مقرر کیا تھا، ان سے یہی ایک حدیث مروی ہے جو مسلم کے علاوہ جامع ترمذی سنن النسائی اور سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۲۰۷)

شرح حدیث: مطلب یہ ہے کہ اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لا کر ان کے جملہ احکام پر عمل کرنا اور زندگی کے ہر ہر مرحلے پر اطاعت وفرمان برداری کا پیکر بنا رہنا ہی ایمان کا تقاضا ہے، جس قدر ایمان مضبوط اور قوی ہوگا اسی قدر مؤمن کا جذبۂ طاعت ابھرے گا اور وہ آمادۂ عمل ہوگا اور جس قدر عمل میں کمزوری ہوگی تو وہ دلیل ہوگی ایمان کی کمزوری کی، غرض استقامت کمال ایمان کی علامت ہے کہ ایمان کے ساتھ مرتے دم تک عمل بھی کرتا رہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی، دلیل الفالحین : ۱/۲۰۷)

دین پر مضبوطی سے جمے رہنے کا حکم ہے

٨٦. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا، وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ لَنْ يَنْجُوَ اَحَدٌ مِنْكُمْ بِعَمَلِهٖ" قَالُوْا : وَلَا اَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"وَالْمُقَارَبَةُ" اَلْقَصْدُ الَّذِیْ لَاغُلُوَّ فِيْهِ وَلَاتَقْصِيْرَ. "وَالسَّدَادُ" اَلْاِسْتِقَامَةُ وَالْاِصَابَةُ. "وَيَتَغَمَّدَنِیْ" يُلْبِسُنِیْ وَيَسْتُرُنِیْ. قَالَ الْعُلَمَآءُ : مَعْنَى الْاِسْتِقَامَةِ لُزُوْمُ طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی قَالُوْا : وَهِیَ مِنْ جَوَامِعِ الْكَلِمِ وَهِیَ نِظَامُ الْاُمُوْرِ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ.

(۸٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ دین پر چلو اور مضبوطی سے جمے رہو اور جان لو کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے عمل کی بنا پر نجات نہیں پائے گا، عرض کی اور آپ بھی نہیں یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا! اور میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ ڈھانپ لے۔ (مسلم)

مقاربۃ کے معنی ہیں ایسی میانہ روی جو غلو اور تقصیر سے خالی ہو، سداد کے معنی استقامت اور درستگی کے ہیں، یَتَغَمَّدَنی مجھے پہنائے اور مجھے ڈھانپ لے، علماء فرماتے ہیں کہ استقامت کے معنی لزوم طاعت کے ہیں، اور فرمایا کہ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے کہ امور دینی کا نظم اسی پر استوار ہے۔ وباللہ التوفیق

تخریج حدیث(۸٦): صحیح مسلم، کتاب المنافقین، باب لن یدخل احدالجنة بعمله.

شرح حدیث: اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ثواب وعقاب اور احکام شرعیہ قرآن اور سنت سے ثابت ہوتے ہیں عقل

سے ثابت نہیں ہوتے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور اس کو اپنی مخلوق پر پوری قدرت حاصل ہے جو وہ چاہتا ہے وہ اپنی حکمت سے اسے انجام دیتا ہے ﴿ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾ ﴾ اور جو اہل ایمان جنت میں جائیں گے اپنے عمل کی بنیاد پر نہیں داخل ہوں گے، بلکہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے داخل ہوں گے، اعمال صالحہ تو اس کے حکم کی تعمیل کے لئے ہیں اور احکام کی تعمیل سے اس کی رضا حاصل ہوتی ہے اور رضائے الٰہی باعث بنتی ہے اس کے فضل و کرم اور رحمت کی۔ اس لئے جنت میں دخول صرف اللہ کی رحمت سے ہوگا۔ نیز یہ کہ خود دولت ایمان حاصل ہونا اور اس ایمان کے طفیل اعمال صالحہ کرنا بھی اللہ کی رحمت اس کے فضل اور توفیق سے ہے اور ہدایت ایمان بھی تو اللہ کی جانب سے ہے جب ایمان اور عمل صالح کی ابتداء اور اس کا آغاز اللہ کی رحمت اور اس کی توفیق پر موقوف ہے تو اس کا اختتام اور منتہا یعنی دخول جنت تو یہ بھی اسی کا فضل اور اس کی رحمت سے ہوگا۔

اور اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی کہ خود اللہ کے محبوب اور خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین فرما رہے ہیں کہ میں بھی عمل سے جنت میں نہیں جاؤں گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت اور فضل سے ڈھانپ لے۔

(صحيح مسلم بشرح النووي، دليل الفالحين : ١/ ٢٠٨)

البَابُ (۹)

فِي التَّفَكُّرِ فِيُ عَظِيُمِ مَخُلُوقَاتِ اللّٰهِ تَعَالىٰ وَفَنَاءَ الدُّنُيَا وَاَهُوَالَ الُاٰخِرَةِ وَسَائِرِ اُمُورِهِمَا وَتَقُصِيُرِ النَّفُسِ وَتَهُذِيُبِهَا وَحَمُلِهَا عَلَي الُاِسُتِقَامَةِ

اللہ کی عظیم مخلوقات میں غور وفکر، فنائے دنیا اَہوالِ آخرت اور دیگر امور میں تفکر نفس کی کوتاہی اور اس کی تہذیب اور اسے آمادۂ استقامت کرنے کا بیان

۳۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّمَآ أَعِظُكُم بِوَٰحِدَةٍ أَن تَقُومُواْ لِلَّهِ مَثۡنَىٰ وَفُرَٰدَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُواْ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک اور غور کرو۔'' (سورۃ السبا:۴۶)

تفسیری نکات: آیات مذکورہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی وسیع وعریض کائنات میں غور وفکر کی دعوت دے رہی ہیں اور یہ دعوت عمومی ہے کہ ہر انسان غور کرے اور فکر وتدبر کرے کہ کیا یہ کائنات خود بخود وجود میں آگئی یا اس کا پیدا کرنے والا اور خود انسان کا پیدا کرنے والا اللہ نہیں ہے جس نے ہر شئے کو اپنی حکمت علم اور قدرت سے پیدا فرمایا کیا یہ کائنات عبث پیدا ہوئی یا خلق کون ومکان میں حکمتیں اور اسرار پنہاں ہیں اور خود انسان ایک مقصد وجود رکھتا ہے۔

پہلی آیت میں اہل مکہ پر اتمام حجت کی جارہی ہے اور انہیں کہا جارہا ہے کہ تم ایک کام کرو کہ اللہ کے نام پر اٹھ کھڑے ہو اور کئی کئی مل کر باہم مشورہ کرو اور الگ الگ تنہائی میں غور کرو اور سوچو کہ تمہارا یہ رفیق محمد رسول اللہ ﷺ جو چالیس برس سے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں جس کے تمام حالات زندگی سے تم بخوبی واقف ہو اور اس کی امانت ودیانت صدق وعفاف اور فہم ودانش کے تم ہمیشہ معترف رہے ہو، کبھی کسی معاملہ میں نفسانیت یا غرض پرستی کا الزام تم نے اس پر نہیں رکھا کیا تم واقعی گمان کر سکتے ہو کہ انہیں بیٹھے بٹھائے جنون ہو گیا ہے جو خواہ مخواہ اس نے ایک طرف سے سب کو دشمن بنالیا کیا کہیں دیوانے ایسی حکمت ودانائی کی باتیں کیا کرتے ہیں یا کوئی مجنون اپنی قوم کی اس قدر خیر خواہی اور ان کی اخروی فلاح اور دنیاوی ترقی کا اتنا زبردست لائحہ عمل پیش کر سکتا ہے وہ تمہیں سخت خطرناک اور تباہی انگیز مستقبل سے آگاہ کر رہا ہے قوموں کی تاریخیں سناتا ہے دلائل وشواہد سے تمہارا برا بھلا سمجھاتا ہے یہ کام دیوانوں کے نہیں ہیں یہ ان اولوالعزم پیغمبروں کے کام ہیں جنہیں احمقوں اور شریروں نے ہمیشہ دیوانہ کہا ہے۔ (تفسیر عثمانی، معارف القران)

۳۷. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ فِي خَلۡقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَٱخۡتِلَٰفِ ٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِ لَأٓيَٰتٖ لِّأُوْلِي ٱلۡأَلۡبَٰبِ ۝١٩٠ ٱلَّذِينَ يَذۡكُرُونَ ٱللَّهَ قِيَٰمٗا وَقُعُودٗا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمۡ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلۡقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هَٰذَا بَٰطِلٗا سُبۡحَٰنَكَ ﴾

نیز فرمایا کہ

''بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب و روز کی آمد و رفت میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے یہ عبث نہیں بنایا۔''

(آل عمران: ۱۹۰)

آسمان و زمین کی تخلیق پر غور کرنا چاہیے

تفسیری نکات: دوسری آیت کے شان نزول سے متعلق ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور محدث ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ عطاء بن ابی رباح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے حالات میں جو سب سے عجیب واقعہ ہو وہ مجھے سنایئے، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ان کی کس شان کو پوچھتے ہو ان کی تو ہر شان عجیب تھی ہاں میں تمہیں ایک عجیب واقعہ سناتی ہوں ایک رات آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور لحاف میں میرے ساتھ لیٹ گئے پھر فرمایا کہ مجھے اجازت دو کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں، آپ ﷺ بستر سے اٹھے وضو فرمایا پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور قیام میں اس قدر روئے کہ آپ ﷺ کے آنسو سینہ مبارک پر بہنے لگے پھر رکوع فرمایا، اس میں بھی روئے، پھر سجدہ کیا اور سجدے میں بھی اس قدر روئے پھر سر اٹھایا اور مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور آپ ﷺ کو نماز کی اطلاع دی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اس قدر گریہ کیوں فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اور شکریہ میں گریہ وزاری نہ کروں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آج کی شب مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے: ﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ﴾ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ بڑی تباہی ہے اس شخص کے لئے جس نے ان آیتوں کو پڑھا اور ان میں غور نہیں کیا۔

یعنی عقلمند آدمی جب آسمان و زمین کی تخلیق اور ان کے نظام شمس و قمر اور ان کی حرکات نوع بہ نوع حیوانات اور رنگ برنگ نباتات اور ان سب میں پنہاں ایک مضبوط اور محکم نظام اور ان کے درمیان موجود ربط و ترتیب پر غور کرتا ہے تو اسے یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا مرتب و منظم سلسلہ ضرور کسی مختار کل اور قادر مطلق علیم و خبیر کے ہاتھ میں ہے جس نے اپنی عظیم قدرت اور اختیار سے ہر چھوٹی بڑی مخلوق کا انتظام فرما رکھا ہے کسی چیز کی مجال نہیں اپنے محدود وجود اور اپنے مقررہ دائرہ عمل سے باہر قدم نکال سکے۔

غرض اہل دانش و بینش وہ ہیں جو کائنات میں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں اور گردش لیل و نہار کے بارے میں سوچتے ہیں اور بالآخر پکار اٹھتے ہیں کہ اے اللہ اے ہمارے رب تیرا یہ سارا کارخانہ عبث نہیں ہے اور اس کی کوئی چیز بھی بے کار نہیں ہے، اور اگر کائنات کا ایک ایک ذرہ بے کار نہیں ہے اور کسی نہ کسی کام میں لگا ہوا ہے تو انسان کیسے بے کار ہو سکتا ہے اس کا بھی کوئی نہ کوئی مقصود وجود ہے اور مقصد حیات ہے جسے اسے سرانجام دینا ہے۔ (تفسیر مظهری، تفسیر عثمانی، معارف القرآن)

۳۸. وَقَالَ تَعَالَىٰ:

﴿ أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى ٱلْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَإِلَى ٱلسَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَإِلَى ٱلْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَإِلَى ٱلْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ ﴾

مزید فرمایا:

''بھلا کیا نظر نہیں کرتے اونٹوں پر کہ کیسے بنائے ہیں اور آسمان پر کہ کیسا اسے بلند کیا ہے اور زمین پر کہ کیسی صاف بچھائی ہے سو تو سمجھائے جا کہ تیرا کام تو یہی سمجھانا ہے۔'' (الغاشیہ: ۱۷، ۲۱)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ اور جانوروں کی بہ نسبت یہ کیسا عجیب الخلقت جانور ہے اور آسمانوں کی رفعت کو نہیں دیکھتے اور کیا پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ زمین پر کس طرح نصب کر دیئے گئے ہیں؟ کیا زمین کو نہیں دیکھتے جس پر رات دن چلتے پھرتے کاروبار کرتے اور زندگی گزارتے ہیں کہ یہ کس طرح مسطح کر کے بچھائی گئی ہے؟ کیا ان سب اشیاء کو دیکھ کر اللہ کی قدرت اور اس کے حکیمانہ نظام کی طرف عقل متوجہ نہیں ہوتی، جس سے بعث بعد الموت کا ہونا اور آخرت کے احوال اور اہوال کا یقین ہو جاتا، عرب صحرانشین اور شتر سوار تھے اور بکثرت اونٹوں پر سوار ہو کر سفر کرتے رہتے، حالت سفر میں انسان جب تنہا ہو تو وہ طبعاً مائل تفکر ہوتا ہے، اس لئے غور وفکر کی دعوت کا آغاز اونٹ سے ہوا کہ اس پر یہ مسافر سوار ہے، اسے کہا گیا کہ ذرا نظر اٹھا کر اوپر دیکھو تو آسمان ہے سامنے دیکھو تو پہاڑ ہے نیچے دیکھو تو زمین ہے، یہ جو بہت قریب ترین اشیاء ہیں ان پر غور کرو کہ کس طرح اللہ کے کمال خلق کی دلیل ہیں۔

(تفسیر عثمانی، دلیل الفالحین : ۱/۲۱۲)

۳۹. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ أَفَلَمْ يَسِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ فَيَنظُرُوا۟ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ . وَمِنَ الْاَحَادِيْثِ الْحَدِيْثُ السَّابِقُ . '' اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَه '' .

اور مزید فرمایا: ''کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی تاکہ دیکھتے۔'' (محمد: ۱۰)

آیات متعدد ہیں اور اس موضوع سے متعلق حدیث ''الکیس من دان نفسہ'' گزر چکی ہے۔

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں کفار مکہ کو سرزنش اور تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ کیا تم زمین میں کبھی چلے پھرے نہیں اور تم نے عاد وثمود کی بستیاں نہیں دیکھیں کہ ان کے مضبوط قلعوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح اکھاڑ پھینکا، ہر جگہ حیات وممات آبادی اور بربادی کا نقشہ بکھرا ہوا ہے اگر دیدہ بینا ہو تو عبرت کے لئے بہت سامان موجود ہے۔

اَلْبَابُ (۱۰)

فِي الْمُبَادَرَةِ إِلَى الْخَيْرَاتِ وَحَثِّ مَنْ تَوَجَّه لِخَيْرٍ عَلَى الْإِقْبَالِ عَلَيْهِ بِالْجِدِّ مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ

نیک کام میں جلدی کرنا اور طالب خیر کو شوق سے اور بلاتردد نیکی پر آمادہ کرنا

۴۰. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''نیکیوں میں سبقت حاصل کرو۔'' (البقرۃ:۱۴۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ نیکیوں میں سبقت حاصل کرو۔ انسان اس دنیا میں اللہ کی بندگی اور طاعت رب کے لئے بھیجا گیا ہے جو مہلت دنیا میں کام کی ملی ہے، وہ بے حد کم اور وقت انتہائی محدود ہے، اس وقت میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اسے فضول گنوایا جائے تقاضائے عقل ودانش یہی ہے کہ اس وقت کو کام میں لایا جائے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں اور اعمال صالحہ کئے جائیں اور مسابقت اور جلدی کی جائے کہیں یہ نہ ہو کہ فرصت کے انتظار میں مہلت ختم ہو جائے اس لئے مبادرت اور سبقت ضروری ہے، آخرت کی زندگی میں صرف نیکیاں ہی کام آئیں گی وہاں مال واولاد کچھ کام نہ آئے گی، مسابقت الی الخیرات میں سستی عموماً آخرت سے غفلت کے سبب ہوتی ہے جس کو اپنی آخرت اور اپنے انجام کی فکر ہو وہ ایک لحہ بھی غافل نہیں رہ سکتا اسے تو ہر گھڑی آخرت کی فکر لگی رہتی ہے اور ہر لحہ وہاں کے ثواب اور حصول نجات کی تگ ودو میں لگا رہتا ہے۔ (معارف القرآن : ۱/۳۸۹)

۴۱. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَسَارِعُوٓا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴾

نیز فرمایا:

''اور دوڑو مغفرت کی طرف اپنے رب کی اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔'' (آل عمران:۱۳۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں مغفرت اور جنت کی طرف مسابقت اور مسارعت کا حکم دیا گیا ہے، مغفرت سے مراد اسباب مغفرت ہیں یعنی اعمال صالحہ کی طرف دوڑ و اور مسابقت کرو کہ دنیا میں وقت اور مہلت کم ہے اور آخرت کا مرحلہ کٹھن اور وہاں کی پکڑ بڑی سخت ہے اور جو اللہ پر ایمان لا کر اور رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کر کے نیک اعمال میں مسارعت اور مسابقت کرے گا تو اللہ نے اس کے لئے جنت تیار کر رکھی ہے جو اہل تقویٰ کے لئے ہے جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، انسان کے ذہن میں جو وسعت آسکتی ہے وہ زمین اور آسمانوں کی وسعت ہے لیکن یہاں جنت کی وسعت کو تمثیل کے طور پر بیان کیا گیا ہے ورنہ فی الحقیقت جنت کی وسعت آسمانوں سے اور زمین سے بھی زیادہ ہے، عرض کے معنی قیمت کے بھی بیان کئے گئے ہیں یعنی جنت کوئی معمولی شئے نہیں بلکہ

بہت قیمتی چیز ہے اس کی قیمت کا اندازہ کرنا چاہو تو کہ آسمانوں کی تہوں اور زمین کی پرتوں میں جس قدر خزانے چھپے ہوئے ہیں وہ سب مل کر بھی اس کی قیمت نہیں بنتے۔ (معارف القرآن : ۲/ ۱۸۲)

اعمال صالحہ زیادہ سے زیادہ انجام دیئے جائیں

۸۷. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصّٰلِحَةِ فَسَتَكُوْنَ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَیُمْسِیْ كَافِرًا اَوْیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ كَافِرًا، یَبِیْعُ دِیْنَه‘ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْیَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۸۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیک کاموں کے کرنے میں جلدی کرو، عنقریب تاریک رات کے حصوں کے مانند فتنے ہوں گے، صبح کو آدمی مؤمن ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کو کافر، دنیا کے تھوڑے سے مال کے بدلے اپنا دین فروخت کردے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۸۷): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی المبادرة بالاعمال قبل تظاهر الفتنة .

کلمات حدیث: بَادِرُوْا : جلدی کرو۔ بَادَرَ، مُبَادَرَةً (باب مفاعلہ) جلدی کرنا۔ بَدَرَ، بَدْرًا (باب نصر) جلدی کرنا۔ العرض : اسباب، سامان، جمع عروض۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ پر منکشف کیا گیا تھا کہ امت پر ایسے حالات بھی آئیں گے کہ رات کے اندھیرے کی طرح نوع بہ نوع فتنے لگاتار برپا ہوں گے، فتنوں کی کثرت سے ایسا ہو جائے گا کہ ایک آدمی صبح کو اس حال میں اٹھے گا کہ مؤمن ہوگا لیکن شام تک وہ مال کی محبت میں کسی گمراہی یا بدعملی میں مبتلا ہو کر اپنا ایمان برباد کر چکا ہوگا اور شام کو اگر حالت ایمان پر باقی ہوگا تو صبح کو ایمان کی دولت دنیا کے تھوڑے سے سامان کے بدلے فروخت کر چکا ہوگا۔

قیامت کے قریب فتنوں کا ظہور ہوگا

قیامت کے قریب فتنوں کی کثرت ہوگی اور اس طرح تیزی سے فتنے آئیں گے جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو پے درپے دانے گرتے ہیں اور ان فتنوں میں سب سے عظیم فتنہ اللہ کا اور آخرت کے حساب کا خوف دل سے جاتے رہنا اور دنیا کی محبت کا دل میں جگہ بنا لینا ہے، لوگ دنیا ہی کو اپنا محبوب ومطلوب بنالیں گے ان کی اصل فکر وسعی دنیا ہی کے واسطے ہوگی اور آخرت کا تصور مضمحل ہو کر کمزور پڑ جائے گا، غرض طلب دنیا اور دنیا کی محبت میں انسان آخرت کو فراموش کر کے ہر اس کام کے لئے آمادہ ہو جائے گا جس سے اسے دنیا حاصل ہو سکے اور اس طرح فتنے اس کو اس طرح جکڑ لیں گے کہ ہر صبح وشام اس کا ایمان خطرے میں ہوگا، ان حالات میں حکم یہ ہے کہ نیک اعمال میں جلدی کرو ایسا نہ ہو کہ کسی فتنے میں مبتلا ہو جائے اور پھر اعمال خیر کی توفیق ہی نہ ہو، نیز اعمال صالحہ کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ان اعمال کی برکت سے فتنوں سے محفوظ فرمادے گا۔

(شرح صحیح مسلم نووی، دلیل الفالحین : ۲۱۵/۱، معارف الحدیث : ۹۷/۸)

رسول اللہ ﷺ کے صدقہ کرنے کا ایک واقعہ

۸۸. عَنْ اَبِیْ سِرْوَعَةَ "بِکَسْرِ السِّیْنِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِهَا" عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : صَلَّیْتُ وَرَآءَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ اِلٰی بَعْضِ حُجَرِ نِسَآئِهٖ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ عَلَیْهِمْ فَرَأٰی اَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ قَالَ : "ذَکَرْتُ شَیْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَکَرِهْتُ اَنْ یَحْبِسَنِیْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ "کُنْتُ خَلَّفْتُ فِی الْبَیْتِ تِبْرًا مِنَ الصَّدَقَةِ فَکَرِهْتُ اَنْ اُبَیِّتَهٗ".

"اَلتِّبْرُ" قِطَعُ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ.

(۸۸) حضرت ابوسروعہ عقبۃ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی آپ ﷺ نماز سے سلام پھیر کر جلدی سے لوگوں کے درمیان سے نکلتے ہوئے ازواج میں سے کسی کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے، آپ ﷺ کی جلدی سے صحابۂ کرام گھبرا گئے جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور محسوس فرمایا کہ صحابہ فکرمند ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یاد آیا کہ ہمارے گھر میں چاندی کا ایک ٹکڑا ہے مجھے ناگوار گزرا کہ میں اسے رکھے ہوں تو کہہ کر آیا ہوں کہ اسے صدقہ کردیں۔ (بخاری)

ایک اور روایت میں ہے کہ صدقہ کے مال سے چاندی کا ایک ٹکڑا بچا ہوا تھا مجھے برا لگا کہ یہ ٹکڑا رات بھر گھر میں رہے۔

تبر کے معنی سونے یا چاندی کے پتھر کے ہیں۔

تخریج حدیث(۸۸): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من صلی بالناس فذکر حاجۃ فتخطاھم

راوی حدیث: ابوسروعہ عقبۃ بن عامر، اہل نسب بیان کرتے ہیں کہ عقبہ اور ابوسروعہ بھائی تھے دونوں فتح مکہ کے وقت اسلام لائے، ابن الاثیر نے کہا کہ یہی صحیح ہے، صحیح بخاری میں ان سے تین احادیث مروی ہیں۔

کلمات حدیث: وراء الانسان: پیچھے، کبھی آگے کے معنی میں آتا ہے۔ تخطی، خطا، خطواً (باب نصر) قدموں کے درمیان کشادگی کر کے چلنا۔ تخطی: پھاندنا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ ﷺ کے لئے مکہ کی وادی کو سونے سے بھر دیا جائے، مگر آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اے میرے رب میں تو ایسی فقیرانہ زندگی چاہتا ہوں کہ ایک دن کھانے کو ہو اور ایک دن کھانے کو نہ ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں نے جو کی روٹی سے بھی دو دن متواتر پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ حضور ﷺ دنیا سے اٹھا لئے گئے۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث مبارک میں عقبۃ بن عامر بیان کررہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بعد نماز عصر تیزی سے گھر میں تشریف لے گئے، اور واپس آکر صحابۂ کرام کو متعجب پایا تو فرمایا کہ صدقات کے مال میں سے ایک چاندی کا پترا بچا ہوا تھا نماز میں اس کا خیال آ گیا، اور مجھے ناگوار گزرا کہ وہ رات بھر میرے گھر میں رہے، اس لئے کہہ آیا ہوں کہ اسے صدقہ کردیں۔

(دلیل الفالحین : ۱/۲۱۵، معارف الحدیث : ۷۱/۲)

عمرو بن حمام کے دخولِ جنت کا شوق

۸۹۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اُحُدٍ : اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فَاَیْنَ اَنَا؟ قَالَ "فِی الْجَنَّۃِ" فَاَلْقٰی تَمَرَاتٍ کُنَّ فِیْ یَدِہٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

(۸۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے احد کے روز نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر میں آج قتل ہو جاؤں تو میں کہاں ہوں گا آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں اس کے ہاتھ میں چند کھجوریں تھیں وہ اس نے پھینکی پھر قتال کیا اور شہید ہوگیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۹): صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ احد . صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ الشھید .

کلمات حدیث: تمرات : جمع تمرۃ کی۔ کھجور۔ تمرات، چند کھجوریں۔

شرح حدیث: ایک صحابی رسول ﷺ نے جنگ احد کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، یا رسول اللہ اگر میں اس جنگ میں مارا جاؤں تو میں کہاں ہوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں خطیب کہتے ہیں کہ ان صاحب کا نام عمرو بن الحمام انصاری تھا، ان صاحب کے ہاتھ میں چند کھجوریں تھیں، انہوں نے اللہ کی رضا کے حصول کے لئے سبقت میں اتنی تاخیر پسند نہ کی کہ وہ کھجوریں کھالیں کہنے لگے اگر میں یہ کھجوریں کھانے میں لگا تو یہ تو بہت طویل وقفہ حیات ہے، چنانچہ کھجوریں پھینک دیں اور جنگ میں کود پڑے اور شہادت پائی اس روز مسلمانوں میں شہادت پانے والے وہ پہلے شخص تھے، ایک اور روایت میں ہے کہ ایک سیاہ فام شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ میرا رنگ سیاہ ہے میرے جسم میں بو ہے اور میرے پاس مال نہیں ہے اگر میں ان سے جنگ کروں اور مارا جاؤں تو میں کہاں ہوں گا آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں وہ شخص آگے بڑھا اور شہید ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تیرے چہرے کو سپید کردے تیری بو کو پاکیزہ بنادے اور تجھے جنت کی دولت عطا کردے۔ (دلیل الفالحین: ۱/۲۱۶)

صحت کے زمانہ میں صدقہ کرنے کا زیادہ ثواب ہے

۹۰۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا ؟ قَالَ : "اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ تَخْشَی الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰی وَلَاتُمْهِلُ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

"اَلْحُلْقُوْمُ" مَجْرَی النَّفْسِ. وَ "الْمَرِیُٔ" مَجْرَی الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ .

(۹۰)　حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ کون سے صدقہ کا اجر عظیم ہے؟ فرمایا وہ صدقہ زیادہ اجر کا موجب ہے جو تندرستی اور صحت کی حالت میں دے جب تو فقر سے ڈرتا ہو اور غنا کی امید رکھتا ہو۔ اتنی مہلت نہ لے کہ سانس اکھڑ جائے اور تو کہے کہ یہ فلاں کو دیدو اور یہ فلاں کو دیدو، وہ تو پہلے ہی فلاں کا ہو چکا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۰): صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب ای الصدقة افضل . صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب بیان ان افضل الصدقة صدقة الصحیح الشحیح .

کلمات حدیث:　شحیح : بخیل اور حریص۔ شح کے معنی بخل مع حرص کے ہیں۔ حلقوم : حلق، جمع حلاقیم .

شرح حدیث:　اللہ کی رضا کے لئے اپنا مال خرچ کرنا ایک بہترین عبادت ہے، قرآن وسنت میں جا بجا انفاق کا حکم ہے، اور بہترین صدقہ وہ ہے اور اس کا اجر وثواب بھی زیادہ ہے جب آدمی تندرستی اور صحت کے ایسے عالم میں ہو جب اس میں مال کی طبعی خواہش اور فطری میلان موجود ہو اسے فقر کا اندیشہ ہو اور وہ تونگری کا آرزومند ہو، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس حالت میں جو شخص اللہ کی راہ میں صدقہ کر رہا ہے اس کی نیت رضائے الٰہی کے حصول کی ہے اور وہ ایک عزم صمیم کے ساتھ اور شوق اور رغبت کے ساتھ اپنا مال اللہ کی راہ میں دے رہا ہے، لیکن اگر اس شخص کی بیماری یا عمر کی زیادتی سے مال ودولت کی رغبت ہی دم توڑ گئی ہے اور اب وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ تو اب جانے ہی والا ہے چلو کچھ راہ خدا میں بھی دیدوں صاف ظاہر ہے کہ اس کا اجر وثواب کم ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ اپنی زندگی کہ ہر مرحلے میں صدقہ کرے اور انفاق فی سبیل اللہ کے حکم پر عمل کرے اور صحت وتوانائی کے زمانے میں مال کی رغبت رکھتے ہوئے اسے اللہ کی راہ میں صرف کرے یہ نہ ہو کہ آج کل پر ٹالتا رہے اور اسی میں دم آخر آجائے اور پھر کہے کہ یہ فلاں کو دیدو، اب تو وہ پہلے ہی فلاں اور فلاں کا ہو چکا ہے۔ (فتح الباری : ۱/ ۸۲۴، دلیل الفالحین : ۱/ ۲۱۶)

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی بہادری کا واقعہ

۹۱ . اَلْخَامِسُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ سَیْفًا یَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ: مَنْ یَاْخُذُ مِنِّیْ هٰذَا؟ فَبَسَطُوْا اَیْدِیَهِمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْهُمْ یَقُوْلُ : اَنَا اَنَا قَالَ : فَمَنْ یَاْخُذُهٗ بِحَقِّهٖ ؟ فَاَحْجَمَ الْقَوْمُ فَقَالَ اَبُوْ دُجَانَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَا اٰخُذُهٗ بِحَقِّهٖ فَاَخَذَهٗ فَفَلَقَ بِهٖ هَامَ الْمُشْرِكِیْنَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اِسْمُ اَبِیْ دُجَانَةَ سِمَاکُ بْنُ خُرْشَةَ قَوْلُه' "اَحْجَمَ الْقَوْمُ" اَیْ تَوَقَّفُوْ. وَ"فَلَقَ بِهٖ" اَیْ شَقَّ "هَامَ الْمُشْرِکِیْنَ" اَیْ رُئُوْسَهُمْ.

(۹۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد کے موقع پر تلوار اٹھائی اور فرمایا کہ یہ مجھ سے کون لیتا ہے، سب نے ہاتھ پھیلا دیئے، صحابہ میں سے ہر ایک کہہ رہا تھا کہ میں میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون اسے اس کے حق کے ساتھ لیتا ہے، اس پر سب جھجک گئے، ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ میں اسے اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں، چنانچہ انہوں نے اس سے مشرکین کی گردنیں کاٹ ڈالیں۔ (مسلم)

ابودجانہ کا نام سماک بن خرشہ ہے، اَحْجَم القوم کے معنی ہیں رک گئے۔ فَلَقَ به سر پھاڑ دیا، هَام المشرکین، مشرکین کی کھوپڑیاں۔

تخریج حدیث(۹۱): صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی دجانة سماك بن خرشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه .

کلمات حدیث: اَحْجَمَ عَنِ الشَّیْئِ : ڈر کر باز رہنا۔ اَحْجَمَ القوم : رک گئے، باز رہے۔ فَلَقَ به : توڑ دیا، کاٹ دیا، پھاڑ دیا۔ هَام المشرکین : مشرکین کے سر۔

شرح حدیث: اللہ کے راستے میں جہاد وقتال ایک عظیم الشان عبادت ہے، اور شہادت ایک رتبۂ بلند ہے جو جہاد میں شہید ہو جانے والوں کو حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ کہ مر کر حیات جاوداں حاصل کر لیتا ہے، غزوۂ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار اٹھائی اور صحابۂ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تلوار کون لے گا، سب نے اپنے ہاتھ دراز کر دیئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون اس کا حق ادا کرے گا، ابودجانہ آگے بڑھے اور فرمایا کہ میں اس کا حق ادا کروں گا، آپ ﷺ نے تلوار ان کو عنایت فرمادی وہ تلوار لیکر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور مشرکین کی گردنیں اڑا دیں اور بالآخر خود بھی شہید ہو گئے۔

سیرت ابن سید الناس میں ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں بھی امیدواروں میں سے تھا اور میں نے حضور ﷺ سے تلوار مانگی تھی، مگر آپ ﷺ نے ابودجانہ کو دیدی تھی، میں نے سوچا کہ میں دیکھتا ہوں کہ کیا کرتے ہیں انہوں نے ایک سرخ پٹی نکال کر پیشانی پر باندھی، انصار نے کہا ابودجانہ نے موت کی پٹی نکال لی وہ مشرکین کے لشکر میں گھس گئے اور جو سامنے آیا اسے قتل کرتے گئے، یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو گئے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی : ۱۶/ ۲۰، دلیل الفالحین : ۱/ ۲۱۸)

قربِ نبی کا زمانہ بہتر ہے

۹۲. اَلسَّادِسُ عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ قَالَ اَتَیْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَشَکَوْنَا اِلَیْهِ مَانَلْقٰی

مِنَ الْحَجَّاجِ. فَقَالَ: اصْبِرُوْا فَإِنَّهُ لَايَأْتِيْ زَمَانٌ إِلَّا وَالَّذِيْ بَعْدَهُ شَرٌّمِنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ، سَمِعْتُهُ مِنْ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۹۲) حضرت زبیر بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہم نے ان کے سامنے حجاج کی زیادتیوں کا شکوہ کیا، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صبر کرو، جو بھی زمانہ آئے گا اس کے بعد آنے والا زمانہ اس سے براہوگا، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو گے، میں نے یہ بات تمہارے نبی ﷺ سے سنی ہے۔ (صحیح البخاری)

تخریج حدیث (۹۲): صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب لایأتی زمان الاالذی بعده شرمنه .

شرح حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سامنے حجاج بن یوسف کی زیادتیوں کا شکوہ کیا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صبر کرو کیوں کہ جو بھی زمانہ آئے گا وہ گزرے ہوئے وقت سے براہوگا، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو، یہ بات میں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنی ہے، اس لئے انسان کے لئے صحیح راستہ یہ ہے کہ وہ تکالیف اور صعوبتوں کو نظرانداز کر کے اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرلے، اور بزعم خود اس خیال میں نہ بیٹھا رہے کہ جب کوئی دور امن وسکون اور عافیت کا آئے گا تو میں اچھے اعمال کروں گا کیوں کہ زمانہ (وقت) تلوار ہے یا تم اپنے عمل خیر سے اسے کاٹو یا یہ تمہیں کاٹ دے گا، مشکاۃ نبوت سے جس قدر بعد ہوتا جائے گا اسی قدر زمانہ خراب ہوتا جائے گا کیوں کہ انسان اس دنیا میں ابتلاء وآزمائش کے لئے بھیجا گیا ہے اس لئے مصائب وآلام رنج ومحن تکالیف اور دشواریاں سب اس ابتلاء کا حصہ ہیں، شاید عمر بھر میں بھی کوئی لمحہ ایسا آتا ہو جب ہر قسم کے خرخشوں اور محنت وتکلیف سے آزاد اور اس بے فکری سے فائدہ اٹھا کر کوئی کار خیر کرے۔ (فتح الباری : ۳/ ۷۰۰، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۱۸)

فرصت وصحت میں خوب اعمال صالحہ کی پابندی کرو

۹۳. اَلسَّابِعُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًا اَوْغِنًى مُطْغِيًا اَوْمَرَضًا مُفْسِدًا اَوْهَرَمًا مُفْنِدًا اَوْمَوْتًا مُجْهِزًا اَوِالدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ اَوِالسَّاعَةَ فَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۹۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات باتوں کے وقوع سے پہلے جلدی جلدی عمل صالح کرلو، آیا تم ایسے فقر کا انتظار کرو گے جو مت مار دے اور تم عمل کرنا بھی بھول جاؤ، یا ایسی ثروت جو سرکش بنادے یا مرض جو جسم کو گھلادے یا بڑھاپا کہ عقل ٹھکانے نہ ہو یا موت جو اچانک آدبوچے یا پھر دجال کا انتظار کرو گے جو ہر غائب شر سے بدتر ہے جس کا انتظار ہے، یا قیامت کا اور قیامت تو بہت ہی ہولناک اور تلخ ہے۔ (ترمذی) اور ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (۹۳): الجامع الترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی المبادرة بالعمل .

کلمات حدیث: مُنْسِيًا، نَسِيَ، نَسْيًا، ونِسْيَاناً (باب سمع) بھولنا۔ هَرَماً، هَرِمَ، هرمًا (باب سمع) بہت بوڑھا ہونا۔ مفنداً،

بڑھاپے کی وجہ سے عقل میں فتور پیدا ہو جانا۔ فَنِدَ فَنَدًا (باب سمع) بڑھاپے کی وجہ سے ضعیف العقل ہونا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں اعمال صالحہ میں سبقت اور مبادرت کی تاکید ہے کہ انسان جس حال میں ہو ہر حالت میں اطاعت و بندگی کرتا رہے یہ انتظار نہ کرے کہ کوئی وقت فرصت کا اور عافیت کا میسر کروں گا کہ انسان کو کیا معلوم ہے کہ آنے والا وقت اپنے دامن میں اس کے لئے کیا آزمائش لے کر آ رہا ہے، اس لئے انسان ہر وقت عمل کرتا رہے اور عمل صالح کی طرف سبقت کرتا رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیثِ مبارک میں بہت پر اثر الفاظ میں اعمالِ صالحہ کی جانب مبادرت کی نصیحت فرمائی آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات باتوں میں سے تمہیں کس بات کا انتظار ہے کیا فقر کا انتظار ہے کہ تنگی و ناداری کی کیفیت میں ساری اہم باتیں بھول جائیں اور سوائے تلاش وسعی رزق کے کوئی فکر دامن گیر نہ رہے دولت و ثروت کی ایسی فراوانی کا انتظار ہے جس سے دماغ میں تکبر اور سرکشی پیدا ہو جائے، یا ایسی بیماری کا انتظار ہے جو جسم کو کھوکھلا کر دے اور انسان کو ایسا بدحال کر دے کہ وہ بندگی کے قابل ہی نہ رہے، یا بڑھاپے کا انتظار ہے جس سے عقل جاتی رہے یا موت کا انتظار ہے جو ساتھ لے جانے کے لئے سامنے تیار کھڑی ہو، یا دجال کا انتظار ہے جو اگرچہ غائب ہے مگر غائب شروں میں سے سب سے بدترین شر ہے، یا پھر قیامت کا انتظار ہے جس کی ہولناکی ایسی ہوگی کہ دودھ پلانے والی ماں بچہ کو بھول جائے گی، قیامت کی دہشت بھی انتہاء کی ہے اور اس کا ذائقہ بھی بہت تلخ ہے۔

حدیث مبارک کا حاصل یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ کی بندگی میں لگا رہے اور اس طرح جلدی جلدی عمل صالح کرتا رہے گویا بس یہی اس کا آخری عمل ہے، فرصت کے لمحات کا انتظار فضول ہے، ہوسکتا ہے کہ فرصت کا وقت کبھی نہ آئے اور اس کی جگہ آدمی ان آفات میں سے کسی آفت میں مبتلا ہو جائے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ۔ (تحفة الاحوذی :۷/۸، دلیل الفالحین:۱/۲۲۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

۹۴. اَلثَّامِنُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ : لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ " قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : مَا اَحْبَبْتُ الْاِمَارَةَ اِلَّا يَوْمَئِذٍ فَتَسَاوَرْتُ لَهَا رَجَآءَ اَنْ اُدْعٰى لَهَا، فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا وَقَالَ : امْشِ وَلَاتَلْتَفِتْ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ " فَسَارَ عَلِيٌّ شَيْئًا ثُمَّ وَقَفَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ فَصَرَخَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلٰى مَاذَا اُقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ : قَاتِلْهُمْ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَقَدْ مَنَعُوْا مِنْكَ دِمَآءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُهٗ : "فَتَسَاوَرْتُ" هُوَ بِالسِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ اَیْ وَثَبْتُ مُتَطَلِّعًا .

(۹۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ میں یہ علم اس

شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے سرداری اور امامت اس دن کے علاوہ کبھی محبوب نہ لگی چنانچہ میں نے اپنے دل میں آرزو کی کہ شاید مجھے بلایا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا، اور انہیں علَم عطا فرما دیا اور فرمایا روانہ ہو جاؤ کسی طرف متوجہ نہ ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح یاب فرمائے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوئے ذرا آگے جا کر رکے اور بغیر رخ موڑے پکار کر پوچھا، یا رسول اللہ میں ان سے کس بات پر قتال کروں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے قتال کرو یہاں تک کہ یہ گواہی دیدیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، جب وہ یہ اقرار کرلیں تو وہ اپنی جانیں اور اپنے مال اللہ کے دیئے ہوئے حق کے مطابق تم سے محفوظ کرلیں گے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔ (مسلم)

فَتَسَاوَرْتُ: یعنی میں نے اس کی خواہش رکھتے ہوئے اپنے آپ کو اونچا کیا۔

تخریج حدیث (۹۴): صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة رضی اللّٰہ عنہم، باب من فضائل علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ.

کلمات حدیث: الرأية: جھنڈا۔ جمع رأيات. صَرَخَ، صراخاً، (باب نصر) زور سے پکارنا۔

شرح حدیث: غزوۂ خیبر کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دلانے والا ہے، بعض روایات میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں تکلیف تھی جو آپ ﷺ کے لعاب دہن لگانے سے جاتی رہی، اس واقعہ میں کئی معجزات ظاہر ہوئے مثلاً یہ کہ آپ ﷺ کے لعاب دہن سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کی تکلیف جاتی رہی اور آپ ﷺ نے معرکہ سے قبل ہی فتح کی خوشخبری دیدی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بغیر ادھر ادھر التفات کے سیدھے چلو، اس حکم نبوی ﷺ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لفظاً عمل کیا اور جب پکار کر آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں کس بات پر ان سے قتال کروں تو اسی طرح بغیر ادھر ادھر التفات کے کہا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے اس بات پر قتال کرو کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ یہ اقرار کرلیں تو ان کی جان بھی محفوظ ہوگی اور ان کا مال بھی محفوظ ہوگا۔

علمائے کرام کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ جنگ سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دی جائے اگر وہ قبول کرلیں تو ہمارے بھائی ہیں اور ان کے جان و مال محفوظ ہیں اور اگر وہ اسلام قبول نہ کریں اور جزیہ پر آمادہ ہوں تو وہ ہمارے اہل ذمہ ہیں اور اگر اسلام لانے اور جزیہ ادا کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو پھر ان سے جنگ کی جائے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی : ۱۵/ ۱٤٤، دلیل الفالحین : ۱/ ۲۲۱)

البَابُ (١١)

فی المجاهدة

مجاہدہ کے بیان میں

کوشش کرنے سے راہیں کھلتی ہیں

٤٢. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ وَالَّذِينَ جَٰهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ ﴾

اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے:

''اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں، اور بیشک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔''

(العنکبوت:٦٩)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اٹھاتے اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں ان کو ایک خاص نور بصیرت عطا فرماتا ہے اور اپنے قرب ورضا یا جنت کی راہیں سمجھاتا ہے جوں جوں وہ ریاضات ومجاہدات میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر ان کی معرفت وانکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے، اور وہ باتیں سوجھنے لگتی ہیں کہ دوسروں کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا بیشک اللہ کی حمایت ونصرت نیکی کرنے والوں کو ساتھ ہے۔ (تفسير عثماني)

٤٣. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿٩٩﴾ ﴾

نیز فرمایا کہ

''اپنے رب کی بندگی کیے جاؤ یہاں تک کہ تمہاری موت کا وقت آجائے۔'' (الحجر:٩٩)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ بندہ ہر طرف سے توجہ ہٹا کر اور یکسو ہو کر اللہ کی تسبیح وتحمید میں لگا رہے اللہ کا ذکر ایک عظیم دولت ہے جس سے قلب مطمئن رہتا ہے اور فکر وغم دور رہتے ہیں۔ بندگی اور عبادت اور عمل صالح ساری زندگی کے لئے ہیں چنانچہ فرمایا کہ مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، علماء نے اور جمہور سلف نے اس آیت میں وارد یقین کے لفظ کے معنی موت ہی بتائے ہیں، خود قرآن کریم میں ایک اور مقام پر ہے: ﴿ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ ﴾ (ہم تو حساب کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت نے آلیا) (تفسير عثماني)

٤٤. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٨﴾ ﴾ اَیِ انْقَطِعْ اِلَيْهِ .

نیز فرمایا کہ

''اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔'' (المزمل:۸)

دنیا سے منہ موڑ کر ایک اللہ سے تعلق جوڑو

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ سب سے کٹ کر اور ہر تعلق سے لاتعلق ہو کر اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہو، اللہ کی یاد ہر تعلق اور ہر رشتہ پر غالب ہو چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اسی کی یاد میں مشغول رہیے، اللہ کی یاد اللہ کی بندگی اور اللہ کی عبادت صرف اور صرف اسی کی رضا کے لئے ہو اور ہر وقت اور ہر گھڑی، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "کَانَ یَذْکُرُ اللّٰہ عَلٰی کُلِّ حِیْنٍ" (رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر فرماتے تھے) اور یہ جب ہی ہے کہ ذکر عام ہو ذکر لسانی ذکر قلبی اور ذکر جوارح کو، کہ آیت کی مراد یہی ہے کہ ذکر اللہ شب و روز ہمہ وقت جاری رہے اور یہ اسی عمومی مفہوم کے ساتھ ہوگا۔

(تفسیر مظھری، تفسیر معارف القرآن، سورۂ مزمل)

۴۵. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝٧ ﴾

نیز فرمایا کہ

''جس میں ذرہ بھر نیکی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:۷)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا جس نے ایمان کے ساتھ کوئی خیر کی ہوگی وہ اس کو اس کے ثواب اور جزاء کی شکل میں دیکھ لے گا، نیکی ایمان ہی کے ساتھ معتبر ہے بغیر ایمان نیکی کا اعتبار نہیں خود ایمان بہت بڑی نیکی ہے اس لئے صاحب ایمان خواہ کتنا ہی گناہ گار ہو ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ وہ بالآخر جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ (تفسیر مظھری، معارف القرآن)

۴۶. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ﴾

مزید فرمایا کہ

''اور جو تم اپنے لیے اچھائی آگے بھیجتے ہو اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر اور صلہ میں بڑھا ہوا پاؤ گے۔'' (المزمل:۲۰)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ جو نیکی دنیا کی زندگی میں کرو گے اللہ کے ہاں اس کو نہایت بہتر صورت میں پاؤ گے اور بہت بڑا اجر اس پر ملے گا تو یہ نہ سمجھو کہ جو نیکی ہم کرتے ہیں یہیں ختم ہو جاتی ہے ایسا نہیں ہے یہاں سے تم جو نیکیاں آگے بھیج رہے ہو سب اللہ کے یہاں جمع ہو رہی ہیں اور ان میں اللہ سبحانہ کے فضل سے دس گناہ اور سات سو گناہ اور اس سے بھی زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔

(تفسیر عثمانی)

۴۷. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ .

مزید فرمایا کہ

''اور نیکی کے کاموں میں جو مال خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ یقیناً اس کو جانتا ہے۔'' (البقرۃ:۲۷۳)

غرض اس موضوع پر متعدد آیات قرآنی موجود ہیں۔

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا کہ جو مال تم دنیا میں خرچ کرو گے اسے اللہ کے ہاں بڑھا ہوا پاؤ گے کہ وہ دنیا کے مال سے کہیں بہتر اور اجر و ثواب میں عظیم تر ہوگا۔

****

اللہ تعالیٰ بندے کے اعمال کے قدر دان ہیں

۹۵ . فَالْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا، وَاِنْ سَاَلَنِيْ اَعْطَيْتُهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيّ .

'' اٰذَنْتُهٗ '' اَعْلَمْتُهٗ بِاَنِّيْ مُحَارِبٌ لَهٗ '' اِسْتَعَاذَنِيْ '' رُوِيَ بِالنُّوْنِ وَبِالْبَآءِ.

(۹۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھتا ہو میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرے بندہ کے لئے میرا قرب حاصل کرنے کی کوئی چیز نہیں سوائے ان فرائض کے جو مجھے بے حد پسند اور محبوب ہیں اور بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنے میں لگا رہتا ہے، تا آنکہ میں اسے محبوب بنا لوں اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں کہ میرے ذریعے سنتا ہے اس کی بینائی بن جاتا ہوں کہ مجھ سے دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں کہ ان سے پکڑتا ہے اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں کہ ان سے چلتا ہے جب وہ مجھ سے کچھ طلب کرتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ میں آنا چاہتا ہے تو میں اس کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں۔ (بخاری)

آذنته : میں اس کو بتا دیتا ہوں کہ اس سے میری جنگ ہے۔ استعاذنی : نون اور یاء کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث (۹۵): صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع .

کلمات حدیث: عَدَا يَعْدُوْا عَدْوًا (باب نصر) ظلم کرنا۔ عَدِيَ يَعْدٰى عِدًّا (باب سمع) بغض رکھنا۔ الحرب : جنگ، جمع حروب. حَارَبَهٗ، مُحَارَبَةً : جنگ کرنا۔

شرح حدیث: ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تقریب رکھتا ہو یعنی اللہ کے تمام احکام پر عمل کرتا اور تمام نواہی سے مجتنب رہتا ہو، بکثرت عبادات نافلہ میں مشغول رہتا ہو، زبان اللہ کے ذکر سے کسی وقت خالی نہ ہو اور قلب میں نور معرفت کی ایسی روشنی موجود ہو کہ وہ اپنے قلب سے اللہ کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہوتا ہو، وہ جب نظر ڈالتا ہے تو اللہ سبحانہ کے دلائل قدرت دیکھتا ہے جب سنتا ہے آیات الٰہی سنتا ہے اور جب بات کرتا ہے تو اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہے اور جب حرکت کرتا ہے تو اس کی حرکت اللہ کی اطاعت اور رب کی فرمان برداری کے لئے ہوتی ہے، یہ ولی ہی ہے جو متقی ہے ﴿ إِنْ أَوْلِيَآؤُهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُتَّقُونَ ﴾ (اللہ کے ولی صرف اہل تقویٰ ہیں) ظاہر ہے کہ جس کے یہ اوصاف وخصائص ہوں وہ اللہ کا محبوب ہے اور جو اللہ کے محبوب سے عداوت رکھے اللہ اس کے ساتھ اعلان جنگ فرما دیتے ہیں۔

ولایت اور شان محبوبیت کے حصول کے دو طریقے بیان فرمائے، فرائض کی ادائیگی اور نوافل کی کثرت، یعنی جملہ فرائض کی ادائیگی اور تمام منہیات سے اجتناب تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے، اس کے بعد تقرب بالنوافل یعنی تمام نفلی عبادات کا انجام دینا، مثلاً تلاوت، ذکر اللہ اور باطنی عبادات جیسے توکل، خشیت الٰہی، زہد اور تسلیم رضا۔

غرض پوری زندگی رضائے الٰہی کے مطابق گزارنا اور ہر ہر لحہ اس کی اطاعت اور بندگی میں گزارنا حب الٰہی کا سبب بنتا ہے اور اللہ کی محبت اپنے بندے سے یہ ہے کہ وہ اس کے اعمال کو قبول فرماتے ہیں اور اس پر اجر وثواب عطا فرماتے ہیں اور اس کو مزید اعمال صالحہ کی رغبت عطا فرماتے ہیں، اور اس کے دل میں اعمال صالحہ کی ایسی محبت ڈال دیتے ہیں کہ اسے ان اعمال کے انجام دینے میں کوئی کلفت باقی نہیں رہتی اور وہ ان کو اس طرح انجام دینے لگتا ہے جیسے وہ اس کی طبیعت ثانیہ بن چکے ہوں اور اس مرحلے پر پہنچ کر وہ دیکھتا ہے تو مظاہر قدرت دیکھتا ہے سنتا ہے تو آیات الٰہی سنتا ہے اور اس کے اعضاء حرکت کرتے ہیں تو کسی عبادت کی انجام دہی کے لئے کرتے ہیں۔

(فتح الباري: ۳/ ۳۹۲، دليل الفالحين: ۱/ ۲۲٤)

اعمالِ صالحہ سے بندے کو اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے

۹۶ . اَلثَّانِيُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْهِ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ قَالَ: اِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِذَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَاِذَا اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۹٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ بالشت بھر میرا تقرب اختیار کرتا ہے تو میں ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں، وہ ایک ہاتھ میرا تقرب اختیار کرتا ہے تو میں دو ہاتھ کے بقدر اس کے قریب ہوتا ہوں وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

(البخاری)

تخریج حدیث(۹۶): صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ذکر النبی ﷺ.

کلمات حدیث: شِبْر : بالشت، جمع أشْبَار . ذراع : ہاتھ کہنی سے لیکر درمیانی انگلی کے سرے تک۔ بَاع : دونوں بازو پھیلا کر ان کی درمیانی مقدار جو تقریباً چھ فٹ ہوتی ہے۔ هَرْوَلَ : تیز چلنا، دوڑنا۔

شرح حدیث: مفہوم حدیث یہ ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمان برداری کرتا ہے اور ان کے احکام کی تعمیل کرتا ہے تو اللہ اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور اس رضا کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ بندے کے اعمال کو قبول فرماتے ہیں اجر جزیل عطا فرماتے ہیں اور اس پر انعام فرماتے ہیں اور اسے مزید توفیق عطا فرماتے ہیں کہ وہ طاعت رب میں مزید آگے بڑھے اور زیادہ فضل و کرم کا مستحق قرار پائے۔ اس کو تمثیلی انداز میں اس طرح بیان فرمایا کہ بندہ اگر ایک بالشت اللہ کی طرف آتا ہے یعنی بندہ کوئی معمولی سی عبادت اور کوئی چھوٹی سی نیکی کرتا ہے تو اللہ اس کو قبول فرما کر اس کو مزید بندگی کی اور مزید کار خیر کی توفیق عطا فرماتے ہیں، اسی طرح جب اور مزید بندگی کرتا ہے اتنی جیسے ایک ہاتھ آگے بڑھ گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دونوں بازو پھیلانے بقدر قریب ہو جاتے ہیں اور جب بندہ گناہوں سے منہ موڑ کر نیکی کے راستے پر کشاں کشاں چلنا شروع کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی شان رحمت اس کے وجود کو ڈھانپ لیتی ہے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۲۲۸)

صحت و فراغت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں

۹۷. اَلثَّالِثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : نِعْمَتَانِ (۲) مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ : الصِّحَّةُ، وَالْفَرَاغُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۹۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو نعمتوں کے بارے میں اکثر لوگ گھاٹے میں ہیں صحت اور فراغ۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۹۷): صحیح البخاری کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق وان لا عیش الا عیش الآخرة .

کلمات حدیث: مغبون، غَبَنَ غَبْنًا (باب نصر) دھوکہ دینا، نقصان پہنچانا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار اور بے حساب ہیں ہر سانس ایک نعمت ہے لیکن ان نوع بہ نوع نعمتوں میں دو نعمتیں بہت اہم بھی عظیم بھی ہیں اور بے مثال بھی ہیں، اور انہی دو نعمتوں کے استعمال میں انسان سب سے زیادہ دھوکہ میں مبتلا ہوتا ہے اور سب سے زیادہ نقصان اٹھاتا ہے۔ یہ دو نعمتیں صحت اور فرصت، اگر یہ دو نعمتیں کسی کو ایک ہی وقت میں میسر ہوں تو گویا اس کے پاس ایک عظیم خزانہ ہے جسے وہ اپنے کام میں لا کر اپنی دنیا کی زندگی بھی سنوار سکتا ہے اور اپنی عاقبت بھی درست کر سکتا ہے، پس جس شخص کو یہ دو نعمتیں حاصل ہوں وہ ان کا شکر ادا کرے اور شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے بتائے ہوئے احکام پر چلے، لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں اور اکثر لوگ گھاٹے کا شکار ہو جاتے ہیں کہ اگر صحت مند ہے تو فکر معاش اتنی مہلت ہی نہیں دیتی کہ کوئی نیک کام کر سکے، اور اگر غنی ہے تو

صحت برباد ہے اور کچھ کرنے کے قابل نہیں ہے، یا اگر صحت و فرصت دونوں موجود بھی ہیں تو سستی اور کاہلی اور عمل سے بے رغبتی کچھ کرنے نہیں دیتی۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے انسان کی ایک بہترین مثال بیان فرمائی ہے کہ اسکی مثال ایک تاجر کی سی ہے ہر تاجر چاہتا ہے کہ اس کا اصل سرمایہ محفوظ رہے اور تجارت میں کامیابی ہو اور منافع حاصل ہو اس کا طریقہ یہی ہے کہ وہ خوب حزم واحتیاط سے تجارت کرے اور جس سے معاملہ کرے اس کے صدق و دیانت کو مدنظر رکھے اور پوری طرح محتاط رہے کہ کہیں کسی دھوکہ میں مبتلا نہ ہو جائے اور کاروبار میں گھاٹا نہ ہو جائے، اسی طرح صحت و فرصت اصل سرمایہ ہیں۔ ان کے ساتھ معاملہ چاہئے ایمان اور مجاہدۂ نفس کے ساتھ تاکہ دین اور دنیا کی تمام بھلائیاں حاصل ہوں۔ اس پر لازم ہے کہ نفس اور شیطان کے حیلوں سے محتاط رہے اور ان کے دھوکہ میں نہ آئے، یہی مضمون قرآن کریم میں بھی بیان ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَـٰرَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝١٠ ﴾ (اے ایمان والو! میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک عذاب دردناک سے) (الصف: ۱۰) یہ تجارت کیا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان اور اللہ کے راستے میں جان و مال سے جہاد اور اس کا صلہ اللہ کی رضا اور آخرت کی دائمی نعمتیں اور جنت میں پاکیزہ اور بہترین مساکن اور ہر طرح کے آرام وعیش کی فراوانی۔

(فتح الباری : ۳/۳۴۵، دلیل الفالحین : ۱/۲۲۷)

اعمال کے ذریعہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا

۹۸. اَلرَّابِعُ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقُلْتُ لَهٗ : لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَأَخَّرَ؟ قَالَ : اَفَلا اُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَنَحْوُهٗ فِي الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ رِوَايَةِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ.

(۹۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کو اس قدر لمبا قیام فرماتے کہ پاؤں پھٹنے کے قریب ہو جاتے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اگلی پچھلی تمام فروگزاشتیں معاف فرما دی ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں اس بات کو پسند نہ کروں کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ بنوں۔ (متفق علیہ)

یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں صحیحین میں اس مضمون کی ایک اور روایت مغیرۃ بن شعبۃ سے بھی مروی ہے۔

تخریج حدیث(۹۸): صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب قیام النبی ﷺ. صحیح مسلم، کتاب المنافقین باب اکثار الاعمال والاجتهاد فی العبادة.

کلمات حدیث: تتفطّر : یعنی قدم مبارک پھٹ جاتے تھے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ رات کو نماز تہجد پڑھاتے اور اس قدر طویل قیام فرماتے کہ اقدام مبارک پر ورم آجاتا اور پھٹ جاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے استفسار فرمایا کہ اس قدر تعب کی کیا حاجت ہے جبکہ اللہ نے آپ ﷺ کے سارے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیئے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ عبد شکور بن جاؤں۔

اہل السنۃ والجماعت کا اور جملہ سلف کا اس امر پر اجماع ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں کیوں کہ انبیاء کرام کے مقام نبوت اوران کے شرف وفضل کا مقتضا یہی ہے، اس مقام پر ذنوب کا لفظ ان معنوں میں نہیں ہے جو عام امتیوں کے لئے مستعمل ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت بہت بڑی ہے اور ان کی شان کبریائی بہت وسیع ہے اس لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ جو عبودیت وبندگی تقاضا ہے حق سبحانہ کی عظمت شان کا اس میں کوئی فروگزاشت ہوجانا اور کسی طرح کی کمی واقع ہونا انبیاء کے حق میں فروگزاشت ہیں اسی طرح اللہ کے انعامات کثیر ان کے احسانات عمیم اور ان کا فضل وکرم لا متناہی ہے ہوسکتا ہے کہ اس کے شکر میں کمی رہ جائے یہی کمی انبیاء کے حق میں فروگزاشت ہے، خود حدیث مبارک میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں عبد شکور نہ بن جاؤں یعنی میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے احسانات کا اور ان کے فضل وکرم کا اور ان کے انعامات کثیرہ کا شکر ادا کر کے عبد شکور بن جاؤں، غرض عبودیت اور شکر میں کسی طرح کی فروگزاشت کو بھی اللہ سبحانہ نے آپ سے درگزر فرمادیا ہے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۲۲۸)

آخری عشرہ میں عبادت میں جان کھپانا

۹۹. عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَادَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَااللَّيْلَ وَاَيْقَظَ اَهْلَه، وَجَدَّ وَشَدَّا لْمِئْزَرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"وَالْمُرَادُ": الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ" وَالْمِئْزَرُ" اَلْاِزَارُ وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنِ اعْتِزَالِ النِّسَآءِ. وَقِيْلَ: الْمُرَادُ تَشْمِيْرُه، لِلْعِبَادَةِ يُقَالُ شَدَدْتُ لِهٰذَا الْاَمْرِ مِئْزَرِيْ : اَيْ تَشَمَّرْتُ وَتَفَرَّغْتُ لَه،.

(۹۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں رات کو بیدار رہتے اور اپنے اہل خانہ کو بھی بیدار فرماتے کوشش کرنے کے ساتھ عبادت میں مشغول ہوتے اور کمر ہمت باندھ لیتے۔

(متفق علیہ)

مراد ہیں رمضان کے آخری دس دن، مئزر ازار سے ہے، جو کنایہ ہے ازواج سے دور رہنے کا، اور بعض کے نزدیک مراد عبادت کے لئے مستعد ہونا ہے، کہا جاتا ہے کہ میں نے ازار کس لیا ہے یعنی میں نے اپنے آپ کو اس کام کے لئے تیار کرلیا ہے اور اس کے لئے فارغ ہوگیا ہوں۔

تخریج حدیث(۹۹): صحیح البخاری کتاب صلاۃ التراویح، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان . صحیح مسلم،

کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف العشر الا واخر من رمضان

کلمات حدیث: المئزر اور المِئزَرَۃ ، تہبند جمع ماٰزِر، شَدَّ لِلْاَمرِ مِئزَرَۃً کسی کام کے لئے مستعد وتیار ہونا۔

شرح حدیث: جس طرح رمضان المبارک کو دوسرے مہینوں پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح اس کا آخری عشرہ پہلے دو عشروں پر فضیلت رکھتا ہے کہ اس آخری عشرہ کی طاق راتوں میں کسی رات لیلۃ القدر ہوتی ہے، لیلۃ القدر کی رات کو ایک ہزار مہینوں پر فضیلت حاصل ہے اس رات کی بندگی اور عبادت ایسی ہے جیسے بندہ ایک ہزار مہینوں تک عبادت کرتا رہے اور اس رات کی یہ فضیلت اس لئے ہے کہ قرآن مجید لوح محفوظ سے سماء دنیا پر شب قدر میں اتارا گیا اور شاید اسی شب میں سماء دنیا سے حضور اکرم ﷺ پر اترنا شروع ہوا اور اس رات میں اللہ کے حکم سے روح القدس (حضرت جبرئیل علیہ السلام) بیشمار فرشتوں کے ہجوم میں نیچے اترتے ہیں تا کہ عظیم الشان خیر وبرکت سے زمین والوں کو مستفید کریں، بہرحال اس مبارک شب میں باطنی حیات اور روحانی خیر وبرکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے، عشرۂ اخیرہ کی ان تمام فضیلتوں کے پیش نظر رسول کریم ﷺ عبادت کا مزید اہتمام فرماتے خود بھی سعی وکوشش فرماتے اور اہل خانہ کو بھی آمادہ کرتے اور ترغیب دیتے تھے، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: " کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ یَجْتَھِدُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَالَا یَجْتَھِدُ فِیْ غَیْرِہٖ " رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں عبادت وغیرہ میں مجاہدہ کرتے اور وہ مشقت اٹھاتے جو دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔ (فتح الباری، دلیل الفالحین: ۱/۲۲۸، معارف الحدیث: ۲/۳۵۴)

قوی مؤمن ضعیف سے بہتر ہے

۱۰۰۔ اَلسَّادِسُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَ ةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَاَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ : مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ اِحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُکَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَاتَعْجَزْ. وَاِنْ اَصَابَکَ شَیْءٌ فَلَاتَقُلْ لَوْاَنِّیْ فَعَلْتُ کَانَ کَذَا وَکَذَا وَلٰکِنْ قُلْ : قَدَّرَاللّٰهُ، وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ "

(۱۰۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن قوی اللہ کے نزدیک مؤمن ضعیف سے زیادہ اچھا ہے اور زیادہ محبوب ہے اور خیر دونوں ہی میں ہے، اس شئے کی حرص کرو جو مفید ہو اور اللہ کی مدد مانگو اور کمزور نہ پڑو، اگر کوئی مصیبت آئے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسا کرتا، لیکن کہو کہ اللہ کی تقدیر اسی طرح ہے جو اس نے چاہا وہ ہوا، اس لئے کہ اگر کا لفظ شیطان کے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۰): صحیح مسلم، کتاب القدر، باب فی الامر بالقوۃ وترک العجز والاستعانۃ باللّٰہ وتفویض المقادیر الی اللّٰہ

کلمات حدیث: عَجز عجزاً (باب ضرب وسمع) عاجز ہونا۔

شرح حدیث: مؤمن قوی وہ ہے جس کا دل قوت ایمانی سے مضبوط ہو اور اس کا اعتماد صرف اور صرف مسبب الاسباب پر ہو اور اسباب پر اس کی نظر نہ ہو، مؤمن قوی وہ ہے جسے امور آخرت کی رغبت ہو اور عبادت و بندگی میں مصروف رہتا ہو، اور مؤمن قوی وہ ہے جو دعوت و تبلیغ کے کام میں لوگوں کی طرف پہنچنے والی تکلیف اور ایذاء پر صابر ہو اور خندہ پیشانی کے ساتھ لوگوں سے پیش آتا ہو اور علامہ قرطبی نے فرمایا کہ قوی بدن ہو اور جسمانی طور پر مضبوط ہو تاکہ خوب کوشش سے اور عمدگی سے فرائض وواجبات کو ادا کر سکے اور ان امور کی انجام دہی میں تعب نہ لاحق ہو، حقیقت یہ ہے کہ مؤمن قوی کا لفظ ان تمام معانی کو مشتمل ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ کسی مؤمن میں ان میں سے کوئی ایک پہلو نمایاں ہو اور کسی میں دوسرا پہلو زیادہ نمایاں ہو، اسی لئے فرمایا کہ مؤمن ہر حال میں خیر ہے خواہ قوی ہو یا ضعیف کیوں کہ اساس خیر یعنی ایمان تو دونوں ہی میں موجود ہے لیکن اللہ کے یہاں مؤمن قوی زیادہ محبوب ہے کہ اس کی خیر مؤمن ضعیف سے زیادہ ہے۔

بہر حال مؤمن کو چاہئے کہ ہر حال میں ان امور کی طرف متوجہ رہے جو مفید ہوں اور ان باتوں کی طرف التفات نہ کرے جو غیر مفید ہوں کیونکہ فرصت حیات محدود اور در پیش عمل زیادہ ہے، غیر مفید کاموں میں الجھ کر مفید کاموں سے رہ جائے گا، لیکن یاد رہے کہ اعمال صالحہ کی توفیق اللہ کی طرف سے ہے اس لئے اسی سے استعانت طلب کرنی چاہئے اور حتی الوسع عمل میں اور کار خیر میں مصروف رہنا چاہئے۔

مؤمن کو چاہئے کہ ہر حال میں اللہ کی تقدیر پر راضی رہے اور جو کچھ گزر چکا ہے اس کی سوچ وفکر میں نہ لگا رہے کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوجاتا بلکہ یہ کہے کہ جو کچھ ہوا وہ میری تقدیر اور اللہ کا فیصلہ ہے اور میں اللہ کے فیصلہ پر راضی ہوں، کیوں کہ اگر کا لفظ شیطان کو بہکانے کا راستہ دیدیتا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۶/۱۷۶، دلیل الفالحین: ۱/۲۳۰)

جنت خلاف طبع باتوں سے مستور ہے

۱۰۱۔ اَلسَّابِعُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "حُفَّتْ" بَدَلَ "حُجِبَتْ" وَهُوَ بِمَعْنَاهُ: اَیْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا هٰذَا الْحِجَابُ فَاِذَا فَعَلَهٗ دَخَلَهَا.

(۱۰۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کو شہوات کے پردوں میں چھپادیا گیا ہے اور جنت کو ناگوار امور سے چھپادیا گیا ہے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں حجبت کی جگہ حُفَّتْ آیا ہے، معنی دونوں کے ایک ہیں کہ درمیان میں ایک حجاب ہے ان امور کا ارتکاب کرنے والا داخل ہوگیا۔

تخریج حدیث(۱۰۱): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشهوات . صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها و اهلها .

کلمات حدیث: حُجِبَتْ : پردہ میں چھپائی گئی۔ حَجَبَ، حَجبًا (باب نصر) پردہ میں چھپانا۔ مَکَارِہ، جمع مُکْرِہ : ناپسندیدہ ناگوار۔ شَهَوَات : جمع شَهْوَةٌ : نفس کی خواہش۔

شرح حدیث: حدیث مبارک جوامع الکلم میں سے ہے اور فصیح و بلیغ کلام ہے، اس میں ایک بہت عمدہ اور دلنشین تمثیل کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ جنت کو ناگوار امور سے چھپا دیا گیا ہے اور جہنم کو خواہشاتِ نفس سے چھپا دیا گیا ہے اگر کوئی باہمت مکارہ کو برداشت کر کے اور کلفتوں کو انگیز کر کے اپنے آپ کو خواہشات نفس سے بچائے اور ہر برے کام سے اجتناب کرے اور اللہ کے بتائے ہوئے احکام پر چلے وہ جنت میں جائے گا، جو خواہش نفس کی پیروی کر کے دنیاوی لذتوں کے پیچھے دوڑے اور برائیوں کا ارتکاب کرے وہ جہنم میں جائے گا۔ اس تمثیل کا فائدہ یہ ہے کہ جنت میں داخلہ اللہ کے احکام کی بجا آوری کی سعی وکوشش اور ان پر صبر ہی کے ذریعے ہوسکتا ہے اسی طرح جو اتباع شہوات اور حصول لذات میں لگ جائے اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

(صحيح مسلم بشرح النووى :۱۷/۱۳۶، دليل الفالحين: ۱/ ۲۳۰)

نفل نمازوں میں طویل قرأت

۱۰۲۔ اَلثَّامِنُ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضٰى .فَقُلْتُ يُصَلِّيْ بِهَا فِيْ رَكْعَةٍ فَمَضٰى، فَقُلْتُ يَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَآءَ فَقَرَأَهَا ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا يَقْرَأُ مُتَرَسِّلاً اِذَا مَرَّ بِاٰيَةٍ فِيْهَا تَسْبِيْحٌ سَبَّحَ وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَاَلَ وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ : سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" فَكَانَ رُكُوْعُهُ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهِ ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ : ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلاً قَرِيْبًا مِمَّا رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" فَكَانَ سُجُوْدُهُ قَرِيْبًا مِّنْ قِيَامِهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۲) حضرت ابوعبداللہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کی میں نے سوچا کہ آپ سو آیات تلاوت کے بعد رکوع میں جائیں گے مگر آپ تلاوت کرتے رہے میں نے سوچا سورۂ بقرہ ختم کر کے رکوع میں جائیں گے مگر آپ نے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کر دی۔ سورۃ النساء ختم کر کے سورۃ آل عمران کی تلاوت شروع کر دی ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے جا رہے تھے جب تسبیح والی آیت پڑھتے تو سبحان اللہ کہتے جب سوال والی آیت سے گزرتے تو سوال کرتے اور جب تعوذ والی آیت پڑھتے تو اعوذ باللہ پڑھتے، اس کے بعد آپ نے رکوع فرمایا تو سبحان ربی العظیم کہتے رہے اور آپ ﷺ کا رکوع بھی آپ کے قیام کی طرح تھا، پھر آپ نے کہا کہ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد پھر آپ نے طویل

قیام فرمایا آپ ﷺ کا یہ قیام بھی رکوع جیسا تھا پھر سجدہ کیا، اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے رہے اور آپ ﷺ کا سجدہ بھی قیام کے قریب تھا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل

راوی حدیث: حضرت ابوعبداللہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت ہی میں مکہ سے آکر مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے اور مدینہ سے قبول اسلام کے لئے مکہ مکرمہ گئے، غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے رسول اللہ ﷺ نے آپ ﷺ کو منافقین کے بارے میں آگاہ فرمایا تھا، اس لئے آپ کا لقب صاحب السر تھا ۳۶ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس روز بعد انتقال فرمایا۔ آپ سے سو سے زیادہ احادیث مروی ہیں جن میں سے بارہ متفق علیہ ہیں۔

کلمات حدیث: مُتَرَسِّلًا : یعنی آپ ﷺ نے ترتیل کے ساتھ حروف کی ادائیگی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرمائی۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نماز تہجد میں طویل قرأۃ فرمایا کرتے تھے، اس روایت میں بھی راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت کی میں نے سمجھا کہ سورۂ بقرہ دو رکعتوں میں تلاوت فرمائیں گے مگر آپ تلاوت فرماتے گئے اور سورۃ بقرہ ختم کر کے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کر دی پھر سورۃ النساء کی تلاوت کر کے سورۃ آل عمران تلاوت فرمائی۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے ان اصحاب کے حق میں جن کے نزدیک قرآن کی سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے توقیفی نہیں ہے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ترتیب سور واجب نہیں ہے نہ نماز میں نہ درس و تعلیم میں اور اس بارے میں نبی کریم ﷺ کی حدیث موجود نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدوین قرآن سے پہلے صحابۂ کرام کے پاس موجود مصاحف کی ترتیب مختلف تھی، جن فقہاء اور علماء کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم کی سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نے سورتوں کی ترتیب مقرر فرمائی ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدوین سے قبل مصاحف میں سورتوں کی ترتیب کے اختلاف کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ بعض صحابۂ کرام کو اس توقیف اور تحدید کی اس وقت تک اطلاع نہ ہوئی ہو جو مصحفِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے اور جو نبی کریم ﷺ نے عرضۂ اخیر میں قائم فرمائی ان حضرات نے اس حدیث میں مذکور امر کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ بھی قبل از توقیف کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے سورۂ نساء کے بعد آل عمران تلاوت فرمائی۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ٦/٥٤، دلیل الفالحین : ١/٢٣٢)

---

۱۰۳. اَلتَّاسِعُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَاَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ، قِيْلَ: وَمَا هَمَمْتَ بِهِ ؟ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَاَدَعَهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ ﷺ نے اس قدر لمبا قیام فرمایا کہ میں نے ایک غلط بات کا ارادہ کرلیا، پوچھا گیا کہ تم نے کیا ارادہ کیا تھا؟ کہا کہ میں نے سوچا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۳): صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب طول القیام فی صلاة اللیل . صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب تطویل القراۃ فی صلاة اللیل .

کلمات حدیث: هَمَمْتُ : میں نے ارادہ کیا۔ هَمَّ هما (باب نصر) ارادہ کرنا، قصد کرنا۔

شرح حدیث: علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ طول قیام افضل ہے یا تکثیر رکعات۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک طول قیام افضل ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ایک قول کے مطابق کثرت سجدہ افضل ہے۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز تہجد میں تطویل اختیار فرماتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوی تھے اور رسول اللہ ﷺ کی اقتداء اور اتباع کیا کرتے تھے اس موقع پر انہوں نے تعب محسوس کیا اور بیٹھنا چاہا لیکن بیٹھے نہیں بلکہ اس ارادہ کو بھی برا سمجھا کہ انہیں رسول کریم ﷺ کی اقتداء اور اتباع کا ترک کر دینا ایک لحظہ کے لئے بھی گوارا نہ تھا اور یہی ادب ہے۔

(فتح الباری: ۱/۷۱۶، دلیل الفالحین: ۱/۲۳۳)

میت کے تین ساتھیوں کا ذکر

۱۰۴. اَلْعَاشِرُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ : اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ، وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ يَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں میت کے ساتھ جاتی ہیں، اہل خانہ، مال اور عمل، اہل خانہ اور مال تو واپس آجاتے ہیں اور عمل باقی رہتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۴): صحیح البخاری کتاب الرِقَاق، باب سَكَرَاتِ الْمَوْت . صحیح مسلم، کتاب الزُهد والرِقَاق .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اسے مکرم اور محترم بنایا اور اسے ایک ذمہ دار اور جواب دہ مخلوق بنا کر اس دنیا میں بھیجا گیا تا کہ وہ اس دنیا کی زندگی میں اپنے اختیار اور ارادے سے احکام الٰہی کی تعمیل کرے اور ساری زندگی اپنے رب کی مرضی کے مطابق گزارے اور آخرت کی زندگی میں اس کا ثواب اور اس کی جزا حاصل کرے اس طرح یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کچھ انسان یہاں بوئے گا وہ آخرت میں کاٹے گا، مرنے کے ساتھ یہ زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ سفر حیات جاری رہتا ہے اور مسافر کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ سفر کی تیاری کرے، خالی ہاتھ سفر پر روانہ نہ ہو۔

انسان ساری زندگی جد وجہد کرتا ہے کوشش اور سعی سے مال ودولت اکھٹی کرتا ہے اور اپنا خاندان بساتا ہے تاکہ آل واولاد اکھٹے ہوں، لیکن جب روانگی کا وقت آتا ہے تو اسے اسی طرح خالی ہاتھ جانا پڑتا ہے جس طرح وہ خالی ہاتھ دنیا میں آیا تھا، مال تو سانس نکلتے ہی ساتھ چھوڑ جاتا ہے اقارب اور اہل خانہ قبر تک چھوڑنے چلے جاتے ہیں اور قبر میں اتار کر وہ بھی رخصت ہو جاتے ہیں جانے والے کے ساتھ صرف اعمال رہ جاتے ہیں جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

(فتح الباری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت :۳/ ٤٠٠، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۳۳)

جنت وجہنم انسان کے قریب ہیں

۱۰۵۔ اَلْحَادِیْ عَشَرَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمْ مِنْ شِرَاکِ نَعْلِهٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِکَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۰۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت تم سے ایک آدمی کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور جہنم بھی اسی طرح ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۰۵): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الجنة اقرب الی احدکم .

کلمات حدیث: شَرَاك : جوتے کا تسمہ۔ نَعل : جوتا۔

شرح حدیث: ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طاعت اور فرمان برداری جنت کی طرف لے جانے والی ہے اور معصیت اور گناہ جہنم کی طرف لے جانے والی ہے، ہوسکتا ہے کہ انسان بہت آسان اور سہل سی نیکی اس قدر خلوص نیت سے انجام دے کہ رحمت جوش میں آجائے اور وہ جنتی ہو جائے اور ممکن ہے کہ کسی وقت کی ادنی سی غفلت جہنم میں جانے کا سبب بن جائے، مؤمن کو چاہئے ہر وقت اطاعت حکم رب میں لگا رہے اور کسی نیکی کو کم سمجھ کر چھوڑ نہ دے ہوسکتا ہے وہی نیکی اللہ کی رضا کا سبب اور دخول جنت کا وسیلہ بن جائے، اور کسی برائی کو معمولی سمجھ کر اس کے ارتکاب سے گریز کرنا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ اللہ سبحانہ کی ناراضگی کا ذریعہ بن جائے اور جہنم میں پہنچ جائے، ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت کا حصول سہل ہے، صرف ارادے کی تصحیح اور عزم طاعت درکار ہے اسی طرح جہنم بھی سامنے ہے ایک ہوائے نفس کی اتباع اور ارتکاب معصیت ہی تو درمیان میں ہے۔

(فتح الباری، الرقاق، باب الجنة اقرب الی احدکم :۳/ ۳۸٤، دلیل الفالحین : ۱/ ؟؟؟)

جنت میں رسول اللہ ﷺ کی معیت

۱۰۶۔ اَلثَّانِیْ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ فِرَاسٍ رَبِیْعَةَ ابْنِ کَعْبٍ الْاَسْلَمِیِّ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : "کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاٰتِیْهِ

بِوَضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ : "سَلْنِيْ" فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ : أَوَغَيْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ : هُوَ ذَاكَ قَالَ فَأَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۶) ابوفراس ربیعۃ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے خادم اور اصحاب صفہ میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتا آپ ﷺ کے لئے وضو کا پانی لاتا اور آپ ﷺ کی حاجات کا خیال رکھتا، آپ ﷺ نے فرمایا مجھ سے کچھ مانگتے ہو تو مانگ لو، میں نے عرض کی، جنت میں آپ کا ساتھ، آپ ﷺ نے فرمایا کچھ اور نہیں، میں نے عرض کی کہ بس یہی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۶): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیه .

راوی حدیث: حضرت ابوفراس ربیعۃ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے تھے آپ سے گیارہ احادیث مروی ہیں، صحیح مسلم میں ان سے یہی ایک روایت مروی ہے۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: درجة : مرتبہ، رتبہ، جمع درجات۔

شرح حدیث: حضرت ابوفراس ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے خادم خاص تھے، آپ رات کو باب نبوت ﷺ کے آس پاس رہتے، جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کو کوئی حاجت پیش آتی آپ فوراً خدمت میں پیش ہوتے وضو فرماتے تو وضو کا پانی لا کر دیتے۔

نبی کریم ﷺ کریم تھے اور کرماء کی شان ہوتی ہے کہ وہ تعلق رکھنے والوں سے کرم نوازی سے پیش آتے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے ابوفراس سے ارشاد فرمایا مجھ سے کچھ مانگتے ہو تو مانگ لو، آپ ﷺ اللہ کے خزانوں میں سے کچھ کسی کو عطا فرماتے تو اللہ اس کو رد کرنے والا نہیں تھا، سو آپ ﷺ نے فرمایا جو مانگنا چاہو مانگ لو، ابوفراس بولے کہ جنت میں آپ کا ساتھ، وہاں بھی اسی طرح ساتھ رہوں جس طرح یہاں ساتھ ہوں وہاں بھی اسی طرح قرب حاصل کروں جس طرح یہاں حاصل ہے وہاں بھی اسی طرح آپ کو دیکھ سکوں جس طرح یہاں دیکھتا ہوں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے سوا کچھ اور نہیں مانگ سکتے ،یعنی اگر تم اس سوال سے رجوع کر کے کوئی اور سوال کر لو کیوں کہ تمہارے سوال کے نتیجے میں اگر کوئی عمل بتایا جائے جو تمہارے لئے دشوار ہو کیوں کہ جو مرتبہ بلند طلب کیا گیا ہے اس کے کچھ تقاضے بھی ہوں گے جنہیں پورا کرنا ہوگا، لیکن ابوفراس نے کہا کہ وہی مطلوب ہے یعنی میرا مدعا وہی مقام بلند ہے۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا پھر کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کرو یعنی جس طرح طبیب مریض کی مساعدت چاہتا ہے کہ طبیب جو علاج اور پرہیز بتائے مریض اس پر پوری طرح عمل کرے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شرح مشکاۃ میں فرماتے ہیں کہ کثرت سجود وسیلہ ہے تقرب الی اللہ کا اور اسی بناء پر اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا ہے:
﴿ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴾ (سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ) حدیث مبارک میں ہے کہ سب سے زیادہ بندہ اللہ کے قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، کیوں کہ ہر سجدہ سے تقرب حاصل ہوگا اس لئے ہر بعد والے سجدے سے پہلے کی نسبت تقرب بڑھتا جائے گا، یہاں تک کہ

تقرب کا درجہ بلند ہو کر مرافقت حبیب ﷺ کے مقام تک پہنچ جائے گا۔

یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح ارشاد ہوا: ﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ ﴾ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا) یعنی رسول کریم ﷺ سے قرب کا ذریعہ قرب الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے قرب اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اللہ کے رسول ﷺ سے قرب نہ ہو، یہ دونوں قربتیں ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہیں ایک قربت دوسری کے بغیر نہیں ہو سکتی اور ان دونوں محبتوں اور قربتوں کے حصول کا ذریعہ اتباع رسول ﷺ ہے۔

(صحيح مسلم بشرح النووى:٤/١٧٣، دليل الفالحين:١/٢٣٤)

کثرت سجدہ کرنے کی فضیلت

۱۰۷. اَلثَّالِثُ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ وَیُقَالُ : اَبُوْعَبْدِالرَّحْمٰنِ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : عَلَیْکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ، فَاِنَّکَ لَنْ تَسْجُدَ لِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَکَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْکَ بِهَا خَطِیْئَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۷) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو رسول کریم ﷺ کے مولی تھے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم پر لازم ہے کہ کثرت سجدہ کرو کیوں کہ تم جو بھی سجدہ اللہ کی رضا کے لئے کرو گے اللہ تمہارا درجہ بلند فرمادے گا اور تمہاری خطا دور فرمادے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۷): صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب فضل السجود والحث عليه.

راوی حدیث: حضرت ابوعبداللہ ثوبان رضی اللہ عنہ ہمیشہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے اور علوم نبوت سے بکثرت استفادہ کیا، آپ سے ۱۲۷ احادیث مروی ہیں ۵۴ھ میں انتقال فرمایا۔

(الاصابة فى تمييز الصحابه، الاستيعاب فى معرفة الاصحاب)

شرح حدیث: کثرت سجود سے مراد کثرت نوافل ہے کیوں کہ محض سجدہ جو مشروع ہے وہ سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر ہے اس کے علاوہ صرف سجدہ کرنا مشروع نہیں ہے۔

اللہ سبحانہ اپنے بندے کا تذلل تضرع اور عاجزی بہت پسند فرماتے ہیں اور سجدہ میں انتہائے تذلل اور تضرع ہے کیوں کہ سجدے میں انسان اپنے جسم کا وہ حصہ زمین پر رکھ دیتا ہے جو اس کے جسم میں اشرف ترین حصہ ہے، اس طرح انسان اپنے اشرف ترین اعضاء ناک اور پیشانی ارذل ترین جگہ یعنی زمین پر رکھ کر اللہ کے حضور میں اپنی عاجزی اور بے کسی کا اظہار کرتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اسے تقرب کی نعمت سے سرفراز کیا جاتا ہے: " فَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ " (سجدہ کر اور قریب ہوجا)

(شرح مسلم للنووى:٤/١٧٢، دليل الفالحين:١/٢٣٦)

نیک اعمال کی توفیق کے ساتھ طویل عمر سعادت ہے

۱۰۸ . اَلرَّابِعُ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ صَفْوَانَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : خَیْرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

''بُسْرٌ'' بِضَمِّ الْبَآءِ وَبِالسِّیْنِ الْمُهْمَلَةِ .

(۱۰۸) ابوصفوان عبداللہ بن بسر اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا انسان وہ ہے جس کی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو۔ (الترمذی)

تخریج حدیث(۱۰۸): الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ماجاء فی طول العمر للمؤمن .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کیلئے رسول اللہ ﷺ نے درازی عمر کی دعا کی تھی چنانچہ آپ نے ۹۴ برس کی عمر میں انتقال کیا، آپ سے ۵۰ روایات مروی ہیں ۸۸ ھ میں انتقال ہوا۔ (تهذیب التهذیب:۵/۱۵۰، اسد الغابة :۳/۱۸۳)

شرح حدیث: علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وقت انسان کے لئے رأس المال کی طرح ہے تاجر کو چاہئے کہ اپنے رأس المال کی حفاظت کرے اور اس کو اس طرح کے کاروبار میں لگائے جس میں نفع زیادہ ہو اور گھاٹے کا اندیشہ نہ ہو۔ جس نے اس رأس المال سے فائدہ اٹھالیا وہ کامیاب رہا اور جس نے اسے ضائع کردیا وہ خسارے میں پڑ گیا۔ اور اس برف بیچنے والے کی طرح ہوگیا جس کی برف بکنے سے پہلے ہی پگھل گئی اور وہ خالی ہاتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ (تحفة الاحوذی:۷/۳۸)

غزوۂ احد میں ایک صحابی کے جذبۂ شہادت کا واقعہ

۱۰۹ . اَلْخَامِسُ عَشَرَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : غَابَ عَمِّیْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِکِیْنَ لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِیْ قِتَالَ الْمُشْرِکِیْنَ لَیُرِیَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ فَلَمَّا کَانَ یَوْمَ اُحُدٍ اِنْکَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اَعْتَذِرُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَآءِ. یَعْنِیْ اَصْحَابَهٗ وَاَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَآءِ یَعْنِی الْمُشْرِکِیْنَ. ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ : یَاسَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ اَلْجَنَّةُ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ اِنِّیْ اَجِدُ رِیْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ. قَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاصَنَعَ قَالَ اَنَسٌ : فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَثَمَانِیْنَ ضَرْبَةً بِالسَّیْفِ اَوْطَعْنَةً بِرُمْحٍ اَوْرَمْیَةً بِسَهْمٍ وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِکُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ قَالَ اَنَسٌ کُنَّا نُرٰی اَوْنَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ فِیْهِ وَفِیْ اَشْبَاهِهٖ : مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ '' اِلٰی اٰخِرِهَا. (الاحزاب : ۲۳) مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

قَوْلُہٗ : "لَیُرِیَنَّ اللّٰہُ" رُوِیَ بِضَمِّ الْیَآءِ وَکَسْرِ الرَّآءِ : اَیْ لِیُظْهِرَنَّ اللّٰہُ ذٰلِکَ لِلنَّاسِ، وَرُوِیَ بِفَتْحِهِمَا وَمَعْنَاہُ ظَاهِرٌ " وَاللّٰہُ اَعْلَمُ .

(۱۰۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے، تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ پہلی جنگ جو آپ نے مشرکوں کے ساتھ لڑی ہے میں اس میں غیر حاضر رہا اگر اللہ نے مجھے مشرکین سے جنگ کرنے کا موقعہ دیا تو اللہ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ احد کے موقعہ پر جب مسلمان منتشر ہوئے تو وہ بولے اے اللہ میں ان لوگوں کے یعنی اصحاب کے فعل پر معذرت خواہ ہوں اور ان لوگوں سے یعنی مشرکین سے بری ہوں پھر وہ آگے بڑھے تو سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامنا ہوا، بولے اے سعد بن معاذ رب نضر کی قسم جنت، میں احد کی طرف سے اس کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ سعد کہتے ہیں یا رسول اللہ میں بیان نہیں کرسکتا جو کچھ اس نے کیا۔ انس کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے جسم پر اسّی سے زیادہ تلوار اور نیزوں کے زخم اور تیروں کے نشانات پائے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ شہید ہوگئے اور مشرکین نے ان کا مثلہ کر دیا، ان کو صرف ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے پہچانا، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سمجھتے تھے یا ہمارا گمان تھا کہ یہ آیت: ﴿ مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا۟ مَا عَٰهَدُوا۟ ٱللَّهَ عَلَيْهِ ﴾ (مؤمنوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ سے عہد کر لیتے ہیں اس میں سچے اترتے ہیں) ان کے اور ان جیسوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

لَیُرِیَنَّ اللّٰہ یاء کے ضمہ اور راء کے کسرہ کے ساتھ بھی مروی ہے، یعنی اسے اللہ لوگوں کے سامنے ظاہر فرما دے اور دونوں حروف کے فتحہ کے ساتھ بھی مروی ہے جس کے معنی ظاہر ہیں۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث (۱۰۹): صحیح البخاری کتاب الجهاد، باب من المؤمنین رجال صدقوا . صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهید .

کلمات حدیث: غَابَ غَیْبًا وَغِیَابًا (باب ضرب) غائب ہونا، غیر حاضر ہونا۔ طَعَنَ طَعْنًا (نصر و فتح) نیزہ مارنا، تلوار کا زخم لگانا، بَنَان: انگلیوں کے پورے۔

شرح حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے جس کا انہیں بے حد افسوس تھا اور انہوں نے کہا کہ سب سے پہلا معرکہ جس میں رسول اللہ ﷺ موجود تھے اور میں غیر حاضر رہا۔ آئندہ اگر اللہ نے مشرکوں سے جنگ کرنے میں مجھے حاضر ہونے کی توفیق دی تو میری کارگزاری دیکھ لے گا۔

علامہ قرطبی المفہم میں فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ ان کے اللہ سے عہد و پیمان کے تھے کہ وہ جہاد و قتال میں سعی عظیم کریں گے چنانچہ احد کے دن مسلمانوں کو اول اول شکست ہوئی تو حضرت انس بن نضر نے کہا کہ اے اللہ ان لوگوں نے یعنی ساتھیوں نے جو کچھ کیا میں تیرے سامنے اس کا عذر خواہ ہوں اور مشرکین نے جو کچھ کیا اس سے تیرے سامنے اظہار بیزاری کرتا ہوں، کچھ انصار و مہاجرین ہتھیار ایک طرف رکھ کر غمگین بیٹھے ہوئے تھے یہ ان کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ صحابہ نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ شہید ہوگئے،

بولے تو آپ ﷺ کے بعد جی کر کیا کرو گے اٹھو اور جس دین کی خاطر رسول اللہ ﷺ شہید ہوئے تم بھی اسی دین پر اپنی جان قربان کردو، یہ کہہ کر مشرکین کی طرف بڑھے، احد سے ورے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی بولے سعد مجھے احد کے قریب جنت کی ہوا محسوس ہو رہی ہے پھر آگے بڑھے اور اتنا لڑے کہ شہید ہو گئے، جسم پر اسی سے زیادہ زخموں کے نشانات پائے گئے، مشرکین نے مثلہ کر دیا تھا اس لئے پہچانے نہ جاتے تھے، بہن نے انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔

راوی حدیث حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم یہ سمجھا کرتے تھے کہ یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے (مؤمنوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ سے عہد کر لیتے ہیں اور اس میں سچے اترتے ہیں)

(فتح الباری:۲/ ۱۵۰، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۳۸، تفسیر مظھری :۹/ ۲۲۴)

اخلاص کے ساتھ تھوڑا صدقہ بھی اللہ کے ہاں قبول ہے

۱۱۰. اَلسَّادِسُ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اٰیَةُ الصَّدَقَةِ کُنَّا نُحَامِلُ عَلٰی ظُهُوْرِنَا فَجَآءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَیْءٍ کَثِیْرٍ فَقَالُوْا : مُرَآءٍ وَجَآءَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوْا : اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا : فَنَزَلَتْ ﴿ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَایَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ ﴾ اَلْاٰیَةَ .(التوبة : ۷۹) مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. (هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیْ)

"وَنُحَامِلُ" بِضَمِّ النُّوْنِ وَبِالْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ : اَیْ یَحْمِلُ اَحَدُنَا عَلٰی ظَهْرِهٖ بِالْاُجْرَةِ وَیَتَصَدَّقُ بِهَا.

(۱۱۰) حضرت ابو مسعود عقبۃ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم اپنی پیٹھوں پر لاد کر آتے (صدقہ کرنے کے لئے) ایک شخص آیا اور کثیر مال صدقہ کیا تو منافقین نے کہا کہ یہ ریاکار ہے ایک اور آیا اس نے ایک صاع صدقہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ اس کے ایک صاع سے غنی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ ﴾ (التوبہ:۷۹) (وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان پر جو نہیں رکھتے مگر اپنی محنت کا) (متفق علیہ) الفاظ حدیث صحیح بخاری کے ہیں۔

نُحَامِلُ ''ن'' کے پیش اور حاء کے ساتھ اس کے معنی ہیں ہم میں ایک شخص پشت پر بوجھ لاد کر مزدوری کرتا اور اس سے حاصل ہونے والی اجرت کو صدقہ کرتا۔

تخریج حدیث(۱۱۰): صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اتقوا النار و لو بشق تمرۃ، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحمل اجرۃ یتصدق بھا، والنھی الشدید عن تنقیص المتصدق بقلیل۔

راوی حدیث: حضرت ابو مسعود عقبۃ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ نے عقبۂ ثانیہ میں اسلام قبول کیا، غزوۂ بدر میں شرکت فرمائی تھی جس کی بخاری رحمہ اللہ اور مسلم رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے، لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی تھی بلکہ کسی وقت بدر کے مقام پر قیام کیا تھا اس لئے بدری کہلائے، آپ سے ''۱۰۲'' احادیث مروی ہیں ۴۰ھ میں انتقال ہوا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: نُحَامِلُ : ہم بوجھ اٹھاتے۔ حَمَلَ حَمْلاً (ضرب) پیٹھ پر بوجھ اُٹھانا۔ صاع ایک پیمانہ جو دو سیر سے کچھ زائد ہوتا ہے۔ يَلْمِزُوْنَ : طعنہ دیتے ہیں۔ لَمَزَ لَمزاً : (نصر، ضرب) عیب لگانا، طعنہ دینا۔

شرح حدیث: حضرت ابو مسعود عقبۃ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ صَدَقَةً ﴾ تو ہم مزدوری کرتے پیٹھ پر بوجھ لادتے اور جو کچھ مزدوری ملتی اس میں سے صدقہ کرتے غرض جس کو جتنا میسر ہوتا وہ صدقہ کر دیتا کم ہو یا زیادہ، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آٹھ ہزار درہم یا چار ہزار درہم صدقہ کیا، ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے چالیس اوقیہ سونا دیا، اس طرح کے اصحاب کے بارے میں منافقین نے یہ تبصرہ کیا کہ یہ دکھاوے کے لئے کر رہے ہیں، بعض ایسے اصحاب بھی تھے جنہوں نے ایک صاع یا دو صاع نذر کی، ان کے بارے میں منافقین نے یہ طعنہ دیا کہ اللہ ان کے صاع اور دو صاع سے مستغنی ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان پر جو نہیں رکھتے مگر اپنے محنت کا، جن صاحب نے ایک صاع کا صدقہ کیا تھا وہ ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے رات بھر پانی کھینچ کر مزدوری کی جس پر دو صاع کمائے ایک صاع آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے ان کی لائی ہوئی کھجوروں کو صدقات کے تمام مال پر بکھیر دیا، آیت میں المطوعین سے مراد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان جیسے اصحاب ہیں جبکہ ﴿ وَٱلَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ ﴾ سے مراد حضرت ابو عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے اصحاب ہیں۔

(فتح الباری، تفسیر مظهری، دليل الفالحين: ۱/۲۳۹)

بندوں پر اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم

۱۱۱. اَلسَّابِعُ عَشَرَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَّهٗ قَالَ يَاعِبَادِيْ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهٗ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا، يَاعِبَادِيْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهٗ فَاسْتَهْدُوْنِيْ اَهْدِكُمْ، يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ اُطْعِمْكُمْ، يَاعِبَادِيْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهٗ فَاسْتَكْسُوْنِيْ اَكْسُكُمْ يَاعِبَادِيْ اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ اَغْفِرْلَكُمْ، يَاعِبَادِيْ اِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّيْ فَتَضُرُّوْنِيْ

وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُوْنِيْ، يَاعِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ مَازَادَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَاعِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَانَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا، يَاعِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَاَلُوْنِيْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَه، مَانَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ، يَاعِبَادِيْ اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَالَكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَّجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلا يَلُوْمَنَّ اِلَّانَفْسَه، قَالَ سَعِيْدٌ : كَانَ اَبُوْ اِدْرِيْسَ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ جَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ : وَرَوَيْنَا عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ : لَيْسَ لِاَهْلِ الشَّامِ حَدِيْثٌ اَشْرَفَ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ .

(۱۱۱) حضرت ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام کردیا ہے پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جسے میں ہدایت کردوں پس تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے کہ جسے میں کھلاؤں پس تم مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھانا دوں گا۔ اے میرے بندو تم سب برہنہ ہو مگر میں جس کو لباس پہنادوں پس مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس دوں گا۔ اے میرے بندو تم شب و روز خطائیں کرتے ہو اور میں سارے گناہوں کو معاف کردیتا ہوں پس مجھ سے مغفرت مانگو میں تمہیں معاف کردوں گا، اے میرے بندو تم نہ مجھے نقصان پہنچانے پر قادر ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور نہ تم مجھے نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہو کہ مجھ کو نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو تم سب اگلے پچھلے جن و بشر کسی انتہائی پرہیز گار انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تب بھی میرے ملک میں ایک ذرہ کا بھی اضافہ نہ کرسکو گے۔ اے میرے بندو اگر تم سب اگلے پچھلے جن و بشر سب سے زیادہ بدکار انسان کے دل جیسے ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں ایک ذرہ کی بھی کمی نہ کرسکو گے۔

اے میرے بندو! تم سب اگلے پچھلے جن و بشر ایک ہموار میدان میں جمع ہو کر اپنی ضروریات طلب کریں اور میں سب ہی کی ضرورتیں پوری کردوں تب بھی میرے خزانے میں اتنی بھی کمی نہ ہوگی جتنی سمندر میں ڈالی ہوئی سوئی پر لگی ہوئی تری سے ہوتی ہے۔

اے میرے بندو یہ تمہارے اعمال ہیں جن کا میں احاطہ کرتا ہوں پھر ان کی پوری پوری جزا دیتا ہوں جسے بھلائی حاصل ہو وہ اللہ کا شکر کرے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ کسی کو ملامت نہ کرے سوائے اپنے نفس کے۔

سعید کہتے ہیں کہ ابو ادریس جب اس حدیث کو بیان کرتے تو گھٹنوں کے بل گر جاتے۔ (مسلم)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اہل شام کے پاس اس سے زیادہ اشرف کوئی اور حدیث نہیں ہے۔

تخریج حدیث (۱۱۱): صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم۔

کلمات حدیث: جَائِع : بھوکا۔ جَاعَ، جَوعاً، (باب نصر) بھوکا ہونا۔ عَارٍ : برہنہ۔ عَارَ، عَورَۃ (باب سمع) ہر وہ امر جس سے شرم کی جائے، انسان کے وہ اعضاء جن کو حیا سے چھپایا جاتا ہے، جمع عورات، کَسوتُہ، جسے میں کپڑا پہناؤں۔ کَسَا، کسواً (باب نصر) کسی کو کپڑے پہنانا۔ المَخِیط، سوئی۔ خَاطَ، خَیطاً، سینا۔

شرح حدیث: یہ حدیث قدسی ہے، حدیث قدسی اسے کہتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے کوئی بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے بیان فرمائی ہو یعنی اس طرح کہا ہو کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام کائنات کے مالک ہیں اور دنیا کے تمام خزانے ان کے قبضہ قدرت میں ہیں، ان کی قدرت کا اختیار بھی لامتناہی ہے اور ان کے خزانوں میں بھی کوئی کمی نہیں آسکتی، انسان کی زندگی موت عزت وذلت، فقر وغنا اور ہدایت وگمراہی سب حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے، بندوں کو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کی بندگی کریں اور اس کے احکام کی کامل اطاعت کریں۔

فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا یعنی اللہ نے ارادہ فرمالیا ہے کہ وہ اپنے کسی بندے پر ظلم نہیں کریں گے اور یہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے چاہتے ہیں کہ وہ بھی آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں کیوں کہ اس نے بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا حرام قرار دیا ہے۔

اللہ سبحانہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اس کی ہدایت کے لئے انبیاء اور رسول مبعوث فرمائے اور انہیں توفیق ایمان نصیب فرمائی کیوں کہ صرف وہی ہے جو ہدایت دے سکتا ہے اور اس کے سوا کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔

اللہ کے بندے اگر ننگے اور بھوکے ہوں کوئی ان کو کپڑے دینے والا اور کوئی ان کو کھلانے والا نہیں سوائے اللہ کے وہی کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور وہی رزق عطا کرتا ہے، کیوں کہ ہر جاندار کو روزی پہنچانا اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

سارے بندے خطا کار ہیں اور اللہ سبحانہ رحمٰن ورحیم ہیں وہ اپنے بندوں کی خطاؤں اور لغزشوں اور گناہوں کو محض اپنے فضل وکرم سے معاف فرماتے رہتے ہیں، ساری دنیا کے لوگ اکھٹے ہو کر بھی کوئی ایسی بات نہیں کر سکتے جس سے اللہ سبحانہ کے ملک میں اور اس کی بادشاہت میں اور اس کے اختیار میں کوئی کمی واقع ہو جائے اور ساری دنیا کے انسان مل کر بھی کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جس سے اس کے ملک میں کوئی ذرا سا اضافہ ہو جائے، اگر ساری دنیا کے انسان کسی ایسے انسان کی طرح ہو جائیں جو سب سے زیادہ متقی ہو تو اس میں اللہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اگر ساری دنیا کے انسان مل کر کسی ایسے انسان کی طرح ہوں جو سب سے فاجر ہو تو اس سے اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، اب تک جن وانس کی تمام مخلوقات اکھٹی ہو کر بیک وقت جو کچھ اللہ سے مانگنا چاہیں وہ اللہ سے مانگ لیں اور ان سب کو اللہ تعالیٰ اسی وقت عطا فرما دے تو اس عطاء وبخشش سے اللہ کے خزانوں میں اتنی کمی بھی نہیں ہوگی جس قدر سوئی کو سمندر میں ڈبویا جائے اور اس پر پانی کی تری لگ جائے جس قدر یہ تری سمندر کے پانی میں کمی کر سکتی ہے، اتنی بھی اللہ کے خزانے میں کمی نہیں ہو سکتی، اور یہ بیان بھی محض تمثیل ہے ورنہ اللہ کے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں ہو سکتی۔

حدیث مبارک میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی اور بندے کی عاجزی اور فقیری کی ایک دلنشین تعبیر ہے اور اس حدیث کے آخر میں

وہ مصلحت اور حکمت بیان کردی گئی جس کے تحت یہ نظام عالم کام کر رہا ہے اور وہ یہ کہ اللہ کے بندے اللہ کے حکم پر چلیں اور اس کی اطاعت وفرمان برداری کریں تا کہ اس کے یہاں حسن جزا کے مستحق ہوں اور اس کے فضل واحسان کے حقدار ہو جائیں، جس کو کسی نیکی کی جانب ہدایت اور راہنمائی ہو جائے وہ اللہ کی حمد وثنا کرے اور اس کا شکر ادا کرے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہو تو انسان کو خود اپنی کجروی اور نافہمی پر کف افسوس ملنا چاہیے۔ (صحيح مسلم بشرح النووی:١٦/١٠٨، دليل الفالحين:١/٢٣٩)

البَابُ (۱۲)

باب الحث على الازدياد من الخير في اواخر العمر

عمر کے آخری حصے میں کارِ خیر میں زیادتی کی ترغیب

۴۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيرُ ﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْمُحَقِّقُوْنَ مَعْنَاهُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ سِتِّيْنَ سَنَةً وَيُؤَيِّدُهُ الْحَدِيْثُ الَّذِىْ سَنَذْكُرُه، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقِيْلَ : مَعْنَاهُ ثَمَانِىَ عَشْرَةَ سَنَةً وَقِيْلَ : اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَهُ الْحَسَنُ وَالْكَلْبِىُّ وَمَسْرُوْقٌ وَنُقِلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَيْضًا. وَنَقَلُوْا اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ كَانُوْا اِذَا بَلَغَ اَحَدُهُمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً تَفَرَّغَ لِلْعِبَادَةِ. وَقِيْلَ : هُوَالْبُلُوْغُ وَقَوْلُه، تَعَالٰى : وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ " قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْجُمْهُوْرُ : هُوَالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقِيْلَ : الشَّيْبُ قَالَه، عِكْرِمَةُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُمَا. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو سوچنا چاہتا سوچ لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا'' (فاطر:۳۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور محققین کہتے ہیں کہ معنی ہیں کہ کیا ہم نے تمہیں ساٹھ سال کی عمر نہیں دی اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے جو انشاء اللہ ہم عنقریب ذکر کریں گے، اور کسی نے کہا کہ اٹھارہ سال اور ایک قول ہے کہ چالیس سال مراد ہیں، یہ قول حسن کلبی اور مسروق کا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے، یہ بھی منقول ہے کہ اہل مدینہ میں سے کسی کی عمر چالیس برس ہو جاتی تو وہ اپنے آپ کو عبادت کے لئے فارغ کر لیتا، اور کسی نے کہا کہ بلوغ کی عمر مراد ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمہور کے نزدیک رسول اللہ ﷺ مراد ہیں، کسی نے کہا کہ بڑھاپا نذیر ہے یہ عکرمہ اور ابن عیینہ کی رائے ہے۔

تفسیری نکات: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عمر جس پر اللہ تعالیٰ نے گنہگار بندوں کو عار دلائی ساٹھ سال ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روایت میں چالیس اور دوسری میں ساٹھ سال کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ وہ عمر ہے جس میں انسان پر اللہ کی حجت تمام ہو جاتی ہے اور انسان کو کسی عذر کی گنجائش نہیں رہتی، ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس دوسری روایت کو ترجیح دی ہے۔ (معارف القرآن :۳۵۱/۷)

ساٹھ سال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تعجب خیز ہے

۱۱۲. عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلٰى امْرِىءٍ

اَخَّـرَ اَجلَـه' حَتّٰـی بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً، رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ قَالَ الْعُلَمَآءُ مَعْنَاهُ :لَمْ يَتْرُکْ لَه' عُذْرًا اِذْ اَمْهَلَه' هٰذِهِ الْمُدَّةَ.

يُقَالُ اَعْذَرَ الرَّجُلُ اِذَا بَلَغَ الْغَايَةَ فِی الْعُذْرِ.

(۱۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا عذر پورا کردیا جس کی اجل مؤخر کردی یہاں تک کہ وہ ساٹھ برس کو پہنچ گیا۔ (بخاری)

علماء فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ جب اللہ نے اس شخص کو اتنی طویل مہلت دیدی تو اب اسکے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا، کہا جاتا ہے " اَعْذَرَ الرَّجُلُ " کہ وہ عذر کے آخری مرحلے پر پہنچ گیا۔

تخریج حدیث(۱۱۲): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستين سنة فقد اعذر الله اليه فی العمر

کلمات حدیث: اعذر، اعذاراً : کسی کو معذور سمجھنا، عذر قبول کرنا۔

شرح حدیث: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ ایسا شخص جس کی عمر ساٹھ سال ہوگئی اس کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہا کہ وہ یہ کہے کہ میں کیا کرتا مجھے فرصت ہی نہ ملی یا مجھے مہلت ہی نہیں ملی، ساٹھ سال کا عرصہ اتنا ہے کہ اسے قدرت کی نشانیاں دیکھ کر اور زندگی کے نشیب وفراز کا مزہ چکھ کر متنبہ ہوجانا چاہئے تھا اور سمجھ لینا چاہئے تھا کہ مرنے کے بعد حساب کتاب ہوگا اور اپنے کئے ہوئے اعمال کا جواب دینا ہوگا، اسے چاہئے تھا کہ وہ توبہ کرتا اور استغفار کرتا اور حضور حق میں سجدہ ریز ہوکر ہر برائی سے توبہ کرلیتا اور بندگی اور اطاعت کے راستہ پر چلتا کہ اس کا انجام بخیر ہوتا۔ غرض اللہ نے ہر طرح اتمام حجت فرمایا ہے اور کسی بندے کے لئے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا ہے۔ (فتح الباری، دليل الفالحين: ۱/۲۴۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرآن فہمی

۱۱۳. اَلثَّـانِـیُ عَـنِ ابْـنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يُدْخِلُنِی مَعَ اَشْيَاخِ بَـدْرٍ فَـكَاَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَ فِی نَفْسِهٖ فَقَالَ : لِمَ يَدْخُلُ هٰذَا مَعَنَا وَلَنَا اَبْنَاءٌ مِثْلُه' فَقَالَ عُمَرُ : اِنَّه' مِنْ حَيْثُ عَـلِـمْـتُـمْ فَـدَعَـانِیُ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَدْخَلَنِیُ مَعَهُمْ فَمَا رَاَيْتُ اَنَّه' دَعَانِی يَوْمَئِذٍ اِلَّا لِيُرِيَهُمْ قَالَ: مَاتَقُوْلُوْنَ فِی قَوْلِ اللّٰهِ "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ؟ (الفتح : ۱)فَقَالَ بَعْضُهُمْ : اُمِرْنَا اَنْ نَحْمَدَاللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرَه' اِذَا نَصَرَنَا وَفَـتَـحَ عَـلَـيْـنَـا وَسَـكَتَ بَعْضُهُمْ! فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا. فَقَالَ لِیُ : اَكَذٰلِکَ تَقُوْلُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟(رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ) فَـقُلْتُ : لَاقَالَ : فَمَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ : هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَه' لَه' قَالَ : "اِذَاجَآءَ نَـصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ " وَذٰلِکَ عَلَامَةُ اَجَلِکَ "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّه'كَانَ تَوَّابًا " (الفتح:۳) فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : مَااَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّامَاتَقُوْلُ، رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۱۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدر میں شرکت کرنے والے کبار صحابہ کے ساتھ مجھے اپنی مجلس میں بلایا کرتے تھے، کسی نے اس بات کو محسوس کیا کہ اس کو بھی ہمارے ساتھ بلایا جاتا ہے حالانکہ ہمارے بیٹے اس کی عمر کے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق کو تم جانتے ہو۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلایا اوران بزرگوں کے ساتھ بٹھایا میرا خیال ہے کہ اس روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اس لئے بلایا تھا تا کہ انہیں مجھے دکھلا دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں: (إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ﴿١﴾) ان میں سے بعض حضرات نے کہا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد کریں اوراس سے استغفار کریں جب ہمیں نصرت اور فتح عطا ہوگئی، بعض دیگر حضرات خاموش رہے اور کچھ نہیں کہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کیا ابن عباس تم بھی اسی طرح کہتے ہو، میں نے کہا نہیں، آپ نے پوچھا پھر تم کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کی رحلت کی اطلاع دی ہے اور فرمایا کہ جب فتح ونصرت آجائے تو یہ تمہاری وفات کی علامت ہے سو اب آپ کو چاہئے کہ آپ اپنے رب کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں کہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس طرح سمجھتا ہوں جس طرح تم نے بیان کیا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۱۳): كتاب التفسير، باب تفسير سورة اذا جاء نصر الله . صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يُقَال في الركوع والسجود .

کلمات حدیث: اَشْيَاخ : شیخ کی جمع، بڑی عمر ہونا۔ ذَاتَ يَوْم : ذات مؤنث ہے، ذو کا جمع ذوات۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بہت صاحب علم وفضل تھے انہوں نے بیت نبوت ﷺ میں تربیت پائی تھی اور علم نبوت ﷺ سے سرفراز ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے آپ کے حق میں دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ اسے دین کا فہم عطا کر، اس دعا کا ہی اثر تھا کہ آپ کا فہم دین بعض بزرگ صحابہ سے بھی بڑھا ہوا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ امور مملکت اور دیگر امور میں مشورہ کے لئے بزرگ صحابہ کو بلاتے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بلاتے اور ان کے علم وفضل اور ان کے خانوادۂ نبوت سے تعلق کو پیش نظر ان کا اکرام فرماتے تھے، اس پر بعض صحابہ نے کہا کہ عمر ابن عباس کو بھی بلاتے ہیں ان جیسے تو ہمارے بیٹے ہیں یعنی اس عمر کی ہماری اولاد ہے، یہ کہنے والے حضرت عبدالرحمٰن عوف رضی اللہ عنہ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ آپ ان کے خانوادۂ نبوت سے تعلق ان کے علم وفضل اور ان کی ذہانت وفطانت سے بخوبی واقف ہیں۔ زہری کی روایت میں ہے کہ بعض مہاجرین نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جس طرح آپ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلاتے ہیں ہمارے بیٹوں کو بھی بلایئے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ نوجوان عمر رسیدہ لوگوں کی سی عقل رکھتا ہے، خرائطی نے مکارم الاخلاق میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس سے فرمایا کہ دیکھو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہیں بلاتے ہیں یاد رکھو ان کا راز کبھی افشاء نہ کرنا ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا اور جھوٹ نہ بولنا۔

غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان بزرگ اصحاب رسول ﷺ کو بھی بلایا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی بلایا اور سب حضرات سے استفسار فرمایا کہ آپ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں ''اذا جاء نصر اللہ والفتح'' کہتے ہیں کچھ حضرات خاموش رہے اور کچھ نے فرمایا کہ اس آیت میں حکم ہے کہ فتح ونصرت کے حاصل ہو جانے کے بعد ہم اللہ کی حمد کی تسبیح کریں اور اس سے استغفار کریں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ تم کیا کہتے ہو، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کو ان کی رحلت کی اطلاع دی گئی ہے کہ فتح ونصرت آ گئی اور اللہ نے دین کو غلبہ عطا فرما دیا اور جو آپ ﷺ کا مقصد بعثت تھا وہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اب آپ تسبیح پڑھیے اپنے رب کی حمد وثناء کیجیے اور استغفار کیجیے۔

(فتح الباری : ۲/۹۲۴، دلیل الفالحین : ۱/۲۴۸)

آخری عمر میں استغفار میں کثرت کا اہتمام

۱۱۴۔ اَلثَّالِثُ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً بَعْدَ اَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ : اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ'' اِلَّا يَقُوْلُ فِيْهَا سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْهَا : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ : سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ. مَعْنٰى : ''يَتَاَوَّلُ الْقُرْآنَ '' اَيْ يَعْمَلُ مَا اُمِرَ بِهٖ فِي الْقُرْاٰنِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ'' وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ قَبْلَ اَنْ يَمُوْتَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ قَالَتْ عَآئِشَةُ: قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاهٰذِهِ الْكَلِمَاتُ الَّتِيْ اَرَاكَ اَحْدَثْتَهَا تَقُوْلُهَا؟ قَالَ : جُعِلَتْ لِيْ عَلَامَةٌ فِيْ اُمَّتِيْ اِذَا رَاَيْتُهَا قُلْتُهَا:''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ قَالَتْ: قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاكَ تُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ؟ فَقَالَ : اَخْبَرَنِيْ رَبِّيْ اَنِّيْ سَاَرٰى عَلَامَةً فِيْ اُمَّتِيْ فَاِذَا رَاَيْتُهَا اَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فَقَدْ رَاَيْتُهَا:''اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ '' فَتْحُ مَكَّةَ ''وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ''

(۱۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ﴿ إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ۝١ ﴾ کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو سبحانك ربنا وبحمدك اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ پڑھتے تھے۔ (متفق علیہ)

صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجود میں کثرت سے '' سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ

اغفرلی " کہا کرتے تھے، آپ قرآن کریم کی تاویل فرماتے یعنی قرآن کریم میں جو یہ حکم دیا گیا ہے: ﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ ﴾ پر عمل فرماتے تھے۔

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفات سے پہلے کثرت سے " سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ " پڑھتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا کلمات ہیں کہ اب آپ یہ کلمات کہنے لگے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میرے لئے میری امت میں ایک علامت قائم کی گئی ہے کہ جب میں اس کو دیکھوں تو یہ کہوں پھر آپ ﷺ نے سورۃ یہ تلاوت فرمائی: ﴿ إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ۝١ ﴾ الخ

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اکثر فرماتے " سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ " حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں دیکھتی ہوں کہ اب کثرت سے کہنے لگے ہیں " سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ " آپ ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھے بتایا کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا، جب یہ علامت دیکھ لوں تو کثرت کے ساتھ " سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ " کہوں میں نے وہ علامت دیکھ لی ہے: ﴿ إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ﴾ فتح مکہ ﴿ وَرَأَيْتَ ٱلنَّاسَ يَدْخُلُونَ فِى دِينِ ٱللَّهِ أَفْوَاجًا ۝٢ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًۢا ۝٣ ﴾

تخریج حدیث (۱۱۴): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود۔

کلمات حدیث: يَتَأَوَّلُ، تَأَوَّلَ، تَأوُّلاً: تفسیر کرنا۔ افواجا: جمع فوج گروہ، جماعت۔

شرح حدیث: نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ نصر قرآن کریم کی آخری سورت ہے، یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں یوم النحر کو نازل ہوئی اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اکیاسی دن حیات رہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سورۃ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی اس کے بعد آیت: ﴿ ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ﴾ نازل ہوئی، ان دونوں کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں صرف اسی (۸۰) روز رہے، ان دونوں کے بعد آیت کلالہ نازل ہوئی جس کے بعد عمر مبارک کے پچاس دن باقی رہ گئے، اس کے بعد آیت: ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ نازل ہوئی جس کے بعد حیات مبارک کے کل پینتیس (۳۵) روز باقی رہے، اس کے بعد آیت ﴿ وَٱتَّقُوا۟ يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى ٱللَّهِ ﴾ نازل ہوئی جس کے بعد صرف اکیس روز اور مقاتل کی روایت میں صرف سات روز کے بعد وفات ہوگئی۔ (معارف القرآن بحواله القرطبی، فتح الباری: ۲/ ۹۲٤)

حقیقت تو یہ ہے کہ زندگی بھر اللہ کی بندگی اور اس کی اطاعت و فرمان برداری انسان کا فرض بھی ہے اور اس کے حق میں سراسر خیر بھی، لیکن اگر غفلت نے کسی کی راہ ماردی ہو اور نفس و شیطان نے اسے ورغلا دیا ہو اور وہ عمر عزیز کا سارا قیمتی وقت ضائع کر چکا ہو تو عمر کے

آخری حصہ میں بڑھاپے کی دستک سے تو چونک پڑنا چاہئے اور جانے سے پہلے تیاری کرلینی چاہئے، غرض عمر کے آخری حصے میں توبہ اور استغفار کی کثرت کرنی چاہئے اور اللہ جل شانہ کی طرف توجہ منعطف کرنی چاہئے، اور ان تسبیحات کا بکثرت ورد رکھنا چاہئے، " سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا بِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ " اور " سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ " اور " سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ " . (دليل الفالحين: ۱/۲۳٤)

----

۱۱۵ . الرَّابِعُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَابَعَ الْوَحْيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَبْلَ وَفَاتِهٖ حَتّٰى تُوُفِّيَ اَكْثَرَ مَاكَانَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۱۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ ﷺ کی وفات سے قبل مسلسل وحی نازل فرمائی حتی کہ آپ ﷺ کی وفات اس عرصے میں ہوئی جب نزول وحی کی کثرت تھی۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱۵): صحيح البخاری، كتاب فضائل القرآن، باب كيفية النزول واول مانزل . صحيح مسلم، كتاب التفسير .

کلمات حدیث: تَابَعَ، تَبَعَ، تَبعاً : ساتھ چلنا، پیچھے چلنا۔ تابع بين الاعمال : مسلسل مصروف رہنا۔

شرح حدیث: مکہ مکرمہ میں بعثت نبوی ﷺ کے اولین دور میں وحی وقفہ وقفہ سے نازل ہوتی تھی، بعد میں ذرا جلدی جلدی وحی آنے لگی اور پے در پے آنے لگی، لیکن مکہ مکرمہ میں احکام پر مشتمل طویل سورتیں نازل نہیں ہوئیں، مدینہ منورہ ہجرت کے بعد طویل سورتیں نازل ہوئیں جن میں مفصل احکام بیان ہوئے، اور سب سے زیادہ اور کثرت سے وحی آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری دور میں نازل ہوئی، کیوں کہ آخری دور میں اسلام کو غلبہ حاصل ہو چکا تھا اور لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہورہے تھے، عرب کے دور دراز علاقوں سے وفود آتے تھے، خدمت اقدس میں حاضر ہونے والے سوالات کرتے اور مختلف امور کے بارے میں استفسار کرتے ان وجوہ کی بنا پر وحی کا نزول بکثرت ہوتا تھا اور چونکہ حیات طیبہ اپنے اختتامی دور میں داخل ہورہی تھی اس لئے بھی وحی کی کثرت ہوئی۔

(فتح الباری :۲/۹۳۱)

موت اچھی حالت میں آنے کی فکر کریں

۱۱۶ . اَلْخَامِسُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم "يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَامَاتَ عَلَيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۱۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر بندہ اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس

میں اس کی موت واقع ہوئی ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۶): صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب اثبات الحساب۔

کلمات حدیث: یُبعث : اٹھایا جائے گا، زندہ کیا جائے گا۔ یوْمُ البعث : اُٹھنے کا دن، حشر کا دن۔

شرح حدیث: جب مردے قبر سے اٹھائے جائیں گے تو وہ اس حالت میں اٹھائے جائیں گے جس حالت میں ان کی موت واقع ہوئی تھی، یہاں تک کہ اگر کسی کے ہاتھ میں مزمار تھی وہ قبر سے اس حال میں نکل کر آئے گا کہ اس کے ہاتھ میں مزمار ہوگی۔

مقصود یہ ہے کہ مؤمن کو اپنی آخری زندگی کی فکر کرنی چاہیے اور اس کو اپنی پچھلی زندگی سے بہتر بنانے کی سعی کرنی چاہیے، اور اسے چاہیے کہ حسن نیت کے ساتھ اور اخلاص کے ساتھ صرف اور صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اعمال صالحہ میں مصروف ہو جانا چاہیے، تا کہ انجام بخیر ہو اور آدمی اس دنیا سے جب رخصت ہو تو وہ نیک عمل میں لگا ہوا ہو اور اس پروردگار کی تسبیح و تحمید میں مصروف ہو جس کے سامنے پیش ہو کر اعمال کا حساب دینا ہے۔

الباب (۱۳)

فی بیان کثرۃ طرق الخیر

طرقِ خیر کی کثرت

۴۹. قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ :

﴿ وَمَا تَفْعَلُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ ﴿٢١٥﴾ ﴾

اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا:

''تم جو نیکی کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے۔'' (البقرۃ: ۲۱۵)

۵۰. وَقَالَ تعالیٰ :

﴿ وَمَا تَفْعَلُوا۟ مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ ٱللَّهُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

''تم جو نیکی کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔'' (البقرۃ: ۱۹۷)

۵۱. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُۥ ﴿٧﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال: ۷)

۵۲. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ مَّنْ عَمِلَ صَٰلِحًا فَلِنَفْسِهِۦ ﴾

وَالْاٰیَاتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَکَثِیْرَۃٌ جِدًّا وَھِیَ غَیْرُ مُنْحَصِرَۃٍ فَنَذْکُرُ طَرَفًا مِنْھَا.

مزید فرمایا:

''جو کوئی عمل کرے وہ اپنے لئے کرے گا۔'' (الجاثیۃ: ۱۵)

اس باب میں کثیر آیات ہیں، اسی طرح احادیث بھی بکثرت ہیں، ہم یہاں ان میں چند احادیث کا ذکر کرتے ہیں۔

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ کا علم کائنات کے ایک ایک ذرے کو محیط ہے، اتنی بڑی اور وسیع دنیا میں جہاں کہیں ایک پتہ بھی گرتا ہے اس کا اللہ کو علم ہے، وہ انسان کے ہر ہر عمل سے اور اس عمل کے پیچھے کارفرما نیت اور ارادے سے بخوبی واقف ہے ہر نیکی کرنے والے کی نیکی اور ہر بدی کرنے والے کی بدی سے وہ اچھی طرح واقف ہے۔

اس حقیقت کا مقتضاء یہ ہے کہ بندۂ مؤمن اللہ سبحانہ کی خشیت اختیار کرے اور محض اس کی رضا کے لئے اخلاص اور حسن نیت کے

ساتھ عمل خیر کرے، ہر شخص اپنی ذات کی فکر میں لگے اور جو عمل کرے یہ سمجھ کر کرے کہ اس کا سود و زیاں اسی کی ذات کو پہنچے گا، وہاں پہنچ کر ہر ایک کی بھلائی برائی سامنے آجائے گی اور ہر ایک اپنے کئے کا پھل چکھے گا، سب کے اعمال ان کو دکھلا دیئے جائیں گے تا کہ بدکاروں کی میدان حشر میں رسوائی ہو اور نیکوکاروں کو سرخروئی حاصل ہو یا ممکن ہے کہ اعمال کے دکھلانے سے ان کے نتائج وثمرات اور ان کی جزا و سزا دکھانا مراد ہو۔ (تفسیر عثمانی)

لوگوں کی ایذاء سے بچانا بھی صدقہ ہے

۱۱۷. اَلْاَوَّلُ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ جُنْدَبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ ؟ قَالَ : اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِهٖ قُلْتُ : اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ ؟ قَالَ : اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا وَاَكْثَرُهَا ثَمَنًا قُلْتُ : فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ ؟ قَالَ : تُعِیْنُ صَانِعًا اَوْتَصْنَعُ لِاَخْرَقَ قُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ؟ قَالَ : تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلٰى نَفْسِكَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

"اَلصَّانِعُ" بِالصَّادِ الْمُهْمَلَةِ هٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ وَرُوِیَ "ضَائِعًا" بِالْمُعْجَمَةِ اَیْ ذَاضَیَاعٍ مِنْ فَقْرٍ اَوْعِیَالٍ وَنَحْوَذٰلِكَ "وَالْاَخْرَقُ" اَلَّذِیْ لَایُتْقِنُ مَایُحَاوِلُ فِعْلَه'.

(۱۱۷) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ کون سے اعمال افضل ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان باللہ اور اس کے راستے میں جہاد میں نے عرض کی کون سا غلام آزاد کرنا بہتر ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو گھر والوں کو زیادہ محبوب ہو اور جس کی قیمت بھی زیادہ ہو، میں نے عرض کی کہ اگر میں نہ کر سکوں، فرمایا کام کرنے والے کی مدد کرنا یا جو کام نہ کر سکے اس کا کام کرنا، میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر میں ان میں سے کچھ کاموں میں کمزور پڑ جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے شر کو لوگوں سے روکے رکھو یہ بھی تمہاری طرف سے تمہاری جان پر صدقہ ہے۔

صانع صاد کے ساتھ مشہور ہے اگر چہ ضاد کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے یعنی جو غربت اور عیال داری سے پریشان حال ہو، اَخرَق بے ہنر جو اپنا کام صحیح طریقے پر نہ کر سکے۔

تخریج حدیث (۱۱۷): صحیح البخاری، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللّٰہ افضل الاعمال .

کلمات حدیث: اَلرِقَاب : جمع رَقَبَة گردن، غلام۔ ثمن : قیمت، جمع اثمان۔

شرح حدیث: ایمان باللہ ہر عمل صالح کی اساس ہے اس کے بغیر کوئی عمل نہ عنداللہ مقبول ہے اور نہ اس پر کوئی اخروی جزا اور ثواب ہے، ایمان باللہ کے بعد درجہ جہاد فی سبیل اللہ کا ہے، یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کر دینا، اور جان کا

نذرانہ پیش کرے گواہی دینا کہ اللہ کا دین ہی سچا دین ہے۔ ﴿إِنَّ ٱللَّهَ ٱشْتَرَىٰ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَٰلَهُم بِأَنَّ لَهُمُ ٱلْجَنَّةَ﴾ ''اللہ نے خرید لی مؤمنوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔''

(التوبہ: ۱۱۱)

اس کے بعد ایسا غلام آزاد کرنا جو گھر والوں کو محبوب ہو اور اس کی قیمت بھی زیادہ ہو، یعنی اپنی محبوب اور قیمتی چیز اللہ کی رضا کے لئے قربان ہے، چنانچہ فرمان الٰہی ہے: ﴿لَن تَنَالُواْ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ (ہرگز نہ حاصل کرسکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ) (آل عمران: ۹۲) یعنی جتنی محبوب اور پیاری چیز اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ خرچ کروگے اسی کے مطابق اللہ سے بدلہ ملنے کی امید رکھو، اعلیٰ درجہ کی نیکی حاصل کرنا چاہو تو اپنی محبوب اور عزیز ترین چیزوں میں سے کچھ اللہ کے راستے میں نکالو، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جس چیز سے دل بہت لگا ہوا ہو اس کے اللہ کے راستے میں دینے کا بہت اجر وثواب ہے۔

اگر بندہ یہ مذکورہ کام انجام نہ دے سکے تو پھر خدمت خلق ہی کرے، لوگوں کی ان کے کاموں میں مدد کرے خاص طور پر بوڑھے اور کمزور وناتواں لوگوں کے کام کرے، اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو آخری درجہ یہ ہے کہ اس کے وجود سے کسی کو کسی طرح کی کوئی تکلیف نہ پہنچے اور اس کے شر سے کسی کو آزار نہ ہو، فرمایا "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ" مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے شر) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح مسلم بشرح النووی: ۲/ ۶۲، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۵۴، تفسیر عثمانی)

بھلائی کا حکم کرنا برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے

۱۱۸۔ اَلثَّانِیْ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَیْضًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُصْبِحُ عَلٰی كُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰی" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلسُّلَامٰی" بِضَمِّ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَتَخْفِيْفِ اللَّامِ وَفَتْحِ الْمِيْمِ: اَلْمَفْصِلُ.

(۱۱۸) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے ہر ایک عضو پر صدقہ ہے، چنانچہ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے الحمدللہ کہنا صدقہ ہے، لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے، نیکی کی بات بتلانا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے، اور ان کے بدلے دو رکعت صلاۃ الضحیٰ کفایت کرجاتی ہیں۔

السلامی، جوڑ۔

تخریج حدیث(۱۱۸): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی نوع من المعروف.

کلمات حدیث: سُلامی: ہڈی، اعضاء کے جوڑ، جمع سلامیات۔

اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے ہر ہر عضو پر صدقہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے اور اس کے فضل و کرم سے یہ تمام اعضاء سلامت رہے اور آفات سے محفوظ ہیں تو اس حفظ و سلامتی پر شکر ادا کرنا لازم ہے ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر جوڑ پر صدقہ ہے، کسی نے عرض کی یا نبی اللہ یہ کس کے بس کی بات ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں پڑے ہوئے تھوک کو دفن کر دینا صدقہ ہے راستہ سے رکاوٹ دور کرنا صدقہ ہے اور اگر یہ کرنے کا موقعہ نہ ملے تو دو رکعت ضحیٰ تمہیں کفایت کرے گی۔

صلاۃ الضحیٰ ان سب امور کی جگہ اس لئے کفایت کر جاتی ہے کہ نماز میں آدمی کے جملہ اعضاء مصروف ہوتے ہیں اور ضروری ہے کہ آدمی وہ امور بھی جو اس حدیث میں بیان کئے گئے ہیں کرنے کی کوشش کرے، اگر ان امور کا موقع نہ ملے تو صلاۃ الضحیٰ ان سب کو کافی ہو جائے گی، صلاۃ الضحیٰ دو رکعت سے بارہ رکعت تک پڑھی جا سکتی ہے، حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ چار رکعت پڑھنے کی تھی، صلاۃ الضحیٰ کی فضیلت میں اور اس کے اجر و ثواب کے بارے میں متعدد احادیث مروی ہیں یہاں تک کہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے کہا کہ صلاۃ الضحیٰ سے متعلق احادیث معنیً حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، اور قاضی ابو بکر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صلاۃ الضحیٰ گزشتہ انبیاء اور رسولوں کی نماز ہے۔

(مسلم بشرح النووی:۷/۸۲، دلیل الفالحین:۱/۲۵٦، مظاہر حق:۱/۸۵۲)

راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا ایمان کا حصہ ہے

۱۱۹۔ اَلثَّالِثُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ اَعْمَالُ اُمَّتِيْ حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُ فِيْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيْقِ وَوَجَدْتُ فِيْ مَسَاوِيْ اَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۱۹) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے اچھے برے اعمال پیش کئے گئے میں نے ان اعمال حسنہ میں راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینے کے عمل کو پایا اور برے اعمال میں پایا کہ مسجد میں ناک کا فضلہ پھینک دیا جائے اور اس کو دفن نہ کیا جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۱۹): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النھی عن البصاق فی المسجد فی الصلاۃ.

کلمات حدیث: یُمَاطُ، مَاطَ، یَمِیْطُ، مَیْطاً (باب ضرب) جدا ہونا، دور ہونا۔ اَمَاطَ: جدا کرنا، دور کرنا۔ اِمَاطَۃُ الأذی عن الطریق: راستے سے ایسی چیز ہٹا دینا جس سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ النُّخَاعَۃ: ریزش، ناک سے یا منہ سے خارج ہونے والا فضلہ۔

شرح حدیث: حضور اکرم ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کی امت کے اچھے برے اعمال پیش کئے گئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھے اعمال میں ایک یہ بات بھی تھی کہ کوئی شخص راستے میں سے ایسی چیز ہٹا دے جس سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، یعنی مؤمن کا یہ فرض ہے کہ ہر وہ کام کرے جس سے دوسرے مسلمان بھائیوں کا فائدہ ہو اور ان کو کسی بھی تکلیف کے پہنچنے سے حتی الوسع بچانے کی سعی کرے، ابن رسلان کہتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ سے سنا کہ جب کوئی اللہ کا بندہ راستے میں سے ایذاء رساں چیز کو دور کرے تو کلمہ طیبہ بھی پڑھ لے کہ اس طرح شعب ایمان میں ادنی درجہ اس کے اعلیٰ ترین درجے کے ساتھ جمع ہو جائے، یعنی کلمہ توحید میں اور مؤمن کے اقوال وافعال میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے اور قلب اور لسان باہم دگر ہو جائیں کہ یہ ایمان کی کامل صورت ہے۔ (دلیل الفالحین: ۲۵۸/۱)

تسبیحات کی پابندی کرنا

۱۲۰۔ اَلرَّابِعُ عَنْهُ اَنَّ نَاسًا قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْاُجُوْرِ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ اَمْوَالِهِمْ قَالَ: "اَوَلَيْسَ قَدْجَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَا، تَصَدَّقُوْنَ بِهٖ: اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَفِيْ بُضْعِ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اَيَاتِيْ اَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ وَيَكُوْنُ لَهٗ فِيْهَا اَجْرٌ؟ قَالَ: "اَرَاَيْتُمْ لَوْوَضَعَهَا فِيْ حَرَامٍ اَكَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ اِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهٗ اَجْرٌ: رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلدُّثُوْرُ" بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ: اَلْاَمْوَالُ وَاحِدُهَادَثْرٌ.

(۱۲۰) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مال دار سارا اجر وثواب لے گئے وہ بھی نماز پڑھتے ہیں اور ہم بھی نماز پڑھتے ہیں، وہ بھی روزے رکھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں اور اپنے زائد اموال صدقہ بھی کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ امور نہیں بنائے جن سے تم صدقہ کرو، ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے ہر تحمید صدقہ ہے ہر تہلیل صدقہ ہے نیکی کی بات بتلانا صدقہ ہے بری بات سے روکنا صدقہ ہے اور تمہاری شرمگاہ میں بھی صدقہ ہے، صحابۂ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم اپنی شہوت کی تکمیل کرتے ہیں کیا اس پر بھی ثواب ملتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے کہ اگر کوئی اسے حرام طریقے سے پورا کرے تو کیا اسے گناہ نہیں ہوگا، اسی طرح حلال طریقہ سے تکمیل شہوت میں اجر وثواب بھی ہوگا۔

دُثور: اموال، واحد، دَثر۔

تخریج حدیث (۱۲۰): صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان أنّ اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف.

کلمات حدیث: دثر : بہت مال جمع، دثور۔ وزر : گناہ، جمع، اوزار۔

شرح حدیث: صحابۂ کرام کی جماعت حضور اکرم ﷺ کے فیض صحبت سے ایسے مزکیٰ ہوگئے تھے کہ ان کا خیال دنیا کے بکھیڑوں سے ہٹ کر کلیتاً آخرت کی طرف ہوگیا تھا، وہ ہر وقت فکر آخرت میں لگے رہتے تھے اور آخرت کے بنانے اور سنوارنے کی سعی وکوشش میں مصروف رہتے تھے اور اعمال صالحہ کی جانب مسابقت کرتے اور ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کے لئے مسارعت کرتے، صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم کی جماعت میں بعض حضرات غنی بھی تھے اور ان کے پاس اللہ کا دیا ہوا مال وافر مقدار میں موجود تھا اور وہ اس میں سے گاہے بگاہے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے اور صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

اس صورت حال کے پیش نظر بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ آخرت کا سارا اجر وثواب تو مالدار لے گئے کیوں کہ نماز اور روزہ تو اگر ہم کرتے ہیں تو وہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ میں دل کھول کر حصہ لیتے ہیں اور ہم استطاعت نہ ہونے کی بناء پر ایسا نہیں کر سکتے۔

رسول کریم ﷺ حکیم تھے چنانچہ آپ ﷺ نے بڑا حکیمانہ جواب دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا یہ سمجھنا درست نہیں کہ مسارعت الی الخیرات اور مسابقت الی الاعمال الصالحہ کا میدان صرف مال ودولت ہے بلکہ یہ میدان تو بہت وسیع ہے تم جس قدر چاہو اور جتنا چاہو آگے بڑھتے چلے جاؤ، سبحان اللہ کہنا بھی صدقہ ہے اللہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا بھی صدقہ ہے، لا الہ الا اللہ کہنا بھی صدقہ ہے، اچھی بات بتلانا بھی صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا بھی صدقہ ہے۔

غرض اعمال صالحہ کا دائرہ مالی انفاق تک محدود نہیں ہے بے شمار نیکیاں ہیں جو شب وروز میں ایک مؤمن کر سکتا ہے اور یہ نیکیاں اجر وثواب میں بھی عظیم ہیں کہ الحمد للہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ والحمد للہ زمین وآسمان کی ساری فضاؤں کو بھر دیتے ہیں، سبحان اللہ العظیم کہنے سے جنت میں درخت اگ آتا ہے، اور لا الہ الا اللہ کہیں نہیں رکتا، یہاں تک کہ بارگاہ الٰہی میں پہنچ جاتا ہے۔

(دلیل الفالحین: ۱/۲۵۸، مؤطا امام مالك رحمه الله، مسند امام احمد بن حنبل رحمه الله، الجامع الترمذی، الحصن الحصین)

معمولی درجہ کی نیکی کی بھی قدر کریں

۱۲۱۔ اَلْخَامِسُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاتَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ (۱) رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۲۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی بھی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۲۱): صحیح مسلم، کتاب البر، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء۔

کلمات حدیث: طلیق، خوش رو۔ طَلُقَ، طُلُوْقَةً : (باب کرم) خوش رو ہونا، خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا۔

شرح حدیث: مؤمن کی ساری زندگی اللہ کی رضا کے حصول کے لئے گزرتی ہے اور اس کی ہر حرکت وعمل احکام الٰہی کے مطابق ہوتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے احکام انسان کی زندگی کے ہر ہر مرحلے کو محیط ہیں اس لئے مؤمن کی زندگی کا ہر عمل عبادت اور نیکی ہے اور ہر نیکی باعث اجر وثواب ہے اور اسی وجہ سے کوئی بھی نیکی چھوٹی یا حقیر نہیں ہے اور نہ اسے کم اور حقیر سمجھ کر چھوڑ دینا چاہئے بلکہ رغبت سے خلوص سے اور حسن نیت سے کر لینا چاہئے ہوسکتا ہے وہی نیکی رضائے الٰہی کا سبب بن جائے۔

چنانچہ مسلمان بھائی سے خندہ روئی کے ساتھ ملنا بھی نیکی ہے، کیوں کہ مسلمان کو خوش کرنا بھی نیکی ہے نیز خندہ روئی سے باہم ملاقات سے محبت بڑھتی ہے، رسول کریم ﷺ ان کافروں سے بھی جو اللہ کے اور رسول کے دشمن تھے ان سے بھی خندہ روئی سے ملاقات فرماتے تھے، حتیٰ کہ کوئی برا آدمی بھی آپ کے پاس آجاتا آپ اس سے بھی اسی طرح خندہ پیشانی سے پیش آتے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک شخص کو برا کہا کچھ دیر بعد وہی آدمی آپ ﷺ کے پاس آگیا تو آپ ﷺ اس کے ساتھ بشاشت کے ساتھ ملے۔ (مسلم بشرح النووی، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

* * * * * * * * * * * *

تین سو ساٹھ جوڑوں کا صدقہ

۱۲۲. اَلسَّادِسُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِيْنُ الرَّجُلَ عَلٰى دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَيْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّهٗ خُلِقَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ عَلٰى سِتِّيْنَ وَثَلَاثِمِائَةِ مَفْصِلٍ، فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَهَلَّلَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ شَوْكَةً اَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهٰى عَنْ مُنْكَرٍ عَدَدَ السِّتِّيْنَ وَالثَّلَاثِمِائَةِ فَاِنَّهٗ يُمْسِىْ يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهٗ عَنِ النَّارِ.

(۱۲۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوجاتا ہے، سو دو آدمیوں کے درمیان انصاف صدقہ ہے کسی کو سواری پر بٹھادینے یا اس پر اس کا سامان رکھوانے میں مدد دینا صدقہ ہے اچھی بات کہنا صدقہ ہے جو قدم بھی نماز کی طرف جاتے ہوئے اٹھتا ہے صدقہ ہے، راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹادینا صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی آدم میں سے ہر شخص کے تین سو ساٹھ اعضاء پیدا کئے گئے ہیں، پس جس نے اللہ اکبر کہا، الحمد للہ کہا، لا الہ الا اللہ کہا سبحان اللہ

کہااوراستغفر اللہ کہالوگوں کے راستے میں سے کوئی پتھر یا کانٹا یاہڈی ہٹائی، اچھی بات بتائی اور بری بات سے منع کیااوران کی گنتی تین سو ساٹھ ہوگئی اس روزاس کی شام اس حال میں ہوگی کہ وہ اپنے آپ کو جہنم سے دور کر چکا ہوگا۔

تخریج حدیث(۱۲۲): صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب فضل الاصلاح بین الناس و العدل بینھم . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف .

کلمات حدیث: تُعِیْنُ : تم مدد کرتے ہو۔ اَعَانَ، اِعَانَۃً (باب افعال) مدد کرنا۔ مَفْصِل : جوڑ، جمع مَفَاصِل . شَوْکَۃٌ : کانٹا۔ شَاکَ، شَوکاً (باب نصر) کانٹا چبھنا۔ زَحْزَحَ : ہٹ گیا، دور گیا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے انسان پر انعام واکرام فرمایا ہے اور اپنی بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے، ہر صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے اور انسان سلامتی صحت اور عافیت کے ساتھ اس دن کا آغاز کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرتا رہے کہ ہر انسان پر منعم کے احسان کا شکر ادا کرنا فرض ہے انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے اس کے تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر جوڑ پر صدقہ ہے، دو آدمیوں کے درمیان انصاف کر دینا صدقہ ہے، اور ان کے درمیان صلح وآشتی پیدا کر دینا صدقہ ہے، کسی کی مدد کرنا یا اس کے کسی کام آنا صدقہ ہے خواہ کسی کو سواری پر بیٹھنے میں مدد دے یا اس کا سامان اٹھوا دے، کوئی اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے نماز کے لئے مسجد چل کر جانے میں ہر قدم اٹھانا صدقہ ہے اور صبح وشام تک یہ سارے اعمال کر لینا اپنے آپ کو جہنم سے دور کر لینا ہے۔

(دلیل الفالحین:۱/۲۵۹، صحیح مسلم بشرح النووی)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمان نوازی

۱۲۳ . اَلسَّابِعُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْرَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ فِي الْجَنَّةِ نُزُلاً كُلَّمَا غَدَا اَوْرَاحَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلنُّزُلُ " اَلْقُوْتُ وَالرِّزْقُ وَمَايُهَيَّأُ لِلضَّيْفِ .

(۱۲۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح وشام مسجد جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر صبح وشام مہمانی تیار فرماتے ہیں (متفق علیہ)

نزل، کھانا پینا اور وہ اشیاء جو ایک مہمان کے لئے تیار کی جاتی ہیں۔

تخریج حدیث(۱۲۳): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل من غدا الی المسجد و من راح . صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاۃ تمحی بہ الخطایا .

کلمات حدیث: غَدَا : صبح کو روانہ ہوا۔ الغدوۃ : صبح کا وقت۔ رَاحَ : شام کو واپس آیا۔ رَاحَ رَوْحاً (باب نصر) شام کے وقت آنا۔

شرح حدیث: مؤمن صبح یا شام جتنی دفعہ اور جس وقت مسجد میں آتا ہے نماز کے لئے تلاوت کے لئے یا نیت اعتکاف کے ساتھ، اللہ تعالیٰ اس کو ایک معزز مہمان کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہر مرتبہ اس کے لئے سامان ضیافت کی تیاری فرماتے ہیں، یعنی اسے اجر وثواب دیتے ہیں اور جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرماتے ہیں اور فرشتوں کو اس کی تکریم کا حکم دیتے ہیں۔

(فتح الباری :۱/۵۲۸، شرح مسلم للنووی :۵/۱٤٤، معارف الحدیث:۳/۱۷۳)

---

۱۲۴. اَلثَّامِنُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"يَانِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ لَاتَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَالَ الْجَوْهَرِيُّ : اَلْفِرْسَنُ مِنَ الْبَعِيْرِ كَالْحَافِرِمِنَ الدَّابَةِ قَالَ وَرُبَّمَا اسْتُعِيْرَ فِي الشَّاةِ.

(۱۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے مسلم عورتو! کوئی عورت اپنی ہمسایہ عورت کو بکری کے کھر کا ہدیہ بھیجنے کو بھی معمولی نہ سمجھے۔ (متفق علیہ)

جوہری کہتے ہیں کہ فرسن اونٹ کا کھر اور حافر مویشی کا کھر، اور بعض اوقات بکری کے کھر کے لیے فرسن کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔

تخریج حدیث (۱۲۴): صحیح البخاری، کتاب الھبة، کتاب الادب، باب لاتحقرن جارة جارتها. صحیح مسلم، کتاب الزکوٰة، باب الحث علی الصدقة ولوبالقلیل.

کلمات حدیث: جَارَة : پڑوسن، ہمسایہ عورت، اَلْجَار : پڑوسی، ہمسایہ، مُجَاوَرَة (باب مفاعلہ) پڑوس میں رہنا، ہمسائیگی اختیار کرنا، فِرْسَن : اونٹ کا کُھر، کبھی بکری کے لئے بھی فرسن کا لفظ استعمال ہوتا ہے یعنی بکری کا کُھر۔

شرح حدیث: اسلام نے اسلامی اخوت اور برادری کو تقویت دی ہے اور مسلمان کو مسلمان کا بھائی قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو آپس میں مودت اخلاص ومحبت اور حسن سلوک کے ساتھ زندگی گزارنے کی تلقین فرمائی ہے، چنانچہ اس حدیث میں فرمایا گیا کہ اگر کوئی عورت اپنی ہمسایہ عورت کے یہاں بکری کا کھر بھی ہدیہ بھجوادے تو وہ عورت اس ہدیہ کو بھی حقیر نہ سمجھے، اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے بطور خاص اس لئے مخاطب فرمایا کہ پڑوس میں رہنے والی عورتوں کے آپس کے سلوک کا اثر ان کے مردوں پر بھی پڑتا ہے اگر ہمسایہ عورتیں حسن سلوک اور باہمی مودت ومحبت کے ساتھ رہ رہی ہوں تو ان کے مرد بھی آپس میں اسی طرح رہیں گے اور اگر عورتوں کے مابین دوری پیدا ہوئی تو اس کا اثر مردوں پر بھی پڑے گا۔ (فتح الباری :۳/۱۸٤، دلیل الفالحین:۱/۲٦۳)

ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں

۱۲۵. اَلتَّاسِعُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ اَوْبِضْعٌ وَسِتُّوْنَ، شُعْبَةً : فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِيْمَانِ" مُتَّفَقٌ

عَلَيْهِ .

"اَلْبِضْعُ" مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلٰى تِسْعَةٍ بِكَسْرِ الْبَآءِ وَقَدْ تُفْتَحُ . "وَالشُّعْبَةُ" : الْقِطْعَةُ .

(۱۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کے ستر سے زائد یا ساٹھ سے زائد شعبہ ہیں، ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور ان میں سب سے کمتر راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ (متفق علیہ)

بضع کا لفظ تین سے نو تک کے عدد کے لئے آتا ہے، شعبہ کے معنی درجہ اور حصہ کے ہیں۔

تخریج حدیث (۱۲۵): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب شعب الایمان .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ ایمان کے ستر سے زائد یا ساٹھ سے زائد شعبے ہیں یعنی کثیر شعبے ہیں اور یہ عدد محض کثرت کے بیان کرنے کے لئے ہے کیوں کہ ایمان کے شعبوں سے وہ تمام اعمال واخلاق اور احوال ظاہری اور باطنی مراد ہیں جو ایمان کے نتیجے اور اس کے ثمرہ کے طور پر ظہور پذیر ہوتے ہیں بالفاظ دیگر جملہ اعمال صالحہ تمام افعال خیر سارے اقوال حسنہ اور وہ تمام احوال جو ایمان سے ابھرے ہوں اور اس کے ثمرات کے طور پر ظاہر ہوئے سب ایمان کے شعبے ہیں البتہ ان کے مراتب مختلف ہیں۔

ان میں سب سے اعلیٰ اور سب سے عظیم شعبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے یعنی اللہ کی توحید کا اقرار ہے اور سب سے ادنیٰ درجہ راستے میں پڑی ہوئی کسی چیز کو ہٹا دینا جس سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، ان دونوں کے درمیان جس قدر بھی امور خیر کا تصور کیا جاسکتا ہے وہ سب کے سب ایمان کے شعبے اور اس کی شاخیں ہیں خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔

اس کے بعد خاص طور پر فرمایا کہ حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے کیوں کہ انسانی اخلاق میں حیا کا مقام بہت بلند ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حیا وہ خصلت ہے جس کی وجہ سے آدمی بہت سے گناہوں برائیوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچ جاتا ہے، اور سب سے زیادہ حیا تو بندے کو اللہ سے کرنی چاہئے جو ہر وقت سارے اعمال کو دیکھ رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ شخص بہت ہی بے حیا ہے جو اپنے خالق اور مالک سے نہ شرمائے اور جسے اپنے مالک کی نافرمانی میں حجاب محسوس نہ ہو، اگر آدمی میں خلق حیا پوری طرح موجود ہو تو نہ صرف یہ کہ اس کی زندگی انسانوں کے درمیان صاف ستھری اور پاکیزہ ہوگی بلکہ وہ اللہ سبحانہ کی نافرمانیوں سے بھی محفوظ ہو جائے گا، جامع ترمذی میں روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

" اِسْتَحْيُوا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قَالُوْا اِذَا نَسْتَحْيِي وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَقَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ الْاِسْتِحْيَاءَ مِنَ اللّٰهِ حق الحياء أن تحفظ الرأس وما حوىٰ والبطن وما وعىٰ وتذكر الموت والبلىٰ فمن فعل ذلك فقد استحيا من الله حَقَّ الْحَيَاءِ ."

(اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے حیا کرنی چاہئے، مخاطبین نے عرض کی الحمد للہ ہم اللہ سے حیا کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا

یہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا یہ حق ہے کہ سر اور سر میں جو افکار و خیالات ہیں ان سب کی نگہداشت کرو اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہوا ہے اس سب کی نگرانی کرو (یعنی برے خیالات سے دماغ کی اور حرام ناجائز غذا سے پیٹ کی حفاظت کرو) اور موت اور موت کے بعد قبر میں تمہاری جو حالت ہونی ہے اس کو یاد رکھو جس نے یہ سب کچھ کیا سمجھو کہ اللہ سے حیا کرنے کا اس نے حق ادا کیا۔

(شرح مسلم للنووی، دلیل الفالحین: ۱/ ۲٦٤، معارف الحدیث: ۱/ ۸۸)

ایک کتے کو پانی پلانے کی برکت سے دخول جنت

۱۲٦۔ اَلْعَاشِرُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ : لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ قَدْ بَلَغَ مِنِّيْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَاَ خُفَّهٗ مَآءً ثُمَّ اَمْسَكَهٗ بِفِيْهِ حَتّٰى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟ فَقَالَ : فِيْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ فَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ "وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا : بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيْفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ اِذْرَاَتْهُ بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَاسْتَقَتْ لَهٗ بِهٖ فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهٖ .

"اَلْمُوْقُ" : اَلْخُفُّ "وَيُطِيْفُ" يَدُوْرُ حَوْلَ "رَكِيَّةٍ" وَهِيَ الْبِئْرُ .

(۱۲٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص کسی راہ گزر سے گزر رہا تھا کہ اسے پیاس کی شدت کا احساس ہوا، اسے کنواں مل گیا وہ اس میں اترا پانی پیا اور باہر آ گیا، دیکھتا کیا ہے کہ ایک کتا سخت پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالے ہوئے ہے اور گیلی مٹی کھا رہا ہے، اس شخص نے اپنے دل میں کہا کہ اس کتے کی پیاس سے وہی حالت ہو رہی ہے جو میری ہو رہی تھی وہ دوبارہ کنوئیں میں اترا اپنے جوتے میں پانی بھرا اسے منہ سے پکڑا اور اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی قدر افزائی فرماتے ہوئے اس کی مغفرت فرما دی، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمیں جانوروں سے بھی ہمدردی کا اجر ملے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ذی حیات شئے سے ہمدردی پر اجر ہے۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کو قبول فرمایا اس کی مغفرت کی اور اس کو جنت میں داخل کیا اور بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ کتا کنوئیں کے اردگرد گھوم رہا تھا قریب تھا کہ پیاس سے ہلاک ہو جاتا کہ بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کی اس پر نظر پڑی اس نے اپنا موزہ اتارا اس کے ساتھ پانی کھینچا اور اس کو پلا دیا، اسی عمل پر اس کی مغفرت ہوگئی۔

مُوْق، خف، موزہ۔ يُطِيْفُ : اردگرد گھوم رہا تھا۔ رَكِيَّةٌ : کنواں۔

تخریج حدیث(۱۲۶): صحیح البخاری، کتاب الشرب، باب فضائل سقی الماء . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب فضل سقی البهائم .

کلمات حدیث: موق : موٹا موزہ جو باریک موزہ پر پہنا جائے، جمع امواق . لهث الکلب : کتے نے ہانپتے ہوئے زبان باہر نکالی۔ لَهِثَ ، لهثًا (باب سمع) لَهثان : پیاسا۔ مؤنث لَهثی ، لِهَاث : پیاس کی جلن اور شدت۔ لهثة : تھکن اور پیاس۔ ثَرِیَ : تری۔ ثراء : نمناک مٹی۔ ثری، ثری (باب سمع) خشک ہونے کے بعد تر اور نرم ہونا۔ رکیَّه : پانی والا کنواں، جمع رکایا . رکا رکواً (باب نصر) حوض بنانا۔ رَکوة : چھوٹی دونگی۔ رِکوة : چھاگل، جمع رکوات.

شرح حدیث: اللہ سبحانہ، رحمٰن و رحیم ہیں اور ان کی رحمت ساری کائنات پر محیط ہے، صفت رحم انسان میں بھی مطلوب ہے اور انسان کی صفات حمیدہ میں سے ایک بہت ہی اعلیٰ صفت ہے، نبی کریم ﷺ کو اللہ سبحانہ نے قرآن کریم میں رحمۃ للعالمین فرمایا ہے اور اہل ایمان کو آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے جس کا مقتضا یہ ہے کہ اہل ایمان اس وصف سے متصف ہوں اور ان میں رحمت کا وصف غالب اور نمایاں ہو ۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد اور نوع بہ نوع طریقوں سے امت کی اخلاقی تربیت فرمائی ہے چنانچہ اس حدیث میں ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ اس نے پیاسے کتے کو پانی دیا تھا، کیوں کہ وہ خود پیاسا تھا اس لئے اس نے اس کتے کی پیاس کی شدت کو محسوس کیا اور اسے زحمت اٹھا کر پانی پلایا اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ مبنی بر اخلاص عمل پسند آیا اور اس کی مغفرت فرمادی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فعل خیر خواہ کتنا ہی چھوٹا اور معمولی ہو اگر وہ اخلاص سے اور حسن نیت سے کیا جائے تو اللہ تعالیٰ تھوڑے سے عمل پر بہت بڑی جزا دینے والے ہیں اور ان کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں وہ جس کو چاہیں اور جب چاہیں نواز دیں، اس لئے مؤمن کو ہر وقت اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ کار خیر میں مصروف رہنا چاہئے کہ معلوم نہیں کس وقت کوئی سعادت کی گھڑی ہو اور وہ اس سے ہمکنار ہو جائے۔ (فتح الباری : ۱/ ۲۰ ، دلیل الفالحین: ۱/ ۲٦٧)

راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کی برکت

١٢٧ . اَلْحَادِیْ عَشَرَ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَقَدْ رَاَیْتُ رَجُلاً یَتَقَلَّبُ فِی الْجَنَّةِ فِیْ شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِیْقِ کَانَتْ تُؤْذِی الْمُسْلِمِیْنَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَفِیْ رِوَایَةٍ. مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلٰی ظَهْرِ طَرِیْقٍ فَقَالَ : وَاللّٰهِ لَاُنَحِّیَنَّ هٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ لَایُؤْذِیْهُمْ فَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ " وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهُمَا : بَیْنَمَا رَجُلٌ یَّمْشِیْ بِطَرِیْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْکٍ عَلَی الطَّرِیْقِ فَاَخَّرَهٗ فَشَکَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ "

(١٢٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں پھرتے ہوئے دیکھا، اس نے راستہ میں سے ایک درخت کو کاٹ دیا تھا جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچی تھی۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص راستہ میں سے ایک درخت کی شاخ لے کر گزر رہا تھا اس نے کہا کہ اللہ کی قسم میں اسکے

ضرر سے مسلمانوں کو دور رکھوں گا، تاکہ اس سے کسی کو تکلیف نہ ہو، اس عمل پر وہ جنت میں گیا۔

اور صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے کہ کوئی شخص کسی راستے سے گزر رہا تھا اس نے راستے میں ایک خاردار درخت کی ٹہنی پڑی دیکھی، اس نے اسے راستے سے ہٹا دیا اللہ نے اس کا یہ عمل قبول فرمایا اور اس کی مغفرت ہوگئی۔

تخریج حدیث(۱۲۷): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل تهجير الى الظهر . صحيح مسلم، كتاب البر، باب فضل ازالة الاذى عن الطريق .

کلمات حدیث: غُصن : شاخ۔ جمع اَغْصَان . لَا نَحِّيَنَّ : میں ضرور ہٹادوں گا۔ نَحَا، يَنْحُوا، نَحْواً : قصد کرنا، اَنْحٰی، اِنْحَاء (باب افعال) کسی جانب جھکنا۔ نَحَا، يَنْحِيْ، نَحْيًا (باب ضرب) ایک گوشہ میں کرنا۔

شرح حدیث: مسلم کی شان یہ ہے کہ اس کے ہاتھ یا اس کی زبان سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے، مسلم سراپا خیر ہے وہ جہاں سے گزرتا ہے اس کے وجود سے ہر جگہ خیر عام ہو جاتی ہے، اسی وجہ سے وہ یہ نہیں چاہتا کہ اس کے وجود سے کسی کو تکلیف پہنچے، یہاں تک کہ وہ یہ بھی نہیں پسند کرتا کہ کسی کو کسی ایسی بات سے تکلیف پہنچے جس میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے، اسی وجہ سے راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کو ایمان کا ایک شعبہ کہا گیا ہے۔

اس حدیث مبارک میں بھی اسی عمل خیر کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جنت میں ادھر سے ادھر آ جا رہا ہے، اس کا عمل یہ تھا کہ مسلمان کی گزرگاہ میں ایک درخت تھا جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی تھی اس نے اسے کاٹ دیا تھا۔ (فتح الباري : ١/٢٤٥، دليل الفالحين: ١/٢٦٧)

مسجد میں لوگوں کو ایذاء دینے سے بچنا

۱۲۸ . اَلثَّانِيَ عَشَرَ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَهٗ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۲۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور پھر نماز جمعہ کے لئے مسجد میں آیا خطبہ سنا اور خاموش رہا تو اس کی اس جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیان مغفرت ہو جائے گی بلکہ تین دن اور زیادہ بھی، اور جس نے کنکری کو چھوا اس نے فضول کام کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۲۸): صحيح مسلم، كتاب الجمعة باب فضل من استمع وانصت فى الخطبة .

کلمات حدیث: الحصى : کنکری، جمع حصيات . حَصَى، حصيا (باب ضرب) کنکری مارنا۔

شرح حدیث: شب و روز کی نماز پنجگانہ اور سنن و نوافل کے علاوہ چند نمازیں اور ہیں جو صرف اجتماعی طور پر ہی ادا کی جاتی ہیں یہ

نمازیں اپنی مخصوص نوعیت اور امتیازی شان کی بنا پر گویا شعائر اسلام ہیں، یہ نمازیں ہیں عیدین اور جمعہ، اور جمعہ کی فضیلتیں اور اس کا اجر وثواب بہت زیادہ اور اسلامی شریعت میں اس کی اہمیت بے حد عظیم ہے، اور اس میں شرکت اور حاضری کی سخت تاکید کی گئی ہے اور نماز سے پہلے غسل کرنے اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہننے اور میسر ہو تو خوشبو لگانے کی ترغیب بلکہ ایک درجے میں تاکید کی گئی تاکہ مسلمانوں کا یہ مقدس اجتماع توجہ الی اللہ اور ذکر و دعا کی باطنی اور روحانی برکات کے علاوہ ظاہری حیثیت سے بھی پاکیزہ ہو کہ مجمع ملائکہ سے مشابہت اور مناسبت قائم ہو۔

اس حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ جس نے خوب اچھی طرح وضو کیا یعنی وضو کے جملہ آداب وسنن کی رعایت ملحوظ رکھی پھر وہ مسجد میں آیا اور سکوت کے ساتھ اور دلجمعی اور توجہ کے ساتھ خطبۂ جمعہ سنا تو اس کے تمام گناہ اس وقت سے لے کر اگلے جمعہ کو اسی وقت تک کے جو پورے سات دن ہوئے معاف کردیئے جائیں گے اور اصول یہ ہے کہ حسنات کا اجر وثواب دس گناہ ہوتا ہے تو اس میں مزید تین دن کا اضافہ کرکے دس دن پورے کردیئے جائیں گے نماز جمعہ کی ادائیگی کے دوران آداب مسجد کا نماز کا اور جمعہ کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے اور جمعہ کا خطبہ خاموشی اور توجہ کے ساتھ سننا ضروری ہے اور اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ آدمی خطبہ کے دوران بات کرے، حتی کہ اگر کسی کو خاموش ہوجانے کے لئے کہا تو یہ بھی ایک فضول حرکت کی، اسی طرح کنکریاں ہٹانا یا ادھر ادھر کرنا بھی ایک فضول حرکت ہے۔

زمانۂ نبوت میں مسجد نبوی ﷺ میں فرش پر کنکریاں بچھادی گئی تھیں، منع فرمایا کہ ان کنکریوں کو بھی ادھر ادھر کرنا لغو حرکت ہے بلکہ لازم ہے کہ آدمی خطبہ خشوع وخضوع کے ساتھ سنے اور اس کی تمام تر توجہ جمعہ کی نماز اور اس کے ارکان کی طرف ہو اور کسی اور طرف توجہ نہ ہو۔

(دلیل الفالحین :١/٢٦٩، الجامع الترمذی:٣/٥٦، صحیح مسلم بشرح النووی کتاب الجمعة، معارف الحدیث:٣/٢٢٧)

وضو کی برکت سے گناہوں کی مغفرت

١٢٩. اَلثَّالِثَ عَشَرَ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، اَوِالْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنِهٖ مَعَ الْمَآءِ، اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ، فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَآءِ، اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ.

فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَآءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١٢٩) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عبد مسلم یا بندۂ مؤمن جب وضو کرتا ہے اپنا منہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ وہ گناہ اس کے چہرے سے دھل جاتے ہیں جو اس کی بری نظر سے سرزد ہوئے، یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اس کے وہ گناہ اس کے ہاتھوں سے دھل جاتے ہیں جو اس کے ہاتھ کے پکڑنے سے سرزد ہوئے یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے وہ گناہ دھل جاتے

ہیں جن کی طرف اس کے پاؤں چل کر گئے ہوں یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۲۹): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء .

کلمات حدیث: بَطَشَتهَا، بَطَش، بَطْشًا (باب نصر) پکڑنا۔ نقيا : صاف ستھرا، جمع اَنقِيَاء . نَقِيَ، يَنقِيَ، نِقَاوَةً (باب سمع) صاف ستھرا ہونا۔

شرح حدیث: اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی حیثیت صرف یہی نہیں ہے کہ نماز تلاوت اور طواف جیسی عبادات کے لئے لازمی ہے بلکہ طہارت بجائے خود مطلوب ہے اور دین کا ایک اہم شعبہ ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلتَّوَّٰبِينَ وَيُحِبُّ ٱلْمُتَطَهِّرِينَ ﴾ (البقرة: ٢٢٢) اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب پاک وصاف رہنے والے بندوں سے محبت رکھتا ہے) رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: " الطهور شطر الايمان " یعنی طہارت و پاکیزگی اسلام کا ایک حکم ہی نہیں بلکہ دین و ایمان کا ایک جزو ہے۔

حدیث مبارک میں بیان ہوا کہ جب بندۂ مؤمن وضو کرتا ہے اور اپنا منہ دھوتا ہے تو سارے گناہ ڈھل جاتے ہیں اور پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں، جب ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں سے کئے ہوئے گناہ ڈھل جاتے ہیں اور پیر دھوتا ہے تو پیروں کے گناہ ڈھل جاتے ہیں اور مؤمن گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

نیک اعمال کی تاثیر ہی یہ ہے کہ ان سے گناہ محو ہو جاتے اور خطائیں درگزر کر دی جاتی ہیں، خود قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ﴾ (نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی اور ان کو مٹا دیتی ہیں) وضو اور نیک اعمال سے گناہوں کے محو ہو جانے اور خطاؤں کے معاف ہونے کی اس حدیث میں ایک شرط بھی بیان کی گئی وہ یہ کہ آدمی کبیرہ گناہوں سے مجتنب رہے، اسی وجہ سے اہل السنّت اس امر کے قائل ہیں کہ اعمال حسنہ سے صرف صغائر ہی کی تطہیر ہوتی ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿ إِن تَجْتَنِبُوا۟ كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ ﴾ (النساء) اگر تم ان کبائر سے مجتنب رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری برائیاں مٹا دیں گے۔

(صحيح مسلم كتاب الطهارة بشرح النووى: ١/ ١٢٥، فتح البارى: ١/ ٢٠٩، معارف الحديث: ٣/ ٣٩)

پانچ وقت نمازیں اور جمعہ کفارۂ سیئات کا ذریعہ ہیں

١٣٠ . اَلرَّابِعَ عَشَرَ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ، وَ رَمَضَانُ اِلىٰ رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَآئِرُ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٣٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اور

رمضان اگلے رمضان تک گناہوں کواس عرصے میں معاف کردینے والے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۳۰): صحیح مسلم، کتاب الطھارة، باب الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة ورمضان الی رمضان مکفرات.

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازیں، جمعہ کی نماز اور رمضان المبارک گناہوں کو محو کردینے والے ہیں، اوران سے ان کے درمیان آنے والے وقفوں میں کیے گئے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، حافظ ولی الدین عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ جو گناہ محو کیے جائیں گے وہ صغیرہ گناہ ہوں گے اور القرطبی فرماتے ہیں کہ شان رحمت سے کیا بعید ہے کہ کسی بندے کے صغائر کے ساتھ کبیرہ گناہ بھی معاف ہوجائیں اوراس کا اخلاص اور حسن نیت اور آداب کی رعایت اور توجہ الی اللہ اس درجہ کا ہو کہ شان کریمی مائل بکرم ہوجائے: ﴿ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ﴾ بہرحال جمہور علماء کا مذہب ظاہر حدیث کے مطابق ہے اوراسی پر اجماع ہے کہ اعمال صالحہ سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، اور کبیرہ گناہ کے لئے توبہ ضروری ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱/ ۲۷۰)

---

۱۳۱. اَلْخَامِسَ عَشَرَ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَايَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۳۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتادوں جس سے اللہ گناہوں کو معاف فرمادے اور درجات کو بلند فرمادے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی ضرور یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا ناگواری کے باوجود خوب اچھی طرح پورا وضو کرنا مسجدوں کی طرف زیادہ آمد ورفت رکھنا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، تمہارا رباط یہی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۳۱): صحیح مسلم، کتاب الطھارة، باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ .

کلمات حدیث: اَدُلُّكُمْ، دَلَّ، دَلَالَةً: راستہ دکھانا، بتانا۔ اَلدَّلِيْلُ: ہر وہ بات جس سے راہنمائی ملے، جمع دلائل۔ رِبَاط: جس سے کسی چیز کو باندھا جائے۔ قلعہ یا وہ جگہ جہاں لشکر سرحد کی حفاظت کے لئے قیام کرے۔ فقراء کے لئے وقف مکان۔

شرح حدیث: اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان کو تین اعمال کی رغبت دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ ان اعمال سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ پہلا عمل یہ ہے کہ وضو خوب اچھی طرح اس کے تمام آداب کے ساتھ کیا جائے اور زحمت ومشقت کے باوجود کہ سخت سردی ہو یا کسی دور جگہ سے پانی لانا پڑے خوب اچھی طرح وضو کیا جائے، یہ وضو ایسا محبوب عمل ہے

جس سے بندے کو گناہوں سے پاک وصاف کر دیا جاتا ہے اور اس کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں، دوسرا عمل مسجد کی طرف اٹھنے والے قدموں کا زیادہ ہونا یعنی بندۂ مؤمن نماز کے لئے بار بار مسجد کی طرف جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جس کا مکان مسجد سے جتنے زیادہ فاصلہ پر ہوگا اس کا حصہ اس سعادت میں اسی حساب سے زیادہ ہوگا، اور تیسرا عمل ہے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا منتظر رہنا اور یہ حال اسی بندۂ مؤمن کا ہوگا جس کے دل کو نماز سے سکون ملتا ہوگا اور رسول کریم ﷺ کی ''قرۃ عینی فی الصلوٰۃ'' کی کیفیت سے کوئی ادنی سا حصہ اسے ملا ہوگا۔

آپ ﷺ نے فرمایا یہی رباط ہے، یعنی جس طرح دشمن کے حملے سے دفاع کے لئے مجاہدین سرحدی چوکی پر بیٹھ کر دشمن پر نظر رکھتے ہیں، اسی طرح یہ تینوں اعمال نفس اور شیطان کے حملوں سے حفاظت کی مضبوط چوکیاں ہیں، جو شخص ان تین اعمال کا اہتمام کرے گا وہ شیطانی حملوں سے اپنے ایمان کی حفاظت کرے گا اور اس کے ہر حملے سے محفوظ ہو جائے گا۔

(دلیل الفالحین: ۱/ ۲۷۲، معارف الحدیث: ۳/ ۴۱)

فجر و عصر کی نماز کی پابندی

۱۳۲. اَلسَّادِسَ عَشَرَ عَنْ اَبِی مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلْبَرْدَانِ" : الصُّبْحُ وَالْعَصْرُ.

(۱۳۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو دو ٹھنڈی نمازیں پڑھتا ہے جنت میں داخل ہوگا۔ (متفق علیہ)

بَردان، صبح اور عصر۔

تخریج حدیث(۱۳۲): صحيح البخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب فضل صلاة الفجر . صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما .

کلمات حدیث: اَلْبَرْدَيْن، بَرْدَ بُرُوْدَة (باب کرم) سرد ہونا۔ اَلْاَبْرَدَان : صبح وشام۔

شرح حدیث: البردین سے صلاۃ الفجر اور صلاۃ العصر مراد ہیں، جیسا کہ خود حدیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے اور ایک اور روایت میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں: " صلاة قبل طلوع الشمس وقبل غروبها " (طلوع اور غروب سے پہلے کی نمازیں) خطابی کہتے ہیں کہ نماز فجر اور نماز عصر کو بردین اس لئے کہا گیا ہے کہ دونوں نمازیں دن کے ٹھنڈے اوقات میں ادا کی جاتی ہیں، ان دو نمازوں کی تخصیص کی وجہ بیان کرتے ہوئے بزار نے کہا ہے کہ اول اسلام میں یہی دو نمازیں فرض تھیں اور پانچ وقت کی نمازیں فرض نہیں ہوئی تھیں، جبکہ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فجر اور عصر کی نمازوں کا اہتمام بہ نسبت دوسری نمازوں کے قدرے دشوار ہے کہ صبح کا وقت آرام

کا ہے اور شام کا وقت کاروباری مصروفیات کا، اگر کوئی شخص ان کا اہتمام کرتا ہے تو وہ یقیناً تمام نمازوں کا اہتمام کرنے والا ہوگا، کہ ان نمازوں کا اہتمام خلوص عمل اور عدم کسل پر دلالت کرتا ہے۔ (فتح الباری: ۱/ ۴۸۹، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۷۲)

بیماری کے زمانہ میں صحت کے زمانہ کے اعمال کا ثواب

۱۳۳۔ اَلسَّابِعَ عَشَرَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَه، مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۳۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کا ثواب اسی طرح لکھا جاتا ہے جیسا کہ وہ صحت کی حالت میں یا وطن میں مقیم ہونے کی حالت میں کرتا تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۳۳): صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب یکتب للمسافر .

شرح حدیث: اللہ کا بندہ جو اللہ کی عبادت میں مشغول رہتا ہو لیکن کسی مرض یا سفر کی بنا پر کسی وقت ان نفلی اعمال کو انجام نہ دے سکے تو اس کو اسی طرح اجر وثواب ملے گا جس طرح وہ اپنے زمانۂ صحت اور اقامت میں انجام دیتا ہو، ان اعمال سے نفلی اعمال مراد ہیں، جس کی تصریح متعدد احادیث میں موجود ہے، چنانچہ ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: "اِذَا كَانَ الْعَبْدُ يَعْمَلُ عَمَلاً صَالِحًا فَشَغَلَه، عَنْ ذٰلِكَ مَرَضٌ أَوْ سَفَرٌ كُتِبَ لَه، كَصَالِحِ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ مُقِيْمٌ" (اگر بندہ کوئی عمل کرتا ہو اور مرض یا سفر کی بناء پر نہ کر سکے، تو اس کا یہ عمل اسی طرح اس کے اعمال میں لکھا جائے گا جیسا کہ وہ صحیح اور مقیم ہوئے کے زمانے میں کرتا تھا) امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ "مَا مِنِ امْرِیءٍ يَكُوْنُ له صَلَاةٌ مِنَ اللَّيْلِ يَغْلِبُه، عَلَيْهَا نَوْمٌ او وَجْعٌ اِلَّا كُتِبَ لَه، أَجْرُ صَلَاتِهٖ وَكَانَ نَوْمُه، عَلَيْهِ صَدَقَةٌ" (اگر کسی شخص کا رات کی نماز کا معمول ہے اور کسی رات اس پر نیند کا یا بیماری کا غلبہ ہو تو اس کی نماز کا وہی اجر لکھ دیا جائے گا اور نیند اس پر صدقہ ہوگی) (فتح الباری: ۲/ ۱۹۶، عمدۃ القاری: ۱۴/ ۳۴۰، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۷۳)

۱۳۴۔ اَلثَّامِنَ عَشَرَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

(۱۳۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر اچھا کام صدقہ ہے۔ (بخاری) مسلم نے اس حدیث کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث (۱۳۴): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب کل معروف صدقة . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰة، باب ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع عن المعروف .

شرح حدیث: ابن بطال کہتے ہیں کہ اس حدیث کی دلالت یہ ہے کہ خیر کی ہر بات اور نیکی کا ہر کام معروف ہے، چنانچہ متعدد احادیث میں مختلف امور کو صدقہ کہا گیا ہے، کہ کسی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے اور حتیٰ کہ یہ خیال رکھنا کہ کسی کو مجھ سے تکلیف نہ پہنچے اور لوگ میرے شر سے محفوظ رہیں یہ بھی صدقہ ہے۔

امام راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دراصل معروف ہر وہ عمل ہے جس کی خوبی شریعت اور عقل دونوں سے ثابت ہو، اِقتِصَاد بھی معروف ہے کیوں کہ شریعت نے اسراف سے منع کیا ہے۔ (فتح الباری :۳/۱۸٤، دلیل الفالحین: ۱/۲۷۳)

****

درخت لگانے کا اجر وثواب

۱۳۵۔ اَلتَّاسِعَ عَشَرَ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَامِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اِلَّا كَانَ مَا اُكِلَ مِنْهُ لَهٗ صَدَقَةً، وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهٗ صَدَقَةً، وَلَا يَرْزَؤُهٗ اَحَدٌ اِلَّا كَانَ لَهٗ صَدَقَةً "رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ، : فَلَا يَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا فَيَاْكُلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَلَادَآبَّةٌ وَلَاطَيْرٌ اِلَّا كَانَ لَهٗ صَدَقَةً اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ: لَايَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا وَلَايَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاْكُلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَلَادَآبَّةٌ وَّلَاشَيْءٌ اِلَّا كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةٌ" وَرَوَيَاهُ جَمِيْعًا مِنْ رِوَايَةِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.
قَوْلُهٗ "يَرْزَؤُهٗ" اَيْ يَنْقُصُهٗ.

(۱۳۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان درخت لگاتا ہے اور اس کا پھل کھایا جاتا ہے وہ صدقہ ہے اور جو اس سے پھل چوری ہو جائے وہ بھی صدقہ ہے اور جو اس میں کمی واقع ہو جائے وہ صدقہ ہے۔ (مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جو درخت لگاتا ہے اس سے انسان چوپائے اور پرندے کھا جائیں تو قیامت تک کے لئے اس کے لئے صدقہ ہے۔

تخریج حدیث(۱۳۵): صحیح البخاری، کتاب الحرث والمزارعة، باب فضل الزرع والغرس ۔ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب فضل الغرس والزراع ۔

کلمات حدیث: یَغْرِسُ، غَرَسَ، غَرْساً (باب ضرب) درخت لگانا۔ غِراس : پودا، پودا لگانے کا وقت۔ یَرْزَؤُہٗ، رَزَأَ، رَزْأً: کم ہونا، کم کرنا (باب فتح) رَزِیَّه : مصیبت جمع رزایا۔ یَزْرَعُ، زَرَعَ، زَرْعاً (باب فتح) زمین میں بیج بونا۔

شرح حدیث: اسلام سراپا سلامتی اور خیر ہی خیر ہے، یہ سلامتی اور خیر تمام انسانوں کے لئے ہے جانوروں کے لئے اور نباتات کے لئے، چنانچہ متعدد احادیث میں پودے لگانے اور نباتات اگانے پر بھی اجر بیان ہوا ہے، حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مسلم سراپا خیر ہے اور اس کے وجود سے جہاں انسان مستفید ہوتے ہیں وہاں اللہ کی دیگر مخلوقات بھی اس کے عمل خیر سے فائدہ اٹھاتی ہیں، درخت لگانا اور نباتات اگانا، دراصل نوع انسانی کی خدمت ہے اور اس کے ساتھ حیوانات کی بھی خدمت ہے سو اگر مسلمان کی کھیتی یا باغ میں کوئی انسان کچھ لے

لے یا چرند پرند اس میں سے کچھ کھالیں تو اسے اس کا افسوس نہ کرنا چاہئے اس کا بھی اجر وثواب ملے گا اور یہ اجر وثواب قیامت تک ملتا رہے گا اور جو انسان اور چرند و پرند اس کی پیداوار میں سے کھاتے رہیں گے وہ ہمیشہ کیلئے صدقہ ہوگا۔

(دلیل الفالحین: ۱/ ۲۷٤، مظاهر حق جدید: ۱/ ۲٦٦)

مسجد کی طرف جاتے ہوئے ہر قدم پر ثواب

١٣٦ . اَلْعِشْرُوْن عَنْهُ قَالَ: اَرَادَبَنُوْ سَلِمَةَ اَنْ يَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ: اِنَّهٗ قَدْ بَلَغَنِيْ اَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ فَقَالُوْا: نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَرَدْنَا ذٰلِكَ فَقَالَ: "بَنِيْ سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اِنَّ بِكُلِّ خَطْوَةٍ دَرَجَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ اَيْضًا بِمَعْنَاهُ مِنْ رِوَايَةِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ "بَنُوْ سَلِمَةَ" بِكَسْرِ اللَّامِ قَبِيْلَةٌ مَعْرُوْفَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَاٰثَارُهُمْ خُطَاهُمْ.

(١٣٦) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنوسلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا، رسول کریم ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ رکھتے ہو، انہوں نے عرض کی کہ جی ہاں یارسول اللہ! ہم نے یہی ارادہ کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اے بنوسلمہ اپنے گھروں ہی میں رہو تمہارے قدموں کے آثار لکھے جائیں گے، اپنے گھروں ہی میں رہو تمہارے قدموں کے آثار لکھے جائیں گے۔ (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ ہر قدم اٹھانے پر ایک درجہ ملے گا (مسلم) امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مضمون حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، بنوسلمہ انصار کا ایک معروف قبیلہ۔ آثارھم: ان کے قدموں کے اثرات۔

تخریج حدیث (١٣٦): صحيح البخاری، كتاب الاذان، باب احتساب الآثار . صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل كثرة الخطاالى المساجد .

شرح حدیث: بنوسلمہ انصار کا ایک بڑا قبیلہ تھا، جو مدینہ منورہ سے باہر بیرونی آبادی میں مقیم تھے، ان حضرات نے ارادہ کیا کہ وہاں سے مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں، قرب مسجد کے اجر وثواب کے بھی مستحق ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی زیادہ سے زیادہ حاضری ہو سکے، رسول کریم ﷺ کو ان کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنوسلمہ تم اپنے گھروں ہی میں مقیم رہو تمہارے آثار قدم لکھے جا رہے ہیں اور تم ان پر اجر عظیم پا رہے ہو، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے عنوان الباب میں یہ آیت بھی ذکر فرمائی ہے: ﴿ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَءَاثَارَهُمْ ﴾ (اور ہم لکھ لیتے ہیں جو عمل انہوں نے آگے بھیجے اور جو عمل صالح کے لئے انہوں نے قدم اٹھائے) جو اس واقعہ کے اس آیت کے سبب نزول ہونے کی جانب اشارہ ہے اور اس کی تصریح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔

احادیث میں مسجد کے قریب رہائش کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے جس کے سبب بنوسلمہ مسجد کے قریب رہائش رکھنا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ مدینہ منورہ کی نواحی بستیاں خالی ہو جائیں، رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں دور سے آنے پر اجر و ثواب بہت زیادہ ہے کہ تمہارے ہر ہر قدم پر نیکیاں لکھی جائیں گی، یعنی مسجد کے قریب ہونا باعث اجر و ثواب ہے بوجہ اللہ کے گھر سے قربت کے اور مسجد سے فاصلے پر رہنا باعث اجر و ثواب ہے کہ اس میں مسجد تک اٹھنے والے قدم زیادہ ہوں گے اور اجر وثواب ان اٹھنے والے قدموں کے حساب سے ہوگا، اور اگر کسی کا گھر مسجد کے قریب ہو اور وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے تو وہ بھی باعث اجر وثواب ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت زید کے ساتھ مسجد جا رہا تھا، وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا رہے تھے، کہنے لگے میں چاہتا ہوں کہ مسجد تک ہمارے قدم بڑھ جائیں۔

(فتح الباری: ۱/ ۵۲۶، عمدۃ القاری، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۷۵، شرح صحیح مسلم للنووی: ۵/ ۱۴۴)

تیز گرمی میں مسجد آنے کی فضیلت

۱۳۷. اَلْحَادِیْ وَالْعِشْرُوْن عَنْ اَبِی الْمُنْذِرِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ رَجُلٌ لَا اَعْلَمُ رَجُلاً اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ وَکَانَ لَا تُخْطِئُهٗ صَلٰوۃٌ فَقِیْلَ لَهٗ اَوْفَقُلْتُ لَهٗ: لَوِ اشْتَرَیْتَ حِمَارًا تَرْکَبُهٗ فِی الظَّلْمَآءِ وَفِی الرَّمْضَآءِ؟ فَقَالَ: مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ مَنْزِلِیْ اِلٰی جَنْبِ الْمَسْجِدِ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ یُّکْتَبَ لِیْ مَمْشَایَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَرُجُوْعِیْ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰی اَهْلِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَدْجَمَعَ اللّٰهُ لَکَ ذٰلِکَ کُلَّهٗ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِیْ رِوَایَةٍ " : اِنَّ لَکَ مَا احْتَسَبْتَ "

"اَلرَّمْضَآءُ": اَلْاَرْضُ الَّتِیْ اَصَابَهَا الْحَرُّ الشَّدِیْدُ.

(۱۳۷) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب تھے مجھے نہیں معلوم کہ کسی اور صاحب کا گھر مسجد سے اتنا دور ہو جتنا ان کا تھا مگر اسکے باوجود ان کی کوئی نماز نہیں چھوٹتی تھی، ان سے کہا گیا یا میں نے ان سے کہا، اگر تم گدھا خرید لو تاریکی اور گرمی میں اس پر سوار ہو کر آجایا کرو، انہوں نے کہا کہ مجھے پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پاس ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف چل کر آنا اور میرا گھر واپس جانا لکھا جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے یہ سب تمہارے لئے جمع فرما دیا۔ (مسلم)

ایک اور روایت ہے تمہیں تمہاری نیت کے مطابق ثواب ملے گا، الرمضاء، تپتی ہوئی زمین۔

تخریج حدیث (۱۳۷): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد.

راوی حدیث: سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہوئے، غزدۂ بدر میں شرکت فرمائی اور بعد کے غزوات میں بھی شرکت فرماتے رہے، رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن سنایا،

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کے بہت بڑے عالم تھے اس کے ساتھ ہی تورات اور انجیل کے بھی عالم تھے دور دور سے طلبہ ان کے درس میں حاضر ہوتے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۱۴۶ احادیث مروی ہیں ۳۹ ھ میں انتقال فرمایا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: ظلماء، تاریکی، ابتدائی رات، لیلۃ الظلماء: تاریک رات، رمضاء، گرمی کی تیزی، دھوپ کی تیزی سے گرم زمین رمضٌ، گرمی کی جلن۔

شرح حدیث: مسجد کے قریب ہونا بھی باعث فضیلت ہے اور یہ فضیلت قرب مسجد کی ہے اور مسجد سے دور رہنا بھی باعث فضیلت ہے اور اس کا سبب آدمی کا مسجد کی نیت کر کے چل کر آنا ہے، سو جس قدر فاصلہ ہوگا اسی قدر اجر وثواب میں اضافہ ہوگا، اس حدیث مبارک میں بیان ہوا کہ ایک صحابی رسول ﷺ مسجد سے دور رہتے تھے، اور سخت گرمی اور رات کی تاریکی میں چل کر آتے تھے، پھر بھی مسجد میں باجماعت نماز کا اس قدر اہتمام تھا کہ کبھی کوئی نماز فوت نہ ہوتی تھی، سواری کا مشورہ دیا گیا تو اس پر بھی یہی کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے آنے جانے کے یہ سارے آثار لکھے جائیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح تمہاری نیت ہے اللہ تعالیٰ نے اسی طرح تمہارا ثواب جمع فرمایا ہے۔ (دلیل الفالحین:۱/۲۷۶، شرح مسلم للنووی:۵/۱٤٤)

کسی کو دودھ والی بکری عاریت میں دینا

۱۳۸. اَلثَّانِیْ وَالْعِشْرُوْنَ عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً اَعْلَاھَا مَنِیْحَةُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ یَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْھَا رَجَآءَ ثَوَابِھَا وَتَصْدِیْقَ مَوْعُوْدِھَا اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰہُ بِھَا الْجَنَّةَ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

"اَلْمَنِیْحَةُ": اَنْ یُّعْطِیَہٗ اِیَّاھَا لِیَاْکُلَ لَبَنَھَا ثُمَّ یَرُدُّھَا اِلَیْہِ.

(۱۳۸) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چالیس محاسن ہیں جن میں سب سے اعلیٰ کسی کو عاریۃً دودھ دینے والی بکری دیدینا ہے، جو شخص ان میں سے کسی بھی حسنہ پر ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور اللہ کے وعدہ کو سچا سمجھتے ہوئے عمل کرے گا اللہ اسے جنت میں داخل فرمادے گا۔ (بخاری)

منیحة : کے معنی ہیں بکری کسی کو دینا کہ وہ اس کا دودھ استعمال میں لے آئے اور پھر بکری واپس کر دے۔

تخریج حدیث (۱۳۸): صحیح البخاری، کتاب الھبة، باب فضل المنیحة.

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں رسول کریم ﷺ کی احادیث یاد کرنے اور انہیں لکھنے کا بہت شوق تھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا جس کا نام الصحیفۃ الصادقۃ رکھا تھا، متعدد غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی، آپ سے سات سو احادیث مروی ہیں جن میں سے سترہ متفق علیہ ہیں ۶۵ ھ میں انتقال فرمایا۔

(اسد الغابة: ۳/ ۲۳۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲/ ۱۹۲)

کلمات حدیث: حصلة : اچھی عادت یا بری عادت، لیکن غالب استعمال اچھی عادت کے لئے ہوتا ہے۔ منیحہ، مَنَحَ، مَنحاً (باب فتح وضرب) منح دینا، عطا کرنا۔ منیحہ اونٹنی یا بکری جسے دودھ سے فائدہ اٹھانے کے لئے دیا گیا ہو۔ عنز : بکری۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چالیس محاسن یا اچھی باتیں ہیں جن میں سے سب سے بڑی یہ ہے کہ کسی کو دودھ سے استفادہ کرنے کے لئے بکری دیدی جائے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے ایک موقعہ پر ان محاسن کو گننا شروع کیا تو ہم نے پندرہ شمار کئے جن میں چند یہ ہیں سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کے الحمد للہ کہنے پر اسے یرحمک اللہ کہنا اور راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹادینا۔

بعض علماء نے ان کو جمع کی سعی بھی کی ہے، اصل بات یہ ہے کہ ہر اچھی بات ہر معروف کام اور ہر اچھا کلمہ محاسن اسلام میں سے ہے۔

(فتح الباری : ۲/ ۷۲، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۷۷)

اللہ جل شانہٗ سے ہم کلامی

۱۳۹ . اَلثَّالِثُ وَالْعِشْرُوْن عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ اَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَاقَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَآءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ"

(۱۳۹) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جہنم سے بچو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کرو۔ (متفق علیہ)

نیز بخاری ومسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائیں گے درمیان میں کوئی ترجمان نہ ہوگا، ہر شخص اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنے اعمال نظر آئیں گے اور بائیں جانب دیکھے گا تو اپنے اعمال نظر آئیں گے اور اپنے سامنے دیکھیں گے تو اپنے منہ کے سامنے جہنم نظر آئے گی جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کرو اور اگر یہ بھی نہ ہو تو اچھی بات کہو۔

تخریج حدیث (۱۳۹): صحیح البخاری، کتاب التوحید . صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی

الصدقة ولو بشق تمرة .

کلمات حدیث: الشق : آدھا، کنارہ۔ شقیق : دو حصوں میں پھٹی ہوئی چیز، سگے بھائی۔

شرح حدیث: فرض زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات میں مال خرچ کرنا بہت بڑی نیکی ہے، اور یہ جہنم کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے، ﴿ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ ﴾ (اللیل) (اور اس آتش جہنم سے نہایت متقی بندہ دور رکھا جائے گا جو اپنا مال اللہ کی راہ میں دیتا ہو کہ پاکیزگی حاصل کرے) حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال صالحہ کے ذریعے جہنم سے بچو اور اللہ کی راہ میں صدقہ کرو اگر کچھ بھی نہ ہو سکے تو کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دیدو، یہ نہ ہو کہ مال کثیر کی گنجائش نہ ہو اور قلیل کو کم سمجھ کر نہ دے بلکہ جو کچھ جس وقت ہو وہ اللہ کی راہ میں دیدو کیوں کہ اس کے یہاں حساب نیت کا ہے۔

روز حساب انسان اپنے دائیں بائیں اعمال دیکھے گا اور منہ کے سامنے جہنم کی آگ دیکھے گا، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ﴾ (اور پائیں گے جو کچھ کیا ہے سامنے) اس لئے جہنم سے بچنے کی تیاری کرو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر یا کوئی اچھی بات کہہ کر۔ (دلیل الفالحین: ۱/۲۷۸)

اللہ جل شانہ کی نعمت استعمال کر کے شکر بجالائے

۱۴۰۔ اَلرَّابِعُ وَالْعِشْرُوْنَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاكُلَ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا اَوْيَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا "رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَ"الْاَكْلَةُ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ : وَهِيَ الْغَدْوَةُ اَوِالْعَشْوَةُ .

(۱۴۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس بندے سے راضی ہوتے ہیں جو کھانا کھائے اور اللہ کی حمد کرے اور پانی پیئے اور اللہ کی حمد کرے۔ (مسلم)

اَلاَکْلَۃُ : صبح کا یا شام کا کھانا۔

تخریج حدیث (۱۴۰): صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب استحباب حمد اللّٰہ تعالیٰ بعد الاکل و الشرب .

شرح حدیث: اللہ سبحانہ کا کس قدر عظیم فضل و کرم ہے کہ انسان کو رزق عطا فرمایا اور جب رزق کھا کر بندے نے اللہ کا شکر ادا کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوئے اور اس کو مزید نعمتوں اور مزید اجر و ثواب سے نوازا، چنانچہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے کس قدر فضل و کرم فرمایا کہ اس کے بندے نے کھانا کھا کر شکر ادا کیا تو اسے روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کا ثواب عطا فرمایا، جیسا کہ حدیث نبوی

ﷺ میں مذکور ہے: " الطاعم الشاکر مثل الصائم الصابر " کھانا کھانے کے بعد شکر کا طریقہ ہے کہ یہ دعا پڑھے جو صحیح بخاری صفۃ التحمید میں مذکور ہے۔

"اَلْحَمْدُللهِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ غیر مَکْفِیٍّ وَّلاَ مُوْدَعٍ ولا مُستَغْنًی عنه رَبنا ."

اس کے علاوہ اور بھی دعائیں منقول ہیں، لیکن اگر صرف الحمدللہ پر ہی اکتفاء کرے جب بھی صحیح ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی:۱۷/۴۲)

ہر ایک کو اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ کرنا چاہیے

۱۴۱. اَلْخَامِسُ وَالْعِشْرُوْنَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ " قَالَ : اَرَاَیْتَ اِنْ لَمْ یَجِدْ ؟ قَالَ : یَعْمَلُ بِیَدَیْهِ فَیَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَیَتَصَدَّقُ " قَالَ : اَرَاَیْتَ اِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ ؟ قَالَ : یُعِیْنُ ذَاالْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفِ قَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ ؟ قَالَ "یَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ اَوِالْخَیْرِ" قَالَ : اَرَاَیْتَ اِنْ لَمْ یَفْعَلْ ؟ قَالَ : یُمْسِکُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۴۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ ہے کسی نے عرض کی کہ اگر دینے کو کچھ نہ ہو فرمایا کہ اپنے ہاتھوں سے عمل کرے اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، عرض کی اگر اتنی قدرت نہ ہو فرمایا محتاج مصیبت زدہ کی مدد کرے عرض کی کہ اگر یہ بھی نہ کر سکے فرمایا کہ نیکی یا خیر کا حکم دے، عرض کی اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا کہ برائی سے باز رہے کہ یہ بھی صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۴۱): صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب علی کل مسلم صدقة . صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف .

کلمات حدیث: مَلْهُوْف : غمگین شخص جس کا مال ضائع ہو گیا یا کوئی عزیز قریب ساتھ چھوڑ گیا ہو۔

شرح حدیث: اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ فرض زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات دینا اور کسی نہ کسی صورت میں انفاق فی سبیل اللہ کرتے رہنا ضروری ہے اگر آدمی کے پاس دینے کو کچھ نہ ہو تو محنت و مزدوری کرے اور اس میں سے صدقہ کرے چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں روایات میں آیا ہے کہ کمر پر بوجھ لادتے تھے اور جو مزدوری ملتی اس میں سے صدقہ کرتے تھے، اگر یہ بھی نہ

ہو سکے تو کسی پریشان حال کی ہاتھ پاؤں سے مدد ہی کر دے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو زبان سے کوئی کلمہ خیر ہی کہہ دے اور اگر یہ سب بھی نہ ہو تو شر سے بچے اور دوسروں کو اپنے شر سے بچائے۔ (فتح الباری ۱؛۱/۸۳٤، دلیل الفالحین: ۱/۲۷۹)

البَابُ (١٤)

باب فی الا قتصاد فی الطاعة

اِطاعت میں میانہ روی

۵۳۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ طٰهٰ ﴿١﴾ مَآ اَنزَلنَا عَلَيكَ القُرءَانَ لِتَشقىٰٓ ﴿٢﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔'' (طٰہٰ:۱، ۲)

تفسیری نکات: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر امر میں اقتصاد اور توسط کا حکم فرمایا ہے کہ نہ تو کوئی کام ایسا ہو کہ اسے بالکل چھوڑ دیا جائے اور نہ ایسا ہو کہ اس کی خاطر ایسی کلفت اٹھائی جائے اور اس قدر مشقت برداشت کی جائے کہ طبیعت میں ملال پیدا ہو جائے اور جو آدمی کا معمول ہے اسے بھی انجام نہ دے سکے بلکہ احکام شریعت پر اس طرح عمل کیا جائے اور اعمال صالحہ میں اس طرح مسابقت کی جائے کہ طبیعت کے ذوق وشوق سے سارے امور انجام پائیں اور ان میں دوام اور تسلسل قائم ہو جائے۔

نزولِ قرآن کریم کے اولین دور میں رسول کریم ﷺ ساری ساری رات عبادت وتلاوت اور یادالٰہی میں مصروف رہتے حتی کہ پاؤں پر ورم آجاتا اور قدم مبارک پھٹ جاتے اس کے ساتھ ہی دن بھر یہ محنت ہوتی کہ کسی طرح کافروں کے دل میں اسلام گھر کر جائے اور وہ کسی طرح اس سچائی پر ایمان لے آئیں جس میں ان کی صلاح اور فلاح ہے۔

اس پر اللہ سبحانہ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ قرآن کریم اس لئے اتارا گیا ہے کہ جن کے دل نرم ہوں اور جن کے دلوں میں اللہ کا ڈر ہو وہ اس سے نصیحت اور ہدایت حاصل کریں اور اس کے فیوض و برکات سے مستفید ہوں یہ اس لئے نہیں ہے کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں اور تکلیف اٹھائیں۔ یہ تو ایسی چیز ہے جس کا حامل اور عامل کبھی محروم اور ناکام نہیں رہے گا، آپ تکذیب کرنے والوں کی باتیں سن کر ملول نہ ہوں نہ ان کے درپے ہوں کہ وہ کسی طرح حق کو قبول کرلیں نہ آپ تکلیف اٹھائیں۔ حق کا علم بردار ہی آخر کار کامیاب ہو کر رہے گا، آپ توسط کے ساتھ عبادت کرتے رہئے، بعض روایات میں ہے کہ ابتداءً نبی کریم ﷺ شب کو نماز میں کھڑے ہو کر بہت زیادہ قرآن پڑھتے تھے، کفار آپ ﷺ کی محنت وریاضت دیکھ کر کہتے کہ قرآن کیا اترا بے چارے محمد ﷺ سخت تکلیف اور محنت میں پڑ گئے اس کا جواب دیا گیا کہ قرآن تو رحمت ہے نور اور شفاء ہے، جس کو جتنا آسان ہو اسی قدر نشاط کے ساتھ پڑھنا چاہئے اور کیف وسرور کے ساتھ تلاوت کرنا چاہئے۔

۵۴۔ وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ اليُسرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ العُسرَ ﴾

نیز فرمایا:

''اللہ تمہارے لئے آسانی اور سہولت چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔'' (البقرۃ: ۱۸۵)

تفسیری نکات: روزے بہت ہی بہترین عبادت ہیں اور ان کا بہت اجر و ثواب ہے لیکن حالت مرض اور حالت سفر میں رخصت ہے اور اس رخصت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اپنے بندوں کے لئے سہولت اور آسانیاں پیدا فرمائیں اور تنگی اور دشواری کو دور فرمائیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ دِیْنُ اللّٰہِ یُسْرٌ (اللہ کا دین سہل ہے) اور فرمایا یَسِّرُوا و لا تُعَسِّرُوا (سہولتیں پیدا کرو اور دشواریاں نہ پیدا کرو) مطلب یہ ہے کہ اللہ نے دین اسلام کو انسانی فطرت کے مطابق بنایا ہے اور یہ ایسا دین ہے جس میں کوئی تنگی اور حرج نہیں ہے ایک انسان اس دین کے تمام احکام پر بخوبی اور بآسانی عمل کرسکتا ہے اور اس میں ایسی زحمت کوئی نہیں ہے جس سے اس پر عمل کرنا دشوار ہو۔

****

۱۴۲۔ وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ قَالَ: مَنْ هٰذِهٖ؟ قَالَتْ: هٰذِهٖ فُلَانَةٌ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَ: "مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَاتُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَايَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا" وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَادَاوَمَ صَاحِبُهٗ عَلَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"وَمَهْ" كَلِمَةُ نَهْيٍ وَزَجْرٍ. وَمَعْنٰى "لَايَمَلُّ اللّٰهُ" اَيْ لَايَقْطَعُ ثَوَابَهٗ عَنْكُمْ وَجَزَآءَ اَعْمَالِكُمْ وَيُعَامِلُكُمْ مُعَامَلَةَ الْمَالِّ حَتّٰى تَمَلُّوْا فَتَتْرُكُوْا فَيَنْبَغِيْ لَكُمْ اَنْ تَاخُذُوْا مَاتُطِيْقُوْنَ الدَّوَامَ عَلَيْهِ لِيَدُوْمَ ثَوَابُهٗ لَكُمْ وَفَضْلُهٗ عَلَيْكُمْ.

(۱۴۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کے پاس ایک خاتون بیٹھی ہوئی ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کون ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یہ فلاں عورت ہے، یعنی ان کی نماز کے بارے میں بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا ٹھہرو تم پر لازم ہے کہ اسی قدر عبادت کرو جتنی قدرت ہو، اللہ کی قسم اللہ کو تھکاوٹ نہیں ہوتی لیکن تم تھک جاؤ گے اور آپ ﷺ کو وہ عبادت زیادہ پسند تھی جس پر عبادت کرنے والا دوام اختیار کرے۔ (متفق علیہ)

اور مَہْ نہی اور زجر کا کلمہ ہے "لا یَمَلُّ اللّٰہ" کے معنی ہیں کہ اللہ مسلسل ثواب دیتا رہے گا اور وہ تمہارے اعمال کی جزا اور ثواب کا سلسلہ منقطع نہیں کرے گا اور تم سے وہ معاملہ نہیں کرے گا جو اکتا جانے والا کرتا ہے لیکن اندیشہ ہے کہ تم تھک جاؤ گے اور تھک کر جو عمل کررہے تھے وہ ترک کردو گے اس لئے مناسب یہی ہے کہ تم اتنا عمل کرو جس پر تم مداومت کرسکو تا کہ اس کا ثواب بھی مسلسل ملتا رہے اور اس کا فضل بھی تم پر مستقل رہے۔

تخریج حدیث (۱۴۲): صحیح البخاری، کتاب التهجد باب مایکره من التشدد فی العبادة، صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین باب امر من نَعِسَ فی صلاته.

کلمات حدیث: مَهْ اسم فعل مبنی علی السکون ، بمعنی رک جا، ٹھہر جا۔ مَلَّ مَلاً و مِلالاً (باب سمع) تنگ دل ہونا۔

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک خاتون تشریف رکھتی تھیں، خطیب نے اپنی کتاب المبہمات میں ان کا نام بتایا ہے کہ وہ حولاء بنت ثویب تھیں۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار فرمایا کہ یہ کون ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ فلاں ہیں، اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی نفل نمازوں کا ذکر کیا یا ایک روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ لوگ ان کی نمازوں کا ذکر کرتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ٹھہر و استطاعت اور ہمت کے مطابق عمل کرو اور اتنا عمل کرو جسے ہمیشہ کرتے رہو ایسا نہ ہو کہ زیادہ عمل شروع کیا جائے اور کثرت سے نوافل پڑھی جائیں اور پھر اکتا کر چھوڑ دیا جائے، کیوں کہ اللہ سبحانہ کے یہاں اجر و ثواب کی کمی نہیں ہے وہ دیتے رہیں گے اور ان کی عطاو بخشش جاری رہے گی یعنی حدیث میں وارد کلمہ لَا یَمَـلُّ اللّٰه اس مجازی معنی میں کہ وہ ثواب و اجر کا سلسلہ منقطع نہیں فرماتے، اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ " اکلفو من الأعمال ماتطیقون فان اللّٰه لا یمل من الثواب حتی تملوا من العمل " (اپنے آپ کو اس قدر اعمال کا پابند بناؤ جتنی قدرت ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہیں تھکتے مگر اندیشہ ہے کہ تم عمل سے تھک جاؤ)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے قیام اللیل کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر نماز صبح کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو میں قیام الیل کو بہتر نہیں سمجھتا، اور حدیث میں وارد مَـــهْ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ طویل قیام الیل میں بعض لوگوں کے بارے میں اندیشہ ہو سکتا ہے کہ ان کی طبیعت میں تھکاوٹ اور ملال پیدا ہو جائے اور جو عمل انہوں نے اپنے ذمہ لیا ہے اس کو نبھا نہ سکیں، اس لئے وہ اعمال اختیار کرو جو تم ہمیشہ کر سکو، اعمال کا لفظ نماز اور دیگر اعمال سب میں داخل ہیں۔

(فتح الباری : ۱/۷۴۲، دلیل الفالحین:۲۸۲)

۱۴۳۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلیٰ بُیُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا کَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا. وَقَالُوْا اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ. قَالَ اَحَدُهُمْ : اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ : وَاَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ : وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا، فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَیْهِمْ فَقَالَ : اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَکَذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاکُمْ لَهٗ لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ (ا) فَلَیْسَ مِنِّیْ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۴۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین اصحاب ازواج مطہرات کے گھروں پر آئے اور نبی کریم ﷺ کی

عبادت کے بارے میں دریافت کیا، جب انہیں بتایا گیا تو گویا انہوں نے اس کو کم سمجھا، وہ کہنے لگے کہ ہماری نبی کریم ﷺ سے کیا مناسبت آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں، اس پر ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا، دوسرے نے کہا کہ ہمیشہ روزے رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے دور رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے یہ باتیں کہی ہیں، اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا تم سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جو میری اس سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۴۳): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح . صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت الیه نفسه .

کلمات حدیث: اَرْقُدُ : میں سوتا ہوں۔ رَقَدَ رَقْداً رُقُوداً (باب نصر) سونا۔ مَرْقَدٌ: آرام گاہ، ہمیشہ کی آرام گاہ، قبر، جمع مَرَاقد .

تین صحابہ کا اہم واقعہ

شرح حدیث: یہ تین اصحاب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ابن مردویہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کچھ اصحاب نے ارادہ کیا تھا کہ اپنے اوپر لذات کو حرام کرلیں تو اس پر آیت مائدہ نازل ہوئی، اور اسباب الواحدی میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے وعظ ونصیحت فرمائی عذاب آخرت سے ڈرایا، یہ سن کر دس صحابۂ کرام حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں جمع ہوئے یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر، سالم مولی حذیفہ، مقداد، سلمان، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور معقل بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب نے اس ارادے کا اظہار کیا کہ دن کو روزے رکھیں گے رات کو نمازیں پڑھیں گے بستر پر نہیں لیٹیں گے گوشت نہیں کھائیں گے عورتوں سے قربت نہیں کریں گے اور اپنے اعضاء کٹوادیں گے، اگر یہ روایت صحیح ہے تو ہوسکتا ہے انہی میں سے ان تین نے سوال کیا جو اس حدیث میں مذکور ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا تم سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں تمہارے اوپر ہر حال میں میرے طریقہ کی اور میری سنت کی اتباع لازم ہے، میری سنت کو چھوڑ دینا میرے طریقہ کو چھوڑ دینا ہے۔

دین اسلام اللہ کی توحید، حنفیت، اخلاص عمل اور حسن نیت پر قائم ہے اس میں نہ تو غلو اور تشدد ہے اور نہ تعمق یہ راستہ سیدھا مستقیم اور ہر قسم کے اعوجاج سے پاک ہے۔ (فتح الباری :۲/۹۷۱، دلیل الفالحین: ۲۸٤)

----

۱۴۴ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ" قَالَهَا ثَلاثًا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

"اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ : اَلْمُتَعَمِّقُوْنَ الْمُشَدِّدُوْنَ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِ التَّشْدِیْدِ .

(۱۴۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تشدد کرنے والے برباد ہوگئے، آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (مسلم)

اَلْمُتَنَطِّعُوْن کے معنی ہیں جس حکم میں سختی نہ ہو اس میں سختی کرنے والے اور کھود کرید کرنے والے۔

تخریج حدیث(۱۴۴): صحیح مسلم، کتاب العلم، باب هلك اَلْمُتَنَطِّعُوْن

کلمات حدیث: اَلْمُتَنَطِّعُوْن : باریکیاں نکالنے والے اور تشدد کرنے والے۔ تَنَطَّعَ فی الکلام : بات میں غلو کرنا، تالو سے زبان چپکا کر بولنا۔ نطّاع : کلام میں بہت غلو کرنے والا۔

شرح حدیث: دین اسلام میں غلو اور تشدد کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور اس امر کی تاکید ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ نے جو فرمایا ہے اس کے مطابق عمل کرے اور ایمان و یقین کے ساتھ اخلاص عمل اور حسن نیت کو مد نظر رکھے، غیر ضروری باریکیاں پیدا کرنا اور جہاں شریعت نے سختی نہیں کی وہاں سختی اور تشدد کرنا برا ہے، جیسا کہ اس حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے اس طرح کے لوگوں کے لئے فرمایا کہ تشدد کرنے والے برباد ہوگئے، یعنی اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ گئے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۲۸۵)

دین میں غلو و تشدد کی ممانعت

۱۴۵۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُشَادَّ الدِّیْنَ اِلَّا غَلَبَه' فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَیْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ " رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ . وَفِیْ رِوَایَةٍ لَه' : سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَیْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ : اَلْقَصْدَ اَلْقَصْدَ تَبْلُغُوْا" .

قَوْلُه' "الدِّیْنُ " هُوَ مَرْفُوْعٌ عَلٰی مَالَمْ یُسَمَّ فَاعِلُه' وَرُوِیَ مَنْصُوْبًا وَرُوِیَ : "لَنْ یُشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ " وَقَوْلُه' صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اِلَّا غَلَبَه'" اَیْ غَلَبَهُ الدِّیْنُ وَعَجَزَ ذٰلِکَ الْمُشَادَّ عَنْ مُقَاوَمَةِ الدِّیْنِ لِکَثْرَةِ طُرُقِهٖ "وَالْغَدْوَةُ": سَیْرُ اَوَّلِ النَّهَارِ "وَالرَّوْحَةُ " اٰخِرِ النَّهَارِ : "وَالدُّلْجَةُ" اٰخِرِ اللَّیْلِ وَهٰذَا اسْتِعَارَةٌ وَتَمْثِیْلٌ وَمَعْنَاهُ : اسْتَعِیْنُوْا عَلٰی طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِالْاَعْمَالِ فِیْ وَقْتِ نَشَاطِکُمْ وَفَرَاغِ قُلُوْبِکُمْ بِحَیْثُ تَسْتَلِذُّوْنَ الْعِبَادَةَ وَلَاتَسْاَمُوْنَ وَتَبْلُغُوْنَ مَقْصُوْدَکُمْ، کَمَا اَنَّ الْمُسَافِرَ الْحَاذِقَ یَسِیْرُ فِیْ هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ وَیَسْتَرِیْحُ هُوَ وَدَابَّتُه' فِیْ غَیْرِهَا فَیَصِلُ الْمَقْصُوْدَ بِغَیْرِ تَعَبٍ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۱۴۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دین آسان ہے جو دین میں تشدد اختیار

کرتا ہے مغلوب ہو جاتا ہے، سیدھا راستہ اختیار کرو میانہ روی اختیار کرو اور خوش ہو جاؤ اور اللہ کی مدد طلب کرو صبح کی شام کی اور کچھ رات کی عبادت کے لئے۔ (بخاری)

بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ سیدھی راہ چلو میانہ روی اختیار کرو صبح وشام اور کچھ رات کو عبادت کرو، اعتدال اختیار کرو مراد کو پہنچ جاؤ گے۔

اس حدیث میں الدین مرفوع مالم یسم فاعلہ ہے اور الدین نصب کیساتھ بھی روایت کیا گیا ہے اور ایک روایت میں الفاظ ہیں: "لن یشاد الدین احد الا غلبه" کے لفظ سے رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ دین تشدد کرنے والے پر غالب آجائے گا اور تشدد کرنے والا دین پر دین کے مختلف اور متعدد پہلوؤں کی بناء پر اس پر ثابت قدمی دکھانے سے عاجز آجائے گا۔ الغدوۃ کے معنی ہیں صبح کی سیر، الروحۃ کے معنی ہیں شام کی سیر اور دلجۃ، رات کا آخری حصہ اور یہ الفاظ بطور استعارہ اور تمثیل آئے ہیں ان کے معنی ہیں اللہ کی مدد طلب کرو کہ تم ان اعمال کے ذریعہ اللہ کی عبادت اس حال میں کرسکو کہ تمہارے اندر نشاط بھی موجود ہو اور تمہارے دل بھی فارغ ہوں کہ عبادت میں لطف اور خوشی محسوس کرو اور تنگی نہ محسوس کرو کہ حصول مقصد کا یہی طریقہ ہے، جیسے ایک تجربہ کار مسافر انہی اوقات میں سفر کرتا ہے خود بھی آرام کرتا ہے اور سواری کے جانور کو بھی آرام کا موقع دیتا ہے اور بغیر تکان منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث (۱۴۵): صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب تعنی المریض الموت.

کلمات حدیث: یُشَادُّ، شَدَّشِدَّة (باب ضرب) سختی کرنا۔ فَسَدِّدوا، سَدَّ سَدًّا (باب سمع) سیدھا ہونا۔ قَارِبُوا، قَارَبَ مُقَارَبَة (باب مفاعلہ) میانہ روی اختیار کرنا۔ الدُّلْجَة: رات کا آخری حصہ۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مقصود ہے عبادات اور اعمال میں میانہ روی اختیار کرنا اور نفلی اعمال کو اس طرح انجام دینا کہ طبیعت کی رغبت اور شوق باقی رہے اور ملال اور اکتاہٹ نہ پیدا ہو، کیوں کہ اعمال کا مدار نیت پر اور اخروی نجات کا مدار رحمت حق پر ہے، اس لئے اس مسافر کی طرح جو صبح وشام کو سفر کرتا ہے اور مناسب اوقات میں خود بھی آرام کرتا ہے اور سواری کو بھی آرام کا موقع دیتا ہے انسان کی سواری اس کا نفس ہے، ضروری ہے کہ اسے بھی آرام کا موقع دیا جائے تاکہ ملال اور اکتاہٹ پیدا نہ ہو اور جس قدر عمل ہو وہ پابندی سے ہو اور مستقل ہو، اور ایسا نہ ہو کہ چند دن عمل کیا اور پھر چھوڑ دیا کہ یہ رَوِش نامناسب بھی ہے اور خلاف سنت بھی۔

اس حدیث مبارک میں بہت عمدہ اور خوبصورت اور بڑے معنی خیز الفاظ آئے ہیں جن میں سے ایک سَدِّدوا ہے یہ سِداد ہے جس کے معنی درست اور صحیح کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ درست اور صحیح عمل کا قصد کرو یعنی اس عمل کا جو سنت کے مطابق ہو اور عمل میں لگے رہو کہ عمل بجائے خود رحمت حق کے متوجہ ہونے کی دلیل ہے اور رحمت حق کے طفیل بندہ جنت میں پہنچ جائے گا۔ قاربوا: یعنی نہ تو افراط کرو کہ تھک جاؤ اور بالکل عمل چھوڑ دو اور اس طرح تفریط میں پڑ جاؤ تو افراط اور تفریط سے بچ کر درمیانی راہ اختیار کرو۔ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ "ان هذا الدين متين فأغلوا فيه برفق ولا تبغضوا الى انفسكم عبادة الله فان المنبت لاأرضا ولا ظهراً ابقى" (یہ دین متین ہے اس میں نرمی سے داخل ہو اللہ کی عبادت کو اپنے نفوس کے لئے گراں نہ بنالو کیوں کہ جس تیز سوار کی سواری ہلاک ہوگئی

اس کا نہ تو سفر طے ہوا اور نہ سواری باقی رہی) (فتح الباری: ۳/ ۳۷۳، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۸۵)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنے آپ کو رسی سے باندھنے کا واقعہ

۱۴۶. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَاِذَا حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ : مَاهٰذَا الْحَبْلُ؟ قَالُوْا : هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ فَاِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهٖ : فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ فَاِذَا فَتَرَ فَلْيَرْقُدْ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۴۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے آپ ﷺ نے دیکھا کہ مسجد کے دوستونوں کے درمیان رسی تنی ہوئی ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ رسی کس لئے ہے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے باندھ رکھی ہے نماز میں تھک جاتی ہیں تو اس کے سہارے کھڑی ہو جاتی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کھول دو، تم میں سے ہر ایک نشاط کے وقت نماز پڑھے جب تھک جائے تو سو جائے۔ (متفق علیہ)

کلمات حدیث (۱۴۶): السارىتين : دوستون۔ سارية واحد جمع سوارى . فترت، فتر فتورًا : جوڑوں کا کمزور پڑنا۔

شرح حدیث: اسلام میں گزشتہ مذاہب کے متبعین کی طرح دین میں تعمق اور غلو اختیار کرنا اور رہبانیت کی روش اپنانا منع ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے رسی کے کھول دینے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب تک شوق اور نشاط باقی رہے اس وقت تک نماز پڑھو اور جب تکان محسوس ہو تو سو جاؤ، غرض یہ حدیث عبادت اور نفلی اعمال میں میانہ روی کی تاکید اور تعمق وتشدد کی ممانعت پر مشتمل ہے، اور اسی امر کی تاکید ہے کہ عبادت اس حالت میں ہونی چاہئے کہ بندہ کی طبیعت حاضر ہو اور شوق ونشاط کی کیفیت موجود ہو۔

(فتح الباری: ۱/ ۷۲٤، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۸۷، مظاهر حق جديد: ۱/ ۸۰۹)

نیند کے غلبہ کی حالت میں نماز نہ پڑھے

۱۴۷. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَاصَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَايَدْرِيْ لَعَلَّهٗ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۴۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کسی کو نماز پڑھتے ہوئے اونگھ آئے تو وہ سو جائے یہاں تک کہ نیند کی حالت جاتی رہے، اگر کوئی شخص نیند کے غلبہ میں نماز پڑھے تو ہوسکتا ہے کہ وہ استغفار کرنا چاہے اور اس کے بجائے اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۴۷): صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب الوضوء من النوم . صحيح مسلم، كتاب

المسافرین، باب امر من نعس فی صلاته .

کلمات حدیث: نَعْس، نَعَسَ نَعساً (باب فتح ونصر) اونگھنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ جب آدمی پر نیند کا غلبہ ہو تو اسے چاہئے کہ نفل نماز کے بجائے سو کر نیند پوری کرے اور جب نماز کا اشتیاق ہو اور طبیعت میں چستی ہو اس وقت نماز پڑھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غلبہ نیند کی وجہ سے زبان ساتھ نہ دے اور زبان سے استغفار کے بجائے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو اس کے لئے بہتر نہ ہو۔ (دلیل الفالحین: ۱/۲۸۸)

خطبہ ونماز میں اعتدال

۱۴۸. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :كُنْتُ اُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَوَاتِ فَكَانَتْ صَلَاتُه' قَصْدًا وَخُطْبَتُه' قَصْدًا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُه' : " قَصْدًا ": اَیْ بَیْنَ الطُّوْلِ وَالْقَصَرِ .

(۱۴۸) حضرت عبداللہ بن جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتا تھا آپ ﷺ کی نماز بھی درمیانہ تھی اور آپ ﷺ کا خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا۔ (مسلم)

حدیث میں قصد کا لفظ ہے جس کے معنی طویل اور قصیر کے درمیان۔

تخریج حدیث (۱۴۸): صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة .

راوی حدیث: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "۱۴۶" احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں ۷۴ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: قَصَدَ قصداً (باب ضرب) اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں نبی کریم ﷺ کی نماز جمعہ اور خطبہ کی کیفیت کا بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ کی نماز بھی درمیانی اور معتدل ہوتی، یعنی نہ زیادہ طویل نماز پڑھاتے اور نہ زیادہ مختصر ہوتی اسی طرح خطبہ بھی معتدل اور درمیانہ ہوتا اور یہی سنت ہے تاکہ نماز میں کمزور بیمار اور بوڑھے لوگوں کی رعایت ہو سکے، خطبہ کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طوال مفصل کی سورتوں کی مقدار سے زیادہ خطبہ کو طویل کرنا مکروہ ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ خطبہ مختصر پڑھنا اور نماز کو طویل کرنا آدمی کے تفقہ کی علامت ہے، بظاہر اس حدیث میں اور مذکورہ بالا حدیث میں تعارض نظر آتا ہے لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ یہاں بھی طوالت سے مراد یہی ہے کہ اعتدال ہو نہ زیادہ لمبی ہو اور نہ زیادہ مختصر، مقصود صرف یہ ہے کہ نماز بہ نسبت خطبہ کے طویل ہو، مگر اعتدال کے ساتھ ہو کہ مقتدیوں کو بار محسوس نہ ہو۔ (مظاهر حق جدید، صحیح مسلم بشرح النووی)

مہمان نوازی مہمان کا حق ہے

۱۴۹۔ وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اٰخی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَآءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَاالدَّرْدَآءِ فَرَایٰ اُمَّ الدَّرْدَآءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ: مَا شَانُکِ؟ قَالَتْ: اَخُوْکَ اَبُو الدَّرْدَآءِ لَیْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِی الدُّنْیَا فَجَآءَ اَبُو الدَّرْدَآءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَ لَهٗ: کُلْ فَاِنِّیْ صَآئِمٌ قَالَ: مَا اَنَا بِاٰکِلٍ حَتّٰی تَاکُلَ فَاَکَلَ فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَآءِ یَقُوْمُ فَقَالَ لَهٗ: نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ لَهٗ: نَمْ فَلَمَّا کَانَ اٰخِرُ اللَّیْلِ قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الْاٰنَ فَصَلَّیَا جَمِیْعًا فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ: اِنَّ لِرَبِّکَ عَلَیْکَ حَقًّا: وَاِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَلِاَهْلِکَ عَلَیْکَ حَقًّا، فَاَعْطِ کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ: فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "صَدَقَ سَلْمَانُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

(۱۴۹) حضرت وہب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سلمان اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان مواخات فرمادی تھی، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوالدرداء سے ملاقات کے لئے آئے تو دیکھا کہ حضرت ام الدرداء میلے کپڑوں میں ملبوس ہیں، سلمان نے پوچھا کیا بات ہے انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء کو دنیا سے رغبت نہیں، اسی اثناء میں حضرت ابوالدرداء بھی آگئے، انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کھانا رکھا اور ان سے کہا کہ آپ کھائیے میں روزے سے ہوں، حضرت سلمان نے کہا کہ جب تک تم نہ کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا، غرض انہوں نے بھی کھالیا، جب رات ہوئی، تو حضرت ابوالدرداء قیام اللیل کے لئے کھڑے ہوگئے، حضرت سلمان نے ان سے کہا کہ سوجاؤ، وہ کچھ دیر سوئے پھر نماز کے لئے کھڑے ہوگئے تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سوجاؤ، جب رات کا آخری حصہ ہوا تو سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اب اٹھو اور دونوں نے نماز پڑھی، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ تیرے رب کا تیرے اوپر حق ہے تیرے نفس کا تیرے اوپر حق ہے تیرے گھر والوں کا تیرے اوپر حق ہے، ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے یہ بات عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا۔

تخریج حدیث (۱۴۹): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیه لیفطر فی التطوع.

راوی حدیث: حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت صغیر السن تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے بہت محبت کرتے تھے، آپ سے پینتالیس (۴۵) احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں ۷۲ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة، دلیل الفالحین: ۱/۲۸۹)

کلمات حدیث: مُتَبَذِّلَة: روزہ مرہ کے میلے کپڑے پہنے ہوئے۔ ابتذال (باب افعال) روزمرہ کے کپڑے پہننا، پرانے بوسیدہ کپڑے پہننا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہجرت کے پانچ ماہ بعد آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں مواخات قائم فرمادیا تھا، یعنی ایک ایک مہاجر صحابی کو ایک ایک انصاری صحابی کا بھائی بنادیا تھا، اسی طرح حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیدیا تھا، اس رشتہ اخوت کے قیام کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک موقعہ پر حضرت ابوالدرداء کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت ام الدرداء گھر کے کام کاج کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، ان کا نام خیرہ تھا اور ان کا انتقال حضرت ابوالدرداء سے پہلے ہوگیا تھا، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ ابوالدرداء کو دنیا کی طرف رغبت نہیں ہے ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ انہیں عورتوں سے رغبت نہیں ہے۔

غرض ابوالدرداء بھی آئے کھانا سامنے آیا تو حضرت ابوالدرداء دست کش بیٹھے ہیں اور بولے کہ میرا تو روزہ ہے، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی جب ہی کھاؤں گا جب تم کھاؤ گے، اس پر حضرت ابوالدرداء بھی کھانے میں شریک ہوگئے، رات ہوئی تو ابوالدرداء نوافل کے لئے کھڑے ہوگئے، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آرام کرلو بالآخر دونوں نے آخر شب میں نماز پڑھی، اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ پر اللہ کا بھی حق ہے جسم وجان کا بھی حق ہے اور بیوی کا بھی حق ہے، ہر ایک کو اس کا حق ادا کرو۔

رسول کریم ﷺ کو جب حضرت ابوالدرداء نے یہ بات بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سلمان کو علم عطا کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں فقہ کے متعدد امور ہیں جن میں سے چند یہ ہیں کہ آپس میں مسلمانوں کے درمیان اخوت وبرادری، بھائیوں سے ان کے گھر جا کر ملاقات کرنا اور ان کے پاس رات گذارنا۔ وقت ضرورت اجنبیہ سے گفتگو کرنا، مسلمان کو نصیحت کرنا اور اس حدیث میں آخر شب کی نماز کی فضیلت بھی بیان ہوئی ہے اور اس حدیث سے نفس پر بوجھ ڈال کر عبادت کا پسندیدہ نہ ہونا بیان ہوا اور یہ کہ نفلی روزہ افطار کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر طویل گفتگو فرمائی کہ نفلی روزہ کو افطار کر لینے پر اس کی قضاء ہے یا نہیں ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر افطار کا کوئی عذر ہو تو افطار درست ہے اور قضاء لازم نہیں ہے اور اگر عذر نہ ہو تو افطار نہ کرے اور اگر کر لیا تو قضاء لازم ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً قضاء لازم ہے۔

(فتح الباری: ۱/۱۰۵۲، دلیل الفالحین: ۱/۲۹۰)

۱۵۰۔ وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ اُخْبِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنِّیْ اَقُوْلُ : وَاللّٰہِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ، وَلَاَ قُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَاعِشْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اَنْتَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ذٰلِکَ؟ فَقُلْتُ لَهٗ : قَدْ قُلْتُهٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ : فَاِنَّکَ لَاتَسْتَطِیْعُ ذٰلِکَ فَصُمْ وَاَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ فَاِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَذٰلِکَ

مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ : قُلْتُ : فَاِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ قَالَ : فَصُمْ يَوْمًا وَّاَفْطِرْ يَوْمَيْنِ قُلْتُ : فَاِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ قَالَ : فَصُمْ يَوْمًا وَّ اَفْطِرْ يَوْمًا فَذٰلِکَ صِيَامُ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ اَعْدَلُ الصِّيَامِ " وَفِيْ رِوَايَةٍ : "هُوَ اَفْضَلُ الصِّيَامِ فَقُلْتُ : فَاِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَااَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ، وَلَاَنْ اَكُوْنَ قَبِلْتُ الثَّلَاثَةَ الْاَيَّامِ الَّتِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَهْلِيْ وَمَالِيْ " : وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّکَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ؟ قُلْتُ بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : فَلَاتَفْعَلْ : صُمْ وَاَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ فَاِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَيْکَ حَقًّا، وَاِنَّ لِعَيْنَيْکَ عَلَيْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَيْکَ حَقًّا، وَاِنَّ لِزَوْرِکَ عَلَيْکَ حَقًّا، وَاِنَّ بِحَسْبِکَ اَنْ تَصُوْمَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَاِنَّ لَکَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ اَمْثَالِهَا فَاِنَّ ذٰلِکَ صِيَامُ الدَّهْرِ " فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَجِدُ قُوَّةً قَالَ:صُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ وَلَاتَزِدْ عَلَيْهِ" قُلْتُ: وَمَاكَانَ صِيَامُ دَاوٗدَ؟ قَالَ "نِصْفُ الدَّهْرِ" فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ يَقُوْلُ بَعْدَ مَاكَبِرَ يَالَيْتَنِيْ قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ : "اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّکَ تَصُوْمُ الدَّهْرَ، وَتَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كُلَّ لَيْلَةٍ ؟ فَقُلْتُ : بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَمْ اُرِدْ بِذٰلِکَ اِلَّاالْخَيْرَ قَالَ : فَصُمْ صَوْمَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ، فَاِنَّهُ كَانَ اَعْبَدَالنَّاسِ، وَاقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ : يَانَبِيَّ اللّٰهِ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ؟ قَالَ : فَاقْرَاْهُ فِيْ كُلِّ عِشْرِيْنَ "قُلْتُ:يَانَبِيَّ اللّٰهِ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ؟ قَالَ : فَاقْرَاْهُ فِيْ كُلِّ سَبْعٍ وَلَاتَزِدْ عَلٰى ذٰلِکَ " فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ وَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اِنَّکَ لَاتَدْرِيْ لَعَلَّکَ يَطُوْلُ بِکَ عُمْرٌ " قَالَ : فَصِرْتُ اِلَى الَّذِيْ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَلَمَّا كَبِرْتُ وَدِدْتُ اَنِّيْ كُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَةَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ "وَاِنَّ لِوَلَدِکَ عَلَيْکَ، حَقًّا"وَفِيْ رِوَايَةٍ: "لَاصَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ" ثَلَاثًا. وَفِيْ رِوَايَةٍ "اَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى صِيَامُ دَاوٗدَ وَاَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى صَلٰوةُ دَاوٗدَ : كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ، وَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَايَفِرُّ اِذَا لَاقٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ : اَنْكَحَنِيْ اَبِيْ اِمْرَاَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَكَانَ يَتَعَاهَدُ كَنَّتَهٗ، "اَيِ امْرَاَةَ وَلَدِهٖ" فَيَسْاَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا فَتَقُوْلُ لَهٗ : نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَّجُلٍ لَمْ يَطَاْلَنَا فِرَاشًا وَلَمْ يُفَتِّشْ لَنَاكَنَفًا مُنْذُ اَتَيْنَاهُ. فَلَمَّا طَالَ ذٰلِکَ عَلَيْهِ ذَكَرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "اَلْقِنِيْ بِهٖ " فَلَقِيْتُهٗ بَعْدَ ذَالِکَ فَقَالَ : كَيْفَ تَصُوْمُ ؟ " قُلْتُ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ : وَكَيْفَ تَخْتِمُ : " قُلْتُ كُلَّ، لَيْلَةٍ وَذَكَرَ نَحْوَمَا سَبَقَ. وَكَانَ يَقْرَاُ عَلٰى بَعْضِ اَهْلِهِ السُّبُعَ الَّذِيْ يَقْرَؤُهٗ : يَعْرِضُهٗ مِنَ النَّهَارِ لِيَكُوْنَ اَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَتَقَوّٰى اَفْطَرَ اَيَّامًا وَاَحْصٰى وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَتْرُکَ شَيْئًا فَارَقَ عَلَيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: كُلُّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ صَحِيْحَةٌ مُعْظَمُهَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَقَلِيْلٌ مِنْهَا فِيْ اَحَدِهِمَا .

(۱۵۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو میرے بارے میں بتایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ جب تک میری زندگی ہے میں دن کو روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام الیل کروں گا، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے یہ بات کہی ہے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان میں نے کہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس طرح نہ کر سکو گے، سو تم روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو، آرام بھی کرو اور قیام بھی کرو، تم مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو، ایک نیکی کا دس گنا ثواب ہوتا ہے اس طرح ایسا ہوگا جیسے ساری زندگی بھر روزے رکھ لئے، میں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ قدرت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھ لو اور دو دن افطار کر لو، میں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ قدرت ہے، فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھ لو اور ایک دن افطار کر لو، روزوں کا یہ طریقہ داؤد علیہ السلام کا تھا اور یہ روزوں کا سب سے معتدل طریقہ ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ افضل صیام ہیں، میں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کی قدرت ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں، اور اگر میں ان تین روزوں کو قبول کر لیتا جن کے بارے میں آپ ﷺ نے اول مرتبہ ارشاد فرمایا تھا تو یہ مجھے میرے اہل اور مال سے زیادہ محبوب ہوتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا مجھے نہیں بتایا گیا کہ تم دن میں روزے رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح نہ کرو بلکہ روزہ بھی رکھ لو اور افطار بھی کر لو اور آرام بھی کرو اور قیام الیل بھی کر لو کہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے تمہاری بیوی کا تمہارے اوپر حق ہے، مہمان کا تمہارے اوپر حق ہے، بس مہینے میں تین دن روزے رکھنا تمہارے لئے کافی ہے کہ تمہیں ہر نیکی کا دس گنا ملے گا اور اس طرح تمہارے روزے زندگی بھر کے روزے ہو جائیں گے، لیکن میں نے خود ہی اپنے آپ پر سختی کی تو مجھ پر بھی سختی ہوگئی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے اندر قوت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو، اور اس پر زیادتی نہ کرو، میں نے عرض کیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کیا تھے؟ فرمایا: نصف دَهْرٌ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص جب بوڑھے ہوئے تو فرمایا کرتے تھے کہ اے کاش میں رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ رخصت کو قبول کر لیتا۔

ایک اور رِوایت میں ہے کہ کیا مجھے نہیں بتلایا گیا کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور ہر روز رات کو تلاوت کرتے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ مگر میرا ارادہ اس عمل سے حصول خیر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کے طریقے پر روزے رکھو وہ اللہ کے بڑے عابد بندے تھے، اور قرآن پورے مہینے میں پورا کرو، میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ میں اس سے زیادہ عمل کی قدرت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیس دن میں تلاوت کرو، میں نے عرض کیا یا نبی اللہ میں اس سے زیادہ کی قدرت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دس دن میں پڑھ لیا کرو، میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ میں اس سے زیادہ کی قدرت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا سات دن میں پڑھ لیا کرو اور اس سے زیادہ نہ کرو، میں نے اپنے اوپر سختی کی تو سختی کی گئی، مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہیں کیا

معلوم ہوسکتا ہے تمہاری عمر لمبی ہو جائے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا وہی حال ہوا جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا، بوڑھا ہوگیا تو میں چاہنے لگا کہ کاش میں حضور ﷺ کی دی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری اولاد کا بھی تجھ پر حق ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا روزہ نہیں ہے جو ہمیشہ روزہ رکھے، ایک اور روایت میں ہے اللہ کے نزدیک پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، وہ آدھی رات آرام کرتے اور رات کے تیسرے حصے میں قیام فرماتے اور پھر چھٹا حصہ آرام فرماتے ایک دن روزہ رکھا کرتے اور ایک دن افطار اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہتے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میرے والد نے ایک خاندانی عورت سے میرا نکاح کر دیا، وہ اپنے بیٹے کی بیوی کو دیکھنے آیا کرتے تھے اور اس سے اس کے شوہر کے بارے میں دریافت کر لیتے وہ ان سے کہتی کہ بہت اچھا آدمی ہے جب سے ہم آئے ہیں اس نے نہ ہمارے بستر پر پاؤں رکھا اور نہ ہمارا پردہ اٹھایا جب اس حالت پر کچھ وقت گزر گیا تو (حضرت عبداللہ کے والد) نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ بات بیان کی آپ ﷺ نے فرمایا، میری ملاقات کراو، چنانچہ اس کے بعد میں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی، آپ ﷺ نے فرمایا روزے کس طرح رکھتے ہو، میں نے عرض کیا ہر روز، آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم کتنے دن میں ختم کرتے ہو میں نے عرض کیا ہر رات پھر اسی طرح واقعہ بیان کیا جس طرح گزر چکا ہے، وہ گھر میں روزانہ قرآن کریم کا ساتواں حصہ گھر کے کسی فرد کو سناتے تاکہ رات کو آسانی سے تلاوت کر سکیں، جب کبھی جسمانی توانائی کی ضرورت محسوس کرتے تو کئی دن کا افطار کرتے اور ان کو شمار کر کے یہ روزے پھر رکھتے، انہیں پسند نہیں تھا کہ کوئی عمل ان سے رہ جائے جسے وہ حیاتِ طیبہ ﷺ میں کیا کرتے تھے۔

یہ تمام روایات صحیح ہیں، ان میں سے اکثر روایات صحیحین میں ہیں اور کم روایات ایسی ہیں جو صحیحین میں سے کسی ایک میں ہیں۔

تخریج حدیث (۱۵۰): صحیح البخاری، کتاب الصوم، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النهی عن صوم الدهر

کلمات حدیث: ما عشت : جب تک میں زندہ رہوں۔ عاش عیشا (باب ضرب) زندگی گزارنا۔ زورك : تمہارا مہمان۔ زار زيارةً (باب نصر) زیارت کرنا، ملاقات کرنا۔ بحسبك : تمہیں کافی ہے، یفتش، فتش، تفتیشاً : بحث کرنا، سوال کرنا، تلاش کرنا۔

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت بنی نوع انسان میں سب سے افضل جماعت ہے، رسول کریم ﷺ کی تربیت نے انہیں جلا بخشی تھی اور ان کے نفوس کو پاکیزہ بنا دیا تھا اور ان میں خشیت الٰہی کی ایسی کیفیت پیدا فرما دی تھی کہ وہ گویا جنت دوزخ کو اپنے سامنے دیکھتے تھے، ان میں دنیا کی فنا اور آخرت کی بقا کا تصور اس قدر گہرا ہو گیا تھا کہ وہ ہر وقت اور ہر لحہ ان اعمال صالحہ کی فکر میں لگے رہتے تھے جو دار آخرت کے انعام و اکرام اور اللہ سبحانہ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں، متعدد صحابۂ کرام نے اپنی زندگیوں کو مکمل طور پر عبادت کے لئے وقف کر دینے کا ارادہ کیا مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بتایا کہ اس دین کی روح توسط واعتدال اور میانہ روی ہے اور اس

کے جملہ احکام ہر طرح کی افراط اور تفریط سے منزہ اور پاک ہیں، دین اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دین اور دنیا کے تمام فرائض وواجبات ادا کئے جائیں اور دنیا کے کام بھی اگر اخلاص اور حسن نیت سے اور اللہ کی رضا کے لئے کئے جائیں تو وہ بھی دین ہی کا حصہ ہیں، اس لئے ارشاد فرمایا کہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھ کا اور تمہاری بیوی کا تمہارے اوپر حق ہے اور تمہارے مہمان کا تمہارے اوپر حق ہے، غرض آدمی اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ اس طرح عبادت کرے کہ وہ ساری عمر اس کو نبھا سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طول عمری کی بھی پیش گوئی فرمادی تھی جو پوری ہوئی اور آخر میں خود حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں حضور ﷺ کی عطا کردہ رخصت کو قبول کر لیتا۔

(فتح الباری، عمدة القاری، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۹٤)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

۱۵۱۔ وَعَنْ اَبِیْ رِبْعِیِّ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِیْعِ الْاُسَیِّدِیِّ الْکَاتِبِ اَحَدِ کُتَّابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقِیَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: کَیْفَ اَنْتَ یَاحَنْظَلَةُ؟ قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ: قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاتَقُوْلُ: قُلْتُ: نَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُذَکِّرُنَابِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ کَاَنَّا رَأْیَ عَیْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا. قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: فَوَاللّٰهِ اِنَّا لَنَلْقٰی مِثْلَ هٰذَا، فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: فَقُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "وَمَاذَاکَ؟" قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَکُوْنُ عِنْدَکَ تُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ کَاَنَّا رَأْیَ عَیْنٍ فَاِذَاخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِکَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْتَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَاتَکُوْنُوْنَ عِنْدِیْ وَفِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَائِکَةُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ وَلٰکِنْ یَاحَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ:

قَوْلُهٗ "رِبْعِیٌّ" بِکَسْرِ الرَّاءِ "وَالْاُسَیِّدِیُّ" بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّیْنِ وَبَعْدَهَا یَاءٌ مُشَدَّدَةٌ مَکْسُوْرَةٌ. وَقَوْلُهٗ: "عَافَسْنَا" هُوَ بِالْعَیْنِ وَالسِّیْنِ الْمُهْمَلَتَیْنِ: اَیْ عَالَجْنَا وَلَاعَبْنَا. "وَالضَّیْعَاتُ": الْمَعَایِشُ.

(۱۵۱) حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول کریم ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملاقات کی اور پوچھا حنظلہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ حنظلہ تو منافق ہوگیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور وہ ہمیں جنت اور دوزخ کی

یاد دلاتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آجاتے ہیں اور اپنے اہل خانہ اولاد اور مال وزمین میں مشغول ہو جاتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! ہماری بھی یہی کیفیت ہے، غرض میں اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوئے اور ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے میں نے عرض کیا یارسول اللہ حنظلہ تو منافق ہوگیا، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمارے سامنے جنت وجہنم کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم ایسا محسوس کرتے ہیں کہ گویا ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن جب آپ ﷺ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور اپنے اہل خانہ اولاد اور مال وزمین میں مشغول ہو جاتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہاری وہ کیفیت جو میرے پاس ہوتی ہے مستقل باقی رہے اور اسی طرح ذکر میں رہو تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں میں ملاقات کریں، لیکن حنظلہ کوئی کوئی ساعت۔ تین مرتبہ فرمایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۵۱): صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فضل دوام الذکر.

راوی حدیث: حضرت ابوربعی حنظلہ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے مراسلات اور خطوط تحریر فرمایا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں غزوۂ طائف سے قبل بنوثقیف کی طرف سفیر بنا کر بھیجا، آپ سے آٹھ حدیث مروی ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں انتقال فرمایا۔ (اسد الغابہ: ۲/ ۴۳، الاصابة فی تمییز الصحابہ: ۲/ ۴۳)

کلمات حدیث: نافق: منافق ہوگیا۔ مُنَافَقَه (باب مفاعلہ) بظاہر اسلام ظاہر کرنا اور دل میں کفر چھپانا۔ الضیعات: زمینیں، باغ۔ واحد ضیعة۔ لَصَافحتکم: تم سے مصافحہ کریں۔ صافح (باب مفاعلہ) مصافحة: ہاتھ ملانا، مصافحہ کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرتے اور اچھے اعمال کی جانب تیزی سے دوڑتے اور اس کے ساتھ ہی انہیں ایمان میں اپنے مقام اور مرتبہ کا بھی خیال رہتا چنانچہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ محسوس کیا کہ دربار رسالت ﷺ میں موجودگی کے وقت ان میں خشیت الٰہی کی ایک خاص کیفیت ہوتی ہے اور فکر آخرت کا اہتمام ہوتا ہے کہ گویا جنت ودوزخ آنکھوں کے سامنے ہیں لیکن حضور کی مجلس سے اٹھ آنے کے بعد اور کاروبار حیات میں مشغول ہو جانے کے بعد یہ کیفیت ماند پڑ جاتی ہے کہیں یہ ضعف ایمان کی علامت تو نہیں ہے؟ اسی فکر وتردد میں تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی اور انہوں نے بھی تصدیق کی کہ اسی طرح ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری وہ کیفیت جو میرے پاس ہوتے ہوئے ہوتی ہے مسلسل باقی رہے اور کاروبار حیات میں مصروفیت سے یہ کیفیت منقطع نہ ہو تو تم فرشتوں کی جماعت میں شامل ہو جاؤ اور فرشتے نازل ہوں اور ہر جگہ تم سے مصافحہ کرنے لگیں، مگر کوئی ساعت کیسی ہے اور کوئی کیسی۔ یعنی کبھی یہ کیفیت کبھی وہ کیفیت۔

فرشتوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سراپا خیر بنایا ہے ان میں شر کا کوئی عنصر نہیں ہے وہ شب وروز مسلسل اللہ کی تسبیح میں مشغول رہتے ہیں

اوراس تسبیح وتحمید کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں کرتے اور وہ کبھی اور کسی مرحلہ میں حکم الٰہی کی خلاف ورزی نہیں کرتے، لیکن انسان فرشتوں کی طرح نہیں ہے، اگر وہ کیفیت جو میرے پاس ہوتی ہے وہ مستقل باقی رہے تو فرشتے تمہارے تکریم وتعظیم کرنے لگیں۔

لیکن انسان پر لمحات آتے ہیں کوئی وقت عبادت کا حق اور مناجات رب کا ہے اور کوئی دنیا کی زندگی میں اشتغال کا اور احوال ومواجیہ باقی نہیں رہتے آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں، غرض احوال ومواجیہ وقتی ہیں اور اصل مقصود رب کی بندگی اور اس کی رضا کا حصول ہے۔

(دلیل الفالحین: ۱/۲۹۷)

نذر صرف ایسی عبادت کی ہوتی ہے جو شرعاً مقصود ومطلوب ہو

۱۵۲۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَأَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا أَبُوْإِسْرَائِيْلَ نَذَرَ أَنْ يَقُوْمَ فِي الشَّمْسِ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُوْمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۵۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے ایک شخص کو کھڑے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے اس کے بارے میں استفسار فرمایا لوگوں نے کہا کہ یہ ابواسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا نہ بیٹھے گا اور نہ سائے میں آئے گا اور بات نہیں کرے گا اور روزہ رکھے گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے حکم دو کہ بات کرے اور سائے میں آئے بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۵۲): صحيح البخاري، كتاب الايمان والنذور، باب النذرفيما لا يملك وفى معصية .

کلمات حدیث: نذر، نذرًا، ونذورًا (ضرب اورنصر) نذر ماننا۔

شرح حدیث: ابن رجب امام نووی رحمہما اللہ کی الاربعین کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جس عمل کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ذریعہ تقرب الی اللہ نہ قرار دیا ہو اس کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے، اور جو عمل کسی ایسی عبادت میں قربت ہو جس کو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے عبادت قرار دیا ہو وہ اس عبادت سے جدا ہو کر قربت نہیں ہے، یعنی قیام مثلاً نماز میں تو قربت ہے لیکن نماز کے علاوہ محض کھڑے ہو جانا قربت نہیں ہے بلکہ ہر قربت کے لئے لازم ہے کہ اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے قربت قرار دیا ہو، روزہ چوں کہ قربت ہے اس لئے اس کو پورا کرنے کا حکم فرمایا، مگر پانچ ایام جن کے روزے رکھنا منع ہے یعنی عیدین اور ایام تشریق تو ان میں سے کسی دن کے روزے کی نذر ماننا صحیح نہیں اور نہ یہ روزہ ہوگا، بلکہ معصیت اور بلاوجہ بھوکا رہنا ہے۔

(دليل الفالحين : ۱/۲۹۸، فتح البارى :۲/۴۹۵)

☆☆☆☆☆

اَلْبَابُ (۱۵)

فِي الْمُحَافَظَةِ عَلَى الْأَعْمَالِ

محافظتِ اعمال

۵۵. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ:

﴿ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾

اللہ سبحانہ نے فرمایا:

’’کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کو گڑ گڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جو اترا ہے سچا دین اور نہ ہوں ان جیسے جن کو کتاب ملی تھی اس سے پہلے پھر دراز گزری ان پر مدت پھر سخت ہو گئے ان کے دل اور بہت ان میں نافرمان ہیں۔‘‘ (الحدید:۱٦)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ وقت آ گیا ہے کہ اہل ایمان کے دل اللہ کی یاد، قرآن کریم اور اس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں اور نرم ہو کر گڑ گڑانے لگیں ایمان وہی ہے کہ دل نرم ہو نصیحت کا اور اللہ کی یاد کا اثر قبول کرے، اہل کتاب بھی اولاً اپنے پیغمبروں کی صحبت سے یہ باتیں اپنے اندر رکھتے تھے مدت بعد غفلت چھائی گئی دل سخت ہو گئے اور اکثر نے سرکشی اور نافرمانی کی روش اپنا لی، اب اہل اسلام بھی اپنے رسول ﷺ کی صحبت میں رہ کر (اور ان کی حدیث وسنت سے مستفید ہو کر) نرم دلی انقیاد کامل اور اللہ کے سامنے خشوع وخضوع اختیار کریں اور اس مقام بلند پر پہنچیں، جس پر پچھلی امتیں نہ پہنچ پائیں۔

(معارف القرآن، تفسیر مظهری، تفسیر عثمانی)

۵٦. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ﴾

نیز فرمایا:

’’اور پیچھے بھیجا ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو اور اس کو ہم نے دی انجیل اور رکھ دی اس کے ساتھ چلنے والوں کے دلوں میں نرمی اور مہربانی اور ایک ترک دنیا کا جو انہوں نے نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں لکھا تھا یہ ان پر مگر کیا چاہنے کو اللہ کی رضامندی، پھر نہ نباہا اس کو جیسا کہ چاہئے تھا نباہنا۔‘‘ (الحدید:۲۷)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ انسانوں کی ہدایت اور ان کی حق کی جانب راہنمائی کے لئے ہر دور اور ہر زمانے میں انبیاء آتے رہے اور سب سے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے جو ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں

اللہ نے نرمی پیدا فرمادی تھی اور وہ خلق کے ساتھ اور آپس میں محبت سے پیش آتے اور مہربانی کا سلوک کرتے لیکن آگے چل کر ان کے متبعین بے دین بادشاہوں کے مظالم سے تنگ آکر اور دنیا کے مخمصوں سے گھبرا کر ایک نئی بدعت رہبانیت کی نکال لی جس کا اللہ نے انہیں حکم نہیں دیا تھا مگر ان کی نیت یہ تھی کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کریں بعد میں اس کی بھی رعایت نہ کر سکے، انہوں نے یہ رسم نکالی تھی کہ ترک دنیا کر کے جنگلوں میں رہتے مخلوق سے دور رہتے اور عبادت و بندگی میں لگے رہتے، مگر اس ترک دنیا کے پردے میں پھر دنیا میں ملوث ہو گئے اور جو بدعت خود ایجاد کی تھی اس کی بھی رعایت نہ کر سکے، اسلام نے اعتدال فطری سے متجاوز رہبانیت کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ عملی زندگی میں تمام حقوق فرائض کی ادائیگی اور جملہ امور میں اللہ کے احکام کی اطاعت اور پیروی کو لازم قرار دیا ہے۔

(تفسیر عثمانی، تفسیر مظہری)

۵۷. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا ﴾

اور فرمایا:

''اور اس عورت کی طرح نہ ہو جانا جس نے محنت سے سوت کاتا پھر اس کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا''(النحل:۹۲)

۵۸. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝٩٩ ﴾

مزید فرمایا:

''اور اپنے رب کی عبادت کئے جا یہاں تک کہ تمہاری موت کا وقت آجائے۔''(الحجر:۹۹)

تیسری اور چوتھی آیت کا مقصود یہ ہے کہ اللہ کے دین پر عمل اور اس پر استقامت اور عبادت رب جب تک زندگی باقی ہے یعنی زندگی مسلسل عمل صالح سے عبارت ہے یہ نہیں آج عمل کر لیا اور چھوڑ دیا اور اطاعت بھی کر لی اور نافرمانی بھی کر لی اور اس دیوانی کی طرح ہو گئے جس نے دن بھر محنت مشقت کر کے سوت کاتا اور شام کو پارہ پارہ کر دیا، عمل صالح پر عدم استقامت اور اطاعت کی زندگی کے بعد نافرمانی کی مثال اسی طرح ہے۔ (تفسیر عثمانی)

وَأَمَّا الْأَحَادِيْث فَمِنْهَا حَدِيْثُ عَائِشَةَ وَكَانَ أَحَبُّ الدِّيْنَ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُه' عَلَيْهِ وَقَدْ سَبَقَ قَبْلَه' .

اور احادیث میں ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دین کا وہ کام زیادہ محبوب تھا جس پر اس کا کرنے والا مداومت اختیار کرے، اور یہ حدیث باب ماقبل میں گزر چکی ہے۔

---

۱۵۳. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ مِنَ اللَّيْلِ اَوْعَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ مَابَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَه' كَاَنَّمَا قَرَأَه مِنَ

اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۵۳) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنا رات کا وظیفہ چھوڑ کر سوگیا یا اس سے اس کا کچھ حصہ رہ گیا اور اس نے نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان کسی وقت پورا کرلیا تو اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے کہ جیسے اس نے رات ہی کو پڑھا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۵۳): صحیح البخاری، کتاب الایمان و النذور، باب النذر فیما لا یملك وفی معصیة .

کلمات حدیث: حِــزب : وہ حصہ یا جزء جو انسان اپنے لئے مقرر کرلے کہ مثلاً اس قدر تلاوت یا اس قدر تسبیح اس کی جمع احزاب ہے۔

شرح حدیث: متعدد احادیث مبارکہ میں اس امر کی تاکید آئی ہے کہ انسان جو عمل خیر کرے اس پر مداومت کرے اور اس طرح نہ کرے کہ کبھی کرلیا اور کبھی چھوڑ دیا، بلکہ بہترین عمل وہی ہے جو مستقل ہو اور پابندی کے ساتھ اس پر عمل ہوتا رہا، چنانچہ اس حدیث مبارک میں بھی یہی فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے رات کو پڑھنے کے لئے کوئی حزب یا وظیفہ یا ورد متعین کرلیا ہے تو اس کی پابندی کرے اور اگر کسی عذر کی بنا پر نہ کرسکے تو اگلے دن ظہر کے وقت سے پہلے پہلے پورا کرلے کہ اگر اس وقت کے اندر پورا کرے تو اللہ کے یہاں اس کا اجر وثواب اسی طرح لکھا جائے گا جیسے اس نے یہ عمل رات ہی کو کیا ہو، اور بلکہ اگر اس کو اپنے معمول کے چھوٹ جانے پر افسوس اور رنج ہوا ہے تو اس کو اجر وثواب دہرا ملے گا۔ (دلیل الفالحین: ۱/۳۰۳)

جس عبادت کا معمول ہے اس کو چھوڑ دینا برا ہے

۱۵۴۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"يَاعَبْدَاللّٰهِ لَاتَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۵۴) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عبداللہ فلاں کی طرح نہ ہو جانا جو رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے قیام کرنا چھوڑ دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۴): صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب ما یکرہ من ترك قیام اللیل لمن کان یَقُوْمُه' .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا جس نے قیام اللیل شروع کیا اور پھر اسے ترک کردیا بلکہ جو عمل بھی کرو اس پر مداومت اختیار کرو، عمل خواہ کم ہو یا زیادہ اس کا مستقل اور ہمیشہ ہونا بہتر ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوشش کی کہ میں اس شخص کا نام معلوم کروں مگر میں نہیں معلوم کرسکا مزید فرماتے ہیں کہ خود رسول کریم ﷺ اس طرح کے مواقع پر نام نہیں لیا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ جہاں کوئی برائی کا پہلو ہو وہاں ستر ہی بہتر ہے۔

(فتح الباری : ۱/۷۲۴، دلیل الفالحین : ۱/۳۰۲)

رسول اللہ ﷺ کا تہجد کی قضاء کرنا

۱۵۵. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنَ اللَّیْلِ مِنْ وَجَعٍ اَوْغَیْرِهٖ صَلّٰی مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ رَکْعَةً، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۵۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی بیماری وغیرہ کی وجہ سے رات کی نماز (یعنی تہجد کی نماز) فوت ہوجاتی تو دن کو بارہ رکعت پڑھتے ۔(مسلم)

تخریج حدیث(۱۵۵): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنه او فرض.

کلمات حدیث: فاتت، فات، فوتا (باب نصر) کام کا وقت جاتا رہنا، گزرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی بیماری کی وجہ سے یا کسی اور عذر سے تہجد کی نماز رہ جاتی تو آپ ﷺ اگلے روز بارہ رکعت پڑھ لیتے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قضاء کے طور پر نہیں بلکہ بطور تلافی کے تاکہ جو عمل رہ گیا ہے اسے پورا کرلیا جائے، نفل نمازوں کی قضا کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ جو بغیر وتر پڑھے یا سنن پڑھے سوجائے وہ اس وقت پڑھ لے جب اسے یاد آجائے۔

بعض علماء کے نزدیک تہجد کی نماز آپ ﷺ پر فرض تھی جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: ﴿ نَافِلَةً لَّكَ ﴾ کہ پانچ نمازوں کے علاوہ تہجد کی نماز آپ ﷺ پر زائد فرض ہے، اگرچہ اس قول کو علامہ قرطبی رحمہ اللہ اور دوسرے محققین مفسرین ومحدثین نے مرجوح قرار دیا ہے، بہرحال اس قول کے اعتبار سے آپ ﷺ کے نماز تہجد کے فوت ہونے پر اس کی قضا کرنے میں کوئی اشکال نہیں اور اگر راجح قول کو لیا جائے کہ آپ ﷺ کے لئے اور تمام امت کے لئے تہجد نفل ہے تو تہجد کی قضا کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ نوافل کی قضاء اگرچہ ضروری نہیں تاہم اگر اس کا اہتمام کرلیا جائے تو مستحب ہے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۳۰۳، روضة الصالحین : ۱/۴۰۴، شرح مسلم للنووی : ۶/۲۲)

البَابُ (١٦)
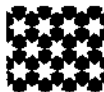
فی الأمر بالمحافظة علی السنة و آدابها

سنت وآداب سنت کی محافظت کے بیان میں

۵۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''اور جو تمہیں رسول اللہ ﷺ دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔'' (الحشر: ۷)

تفسیری نکات: پہلی آیت کا اصل مورد احکام فئے کا بیان ہے کہ فئے کے مال کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ جس کو جتنا دیں لے لو اور جو نہ دیں اس سے باز رہو اور اِتَّقُوا اللّٰه کہہ کر اس حکم کو مزید مؤکد کر دیا، لیکن آیت کے الفاظ عام ہیں اور مفسرین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آیت کا عموم تمام امور اور جملہ احکام کو مشتمل ہے۔

صحابۂ کرام جو قرآن کے پہلے مخاطب تھے وہ بھی یہی مفہوم سمجھتے تھے کہ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کو واجب التعمیل قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا تو اسے کہا کہ یہ کپڑے اتار دو، اس شخص نے کہا کہ اس حکم کے متعلق کیا کوئی قرآن کی آیت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں اور یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ (معارف القرآن، تفسیر مظهری)

(نوٹ) مال فیٔ سے مراد وہ مال جو کفار سے جنگ کے بغیر حاصل ہو۔

۶۰. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلْهَوَىٰٓ ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْىٌ يُوحَىٰ ۝٤ ﴾

نیز فرمایا:

''اور آپ کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہتے یہ تو وحی ہے جو انہیں وحی کی گئی ہے۔'' (النجم: ۳، ۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سب وحی ہے، جو وحی قرآن میں ہے وہ وحی متلو ہے اور اس کے علاوہ آپ کے تمام فرمودات وحی غیر متلو ہیں سنت کی اتباع بھی ہر مسلمان پر لازم ہے کہ قرآن اور سنت ایک دوسرے کے ساتھ لازم ملزوم ہیں سنت کی حیثیت قرآن کے بیان کی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس نے سنت کا انکار کیا اس نے قرآن کا بھی انکار کیا۔

۶۱. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ﴾

نیز فرمایا:

''کہیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں محبوب رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔''

(آل عمران: ۳۱)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ کی محبت کا معیار رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل ہے جو جس قدر اتباع سنت پر عمل کرے گا اتنا ہی وہ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہوگا، اگر آج دنیا میں کسی کو اپنے مالک حقیقی سے محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو اس پر لازم ہے کہ اس دعویٰ محبت کو اتباع سنت نبوی ﷺ کی کسوٹی پر پرکھ کے دیکھ لے جو شخص جس قدر رسول اللہ ﷺ کی راہ پر چلتا اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت کو مشعل راہ بناتا ہے اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ وہ دعویٰ حب الٰہی میں سچا ہے اور جتنا اس دعویٰ میں سچا ہوگا اتنا ہی حضور ﷺ کی پیروی میں مضبوط اور اتباع اسوۂ حسنہ میں مستعد پایا جائے گا جس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا اور اللہ کی محبت اور حضور ﷺ کی سنت کی اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (تفسیر عثمانی)

۶۲. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْآخِرَ ﴾

نیز فرمایا:

''تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے اس کے لئے جو اللہ سے ملنے کی اور روز قیامت کی امید رکھتا ہو۔''

(الاحزاب: ۲۱)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں ان کے لئے حیات طیبہ ﷺ میں ایک بہترین نمونۂ عمل موجود ہے اور اہل ایمان پر لازم ہے کہ ہر معاملہ ہر حرکت و سکون اور ہر کام میں ان کے نقش قدم پر چلیں اور کسی معاملہ میں سر مو ان کی سنت سے انحراف نہ ہو۔ (تفسیر عثمانی)

۶۳. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ مؤمن نہ ہوں گے جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں بلکہ اسے خوشی سے مان لیں۔'' (النساء: ۶۵)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں اللہ کی قسم یہ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک یہ لوگ اے رسول ﷺ تمہیں اپنے تمام چھوٹے بڑے مالی اور جانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ مان لیں کہ تمہارے فیصلے سے ان کے جی میں کچھ تنگی اور ناخوشی نہ

آنے پائے اور تمہارے ہر حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کرلیں۔ (تفسیر عثمانی)

۶۴. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ﴾

نیز فرمایا:

اگر کسی امر میں تمہارا اختلاف ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔"

(النساء: ۵۹)

قَالَ الْعُلَمَآءُ : مَعْنَاهُ اِلَی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ .

علماء نے فرمایا کہ مراد اللہ کی کتاب اور سنت کی جانب رجوع ہے۔

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ جب بھی تمہارے درمیان کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جس میں تم آپس میں اختلاف کرو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے طالب ہو اور جو فیصلہ قرآن وسنت سے ملے اس پر عمل کرو اگر تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ جو ان کا حکم ہو وہ بلا تامل قبول کرو، جو حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم مین دیا ہے اور اس میں کسی تفصیل وتشریح کی حاجت نہیں ہے جیسے شرک اور کفر کی ممانعت اللہ واحد کی عبادت و بندگی وغیرہ جیسے امور یہ براہ راست احکام ربانی ہیں ان کی تعمیل بلا واسطہ حق تعالیٰ کی اطاعت ہے، قرآن کریم کے احکام کا ایک حصہ وہ ہے جو مجمل ہے اور اس میں تفصیل کی احتیاج ہے اس حصہ کی تفصیل رسول اللہ ﷺ نے اپنی قولی احادیث اور اپنی عملی سنت سے فرمائی ہے، جو خود بھی وحی ہے، اور اللہ کے رسول ﷺ کا ہر ہر فرمان حکم الٰہی کا ترجمان ہے۔ (معارف القرآن، تفسیر مظہری)

۶۵. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔" (النساء: ۸۰)

تفسیری نکات: ساتویں آیت میں فرمایا کہ جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی یعنی اللہ کی اطاعت وفرمان برداری کا پیمانہ رسول ﷺ کی اطاعت ہے اور یہ بات بالکل معقول ہے کیوں کہ اللہ کے احکام جو قرآن میں مذکور ہیں وہ بھی ہمیں رسول ہی کے توسط سے ملے ہیں اور قرآن کریم میں جو احکام مجمل مذکور ہیں تو خود قرآن نے بیان کا فریضہ رسول ﷺ کے سپرد کیا ہے اور کہا ہے کہ: ﴿ لتبین للناس مانزل الیهم ﴾ (تا کہ آپ لوگوں کے لئے بیان کردیں جو ان کے لئے احکام نازل کئے گئے ہیں) اس لئے اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع اور ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی ہر حال میں لازم ہے، اور رسول کریم ﷺ کی اتباع دراصل اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان کی علامت ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے

فرمایا کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے اور یوم آخرت پر یقین رکھنے والے ہی اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی کرنے والے ہیں۔

(معارف القرآن، تفسیر عثمانی، تفسیر مظهری)

۲۷. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''جو لوگ اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت آجائے یا دردناک عذاب نازل ہو۔''

(النور:۶۳)

تفسیری نکات: آٹھویں آیت میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں کو قرآن کریم کے ذریعے سے اللہ تک پہنچنے کی سیدھی راہ بتلاتے ہیں، جو اللہ کی اور رسول ﷺ کی بتائی ہوئی راہ پر چلے گا وہی سیدھی راہ پر چلنے والا ہوگا اور جو اس راہ سے سرمو بھی انحراف کرے گا وہ سیدھی راہ سے بھٹکنے والا ہوگا۔

۲۶. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَإِنَّكَ لَتَهْدِىٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٢﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''اور بے شک آپ ﷺ راہنمائی کرتے ہیں سیدھی راہ کی جانب۔'' (الشوریٰ:۵۲)

تفسیری نکات: نویں آیت میں فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان کے دلوں میں کفر و نفاق کا فتنہ جڑ نہ پکڑ جائے اور اس طرح وہ دنیا کے مصائب اور آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

(تفسیر عثمانی)

۲۸. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَٱذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِى بُيُوتِكُنَّ مِنْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ وَٱلْحِكْمَةِ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِی الْبَابِ كَثِيْرَةٌ. وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ .

مزید فرمایا:

''اور تمہارے گھروں میں جو آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں بتائی جاتی ہیں انہیں یاد کرتی رہو۔''

(الاحزاب:۳۴)

تفسیری نکات: دسویں آیت میں ازواج مطہرات کو خطاب ہے کہ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں جو احکام اور دانائی اور حکمت کی باتیں ہیں انہیں سیکھو، یاد کرو اور دوسروں کو سکھاؤ اور اللہ کے احسان عظیم کا شکر ادا کرو کہ تم کو ایسے گھر میں رکھا جو حکمت کا خزانہ

اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ (تفسیر عثمانی)

رسول اللہ ﷺ سے بے جا سوالات کی ممانعت

۱۵۶۔ فَالْأَوَّلُ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "دَعُوْنِیْ مَا تَرَكْتُكُمْ، اِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَثْرَةُ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰی اَنْبِيَائِهِمْ، فَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۵۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں اس لئے کہ تم سے پہلے لوگ بکثرت سوال کرنے اور اپنے انبیاء کی تعلیم کے برخلاف کرنے سے ہلاک ہوئے ہیں، میں تمہیں جس بات سے منع کروں اس سے اجتناب کرو اور جب تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو جہاں تک ہو سکے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۶): صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰہ. صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب توقیرہ ﷺ وترک اکثار سواله عمالا ضرورة الیه.

کلمات حدیث: نهیتکم: میں نے تمہیں منع کیا۔ نَهٰی، نَهْيًا (باب نصر) روکنا، منع کرنا۔ النَّاهی: منع کرنے والا۔ المُنْهٰی: وہ کام جس سے منع کیا گیا ہو، جمع مَنهِیات۔

شرح حدیث: قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَسْـَٔلُوا۟ عَنْ أَشْيَآءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ﴾

"اے ایمان والو! مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھول دی جائیں تو تم کو بری لگیں۔" (المائدۃ: ۱۰۱)

یعنی جو امور رسول کریم ﷺ صراحتاً بتائیں اور جو احکام واضح فرمائیں ان پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں لیکن جس بات کے بارے میں رسول کریم ﷺ سکوت فرمائیں تو تم بھی سکوت اختیار کرو ایسا نہ ہو کہ سوال و جواب میں کوئی ایسا حکم آ جائے جس پر عمل دشوار ہو جائے، جس طرح تحلیل و تحریم میں شارع کا بیان موجب ہدایت وبصیرت اور مبنی بر حکمت ہے اسی طرح ان کا سکوت بھی ذریعۂ رحمت و سہولت ہے، بحث و سوال کا دروازہ کھولنا جب کہ قرآن کریم نازل ہو رہا ہے اور اللہ کا رسول ﷺ موجود ہے اور باب تشریع مفتوح ہے تو بہت ممکن ہے کہ سوالات کے جواب میں بعض ایسے احکام نازل ہو جائیں جن سے وسعت و رحمت کی جگہ تنگی اور زحمت آ جائے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے اور آپ ﷺ نے دوران خطبہ فرمایا کہ اللہ نے حج فرض کیا ہے حج کرو، ایک صحابی جن کا نام اقرع بن حابس تھا کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر سال؟ آپ ﷺ خاموش رہے انہوں نے تین مرتبہ سوال دھرایا مگر آپ ﷺ خاموش رہے، اور بعد میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اس وقت کہہ دیتا کہ ہاں تو ہر مسلمان پر ہر سال حج فرض ہو جاتا۔

(فتح الباری کتاب الاعتصام:۳/۵۹۵ ۷. دلیل الفالحین: ۱/۳۰۶)

اطاعتِ امیر کی تاکید

۱۵۷. اَلثَّانِیْ عَنْ اَبِیْ نَجِیْحٍ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً بَلِیْغَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُیُوْنُ فَقُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَاَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا قَالَ: "اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ تَاَمَّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ (حَبَشِیٌّ) وَاِنَّه' مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ فَسَیَرَی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ عَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ:

"اَلنَّوَاجِذُ" بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ: اَلْاَنْیَابُ وَقِیْلَ الْاَضْرَاسُ.

(۱۵۷) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسی پر اثر نصیحت فرمائی کہ ہمارے دل لرز اٹھے اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں، ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ تو الوداعی وعظ معلوم ہو رہا ہے ہمیں وصیت فرمایئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ کے تقویٰ کی اور سمع وطاعت کی اگر چہ تم پر کوئی حبشی غلام امیر بنا دیا جائے اور جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، پس تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی کرو، اس کو اپنے پچھلے دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور نئی نئی باتوں سے بچو اس لئے کہ ہر نئی بات گمراہی ہے۔ (ابو داؤد، ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

النواجذ، اضراس : پچھلے دانت۔

تخریج حدیث (۱۵۷): سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب لزوم السنة. الجامع الترمذی، کتاب العلم، باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة.

راوی حدیث: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ اصحاب الصفہ میں سے تھے خود فرمایا کرتے تھے کہ اسلام قبول کرنے والوں میں میرا چوتھا نمبر ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پچھتر احادیث منقول ہیں ۷۵ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة)

کلمات حدیث: وَجِلَتْ، وَجِلَ، وَجَلًا (باب سمع) ڈرنا خوف محسوس کرنا۔ النَّوَاجِذ: پچھلے دانت۔ واحد، ناجذ: ڈاڑھ۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے ایک موقعہ پر اپنے اصحاب کو نصیحت فرمائی، بڑی پر اثر اور بہت بلیغ اور دل پر اثر کرنے والی، صحابۂ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) آپ (ﷺ) نے تو ایسی نصیحت فرمائی جیسے کوئی شخص رخصت ہوتے ہوئے کرتا ہے، آپ ہمیں وصیت فرمائیں، رسول کریم ﷺ نے یہ درخواست قبول فرمائی اور وصیت فرمائی جس کے تین اہم اجزاء ہیں۔

ہر حالت میں سمع وطاعت خواہ کوئی عبد حبشی بھی حاکم بنا دیا جائے۔ ہر حالت میں سنت نبوی ﷺ اور سنت خلفائے راشدین کی اتباع اور پیروی۔ اس کو پچھلے دانتوں سے خوب مضبوطی سے پکڑ لے کہ کہیں تم سے اللہ کے رسول ﷺ کی سنت نہ چھوٹ جائے اور نئی نئی باتوں سے اجتناب کیوں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

بدعت اس کو کہتے ہیں کہ جو بات اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت نہ ہو اور اسے دین سمجھ کر کیا جائے یعنی جو بات دین کی نہیں ہے اسے دین سمجھ کر کرنا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو بات قرآن کریم، سنت رسول ﷺ اور صحابۂ کرام کے منافی اور اجماع امت کے خلاف ہو تو وہ بدعت اور ضلالت ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱/ ۸ ۳)

****

اطاعت رسول اللہ ﷺ دخول جنت کا سبب ہے

۱۵۸ ۔ اَلثَّالِثُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "كُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی" قِیْلَ : وَمَنْ یَابٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ "فَقَدْ اَبٰی" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۵۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے، سوائے اس کے جو انکار کرے، کہا گیا یا رسول اللہ کون ہے جو انکار کرے گا آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۵۸): صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء، بسنن رسول اللہ ﷺ.

کلمات حدیث: أَبیٰ : انکار کیا۔ أَبیٰ أَبَاءً (باب فتح وضرب) انکار کرنا، ناپسند کرنا۔

شرح حدیث: میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے اس کے جو انکار کرے، اور انکار کرنے والا وہ ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرے، ایک اور حدیث میں ہے کہ " من اطاعنی فقد اطاع اللّٰه "(جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) اللہ کی اطاعت اور عدم اطاعت کا معیار رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَ ﴾ (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) اور اسی طرح اللہ کی محبت بھی تابع ہے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے ﴿ قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ ﴾ (اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا) جو شخص جس قدر رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتا ہے اور آپ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا ہے وہی اللہ کی محبت کے دعوٰی میں اسی قدر سچا ہے اور جو اللہ کے رسول کی اتباع کرتا ہے وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے، اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (فتح الباری :۳/ ۷۹۶، دلیل الفالحین: ۱/ ۳۰۹، تفسیر عثمانی)

****

الٹے ہاتھ سے کھانا تکبر کی علامت ہے

۱۵۹. اَلرَّابِعُ عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ وَقِیْلَ اَبِیْ اِیَاسٍ سَلَمَةَ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ فَقَالَ :"کُلْ بِیَمِیْنِکَ" قَالَ : لَااَسْتَطِیْعُ قَالَ: لَااسْتَطَعْتَ" مَامَنَعَهٗ اِلَّاالْکِبْرُ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰی فِیْهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۵۹) حضرت سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا، آپ ﷺ نے فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اس نے کہا کہ میں نہیں کھا سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا (اللہ کرے) تو نہ کر سکے، اس حکم کی تعمیل میں اسے تکبر مانع تھا، لیکن اس کے بعد وہ فی الواقع اپنا داہنا ہاتھ منہ تک نہ لے جا سکا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۵۹): صحیح مسلم، حدیث (۲۱ ۰ ۱)

راوی حدیث: حضرت سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے بعد تمام غزوات میں شرکت فرمائی صلح حدیبیہ میں بیعت رضوان میں بھی موجود تھے اور تین مرتبہ بیعت فرمائی، ان سے مروی احادیث کی تعداد ۷۷ ہے جن میں ۱۶ متفق علیہ ہیں مدینہ منورہ میں ۷۴ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة : ۳/۱۱۸)

شرح حدیث: ایک شخص جس کا نام بسر بن راعی العیر تھا، تکبر سے اپنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا داہنے ہاتھ سے کھاؤ، اس نے از راہ تکبر کہا کہ میں نہیں کر سکتا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے تو نہیں کر سکتا، اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ منہ تک نہ جا سکا، بغیر کسی عذر کے اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کی سزا دنیا میں بھی ملی، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ شخص منافق تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اس کے کھانے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ (الترغیب و الترهیب:۳/۱۲۸)

اس حدیث کی روشنی میں ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ احتیاط کرے اور کسی سنت کے بارے میں ہرگز یہ نہ کہے کہ میں نہیں کرتا یا مجھے پسند نہیں ہے (اعاذنا اللہ من ذلک) بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ میں ضرور کروں گا یا یہ کہ اللہ مجھے توفیق دے یا اللہ ہم سب کو اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز کی صفیں سیدھی رکھنے کا حکم

۱۶۰. اَلْخَامِسُ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَکُمْ اَوْلَیُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَیْنَ وُجُوْهِکُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسَوِّیْ صُفُوْفَنَا حَتّٰی کَاَنَّمَا یُسَوِّیْ بِهَاالْقِدَاحَ حَتّٰی اِذَا رَاٰی اَنَّا قَدْعَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ یَوْمًا فَقَامَ حَتّٰی کَادَ اَنْ یُکَبِّرَ فَرَاٰی رَجُلًا بَادِیًا صَدْرُهٗ فَقَالَ عِبَادَاللّٰهِ

لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَکُمْ اَوْلَیُخَالِفَنَّ اللّٰہُ بَیْنَ وُجُوھِکُمْ"۔

(۱۶۰) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ضرور اپنی صفیں برابر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان مخالفت پیدا کر دے گا۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو سیدھا فرمایا کرتے تھے کہ گویا ان سے تیروں کو سیدھا کر رہے ہیں، حتی کہ آپ ﷺ کو یقین ہو گیا کہ ہم نے آپ ﷺ کے اس حکم کو سمجھ لیا ہے، پھر ایک روز باہر تشریف لائے کھڑے ہوئے قریب تھا کہ آپ تکبیر کہہ دیتے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سینہ باہر کو نکلا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بندو اپنی صفوں کو سیدھا کرو وگرنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔

تخریج حدیث (۱۶۰): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ و بعدھا۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف و اقامتھا۔

راوی حدیث: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ۵۹ ھ میں حضرت امیر معاویہ نے انہیں کوفہ کا حاکم بنایا، ان سے "۱۲۴" احادیث منقول ہیں ۶۵ ھ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، الاستیعاب)

کلمات حدیث: لَتُسَوُّنَّ: تم ضرور برابر کرو۔ سوّیٰ، تسویۃ (باب تفعیل) برابر کرنا سیدھا کرنا۔ القداح: واحد، قدح: تیر۔

شرح حدیث: نماز باجماعت میں نمازیوں کی صفوں کی برابری کہ سب مل کر کھڑے ہوں اور کوئی ان میں آگے پیچھے نہ ہو اہتمام صلاۃ میں سے ہے متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے صفوں کے برابر کرنے کا حکم فرمایا ہے، غرض صفوں کا برابر کرنا سنت ہے، بعض علماء نے واجب بھی کہا ہے مگر بہر حال شرائط صلاۃ میں سے نہیں ہے۔

فرمایا کہ صفوں کو برابر کرو ورنہ اللہ تمہارے درمیان مخالفت پیدا کر دے گا، مطلب یہ ہے کہ آپس میں عداوت اور اختلاف پیدا فرما دے گا، ایک روایت میں قلوب کا لفظ آیا یعنی تمہارے دل ایک دوسرے سے بدل جائیں گے، اور ایک روایت میں لنطمس الوجوہ۔ (اللہ تمہارے چہرے مسخ کر دے گا کے الفاظ آئے ہیں)

غرض رسول اکرم ﷺ نماز کی صفوں کے سیدھا ہونے کا بہت اہتمام فرماتے تھے اس طرح کہ گویا آپ تیروں کو سیدھا کر رہے ہیں، تیر جب تک بالکل سیدھا نہ ہو وہ ہدف تک نہیں جا سکتا تو بطور مثال بیان کیا گیا کہ صف اس قدر سیدھی فرماتے کہ جیسے اگر تیر کو بھی سیدھا کرنے کی ضرورت ہو تو اس سے سیدھا کیا جا سکتا ہے۔

(فتح الباری: ۵۵۳/۱، دلیل الفالحین: ۳۱۱/۱، مظاہر حق جدید: ۸۱۹/۱)

سونے سے قبل آگ بجھانے کا حکم

۱۶۱۔ اَلسَّادِسُ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: احْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَۃِ عَلٰی اَھْلِہٖ مِنَ اللَّیْلِ

فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَانِهِمْ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ النَّارَ عَدُوٌّ لَكُمْ فَاِذَانِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْهَا عَنْكُمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۶۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں رات کو ایک گھر میں آگ لگ گئی اور گھر والے جل گئے جب یہ بات آپ ﷺ کے سامنے ذکر کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آگ تمہاری دشمن ہے سونے کے وقت اسے بجھا دیا کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۶۱): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب لاتترك النار فی البیت عند النوم . صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب الأمر بتغطیة الاناء وایکاء السقاء، واغلاق الابواب وذکر اسم اللّٰه واطفاء السراج والنار عند النوم .

کلمات حدیث: اِحْتَرَقَ : جل گیا۔ اِحْتِرَاق (باب افتعال) حَرَقَ حَرْقًا (باب نصر) جلانا۔ فَاطْفِئُوْها، اسے بجھادو۔ طَفِئَ، طفوأ : بجھانا (باب سمع) المِطْفَأة، آگ بجھانے کا آلہ۔

شرح حدیث: جناب نبی کریم ﷺ تمام بنی نوع انسان کے لئے نبی رحمت بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں آپ کی جملہ تعلیمات انسان کی اخروی فلاح اور دنیاوی کامیابی کا ضامن ہے، دنیا کے بھی آپ نے ان تمام امور کے بارے میں ہدایت فرمائی جس میں انسان کو مضرت اور تکلیف سے بچانا اور اس کی راحت وآرام کی تدبیر تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رات کو سونے سے پہلے کھانے پینے کے برتن ڈھانپ دو، پانی کے مشکیزے کا منہ بند کردو، دروازے بند کردو، چراغ بجھادو اور آگ ٹھنڈی کردو، اور اللہ کا نام لے کر بستر کی طرف جاؤ۔

فرمایا کہ آگ انسان کی دشمن ہے دنیا میں بھی جلاتی ہے اور انسان کے اعمال برے ہوئے تو مرنے کے بعد بھی جلائے گی اس لئے سونے سے پہلے آگ ٹھنڈی کردو، علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد امت کے لئے شفقت کے لئے ہے، ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ یہ امر وجوب کے لئے نہیں ہے، علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی سونے کا ارادہ کرے تو آگ بالکل بجھادے یا اسے اس طرح ڈھانپ دے کہ اس سے کسی نقصان کا اندیشہ نہ رہے، اس حکم کی خلاف ورزی بھی سنت کی خلاف ورزی ہے، ازاں بعد علامہ قرطبی نے ایک اور حدیث نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ چوہا جلتی ہوئی چراغ کی بتی کھینچ لایا اور اس کو آپ ﷺ کے سامنے اس چٹائی پر ڈال دیا جس پر آپ تشریف فرما تھے، اس سے بقدر درہم چٹائی جل گئی، آپ ﷺ نے فرمایا جب تم سونے لگو تو چراغ گل کردو کیوں کہ شیطان اس چوہے جیسے موذی کو اس حرکت پر آمادہ کرتا ہے اور وہ شیطان تمہیں جلا دیتا ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گھر میں آدمی تنہا ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ سونے سے پہلے ہر طرح کی آگ بجھادے اور اگر گھر میں کئی افراد ہوں تو کوئی ایک اس ذمہ داری کو پورا کرے اور سب سے زیادہ اس پر لازم ہے جو سب سے آخر میں سونے جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عام ہے اور ہر نوع کی آگ داخل ہے سوائے اس کے کہ مامون ہو جیسے بلب وغیرہ بظاہر ان کے جلے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتح الباری :۳/۲۸۶، عمدة القاری، دلیل الفالحین :۱/۳۱۳)

دین کو قبول کرنے نہ کرنے کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں

۱۶۲. اَلسَّابِعُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ مَثَلَ مَابَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ. اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ : قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَاالنَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا، وَاَصَابَ طَائِفَةً مِنْهَا اُخْرٰى اِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَاتُمْسِكُ مَآءً وَلَاتُنْبِتُ كَلَأً: فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

فَقُهَ بضمّ القاف على المشهورٌ او قيل بكسرها اي صار فقيهًا

(۱۶۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم دے کر مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال اس بارش کی سی ہے جو زمین پر برسی زمین کا جو عمدہ حصہ تھا اس نے پانی کو جذب کیا اور اس سے خوب گھاس اور سبزہ اگا، زمین کا ایک حصہ نشیبی تھا جس نے پانی روک لیا جس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فائدہ پہنچایا انہوں نے پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور کھیتیوں میں پانی دیا، ایک اور زمین میں پانی پہنچا جو چٹیل میدان تھی نہ اس میں پانی ٹھہرا اور نہ اس سے کوئی پیداوار ہوئی یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے دین کو سمجھا اور اس کو اس ہدایت وعلم سے فائدہ پہنچا جو اللہ نے مجھے دے کر مبعوث فرمایا ہے اس نے اس کو خود سیکھا اور دوسروں کو سکھلایا اور مثال اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر نہ اٹھایا اور نہ اس نے اس ہدایت کو قبول کیا جس کے ساتھ مجھے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ (متفق علیہ)

فَقُهَ : قاف کے ضمہ کے ساتھ اور کسرہ کے ساتھ بھی ہے۔ یعنی فقیہ ہو گیا، سمجھنے والا ہو گیا۔

تخریج حدیث (۱۶۲): صحیح البخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم وعلّم. صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب بیان مثل ما بعث النبی من الهدی والعلم.

کلمات حدیث: غيث : بارش۔ غاث، غيثاً (ضرب) بارش برسنا۔ فَأَنْبَتَ : نَبَتَ، نبتًا ونباتاً (نصر) سبزہ زار ہونا۔ نَبات : زمین سے اگنے والا پودا یا سبزہ۔ جمع نباتات۔ كلأ : گھاس جمع أكلاء، كلأ وكلى (باب سمع) سبزہ زار ہونا۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دلکش تمثیل کے ذریعے ارشاد فرمایا کہ زمین کی طرح انسانوں کی بھی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ایسی زرخیز زمین کہ جب اس پر بارش ہوئی تو اس نے پانی کو جذب کر لیا اور چند دنوں میں زمین لہلہا اٹھی، ہر طرف سبزہ زار ہو گیا پھول اور پھل نکل آئے اور ہر ذی حیات اس زمین کی کثرت پیداوار سے مستفید ہوا۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے کہ جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت سے اپنا قلب منور اور اپنا ذہن روشن کیا پھر یہ نور اور روشنی دور تک پھیل گئی اور ایک خلقت اس سے

مستفید ہوئی جیسے صحابۂ کرام فقہاءِ امت اور علمائے کرام۔

دوسری قسم: زمین نشیبی ہے پانی تو جذب نہیں کیا لیکن اسے اکٹھا کر لیا۔ اب انسان اور جانور سب اس جمع شدہ پانی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہ امتِ مسلمہ کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے علم کو محفوظ کیا اور اس کو دوسروں تک اسی طرح پہنچا دیا جس طرح انہیں ملا تھا۔ جیسے محدثین کرام کہ انہوں نے احادیث کو حفظ کیا اور اسی طرح مکمل دیانت و امانت کے ساتھ امت کی امانت امت کے سپرد کر دی۔

تیسری قسم: چٹیل میدان نہ تو اس نے پانی کو جذب کیا اور نہ جمع کیا۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے نہ علوم نبوت سے خود استفادہ کیا اور نہ استفادہ کر کے دوسروں کو فائدہ پہنچایا۔ (شرح مسلم للنووی۔ عمدۃ القاری : ۱/ ۴۶۹۔ دلیل الفالحین : ۱/ ۳۱۳)

امت کو جہنم کی آگ سے بچانے کی رسول اللہ ﷺ کی انتھک کوشش

۱۶۳۔ اَلثَّامِنُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَوْقَدَ نَارًا، فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيْهَا وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ يَدَيَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلْجَنَادِبُ" نَحْوُ الْجَرَادِ، وَالْفَرَاشِ، هٰذَا هُوَ الْمَعْرُوْفُ الَّذِيْ يَقَعُ فِي النَّارِ "وَالْحُجَزُ، جَمْعُ حُجْزَةٍ وَهِيَ مَعْقِدُ الْاِزَارِ وَالسَّرَاوِيْلِ.

(۱۶۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی اور مچھر اور پروانے آ کر اس میں گرنے لگے اور وہ انہیں آگ سے دور ہٹا رہا ہے میں بھی تمہیں پیچھے سے پکڑ پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں اور تم میرے ہاتھوں سے نکلے جا رہے ہو۔ (مسلم)

الجنادب : ٹڈی اور مچھر کے مثل کیڑا، وہ مشہور کیڑا جو آگ میں گرا کرتا ہے۔ حجز، حُجزۃٌ کی جمع ازار اور شلوار باندھنے کی جگہ۔

تخریج حدیث (۱۶۳): صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ.

کلمات حدیث: الجنادب : جمع جندب ایک قسم کی ٹڈی۔ الفراش: پروانہ واحد فراشہ۔ حُجزۃ جمع حُجَزٌ ، حجز حجزاً (ضرب) روکنا۔ منع کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ امت پر انتہائی شفیق تھے آپ ﷺ چاہتے تھے کہ سب اسلام قبول کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے سرفراز ہو کر دنیا کی اور آخرت کی کامیابی حاصل کر لیں۔ آپ ﷺ نے امت دعوت پر اپنی اس شفقت کو اور اپنی اس شدید کوشش و آرزو کہ سب کے سب ہدایت یافتہ ہو جائیں ایک انتہائی خوبصورت مثال سے واضح فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ روشن کی اور لوگ اس میں پروانوں کی طرح گرنے لگے میں انہیں پیچھے سے پکڑ کر کھینچ رہا ہوں اور آگ سے بچا رہا ہوں لیکن لوگ میرے ہاتھوں سے نکلے جا رہے ہیں اور اس آگ میں گر رہے ہیں۔ یعنی جہنم کی آگ ہلاکت و بربادی کی آگ اور جو لوگ اس میں گر

رہے ہیں وہ کافر، جاہل اور معاصی میں گرفتار اور دنیا کی محبت اور لذت پر ٹوٹنے والے۔ یہ دنیا پر ایسے ٹوٹے پڑے ہیں جیسے پروانے آگ پر گرتے ہیں۔ (دليل الفالحين : ۱/ ۳۱٤ ـ روضة المتقين : ۱/ ۲۰۸)

کھانے سے فراغت کے بعد برتن اور انگلیوں کو چاٹنے کا حکم

۱۶۴. اَلتَّاسِعُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ : وَالصَّحْفَةِ وَقَالَ: "اِنَّكُمْ لَاتَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّهَا الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ : "اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى وَلْيَاكُلْهَا وَلَايَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ وَلَايَمْسَحْ يَدَهٗ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَهٗ فَاِنَّهٗ لَايَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ" : وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ : "اِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَانِهٖ حَتّٰى يَحْضُرَهٗ عِنْدَ طَعَامِهٖ فَاِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى فَلْيَاكُلْهَا وَلَايَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ ."

(۱۶۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیوں اور کھانے کے برتن کو چاٹنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔ (مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ اگر تم میں سے کسی کا لقمہ ہاتھ سے گر جائے تو اسے اٹھا لے اور جو کچھ اسے لگ گیا ہوا سے صاف کر کے کھا لے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور اپنے ہاتھ کو رومال سے نہ صاف کرے جب تک اپنی انگلیوں کو نہ چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ شیطان تمہارے ہر کام میں اور ہر امر میں موجود ہوتا ہے یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی موجود ہوتا ہے۔ تو اگر تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اس کو صاف کر لے اگر اس پر کچھ لگ گیا ہے اور اسے کھا لے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔

تخریج حدیث (۱۶۴): صحيح مسلم، كتاب الاشربه، باب استحباب لعق الاصابع و القصعة .

کلمات حدیث: يَلْعَقُ ، لَعِقَ لَعْقاً (باب سمع) زبان سے چاٹنا۔ اَلصَّحْفَة، پیالہ جمع صِحَاف .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو پیدا فرمایا اور وہی سب کو رزق دیتا ہے حتیٰ کہ برف پوش پہاڑ کی تہ میں چھپے ہوئے کیڑے کو بھی رزق دیتا ہے اور انسان کو بھی وہی رزق دیتا ہے اگر اللہ رزق نہ دے تو انسان رزق نہیں حاصل کر سکتا، انسان اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ ہے اسے جب اللہ کا رزق عطا ہو تو تواضع اور خاکساری سے کھائے اور کھانا ختم کر کے اپنی انگلیاں چاٹ لے اور برتن بھی چاٹ لے جس میں کھانا کھایا ہے اور اگر کوئی لقمہ گر جائے اس کو اٹھا لے اور صاف کر کے کھا لے، کہ اسے نہیں معلوم کہ کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقمہ اٹھا کر کھانے کا واقعہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ کافروں کی کسی مجلس میں تھے کہ ان کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا انہوں نے اس کو اٹھا کر کھانا چاہا تو کسی نے انہیں ٹوکا کہ یہاں غیر مسلموں کے سردار بھی موجود ہیں وہ کیا خیال کریں گے اس پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان بیوقوفوں کی خاطر اپنے حبیب ﷺ کی سنت ترک کردوں۔ (دلیل الفالحین: ۱/۳۱۵، شرح مسلم للنووی)

بدعتی قیامت کے روز رسول اللہ ﷺ کے قرب سے محروم ہوں گے

۱۶۵۔ اَلْعَاشِرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَامَ فِینَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْعِظَةٍ فَقَالَ : "یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّکُمْ مَحْشُوْرُوْنَ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً : "کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ اَلَا وَاِنَّ اَوَّلَ الْخَلَآئِقِ یُکْسٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِبْرَاهِیْمُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اَلَا وَاِنَّهٗ سَیُجَآءُ بِرِجَالٍ مِنْ اُمَّتِیْ فَیُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ : یَارَبِّ اَصْحَابِیْ فَیُقَالُ: اِنَّکَ لَاتَدْرِیْ مَااَحْدَثُوْا بَعْدَکَ فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ :

"وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّادُمْتُ فِیْهِمْ اِلٰی قَوْلِهٖ :"الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ" فَیُقَالُ لِیْ : "اِنَّهُمْ لَمْ یَزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ عَلٰٓی اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

"غُرْلاً" : اَیْ غَیْرَ مَخْتُوْنِیْنَ .

(۱۶۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں نصیحت فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم سب اللہ کی طرف اٹھائے جاؤ گے برہنہ پا ننگے بدن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے۔ جیسا کہ ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح ہم دوبارہ لوٹائیں گے یہ ہم پر وعدہ ہے ہم اسے ضرور پورا کریں گے، تمام مخلوق میں قیامت کے روز سب سے پہلے جسے لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے اور میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے ان کو بائیں طرف والوں میں پکڑا جائے گا، میں کہوں گا یارب میرے ساتھی، جواب دیا جائے گا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے بعد دین میں کیا کیا ایجادیں کیں میں کہوں گا جیسا کہ عبد صالح نے کہا کہ میں جب تک ان کے درمیان رہا ان کے اوپر گواہ رہا، آپ ﷺ نے یہ آیت "العزیز الحکیم" تک تلاوت کی، پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ لوگ جوں ہی آپ ﷺ ان کو چھوڑ کر آئے اپنی ایڑیوں پر پھر کر مرتد ہوگئے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۶۵): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللّٰہ تعالیٰ واتخذاللّٰہ ابراهیم خلیلا۔ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامة .

کلمات حدیث: حُفَاة، حَفِیَ حفًا (باب سمع) ننگے پاؤں چلنا۔ حَافٍ : ننگے پاؤں چلنے والا جمع حُفَاة۔ غُرلاً، غَرِلَ غرلًا

(باب سمع) بچے کا غیر مختون ہونا۔ أغرَل : غیر مختون جمع غُرل .

شرح حدیث: میدان حشر میں اللہ کے حضور میں تمام انسان اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے جمع کر دیئے جائیں گے وہ سب کے سب اسی طرح اٹھ کر آ جائیں گے جس طرح ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے، برہنہ پا ننگے بدن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے، جس طرح اللہ نے انہیں پیدا کیا تھا ہی طرح اپنے حضور میں لوٹا کر بھی لے آئے گا۔

علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ یوم الحساب میں ہر شخص اسی طرح حاضر ہو جائے گا جس طرح پیدا ہوا تھا اگر کسی کے ہاتھ پیر کٹ گئے تھے تو وہ لگے ہوئے ہوں گے حتی کہ ختنہ میں جو ذرا سی زائد کھال کاٹ دی جاتی ہے وہ بھی موجود ہوگی۔

تمام مخلوقات میں روز قیامت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا، ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت سے لا کر لباس پہنایا جائے گا ان کے لئے عرش کے دائیں جانب کرسی رکھی جائے گی، میرے لئے بھی حلہ لایا جائے گا جو مجھے پہنایا جائے گا اور کوئی بشر اس لباس میں میرا ہمسر نہیں ہوگا۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ خصوصیت اس بنا پر ہوگی کہ وہ برہنہ کر کے آگ میں پھینکے گئے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس فضیلت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ رتبہ میں ہمارے رسول ﷺ سے بڑھ گئے کیوں کہ بعض اوقات مفضول کو کوئی فضیلت عطا ہوتی ہے مگر اس سے فضیلت مطلقہ لازم نہیں آتی، نیز یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے زمین میرے اوپر سے کھلے گی مجھے جنت کا حلہ پہنایا جائے گا پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ پھر میرے کچھ ساتھی بائیں جانب والوں کے ساتھ لائے جائیں گے، میں کہوں گا کہ یہ میرے ساتھی ہیں، مجھے کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے نئی نئی باتیں پیدا کر لیں اور ایڑیوں کے بل پلٹ کر مرتد ہو گئے، میں اس کے جواب میں وہی کہوں گا جو عبد صالح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ ﴿ وَكُنتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا مَّا دُمۡتُ فِيهِمۡ ﴾ (جب تک میں ان کے درمیان تھا میں ان پر گواہ تھا) امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اعراب مراد ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے، اور امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اصحابی (میرے ساتھی) سے امت کے لوگ مراد ہیں اور آپ ﷺ ان کو اس لئے پہچان لیں گے کہ روز قیامت امت محمدیہ کے لوگوں کی کچھ نشانیاں اور علامات ہوں گی مثلاً وضو کے اثر سے چہرے اور پیشانی روشن ہونا، وغیرہ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے اول میں رجال من امتی (میری امت کے لوگ) کے الفاظ آئے ہیں۔

(فتح الباري : ۲/ ۳۰۰، دليل الفالحين: ۱/ ۳۱۶)

سنتِ رسول اللہ ﷺ سے اعراض کرنے والے سے قطع تعلق کرنے کا واقعہ

۱۶۲۔ اَلْحَادِیْ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ مُغَفَّلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ : "اِنَّہٗ لَایَقْتُلُ الصَّیْدَ وَلَایَنْکَأُ الْعَدُوَّ وَاِنَّہٗ یَفْقَأُ الْعَیْنَ وَیَکْسِرُ السِّنَّ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ قَرِيْبًا لِابْنِ مُغَفَّلٍ خَذَفَ فَنَهَاهُ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ : "اِنَّهَا لَاتَصِيْدُ صَيْدًا" ثُمَّ عَادَ فَقَالَ : اُحَدِّثُكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ ثُمَّ عُدْتَ تَخْذِفُ : لَا اُكَلِّمُكَ اَبَدًا .

(۱٦٦) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خذف (کنکری مارنے) سے منع فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ اس سے نہ تو شکار مرتا ہے اور نہ دشمن مرتا ہے البتہ آنکھ پھوڑتا اور دانت توڑتا ہے۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی رشتہ دار نے کسی کو کنکری ماری انہوں نے منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے خذف سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اس سے شکار نہیں ہوتا، اس نے پھر کنکری پھینکی، اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں کہ آپ ﷺ نے اس کام سے منع فرمایا تو پھر بھی کنکری پھینک رہا ہے، اب میں تجھ سے کبھی کلام نہیں کروں گا۔

تخریج حدیث(۱٦٦): صحيح البخاری، کتاب الادب، باب النهی عن الخذف . صحيح مسلم کتاب الصيد، باب اباحة ما يستعان به علی الأصطياد والعدو و كراهة الخذف .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ ٦ ھ میں اسلام لائے بیعت رضوان میں شرکت فرمائی بعد میں متعدد غزوات میں شریک ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۴۳ احادیث مروی ہیں جن میں چار متفق علیہ ہیں ٦۰ ھ میں انتقال فرمایا۔

(الاصابه فی تمييز الصحابه: ۱۳۲/٤)

شرح حدیث: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان کا بنیادی تقاضا اطاعت رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی ہر بات میں اتباع و پیروی کو جانتے تھے، ان کے نزدیک معمولی سے معمولی بات میں بھی رسول کریم ﷺ کے حکم کی اتباع اور آپ ﷺ کے ارشاد کی پیروی لازمی تھی، چنانچہ اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی رشتہ دار کنکری پھینک رہے تھے، آپ نے انہیں نصیحت فرمائی اور کہا کہ اس طرح کنکری پھینکنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ یہ ایک فضول حرکت ہے کہ اس سے نہ دشمن کو قتل کیا جاسکتا ہے اور نہ شکار ہوسکتا ہے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ کسی کی آنکھ میں لگ جائے یا دانت میں لگ جائے، مگر وہ شخص باز نہ آیا اور اس نے پھر وہی حرکت کی اس پر حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ میں تمہیں حدیث رسول ﷺ سنا رہا ہوں اور تم پھر اسی حرکت کو دہرا رہے ہو، اب میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل بدعت فاسق و فاجر اور سنت کی مخالفت کرنے والے سے قطع تعلق کرنا جائز ہے، اور جو ممانعت ہے کہ مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق نہ کیا جائے وہ وہ قطع تعلق ہے جو ذات کے لئے ہو جبکہ اہل بدعت اور مخالف سنت سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کیا جاسکتا ہے۔ (فتح الباری: ۱۱۸۰/۲، دليل الفالحين: ۳۱۸/۱)

●●●●●●●●●●●●●

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حجرِ اسود کو خطاب

۱۶۷ . وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ : رَأَيْتُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ، يَعْنِي الْاَسْوَدَ، وَيَقُوْلُ اِنِّيْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ مَاتَنْفَعُ وَلَاتَضُرُّوَلَوْ لَااَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُقَبِّلُكَ مَاقَبَّلْتُكَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۶۷) حضرت عابس بن ربیعہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حجر اسود کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تو پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھے بوسہ دے رہے ہیں تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۶۷): کتاب الحج باب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف . صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف .

کلمات حدیث: یقبل، قبل تقبیلاً (باب تفعیل) چومنا، بوسہ دینا۔

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کی تقبیل صرف اس لئے فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے تقبیل فرمائی تھی، اور اس موقع پر بعض نو مسلم اعراب بھی موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں متنبہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہر عمل کی اتباع اور پیروی لازم ہے خواہ اس کی مصلحت معلوم ہو یا نہ ہو، ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے ایسا کیا اس لئے ہمارے اوپر بھی لازم ہے کہ ہم آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کریں۔ (دلیل الفالحین: ۱/۳۱۸)

الباب (۱۷)

فِیْ وُجُوْبِ الْاِنْقِیَادِ لِحُکْمِ اللّٰهِ وَمَا یَقُوْلُه' مَنْ دَعیٰ اِلیٰ ذٰلِكَ
وَاُمِرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْنُهِیَ عَنْ مُنْکَرٍ!

اللہ کے حکم کی اطاعت واجب ہے، اور جسے اس اطاعت کے لئے بلایا جائے اور جسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جائے وہ کیا کہے

۶۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تمہارے رب کی قسم، یہ مؤمن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تمہیں اپنے تنازعات میں منصف نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کردو اس سے اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ بلاتأمل تسلیم کرلیں۔'' (النساء:۶۵)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ تم کو اپنے چھوٹے بڑے مالی جانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ جان لیں گے کہ تمہارے فیصلے اور حکم سے ان کے جی میں تنگی اور ناخوشی نہ آنے پائے اور تمہارے ہر حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کرلیں اس وقت تک ان کو ہرگز ایمان نصیب نہیں ہوسکتا۔

آپ ﷺ کے بعد تمام فیصلے اور تمام احکام احادیث اور سنت کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں اور ہمیں ان جملہ احکام نبوت پر اسی طرح عمل کرنا چاہئے کہ دل میں کوئی ذرا سا میل آنا تو دور کی بات ہے، ہم بہت خوشی سے تسلیم کرلیں اور اپنا سر جھکادیں، اسی انقیاد اور اسی تسلیم و رضامندی پر ایمان موقوف ہے۔

۷۰. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''مؤمنوں کی یہ بات ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو وہ کہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (النور:۵۱)

اور اس میں متعدد احادیث ہیں، مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث جو اس باب کے شروع میں مذکور ہے اور اس کے علاوہ دیگر احادیث۔

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ ایمان والوں کی بات یہی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب بلایا جاتا ہے اور انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کوئی حکم سنایا جاتا ہے وہ اس کو اسی وقت دل و جان سے مان لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور ہم آمادۂ اطاعت ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

اللہ اور رسول کا حکم سن کر سمع وطاعت اختیار کرنا

۱۶۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَافِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْتُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ" الآیة (البقرة : ۲۸۳) اشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَرَكُوْا عَلَی الرُّكَبِ فَقَالُوْا : اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ(صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)كُلِّفْنَا مِنَ الْاَعْمَالِ مَانُطِیْقُ : الصَّلٰوةَ وَالْجِهَادَ وَالصِّیَامَ وَالصَّدَقَةَ وَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَیْكَ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَلَانُطِیْقُهَا. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ اَهْلُ الْكِتَابَیْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ: سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا؟ بَلْ قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ" فَلَمَّا اقْتَرَاَهَا الْقَوْمُ وَذَلَّتْ بِهَا اَلْسِنَتُهُمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ اَثَرِهَا: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ، وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ" فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : "لَایُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَااكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَاتُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا" قَالَ : نَعَمْ "رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا" قَالَ : نَعَمْ "رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَاطَاقَةَ لَنَابِهٖ" قَالَ : نَعَمْ "وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ" قَالَ : نَعَمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۶۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿ لِّلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِۗ وَإِن تُبْدُواْ مَا فِيٓ أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ ٱللَّهُ ﴾ (جو کچھ آسمانوں اور زمین میں سب اللہ ہی کا ہے، تم اپنے دل کی کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ اس کا تم سے حساب لے گا) یہ آیت صحابۂ کرام کو بہت سخت محسوس ہوئی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھٹنوں کے بل گر گئے اور عرض کی: یارسول اللہ، ہمیں ان اعمال کا مکلف قرار دیا گیا جن کو ہم کر سکتے تھے یعنی نماز جہاد، روزہ اور صدقہ، مگر اس وقت جو آیت آپ ﷺ پر نازل ہوئی ہے ہم اس کی قدرت نہیں رکھتے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم بھی وہی کہنا چاہتے ہو جو تم سے پہلے اہل کتاب کہہ چکے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی، تم یہ کہو کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی۔ اے رب، ہم تیری بخشش کے طلب گار ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ جب اس آیت کو

لوگوں نے پڑھا اوران کی زبانوں پر رواں ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ آیات نازل فرمائیں ﴿ ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ ۚ وَقَالُوا۟ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ ﴿٢٨٥﴾ ﴾ (رسول اس پر ایمان لائے جو اس پر اس کے رب کی طرف سے نازل ہوا اور سب مؤمن بھی۔ سب ایمان والے بھی ایمان لائے اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ ہم اس کے رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتے اور وہ اللہ سے عرض کرتے ہیں: اے اللہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی، اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے) جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو منسوخ فرما کر یہ حکم نازل فرمایا ﴿ لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا ٱكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ﴾ (اللہ کسی نفس کو اس کی قدرت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بناتا، ہر نفس کے لئے وہی ہے جو اس نے اچھا عمل کیا اور اس پر وہی جزاء ہے جو اس نے برا عمل کیا، اے ہمارے رب ہمارا مواخذہ نہ فرمایئے اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں میں نے قبول کیا ﴿ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ﴾ (اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا) اللہ سبحانہ نے فرمایا: کہ ہاں میں نے ایسا ہی کیا ﴿ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ ﴾ (اے ہمارے رب ہمارے اوپر اتنا بوجھ نہ رکھ جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہے) فرمایا ہاں ﴿ وَٱعْفُ عَنَّا وَٱغْفِرْ لَنَا وَٱرْحَمْنَآ ۚ أَنتَ مَوْلَىٰنَا فَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٢٨٦﴾ ﴾ (اے رب ہمارے گناہوں سے درگزر فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے، پس ہمیں کافروں پر غالب فرما) فرمایا کہ ہاں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۶۸): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان اللہ تعالیٰ لم یکلف الامایطاق.

کلمات حدیث: كُلِّفْنَا: ہمیں مکلّف بنایا گیا۔ كَلَّفَ تَكْلِيفًا (باب تفعیل) مکلّف بنانا۔

شرح حدیث: اللہ کا آخری دین جو محمد ﷺ لے کر مبعوث ہوئے ہیں ہر تکلیف ہر حرج سے پاک دین فطرت ہے اور ہر انسان اس پر بسہولت عمل کر سکتا ہے، کیوں کہ اسلام سابقہ ادیان کی مشقتوں اور تکلیفوں سے پاک اور ان سخت وشدید احکام سے خالی ہے جو پچھلی اقوام پر نازل کئے گئے تھے۔ وہ خیالات جو دل میں بلا ارادہ آئیں ان پر کوئی مواخذہ اور گرفت نہیں ہے، کیوں کہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت سے اللہ نے ان باتوں سے درگزر فرمادی ہے جو دل میں گزریں جب تک وہ اس کو زبان پر نہ لائیں اور اس پر عمل نہ کریں، یعنی محض خطرات قلب پر گرفت نہیں ہے الا یہ کہ کوئی کسی بری بات کو زبان سے کہے یا اس پر عمل کرے۔ جب تک عمل نہ ہو اس وقت تک مواخذہ نہیں ہے۔

صحابۂ کرام نے یہ خیال کیا کہ ہر طرح کے خواطر نفس پر محاسبہ ہوگا اس لئے انہوں نے اس کو سخت جانا لیکن جب ان کو بتایا گیا محاسبہ ان خیالات پر ہوگا جو قصداً لائے جائیں پھر ان کو زبان پر لایا جائے یا ان پر عمل کیا جائے، تو ان کو اطمینان ہوا۔

غرض سورۂ بقرہ کی آیت میں جس محاسبہ کا ذکر ہے اس سے مراد وہ ارادے اور نیتیں ہیں جو انسان اپنے قصد اور ارادہ سے دل میں جماتا ہے اور اس کے عمل میں لانے کی کوشش بھی کرتا ہے پھر اتفاق سے کچھ موانع پیش آجانے کی بنا پر عمل نہیں کرسکتا، قیامت کے دن ان کا محاسبہ ہوگا پھر حق تعالیٰ جس کو چاہیں اپنے فضل وکرم سے بخش دیں جس کو چاہیں عذاب دیں، چونکہ آیت کے ظاہری الفاظ میں دونوں قسم کے خیالات داخل ہیں اختیاری ہوں یا غیر اختیاری، اس لئے اس آیت کو سن کر صحابۂ کرام کو فکر وغم لاحق ہوگیا کہ اگر غیر اختیاری خیالات ووساوس پر بھی مواخذہ ہونے لگا تو کون نجات پائے گا، صحابۂ کرام نے اس فکر کو رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے سب کو یہ تلقین فرمائی کہ جو کچھ حکم ربانی نازل ہو اس کی تعمیل واطاعت کا پختہ قصد کرو اور کہو کہ ہم نے حکم سن لیا اور تعمیل کی، صحابۂ کرام نے اس پر عمل کیا تو اس پر یہ جملہ نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر اختیاری خیالات اور وساوس میں مواخذہ نہیں ہوگا، اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اطمینان ہوگیا۔

(دليل الفالحين: ١/ ٣٢١ - معارف القرآن: ١/ ٦٩٠)

البَابُ (۱۸)

فی النھی عن البدع و محدثات الأمور
بدعت اور نئی باتوں کی ایجاد کی ممانعت

۷۱. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''حق کے بعد بھٹکنے کے سوا اور کیا ہے۔'' (یونس: ۳۲)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ اللہ ہی ہے جو خالق و مالک بھی ہے اور رازق بھی۔ وہی ہے جو اس کائنات کے نظام کو تن تنہا چلا رہا ہے کوئی اس کے ملک میں اس کا شریک نہیں، جب یہ حقیقت ہے اور یہ سچائی ہے تو اس حقیقت اور سچائی سے گریز کر کے کہاں جا سکتے ہو کہ یہی تنہا سچائی اور یہی ایک واحد حق ہے اس کے سوا گمراہی اور بھٹکنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ (تفسیر عثمانی)

۷۲. وقال تعالیٰ :

﴿ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ﴾

نیز فرمایا کہ

''ہم نے اس کتاب میں کسی بات کے لکھنے میں کوتاہی نہیں کی۔'' (الانعام: ۳۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں الکتاب کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں لوح محفوظ یعنی لوح محفوظ میں تمام کائنات سے متعلق جملہ امور لکھ دیئے گئے ہیں۔ اس میں قیامت تک کے تمام واقعات وحوادث ذکر کر دیئے گئے ہیں اور کوئی شئے نہیں رہی جو لوح محفوظ میں ذکر نہ کی گئی ہو، اور الکتاب سے قرآن کریم بھی مراد ہو سکتا ہے اس صورت میں مفہوم یہ ہے کہ انسان کی صلاح وفلاح سے متعلق جملہ اصولی ہدایات اس میں درج کر دی گئی ہیں، یعنی دینی امور اجمالاً یا تفصیلاً قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ (معارف القران ۳/۳۱۵)

۷۳. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ﴾ اَیِ الْكِتَابِ وَالسُّنَةِ .

نیز فرمایا کہ

''اگر تمہارا کسی بات میں اختلاف ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔'' (النساء: ۵۹)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ ہر معاملہ میں اور ہر امر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنا لازم اور فرض ہے، یعنی قرآن اور سنت کی جانب کہ اسی پر ایمان کا دارومدار ہے کہ مؤمن کا ہر عمل اللہ کے رسول ﷺ کی سنتِ مطہرہ کے مطابق ہو۔

۷۴. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسۡتَقِيمٗا فَٱتَّبِعُوهُۖ وَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَن سَبِيلِهِۦۚ ﴾

نیز فرمایا کہ

''اور یہ میرا راستہ سیدھا ہے تم اس پر چلو، اور راستوں پر نہ چلنا کہ کہیں اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ۔'' (الانعام: ۱۵۳)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا بتایا ہوا راستہ یہی سچا اور سیدھا ہے جو اس پر چلے گا نجات پائے گا اور جو اس سے بھٹک جائے گا گمراہی میں پڑ جائے گا اور برباد و ہلاک ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس خط کے دائیں بائیں اور خطوط کھینچے اور فرمایا کہ ان راستوں میں سے ہر ایک راستہ پر شیطان گھات لگائے بیٹھا ہے جو لوگوں کو سیدھے راستہ سے ہٹا کر اپنی طرف بلاتا ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسۡتَقِيمٗا فَٱتَّبِعُوهُۖ ﴾ (تفسیر ابن کثیر، معارف القرآن: ۳/ ۴۹۱)

۷۵۔ وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۚ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

اور فرمایا کہ

''اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا'' (آل عمران: ۳۱)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ اگر تم اللہ سے محبت کے دعوی دار ہو تو اللہ کے رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی میں رچا اور بسالو، اور اپنی زندگی کے ہر عمل کو اس کی سنت کے مطابق بنالو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا، یعنی اللہ کے محبوب سے محبت کر کے تم بھی زمرۂ احباب میں داخل ہو جاؤ گے اور محبوب سے محبت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خود کو اس جیسا بنالو۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا وَّهِيَ مَشْهُوْرَةٌ فَنَقْتَصِرُ عَلٰى طَرَفٍ مِنْهَا.

ہر بدعت مردود ہے

۱۶۹۔ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ."

(۱۶۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی جو اس دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ جس نے ایسا کام کیا جو ہمارا امر نہیں ہے وہ مردود ہے۔

تخریج حدیث(۱۶۹): صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود .
صحیح مسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور .

کلمات حدیث: اَحدَثَ اِحدَاثاً (باب افعال) ایجاد کرنا، پیدا کرنا۔ رَدَّ، رَدَّہ، رَدًّا و مَردُودًا (باب نصر) لوٹا دینا، پھیر دینا، رد کر دینا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لایا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے کہ یہی صراط مستقیم اور یہی راہ نجات ہے اس کے علاوہ ہر وہ امر جو دین میں اپنی طرف سے ایجاد کر لیا جائے حالانکہ وہ امر دین نہ ہو، بدعت ہے اور رد ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امرنا ھذا سے مراد امر دین ہے، یعنی جو بات دین سمجھ کر پیدا کی جائے وہ بدعت ہے، چنانچہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص دین میں کوئی نئی بات ایسی پیدا کرے جس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اجازت نہ دی ہو تو اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۳۲۵، فتح الباری : ۵/۳۲۱، جامع العلوم والحکم : ۴۲)

بہترین کتاب، کتاب اللہ ہے

۱۷۰. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَیْنَاہُ، وَعَلَا صَوْتُہٗ وَاشْتَدَّ غَضَبُہٗ حَتّٰی کَاَنَّہٗ مُنْذِرُ جَیْشٍ یَقُوْلُ : "صَبَّحَکُمْ وَمَسَّاکُمْ" وَیَقُوْلُ: "بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ" وَیَقْرُنُ بَیْنَ اصْبَعَیْہِ السَّبَابَۃِ وَالْوُسْطٰی وَیَقُوْلُ : اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ " ثُمَّ یَقُوْلُ "اَنَا اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَفْسِہٖ مَنْ تَرَکَ مَالًا فَلِاَھْلِہٖ، وَمَنْ تَرَکَ دَیْنًا اَوْضَیَاعًا فَاِلَیَّ وَعَلَیَّ " رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حَدِیْثُہُ السَّابِقُ فِیْ بَابِ الْمُحَافَظَۃِ عَلَی السُّنَّۃِ .

(۱۷۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور آپ ﷺ کے جلال میں اضافہ ہو جاتا، جیسے آپ ﷺ کسی لشکر عظیم سے ڈرا رہے ہوں کہ وہ تم پر صبح کو ٹوٹ پڑے گا یا شام کو، اور فرماتے کہ میں مبعوث ہوا ہوں کہ میں اور قیامت اس طرح ہیں آپ اپنی سبابہ اور درمیانی انگلی کو ملاتے اور فرماتے امابعد خیر حدیث کتاب اللہ اور خیر ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور برے کام وہ ہیں جو دین میں ایجاد کئے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے، فرماتے ہیں ہر مؤمن کا اس کے نفس سے بھی زیادہ اس کا ولی ہوں جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے اور

جس نے قرض یا محتاج بچے چھوڑے تو وہ میری طرف اور میرے اوپر ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۷۰): صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ .

کلمات حدیث: اِحْمَرَّتْ، اِحْمَرَّ اِحْمِرَارًا (باب افعلال) سرخ ہونا، جیش لشکر، جمع جیوش۔

شرح حدیث: قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو داعی اور نذیر فرمایا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ کے راستے کی جانب بلاتے ہیں، اور اس دعوت کو قبول نہ کرنیوالے کو اس کے برے انجام سے ڈراتے ہیں چنانچہ اس حدیث میں بھی رسول کریم ﷺ کی داعی اور نذیر ہونے کی شان نمایاں ہے کہ بعض اوقات آپ خطبہ دیتے تو جاہ وجلال ظاہر ہوتا اور صوت مبارک بلند ہوجاتی اور آپ ﷺ اس طرح لوگوں سے مخاطب ہوتے کہ جیسے ایک عظیم لشکر صبح سویرے یا شام کے دھند لکے میں ان پر ٹوٹ پڑنے والا ہے۔

اس کائنات کی اللہ تعالیٰ نے ایک مدت انتہاء مقرر فرمادی ہے جس کے وقت مقررہ کا کسی کو علم نہیں ہے، کائنات کے اختتام کے اس مرحلہ کا نام قیامت یا ساعت ہے، رسول کریم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں قیامت کی متعدد علامات بیان فرمائی ہیں جن میں سے کچھ علامات صغریٰ ہیں اور کچھ علامات کبریٰ جو قرب قیامت کے قریب وجود میں آئیں گی۔

رسول کریم ﷺ نے اس حدیث مبارک میں اپنی بعثت کو قیامت کی علامت قرار دیا ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا، آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر سلسلۂ نبوت ختم ہوگیا اور اب قیامت ہی آئے گی، آپ ﷺ نے اپنے اور قیامت کے قرب کو سبابہ اور درمیانی انگلی ملا کر واضح فرمایا کہ جس طرح شہادت کی انگلی سے درمیانی انگلی لمبی ہے تو اسی طرح میرے درمیان اور قیامت کے درمیان فاصلہ ہے، یعنی میں کچھ پہلے آگیا ہوں اور قیامت میرے پیچھے پیچھے چلی آرہی ہے۔

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے قریب مبعوث ہوا ہوں اور اس سے اس قدر پہلے آگیا جس قدر یہ انگلی اس انگلی سے آگے بڑھی ہے اور اپنی سبابہ سے اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

فرمایا: سب سے بہتر راہنمائی اور سب سے اچھی ہدایت وہ ہدایت ہے جو محمد لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔ ہدایت کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہدایت جس کے معنی راستہ بتلانے صحیح بتلانے، راہنمائی اور اچھائی برائی سے آگاہ کرنے اور لوگوں کو اچھے راستہ پر چلنے کی ترغیب دینے کے ہیں، رسول کریم ﷺ کی جانب نسبت کرتے ہوئے ہدایت کا یہی مفہوم ہوتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے: ﴿ وَإِنَّكَ لَتَهْدِيٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝٥٢ ﴾ ''اور تم ہدایت دیتے ہو صراط مستقیم کی جانب۔''

ہدایت کا دوسرا مفہوم توفیق دینے اور راستہ پر چلا دینے کے ہیں۔ ہدایت اس مفہوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَآءُ ﴾ (اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے)

اس کے بعد ایک اصولی بات ارشاد فرمائی کہ دین حق یہی ہے جو اللہ کے رسول لے کر مبعوث ہوئے ہیں اگر اس دین سے ہٹ کر کوئی شئے دین میں نئی پیدا کرلی تو وہ بری بات ہے اور بدعت ہے اور بدعت سے اجتناب لازم ہے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۳۲٦ ، مظاہر حق جدیدہ : ۵/۱۰۰ ، تفسیر عثمانی)

البَابُ (۱۹)

فیمن سنّ سنة حسنة أو سیئة

اچھا یا برا طریقہ قائم کرنے والا

۱۷۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ:

﴿ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿٧٤﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور وہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہمیں ایسی ازواج اور اولاد عطا فرما جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور ہمیں اہل تقوی کا امام بنا۔'' (الفرقان: ۷۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں اہل تقویٰ مؤمنین کا ذکر ہو رہا ہے وہ مؤمنین جو توبہ کرتے ہیں عمل صالح کرتے ہیں اور کسی ایسی جگہ ٹھہرتے تک نہیں جہاں جھوٹ اور برائی کا گزر ہو، فضول بات بھی سامنے آجائے تو بہت شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں کہ خود اپنی نیکی اور تقوای پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ چاہتے ہیں کہ ان کی ازواج اور ان کی اولاد بھی پرہیزگاروں میں شامل ہو کر ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے اور سارا گھرانہ ایسا ہو جائے کہ اہل تقوای کے امام اور مقتداء بن جائیں۔ یعنی تقوی میں اے اللہ ہمیں ایسا مقام حاصل ہو جائے کہ دنیا کے متقی لوگوں کو ہم سے فائدہ پہنچے، اور ہمارے علم و عمل سے ان کو فائدہ پہنچے تا کہ ان کے ساتھ ہمیں بھی اجر و ثواب ملے۔ (القرطبی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر عثمانی)

۷۲۔ وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا ﴾

اور فرمایا:

''اور ہم نے انہیں امام بنایا کہ وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔'' (الانبیاء: ۷۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے کہ اللہ نے انہیں اعمال صالحہ میں دنیا کا مقتداء اور امام بنایا ہے جو ہمارے حکم کے مطابق دوسروں کو بھی ہدایت کرتے تھے اور ان سب کو ہمارے دین کا راستہ بتاتے تھے۔ (تفسیر مظہری)

صدقہ خیرات کی ترغیب

۱۷۱۔ وَعَنْ اَبِیْ عَمْروٍ جَرِيْرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَهٗ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِی النِّمَارِ اَوِالْعَبَآءِ مُتَقَلِّدِی السُّيُوْفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ بَلْ

كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ : "يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ " إِلَى آخِرِ الْآيَةِ : "إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا" وَالْآيَةَ الْأُخْرَى الَّتِي فِي آخِرِ الْحَشْرِ : "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ" تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِينَارِهِ مِنْ دِرْهَمِهِ مِنْ ثَوْبِهِ مِنْ صَاعِ بُرِّهِ مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ حَتّٰى قَالَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ حَتّٰى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهُ "مُجْتَابِي النِّمَارِ" هُوَ بِالْجِيمِ وَبَعْدَ الْأَلِفِ بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ. وَالنِّمَارُ جَمْعُ نَمِرَةٍ وَهِيَ كِسَاءٌ مِنْ صُوفٍ مُخَطَّطٌ وَمَعْنَى "مُجْتَابِيهَا" أَي لَابِسِيهَا قَدْ خَرَقُوهَا فِي رُؤُوسِهِمْ. "وَالْجَوْبُ" الْقَطْعُ وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى : "وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ" : أَيْ نَحَتُوهُ وَقَطَعُوهُ. وَقَوْلُهُ : "تَمَعَّرَ" هُوَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ : أَيْ تَغَيَّرَ : وَقَوْلُهُ "رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ" بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّهَا : أَيْ صُبْرَتَيْنِ: وَقَوْلُهُ "كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ" هُوَ بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَفَتْحِ الْهَاءِ وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ قَالَهُ الْقَاضِي عِيَاضٌ وَغَيْرُهُ وَصَحَّفَهُ بَعْضُهُمْ فَقَالَ "مُدْهُنَةٌ" بِدَالٍ مُهْمَلَةٍ وَضَمِّ الْهَاءِ وَبِالنُّونِ وَكَذَا ضَبَطَهُ الْحُمَيْدِيُّ وَالصَّحِيحُ الْمَشْهُورُ هُوَ الْأَوَّلُ : وَالْمُرَادُ بِهِ عَلَى الْوَجْهَيْنِ : الصَّفَاءُ وَالْإِسْتِنَارَةُ .

(۱۷۱) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دن کے آغاز میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ آپ کے پاس کچھ لوگ آئے جو برہنہ تھے ان کے گلے میں کمبل پڑے تھے یا عبا بدن پر تھی گلے میں تلواریں لٹکی ہوئی تھیں ان میں سے اکثر بلکہ سارے ہی قبیلہ مضر کے تھے، ان کے فقر وفاقہ کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا، آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے پھر باہر نکلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے اذان دی اور اقامت کہی آپ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ ﴾ (اے لوگو ڈرو اپنے رب سے جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا) آپ ﷺ نے آخر تک یعنی ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيبٗا ۝١ ﴾ تک یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر آپ ﷺ نے سورۂ حشر کی آخری آیت تلاوت فرمائی ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَلۡتَنظُرۡ نَفۡسٞ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٖ ﴾ (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر نفس دیکھ لے کہ اس نے کیا آگے بھیجا ہے) ان آیات کی تلاوت کے

بعد فرمایا کہ ہر شخص کو دینار و درہم سے، کپڑے سے، گندم و کھجور کے ایک ایک صاع سے صدقہ دینا چاہئے، یہ بھی فرمایا کہ خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، ایک انصاری ایک تھیلا اٹھا کر لائے، اس کے سنبھالنے سے گویا ان کے ہاتھ تھکے جا رہے تھے بلکہ تھک گئے تھے، اس کے بعد لوگ آتے رہے، یہاں تک کہ وہاں اشیاء خوردنی کے اور کپڑوں کے دو ڈھیر لگ گئے، میں نے دیکھا کہ چہرہ انور کندن کی طرح دمک رہا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھی سنت قائم کی تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والے کا بھی اجر ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے اجور میں کوئی کمی کی جائے اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ قائم کیا اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان کا بھی گناہ جو اس کے بعد اس پر عمل کریں بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی کی جائے۔ (مسلم)

مُجْتَابِي النِّمار : نمار جمع نمرة : اون کی دھاری دار چادر۔ مجتابی کے معنی پہنے ہوئے ،اسے پھاڑ کر انہوں نے گلوں میں ڈال لیا تھا اور جَوْب کے معنی قطع کے ہیں، قرآن کریم میں ہے ﴿ وَثَمُودَ ٱلَّذِينَ جَابُواْ ٱلصَّخْرَ بِٱلْوَادِ ۝ ﴾ (ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر تراشے) یعنی پتھر کاٹے اور تراشے۔ تَمَعَّرَ یعنی متغیر ہوگیا " رَأَيْتُ كَوْمَيْن " یعنی دو بڑے ڈھیر " كَأَنَّهُ مُذْهَبَة " قاضی عیاض رحمہ اللہ وغیرہ سے اسی طرح منقول ہے، مگر بعض راویوں نے تصحیف کے ساتھ مُدْهُنَة پڑھا اور حمیدی نے بھی اسی طرح ضبط کیا ہے لیکن صحیح اور مشہور پہلا ہے، ہر دو صورت میں معنی مصفی اور منور ہونے کے ہیں۔

تخریج حدیث (۱۷۱): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الصدقة، ولو بشق تمرة او بكلمة طيبة .

راوی حدیث: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ۱۰ ھ میں اسلام لائے، حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، جب قبول اسلام کے لئے تشریف لائے تو حضور ﷺ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھائی۔ آپ سے سو احادیث مروی ہیں جن میں آٹھ متفق علیہ ہیں۔ ۵۴ ھ میں انتقال ہوا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: فَتَمَعَّرَ، تَمَعَّرَ تَمَعُّرًا (باب تفعل) چہرہ کا رنگ غصہ سے یا ناگواری سے یا افسوس سے بدل جانا۔ كَوْمَيْنَ : دو ڈھیر، تثنیہ كَوْم : ٹیلہ، جمع اکوام ۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کے پاس مضر کے قبیلے کے کچھ لوگ آئے جو بہت مفلوک الحال فقیر تھے ان کے پاس پہننے کو کپڑا نہ تھا اور انہوں نے ستر پوشی کے لئے کمبل میں سر کی جگہ بنا کر اسے آگے پیچھے ڈال لیا تھا، رسول کریم ﷺ سراپا رحمت تھے ان لوگوں کی بدحالی دیکھ کر چہرہ انور کا رنگ بدل گیا، آپ ﷺ نے اصحاب کو جمع کیا اور ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، آپ ﷺ کے فرمودات سن کر صحابۂ کرام سے جو کچھ بن پڑا، لا کر حاضر کر دیا، ایک طرف کپڑوں کا ڈھیر لگ گیا اور دوسری جانب خوردنی اشیاء کا، ایک صحابی جنہوں نے لانے میں پہل کی تھی وہ ایک بوری اٹھا کر لائے تھے جس کو اٹھاتے ہوئے ان کے ہاتھ تھکے جا رہے تھے بلکہ تھک گئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اسلام میں کوئی سنت حسنہ جاری کی تو اسے اس کا اجر ملے گا اور جس قدر لوگ بعد میں اس اچھائی پر عمل کریں گے ان سب کا بھی اجر ملے گا اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقہ کا آغاز کیا اسے اس کا گناہ ہوگا اور جس قدر لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے ان کے گناہ میں بھی اس کو حصہ ملے گا۔

سنت حسنہ سے مراد وہ طریقہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو اور ادلہ اربعہ سے اس کا ثبوت ملتا ہو یا سنت پہلے سے موجود ہو اور اس کی دعوت دینا اس پر عمل کرنا اور لوگوں کو تعلیم دینا یعنی اس کا احیاء اور اس کی تجدید کرنا مراد ہے۔

(دلیل الفالحین: ۱/ ۳۳۰)

قتل ناحق کے گناہ میں قابیل کا بھی حصہ ہوتا ہے

۱۷۲۔　وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَيْسَ مِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِاَنَّهٗ كَانَ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی ظلماً قتل ہوتا ہے مگر ابن آدم اول پر اس کے خون کا حصہ ہوتا ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ قائم کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۷۲): صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب يعذب الميت ببكاء اهله . صحيح مسلم، كتاب القيامة، باب اثم من دعا الى ضلالة .

کلمات حدیث: كِفْلٌ : حصہ، بوجھ۔ كَفَلَ يَكْفِلُ (باب ضرب) ضامن ہونا، کفیل ہونا۔

شرح حدیث: اس سے پہلے حدیث میں آیا ہے کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ قائم کیا اسے اس کا اجر ملے گا اور بعد میں جو اس پر عمل کریں گے ان کے اجور میں سے بھی اسے حصہ ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کوئی کمی ہو، اور جو شخص برا طریقہ قائم کرے گا اسے اس کا گناہ ہوگا اور جو بعد میں اس پر عمل کرے گا اس کے گناہ میں سے اس کو بھی حصہ ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی ہو۔

قتل کا طریقہ سب سے پہلے فرزند آدم نے قائم کیا، جیسا کہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اب جو کوئی بھی مظلوم قتل ہوتا ہے، اس قتل کے گناہ میں وہ فرزند آدم بھی شریک ہوتا ہے کہ اس نے قتل کا آغاز کیا۔

گویا اس حدیث میں تنبیہ ہے کہ کوئی آدمی ہرگز برا طریقہ جاری نہ کرے کیوں کہ اگر وہ ایسا کرے گا تو اپنے گناہ کے ساتھ ساتھ قیامت تک جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان کے گناہوں میں سے بھی اس شخص کو حصہ ملے گا اس طرح دنیا میں تمام قتل ہونے والے مظلومین کا بار گناہ قابیل پر پڑتا رہتا ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ۳۳۲)

البَابُ (۲۰)

باب في الدلالة على خير والدعاء إلى هدى أو ضلالة

بھلائی کی طرف راہنمائی اور ہدایت یا ضلالت کی طرف بلانا

۷۳. قَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَٱدْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

''اور اپنے رب کی طرف بلاؤ۔'' (القصص: ۸۷)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ آپ مسلسل اپنے رب کی جانب بلاتے رہیں خواہ یہ کافر آپ کی بات سنیں یا نہ سنیں کیوں کہ وعظ ونصیحت اور رب کی طرف راہنمائی کا مستقل اجر وثواب ہے اور مخاطب کے قبول یا عدم قبول پر موقوف نہیں ہے۔

۷۴. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ ﴾

اور فرمایا کہ

''بلایئے لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت سے اور اچھی نصیحت سے۔'' (النحل: ۱۲۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظت حسنہ سے بلائیں۔

حکمت سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اٹل مضامین اور مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کیے جائیں جن کو سن کر فہم وادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے، دنیا کے خیالی فلسفے اس کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات وحی الٰہی کے بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ نہ تبدیل کر سکیں۔

موعظتِ حسنہ یہ ہے کہ مؤثر اور رقت انگیز نصیحتوں سے سمجھایا جائے جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح بھری ہو، اخلاص، ہمدردی شفقت اور حسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے بسا اوقات اس سے پتھر دل بھی موم ہو جاتے ہیں مردوں میں جانیں پڑ جاتی ہیں ایک مایوس و پژمردہ قوم جھرجھری لیکر کھڑی ہو جاتی ہے، لوگ ترغیب وترہیب کے مضامین سن کر منزل مقصود کی طرف بے تابانہ دوڑنے لگتے ہیں اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی میں فہم نہیں ہوتے مگر طلب حق کی چنگاری سینے میں رکھتے ہیں ان میں مؤثر وعظ ونصیحت سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جا سکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ ممکن نہیں۔

(تفسیر عثمانی)

۷۵. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ﴾

اور فرمایا کہ

''اور تعاون کرو نیکی کے اور تقویٰ کے کاموں میں۔'' (المائدۃ:۲)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں قرآن کریم نے ایک اصولی اور بنیادی مسئلہ کے متعلق ایک حکیمانہ فیصلہ دیا ہے جو پورے نظام عالم کی روح ہے، انسان خواہ کتنا ہی طاقتور مالدار اور ذہین ہو وہ دوسرے انسانوں کے تعاون کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔ لیکن خود اس تعاون کی بھی کوئی اساس درکار ہے جس پر یہ ہمہ گیر تعاون استوار ہو سکے، قرآن کریم نے فرمایا کہ اس تعاون کی اساس نیکی اور اللہ کا خوف ہے، یعنی بر و تقویٰ، نیکی اور خداترسی انسانوں کے درمیان تعاون کی اساس ہے۔ (معارف القرآن : ۳/ ۲٤)

۷۶. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ ﴾

اور فرمایا کہ

''اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔'' (آل عمران:۱۰۴)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے درمیان ہر وقت ایک ایسی جماعت موجود رہے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلاتی رہے اور خیر سے مراد اتباع قرآن اور سنت کا اتباع ہے، دراصل مسلمانوں کی ملی زندگی اور حیات اجتماعی کے لئے دو امور ضروری ہیں، اول تقویٰ اور اعتصام بحبل اللہ کے ذریعہ اپنی ذاتی اصلاح، دوسرے دعوت و تبلیغ کے ذریعہ دوسروں کی اصلاح، اس آیت میں اسی دوسری ہدایت کا بیان ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خاص حدود میں رہتے ہوئے لازم ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ امت میں ایک گروہ ایسا ہو جو مستقل یہی فریضہ انجام دے یعنی فریضۂ دعوت و تبلیغ اور ارشاد و ہدایت، اس دعوت الی الخیر کے دو درجے ہیں، تمام دنیا کے لوگوں کو دعوت اسلام دینا زبان سے بھی اور عمل سے بھی اور سیرت و کردار سے بھی اور دوسرے ان مسلمانوں کو وعظ و نصیحت جو عمل میں کوتاہی اور علم کے دین کے حصول سے غفلت برتتے ہیں ان کو دعوت الی الخیر کا فریضہ انجام دینا۔

(تفسیر ابن کثیر : ۱/ ۹۳۸ ، معارف القرآن : ۲/ ۱۳٦)

نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو بھی اجر ملتا ہے

۱۷۳. وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷۳) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی نیکی کی طرف راہنمائی کی اسے اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔

تخریج حدیث (۱۷۳): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فضل الغازی فی سبیل اللہ بر کوب وغیرہ۔

کلمات حدیث: دَلَّ : راہنمائی کی بتایا، دلالت کی۔ دَلَّ دَلَالَۃً (باب نصر) دلالت کرنا۔

شرح حدیث: قرآن کریم کی بعض آیات کا قرآن کریم میں سبب نزول بیان کیا جاتا ہے جس سے مراد وہ واقعہ یا مناسبت ہوتی ہے جس میں قرآن کریم کی متعلقہ آیت نازل ہوئی ہو، یہ ایک باقاعدہ علم ہے جسے علم اسباب النزول کہا جاتا ہے، اسی طرح بعض احادیث کسی واقعہ یا موقع سے متعلق ہوتی، ایسا واقعہ یا موقع جس سے حدیث متعلق ہو سبب ورود الحدیث کہلاتا ہے اس کی جمع اسباب ورود الحدیث ہے اور یہ علوم الحدیث میں ایک اہم اور مستقل علم ہے۔

اس حدیث کا بھی کتب حدیث میں سبب ورود بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری سواری ہلاک ہوگئی ہے آپ ﷺ مجھے سوار کرا دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے یہ سن کر ایک صاحب نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! میں اس کو ایسا شخص بتا دیتا ہوں جو اس کو سوار کرا دے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی نیکی کی طرف راہنمائی کی اسے اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مبارک دلیل ہے کہ خیر کی جانب راہنمائی کرنا باعث اجر وثواب ہے اور اسی طرح علم سکھانا، دین کے احکام بتانا اور عبادات کے طریقے سمجھانا جیسے تمام امور بھی باعث اجر وثواب ہیں، اور امور خیر کی طرف راہنمائی کرنے والوں کو بھی ایسا ثواب ملے گا جیسا خود عمل کرنے والے کو ملے گا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ثواب اعمال اور ان کا اجر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے وہ جس کو جتنا چاہے عطا کرے۔ اعمال کا مدار نیت پر ہے اگر اخلاص اور حسن نیت ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر اجر وثواب عطا فرمائیں گے، ایک اور حدیث سے اس موضوع کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی کو روزہ افطار کرایا تو اس کو اس روزہ رکھنے والے شخص کے برابر اجر وثواب ملے گا، اور ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جس کے پاس کچھ نہ ہو اور وہ تمنا کرے کہ اگر اس کے پاس مال ودولت ہوتا تو وہ اللہ کے راستے میں اسی طرح خرچ کرتا جس طرح اس کے ساتھی نے کیا ہے تو وہ دونوں اجر وثواب میں برابر ہوں گے۔

(صحیح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، دلیل الفالحین: ۱/ ۳۳۴، روضۃ المتقین: ۱/ ۲۲۲)

۱۷۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَایَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا" وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَایَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہدایت کی طرف بلاتا ہے تو اس کو ان لوگوں کے مطابق اجر ملتا ہے جو اس کی اتباع کرتے ہیں اور اس سے ان کے اجور میں کچھ کمی نہ ہوگی اور جو شخص گمراہی کی طرف دعوت دیتا ہے اس پر اس کی اتباع کرنے والے لوگوں کے مثل گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کمی نہ ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۷۴): صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ حسنۃً او سیئۃً و من دعا الی ھدًی او ضلالۃ.

شرح حدیث: یہ حدیث اس امر کے بیان میں واضح ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کسی نیکی یا اچھائی کی طرف بلائے تو اسے ان لوگوں کے برابر اجر و ثواب ملے گا جو قیامت تک اس کے بعد اس پر عمل کریں گے تو اسے ان سب کا اجر ملے گا یعنی جس نے کسی کو ان اعمال صالحہ کی جانب اور ان امور خیر کی طرف راہنمائی کی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ اعمال وحسنات ہیں اور وہ اپنے اس عمل میں مخلص ہو اور اس کی نیت صحیح ہے تو اسے قیامت تک ان سب کا اجر ملے گا۔

غرض یہ حدیث صریح ہے کہ امور حسنہ پر لوگوں کو آمادہ عمل کرنا، انہیں رغبت اور شوق دلانا خاص طور پر ایسی سنت جسے لوگوں نے ترک کر دیا ہو۔ لوگوں کو اس سنت کے زندہ کرنے پر آمادہ کرنا ایسا بہترین عمل ہے جس پر قیامت تک اجر و ثواب ملتا رہے گا، اسی طرح کسی برائی کو شروع کر دینا اور اس کا طریقہ قائم کر دینا اس قدر عظیم برائی ہے کہ ایسا کرنے والا نہ صرف اس گناہ کا بوجھ اٹھائے بلکہ جو لوگ اس طریقہ پر چلیں گے ان سب کے گناہ بھی ان کے ساتھ اس کے حساب میں لکھے جاتے رہیں گے۔ (اعاذنا اللہ)

(صحیح مسلم للنووی : ۱۶/۱۸۴ ، روضۃ المتقین : ۱/۲۲۲)

وعظ و نصیحت سے کوئی ایک آدمی راہِ راست پر آجائے تو یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

۱۷۵. وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: "لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ" فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا : فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْ اَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ : "اَيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ؟" فَقِيْلَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ قَالَ : "فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ" فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرِئَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ : "اُنْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُهٗ "يَدُوْكُوْنَ" اَيْ يَخُوْضُوْنَ وَيَتَحَدَّثُوْنَ قَوْلُهٗ "رِسْلِكَ" بِكَسْرِ الرَّآءِ وَبِفَتْحِهَا لُغَتَانِ

وَالْكَسْرُ اَفْصَحُ .

(۱۷۵) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے موقع پر فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائیں گے، وہ اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اسے محبوب رکھتے ہیں، وہ رات لوگوں نے اس اضطراب میں گذاری کہ دیکھئے جھنڈا کسے دیا جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو صحابۂ کرام رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، ہر ایک آرزو رکھتا تھا کہ جھنڈا اسے مل جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہے؟ بتایا گیا یا رسول اللہ ان کی آنکھ میں تکلیف ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں بلانے بھیجو، انہیں لایا گیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا، اور ان کے لئے دعا فرمائی، وہ صحیح ہو گئے جیسے انہیں کوئی تکلیف نہ تھی، آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا فرمادیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں، ان سے برسر پیکار رہوں گا، یہاں تک کہ وہ ہماری طرح (مسلمان) ہو جائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سیدھے چلے جاؤ یہاں تک کہ میدان جنگ میں پہنچ جاؤ پھر انہیں دعوت اسلام دو اور انہیں بتاؤ کہ ان پر اسلام میں اللہ کے کیا حقوق لازم ہوتے ہیں، اللہ کی قسم اگر اللہ تیرے سبب سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دیدے تو تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

یدوکون : غور کرتے رہے، باتیں کرتے رہے۔ رِسلك : راء کے زیر اور فتح کے ساتھ دونوں لغت ہیں لیکن را کے کسرہ کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔

تخریج حدیث(۱۷۵): صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنه. صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی رضی اللّٰہ عنه .

راوی حدیث: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی ﷺ سے پانچ سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ والدین نے حزن نام رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بدل کر سہل رکھ دیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "۱۸۸" احادیث مروی ہیں جن میں ۲۸ متفق علیہ ہیں۔ ۹۱ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابه فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: یَدُوْكُوْن، ذاك، دوكا، ومداكا، (باب نصر) مضطرب ہونا۔ یشتکی، اشتکی اشتکاءً (باب افتعال) بیمار ہونا۔

شرح حدیث: غزوۂ خیبر کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آشوب چشم تھا، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلوایا، انہیں اپنی گود میں لٹایا اور اپنی ہتھیلی مبارک پر لعاب دہن لے کر ان کی آنکھوں پر مل دیا جس سے معجزانہ طور پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کی تکلیف فوراً جاتی رہی، اور آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا یعنی لشکر کا جھنڈا جو سیاہ رنگ کا تھا اور رسول اللہ ﷺ کا لواء سفید تھا، جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رخصت کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ اولاً انہیں دعوت اسلام دینا اگر کوئی ان میں سے تمہارے ہاتھ پر اسلام قبول کرلے تو یہ سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے اور یہ اس بناء پر فرمایا کہ اہل عرب کے نزدیک سرخ اونٹوں کو بہت قیمتی مال سمجھا جاتا تھا۔

حدیث مبارک متعدد معجزات پر مشتمل ہے، آپ ﷺ کے دست شفاء سے حضرت علی رضی اللہ علیہ کا آشوب چشم جاتا رہا، اور روایت میں ہے کہ پھر زندگی بھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنکھوں میں تکلیف نہیں ہوئی، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ خیبر کے جس قلعے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح فرمایا تھا اس کا نام قموص تھا جو ان کا سب سے بڑا قلعہ تھا، اور یہیں حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہا باندی بن کر آئی تھیں۔ (روضة المتقين: ۱/۲۲۵، دليل الفالحين: ۱/۳۳٤)

جو بیماری کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کر سکے اس کو بھی اجر ملتا ہے

۱۷٦. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ فَتًى مِنْ اَسْلَمَ قَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْغَزْوَ وَلَيْسَ مَعِیَ مَا اَتَجَهَّزُ بِهٖ ؟ قَالَ : "اِئْتِ فُلَانًا فَاِنَّهٗ قَدْ كَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ، فَاَتَاهُ فَقَالَ : اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِؤُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ : اَعْطِنِی الَّذِیْ تَجَهَّزْتَ بِهٖ . فَقَالَ : يَافُلَانَةُ اَعْطِيْهِ الَّذِیْ تَجَهَّزْتُ بِهٖ وَلَاتَحْبِسِیْ مِنْهُ شَيْئًا، فَوَاللّٰهِ لَاتَحْبِسِيْنَ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارَكَ لَكِ فِيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ . (۲/۱۳۷)

(۱۷٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسلم قبیلے کے ایک نوجوان نے عرض کی: یارسول اللہ میں شرکت جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن میرے پاس کچھ نہیں ہے جس سے تیاری کروں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں شخص کے پاس جاؤ اس نے سامان جہاد تیار کرلیا تھا مگر وہ بیمار ہو گیا، وہ اس کے پاس گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم نے جو تیاری کی ہے وہ مجھے دیدو، اس نے کہا: اے فلانی اسے جو میں نے تیاری کی ہے سب دیدے اور اس میں سے کوئی چیز نہ روکنا، اللہ کی قسم اس میں کچھ نہ روکنا، تمہیں اس میں برکت ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۷٦): صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل اعانة الغازی فی سبيل الله بمركوب وغيره .

کلمات حدیث: تجهّز : تیاری کی (باب تفعل) جهاز : سامان عروس۔

شرح حدیث: بنو اسلم ایک بڑا قبیلہ تھا، اور متعدد صحابہ کرام کا اس قبیلے سے تعلق تھا اور متعدد تابعین بھی بنو اسلم سے تعلق رکھتے تھے جن میں سے علماء اور راویان حدیث ہوئے۔

بنو اسلم کے کسی نوجوان نے تمنائے شرکت جہاد اور اپنے بے مایہ ہونے کی کیفیت بیان کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں بتایا کہ فلاں صاحب جہاد کی تیاری کر چکے تھے کہ بیمار پڑ گئے۔ یہ ان کے پاس چلے گئے اور وہاں جا کر عرض کی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ جہاد کے لئے تم نے جو سامان تیار کیا ہے وہ مجھے دیدو۔ ان صاحب نے اسی وقت اور بلا تامل اپنی اہلیہ کو آواز دی اور کہا کہ جو کچھ ہے سب دیدو اور دیکھو کوئی چیز روک نہ لینا سب دیدو اللہ بہت برکت دے گا۔

اگر کسی نے کوئی شئے اللہ کے راستے میں دینے کے لئے رکھی ہو پھر وہ جہت باقی نہ رہے یا اس کام میں ضرورت باقی نہ رہے تو اسے دوسرے کار خیر میں لگائے اور اپنے ذاتی تصرف میں نہ لائے تو بہتر ہے۔ (روضة المتقين: ۱/۲۲٦)

البَابُ (۲۱)

فی التعاون علی البر و التقوٰی
نیکی اور تقوٰی کے کاموں میں تعاون

۷۷. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''نیکی اور تقوٰی کے کاموں میں تعاون کرو۔'' (المائدۃ:۳)

تفسیری نکات: پہلی آیت ایک بہت عظیم اور راہنما اصول کے بیان پر مشتمل ہے کہ نیکی اور تقوٰی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور بِرّ (نیکی) کا لفظ ان تمام اعمال صالحہ کو مشتمل ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمائے ہیں اور تقوٰی سے مراد اللہ کا خوف اور اس کی خشیت اور اس کی گرفت سے ڈر کر ان تمام برے کاموں سے پرہیز اور اجتناب کرنا جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (تفسیر مظھری)

۷۸. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَٱلْعَصْرِ ۝١ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَفِى خُسْرٍ ۝٢ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلْحَقِّ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلصَّبْرِ ۝٣ ﴾

قَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَلَامًا مَعْنَاهُ : إِنَّ النَّاسَ اَوْ اَكْثَرَهُمْ فِىْ غَفْلَةٍ عَنْ تَدَبُّرِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ.

اور فرمایا:

''قسم ہے زمانے کی کہ انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔'' (العصر)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بے شمار لوگ اس سورہ کے معنی سے ناآشنا ہیں۔

دوسرے مرحلے پر پوری سورۃ والعصر ذکر فرمائی گئی یہ سورۃ اپنے اختصار کے باوجود قرآن کریم کے مضامین کا خلاصہ اور نچوڑ ہے یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر قرآن کریم میں یہی ایک سورت نازل ہوتی تو ارباب دانش کی ہدایت کے لئے کافی ہوتی۔ عصر کے معنی زمانے کے ہیں یعنی قسم ہے زمانے کی۔ جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے جسے تحصیل کمالات اور حصول سعادت کے لئے ایک متاع گراں مایہ سمجھنا چاہئے، اس سے بڑھ کر خسارہ کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے کی طرح اس کا سرمایۂ تجارت جسے عمر عزیز کہتے ہیں دم بدم کم ہو رہا ہے اگر اس رواروی میں کوئی ایسا کام نہ کر لیا جس سے یہ عمر ٹھکانے لگ جائے بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لئے کارآمد بن جائے، پھر تو خسارے کی انتہا نہیں ہے، آدمی کو چاہئے کہ وقت کی قدر پہچانے اور عمر عزیز کے لمحات کو یونہی غفلت و شرارت اور لہو و لعب میں نہ گزارے بلکہ اس عمر فانی کو باقی

اور ناکارہ زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے جدوجہد کرے اور بہترین اوقات اور عمدہ مواقع کو غنیمت سمجھ کر کسب سعادت اور تحصیل کمال میں سرگرم ہو جائے۔

انسان کو اس عظیم اور ہمہ گیر خسارے سے بچنے کے لئے چار امور کی ضرورت ہے، اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر اور اللہ کے رسول ﷺ کی لائی ہوئی تمام باتوں پر ایمان، یہ ایمان دل میں راسخ ہو جائے اور قلب میں جاگزیں ہو جائے تو لازماً آدمی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے پر آمادۂ عمل ہوگا اور ایمان کا اثر قلب و دماغ سے نکل کر اعضاء و جوارح میں اثر پذیر ہوگا، ایمان اور عمل صالح انفرادی صلاح وفلاح کے ضامن ہیں، مگر بندۂ مؤمن اسی حد پر آ کر نہ رک جائے بلکہ دوسروں کو بھی اس حقیقت سے آگاہ کرے جس تک خود پہنچا ہے اور دوسروں کو بھی اس لذت سے آشنا کرے جس سے خود بہرہ ور ہوا ہے یعنی اپنے قول وفعل سے ہر معاملے میں دوسروں کو حق کی تلقین کرے اور جس قدر سختیاں اور دشواریاں اس راہ میں پیش آئیں یا خلاف طبع امور پیش آئیں پورے صبر واستقامت سے انہیں برداشت کرے، یعنی خسارۂ عظیم سے بچنے کے چار عظیم اصول ہیں دو انفرادی ہیں یعنی ایمان اور عمل صالح اور دو اجتماعی ہیں یعنی تواصی بالحق اور تواصی بالصبر۔ (تفسیر عثمانی)

مجاہدین کو سامان فراہم کرنے والے کا اجر

۱۷۷۔ وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُھَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ جَهَّزَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِیًا فِیْ اَهْلِهٖ بِخَیْرٍ فَقَدْ غَزَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۱۷۷) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہد کو سامان دیا اس نے گویا خود جہاد کیا اور جس نے مجاہد کی روانگی کے بعد اس کے گھر والوں کی خبر گیری کی اس نے بھی گویا جہاد کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۷۷): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب من جهز غازیا خلف. صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللّٰه وغیره.

راوی حدیث: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ سے قبل اسلام لائے، ان سے "۸۱" احادیث مروی ہیں جن میں پانچ متفق علیہ ہیں، ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابه فی تمییز الصحابة، تهذیب التهذیب)

شرح حدیث: کسی مجاہد کو سامان جہاد کی فراہمی کا اجر وثواب ایسا ہے جیسے خود جہاد میں شرکت کی ہو، ابن حبان فرماتے ہیں کہ اسے بغیر جنگ میں شرکت کئے اس قدر ثواب ملے گا جیسے اس نے جہاد میں شرکت کی ہو، اسی طرح اگر کسی نے مجاہد کے جہاد پر روانہ ہونے کے بعد اس کے گھر والوں کی دیکھ بھال کی تو اس کو بھی اسی طرح ثواب ملے گا جیسے اس نے جہاد میں شرکت کی ہو۔

مسلمانوں کے مصالح کا خیال اور ان کی تکمیل اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔

مجاہد کے گھر کی دیکھ بھال کرنے والا اجر میں برابر کا شریک ہوگا

۱۷۸ . وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا اِلٰی بَنِیْ لَحْیَانَ مِنْ هُذَیْلٍ فَقَالَ : "لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا وَالْاَجْرُ بَیْنَهُمَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہذیل کے بنولحیان قبیلے کی طرف ایک جیش روانہ فرمایا اور فرمایا کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک جہاد میں جائے، ثواب میں دونوں شریک ہوں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۷۸): صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل الله بمرکوب وغیره .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے ہذیل کے قبیلے بنولحیان کی طرف ایک لشکر بھیجا، علماء کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث اس وقت سے متعلق ہے جب بنولحیان سب کے سب کافر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا ہر دو میں سے ایک جائے گا، یعنی ہر قبیلہ کے نصف مقاتلین شریک جہاد ہوں گے، اور جو باقی ہیں وہ مجاہدین کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کریں گے، اور اجر و ثواب میں مجاہدین کے شریک ہوں گے، جیسا کہ حدیث سابق میں آیا ہے، واللہ اعلم، ایک اور روایت میں جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بنولحیان کی جانب لشکر روانہ فرمایا اور فرمایا کہ ہر دو میں سے ایک آدمی جائے اور پیچھے رہ جانے والوں کو فرمایا کہ وہ مجاہدین کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کریں، انہیں جہاد پر جانے والے کے اجر کا نصف ملے گا۔ (روضة المتقین : ۱/ ۲۲۸)

نابالغ بچے کے حج کا ثواب والدین کو ملے گا

۱۷۹ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِیَ رَکْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ : "مَنِ الْقَوْمُ؟" قَالُوا : الْمُسْلِمُوْنَ، فَقَالُوْا : مَنْ اَنْتَ ؟ قَالَ : "رَسُوْلُ اللّٰهِ" فَرَفَعَتْ اِلَیْهِ امْرَاَةٌ صَبِیًّا، فَقَالَتْ : اَلِهٰذَا حَجٌّ ؟ قَالَ : "نَعَمْ وَلَکِ اَجْرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کو روحاء مقام پر ایک قافلہ ملا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کون ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ مسلمان ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، ایک عورت نے آپ ﷺ کے سامنے بچہ اٹھایا اور بولی: کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور تمہارے لئے اجر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۷۹): صحیح مسلم، کتاب الحج، باب صحة حج الصبی واجر من حج به .

شرح حدیث: کسی سفر میں روحاء کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کو کچھ سوار ملے، (رکب) ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اونٹوں پر سوار ہوں اور دس افراد سے کم ہوں، اور روحا ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلے پر ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے

ہیں کہ ہوسکتا ہے یہ ملاقات رات کے وقت ہوئی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ملاقات دن کے وقت ہوئی ہو مگر یہ لوگ اسلام لا کر اپنے علاقے میں رہ رہے ہوں اور اس سے قبل ہجرت نہ کی ہو۔

ایک عورت نے اپنے بچہ کو بلند کر کے پوچھا کہ کیا اس کا حج ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور تمہیں اس کا اجر ملے گا، یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور علماء کے مسلک کی دلیل ہے کہ بچہ کا حج منعقد ہو جاتا ہے اور صحیح ہے اور اس پر ثواب بھی ہوگا لیکن یہ حج اسلام کا حج نہ ہوگا بلکہ نفلی حج ہوگا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچہ کا حج نہیں ہے اور اصحاب ابی حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچہ کا حج بطور تمرین ہے تاکہ اسے عادت ہو جائے اور وہ بڑا ہو کر حج کر سکے، بہر حال اس امر پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ اسلامی حج (فرض حج) نہیں ہوگا بلکہ بعد بلوغ وہ حج ادا کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ تجھے اس بچے کو حج کرانے کا اجر ملے گا یعنی حج کرانے کا، اس کی تیاری کرانے اور اس زحمت کے اٹھانے کا جو وہ بچہ کو حج کرانے میں برداشت کرے گی۔

بچہ کی طرف سے نیت حج بچہ کا ولی یعنی باپ دادا وغیرہ کرے گا، یہ جب ہے جب بچہ غیر ممیز ہو، اگر بچہ خود ممیز ہو تو ولی کی اجازت سے خود حج اور احرام کی نیت کر سکتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی: ۹/۸٤، دلیل الفالحین: ۱/۳٤۰، روضة المتقین: ۱/۲۲۸)

دوسرے کا صدقہ امانتداری کے ساتھ آگے پہنچانے والے کو برابر ثواب ملے گا

۱۸۰۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ: "الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِیْنُ الَّذِیْ یَنْفِذُ مَا اُمِرَ بِهٖ فَیُعْطِیْهِ کَامِلاً مُوَفَّرًا طَیِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ فَیَدْفَعُهٗ اِلَی الَّذِیْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِیْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ: "الَّذِیْ یُعْطِیْ مَا اُمِرَ بِهٖ". وَضَبَطُوْا: "اَلْمُتَصَدِّقَیْنِ، بِفَتْحِ الْقَافِ مَعَ کَسْرِ النُّوْنِ عَلَی التَّثْنِیَةِ وَعَکْسُهٗ عَلَی الْجَمْعِ وَکِلَاهُمَا صَحِیْحٌ.

(۱۸۰) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان امین خازن وہ کام کرتا ہے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے، وہ پوری پوری مقدار اپنی خوشی کے ساتھ اس کو دیتا ہے جس کو دینے کا اسے حکم دیا گیا ہے، وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ دیتا ہے جس طرح اسے حکم دیا گیا ہے، اور بعض نے لفظ متصدقین قاف کے زبر اور نون کے زیر کے ساتھ بطور تثنیہ ذکر کیا ہے، اس کے برعکس جمع ہے اور دونوں صحیح ہیں۔

تخریج حدیث (۱۸۰): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اجر الخادم۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب اجر الخازن الامین والمرأة اذا تصدقت۔

کلمات حدیث: الخازن : خزانہ رکھنے والا ،خزانچی ۔جمع خزنة . و خُزان، خَزِن، خزنا (باب سمع) ذخیرہ کرنا،جمع کرنا۔ یَنفذُ : نافذ کرتا ہے، جاری کرتا ہے۔ نَفَذَ نفوذا، (باب نصر) حکم پورا کرنا اور نافذ کرنا۔

شرح حدیث: فرمایا کہ خازن مسلم ہو، امین ہو، جس طرح اسے حکم دیا جائے اسی طرح کرے اور دیتے وقت خوش دلی اور بشاشت کے ساتھ دے، کیوں کہ بعض خازن دوسروں کے مال پر بخیل ہو جاتے ہیں جو بخل کی بہت ہی بری صورت ہے۔

غرض جس کو صدقہ کے مال یا کسی اور مال پر امین اور خازن بنایا گیا ہو وہ اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ اس فرض کو خوش دلی کے ساتھ جس کو دینے کو کہا گیا ہے اسے دیدے اور دینے میں اپنے کسی ذاتی رجحان کو داخل نہ ہونے دے کہ جن کو پسند کرتا ہے یا جو اس کے رشتہ دار ہوں انہیں ترجیح دیدے، جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق خازن کا فریضہ انجام دے گا وہ صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہوگا یعنی اسی طرح اجر وثواب پائے گا جس طرح صدقہ کرنے والوں کو ملے گا۔

(فتح الباری : ۸۳۲/۱ ، روضة المتقین : ۲۲۸/۱)

الباب (۲۲)

باب فی النصیحة
نصیحت

۷۹. قَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾

اللہ سبحانہ نے فرمایا :

''مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' (الحجرات : ۱۰)

تفسیری نکات: مسلمان دین کے رشتہ اور تعلق سے آپس میں بھائی بھائی ہیں اور دینی تعلق تمام تعلقات سے زیادہ مضبوط اور قوی ہوتا ہے اس لئے مسلمانوں کے درمیان رشتۂ اخوت حقیقی برادری سے بھی زیادہ قوی اور مضبوط ہونا چاہئے، تقاضائے اخوت نصیحت ہے اور دین بھی تمام تر نصیحت ہی ہے، اس لئے مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مخلص ناصح ہوں کہ یہ تقاضائے ایمان اور تقاضائے اخوت ہے۔

۸۰. وَقَالَ تَعَالیٰ :

اِخْبَارًا عَنْ نُوحٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : ﴿ وَأَنصَحُ لَكُمْ ﴾

وَعَنْ هُودٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : ﴿ وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے ان کا یہ قول نقل فرمایا:

''میں تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں۔'' (الاعراف : ٦٢)

اور حضرت ہود علیہ السلام کا یہ قول نقل فرمایا:

''اور میں تمہارے لئے ناصح امین ہوں۔'' (الاعراف : ٦٨)

تفسیری نکات: اسی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں پورے اخلاص کے ساتھ تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ اور اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں پیغام الٰہی پہنچا رہا ہوں اور امانت اور دیانت کے ساتھ تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں کہ اسی میں تمہاری صلاح وفلاح ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ آپ تو کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے بغیر کسی ناراضگی کے انتہائی پر شفقت لہجے میں فرمایا کہ میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں، مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مبلغین کو ایک اہم تعلیم اور ہدایت ہے کہ دعوت دینے میں جو کوئی اعتراض کرے تو جواب میں اس کے ساتھ ہمدردانہ لہجہ اختیار کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام قوم سے انتقامی جذبہ نہیں رکھتے اور نہ وہ ان سے کسی صلہ کے خواہاں ہوتے ہیں۔ وہ تو سراپا خیر خواہی اور ہمدردی ہوتے ہیں، چنانچہ ہود علیہ السلام نے مؤثر اور دلکش الفاظ میں فرمایا کہ میں تو تمہارے لئے ناصح امین ہوں۔

(تفسیر عثمانی، معارف القرآن، تفسیر مظہری)

دین خیر خواہی کا نام ہے

۱۸۱۔ فَالْاَوَّلُ عَنْ اَبِیْ رُقَیَّةَ تَمِیْمِ بْنِ اَوْسٍ الدَّارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ . قُلْنَا : لِمَنْ ؟ قَالَ : " لِلّٰہِ وَلِکِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۸۱) حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دین نصیحت ہے، ہم نے عرض کی کس کیلئے؟ فرمایا: اللہ کے لئے، اللہ کی کتاب کے لئے، اللہ کے رسول کے لئے، مسلمانوں کے ائمہ کے لئے اور عام مسلمانوں کیلئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۸۱): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین نصیحة .

راوی حدیث: حضرت ابورقیہ تمیم بن اوس رضی اللہ عنہ ۹ ھ میں اسلام لائے اور مدینہ منورہ میں قیام فرمایا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بیت المقدس چلے گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اٹھارہ احادیث مروی ہیں ۔ ۴۰ ھ میں انتقال کیا۔ (الاصابه فی تمییز الصحابة، تهذیب التهذیب)

شرح حدیث: حدیث مبارک انتہائی عظیم الشان حدیث ہے اور مدار اسلام ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ ربع اسلام ہے یعنی چار اہم ترین احادیث میں سے ایک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث خود ہی مدار ہے، یہ تمیم داری کی واحد حدیث ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کی۔ صحیح بخاری میں تمیم داری کی روایت کردہ کوئی حدیث نہیں ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک میں وارد نصیحت کا لفظ بہت اہم اور جامع ہے اور خود عربی زبان میں دوسرا کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو نصیحت کے تمام معانی کو جامع ہو، جیسا کہ عربی زبان میں لفظ فلاح ایک منفرد لفظ ہے جو دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں اور کامیابیوں اور کامرانیوں کو حاوی ہے۔

غرض نصیحت کا لفظ دین کا نچوڑ اور اس کا ستون ہے اور آپ ﷺ کا الدین النصیحة : کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ الحج عرفة یعنی جس طرح وقوف عرفہ حج کا ایسا عظیم رکن ہے کہ حج کا وجود وعدم وقوف عرفہ پر منحصر ہے اسی طرح نصیحت دین کا ایسا اہم عنصر ہے کہ پورے دین کے بارے میں فرمایا کہ الدین النصیحة.

صحابۂ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ نصیحت کس کے لئے؟ فرمایا:

۱۔ اللہ کے لئے ۲۔ اللہ کی کتاب کے لئے

۳۔ اللہ کے رسول ﷺ کے لئے ٤۔ مسلم حکمرانوں کے لئے ۵۔ عام مسلمانوں کے لئے

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے لئے نصیحت کا مرجع دراصل بندہ خود ہے، کیوں کہ اللہ ہر ناصح کی نصیحت سے مستغنی ہے، بہرحال اللہ کے لئے نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لائے اور اس کے احکام کی تعمیل کرے اور اس کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور

ان پر شکر کرے اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی اور معصیت سے اجتناب کرے، اسی کو خالق مالک اور رازق مانے اور جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگے۔" اذا سألت فاسأل الله واذا استعنت فاستعن بالله " (جب سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب استعانت طلب کرو تو اللہ ہی سے کرو)

اللہ کی کتاب (قرآن کریم) کے لئے نصیحت کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم پر ایمان کامل ہو کہ یہ کلام الٰہی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوا ہے، قرآن کریم کی تعظیم وتکریم اور اسکی تلاوت کرے اس میں غور وفکر کرے اور اس کو سمجھے اور سمجھ کر عمل کرے۔

اللہ کے رسول ﷺ کے لئے نصیحت کا مطلب، اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان کامل کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے آخری رسول، خاتم الانبیاء ہیں آپ کا لایا ہوا دین قیامت تک تمام انسانیت کے لئے واحد دین اور تنہا وسیلۂ نجات ہے، آپ ﷺ کی زندگی کے ہر معاملے میں اتباع کرے اور حیات کے ہر مرحلے میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرے۔

حکمرانوں کے لئے نصیحت کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی اعانت اور نصرت کرے اور تمام جائز امور میں ان کے احکام کی پیروی کرے اور ان کیلئے دعائے خیر کرے، ان کے خلاف بغاوت نہ کرے، اور اگر وہ سیدھے راستے سے ہٹیں تو انہیں دل سوزی اور نرمی سے سمجھائے۔

اور عام مسلمانوں کے لئے نصیحت کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی مصالح میں ان کی راہنمائی کرے، ان کی دنیا اور آخرت کی بھلائی کی فکر کرے، اپنی زبان اور اپنے عمل سے ان کا معین ومددگار ہو، انہیں اچھی باتوں کی فہمائش کرے اور بری باتوں سے بچنے کی تلقین کرے، ان کی عزت وحرمت کی، جان ومال کی حفاظت کرے۔

(صحیح مسلم للنووی : ۲/ ۳۴ ، روضة المتقین : ۱/ ۲۳۰ ، مرقات المصابیح شرح مشکوٰة المصابیح : ۹/ ۲۲۴)

ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت

۱۸۲ . اَلثَّانِیُ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : " بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوةِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۸۲)　حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ میں نماز ادا کروں گا، زکوٰۃ دوں گا، اور ہر مسلم کی خیر خواہی کروں گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۸۲):　صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ الدین النصیحة لله ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتهم . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الدین النصیحة .

شرح حدیث:　حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت فرمائی اقامت صلاۃ، ایتاء زکوٰۃ اور ہر مسلمان کے لئے نصیحت پر۔ صحیح بخاری میں کتاب البیوع میں روایت ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ پر اور سمع وطاعت پر اور ہر مسلمان کے لئے

نصیحت پر۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سمع وطاعت پر بیعت کی، پھر آپ ﷺ نے مجھے تلقین فرمائی کہ میں جس قدر استطاعت ہو تعمیل حکم کروں اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و مرتبہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے جو حافظ طبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خادم کو گھوڑا خریدنے بھیجا، اس نے ایک گھوڑے کا تین سو درہم میں معاملہ کرلیا اور گھوڑے کے مالک کو لے کر آیا تا کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی قیمت کی ادائیگی کردیں، حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھوڑے کے مالک سے کہا کہ تمہارا یہ گھوڑا تو چار سو کا ہے تو کیا چار سو میں دے رہے ہو، اس نے کہا کہ ابوعبداللہ تمہاری مرضی، حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو سو درہم کر کے قیمت بڑھاتے رہے، یہاں تک کہ آٹھ سو میں خرید لیا، کسی نے کہا کہ گھوڑے کا مالک تو تین سو میں بھی راضی تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے آٹھ سو دے دیے، حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی کہ میں ہر مسلمان سے خیر خواہی کروں گا۔ (فتح الباری : ۱/۲۷٦ ، روضة المتقين : ۱/۲۳۲)

جو بات اپنے لیے پسند ہو اپنے بھائی کے لیے بھی اسی کو پسند کرو

۱۸۳۔ اَلثَّالِثُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قال : "لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۸۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے اسی بات کو محبوب نہ سمجھے جس کو وہ اپنے لئے محبوب سمجھتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۸۳): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیه . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من خصال الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسه من الخیر .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ کوئی شخص اس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہوگا جب تک وہ ایمان کے اس اعلیٰ مرتبہ کو نہ حاصل کرلے کہ دوسرے مؤمن بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، ایک روایت میں خیر کا لفظ ہے کہ دوسرے مسلمان بھائی کے لئے ہر اس بھلائی اور خیر کو محبوب رکھے جسے اپنے لئے محبوب رکھتا ہے، یعنی یہ چاہے کہ اس کا مسلمان بھائی تمام بھلائیوں میں سبقت کر جائے، اور جملہ مراتب کمال حاصل کرلے، کیوں کہ خیر ایک جامع لفظ ہے جس میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں داخل ہیں اور یہ لفظ تمام طاعات اور اعمال صالحہ پر مشتمل ہے۔

دنیا کی بھلائی یہ ہے کہ مال و دولت عزت وآبرو حاصل ہو اور اسباب راحت حاصل ہوں اور دنیا کے مصائب اور مشکلات سے عافیت حاصل ہو، اور آخرت کی بھلائی۔۔۔ اعمال صالحہ کی توفیق اور خاتمہ بالخیر ہو۔

(فتح الباری : ۱/۲٤۳ ، صحیح مسلم للنووی : ۲/۱۵ ، روضة المتقين : ۱/۲۳۳ ، دليل الفالحين ۱/۳٤۵)

البَابُ (۲۳)

فی الامر بالمعروف والنهی عن المنکر
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

۱۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے، یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔'' (آل عمران: ۱۰۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو دوسرے مسلمان بھائیوں کو قرآن وسنت کے مطابق اچھے کاموں کی ہدایت اور برے کاموں سے روکنے کو اپنا فریضہ سمجھے، اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کی ذمہ داری ہر مسلمان پر ڈالنے کے لئے قرآن کریم میں بہت سے واضح ارشادات وارد ہیں لیکن ہر کام کی اہلیت وصلاحیت ہونا لازمی ہے اس لئے ضروری ہے کہ جو شخص اس فریضہ کو انجام دے اس کو دین کا مکمل علم ہو، یعنی عمومی طور پر ہر مسلمان کے لئے لازمی ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق علم دین حاصل کرے اور اپنی حد تک اچھائیوں کی تبلیغ وترویج کرے اور برائیوں سے روکے، لیکن اس کے ساتھ ہی مذکورہ آیت میں فرمایا گیا کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو خاص طور پر دعوت وارشاد کا فریضہ انجام دے اور یہ جماعت ایسی ہو جو ہر طرح دعوت الی الخیر کی اہل ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خیر سے مراد قرآن کریم اور میری سنت کا اتباع ہے۔ یعنی یہ جماعت دعوت الی الخیر کی علم بردار ہو اور بھلائی کا حکم دینے والی اور برائیوں سے روکنے والی ہو، معروف میں وہ تمام نیکیاں اور بھلائیاں داخل ہیں جن کا اسلام نے حکم دیا ہے اور منکر ہر وہ بات جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔ یہی لوگ کامیاب اور کامران ہیں۔

(معارف القرآن: ۲/ ۱۴۰)

۱۸۲. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾

نیز فرمایا کہ

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے اٹھائی گئی ہے۔ تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔''

(آل عمران: ۱۱۰)

تفسیری نکات: دوسری آیت امت محمدیہ کی ایک امتیازی خصوصیت کے بیان پر مشتمل ہے، وہ خصوصیت یہ ہے کہ خلق اللہ کو نفع

پہنچانے ہی کے لئے یہ امت وجود میں آئی ہے کہ تمام انسانوں کی اصلاح اس کا منصبی فریضہ ہے اور پچھلی سب امتوں سے زیادہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تکمیل اس امت کے ذریعہ ہوئی، اس جماعت کا اولین مصداق صحابۂ کرام کی جماعت ہے جو اس عظیم مقصد کو لے کر اٹھی اور اس وقت کی ساری معلوم دنیا کی تقدیر بدل دی، حیوانوں کو انسان بنادیا اور انسانوں کو سیرت و کردار کی ایسی روشن قندیلیں بنادیا جن کی روشنی قیامت تک تابندہ رہے گی۔ (معارف القرآن، تفسیر مظہری)

۸۳. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿۱۹۹﴾ ﴾

نیز فرمایا کہ

''عفو کو اختیار کرو اور اچھے کاموں کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔'' (الاعراف: ۱۹۹)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں دعوت حق کی اشاعت اور تبلیغ دین کا ایک زریں اصول بیان فرمایا گیا ہے کہ سخت گیری اور تند خوئی سے پرہیز کرو اور درگزر سے کام لو، نصیحت سے نہ رکو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔

حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے پیغمبر کو برگزیدہ اخلاق اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور قرآن میں کوئی اور آیت اس آیت سے بڑھ کر مکارم اخلاق کی جامع نہیں ہے۔ (تفسیر مظہری)

۸۴. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾

نیز فرمایا کہ

''مؤمن مرد اور مؤمن عورت ایک دوسرے کے دوست ہیں، اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔''

(التوبۃ: ۷۱)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں خصوصیت کے ساتھ اہل ایمان کے اس وصف کا بیان ہوا کہ آپس میں ایک دوسرے کو اچھے کاموں کی ترغیب دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں، ماقبل کی آیت میں منافقین کا ذکر تھا کہ وہ برائیوں کی ترغیب دیتے اور اچھائیوں سے روکتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ منافقین کی باہمی دوستی اور رفاقت کسی نیکی یا اچھائی پر استوار نہیں ہوتی بلکہ کسی نہ کسی دنیاوی غرض پر مبنی ہوتی ہے اور اپنی مادی اغراض کی جائز وناجائز تکمیل کے لئے وہ خود بھی برے راستوں پر چلتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس راستے میں اپنے ساتھ ملاتے ہیں، جبکہ مؤمنین کا باہمی تعلق دنیاوی غرض اور مادی مفاد پر مبنی نہیں ہے، ان کا باہمی تعلق ایمان کے رشتہ پر استوار ہے اور اسی وجہ سے وہ خود بھی نیک اعمال کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی نیکیوں کی ترغیب دیتے ہیں، خود بھی برائیوں سے بچتے ہیں اور دوسروں کو بھی تلقین کرتے ہیں کہ دیکھو برے کام نہ کرو۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر مظہری)

۸۵. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ لُعِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۢ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُۥدَ وَعِيسَى ٱبۡنِ مَرۡيَمَۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَواْ وَّكَانُواْ يَعۡتَدُونَ ۝٧٨ كَانُواْ لَا يَتَنَاهَوۡنَ عَن مُّنكَرٖ فَعَلُوهُۚ لَبِئۡسَ مَا كَانُواْ يَفۡعَلُونَ ۝٧٩ ﴾

نیز فرمایا کہ

''بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسی کی زبانی لعنت کی گئی، اس لئے کہ نافرمانی کرتے تھے، حد سے تجاوز کرتے تھے، جو برائی کرتے اس سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے، یقیناً وہ بہت برا کرتے تھے۔'' (المائدۃ: ۷۸، ۷۹)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں بنی اسرائیل کے ان نافرمانوں کا ذکر کیا گیا ہے جو تمرد اور سرکشی میں حد سے گذر گئے تھے۔ انہوں نے یونانی بت پرستوں کی تقلید میں شرک اور کفر پر مبنی ساری رسوم اور طور طریقے اختیار کر لئے تھے اور ان پر کچھ اس طرح جم گئے تھے کہ پلٹنے کے لئے تیار نہ تھے۔ نہ مجرم جرائم سے باز آتے تھے اور نہ کوئی ان پر گرفت کرتا تھا، منکرات وفواحش کا ارتکاب کرنے والوں پر کسی طرح کے انقباض وتکدر کا اظہار تک نہیں ہوتا تھا بس سب باہم ہر طرح کی برائیوں میں شیر وشکر ہو گئے، تب اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام کی زبانی ان پر لعنت کرائی، اور اس لعنت کی وجہ یہ تھی کہ سارے برائیوں میں مبتلا تھے اور اگر کوئی بچا ہوا بھی تھا تو اسے یہ توفیق نہ ہوتی تھی کہ وہ کسی کو برے کاموں سے روکے۔ روکنا تو درکنار ان کے سامنے اپنی طبعی تکدر اور برائی پر نفرت کا اظہار ہی کردے۔ (تفسیر عثمانی)

٨٦. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَقُلِ ٱلۡحَقُّ مِن رَّبِّكُمۡۖ فَمَن شَآءَ فَلۡيُؤۡمِن وَمَن شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡۚ ﴾

نیز فرمایا کہ

''آپ کہیے یہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔'' (الکہف: ۲۹)

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں ارشاد ہوا کہ حق واضح ہو کر پوری طرح سامنے آ گیا اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔

بغوی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ عیینہ بن حصن فزاری مکہ کا رئیس رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کے پاس فقراء صحابہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کا لباس خستہ اور ہیئت فقیرانہ تھی، حاضرین میں اسی طرح کے اور بھی اصحاب تھے، عیینہ نے کہا کہ ہمیں آپ ﷺ کے پاس آنے اور آپ ﷺ کی بات سننے میں یہی لوگ مانع ہیں، آپ ﷺ ان کو ہٹا دیں یا ہمارے لئے علیحدہ مجلس کا انتظام کریں۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ کو حکم فرمایا گیا کہ آپ ﷺ انہی کے ساتھ رہیں اور کفار سے کہہ دیں کہ اب حق واضح ہو چکا ہے، اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے، کسی کے ایمان میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں اور کسی کے کفر میں ہمارا کوئی

نقصان نہیں، ہم نے ان ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو گھیرے میں لے لیں گی۔

(معارف القرآن ٥/٥٨٦)

۸۷. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ﴾

نیز فرمایا کہ

''جو تمہیں حکم ملا ہے اسے واشگاف کہہ دو۔'' (الحجر:۹۴)

تفسیری نکات: ساتویں آیت میں رسول کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ کو جو احکام الٰہی ملے ہیں انہیں علی الاعلان سب کو بتا دیں اور اس دعوت میں کسی جھجک اور تامل کی ضرورت نہیں ہے۔ اس آیت کے نزول سے قبل رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام چھپ چھپ کر عبادت اور تلاوت کیا کرتے تھے اور دعوت بھی خفیہ تھی، اس آیت میں حکم ہو گیا کہ تبلیغ دین کا کام علی الاعلان کریں۔

(تفسیر عثمانی ، معارف القرآن : ٥/٣١٤)

۸۸. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴾

نیز فرمایا کہ

''جو لوگ برائی سے منع کرتے تھے ہم نے ان کو نجات دی اور جو ظلم کرتے تھے انہیں برے عذاب میں پکڑ لیا کہ نافرمانی کرتے تھے۔'' (الاعراف:١٦٥)

تفسیری نکات: آٹھویں آیت میں ارشاد ہوا کہ ہم نے انہیں نجات دی جو برے کاموں سے دوسروں کو منع کیا کرتے تھے اور جو نافرمانی میں مبتلا تھے انہیں برے عذاب میں پکڑ لیا۔ اس آیت سے ماقبل کی آیات میں اہل سبت کا ذکر ہے جنہیں یوم السبت کو مچھلیاں پکڑنے سے منع کیا گیا تھا، مگر انہوں نے اس حکم سے بچنے کے لئے حیلہ تراشا اور حکم الٰہی کی پابندی سے گریز کیا، ان میں سے کچھ اللہ سے ڈرنے والوں نے اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی اور انہیں حتی الوسع فہمائش کی مگر وہ باز نہ آئے اور اپنی بدعملی پر مصر رہے اور انہوں نے تمام نصیحتوں کو اس طرح بھلا دیا گویا انہوں نے سنا ہی نہیں، تو ہم نے ناصحین کو بچا کر ظالموں کو سخت عذاب میں گرفتار کر لیا۔ آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ناصحین کے بھی دو گروہ ہو گئے تھے، ایک گروہ تو عاجز آ چکا تھا اور اصلاح سے مایوس ہو چکا تھا، اور دوسرا گروہ جس نے آخر وقت تک وعظ و نصیحت کا فریضہ انجام دیا، اللہ نے دونوں کو نجات دیدی اور جو خود برائی کے مرتکب نہ تھے لیکن اس پر خاموش تھے اور وعظ و نصیحت نہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ان کا ذکر نہیں فرمایا، یعنی وہ ساکت رہے تو اللہ نے بھی ان کے ذکر سے سکوت فرمایا۔

(تفسیر عثمانی ، تفسیر مظہری)

۔ ایمان کا ادنیٰ درجہ برائی کو دل سے برا سمجھے

۱۸۴۔ فَالْاَوَّلُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ، فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۸۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر قدرت نہ رکھتا ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا سمجھے، یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۸۴): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان.

کلمات حدیث: منکر : بری بات، برا کام، ہر وہ بات یا کام جسے اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے برا قرار دیا ہو، جمع منکرات.
و یغیرہ : اسے چاہئے کہ اسے بدل دے۔ غیّر تغییراً (باب تفعیل) تبدیل کر دینا، بدل دینا۔

منکرات سے روکنے کے تین درجات ہیں

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ایمان کے تین درجے بیان کئے گئے ہیں اور ان تینوں درجوں کا تعلق اس بات سے ہے کہ ایک مؤمن جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے برخلاف کوئی بات ہوتے ہوئے دیکھے تو اس کا کیا ردعمل ہو، پہلا درجہ یہ ہے کہ ہاتھ سے مٹا دے مگر بشرط استطاعت اور قدرت، اگر ہاتھ سے مٹا دینے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر معاشرے میں برے لوگوں کے غلبہ کی بناء پر یہ قدرت بھی نہ رہے تو پھر دل میں برا سمجھے اور ناگوار محسوس ہو اور اگر اللہ کے فضل و کرم سے اس برائی سے خود بچا ہوا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور دعا کرے کہ اللہ! مجھے آپ آئندہ بھی اس برائی سے اسی طرح محفوظ رکھئے جس طرح آپ نے اس وقت حفاظت فرمائی ہوئی ہے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور تر درجہ ہے، اگر کوئی مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کو دل سے بھی برا نہ سمجھے تو اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ترتیب بیان کی گئی ہے یہ قرآن کریم، سنت نبوی ﷺ اور اجماع سے ثابت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جس سے ہمارا جس قدر تعلق ہو اسے ہمیں زیادہ فہمائش اور زیادہ متوجہ کرنا کہ فلاں کام یا فلاں بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے اسے کرنا چاہئے اور فلاں بات یا فلاں کام اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف ہے اس سے بچنا چاہئے۔ غرض جو جتنا قریب ہے وہ اتنا ہی نصیحت کا اور خیر کی جانب توجہ دلانے کا مستحق ہے۔

واضح رہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے وقت خلوص اور حسن نیت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اور جو بات کہی جائے وہ بہت دل سوزی، نرمی اور محبت سے ایسے لب و لہجہ میں کہی جائے کہ سننے والا خود محسوس کرے کہ میرا ناصح میرا مخلص ہے اور وہ میرے لئے خیر اور

بھلائی چاہتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی : ۲/ ۱۸، روضۃ المتقین : ۱/ ۲۳۶)

منکرات کو کم اَز کم دل سے برا سمجھنا ضروری ہے

۱۸۵۔ اَلثَّانِیْ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَامِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ فِیْ اُمَّۃٍ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ لَہٗ مِنْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ یَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ، ثُمَّ اِنَّھَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِھِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَالَایَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَا لَایُؤْمَرُوْنَ ' فَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِلِسَانِہٖ وھو مُؤْمِنٌ لَیْسَ وَرَآءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

(۱۸۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس امت میں کوئی نبی مبعوث فرمایا اسے اپنی امت میں سے سچے اصحاب مل گئے جو اس کی سنت کی پیروی کرتے اور اس کے احکام پر عمل کرتے پھر ان کے بعد لوگ آئے جو جو کہتے تھے وہ کرتے نہ تھے اور جو انہیں حکم دیا جاتا اس پر عمل نہ کرتے، جو شخص ان کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے اور جو اپنے دل سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے اور جو اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے، اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کا درجہ باقی نہیں رہا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۸۵): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان۔

کلمات حدیث: حواریون کا واحد حواری ہے، مددگار، انبیاء کرام کے خاص مددگار، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قریبی ساتھی۔
خُلُوْف، الخلف : مصدر، قائم مقام ہونا۔ خَرْدَل : رائی کا دانہ۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے اپنے اس ارشاد مبارک میں بڑے دلکش انداز میں امتوں کے سبب زوال کی نشاندہی فرمائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اول اول ہر نبی کے ساتھ اس کی امت کے کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اس کی سنت پر عمل کرتے اور اس کے لائے ہوئے احکام بجالاتے ہیں، پھر کچھ وقت گزر جاتا ہے تو بعد میں آنے والوں میں وہ قوت ایمانی نہیں رہتی اور ضعف ایمان کے ساتھ ان کے اعمال میں بھی فساد سرایت کر جاتا ہے اور حالت یہ ہوتی ہے کہ زبان سے بڑی اچھی اور خوبصورت بات کرتے ہیں لیکن عملی صورت مختلف ہوتی ہے اور وہ کام کرتے ہیں جن کا اللہ نے اور رسول نے حکم نہیں دیا۔ ایسے لوگوں سے جہاد کیا جائے، ہاتھ سے جہاد، قلب سے جہاد، اور زبان سے جہاد غرض جو ان سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے۔

اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے، یعنی جو منکر کی مزاحمت ہاتھ سے، زبان سے اور دل سے نہیں کرتا، دل میں اسے ناگواری بھی محسوس نہیں ہوتی تو گویا وہ اس پر راضی ہے اور اللہ کے حکم کے خلاف کسی بات پر راضی ہونا اس کا دائرہ ایمان سے خارج ہونا ہے۔ (شرح مسلم للنووی : ۲/ ۲۴، روضۃ المتقین : ۱/ ۲۳۸)

۱۸۶ . اَلثَّالِثُ عَنْ اَبِی الْوَلِیْدِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَهِ، وَعَلٰی اَثَرَةٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَنْ لَانُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهُ اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَّاحًا عِنْدَکُمْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْهِ بُرْهَانٌ، وَعَلٰی اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا، لَانَخَافُ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

"اَلْمَنْشَطُ وَالْمَکْرَهُ" بِفَتْحِ مِیْمَیْهِمَا اَیْ فِی السَّهْلِ وَالصَّعْبِ . "وَالْاَثَرَةُ" "اَلْاِخْتِصَاصُ بِالْمُشْتَرَکِ وَقَدْ سَبَقَ بَیَانُهَا . "بَوَّاحًا" بِفَتْحِ الْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبَعْدَهَا وَاوٌ ثُمَّ اَلِفٌ ثُمَّ حَآءٌ مُهْمَلَةٌ : اَیْ ظَاهِرًا لَایَحْتَمِلُ تَاوِیْلاً .

(۱۸۶) حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سمع وطاعت پر بیعت کی کہ تنگی ہو یا فراخی ہو، ہمیں کوئی حکم آسان لگے یا دشوار محسوس ہو، خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے، اور یہ کہ ہم اپنے حاکموں سے جھگڑا نہیں کریں گے جب تک ان میں کھلا کفر نہ دیکھیں جس میں ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل ہو اور یہ کہ ہم ہر موقع پر اور جہاں بھی ہوں سچ بولیں اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہ ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۸۶): صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ترون بعدی اموراً تنکرونها. صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب وجوب طاعة اهل الاهواء فی غیر معصیة .

راوی حدیث: حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر اور تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ بیعت الرضوان میں بھی شریک تھے، حفاظ صحابہ میں سے تھے۔ اصحاب صفہ کو قراءت سکھاتے تھے، مرویات کی تعداد "۱۸۱" ہے، جن میں چھ متفق علیہ ہیں۔ ۳۴ھ میں انتقال فرمایا۔

کلمات حدیث: المنشط : وہ کام جس میں خوشی محسوس ہو۔ نشط، نشاطاً (باب سمع) خوش ہونا۔ مکرہ : امر ناگوار۔ کرہ کرھا کراھۃً (باب سمع) ناپسند کرنا۔

شرح حدیث: اسلام نے تمام مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے اور انہیں یہ اصول دیا ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں اور ان کے درمیان محبت وحسن سلوک اور ایک دوسرے کی خیر خواہی ایسی ہو جیسے تمام مؤمن مل کر ایک جسد واحد کی طرح ہیں کہ اگر جسم کے ایک حصہ میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کا احساس پورے جسم کو ہوتا ہے اور مسلمانوں کا معاشرہ آپس کے اتحاد اور اتفاق میں ایک پائیدار دیوار کی طرح ہے کہ دیوار کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کی مضبوطی اور پائیداری کا سبب ہے۔

یعنی مسلمانوں کے درمیان باہم کشمکش اور عداوت ودشمنی نہیں ہوتی، وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے نہیں ہیں وہ دوسروں کا حق چھیننے کے بجائے ایثار کرتے ہیں اور اپنا حق دوسروں کو دینے کے لئے تیار رہتے ہیں، وہ اپنے حکمرانوں سے بھی منازعت اور کشاکش کا رویہ نہیں رکھتے بلکہ سمع وطاعت پر عمل کرتے ہیں سوائے اس کے کہ حکمرانوں میں کھلا کفر ظاہر ہو جائے۔

حدیث میں کُفرٌ بَوَّاح (کھلا کفر) کے الفاظ ہیں جس کے بارے میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ یہ یقین ہو کہ یہ کفر ہی ہے اور اس میں شک نہ ہو تو اس کو حکمرانی سے ہٹانے کی تدبیر کی جائے گی ورنہ نہیں، علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ایسا گناہ اور معصیت جس کے معصیت ہونے پر واضح دلیل موجود ہو۔ (صحیح مسلم بشرح النووی، روضۃ المتقین : ۱/۲۳۹)

ہر موقع پر حق بات کہے اس میں کسی کی ملامت کی پروانہ کرے

۱۸۷. اَلرَّابِعُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الْقَآئِمِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اِسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَصَارَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا وَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَآءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا: لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقاً وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَاِنْ تَرَكُوْهُمْ وَ مَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا وَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعاً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اَلْقَائِمُ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى: مَعْنَاهُ الْمُنْكِرُ لَهَا الْقَائِمُ فِيْ دَفْعِهَا وَاِزَالَتِهَا وَالْمُرَادُ بِالْحُدُوْدِ: مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ وَ "اسْتَهَمُوْا" اِقْتَرَعُوْا.

(۱۸۷) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرنے اور نافرمانی کرنے والوں کی مثال اس جماعت کی سی ہے جس نے کشتی پر سواری کے لئے قرعہ اندازی کی بعض اس کی اوپر کی منزل میں سوار ہوئے اور بعض نچلی منزل میں، نچلی منزل والے پانی لینے کے لئے اوپر والوں سے گزرتے ہیں انہوں نے سوچا کہ اگر ہم اپنے حصے میں سوراخ کرلیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں، اگر اوپر والے ان کو اس ارادے پر عمل کرنے دیں اور انہیں نہ روکیں تو سب ہلاک ہوجائیں گے اور اگر ان کے ہاتھ کو پکڑ لیں تو وہ خود بھی بچ جائیں گے اور باقی سب کو بھی ہلاکت سے بچالیں گے۔ (بخاری)

القائم فی حدود اللہ کے معنی ہیں اللہ کی حدود کا انکار کرنے والا، ان کو روکنے والا اور ان کو ختم کرنے والا ہے، حدود کے معنی ہیں وہ تمام امور جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ اِسْتَهَمُوْا کے معنی ہیں انہوں نے قرعہ ڈالا۔

تخریج حدیث (۱۸۷): صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب هل یقرع فی القسمۃ.

کلمات حدیث: السفینۃ : کشتی۔ جہاز جمع سُفن. خَرَقْنَا، الخرق، پھاڑنا، شگاف، جمع خروق.

شرح حدیث: اللہ سبحانہ نے جن امور سے منع فرمایا ہے وہ سب کے سب حدود اللہ ہیں، القائم فی حدود اللہ کے معنی ہیں ان کو قائم کرنے والا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا، اور الواقع فیہا سے مراد وہ لوگ ہیں جو معصیتوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور اللہ کی حدود کو توڑتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ معاشرے کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ لوگ اللہ کے احکام پر عمل کریں اور اگر کوئی خلاف ورزی کرے

اور معصیت کا مرتکب ہو تو دوسرے لوگ اسے روکیں اور باز رکھیں، اس بات کو آپ ﷺ نے ایک خوبصورت مثال کے ذریعہ بیان فرمایا کہ اگر کشتی میں لوگ سوار ہو جائیں اور قرعہ اندازی کر کے متعین کر لیں کہ ان میں سے کون لوگ اوپر کی جگہ لیں گے اور کون سے نیچے رہیں گے، اب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوئی اور وہ بار بار اوپر جانے لگے جس پر اوپر والوں کو تکلیف ہوئی تو نیچے والوں نے کہا کہ ہم نیچے اپنے حصہ میں سوراخ کر لیتے ہیں تاکہ یہیں سے پانی لیتے رہیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ ہو، اس صورت میں اگر کچھ لوگ انہیں روک دیں اور نچلے حصے میں سوراخ نہ کرنے دیں تو خود بھی غرق ہونے سے بچ جائیں گے اور باقی تمام لوگ بھی محفوظ رہیں گے۔

اسی طرح اگر معاشرے میں ایسے لوگ ہوں جو حدود اللہ کو توڑنے والوں کو روکیں اور انہیں معصیتوں سے باز رکھیں تو وہ خود بھی اللہ کی گرفت سے بچ جائیں گے اور باقی سب لوگوں کو بھی تباہی اور بربادی سے بچا لیں گے۔

(فتح الباری: ۱/۲۸، روضة المتقین: ۱/۲۴۰، مظاهر حق جدید: ۴/۶۵۰)

حکام کے خلافِ شرع امور پر نکیر کرنا ضروری ہے

۱۸۸۔ اَلْخَامِسُ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اُمِّ سَلَمَةَ هِنْدِ بِنْتِ اَبِیْ اُمَیَّةَ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّه' قَالَ: "اِنَّه' یُسْتَعْمَلُ عَلَیْكُمْ اُمَرَآءُ فَتَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَنْ رَضِیَ وَتَابَعَ" قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لَا، مَا اَقَامُوْا فِیْكُمُ الصَّلٰوةَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مَعْنَاهُ: مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهٖ وَلَمْ یَسْتَطِعْ اِنْكَارًا بِیَدٍ وَلَا لِسَانٍ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الْاِثْمِ وَاَدّٰی وَظِیْفَتَه' وَمَنْ اَنْكَرَ بِحَسَبِ طَاقَتِهٖ فَقَدْ سَلِمَ مِنْ هٰذِهِ الْمَعْصِیَةِ وَمَنْ رَضِیَ بِفِعْلِهِمْ وَتَابَعَهُمْ فَهُوَ الْعَاصِیْ.

(۱۸۸) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر ایسے لوگ حاکم بنائے جائیں گے کہ ان کے کچھ کام تمہارے جانے پہچانے اور کچھ کام ناپسندیدہ ہوں گے، جس نے ان کی بری باتوں پر اظہار ناگواری کیا وہ بری ہو گیا اور جس نے انکار کیا وہ بچ گیا لیکن جو راضی ہو گیا اور ان کی پیروی کی وہ انہیں میں شامل ہو گیا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے قتال کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں۔ (مسلم)

اس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے اپنے دل میں ناگواری محسوس کی لیکن ہاتھ سے اور زبان سے رد نہ کر سکا تو وہ گناہ سے بری ہو گیا جیسے اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہو اور جس نے اپنی طاقت کے بقدر اسے رد کیا تو وہ معصیت سے محفوظ رہا اور جو ان کے فعل پر راضی ہو گیا اور ان کی پیروی کی تو وہ گناہ گار ہے۔

تخریج حدیث (۱۸۸): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب الانکار علی الامراء فیما یخالف الشرع.

کلمات حدیث: برئ، بروءًا، براءً و براءةً: بری ہونا، نجات پانا۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر امیر کی اطاعت شرعی قواعد کے مطابق قائم ہو جائے تو تمام جائز امور میں اس کی اطاعت لازم ہے اور اس پر اجماع ہے۔

یہ حدیث مبارک رسول اللہ ﷺ کی معجزانہ پیشین گوئی پر مشتمل ہے کہ آپ ﷺ نے جس صورت حال کی خبر دی وہ پوری ہوئی، یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ جو شخص منکر کے ازالہ سے عاجز ہو اور زبان سے بھی اس پر گرفت نہ کرے تو وہ سکوت پر گناہ گار نہ ہوگا، بلکہ اس وقت گناہ گار ہوگا جب دل سے راضی ہو اور ان کی متابعت کرے۔ (دليل الفالحين : ۱/ ۳۵٤ ، روضة المتقين : ۱/ ۲٤۱)

اعلانیہ گناہ کا ہونا یہ امت کی ہلاکت ہے

۱۸۹ . اَلسَّادِسُ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ الْحَكَمِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَيْهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ : قَالَ : "نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۹) ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ گھبرائے ہوئے آئے، آپ ﷺ فرمارہے تھے لا الہ الا اللہ عرب کے لئے تباہی اس شر سے جو قریب آگیا، آج یاجوج ماجوج کی دیوار اس قدر کھول دی گئی ہے، آپ ﷺ نے انگوٹھے اور اس سے متصل انگلی سے حلقہ بنایا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے، اور ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب خبث زیادہ ہو جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۸۹): صحيح البخاري، كتاب الانبياء، باب قصة ياجوج وماجوج وغيرهما من الكتب . صحيح مسلم ، كتاب الفتن، باب اقتراب الفتن وفتح ردم ياجوج وماجوج .

راوی حدیث: حضرت ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں، آغاز ہی میں اسلام لے آئیں تھیں، آپ کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے ہوا تھا جو رسول کریم ﷺ کے متبنّیٰ تھے، بعد میں آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں، رات کو نوافل پڑھتیں اور دن کو روزہ رکھتی تھیں، آپ سے "۱۱" احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ ۲۰ھ میں انتقال ہوا۔ (اسد الغابة، الاصابة في تمييز الصحابة)

کلمات حدیث: ویل : برائی، ہلاکت، دوزخ کی ایک وادی۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے سدِ یاجوج و ماجوج کھلنے کے بارے میں ارشاد فرمایا اور اپنے انگوٹھے اور برابر کی انگلی سے حلقہ بنا کر بتایا کہ اتنی کھل گئی ہے اور فرمایا کہ ہلاکت ہے عرب کے لئے، یہ اس لئے فرمایا کہ اس وقت اکثر مسلمان عرب ہی تھے، اور حدیث میں وارد شر سے مراد وہ فتن اور حوادث ہیں جن کا آغاز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ہوا اور پھر فتنے

پے در پے آتے گئے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں وارد لفظ شر سے مراد فتوحات کے بعد مال ودولت کی کثرت ہے کہ مال کی کثرت کی بناء پر مسلمانوں میں باہمی تنافس اور کشمکش اور حصول امارت کی سعی شروع ہوئی۔

خبث سے مراد فواحش اور بدکاری کے کام ہیں یعنی فسق وفجور کے عام ہونے کی صورت میں جو تباہی وبربادی آئے گی وہ سب کو محیط اور نیک وبد سب کو شامل ہوگی۔ (فتح الباری : ۱/ ۲۹٤)

راستے میں بیٹھنے والے راستے کا حق ادا کریں

۱۹۰. اَلسَّابِعُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِیْهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّه " قَالُوْا: وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَکَفُّ الْاَذٰی وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ." مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۹۰) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ راستوں میں بیٹھنے سے گریز کرو، صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ ہمارے لئے یہ مجالس ضروری ہیں کیوں کہ یہاں ہم باتیں کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھنا ضروری ہے تو راستہ کو اس کا حق دو، صحابہ نے عرض کی: راستہ کا حق کیا ہے یارسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا نگاہ نیچی رکھنا، ایذاء سے رکنا، سلام کا جواب دینا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۹۰): صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب افنية الدور و الجلوس فيها على الصعدات . صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب النهي عن الجلوس في الطرقات .

کلمات حدیث: غَضُّ البصر : نگاہ نیچی کرنا۔ غَضَّ، غَضاً (باب نصر) غض طرفه : نگاہ پست کی۔ کَفَّ، کَفًا (باب نصر) رکنا، باز رہنا۔

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبوت کے مزاج شناس تھے انہیں علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ راستوں میں بیٹھنے سے احتراز کرو وجوب کے لئے نہیں ہے بلکہ بطور ترغیب ہے کیوں کہ اگر صحابۂ کرام یہ بات نہ سمجھتے تو کبھی آپ ﷺ سے مراجعت نہ کرتے۔

آپ ﷺ فرمایا: اگر کاروباری ضرورت یا کسی اور حاجات کیلئے راستوں میں بیٹھنا ضروری ہوتو راستہ کے حقوق ادا کرو، جو یہ ہیں:

(۱) آنکھیں نیچی رکھنا۔

(۲) ایذاء سے بچنا یعنی غیبت سے اور ہر اس بات اور کام سے اجتناب کرنا جس سے کسی دوسرے کو تکلیف ہو۔

(۳) سلام کا جواب دینا۔

(۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی ہر اس بات کی ترغیب دینا اور توجہ دلانا جس کا شریعت نے حکم دیا ہے اور اس بات پر متنبہ کرنا اور اس کے برے انجام سے ڈرانا جس سے شریعت نے منع کیا ہو۔

(فتح الباری: ۱/ ۲۰، روضة المتقین: ۱/ ۲۴۲)

مردوں کے لیے سونے کا استعمال حرام ہے

۱۹۱. اَلثَّامِنُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی خَاتَماً مِنْ ذَهَبٍ فِیْ یَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهٗ فَطَرَحَهٗ وَقَالَ: "یَعْمِدُ اَحَدُکُمْ اِلٰی جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَیَجْعَلُهَا فِیْ یَدِهٖ" فَقِیْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَاذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: خُذْ خَاتَمَکَ، انْتَفِعْ بِهٖ. قَالَ: لَا وَاللّٰهِ لَا اٰخُذُهٗ اَبَداً وَقَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۹۱) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، آپ ﷺ نے اسے اتار کر پھینک دیا، اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ آگ کا انگارہ اپنے ہاتھ میں لے لے، رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد کسی نے اس شخص سے کہا کہ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور کسی کام میں لاؤ، اس نے کہا کہ نہیں قسم بخدا جب اسے رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا ہے میں کبھی اسے نہیں اٹھاؤں گا۔

تخریج حدیث(۱۹۱): صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم خاتم الذهب علی الرجل.

کلمات حدیث: الجمرة: انگارہ۔

شرح حدیث: سونا اور ریشم مردوں کے لئے حرام ہے اور اس حدیث مبارک سے مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی وغیرہ پہننے کی حرمت قطعی ثابت ہوتی ہے۔

صحابۂ کرام رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور فرامین پر اسی طرح عمل کرتے تھے، اب یہ ارشادات نبوت ہمارے سامنے احادیث اور سنت کے عظیم ذخائر کی صورت میں موجود ہیں اور ہمارے اوپر سنت نبوی ﷺ پر اسی طرح عمل لازم ہے، ان صاحب نے رسول کریم ﷺ کے حکم پر اس طرح عمل کیا کہ جب آپ ﷺ نے ان کی انگوٹھی نکال کر پھینک دی تو انہوں نے اس کو اٹھانا تک گوارہ نہیں کیا اور نہ کسی دلیل کا سہارا لیا، حالانکہ وہ اس کو اپنے اہل خانہ کو دے سکتے تھے یا کسی اور کام بھی لا سکتے تھے لیکن ان کی غیرت نے اس کو گوارہ نہیں کیا کہ وہ اسے ہاتھ بھی لگائیں۔

(روضة المتقین: ۱/ ۲۴۴)

رعایا پر ظلم کرنے والے بدترین حکمران ہیں

۱۹۲. اَلتَّاسِعُ عَنْ أبي سعيد الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلٰى عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَقَالَ: اَیْ بُنَیَّ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ شَرَّ الرِّعَآءِ الْحُطَمَةُ، فَاِيَّاکَ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ" فَقَالَ لَهُ: اجْلِسْ فَاِنَّمَا اَنْتَ مِنْ نُخَالَةِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: وَهَلْ كَانَتْ لَهُمْ نُخَالَةٌ اِنَّمَا كَانَتِ النُّخَالَةُ بَعْدَهُمْ وَفِیْ غَيْرِهِمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۹۲) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس آئے اور کہا: اے میرے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ برے حاکم وہ ہیں جو ظالم ہیں، دیکھنا ان میں سے نہ ہونا، ابن زیاد نے کہا بیٹھ جاؤ، تم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں بھوسہ کی مانند ہو، عائذ نے کہا کہ کیا صحابہ میں بھی بھوسا تھا، بھوسہ تو ان کے بعد اور ان کے علاوہ آیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۹۲): صحيح مسلم كتاب الامارة، باب فضيلة الامام العادل.

راوی حدیث: حضرت عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں حدیبیہ میں شرکت فرمائی، ان سے آٹھ احادیث مروی ہیں جن میں تین متفق علیہ ہیں۔ ۶۱ھ میں انتقال کیا۔ (دليل الفالحين: ۱/ ۳۶۰)

کلمات حدیث: الحطمة: ظالم و بے درد چرواہا، (ظالم حاکم) النخالة: بھوسی۔

شرح حدیث: حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ بن زیاد سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے برے لوگ ظالم حکمران ہیں، پھر اس کو نصیحت کی کہ دیکھو کہیں تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جن کا ذکر اس ارشاد نبوت میں ہوا ہے، اس پر اس نے کہا کہ تم صحابۂ کرام کی جماعت میں ایسے ہو جیسے آٹے میں بھوسی، اس پر عائذ نے فرمایا کہ بھوسی قسم کے لوگ تو صحابۂ کرام کے بعد آئے ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو سادات امت اور ساری انسانیت کے سب سے بہترین لوگ تھے۔

(روضة المتقين: ۱/ ۲٤٤، دليل الفالحين: ۱/ ۳۶۰)

****

امت برائی سے روکنا چھوڑ دے گی تو ان کی دعا قبول نہ ہوگی

۱۹۳. اَلْعَاشِرُ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْلَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهٗ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۱۹۳) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے یا پھر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عتاب بھیج دے پھر تم دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ ہو۔ (ترمذی)

تخریج حدیث(۱۹۳): الجامع للترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنهی عن المنکر .

شرح حدیث: یہ حدیث حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ واقعات اور آئندہ وقوع پذیر ہونے والے قیامت تک کے تمام واقعات سے مطلع فرمایا تھا۔

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو متنبہ فرمایا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں کہ اس امت کے اٹھائے جانے کی غرض وغایت ہی اللہ سبحانہ نے یہ بیان فرمائی کہ یہ اچھائیوں کا نیکیوں کا، اور بھلائیوں کا اور خیر کے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، یہ اس قدر عظیم فریضہ ہے کہ یا تو امت اس کو انجام دیتی رہے گی تو اللہ کے مقرر کیئے ہوئے منصب امامت کی تکمیل کرنے والی ہوگی اور اگر اس فرض کی ادائیگی میں سستی کرے گی اور تساہل اختیار کرے گی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مصائب اور آفات کی صورت میں اپنا عتاب نازل فرمادے اور ہماری دعاؤں سے بھی نہ ٹلیں، یعنی ظالم حکمران مسلط ہو جائیں گے اور دیگر بلائیں جکڑ لیں گی، تم دعائیں کروگے کہ یہ آفات ہم سے دور کردی جائیں تو دعائیں قبول نہ کی جائیں گی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کوتاہی پر نازل ہونے والی ابتلاء سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ واللہ اعلم

(تحفة الاحوذی : ٦/٣٩١ ، روضة المتقین : ١/٢٤٥ ، دلیل الفالحین : ١/٣٦١ ، مظاهر حق جدید : ٤/٦٥٢)

حاکم کے سامنے حق کہنا یہ بھی جہاد ہے

١٩٤. اَلْحَادِيْ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۹۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ افضل ترین جہاد ظالم سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۹۴): الجامع للترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی افضل الجهاد .

کلمات حدیث: جَائِر : ظالم۔ جَارَ جورًا (باب نصر) ظلم کرنا، زیادتی کرنا۔

شرح حدیث: جہاد کی متعدد صورتیں ہیں ان میں سے افضل ظالم سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے تاکہ وہ اپنے ظلم وستم سے باز آجائے۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کو اس لئے افضل جہاد کہا گیا ہے کہ جنگ وقتال میں اگر مجاہد مارا جاتا ہے تو سیدھا جنت میں پہنچ جاتا ہے اور فتحیاب ہوکر لوٹتا ہے تو غازی بنتا ہے، یعنی جنگ وقتال میں جان کے بچ جانے کا بھی امکان موجود ہے جبکہ جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کا مطلب اپنی جان کو اس کے قہر وغضب کے حوالے کردینا ہے کہ نہ معلوم کیا سلوک کرے۔ (تحفة الأحوذي : ٦/٣٩٦)

۱۹۵. اَلثَّانِیْ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ طَارِقِ بْنِ شِهَابِ الْبَجَلِیِّ الْاَحْمَسِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَضَعَ رِجْلَه، فِی الْغَرْزِ: اَیُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ ؟ قَالَ: "کَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ" رَوَاهُ النَّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

"اَلْغَرْزُ" بِغَیْنٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَةٍ ثُمَّ رَآءٍ سَاکِنَةٍ ثُمَّ زَایٍ وَهُوَ رِکَابُ کُوْرِ الْجَمَلِ اِذَا کَانَ مِنْ جِلْدٍ اَوْ خَشَبٍ وَقِیْلَ لَا یَخْتَصُّ بِجِلْدٍ وَخَشَبٍ.

(۱۹۵) حضرت طارق بن شہاب بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا جب کہ آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا ہوا تھا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ظالم سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا۔ (النسائی)

غَرز : اونٹ کے نیچے کی لکڑی یا چمڑے کی رکاب، کسی نے کہا کہ عام ہے لکڑی یا چمڑے کی تخصیص نہیں ہے۔

تخریج حدیث (۱۹۵): سنن النسائی، کتاب البیعة، باب فضل من تکلم بالحق عند امام جائر.

راوی حدیث: حضرت ابوعبداللہ طارق بن شہاب بجلی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوئے، ان سے پانچ احادیث مروی ہیں۔ ۳۲ھ میں انتقال کیا۔ (الاصابة فی تمیز الصحابة)

شرح حدیث: حسب حدیث اس حدیث کا موضوع بھی جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قدم مبارک رکاب میں رکھ چکے تھے کہ کسی نے سوال کیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ افضل جہاد جائر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ جور کے معنی ظلم کے اور اعتدال کے راستے سے ہٹ جانے کے ہیں۔ سلطان جائر وہ ہے جو اپنی رعایا کے ساتھ انصاف نہ کرے، ایسے ظالم کے سامنے وہی کلمہ حق کہے گا جو ایمانی قوت رکھتا ہو کہ سلطان جائر کے سامنے اس کو ٹوکے اور کہے کہ تم فلاں ظلم و زیادتی کر رہے ہو اس سے باز رہو، اور یہ افضل جہاد اس لئے ہے کہ بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنے والا اپنے انجام سے بے پرواہ ہو کر صرف اللہ کی رضا کے لئے یہ بات کہتا ہے تاکہ خلق خدا کو ظلم اور زیادتی سے نجات ملے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۳۶۲، روضة المتقین : ۱/۲۴۵)

بھلائی کا حکم کرنا، برائی سے روکنا باعث رحمت ہے

۱۹۶. اَلثَّالِثَ عَشَرَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اَنَّه، کَانَ الرَّجُلُ یَلْقَی الرَّجُلَ فَیَقُوْلُ : یَا هٰذَا اتَّقِ اللّٰهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ فَاِنَّهُ لَا یَحِلُّ لَکَ ثُمَّ یَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ عَلٰی حَالِهٖ فَلَا یَمْنَعُه ذٰلِکَ اَنْ یَکُوْنَ اَکِیْلَه وَشَرِیْبَه، وَقَعِیْدَه، فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِکَ ضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، ثُمَّ قَالَ " لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ

بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ . کَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ . تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ ' اِلٰی قَوْلِهٖ " فَاسِقُوْنَ" ثُمَّ قَالَ : "کَلَّا وَاللّٰهِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰی یَدِ الظَّالِمِ، وَلَتَاْطِرُنَّهٗ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا وَلَتَقْصُرُنَّهٗ عَلَی الْحَقِّ قَصْرًا اَوْ لَیَضْرِبَنَّ اللّٰهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِکُمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ لَیَلْعَنَنَّکُمْ کَمَا لَعَنَهُمْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ. هٰذَا لَفْظُ اَبِیْ دَاوٗدَ، وَلَفْظُ التِّرْمِذِیِّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْٓ اِسْرَآئِیْلَ فِی الْمَعَاصِیْ نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ یَنْتَهُوْا فَجَالَسُوْهُمْ فِیْ مَجَالِسِهِمْ وَاٰکَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَلَعَنَهُمْ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ " فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَقَالَ : " لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ حَتّٰی تَاْطِرُوْهُمْ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا ."

قَوْلُهٗ:" تَاْطِرُوْهُمْ" : اَیْ تَعْطِفُوْهُمْ "وَلَتَقْصُرُنَّهٗ": اَیْ لَتَحْبِسُنَّهٗ .

(۱۹۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے بنی اسرائیل میں جو کمزوری نمایاں ہوئی وہ یہ تھی کہ ان میں ایک دوسرے سے ملتا تو کہتا اے بندہ خدا اللہ سے ڈر اور جو برا کام تو کر رہا ہے وہ نہ کر یہ تیرے لئے حلال نہیں ہے، پھر جب اگلے دن اس سے ملتا تو پھر اسی طرح کی حالت میں ملاقات ہوتی تو اس کے ساتھ کھانے پینے اور بیٹھنے سے باز نہ رہتا، جب یہ کرنے لگے تو اللہ نے ان کے دل ایک دوسرے کی طرح کر دیئے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، جو لوگ بنی اسرائیل میں سے کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی اس لئے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے اور برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے، ان سے باز نہ آتے تھے، بلاشبہ وہ برے کام کرتے تھے تم ان میں بہت سوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ برا ہے، آپ ﷺ نے یہ آیت فاسقون تک پڑھی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں اللہ کی قسم تم ضرور امر بالمعروف کرتے رہو گے اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے اور ظالم کے ہاتھ پکڑو گے اور اسے حق پر چلنے پر آمادہ کرو گے اور حق پر چلنے پر مجبور کرو گے، ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک دوسرے کے دلوں کو یکساں کر دے گا اور پھر تم پر اسی طرح لعنت کریگا جیسا کہ بنی اسرائیل پر لعنت کی۔ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے، یہ الفاظ حدیث ابوداؤد کے ہیں)

اور ترمذی میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل معاصی میں ملوث ہو گئے تو اولاً ان کے علماء نے ان کو منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے، تو وہ منع کرنے والے بھی ان کے ساتھ ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل باہم ایک دوسرے کی طرح کر دیئے اور اللہ نے ان پر داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے لعنت کی کیوں کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کر گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جب تک کہ تم ان کا رخ پوری طرح حق کی طرف نہ موڑ دو۔

تَاطِرُوْهُمْ : کے معنی ہیں کہ تم ان کا رخ موڑ دو۔ لَتَقْصِرُنَّهٗ : یعنی تم ان کو روک دو۔

تخریج حدیث(۱۹۶): سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الامر و النھی . جامع الترمذی، ابواب التفسیر، تفسیر سورة المائدة .

کلمات حدیث: لَتَاطِرَنَّهٗ : تم ضرور اس کا رخ حق کی جانب موڑ دوگے۔ أطره اطراً (باب ضرب ونصر) موڑنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں اول اول دینی کمزوری اور اخلاقی انحطاط کا آغاز اس طرح ہوا کہ ان لوگوں نے معاصی کا ارتکاب شروع کیا تو ان کے اہل دین اور علماء انہیں منع تو کرتے تھے لیکن خود ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے اور ان کے ہم نوالہ و پیالہ بنے ہوئے تھے، چاہئے تو یہ تھا کہ اہل ایمان ان کو برائیوں سے روکتے اور خود ان کی برائیوں سے بچنے کے لئے ان سے فاصلہ رکھتے اور ان کی مجلسوں سے احتراز رکھتے مگر وہ ان کے ساتھ تعلق اور ان کی مجالس میں شرکت کرتے جس سے اُن کی معصیتوں کی سیاہی سے ان کے اپنے دل بھی سیاہ ہو گئے اور ان کے دل بھی اہل معصیت کے ساتھ ہو گئے۔

اس امت کا یہ فریضہ ہے کہ لازماً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں ورنہ اصلاح کرنے والوں کے قلوب بھی اہل معاصی کی طرح ہو جائیں گے اور اسی طرح مستحق لعنت ہو جائیں گے، جس طرح بنی اسرائیل ہو گئے تھے۔

رسول کریم ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ضرور یہ فریضہ انجام دینا پڑے گا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو اور صرف زبانی کافی نہیں ہے بلکہ عملاً ظالم کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے آمادہ کرو کہ ظلم سے باز آجائے، حق اور عدل وانصاف کی طرف پلٹ آئے اور ظلم وجور سے اپنا رخ پوری طرح موڑ کر تمام تر عدل وانصاف کا خوگر ہو جائے، اگر تم اس فرض کی انجام دہی سے قاصر رہے تو تمہارا بھی وہی انجام ہوگا جو بنی اسرائیل کا ہو چکا ہے۔

ظالم کو ظلم سے نہ روکنا عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے

۱۹۷ . عَنْ اَبِی بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّکُمْ لَتَقْرَؤُنَّ هٰذِهِ الْاٰیَةَ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ" وَاِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُ الظَّالِمَ فَلَمْ یَاْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْهِ اَوْ شَکَ اَنْ یَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ، وَالنَّسَآئِی بِاَسَانِیْدِ صَحِیْحَةٍ .

(۱۹۷) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو کہ اے ایمان والو! تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم اپنے نفوس کی فکر کرو تمہیں وہ لوگ ضرر نہیں پہنچا سکتے جو گمراہ ہو گئے اگر تم ہدایت پر جمے رہو، (المائدة:

۱۰۵)اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ ظالم کودیکھیں اوراس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ کا عذاب انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

تخریج حدیث(۱۹۷): سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الامر و النهی. الحامع للترمذی، ابوا ب الفتن، باب ماجاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر لمنکر.

کلمات حدیث: اَوشك : قریب ہے۔ وَشُكَ وشكاً، (باب کرم) قریب ہونا، جلدی ہونا۔

شرح حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو (یعنی المائدہ کی آیت ۱۰۵) کہ اے مسلمانو! تم اپنی فکر کرو اگر تم ہدایت پر ہو تو کوئی اگر گمراہ ہو جائے تو تمہارا اس سے کوئی نقصان نہیں ہے، تمہاری اس آیت کی تلاوت سے یہ نیت ہوتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت نہیں ہے، حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا ہے کہ جولوگ گناہ ہوتا ہوا دیکھیں اوراس کو حتی الوسع روکنے کی کوشش نہ کریں گے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کے ساتھ ان دوسرے لوگوں کو بھی عذاب میں پکڑ لے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے فرائض اور واجبات ادا کرو جن میں خود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی شامل ہے، اگر تمہاری برائیوں سے روکنے کی حتی الوسع سعی کے بعد بھی کوئی برائی سے باز نہ آئے اور تم خود ہدایت کی راہ پر چل رہے ہو تو گمراہوں کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محققین کے نزدیک سورۃ المائدۃ کی مذکورہ آیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے معارض نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم اپنے فرائض اور واجبات ادا کرلو، اس کے باوجود بھی اگر کوئی اپنی غلطی پر جما رہے تو پھر تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے کیوں کہ تم اپنے فرائض کو ادا کر چکے ہو۔ (معارف القرآن : ۲/۲۰۱ ، روضۃ المتقین : ۱/۲۴۸)

البَابُ (٢٤)

تغليظ عقوبة من أمر بالمعروف ونهى عن منكر وخالف قوله فعله

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، قول وفعل کا تضاد اور اس کی سزا

۸۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ:

﴿ أَتَأْمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ ٱلْكِتَٰبَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٤٤﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو فراموش کر دیتے ہو اور تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو...... کیا تم نہیں سمجھتے۔''

(البقرة:۴۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں خطاب اگرچہ علمائے یہود سے ہے کہ وہ اپنے متعلقین کو نصیحت کرتے تھے کہ اسلام پر قائم رہو۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ خود ان کے نزدیک دین اسلام دین برحق تھا، مگر وہ خود اس حق کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے لیکن معنی کے اعتبار سے اس آیت میں ہر اس شخص کی مذمت ہے جو دوسروں کو نیکی اور بھلائی کی ترغیب دے اور خود عمل نہ کرے ایسے شخص کے بارے میں احادیث میں بڑی ہولناک وعیدیں آئی ہیں۔

لیکن اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بے عمل کے لئے یا فاسق کے لئے دوسروں کو وعظ ونصیحت کرنا جائز نہیں اور جو شخص خود کسی معصیت میں مبتلا ہو وہ دوسروں کو اس گناہ سے باز رہنے کی تلقین نہ کرے۔ اچھا عمل ایک مستقل نیکی ہے اور اس اچھے عمل کی تبلیغ جدا اور مستقل نیکی ہے۔ ایک نیکی کا ترک اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ دوسری نیکی کو بھی چھوڑ دیا جائے، یہ ایسا ہی ہے جیسے اگر کوئی نماز نہیں پڑھتا وہ روزہ بھی نہ رکھے، چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر ہر شخص یہ سوچ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے کہ میں خود گناہ گار ہوں میں کسی کو کیا نصیحت کروں گا، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی تبلیغ کرنے والا باقی نہیں رہے گا کیوں کہ ایسا کون ہے جس نے کبھی کوئی معصیت نہ کی ہو۔

سیدی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جب مجھے اپنی کسی بری عادت کا علم ہوتا ہے تو میں اس عادت کی مذمت اپنے مواعظ میں خاص طور سے بیان کرتا ہوں تا کہ وعظ کی برکت سے یہ عادت جاتی رہے۔

(معارف القرآن:۱/۲۱۸)

۹۰. وَقَالَ تَعَالىٰ:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿٢﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ ٱللَّهِ أَن تَقُولُوا۟ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿٣﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''اے ایمان والو! ایسی بات کہتے کیوں ہو جسے کرتے نہیں ہو، اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔'' (الصف: ۲، ۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ ایسی بات منہ سے کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، اس آیت کے شان نزول میں بیان ہوا کہ چند صحابہ کرام جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں یہ گفتگو کی کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کون سا ہے تو ہم وہ عمل کریں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بذریعہ وحی مطلع فرمادیا۔ آپ ﷺ نے ان اصحاب کو بلوایا اور انہیں سورۃ الصف سنائی۔

اس مقام پر حضرت مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

کسی کام کا محض دعویٰ کرنا کہ اس کے کرنے کا ارادہ نہ ہو گناہ کبیرہ اور اللہ کی ناراضگی کا باعث ہے اور یہی سورۃ الصف کی اس آیت کا مقصود ہے اور جہاں یہ صورت نہ ہو بلکہ کرنے کا ارادہ ہو پھر بھی اپنی قوت پر بھروسہ کر کے دعویٰ کرنا مکروہ ہے۔

دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کا کام اس طرح کرنا کہ خود آدمی اس پر عمل پیرا نہ ہو، وہ اس آیت کے مفہوم میں شامل نہیں ہے بلکہ اس سے متعلق احکام دیگر آیات اور احادیث میں بیان ہوئے ہیں، جن کی غرض و غایت ایسے آدمی کو غیرت دلانا ہے کہ جب تم دوسروں کو نصیحت کر رہے ہو تو خود عمل کیوں نہیں کرتے، لیکن یہ نہیں فرمایا کہ جب خود نہیں کرتے تو دوسروں کو کیوں دعوت دیتے ہو، اس سے معلوم ہوا کہ جس نیک کام کے کرنے کی خود کو ہمت یا توفیق نہیں ہے اس کی جانب دوسروں کو بلانا نہ چھوڑے، امید ہے کہ اس وعظ و نصیحت کی برکت سے خود اسے بھی توفیق عمل نصیب ہو جائے گی۔ (معارف القرآن: ۸/ ٤٢٤، تفسیر مظھری)

اور حضرت شعیب علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ

۱۹۱. وَقَالَ تَعَالیٰ: إِخْبَارًا عَنْ شُعَيْبٍ "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ":

﴿ وَمَآ أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَآ أَنْهَىٰكُمْ عَنْهُ ﴾

''اور میں نہیں چاہتا کہ میں خود اس کام میں تمہاری مخالفت کروں جس سے تمہیں منع کر رہا ہوں۔'' (ہود: ۸۸)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب نقل فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا کہ میں جن بری باتوں سے تم کو روکتا ہوں میری یہ خواہش نہیں کہ تم سے علیحدہ ہو کر خود ان کا ارتکاب کروں، مثلاً تمہیں تارک الدنیا بناؤں اور خود دنیا سمیٹ کر اپنے گھر میں بھر لوں۔ نہیں جو نصیحت تم کو کرتا ہوں تم سے پہلے خود اسکا پابند ہوں، تم یہ الزام مجھ پر نہیں رکھ سکتے کہ میری نصیحت کسی خود غرضی اور ہوا پرستی پر محمول ہے۔ (تفسیر عثمانی: ۳۰۰)

بے عمل واعظ کی سزا

۱۹۸. وَعَنْ اَبِیْ زَيْدٍ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "یُؤْتٰی بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُ بَطْنِہٖ فَیَدُوْرُ بِھَا کَمَا یَدُوْرُ الْحِمَارُ فِی الرَّحَا فَیَجْتَمِعُ اِلَیْہِ اَھْلُ النَّارِ فَیَقُوْلُوْنَ : یَا فُلَانُ مَالَکَ ؟ اَلَمْ تَکُ تَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ؟ فَیَقُوْلُ : بَلٰی کُنْتُ اٰمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِیْہِ وَاَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ وَاٰتِیْہِ "مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

قَوْلُہ : "تَنْدَلِقُ" ھُوَ بِالدَّالِ الْمُھْمَلَۃِ وَمَعْنَاہُ تَخْرُجُ : "وَالْاَقْتَابُ" : الْاَمْعَآءُ وَاحِدُھَا قِتْبٌ .

(۱۹۸) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اس کے پیٹ کی آنتیں باہر نکل آئینگی، وہ آنتوں کو لے کر اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے، اہل جہنم اس کے پاس جمع ہوں گے اور اس سے کہیں گے اے فلاں تجھے کیا ہوا؟ کیا تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کیا کرتا تھا...... وہ کہے گا کہ ہاں میں نیک کاموں کی تلقین کرتا مگر خود نہ کرتا اور برائی سے روکتا اور خود اس کو کرتا۔ (متفق علیہ)

تَنْدَلِقُ کے معنی ہیں باہر نکل آئیں۔ اَلْاَقْتَاب : آنتیں، واحد قِتْب .

تخریج حدیث (۱۹۸): صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النار وغیرہ . صحیح مسلم کتاب الزھد، باب عقوبۃ من یأمر بالمعروف ولا یفعل .

کلمات حدیث: فَتَنْدَلِقُ، اِنْدَلَقَ، اِنْدِلَاقًا، (باب انفعال) کسی شئے کا باہر نکل آنا۔ دَلَقَ دَلْقًا (باب نصر) دلق الباب : دروازہ کو زور سے کھولنا۔ دلق السیف : تلوار کا میان سے نکل پڑنا۔ اقتاب جمع قِتْبٌ : آنتیں۔

شرح حدیث: حدیث میں اس شخص کے لئے سخت وعید بیان فرمائی گئی جو امر بالمعروف کرے اور خود عمل نہ کرے اور نہی عن المنکر کرے اور اس سے باز نہ آئے، اسے جہنم میں پھینکا جائے گا اور اس کی آنتیں باہر نکل پڑیں گی اور وہ درد والم سے بے قرار ہو کر اس طرح پھرے گا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اہل جہنم اس سے پوچھیں گے کہ تمہارا کیا حال ہے، وہ بیان کرے گا کہ میں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود عمل نہیں کرتا تھا اور برائی سے منع کرتا تھا اور خود باز نہیں آتا تھا۔ (فتح الباری : ۱/ ۲۷٦)

البَابُ (۲۵)

باب الامر باداء الأمانة
امانت ادا کرنے کا حکم

۹۲۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ:

﴿ ۞إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا ﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کردو۔'' (النساء:۵۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں اللہ سبحانہ نے ادائے امانت کا حکم فرمایا ہے کہ امانت ان کے مستحقین کو پہنچایا کرو۔ اس کے مخاطب عام مسلمان بھی ہیں اور حکمران بھی یعنی ہر وہ شخص جو کسی بھی امانت کا امین ہے، وہ اس امانت کو اس کے مستحق تک پہنچائے، حاصل یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں کوئی امانت ہے خواہ وہ مال ہو یا منصب یا کوئی اور چیز، اس پر لازم ہے کہ یہ امانت اس کے اہل اور مستحق کو پہنچادے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہت کم ایسا ہوا کہ آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور یہ ارشاد نہ فرمایا کہ جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس میں پاس عہد نہیں اس میں ایمان نہیں۔ (معارف القرآن: ۲/۴۴۶)

۹۳۔ وَقَالَ تَعَالىٰ:

﴿ إِنَّا عَرَضۡنَا ٱلۡأَمَانَةَ عَلَى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَٱلۡجِبَالِ فَأَبَيۡنَ أَن يَحۡمِلۡنَهَا وَأَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا ٱلۡإِنسَٰنُۖ إِنَّهُۥ كَانَ ظَلُومٗا جَهُولٗا ﴿٧٢﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''ہم نے آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر بارِ امانت پیش کیا ان سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا، سب ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا، بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا۔'' (الاحزاب:۷۲)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں امانت سے مراد جملہ احکام شریعت ہیں جن کو ماننے اور عمل کرنے کی انسان نے ذمہ داری قبول کی کہ ان کے بجالانے پر جنت کی دائمی نعمتیں اور خلاف ورزی یا کوتاہی پر جہنم کا عذاب موعود ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ امانت ایمان وہدایت کا وہ بیج ہے جو قلوب آدم میں بکھیرا گیا، اس کی نگہداشت کرنے سے شجر ایمان کی آبیاری ہوتی ہے، ان پر باران رحمت کے لئے انبیاء اور رسول بھیجے اور وحی الٰہی کی رحمت قلوب انسانی پر نازل ہوئی، اس کی جانب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ "الامانة نزلت عن السماء فی جذر قلوب الرجال ثم علموا من القرآن" یہ امانت وہی تخم ہدایت ہے جو اللہ کی طرف سے قلوب رجال میں تہ نشین کیا گیا پھر علوم قرآن وسنت کی بارش ہوئی، جس سے اگر پوری طرح فائدہ اٹھایا جائے تو شجر ایمان بڑھے اور پھلے اور پھولے اور پھر آدمی اس کے ثمرۂ شیریں سے لذت اندوز ہو اور اگر غفلت برتی اور کوتاہی اختیار کی تو سراسر نقصان ہی

نقصان ہے۔

زمین وآسمان اور پہاڑوں میں کس میں استعداد تھی کہ اس امانت عظیمہ کے بار کو اٹھاتا، یہ انسان ہی کا حصہ ہوسکتا تھا جس کے پاس زمینِ قابل موجود تھی اور انبیاء اور رسولوں کی تعلیمات نے اس کی آبیاری کرنی تھی اس لئے اسی نے اس بار امانت کو اٹھایا مگر نوع انسانی کی اکثریت ظلوم وجہول ثابت ہوئی کہ امانت کا حق ادا نہ کر کے خسارے میں مبتلا ہوگئی۔ (تفسیر عثمانی، معارف القرآن : ۷/٢٤٦)

منافق کی علامتیں

١٩٩. وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ؛ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ : وَفِی رِوَايَةٍ : "وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ".

(١٩٩) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور اس کے پاس امانت رکھائی جائے تو خیانت کرے۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں ہے کہ اگر چہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور اپنے آپ کو مسلم سمجھے۔

تخریج حدیث(١٩٩): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق.

کلمات حدیث: خان : خیانت کی۔ خان، خونا (باب نصر) خیانت کرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کے زمانے میں منافق وہ لوگ تھے جو دل میں کفر چھپائے رکھتے تھے اور لوگوں کے سامنے اسلام ظاہر کرتے تھے، اس پر قرآن کریم نے ان کی سخت سزا بیان فرمائی ہے، کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

حدیث مبارک میں نفاق کی تین علامتیں بیان کی گئی ہیں، بعض احادیث میں چار علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں، مقصود یہ ہے کہ یہ منافقوں کی خصلتیں ہیں اور جس میں یہ عادت پائی جائے گی تو گویا اس میں منافقوں کی یہ عادات ہیں اور اگر کسی میں ایک عادت ہے تو گویا ایک عادت ہے یہاں تک کہ وہ اس ایک عادت کو بھی ترک کردے۔ (فتح الباری : ١/٢٥٦)

امانت داری کا ختم ہونا علامات قیامت ہے

٢٠٠. وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ قَدْ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ : حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِی جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ فَعَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْاَمَانَةِ فَقَالَ " يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ

فَتُقْبَضُ الْاَ مَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَ مَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ اَخَذَ حَصَاةً فَدَحْرَجَهٗ عَلٰى رِجْلِهٖ " فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ فَلَا يَكَادُ اَحَدٌ يُؤَدِّي الْاَ مَانَةَ حَتّٰى يُقَالُ اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا، حَتّٰى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَا اَجْلَدَهٗ مَا اَظْرَفَهٗ مَا اَعْقَلَهٗ وَمَا فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ. وَلَقَدْ اَتٰى عَلَيَّ زَمَانٌ وَمَا اُبَالِيْ اَيُّكُمْ بَايَعْتُ، لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهٗ عَلَيَّ دِيْنُهٗ، وَلَئِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا اَوْ يَهُوْدِيًّا لَيَرُدَّنَّهٗ عَلَيَّ سَاعِيْهِ . وَاَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ اُبَايِعُ مِنْكُمْ اِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَوْلُهٗ: " جَذْرٌ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَاِسْكَانِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ اَصْلُ الشَّيْءِ وَ " الْوَكْتُ" بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقٍ: اَلْاَثَرُ الْيَسِيْرُ" وَالْمَجْلُ بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْجِيْمِ وَهُوَ تَنَفُّطٌ فِي الْيَدِ وَ نَحْوِهَا مِنْ اَثَرِ عَمَلٍ وَغَيْرِهٖ "قَوْلُهٗ" . "مُنْتَبِرًا" مُرْتَفِعًا: قَوْلُهٗ" سَاعِيْهِ" اَلْوَالِيْ عَلَيْهِ .

(٢٠٠) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے دو باتیں بیان فرمائیں ایک کو میں نے دیکھ لیا اور دوسری کا منتظر ہوں، آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی تہ میں اتاری گئی پھر قرآن نازل ہوا اور قرآن سے علم حاصل کیا اور سنت سے علم سیکھا پھر آپ ﷺ نے ہمیں امانت کے اٹھائے جانے کے بارے میں بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی نیند سے بیدار ہوگا تو امانت اس کے دل سے چھن گئی ہوگی اور اس کا معمولی سا اثر باقی رہ گیا ہوگا پھر سو کر بیدار ہوگا تو اس کے دل سے باقی امانت بھی جاتی رہے گی اور آبلہ کے مانند اثر باقی رہ جائے گا جیسا کہ آگ کی چنگاری کو پاؤں پر لڑھکا دے اس سے چھالا نمودار ہو جائے اور وہ ابھرا ہوا نظر آئے مگر اس میں کچھ نہ ہو، پھر آپ ﷺ نے ایک کنکر اٹھا کر اپنے پاؤں پر لڑھکایا، اس کے بعد یہ حالت ہو جائے گی کہ لوگ خرید و فروخت کریں گے لیکن ایسا کوئی نہ ہوگا جو امانت ادا کرے یہاں تک کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار موجود ہے، کہا جائے گا کہ فلاں شخص کتنا طاقتور با تدبیر اور ہوشیار ہے جبکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ مجھ پر ایسا وقت بھی آیا ہے کہ مجھے پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ میں نے تم میں سے کس سے معاملہ کیا اس لئے کہ اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا دین میرا حق مجھے لوٹا دے گا اور اگر نصرانی یا یہودی ہے تو اس کا حاکم اس سے میرا حق دلوا دے گا لیکن آج میں تم میں سے کسی سے معاملہ نہیں کرتا مگر فلاں فلاں سے۔ (متفق علیہ)

جَذر : کے معنی اصل شے کے ہیں۔ وکت : کے معنی ہیں معمولی سا اثر۔ مَجل : چھالہ جو ہاتھ میں پڑ جائے کام وغیرہ کے اثر سے۔ مُنتَبِراً : کے معنی ہیں ابھرا ہوا۔ ساعِیہ : یعنی اس پر حاکم۔

تخریج حدیث(٢٠٠): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب رفع الامانة و الایمان . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب رفع الامانة .

کلمات حدیث: وَکت : تھوڑا سا اثر، معمولی سی سیاہی، کوئی رنگ جو پہلے رنگ سے مختلف ہو، مجل ہاتھ میں کام کرنے سے گٹھے

پڑ جانا، کلہاڑی وغیرہ کے استعمال سے ہتھیلی میں چھالا پڑ جانا۔ دَحْرَجْتَه': تو نے لڑھکایا۔ دَحْرَج: لڑھکانا۔ تدحرج: لڑھکنا۔ نفط، نَفِطَ نفطاً (باب سمع) ہاتھ میں آبلہ پڑنا۔

شرح حدیث: اس حدیث کی شرح میں قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امانت سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے لیا اور وہ احکام ہیں جن کی تعمیل کا مکلّف بنایا، واحدی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں امانت سے مراد وہی امانت ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے ﴿ إِنَّا عَرَضْنَا ٱلْأَمَانَةَ عَلَى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱلْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا ﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ امانت سے مراد فرائض و واجبات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کئے ہیں۔ حسن نے فرمایا پورا دین ہی امانت ہے، ابوالعالیہ نے فرمایا کہ اوامر و نواہی امانتیں ہیں، اور مقا س نے کہا کہ اللہ کی اطاعت امانت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نور امانت لوگوں کے دلوں میں پیوست فرما دیا، اسی کی روشنی میں وہ اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں، اگر لوگ نعمت ایمان کی ناقدری کریں گے، دنیا کی محبت میں پڑ جائیں گے اور معاصی کا ارتکاب کرنے لگیں گے تو رفتہ رفتہ دلوں سے امانت بھی اٹھتی جائے گی، کہیں کوئی دل میں ذرا سا نکتہ سا رہ جائے گا، حالت یہ ہو جائے گی کہ بطور تعجب کہا جانے لگے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک شخص امانت دار ہے، اور یہ حالت ہو جائے گی کہ آدمی کی قوت و شوکت اس کی ہنرمندی اور چالاکی اور اس کی باتدبیری کا ذکر ہوگا لیکن اس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔

(فتح الباری: ۱/۳۸۸، مظاہر حق جدید: ۴/۹۰۱، صحیح مسلم لشرح النووی: ۲/۱۴۵)

رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا

۲۰۱۔ وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَجْمَعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَاتُوْنَ اٰدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا اَبَانَا اِسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ. فَيَقُوْلُ: وَهَلْ اَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ. لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ، اِذْهَبُوْا اِلَى ابْنِي اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالَ: فَيَاتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِنَّمَا كُنْتُ خَلِيْلًا مِنْ وَّرَآءَ وَرَآءَ، اِعْمَدُوْا اِلٰى مُوْسَى الَّذِيْ كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيْمًا. فَيَاتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى كَلِمَةِ اللّٰهِ وَرُوْحِهِ. فَيَقُوْلُ: عِيْسٰى لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ فَيَاتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْمُ فَيُؤْذَنُ لَه' وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَيَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَشِمَالًا فَيَمُرُّ اَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ قُلْتُ: بِاَبِيْ وَاُمِّيْ اَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ؟ قَالَ: اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ يَمُرُّ وَ يَرْجِعُ فِيْ طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيْحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ وَاَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِيْ بِهِمْ اَعْمَالُهُمْ وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُوْلُ: رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجِزَ اَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰى يَجِيْءَ الرَّجُلُ لَا

يَسْتَطِيْعُ السَّيْرَ اِلاَّ زَحْفاً وَفِي حَافَتَي الصِّرَاطِ كَلاَلِيْبُ مُعَلَّقَةٌ مَامُوْرَةٌ بِاَخْذِ مَنْ اُمِرَتْ بِهِ، فَمَخْدُوْشٌ نَاجٍ، وَمُكَرْدَسٌ فِي النَّارِ" وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ اِنَّ قَعْرَجَهَنَّمَ لَسَبْعُوْنَ خَرِيْفاً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُه، "وَرَاءَ وَرَاءَ" هُوَ بِالْفَتْحِ فِيْهِمَا وَقِيْلَ بِالضَّمِّ بِلاَ تَنْوِيْنٍ وَمَعْنَاهُ : لَسْتُ بِتِلْكَ الدَّرَجَةِ الرَّفِيْعَةِ وَهِيَ كَلِمَةٌ تُذْكَرُ عَلىٰ سَبِيْلِ التَّوَاضُعِ. وَقَدْ بَسَطْتُ مَعْنَاهَا فِي شَرْحِ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(٢٠١) حضرت حذیفہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو اکٹھا فرمائیں گے، اہل ایمان کھڑے ہوں گے تو جنت ان کے قریب کردی جائے گی ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے باپ! ہمارے لئے جنت کے دروازے کھلوایئے وہ جواب دیں گے کہ تمہارے باپ کی خطا ہی نے تو تمہیں جنت سے نکالا تھا، سو میں اس کا اہل نہیں ہوں، میرے فرزند ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ ۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، ان سے اللہ نے کلام فرمایا ہے، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ بھی کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، وہ کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، اب محمد ﷺ کے پاس آئیں گے، آپ ﷺ بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہوں گے، آپ ﷺ کو اجازت عطا فرمائی جائے گی، امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا وہ پل صراط کے دائیں اور بائیں کھڑے ہوجائیں گے، اس وقت تم سے پہلا گروہ پل صراط سے بجلی کی مانند گزرے گا، راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان! بجلی کی مانند گزرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بجلی کو نہیں دیکھا کتنی سرعت سے لمحہ بھر میں جا کر پلٹ آتی ہے، پھر کچھ لوگ ہوا کی طرح گزریں گے پھر کچھ پرندوں کی طرح اور کچھ لوگ لوگوں کے تیز دوڑنے کی طرح گزریں گے، ہر ایک کا گزر اپنے اعمال کے حساب سے ہوگا اور تمہارے پیغمبر ﷺ پل صراط پر کھڑے ہوں گے اور دعا کرتے ہوں گے، اے رب سلامتی عطا فرما! اے رب سلامتی عطا فرما، یہاں تک کہ بندوں کے اعمال عاجز آجائیں گے، ایسے لوگ بھی آئیں گے جو پاؤں سے چلنے کی بھی سکت نہ رکھتے ہوں گے اور گھسٹ گھسٹ کر چل رہے ہوں گے، اور پل صراط کے دونوں کناروں پر آنکڑے لٹک رہے ہوں گے وہ ان کو پکڑ لیں گے جن کو پکڑنے کا حکم ہوگا کچھ مخدوش ہوجائیں گے لیکن نجات پاجائیں گے اور کچھ اوپر تلے جہنم میں لڑھک جائیں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان ہے کہ جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے ۔ (مسلم)

وراء، وراء کے معنی ہیں کہ میں اس مقام بلند کا اہل نہیں اور یہ کلمہ از راہ تواضع کہا جاتا ہے اور میں نے اس کے معنی مسلم کی شرح میں تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

تخریج حدیث(٢٠١): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها .

کلمات حدیث: تُزْلَفُ : قریب کردی جائیگی۔ زَلَفَ، زلفاً (باب نصر) قریب کرنا۔ زَحَفَ، زَحَفَ زحفاً، (باب فتح)

گھٹنوں کے بل سرکنا۔ کلالیب : جمع کلوب ، انکس ۔ آگ نکالنے کے لئے مڑے ہوئے کنارے کی سلاخ۔ مخدوش (مفعول، جسے خراش لگی ہو) خدش، خدشاً (باب ضرب) خراش لگانا۔ مکردس، کردس علیہ : اوندھا ہونا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمام انسانوں کو میدان حشر میں جمع فرمائیں گے، ان میں سے اہل ایمان کھڑے ہو جائیں گے اور جنت ان کے قریب کر دی جائے گی اور وہ حضرت آدم علیہ السلام سے درخواست کریں گے کہ جنت کا دروازہ کھلوایئے، اس پر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میری ہی خطا کی وجہ سے تم جنت سے نکالے گئے تو میں اس مقام کا اہل نہیں ہوں یعنی جنت میں مسلمانوں کے دخول کے لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اس قدر عظیم امر ہے کہ اس کے اہل نہیں ہے ۔ بات آپ نے بطور تواضع فرمائی، اسی طرح تمام انبیاء نے حق سبحانہٗ کی جناب میں شفاعت سے معذرت کی اور بالآخر شفیع المذنبین حضرت محمد ﷺ تک سب لوگ پہنچے اور آپ سے شفاعت کی درخواست کی، ہوسکتا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو رسول اللہ ﷺ کے مقام شفاعت کا علم ہو لیکن سب نے بتدریج لوگوں کو آپ ﷺ کی جانب بھیجا ہو تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ مقام رفیع صرف آپ ﷺ ہی کو حاصل ہے اور انبیاء میں سے کوئی اس میں آپ ﷺ کا شریک نہیں ہے۔

غرض رسول کریم ﷺ عرش الٰہی کے پاس کھڑے ہو جائیں گے، سجدے میں چلے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی محامد بیان فرمائیں گے جو اب تک لسان مبارک پر جاری نہیں ہوئی تھیں، پھر ارشاد ہوگا اے محمد (ﷺ) سر اٹھایئے مانگیئے دیا جائے گا، شفاعت فرمایئے، قبول کی جائے گی، آپ ﷺ فرمائیں گے: اے میرے رب میری امت! میری امت! ارشاد ہوگا اے محمد (ﷺ) اپنی امت کے ان تمام لوگوں کو جنت میں داخل فرما دیجئے جن پر حساب نہیں ہے۔

اس کے بعد امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا وہ پل صراط کے دونوں طرف کھڑے ہو جائیں گے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امانت اور رحم کی دین میں عظیم ترین اہمیت کی بناء پر انہیں بھیجا جائے گا اور وہ مشخص ہو کر پل صراط کے دونوں جانب کھڑے ہو جائیں گے۔

پل صراط پر اہل ایمان اپنے اعمال صالحہ کے اعتبار سے گزریں گے، کچھ بجلی کی سی تیزی سے گزر جائیں گے، کچھ ہوا کے جھونکے کی طرح چلے جائیں گے اور کچھ پرندوں کی طرح پرواز کرتے ہوئے چلے جائیں گے، اور کچھ اپنے پیروں پر دوڑتے ہوئے چلے جائیں گے، اور پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کے اعمال ایسے نہ ہوں گے جو انہیں پل صراط عبور کرا سکیں تو وہ گھسٹتے ہوئے جائیں گے اور پل صراط کے دونوں اطراف آنکڑے نصب ہوں گے، لوگ ان میں الجھیں گے اور زخمی ہوں گے اور کچھ زخمی ہو کر بھی پل صراط عبور کرلیں گے اور کچھ نیچے جہنم میں جا گریں گے جس کی گہرائی اس قدر ہوگی کہ اس کی تہہ میں پہنچنے میں ستر برس لگ جائیں گے۔

میت کے مال میں سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا

۲۰۲۔ وَعَنْ اَبِی خُبَیْبٍ "بِضَمِّ الْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ" عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا

وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِي فَقُمْتُ اِلَىٰ جَنْبِهِ فَقَالَ : يَا بُنَيَّ اِنَّه' لاَ يُقْتَلُ الْيَوْمَ اِلاَّ ظَالِمٌ اَوْ مَظْلُوْمٌ وَاِنِّي لاَ اَرَانِي اِلاَّ سَاُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُوْماً وَاِنَّ مِنْ اَكْبَرِ هَمِّي لَدَيْنِي اَفَتَرىٰ دَيْنَنَا يُبْقِي مِنْ مَالِنَا شَيْئاً ؟ ثُمَّ قَالَ يَا بُنَيَّ بِعْ مَالَنَا وَاقْضِ دَيْنِي ، وَاَوْصىٰ بِالثُّلُثِ وَثُلُثُه لِبَنِيْهِ، يَعْنِي لِبَنِي عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ثُلُثُ الثُّلُثِ : قَالَ : فَاِنْ فَضَلَ مِنْ مَالِنَا بَعْدَ قَضَآءِ الدَّيْنِ شَيْءٌ فَثُلُثُه لِبَنِيكَ قَالَ هِشَامٌ : وَكَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللّٰهِ قَدْ وَ ازَى بَعْضَ بَنِي الزُّبَيْرِ خُبَيْبٍ وَعَبَّادٍ وَلَه' يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِيْنَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ . قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : فَجَعَلَ يُوْصِيْنِي بِدَيْنِهِ وَيَقُوْلُ : يَابُنَيَّ اِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ بِمَوْلاَیَ . قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَا دَرَيْتُ مَا اَرَادَ حَتّٰى قُلْتُ : يَا اَبَتِ مَنْ مَوْلاَكَ؟ قَالَ : اَللّٰه : قَالَ : فَوَاللّٰهِ مَا وَقَعْتُ فِي كُرْبَةٍ مِنْ دَيْنِهِ اِلاَّ قُلْتُ يَا مَوْلَى الزُّبَيْرِ اِقْضِ عَنْهُ دَيْنَه' فَيَقْضِيَه' قَالَ : فَقُتِلَ الزُّبَيْرُ وَلَمْ يَدَعْ دِيْنَارًا وَلاَ دِرْهَماً اِلاَّ اَرَضِيْنَ مِنْهَا اَلْغَابَةُ وَاِحْدىٰ عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ وَدَاراً بِالْكُوْفَةِ وَ داراً بِمِصْرَ . قَالَ : وَاِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِیْ كَانَ عَلَيْهِ اَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَاتِيْهِ بِالْمَالِ فَيَسْتَوْدِعُه' اِيَّاهُ فَيَقُوْلُ الزُّبَيْرُ : لاَ وَلٰكِنْ هُوَ سَلَفٌ، اِنِّي اَخْشىٰ عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ وَمَا وَلِيَ اِمَارَةً قَطُّ وَلاَ جِبَايَةً وَلاَ خِرَاجًا وَلاَ شَيْئًا اِلاَّ اَنْ يَّكُوْنَ فِي غَزْوٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ مَعَ اَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ : فَحَسَبْتُ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُه' اَلْفَيْ اَلْفٍ وَمِائَتَيْ اَلْفٍ ! فَلَقِيَ حَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ : يَا ابْنَ اَخِي كَمْ عَلٰے اَخِي مِنَ الدَّيْنِ ؟ فَكَتَمْتُه' وَقُلْتُ : مِائَةُ اَلْفٍ : فَقَالَ حَكِيْمٌ : وَاللّٰهِ مَا اَرىٰ اَمْوَالَكُمْ تَسَعُ هٰذِهِ : فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : اَرَاَيْتَكَ اِنْ كَانَتْ اَلْفَيْ اَلْفٍ؟ وَما ئَتي اَلْفٍ؟ قَالَ : مَا اَرَاكُمْ تُطِيْقُوْنَ هٰذَا فَاِنْ عَجَزْ تُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِيْنُوْا بِي . قَالَ: وَكَانَ الزُّبَيْرُ قَدْ اِشْتَرىٰ الْغَابَةَ بِسَبْعِيْنَ وَمِائَةِ اَلْفٍ فَبَاعَهَا عَبْدُاللّٰهِ بِاَلْفِ اَلْفٍ وَسِتِّمِائَةِ اَلْفٍ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ : مَنْ كَانَ لَه' عَلٰے الزُّبَيْرِ شَيْءٌ فَلْيُوَافِنَا بِالْغَابَةِ، فَاَتَاهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَرَ وَكَانَ لَه' عَلَى الزُّبَيْرِ اَرْبَعُ مِائَةِ اَلْفٍ، فَقَالَ لِعَبْدِاللّٰهِ : اِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ؟ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ : لاَ، قَالَ : فَاِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوْهَا فِيْمَا تُؤَخِّرُوْنَ اِنْ اَخَّرْتُمْ، فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ:لاَ، قَالَ:فَاقْطَعُوْا لِي قِطْعَةً، قَالَ عَبْدُاللّٰهِ : لَكَ مِنْ هٰهُنَا اِلىٰ هٰهُنَا. فَبَاعَ عَبْدُاللّٰهِ مِنْهَا فَقَضىٰ عَنْهُ دَيْنَه' وَاَوْفَاهُ وَ بَقِيَ مِنْهَا اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَنِصْفٌ، فَقَدِمَ عَلٰے مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَه' عَمْرُو ابْنُ عُثْمَانَ وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ زَمْعَةَ. فَقَالَ لَه مُعَاوِيَةُ : كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ؟ قَالَ : كُلُّ سَهْمٍ بِمِائَةِ اَلْفٍ قَالَ: كَمْ بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَ اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَنِصْفٌ فَقَالَ الْمُنْذِرُ ابْنُ الزُّبَيْرِ : قَدْ اَخَذْتُ مِنْهَا سَهْماً بِمِائَةِ اَلْفٍ، وَقَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: قَدْ اَخَذْتُ مِنْهَا سَهْماً بِمِائَةِ اَلْفٍ، وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ: قَدْ اَخَذْتُ سَهْماً بِمِائَةِ اَلْفٍ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : كَمْ بَقِيَ مِنْهَا ؟ قَالَ : سَهْمٌ وَنِصْفُ سَهْمٍ قَالَ : قَدْ اَخَذْتُهُ بِخَمْسِيْنَ وَمِائَةِ اَلْفٍ قَالَ : وَبَاعَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ

جَعْفَرَ نَصِيْبَه، مِنْ مُعَاوِيَةَ بِسِتِّمِائَةِ اَلْفٍ. فَلَمَّا فَرَغَ اِبْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَآءِ دَيْنٍ قَالَ بَنُوا لزُّبَيْرِ : اَقْسِمْ بَيْنَنَا مِيْرَاثَنَا : قَالَ وَاللّٰهِ لَا اُقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى اُنَادِيْ بِالْمَوْسِمِ اَرْبَعَ سِنِيْنَ اَلَا مَنْ كَانَ لَه، عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا فَلْنَقْضِهٖ فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِيْ فِي الْمَوْسِمِ فَلَمَّا مَضٰى اَرْبَعُ سِنِيْنَ قَسَّمَ بَيْنَهُمْ وَدَفَعَ الثُّلُثَ وَكَانَ لِلزُّبَيْرِ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَاَصَابَ كُلَّ اِمْرَاَةٍ اَلْفُ اَلْفٍ وَمِائَتَا اَلْفٍ، فَجَمِيْعُ مَالِهٖ خَمْسُوْنَ اَلْفَ اَلْفٍ وَمِائَتَا اَلْفٍ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۲۰۲) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر جنگ جمل میں کھڑے تھے آپ نے مجھے بلایا تو میں بھی آپ کے برابر کھڑا ہوگیا فرمایا، کہ اے میرے بیٹے! آج جو قتل ہوگا وہ یا ظالم ہوگا یا مظلوم اور میں محسوس کرر ہا ہوں کہ آج میں مظلوم قتل ہوجاؤں گا، مجھے اپنے قرض کی فکر ہے، تمہاری رائے میں قرض کی ادائیگی کے بعد ہمارے مال میں کچھ بچ جائے گا، پھر کہا کہ اے میرے بیٹے ہمارا سارا سامان فروخت کردو اور میرا قرض ادا کردو، اور انہوں نے ایک تہائی کی وصیت کی اور تہائی کے تہائی اپنے پوتوں یعنی عبداللہ بن الزبیر کے بیٹوں کو دینے کے لئے کہا، اور کہا کہ اگر قرض کے بعد ہمارے مال میں سے کچھ بچ جائے تو وہ تیرے بیٹوں کا ہے۔

ہشام کا بیان ہے کہ عبداللہ کے بعض بیٹے زبیر کے بعض بیٹوں یعنی خبیب اور عباد کے برابر تھے اور اس وقت زبیر کے نولڑ کے اور نولڑکیاں تھیں۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے باپ مجھے بار بار اپنے قرض کے بارے میں تاکید کرتے رہے اور کہنے لگے اے میرے بیٹے، اگر تم اس قرض کی ادائیگی سے قاصر رہو تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا، میں سوچ میں پڑ گیا کہ کیا مراد ہے یہاں تک کہ میں نے کہا کہ ابا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مولیٰ کون ہے؟ کہنے لگا، اللہ! اس کے بعد ان کے قرض کی ادائیگی میں مجھے کچھ مشکل پیش آئی تو میں نے کہا کہ اے زبیر کے مولیٰ! زبیر کا قرض ادا کر دیجئے اور اللہ کے حکم سے ادا ہوجاتا تھا۔

غرض حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے اور کوئی دینار و درہم نہ چھوڑے البتہ دو طرح کی زمینیں تھیں ایک غابہ میں تھی، اس کے علاوہ مدینہ منورہ میں گیارہ گھر، بصرہ میں دو گھر، ایک گھر کوفہ میں اور ایک گھر مصر میں۔ اس قرض کی صورت یہ ہوئی تھی کہ اگر کوئی شخص ان کے پاس مال لے کر آتا کہ ان کے پاس امانت رکھوائے تو زبیر کہتے کہ یہ مال امانت نہیں بلکہ میرے ذمہ تیرا قرض ہے کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ضائع نہ ہوجائے، زبیر نہ کہیں حاکم رہے اور نہ کبھی ٹیکس یا خراج کی وصولی پر مامور رہے اور نہ اس طرح کی اور کوئی ذمہ داری قبول کی، وہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ غزوات میں شرکت کیا کرتے تھے۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کے قرض کا حساب کیا تو وہ بائیس لاکھ نکلا، حکیم بن حزام عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور پوچھا: بھتیجے میرے بھائی پر کتنا قرض ہے؟ میں نے ان سے چھپایا اور ایک لاکھ کہہ دیا، اس پر حکیم نے کہا کہ میرا نہیں خیال کہ تمہارے

مال سے یہ قرض پورا ہو جائے گا، میں نے کہا کہ اگر بائیس لاکھ ہوتو آپ کیا کہیں گے؟ کہنے لگے یہ تو تمہاری طاقت سے باہر ہے اگر تم عاجز ہوتو مجھ سے مدد لے لینا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی جسے عبداللہ نے سولہ لاکھ میں فروخت کیا پھر اعلان کیا کہ جس کا زبیر پر قرض ہو وہ غابہ میں آ کر ہم سے لے لے، عبداللہ بن جعفر آئے ان کے حضرت زبیر پر چار لاکھ تھے، انہوں نے کہا کہ اگر تم کہو تو میں یہ قرض تمہیں معاف کر دوں، عبداللہ نے انکار کیا، تو انہوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو اس کو مؤخر کر دوں اور بعد میں دیدو، عبداللہ نے کہا کہ نہیں، اس پر حضرت عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ پھر مجھے زمین کا قطعہ الگ کر دو، عبداللہ نے کہا کہ یہاں سے یہاں تک آپ کا قطعہ ہے، اس طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمین بیچ کر لوگوں کا قرض ادا کیا اور اس میں سے ساڑھے چار حصے بچے رہے۔

اسی عرصے میں وہ ایک مرتبہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہاں ان کے پاس عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر اور ابن زمعہ رضی اللہ عنہم بھی بیٹھے ہوئے تھے، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ غابہ کی زمین کی تم نے کیا قیمت مقرر کی؟ انہوں نے بتایا کہ ہر حصہ ایک لاکھ کا ہے، انہوں نے پوچھا اب کتنے حصے رہ گئے؟ بتایا ساڑھے چار، اس پر منذر بن زبیر نے کہا کہ ایک لاکھ کا ایک حصہ میں نے لیا، عمرو بن عثمان نے کہا کہ ایک حصہ ایک لاکھ کا میں نے لیا اور ابن زمعہ نے کہا کہ ایک لاکھ کا ایک حصہ میں نے لیا، اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے کہ اب کتنی باقی رہی، بتایا کہ ڈیڑھ، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ وہ قطعہ ڈیڑھ لاکھ میں میں نے لیا۔

راوی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھ لاکھ میں فروخت کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر قرض کی ادائیگی سے فارغ ہوئے تو حضرت زبیر کی اولاد نے کہا کہ آپ ہماری میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے، عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ اللہ کی قسم ابھی میں تمہارے درمیان تقسیم نہ کروں گا جب تک میں چار سال تک موسم حج میں یہ اعلان نہ کرا دوں کہ جس کا زبیر کے ذمہ قرض ہو وہ ہم سے آ کر لے لے، ہم ادا کر دینگے۔ غرض وہ ہر سال حج کے موسم میں منادی کراتے رہے۔ جب چار سال گزر گئے تو ان کے درمیان ترکہ کی تقسیم کی اور تہائی حصہ دیدیا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار بیویاں تھیں، ہر ایک کے حصے میں بارہ بارہ لاکھ آئے، آپ کی کل میراث پانچ کروڑ دو لاکھ تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۲۰۲): صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب برکة الغازی فی ماله .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ۱ھ میں پیدا ہوئے اور آپ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد مہاجرین کے یہاں سب سے پہلے پیدا ہوئے تھے، حضور کریم ﷺ نے کھجور چبا کر آپ کے منہ میں رکھی تھی، جنگ یرموک میں شرکت کی، آپ سے "۳۳" احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ ۷۲ھ میں شہادت پائی۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: الجَنب : پہلو، طرف، جانب، جمع جنوب، واجناب . دَین : قرض، ہر مالی واجب خواہ بصورت قرض ہو یا

کسی اور وجہ سے لازم آیا ہو، جمع دیون ۔

شرح حدیث: حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے، بہت بہادر تھے، ساری رات نمازیں پڑھتے، صلہ رحمی کرتے اور عطاء و بخشش کرتے ۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے ۔ فرمایا کہ میرے جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں زخمی نہ ہوا ہو۔

واقعۂ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ **۳۵ ھ** میں مظلوم شہید ہو گئے تھے، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں حج کے لئے تشریف لائی ہوئی تھیں ۔

واقعۂ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک بڑے اونٹ پر سوار تھیں جو یعلی بن امیہ نے دو سو دینار میں خریدا تھا، اس موقع پر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج ظالم مارا جائے گا یا مظلوم شہید ہوگا، ابن بطال کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں طرف مسلمان تھے اور ہر ایک فریق اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔

غرض حضرت زبیر نے خیال کیا کہ وہ شہید ہو جائیں گے اس لئے انہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو بلایا اور وصیت فرمائی کہ ان کے مرنے کے بعد ان کے ذمہ جو قرض ہے ادا کر دیں، اور اگر ادائیگی قرض سے کچھ بچ رہے تو اس میں سے ایک تہائی کی وصیت فرمائی اور تہائی کے تہائی کی وصیت اپنے پوتوں یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر کے بیٹوں کے حق میں فرمائی۔

حضرت زبیر جہاد میں کثرت سے حصہ لیتے تھے جو مال غنیمت ملتا اسے بھی جہاد میں صرف کرتے ۔ اور اگر کوئی ان کے پاس امانت رکھتا تو اس کو اپنے ذمے قرض بنا لیتے تھے، پھر اس کو بھی امور خیر میں صرف کر دیتے ۔ اس طرح ان کے ذمہ بہت بڑا قرض ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے والد کے قرض کی ادائیگی کی سعی بلیغ فرمائی اور تمام قرض ادا کر دیا اور جن حضرات نے مدد کی پیش کش کی ان سے بھی معذرت کر لی، کیوں کہ حضرت زبیر نے فرمایا تھا کہ بیٹے اگر میرے قرض کی ادائیگی میں دشواری ہو تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا، حضرت عبداللہ نے حیران ہو کر پوچھا کون مولیٰ؟ فرمایا کہ میرا اللہ! اس پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر کی اس وصیت پر بھی عمل کیا اور کسی انسان کی مدد چاہنے کے بجائے اللہ سے مدد طلب کی اور تمام قرض ادا کر دیا، اور چار سال تک حج کے وقت منادی بھی کرائی کہ اگر کسی کا کوئی قرض ہمارے باپ کے ذمہ ہے تو وہ آ کر ہم سے لے لے۔

اس حدیث سے کئی مسائل مستنبط ہوتے ہیں، ایک یہ کہ جنگ وغیرہ جیسا کوئی بڑا معاملہ درپیش ہو تو وصیت کرنا مستحب ہے، دوسرے یہ کہ وصی تقسیم میراث کو اس وقت تک مؤخر کر سکتا ہے جب تک یہ اطمینان ہو جائے کہ کوئی قرض خواہ باقی نہیں رہا اور سب کا قرض ادا کیا جا چکا ہے، ترکہ کی تقسیم سے پہلے میت کے قرض کی ادائیگی ضروری ہے، تکفین اور تدفین اور ادائے قرض کے بعد میراث تقسیم ہوتی ہے اور اسی طرح مرنے والے کی وصیت پر بھی تقسیم میراث سے قبل عمل کیا جاتا ہے، بہر حال قرض کی ادائیگی تقسیم میراث سے قبل لازمی ہے۔

تیسرے یہ کہ پوتوں کے حق میں وصیت کی جا سکتی ہے اگر ان کے آباء ان کے حاجب بن رہے ہوں۔

(فتح الباری : ۲۳۲/۲ ، عمدة القاری : ۶۶/۱۵ ، دلیل الفالحین : ۳۲۵/۱ ، روضة الصالحین : ۲۵۶/۱)

البَابُ (٢٦)

باب تحريم الظلم والأمر برد المظالم
ظلم کی تحریم اور ردِ مظالم

۹۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ مَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا ہے کہ

''اور ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی شفیع جس کی بات قبول کی جائے۔'' (المؤمن: ۱۸)

۹۵. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿٧١﴾ ﴾

اور فرمایا:

''اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا۔'' (الحج: ۷۱)

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا حَدِيْثُ اَبِى ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ الْمُتَقَدِّمُ فِى اٰخِرِ بَابِ الْمُجَاهَدَةِ .

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ دوسرے انسان پر کسی طرح کا ظلم یا کوئی زیادتی کریں، ظلم کا سب سے بڑا درجہ اور سب سے بڑا ظلم شرک ہے، چنانچہ فرمایا ﴿ إِنَّ ٱلشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿١٣﴾ ﴾ (شرک بہت بڑا ظلم ہے) غرض ظلم کی کوئی قسم ہو اور کسی طرح کی بھی زیادتی ہو روز قیامت ظالم کا نہ کوئی دوست ہوگا، اور نہ کسی کو اجازت ہوگی کہ اس کی شفاعت کر سکے، ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور نہ کوئی ایسا ہوگا کہ ان کے فعل پر کوئی دلیل پیش کر سکے، یا عملاً انہیں کسی طرح عذاب سے بچا سکے۔

(معارف القرآن، تفسیر عثمانی)

* * * * * * * * * * * *

ظلم قیامت کے دن اندھیرے کی شکل میں ہوگا

۲۰۳. الاوّل وَعَنْ جَابِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَآئَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۰۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ظلم سے بچو کہ ظلم روز قیامت کی تاریکیاں ہیں اور بخل سے بچو اس لئے کہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا، بخل نے ہی انہیں خون بہانے اور حرمات کو پامال کرنے پر آمادہ کیا۔

(مسلم)

تخریج حدیث(۲۰۳): صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم .

کلمات حدیث: شح، بخل، شَحَّ، شحاً (باب نصر) حرص ولالچ کرنا۔ سفکوا : خون بہانا۔ سَفَكَ، سفكاً (باب ضرب) خون بہانا۔

شرح حدیث: ظلم ایک ایسی عظیم برائی ہے جو روز قیامت انسان کو تاریکیوں میں لپیٹ لے گی اور اسے کوئی راستہ سجھائی نہیں دے گا جبکہ اہل ایمان کے سامنے ان کا نور ایمان روشن ہوگا اور وہ انہیں لے کر چلے گا، دراصل ظلم ظلمت قلب سے پیدا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ سخت دل عاصی اور راستے سے بھٹکے ہوئے لوگ ہی ظالم ہوتے ہیں اور جن کے دل نور ایمان سے منور ہوتے ہیں تو وہ ظلم کے پاس سے بھی نہیں گزرتے۔

بخل کے ساتھ حرص اور طمع بھی جمع ہو تو وہ شُح کہلاتا ہے، شح انسان کو دنیا میں بھی تباہ و برباد کرتا ہے اور اس کی آخرت کی بربادی تو اور بھی یقینی ہے۔ (روضة المتقین: ۱ /۲۶۰)

سینگ والی بکری سے بھی ظلم کا بدلہ لیا جائے گا

۲۰۴۔ الثانی وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰی اَهْلِهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَآءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَآءِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۰۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت کے تمام حقوق ضرور اہل حقوق کو مل کر رہیں گے حتی کہ بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری سے قصاص دلایا جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۲۰۴): صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم .

کلمات حدیث: جلحاء : بغیر سینگوں کی بکری، جسے جمّاء بھی کہتے ہیں۔ قرناء : سینگ والی بکری۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ضرور حقوق اہل حقوق کے حوالے کردو، تمہارے ذمہ کسی کا کوئی حق نہ رہے کیوں کہ روز قیامت تمام حقوق العباد کا بدلہ چکانا ہوگا، ہر انسان کو اس کا حق دلایا جائے گا، حتی کہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روز قیامت جانوروں کے درمیان بھی اسی طرح عدل وانصاف کرایا جائیگا جس طرح انسانوں کے درمیان انصاف ہوگا۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ۳۸۸ ، روضة المتقین : ۱/ ۳۶۰)

دجال کی نشانیاں

۲۰۵۔ الثالث وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :" کُنَّا نَتَحَدَّثُ عَنْ حَجَّةِ الْوِدَاعِ وَالنَّبِیُّ صَلَّی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا لا نَدْرِیْ مَاحَجَّةُ الْوِدَاعِ حَتّٰى حَمِدَ اللّٰهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَاَطْنَبَ فِي ذِكْرِهٖ، وَ قَالَ : " مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَهٗ اُمَّتَهٗ : اَنْذَرَهٗ نُوْحٌ وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ بَعْدِهٖ، وَاِنَّهٗ اِنْ يَّخْرُجْ فِيْكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَانِهٖ فَلَيْسَ يَخْفٰى عَلَيْكُمْ اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّهٗ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ. اَلَا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَآئَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟" قَالُوْا : نَعَمْ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ" ثَلَاثًا" وَيْلَكُمْ اَوْ وَيْحَكُمْ اُنْظُرُوْا: لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا يَضْرِبُ، بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَ رَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَهٗ .

(۲۰۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے بارے میں بات کر رہے تھے اور رسول کریم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے اور ہمیں معلوم نہیں تھا کہ حجۃ الوداع کیا ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر آپ ﷺ نے مسیح دجال کا ذکر کیا اور خوب تفصیل سے ذکر کیا، اور فرمایا کہ اللہ نے جو نبی مبعوث فرمایا ہے اس نے اپنی امت کو فتنۂ دجال سے ڈرایا ہے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی ڈرایا اور ان کے بعد آنے والے انبیاء نے بھی ڈرایا، اگر وہ تمہارے درمیان نکل آیا تو تمہارے اوپر اس کا حال مخفی نہیں رہے گا اور نہ وہ تمہارے اوپر مخفی رہے گا کیوں کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے اور وہ دائیں آنکھ سے کانا ہوگا، اس کی آنکھ ایسی ہوگی جیسے ابھرا ہوا انگور، اللہ نے تمہارے اوپر تمہارے جان و مال حرام کر دیئے ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں، تمہارے اس مہینے میں، کیا میں نے تمہیں یہ بات پہنچا دی؟ صحابہ نے عرض کی جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا، تین دفعہ فرمایا، تم ہلاک ہو یا تمہارے اوپر افسوس، دیکھو میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنا۔ (بخاری، کچھ حصہ اس کا مسلم نے روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۲۰۵): صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب لا ترجعوا بعدی کفارا .

کلمات حدیث: أعور، کانا۔ عَوِرَ عوراً (باب سمع) کانا ہونا، مؤنث عوراء . عنبۃ : انگور کا دانہ، جمع أعناب .

شرح حدیث: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے بارے میں بات کر رہے تھے، حَجّۃ کالفظ ح کے زبر اور زیر سے ہے اور دونوں طرح صحیح ہے، یہ حضور ﷺ کے اس دار فانی سے تشریف لے جانے کا سال ہے، اس لئے اسے حجۃ الوداع کہتے ہیں، اسے حجۃ البلاغ اور حجۃ الاسلام بھی کہتے ہیں کہ اس حج میں اللہ کے گھر میں کوئی کافر و مشرک نہ تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف رکھتے تھے، ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ اسے حجۃ الوداع کیوں کہتے ہیں، یعنی صحابۂ کرام کو علم نہیں تھا کہ وداع سے مراد خود رسول کریم ﷺ کا دنیا سے تشریف لے جانا ہے، جب آپ رحلت فرما گئے تب علم ہوا کہ یہ دراصل آپ ﷺ کے رخصت ہونے کا سال تھا۔

آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثناء کی اور تفصیل سے دجال کے بارے میں بتایا اور اس کے فتنے سے ڈرایا، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے جان و مال کو تمہارے اوپر حرام قرار دیا ہے اور ان دونوں کی حرمت اس قدر عظیم ہے جیسے آج کے اس دن کی اس شہر کی اور اس مہینہ کی، کسی کی بلاوجہ جان لینا اس قدر بڑا گناہ ہے کہ اس کی سزا ہمیشہ کی جہنم کی سزا ہے، فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ تم میرے بعد کافر بن جاؤ اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو، جیسے زمانۂ جاہلیت میں کافر ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے۔

(فتح الباری : ١/ ٢١٠ ، دلیل الفالحین : ١/ ٣٨٩)

ناحق زمین دبانے والے کی سزا

٢٠٦. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ مِنَ الْاَرْضِ طُوِّقَه مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٢٠٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً لے لے اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(٢٠٦): صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب اثم من ظلم شیئا من الارض . صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم الظلم وغصب الارض .

کلمات حدیث: قید : مقدار۔ شبر : بالشت، جمع شبار .

شرح حدیث: اگر کسی انسان نے ظلماً کسی کی بالشت بھر زمین دنیا میں لے لی ہوگی تو وہ روز قیامت اسے سات زمینوں کا طوق پہنا دیا جائے گا، خطابی فرماتے ہیں کہ اس کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو اسے مکلّف کیا جائے گا کہ وہ سات زمینیں اٹھا کر لائے یا یہ کہ اسے سات زمینوں کے اندر دھنسا دیا جائے گا اور سات زمینیں اس کی گردن میں طوق بن جائیں گے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوسرے مفہوم کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو صحیح البخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ " خسف به إلى سَبع ارضين "(اسے سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا)

(دلیل الفالحین : ١/ ٣٩٢ ، فتح الباری : ٢/ ١٦)

اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے

٢٠٧. وَعَنْ اَبِي مُوْسىٰ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ فَاِذَا اَخَذَه لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَءَ : " وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَا لْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَه اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۰۷) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب اللہ گرفت فرمائے گا تو پھر اس کی گرفت سے نہ چھوٹ سکے گا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اور اسی طرح ہے تمہارے رب کی پکڑ جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے اس کی پکڑ دکھ دینے والی سخت ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۰۷): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ ھود. صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم.

کلمات حدیث: یُفلِتُه: بچ نہیں سکتا۔ فلت، فلتاً (باب ضرب) رہا کرنا، چھوڑنا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کیساتھ گنہگاروں کی فوری گرفت نہیں فرماتا بلکہ انہیں مہلت دیتا رہتا ہے، کہ وہ خود ہی باز آجائیں اور توبہ کرلیں لیکن جب گرفت فرماتے ہیں تو اس کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے اور کوئی بچ کر نہیں نکل سکتا، اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتے ہیں لیکن جب گرفت فرماتے ہیں تو یہ گرفت بہت سخت ہوتی ہے۔

****

مظلوم کی بددعاء سے بچو

۲۰۸. وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "إِنَّكَ تَاتِيْ قَوْمًا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآئِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۰۸) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو انہیں دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں، اگر وہ اس کو تسلیم کرلیں پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ نے شب و روز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اور اگر وہ اس کو تسلیم کرلیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کیا جائیگا اور اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو تم ان کے عمدہ مالوں سے احتراز کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچو کیوں کہ اس میں اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب حائل نہیں ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۰۸): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بالایمان باللّٰہ ورسولہ وشرائع الدین.

راوی حدیث: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، رسول اللہ

ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت فرمائی، رسول کریم ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا: " اعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل " ۱۸ ھ میں انتقال فرمایا۔

کلماتِ حدیث: فَتُرَدَّ : لوٹائی جائیگی۔ رَدَّ، رَدًّا، (باب نصر) حجاب : پردہ، جمع حُجُبٌ .

شرحِ حدیث: رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ۱۰ ھ میں یمن کی جانب روانہ فرمایا اور ان کو فرمایا کہ سب سے پہلے وہ ان کو اسلام کی دعوت اور شہادتین کی طرف بلائیں، اور اس کے بعد ان کو بتائیں کہ ان پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور پھر ان کو بتائیں کہ ان پر زکوٰۃ فرض ہے، یعنی تعلیم اسلام میں تدریج کا لحاظ رکھا جائے۔

اس فقرے سے کہ زکوٰۃ ان کے فقراء کو لوٹائی جائے گی، امام مالک رحمہ اللہ نے یہ استشہاد کیا ہے کہ زکوٰۃ کا تمام آٹھ مصارف زکوٰۃ میں صرف کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ امام اگر چاہے تو کسی ایک مصرف میں بھی خرچ کرسکتا ہے، اس حدیث کو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس امر کی بھی دلیل بنایا ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر لے جانا درست نہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بلاوجہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل کرنا مکروہ ہے لیکن اگر دوسرے شہر کے لوگوں کی احتیاج زیادہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ لوگوں کا زیادہ اچھا مال زکوٰۃ میں نہ لیں الا یہ کہ وہ خود اپنی رضا سے اچھا مال زکوٰۃ میں دیں اور کسی کے ساتھ ظلم اور ناانصافی نہ کرنا کہ مظلوم کی بددعائیں اور اللہ کے یہاں اس کے قبول ہونے میں کوئی حجاب نہیں ہے۔ (دليل الفالحين : ۱/۳۹۳ ، عمدة القاري : ۹/۳٤ ، فتح الملهم : ۳/۱۸٦)

چندہ وصول کرنے والوں کے لیے ایک تنبیہ

۲۰۹. وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِسْتَعْمَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلاً مِنَ الاَزْدِ یُقَالُ لَهُ : اِبْنِ اللُّتْبِیَّةِ عَلَی الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هٰذَا لَکُمْ وَهٰذَا اُهْدِیَ اِلَیَّ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنیٰ عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ " اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْکُمْ عَلَی الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِیَ اللّٰهُ فَیَاتِی فَیَقُوْلُ : هٰذَالَکُمْ وَهٰذَا هَدِیَّةٌ اُهْدِیَتْ اِلَیَّ اَفَلاَ جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اَبِیْهِ اَوْ اُمِّهٖ حَتّٰی تَاْتِیَهُ هَدِیَّتُهُ اِنْ کَانَ صَادِقاً وَاللّٰهِ لاَ یَاْخُذُ اَحَدٌ مِنْکُمْ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّهٖ اِلاَّ لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالیٰ یَحْمِلُهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَلاَ اَعْرِفَنَّ اَحَدًا مِنْکُمْ لَقِیَ اللّٰهَ یَحْمِلُ بَعِیْرًا لَهُ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ اَوْ شَاةً تَیْعَرُ " ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی رُؤِیَ بَیَاضُ اِبْطَیْهِ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ " ثَلاَثًا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۲۰۹) حضرت عبدالرحمٰن بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو ازد کے قبیلے کے ایک شخص کو صدقات کی وصولی پر عامل مقرر کیا اس کو ابن اللُّتْبِیَّة کہا جاتا تھا جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ کیا گیا ہے۔

رسول کریم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا: امابعد، میں تم میں سے ایک آدمی کو ایسے کام کی ذمہ داری سونپتا ہوں جس کی ذمہ داری اللہ نے مجھ پر ڈالی ہے تو وہ آکر کہتا ہے کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ میرا ہدیہ ہے، اپنے باپ یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا کہ کس طرح اس کے پاس ہدیہ آتا اگر وہ سچا ہوتا، اللہ کی قسم! اگر تم میں سے کوئی کسی چیز کو بغیر اس کے حق کے لے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اسے روز قیامت اٹھائے ہوئے ہوگا، میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ اللہ کے حضور حاضر ہو اور وہ اپنے اوپر اونٹ اٹھائے ہوئے ہو جو بلبلا رہا ہو، یا گائے ہو جو ڈکرا رہی ہو یا بکری ہو اور وہ ممیا رہی ہو، پھر آپ نے دست اقدس اتنے بلند اٹھائے کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی، اور آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا، اے اللہ! کیا میں نے بات پہنچادی؟'' (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۰۹): صحیح البخاری، کتاب الهبة، باب من لم يقبل الهدية لِعلّةٍ . صحیح مسلم، کتاب الامانة، باب تحريج هدايا العمال۔

راوی حدیث: حضرت ابوحمید عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ انصار صحابہ میں سے ہیں، آپ سے ''۱۲۱'' احادیث مروی ہیں جن میں سے تین متفق علیہ ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخر زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا۔ (دليل الفالحين : ١/ ٣٩٤)

کلمات حدیث: رُغاء البعیر : اونٹ کا چلانا۔ خُوار : گائے کی آواز۔ تیعر : بکری کا بولنا۔

شرح حدیث: قبیلہ ازد کا ایک شخص تھا جس کا نام عبداللہ تھا مگر ابن اللُّتبیَّة کے لقب سے متعارف تھا، اس کو رسول اللہ ﷺ نے صدقات کے مال جمع کرنے کے لئے بھیجا، وہ واپس آیا تو اس نے کہا کہ یہ مال مسلمانوں کا ہے اور یہ چیزیں مجھے ہدیہ میں دی گئی ہیں، ظاہر ہے کہ یہ ہدایا اسے اس کے منصب کی وجہ سے دیئے گئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی عہدہ دار کے لئے ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

رسول کریم ﷺ نے خطبہ بلیغ ارشاد فرمایا اور اپنے اصحاب کو قیامت کے حساب کتاب سے ڈرایا اور خاص طور پر اموال صدقات میں اگر کسی نے کوئی اونٹ لیا تو وہ حشر کے دن اسے اپنے اوپر لادے ہوئے آئے گا اور اسی طرح گائے اور بکری، اور یہ جانور اس کے اوپر چیختے چلاتے ہوئے آئیں گے تاکہ مال زکوٰۃ میں خیانت کرنے والے کی روز قیامت خوب رسوائی ہو، اور اسے اس وقت ندامت ہو جب وہ اس کی تلافی کرنے پر قادر نہیں ہوگا۔ (روضة المتقين : ١/ ٢٦٤)

* * * * * * * * * * *

دنیا ہی میں حقوق والوں کے حقوق ادا کر دیئے جائیں

۲۱۰. وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''مَنْ كَانَتْ عِنْدَه مَظْلِمَةٌ لِاَ خِيْهِ : مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ مِنْ شَیْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَادِرْهَمٌ ، اِنْ كَانَ لَه عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ، وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَه حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ'' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۲۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی پر اس کے کسی مسلمان بھائی کا کوئی حق ہو، اس کی عزت سے متعلق یا اس کی کسی چیز سے متعلق، وہ اس سے آج ہی معاف کرالے، اس سے پہلے کہ نہ دینار ہوں اور نہ درہم ہوں گے۔ اگر اس کے پاس کوئی نیکی ہوگی تو وہ اس سے اس زیادتی کے عوض لے لی جائے گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس ظالم پر لاد دی جائیں گی۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۲۱۰): صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب من کانت له مظلمة .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان کے ذمہ کسی دوسرے مسلمان کا حق ہو، خواہ وہ جان سے متعلق ہو یا مال سے یا عزت وآبرو سے کہ کسی کو برا کہا، گالی دی، کسی کا کوئی مال لے لیا، خواہ کتنا ہی حقیر ہو یا اسے کسی طرح کی کوئی ایذاء یا کسی طرح کی کوئی تکلیف پہنچائی کہ تھپڑ مار دیا یا اس کی غیبت کی، لازمی ہے کہ اس حق کو یہیں دنیا میں معاف کرالے یا اس سے کہے کہ وہ اپنا بدلہ لے لے، ورنہ روز قیامت اس دنیا کے سکے نہیں رہیں گے اور وہاں پر معمولی سے معمولی اور چھوٹی سے چھوٹی بات کا بدلہ دلایا جائے گا، وہاں زیادتی کرنے والے سے ہر زیادتی کے بدل اس کی نیکیاں لے کر مظلوم کو دیدی جائیں گی اور جب اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر ظالم کے حساب میں لکھ دی جائیں گی۔ (دلیل الفالحین : ۱/۳۹۷)

مسلمانوں کو ہاتھ وزبان کی ایذاء سے محفوظ رکھیں

۲۱۱. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَانَهَى اللّٰهُ عَنْهُ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۱۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اُن باتوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۱۱): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الایمان وأی اموره أفضل .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ مسلم کامل کا وصف اور اس کی نمایاں علامت یہ ہے کہ اس کی زبان سے اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہتے ہیں کہ یہی اسلام کامل کا تقاضہ ہے کہ اسلام عنوان ہے اللہ کی کامل بندگی اور اطاعت کا اور اللہ نے مسلمان کو دوسرے مسلم کی ہر طرح کی ایذا رسانی سے منع فرمایا ہے، اور اسلام کا مفہوم سلامتی ہے۔ سو جسے اسلام کامل حاصل ہوگیا وہ تمام ابنائے جنس کے لئے سراپا سلامتی بن گیا۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسلم سے مراد افضل المسلمین ہے اور وہ وہ ہے جو اللہ کے اور اس کے بندوں کے تمام حقوق ادا کرے یعنی اس کے اسلام کی علامت اور نشانی دوسرے مسلمانوں کا اس کے شر سے محفوظ رہنا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں منافق کی علامت بیان کی

گئی ہے اسی طرح یہاں مسلم کی علامت بیان کی گئی ہے۔

اسی طرح مہاجر وہ ہے جو اللہ کے منع کئے ہوئے تمام امور ترک کر دے اور چھوڑ دے، یعنی اللہ کی خاطر وطن چھوڑ دینے کے ساتھ اللہ کی خاطر ان باتوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے، بالفاظ دیگر ہجرت کی دو قسمیں ہیں: ہجرت ظاہری اور ہجرت باطنی، ہجرت ظاہری کے معنی تو واضح ہیں اور ہجرت باطنی کا مفہوم یہ ہے کہ ہر اس بات کو چھوڑ دے جس کی طرف نفس اور شیطان بلائیں، یہ خطاب بطور خاص مہاجرین سے فرمایا کہ محض ترک وطن کو کافی نہ سمجھیں بلکہ اصل بات اللہ کے اوامر کی تعمیل کرنا اور اس کے نواہی سے اجتناب ہے، غرض ہجرت کا اصل مقصود نواہی سے اجتناب اور ترک منہیات ہے۔

(فتح الباری : ۲۴۲/۱ ، عمدة القاری : ۲۱٦/۱ ، روضة المتقین : ۲٦۰/۱ ، صحیح مسلم بشرح النووی : ۱۰/۱)

مال غنیمت میں چوری کی وجہ سے جہنم رسید ہوا

۲۱۲. وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ عَلٰى ثِقْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَه كِرْكِرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "هُوَ فِي النَّارِ" فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيّ .

(۲۱۲) حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامان پر ایک شخص کِرکِرَہ نامی متعین تھا، وہ فوت ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں گیا، صحابۂ کرام نے وجہ معلوم کرنا چاہی تو معلوم ہوا کہ اس نے ایک چادر خیانۃً لی تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۲۱۲): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب القلیل من الغلول .

کلمات حدیث: عباء : چادر، چوغہ۔ الغلول : مال غنیمت میں خیانت۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جب غزوات میں تشریف لے جاتے تو ایک سیاہ فام شخص آپ کی اونٹنی کو تھامتا تھا، اس کا نام کرکرہ تھا، ابوسعید نیسابوری نے شرف المصطفی میں بیان کیا ہے کہ یہ حبشی صاحب یمامہ ہوذة بن علی الحنفی نے آپ ﷺ کو ہدیہ بھیجا تھا اور آپ ﷺ نے اس کو آزاد فرما دیا تھا۔

یہ شخص مر گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص جہنم میں گیا، صحابۂ کرام نے سبب جاننا چاہا، معلوم ہوا کہ ایک چادر مال غنیمت میں سے چھپا کر لے رکھی تھی۔ (فتح الباری : ۲۱٦/۱ ، عمدة القاری : ۱۲/۱۵)

غلول مال غنیمت میں چوری کو کہتے ہیں، اس چوری اور خیانت کا جرم عام چوریوں اور خیانتوں سے شدید تر ہے کیوں کہ مال غنیمت میں پورے لشکر اسلام کا حق ہوتا ہے، اس لئے معافی بھی متعذر رہے، یہی صورت مساجد، مدارس اور اوقاف کے مال کی ہے کہ ان میں خیانت اور چوری شدید ترین جرم ہے، اور اللہ کے یہاں اس کا عذاب بھی شدید تر ہے، یہی حکم حکومت کے مال میں چوری کا ہے کہ یہ بھی

خیانت عظیم ہے اور اس کی اللہ کے یہاں شدید ترین سزا ہے۔ (معارف القرآن : ۲/ ۲۳۲)

مسلمانوں کی جان و مال و عزت محترم ہیں

۲۱۳. وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ نُفَیْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَهَیْئَتِهٖ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ : اَلسَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِیَاتٌ : ذُوالْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادٰی وَ شَعْبَانَ . اَیُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَیُسَمِّیْهِ بِغَیْرِ اسْمِهٖ قَالَ :"اَلَیْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟" قُلْنَا: بَلٰی فَقَالَ : " فَاَیُّ بَلَدٍ هٰذَا؟" قُلْنَا : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَیُسَمِّیْهِ بِغَیْرِ اسْمِهٖ. قَالَ : "اَلَیْسَ الْبَلْدَةُ " قُلْنَا بَلٰی قَالَ : "فَاَیُّ یَوْمٍ هٰذَا؟" قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَیُسَمِّیْهِ بِغَیْرِ اسْمِهٖ. فَقَالَ :" اَلَیْسَ یَوْمَ النَّحْرِ؟ " قُلْنَا: بَلٰی فَقَالَ : " فَاِنَّ دِمَآءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا . فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ فَیَسْاَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ، اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، اَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَآئِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ یَبْلُغُهٗ اَنْ یَکُوْنَ اَوْعٰی لَهٗ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهٗ" ثُمَّ قَالَ : "اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ؟" قُلْنَا: نَعَمْ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۲۱۳) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ گھوم کر اس ہیئت پر واپس آ گیا ہے جس پر وہ اس وقت تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا کہ سال بارہ مہینوں کا ہے چار اس میں سے حرام ہیں تین پے در پے ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب مضر جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، اس کے بعد آپ ﷺ نے سکوت فرمایا، یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ذو الحجہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے سکوت فرمایا، یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ شہر نہیں ہے، ہم نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہاری جانیں تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ شہر، تمہارا یہ مہینہ، تم عنقریب اپنے رب سے ملنے والے ہو، وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا، میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کے گردنیں مارنے لگو، دیکھو جو یہاں موجود

ہیں وہ ان لوگوں کو پہنچادیں جو یہاں موجود نہیں ہیں، ممکن ہے جسے بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں نے پہنچا دیا؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تو گواہ ہو جا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۱۳): صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین . صحیح مسلم، کتاب القسامة، باب تغلیظ تحریم الدماء و الاعراض و الاموال .

کلمات حدیث: متوالیات: پے درپے۔ سَیُسَمِّیْه: آپ اس کا نام رکھیں گے۔ سمی، تسمیة، (باب تفعیل) نام رکھنا۔ اسم نام، جمع اسماء .

شرح حدیث: اصل ملت ابراہیمی میں یہ چار ماہ اشہر حرام (حرمت والے مہینے) قرار دیئے گئے تھے، اسلام سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت و جہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال وقتال میں بعض قبائل کی درندگی اور انتقام کا جذبہ کسی آسمانی یا زمینی قانون کا پابند نہ رہا تو نَسِیء (مہینوں کو آگے پیچھے کر دینے) کی رسم نکالی یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا ارادہ محرم میں جنگ کرنے کا ہوا تو ایک سردار نے اعلان کر دیا کہ امسال ہم نے محرم کو اشہر حرام سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو کر دیا، پھر اگلے سال کہہ دیا کہ اس مرتبہ حسب دستور محرم حرام اور صفر حلال رہے گا، اس طرح سال میں چار ماہ کی گنتی پوری کر لیتے تھے لیکن ان کی تعیین میں حسب خواہش ردوبدل کرتے رہتے تھے، ابن کثیر رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق نسی کی رسم صرف محرم وصفر میں ہوتی تھی، اور اس کی وہی صورت تھی جو اوپر مذکور ہوئی، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ عِدَّةَ ٱلشُّهُورِ عِندَ ٱللَّهِ ٱثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِى كِتَـٰبِ ٱللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ مِنْهَآ أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ ﴾

''مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں، اللہ کے حکم میں، جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین، ان میں چار مہینے ہیں رب کے، یہی ہے سیدھا دین۔'' (التوبة: ۳٦)

رسول کریم ﷺ جب حجۃ الوداع میں خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عرب نے مہینوں میں نسیئہ کر کے جس طرح گڑ بڑ پیدا کر دی تھی اب زمانہ گھوم کر وہاں آ گیا ہے جس وقت اللہ نے آسمان کو اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، اب چار مہینے قابل احترام ہیں جن میں تین متصل ہیں اور ایک رجب مضر ہے۔ مضر ایک قبیلہ کا نام تھا، اس قبیلہ میں رجب کے مہینے کی بطور خاص تکریم کی جاتی تھی اس لئے رجب مضر فرمایا۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اب ان مہینوں کی حرمت منسوخ ہوگئی، کیوں کہ شوال اور ذی قعدہ میں اہل طائف کا محاصرہ کیا گیا اور ہوازن کے ساتھ جنگ کی گئی۔

فرمایا کہ جو یہاں موجود ہے وہ یہ باتیں ان کو پہنچادے جو یہاں موجود نہیں ہے، اس سے تبلیغ دین اور اشاعت علم کا وجوب مستنبط ہوتا ہے۔ (فتح الباری: ۱/ ۲۸٦، روضة المتقین: ۱/ ۲٦۸، دلیل الفالحین: ۱/ ۳۹۸، مظاہر حق: ۲/ ۷۳۸)

جھوٹی قسم کے ذریعہ دوسرے کا مال دبانے والا جہنم میں داخل ہوگا

۲۱۴. وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: " مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِیَمِیْنِہٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَیْہِ الْجَنَّةَ" فَقَالَ رَجُلٌ: وَاِنْ کَانَ شَیْئًا یَسِیْرًا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ فَقَالَ " وَاِنْ قَضِیْبًا مِنْ اَرَاکٍ ." رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

(۲۱۴) حضرت ایاس بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جھوٹی قسم سے کسی مسلمان کا حق دبا لے اللہ نے اس کے لئے جہنم واجب کر دیا اور اس پر جنت حرام فرما دی۔ شخص نے کہا یا رسول اللہ! اگر چہ کوئی معمولی سی شئے ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر چہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۱۴): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم بمین فاجرة بالنار .

راوی حدیث: حضرت ایاس بن ثعلبہ انصاری رضی اللہ عنہ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تین احادیث مروی ہیں۔ رسول کریم ﷺ احد سے واپس تشریف لا رہے تھے جب آپ کا انتقال ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (دلیل الفالحین : ۱/۴۰۲)

کلمات حدیث: اِقْتَطَعَ : کاٹ لیا۔ اِقْتِطَاع (باب افتعال) کسی کا کوئی مال لے لینا۔ قَضِیْب : کاٹی ہوئی شاخ، جمع قضبان۔ اَرَاك : ایک درخت کا نام، پیلو کا درخت۔

شرح حدیث: جھوٹی قسم کھانا بہت گناہ ہے اور معصیت ہے، خاص طور پر اگر کسی دوسرے کا مال ناجائز طور پر دبانے کے لئے جھوٹی قسم کھائی جائے تو اس جرم کی سنگینی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ایسا شخص جہنم میں جائے گا، کسی نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر چہ کوئی حقیر شئے کیوں نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا اگر چہ اراک (پیلو) کی ایک ٹہنی کیوں نہ ہو، غرض کسی دوسرے کا حق بغیر اس کی صریح رضامندی کے لینا حرام ہے اور اگر کوئی شخص ناجائز طور پر کسی کا مال دبانے کے لئے جھوٹی قسم کھا لے تو معصیت در معصیت ہو کر جرم کی سنگینی بڑھ جاتی ہے اور ایسا شخص جہنم کا مستحق قرار پاتا ہے۔ (صحیح مسلم للنووی : ۲/۱۳۶)

مالِ غنیمت میں خیانت بڑا گناہ ہے

۲۱۵. وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ عُمَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: " مَنِ اسْتَعْمَلْنَاہُ مِنْکُمْ عَلٰی عَمَلٍ فَکَتَمَنَا مِخْیَطًا فَمَا فَوْقَہٗ کَانَ غُلُوْلًا یَاتِیْ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ " فَقَامَ اِلَیْہِ رَجُلٌ اَسْوَدُ مِنَ الْاَنْصَارِ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اقْبَلْ عَنِّیْ عَمَلَکَ قَالَ : " وَمَا لَکَ؟" قَالَ : سَمِعْتُکَ تَقُوْلُ کَذَا وَ کَذَا قَالَ : " وَاَنَا اَقُوْلُ الْاٰنَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاہُ عَلٰی عَمَلٍ فَلْیَجِیْٔ بِقَلِیْلِہٖ وَ کَثِیْرِہٖ فَمَا اُوْتِیَ مِنْہُ اَخَذَ وَمَا نُہِیَ عَنْہُ انْتَہٰی." رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(۲۱۵) حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ تم میں سے اگر کسی کو ہم کوئی عمل سپرد کریں اور ہم سے ایک سوئی یا اس سے زیادہ کوئی چیز چھپا لے یہ خیانت ہے جسے وہ روز قیامت لے کر آئے گا، انصار میں سے ایک کالا شخص کھڑا ہوا گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں، اس نے کہا یا رسول اللہ مجھ سے اپنا کام واپس لے لیجئے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا، اس نے کہا کہ میں نے آپ کو اس طرح کہتے ہوئے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ جسے ہم نے کسی کام پر مقرر کیا وہ کم وبیش جو کچھ ہے ہمارے پاس لے کر آئے، اس میں سے جو اسے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے روک دیا جائے اس سے باز رہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۱۵): صحیح مسلم، کتاب الأمارۃ، باب تحریم ھدایا العمال .

راوی حدیث: حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے رہنے والے تھے، پھر جزیرۃ العرب منتقل ہو گئے۔ وہیں انتقال ہوا، ان سے کل تین احادیث مروی ہیں۔ (دلیل الفالحین : ۱/۴۰۳)

کلمات حدیث: مخیط : سوئی۔ غلول : خیانت، خاص طور پر مال غنیمت میں خیانت۔

شرح حدیث: اگر کوئی کسی کی شئے بغیر اس کی اجازت کے لے لے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسے واپس کرلے اور اللہ سے توبہ کرے، اگر ایسا نہ کیا تو قیامت کے روز اس پر مؤاخذہ ہوگا، چنانچہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ہم کسی کو صدقات وغیرہ پر عامل مقرر کریں تو اسے چاہئے کہ وہ سارا مال لا کر دیانت داری کے ساتھ حوالے کر دے، اگر کسی نے اس میں سے ایک سوئی بھی رکھ لی تو یہ غلول یعنی خیانت ہے اور وہ روز قیامت اس جرم کے ساتھ آئے گا اور اس پر اس کا مؤاخذہ ہوگا۔

غرض مال غنیمت میں سے کوئی مال لے لینا یا عام مسلمانوں کے مال میں سے کچھ لے لینا معصیت اور سنگین جرم ہے اور اس جرم کی سنگینی ایک شخص کا مال بغیر اس کی مرضی کے لے لینے سے کہیں زیادہ ہے۔ سرکاری مال میں خیانت اسی حکم میں داخل ہے۔

(روضۃ المتقین : ۱/۲۶۹)

شہید سے حقوق العباد معاف نہیں

۲۱۶۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا: فُلَانٌ شَهِيْدٌ وَفُلَانٌ شَهِيْدٌ حَتّٰى مَرُّوْا عَلٰى رَجُلٍ فَقَالُوْا : فُلَانٌ شَهِيْدٌ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " كَلَّا اِنِّيْ رَاَيْتُهُ فِي النَّارِ فِيْ بُرْدَةٍ غَلَّهَا اَوْ عَبَاءَةٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۱۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن آپ ﷺ کے اصحاب کی ایک جماعت آپ ﷺ کے پاس آئی اور آپ ﷺ کو بتایا کہ فلاں شہید ہو گیا، حتی کہ انہوں نے کہا کہ فلاں شخص بھی شہید ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں، میں نے اسے جہنم میں دیکھا ہے ایک چادر یا ایک عبا کی خیانت میں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۱۶): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم الغلول وانه لایدخل الجنة الا المؤمنون .

شرح حدیث: صلح حدیبیہ سے واپسی کے بعد ٦ ھ میں خیبر کا واقعہ پیش آیا، ایک جماعت صحابہ کی آئی اور اس نے خدمت اقدس ﷺ میں عرض کی کہ فلاں صاحب شہید ہوگئے، جب ایک شخص کے نام پر پہنچے اور کہا کہ وہ صاحب بھی شہید ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں وہ تو ایک چادر مال غنیمت میں سے چرانے کے جرم میں جہنم میں گیا۔

معلوم ہوا کہ عام مسلمانوں کے مال سے کوئی چیز خیانتاً اور چھپا کر لے لینا اس قدر عظیم جرم ہے کہ اللہ کے راستے میں شہید ہونا بھی ایسے شخص کو جہنم میں جانے سے نہیں بچا سکتا۔

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن الخطاب! جاؤ اور لوگوں میں منادی کردو کہ جنت میں صرف مؤمن جائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ جنت میں صرف وہ لوگ جائیں گے جو صاحب ایمان بھی ہوں اور صاحب امانت بھی ہوں بلکہ مؤمن تو ہوتا ہی وہ ہے جو ہر طرح کی خیانت سے پاک ہو، نہ اللہ اور رسول ﷺ کی خیانت کرے اور نہ عام انسانوں کی خیانت کرے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت احکام شریعت کی خلاف ورزی ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیانت کو منافق کی علامات میں سے بیان فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی : ٢/١٠٨، روضة المتقین : ١/٢٧٠، دلیل الفالحین : ١/٤٠٤)

* * * * * * * * * * * *

٢١٧. وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَامَ فِیْهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ اَنَّ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ لَهٗ، رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ " ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :" كَیْفَ قُلْتَ؟" قَالَ : اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَتُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ قَالَ لِیْ ذٰلِكَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٢١٧) حضرت حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے انہیں بتایا کہ جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ افضل الاعمال ہیں، ایک آدمی کھڑا ہوا، اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! فرمایئے اگر میں اللہ کے راستے میں قتل ہو جاؤں، کیا میری خطائیں معاف کردی جائیں گی؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ہاں اگر تم اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے اور تم صابر اور محتسب ہو، جنگ کا سامنا کرنے والے ہو، پیٹھ موڑ کر جانے والے نہ ہو، سوائے قرض کے کہ وہ معاف نہیں ہوگا، اور مجھے یہ بات جبرئیل نے بتائی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٢١٧): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب من قتل فی سبیل اللّٰه کفرت خطایاہ الا الدین.

راوی حدیث: حضرت حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ ہجرت سے دس سال قبل مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی، ان سے مروی احادیث کی تعداد ۱۷۰ ہے جن میں سے ۱۱ متفق علیہ ہیں۔ ۶۰ھ سے پہلے کوفہ میں انتقال ہوا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: مُقبِل : سامنا کرنے والا۔ إقبال (باب افعال) سے۔ مُدبِر : پشت پھیرنے والا، پلٹنے والا۔ إدبار (باب افعال) سے۔

شرح حدیث: حقوق العباد کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ کسی بندے پر کسی انسان کا حق ہو تو وہ صاحب حق سے معاف کرانا ضروری ہے اگر چہ بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جائے۔

اللہ کے راستے میں جان قربان کر دینا ایک عظیم نیکی ہے جس سے ساری خطائیں درگزر فرمادی جاتی ہیں سوائے قرض کے کہ وہ حق العبد ہے، اور اس کی دنیا ہی میں صاحب حق کو ادائیگی ضروری ہے۔

اس حدیث میں ایک اہم نکتہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات جبرئیل امین نے بتائی، اس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ جو کچھ فرماتے تھے وہ اپنے پاس سے نہیں فرماتے تھے بلکہ سب کا سب وحی ہوتا تھا اور جبرئیل امین آپ کے پاس قرآن کے علاوہ بھی دیگر احکام و ہدایات بھی لے کر آتے تھے۔ (روضة المتقين : ۱/۲۷۱)

حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والا مفلس ہے

۲۱۸۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟" قَالُوا : الْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ : " اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَاتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِیَامٍ وَزَكٰوةٍ وَیَاتِیْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَ قَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَ سَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضِیَ مَا عَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ ہمارے درمیان مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و متاع نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو روز قیامت آئے اور اس کے پاس نمازیں بھی ہوں روزے بھی ہوں اور زکوٰۃ بھی ہو، مگر اس نے کسی کو گالی دی ہو کسی کو تہمت لگائی ہو اور کسی کا مال کھایا ہو، کسی کا خون بہایا ہو اور کسی کو مارا ہو، تو اس کو اُس کی نیکیاں دیدی جائیں گی اور اس کو اُس کی نیکیاں دیدی جائیں گی، اگر حساب برابر ہونے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان کی خطائیں اس کے حساب میں درج کر دی جائیں گی اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۲۱۸): صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم .

کلمات حدیث: شتم : گالی دی۔ شتم شتما (باب ضرب) گالی دینا۔ قذف : تہمت لگائی۔ قذف، قذفاً (باب ضرب) تہمت لگانا۔ طرح : پھینکا۔ طرح طرحاً (باب فتح) پھینکنا۔

شرح حدیث: یہ حدیث اہل عقل و دانش کے لئے مقام فکر و تامل ہے کیوں کہ ایک سخت وعید پر مشتمل ہے کہ آدمی نے اس دنیا کی زندگی میں تھوڑے بہت اعمال خیر کیے کہ کچھ نمازیں پڑھ لیں اور کچھ روزے رکھ لئے اور اس کے ساتھ ہی ایک پشتارہ اپنے ساتھ غیبتوں کا، خیانتوں کا، دوسروں کا مال ناحق کھانے اور دوسروں پر نوع بہ نوع زیادتیاں کرنے کا بھی ساتھ میں باندھ لیا، وہاں پہنچے تو وہ سب اپنا حق لینے آ گئے، وہاں تو یہی سکہ رائج ہے، نیکیوں کی پوٹلی میں سے نکال کر سب کو تقسیم کردی گئیں پوٹلی خالی ہوگئی، اب مظلوموں کی خطائیں اور ان کے گناہ اس کے ذمہ ڈالے گئے، یہ تو جب ہے جب کچھ نیکیاں بھی ساتھ لے گیا ہو، اگر نیکیوں کی کوئی چھوٹی سی پوٹلی بھی ساتھ نہ ہوئی تب کیا ہوگا؟ أعاذ نا الله من ذلك ؟ (دليل الفالحين: ١/٤٠٥)

باطل دعوی کے ذریعہ مال غصب کرنا جہنم کی آگ کو قبول کرنا ہے

۲۱۹. وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ ، فَاَقْضِيَ لَهٗ بِنَحْوِمَا اَسْمَعُ ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِحَقِّ اَخِيْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلْحَنَ" : اَيْ اَعْلَمَ .

(۲۱۹) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک میں انسان ہوں اور تم اپنے تنازعات میرے پاس لاتے ہو، ہوسکتا ہے کہ تم میں کچھ دلیل میں دوسرے سے زیادہ تیز ہوں اور میں جس طرح سنوں اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کردوں، اگر میں اسے فیصلہ میں اس کے بھائی کا حق دیدوں تو گویا میں نے اس کو آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دیا ہے۔ (متفق علیہ)

الحن کے معنی زیادہ جاننے کے ہیں۔

تخریج حدیث(۲۱۹): صحيح البخاری، کتاب الاحکام، باب موعظة الامام للخصوم . صحيح مسلم، کتاب الاقضية، باب الحكم بالظاهر و اللحن بالحجة .

کلمات حدیث: اَلحَن : زیادہ ذہین، بات کو زیادہ واضح کرنے والا۔ لَحِنَ، لحنا (باب سمع) ذہن ہونا، اپنی دلیل سے خبردار ہونا۔

شرح حدیث: ارشاد فرمایا کہ میں انسان ہوں، علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے اس جملہ سے کلام کا آغاز فرمایا کہ

سہو اور نسیان انسان سے مستبعد نہیں ہے بلکہ انسانی وجود خود ہی نسیان کا متقاضی ہے، اور فرمایا کہ جب تم میرے پاس اپنے تنازعات لاتے ہو تو میں اس میں فریقین کے دلائل سن کر فیصلہ کرتا ہوں ہوسکتا ہے کہ صاحب حق دلیل میں کمزور ہو یا اس کے پاس دلیل نہ ہو اور جو صاحب حق نہیں وہ اپنا حق ہونے کی دلیل پیش کردے، اگر میں نے اپنے فیصلے سے کسی کو کوئی چیز دے دی جو دراصل اس کی نہیں ہے تو یہ جہنم کا ایک انگارہ ہے، اس شخص کو چاہیے کہ اسے ہرگز نہ لے بلکہ خود ہی صاحب حق کو اس کا حق لوٹا دے۔

اس حدیث سے علماء کرام نے یہ استنباط کیا ہے کہ اگر عدالت سے کسی کو کوئی حق مل جائے جو فی الواقع اس کا نہیں تھا تو وہ اس کا نہیں ہے، اسے چاہئے کہ اس صاحب کو لوٹا دے، ورنہ یہ اس کے لئے جہنم کا ایک ٹکڑا ہے۔

(فتح الباری : ۲/ ۱۷ ، روضة المتقین : ۱/ ۲۷۲ ، دلیل الفالحین : ۱/ ۴۰۶)

ناحق خون بہانے سے دینی کشادگی ختم ہوجاتی ہے

۲۲۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَاماً " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۲۲۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن جب تک حرام خون کو نہ گرائے وہ اپنے دین کے متعلق کشادگی میں رہتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۲۲۰): صحیح البخاری، کتاب الدیات .

کلمات حدیث: فُسحة : کشادگی، گنجائش۔ فَسَحَ فسحا (باب فتح) کشادہ قدم رکھنا۔ تَفَسَّحَ : کشادہ ہونا۔ تَفَسَّحُوا فی المجالس : بیٹھنے میں کشادگی اختیار کرو۔

شرح حدیث: مؤمن جب تک کسی کو قتل نہ کرے وہ اپنے دین کے معاملے میں کشادگی میں رہتا ہے، یعنی اس پر باب رحمت کھلا رہتا ہے، جب کسی کو قتل کر دیا تو سارے راستے بند ہوگئے اور وہ اللہ کی رحمت سے محرومین کے گروہ میں داخل ہوگیا، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ اگر کسی نے کسی مؤمن کے قتل میں مدد دی، چاہے وہ مدد صرف کوئی لفظ کہہ کر ہی ہو، اس کی آنکھوں کے درمیان اللہ کی رحمت سے محروم لکھ دیا جاتا ہے، مقصود تمام کبائر سے اجتناب ہے اگر مؤمن کبائر سے مجتنب ہے تو اس کے لئے باب رحمت ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ (فتح الباری : ۳/ ۵۸۴ ، دلیل الفالحین : ۱/ ۴۰۸)

ناحق مال کھانے پر جہنم کی وعید

۲۲۱. وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ عَامِرٍ الْاَنْصَارِيَّةِ وَهِيَ امْرَأَةُ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ رِجَالاً يَتَخَوَّضُوْنَ فِي مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٢٢١) حضرت خولہ بنت عامر انصاریہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بعض لوگ اللہ کے مال میں بغیر حق تصرف کرتے ہیں، ان کے لئے روز قیامت جہنم ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(٢٢١): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، کتاب فرض الخمس .

راوی حدیث: ام محمد حضرت خولہ رضی اللہ عنہا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ ان سے آٹھ احادیث مروی ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ (دليل الفالحين : ١/ ٤٠٩)

شرح حدیث: اس حدیث میں اور دیگر متعدد احادیث میں کسی کا مال ناحق لے لینے پر جہنم کی وعید آئی ہے مثلاً ایک حدیث میں مذکورہ حدیث کا مضمون ان الفاظ میں آیا ہے "بیشک دنیا سرسبز و شاداب ہے اور کچھ لوگ اللہ کے مال میں بغیر حق گھسے جاتے ہیں، ان کے لئے روز قیامت جہنم کی آگ ہے" اور ایک حدیث میں فرمایا کہ دنیا سرسبز و شاداب ہے جس نے اس سے اپنا حق لیا اسے اس میں برکت دی گئی اور کوئی ایسا ہے جو اللہ کے مال میں اور اللہ کے رسول کے مال میں گھستا ہے وہ روز قیامت جہنم میں ڈالا جائے گا۔

عام مسلمانوں کے مال میں تصرف کرنا اور اسے ذاتی مفادات میں استعمال کرنا سخت گناہ ہے اور اس پر جہنم کی وعید ہے۔

(فتح الباری : ٢/ ٢٢٨، روضة المتقين : ١/ ٢٧٤، نزهة المتقين : ١/ ١٩٧)

الباب (۲۷)

باب تعظيم حرمات المسلمين و بيان حقوقهم و الشفقة عليهم و رحمتهم

مسلمانوں کی حرمتوں کی تعظیم ان کے حقوق کا بیان اور ان پر شفقت و رحمت

۹۶. قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿ ذٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ عِندَ رَبِّهِۦ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

''جو اللہ کے احکام کی تعظیم کرے گا تو اس کے رب کے پاس اس کے لئے خیر ہے۔'' (الحج: ۳۰)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ جو شخص ان امور کا احترام اور ادب کرے جن کا اللہ تعالیٰ نے ادب واحترام مقرر فرمایا ہے تو یہ خیر عظیم اس کے لئے اللہ کے خزانۂ رحمت میں جمع ہو جائیگی، مراد یہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ نے منع فرمایا اور جن امور کے چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے، ان کو چھوڑ دینا اور ان سے باز رہنا ہر مسلم پر لازم ہے، اسی طرح جن چیزوں کو اللہ نے محترم قرار دیا ہے اور ان کا ادب مقرر کیا ہے ان کی تعظیم کرنا اور ان کا ادب بجالانا بڑی خوبی اور نیکی کی بات ہے جس کا انجام نہایت اچھا ہوگا۔

(تفسیر مظہری، تفسیر عثمانی، معارف القرآن)

۹۷. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ وَمَن يُعَظِّمْ شَعٰٓئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴾

اور فرمایا:

''جو اللہ کے مقرر کئے ہوئے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ قلوب کا تقویٰ ہے۔'' (الحج: ۳۲)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے گا تو یہ نشانی ہے تقویٰ اور پرہیزگاری کی۔ آیت میں شعائر کا لفظ آیا ہے جو شعیرۃ کی جمع ہے جس کے معنی علامت کے ہیں جو چیز کسی خاص مذہب یا جماعت کی علامت خاص سمجھی جاتی ہو وہ اس کے شعائر کہلاتے ہیں، شعائر اسلام ان خاص احکام کا نام ہے جو عرف میں مسلمان ہونے کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔

(معارف القرآن: ۶/۲۶۳)

۹۸. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴾

اور فرمایا:

''اور ایمان والوں کے لئے اپنے بازو جھکاؤ۔'' (الحجر: ۸۸)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اہل ایمان کے ساتھ نرمی شفقت اور محبت کا برتاؤ کیجئے۔ ان کے لئے اپنے پہلو کو جھکا

دیجئے کہ اس سے انہیں فائدہ پہنچے گا۔

۹۹. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ﴾

نیز فرمایا:

''جس شخص نے کسی کو قتل کیا، بغیر جان کے بدلے یا فساد فی الارض کے، اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ رہنے دیا تو گویا تمام انسانوں کی زندگی کا موجب ہوا۔'' (المائدۃ: ۳۲)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں بیان فرمایا کہ کسی انسان کو ناحق قتل کر دینا ایک جرم عظیم ہے، حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی انسان کے پاس اللہ کی امانت ہے اور اللہ تعالیٰ جس طرح اپنے سب بندوں کے مالک ہیں اسی طرح ان کی جانوں کے بھی مالک ہیں، انسان نہ اپنی جان کا مالک ہے اور نہ کسی اور کی جان کا اسی لئے خودکشی بھی حرام ہے اور کسی اور انسان کو قتل کرنا ایسا ہے جیسا ساری انسانیت کو قتل کر دینا اور کسی کو بچالینا ایسا ہے جیسے ساری انسانیت کو بچالینا۔ مجاہد کا قول ہے کہ اگر کسی نے کسی کو ناحق قتل کیا تو وہ اس جرم کی وجہ سے جہنم میں اس طرح جائے گا جس طرح اگر وہ تمام انسانوں کو قتل کر دیتا تب جہنم میں جاتا اور اگر کسی آدمی کو ناحق قتل سے بچالیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو بچالیا۔ (تفسیر مظهری، معارف القرآن)

مؤمن ایک دوسرے کے لیے مضبوطی اور قوت کا ذریعہ ہیں

۲۲۲. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً " وَشَبَّکَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۲۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن مؤمن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ہر حصہ دوسرے حصے کو مضبوط رکھتا ہے، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۲۲): صحيح البخاری، كتاب الادب، باب فضل تعاون المؤمن. صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم.

کلمات حدیث: البُنیان: عمارت، مکان۔ بنی، بنیاً، (باب ضرب) مکان یا عمارت بنانا۔ شَبكَ، شَبْكاً (باب ضرب) ایک دوسرے میں داخل ہونا۔ شبك بأصابعه: دونوں ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالیں۔

شرح حدیث: امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک نادر اور دلکش تشبیہ کے ساتھ مسلمانوں کی باہمی اخوت

و برادری اور الفت ومحبت کو ظاہر فرمایا ہے کہ تمام مسلمان باہم ملکر ایک عمارت کی طرح ہیں، عمارت کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کے لئے اور پوری عمارت کے لئے باعث تقویت ہے، اسی طرح ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے باعث قوت ہے اور سب مسلمانوں کے باہمی تعاون سے ان کے دینی اور دنیاوی امور پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو سارے معاملات ابتری سے دوچار ہو جائیں۔

رسول کریم ﷺ نے مزید توضیح کے لئے اپنے ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پروئیں اور اس طرح مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کو بیان فرمایا۔ (فتح الباری: ۱/۴۵٦، دلیل الفالحین: ۲/۴، روضة المتقین: ۱/۲۷٦)

اسلحہ لے کر چلتے ہوئے احتیاط سے کام لے کہ ناحق دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے

۲۲۳. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ مَرَّ فِیْ شَیْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا اَوْ اَسْوَاقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِکْ اَوْ لِيَقْبِضْ عَلٰی نِصَالِهَا بِکَفِّهِ اَنْ يُصِيْبَ اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا بِشَیْءٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۲۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہماری مساجد یا ہمارے بازار میں سے تیر لے کر گزرے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے اگلے تیز حصہ کو روک لے یا اس کو ہاتھ میں کر لے تا کہ کسی مسلمان کو اس سے تکلیف نہ پہنچے۔

تخریج حدیث (۲۲۳): صحیح البخاری، کتاب الصلوٰة، باب المرور فی المسجد . صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب امر من مُر بسلاح فی مسجد أو سوق أو غیرهما .

کلمات حدیث: نبل : تیر۔ نَبَلَ نبلاً (باب نصر) تیر مارنا، واحد نبلة ، جمع نبال . نصال : پیکان۔ نَصَلَ نصلاً (باب نصر) تیر میں پیکان لگانا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ رحمة للعالمین ہیں، آپ ﷺ نے بنی نوع انسان کی فلاح و بہتری کے لئے بے شمار ارشادات فرمائے، ان میں سے ایک اہم ارشاد یہ ہے کہ کوئی شخص عام مقامات (مسجد/ بازار) سے ہتھیار لے کر نہ چلے، اگر تیر وغیرہ لے کر جا رہا ہے تو اس کو اس طرح پکڑ لے کہ اس کا تیز حصہ اپنی طرف رکھے اور اسے مضبوطی سے پکڑے، بلاضرورت اور محض اظہار قوت و شوکت کے لئے ہتھیار لے کر چلنا درست نہیں۔ (نزهة المتقين : ۱/۲۳۲)

تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں

۲۲۴. وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِیْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَکٰی مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰی لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ

بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۲۴) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی باہمی الفت ومودت اور رحمت وشفقت میں مثال انسانی جسم کی سی ہے کہ اگر کسی ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کا سارا جسم بیداری اور بخار کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۲۴): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم. صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم.

کلمات حدیث: توادهم: آپس میں محبت۔ وادّه، ودادا ومُوادّةً (باب مفاعلہ) محبت ظاہر کرنا۔ تراحمهم: ان کا آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنا۔ تراحم (باب تفاعل) ایک دوسرے پر رحم کرنا۔ تعاطُفهم: ان کا آپس میں مہربانی کرنا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام مؤمنین کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کا رشتہ دنیا کے ہر رشتہ سے قوی تر ہے، اسی لئے ایک نہیں متعدد احادیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی باہمی مودت واخوت کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے اور ان کے درمیان باہمی تعاون کی ضرورت کو واضح فرمایا ہے۔

اس حدیث مبارک میں ایک بہت عمدہ تمثیل کے ذریعے مسلمانوں کے درمیان باہمی الفت ومودت کو اجاگر فرمایا ہے کہ تمام اہل ایمان باہم مل کر ایسے ہیں جیسے جسد واحد کہ اگر کسی عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو وہ صرف جسم کے اس حصے تک محدود نہیں رہتی بلکہ سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔

اہل اسلام آپس میں محبت اور تعاون ہی سے ایک مضبوط اجتماعی قوت بن سکتے ہیں اور یہ اتحاد واتفاق صرف دین کے رشتہ ہی سے ممکن ہے اور دین کا رشتہ اس وقت مضبوط ہوگا جب مسلمان اس پر عمل کریں گے اور سارے کے سارے اسلام کو اپنی زندگی میں عملاً جاری کریں گے۔ (روضة المتقين: ۱/ ۲۷۷، دليل الفالحين: ۲/ ۵)

***

شفقت سے اپنی اولاد کا بوسہ لینا

۲۲۵. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْأَقْرَعُ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا. فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: " مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۲۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علی کو پیار کیا، آپ ﷺ کے پاس اس وقت اقرع بن حابس بھی تھے، اقرع بولے کہ میرے تو دس بیٹے ہیں، میں نے ان میں سے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۲۵): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ . صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمۃ الصبیان والعیال .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے بہت محبت فرماتے تھے، ایک موقعہ پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیار فرمایا، آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس بیٹھے تھے تو وہ بولے کہ میرے تو دس بیٹے ہیں، میں نے کسی سے پیار نہیں کیا، آپ ﷺ نے ان کی طرف تعجب سے دیکھا اور فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا، یعنی جو اللہ کے بندوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتے۔

علماء نے فرمایا کہ بچوں کو پیار کرنا سنت نبوی ﷺ اور اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

(فتح الباری : ۳/ ۱۷۸ ، دلیل الفالحین : ۲/ ۶)

اولاد کو پیار کرنا

۲۲۶. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَدِمَ نَاسٌ مِنَ الْاَعْرَابِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا : اَتُقَبِّلُوْنَ صِبْيَانَكُمْ ؟ فَقَالَ : نَعَمْ . قَالُوْا : لٰكِنَّا وَاللّٰهِ مَا نُقَبِّلُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَوَ اَمْلِكُ اِنْ كَانَ اللّٰهُ نَزَعَ مِنْ قُلُوْبِكُمُ الرَّحْمَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۲۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے خدمت میں کچھ اعرابی حاضر ہوئے، کہنے لگے، کیا تم اپنے بچوں کو پیار کرتے ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، انہوں نے کہا لیکن ہم تو واللہ پیار نہیں کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کیا کرسکتا ہوں اگر اللہ نے تمہارے دلوں سے جذبہ رحمت نکال لیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۲۶): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم . صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمۃ الصبیان والعیال .

کلمات حدیث: نَزَعَ، نزعاً (باب ضرب) نکالنا، کھینچنا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہیں، انہوں نے اپنے بندوں کے دلوں میں رحمت ودیعت فرمائی ہے، اس لئے بے رحمی، سختی اور بے مروتی کا رویہ انسانی طبیعت کے برخلاف ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ رحیم ہیں اس لئے جو بندہ اللہ کے احکام کی تعمیل کرنے والا ہوگا اس کے دل میں ضرور رحمدلی ہوگی اور رأفت ورحمت ہوگی، غرض رحم دلی اللہ جل شانہ کی طرف سے ایک عطیہ ہے۔ اگر وہ خود ہی کسی دل سے جذبہ رحمت نکال دے تو کسی کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس کے دل میں دوبارہ پیدا کردے۔

(فتح الباری :۳/۱۸۲، دلیل الفالحین:۲/۷)

جو دوسروں پر رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جاتا

۲۲۷. عَنْ جَرِيْرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ لاَ يَرْحَمُ النَّاسَ لاَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۲۷) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں فرماتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۲۷): صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿قل ادعوا اللّٰہ أو ادعوا الرحمٰن﴾. صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمة الصبیان والعیال.

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں فرماتے۔ یہ حدیث مبارک عام ہے، اس لئے تمام انسانوں پر خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم رحم کرنا چاہیے بلکہ جانور بھی رحم کے مستحق ہیں، لوگوں کو کھانا کھلانا، اُن کی خدمت کرنا، کمزوروں، ناتوانوں، بیماروں اور بچوں کی دیکھ بھال کرنا، بچوں سے شفقت سے پیش آنا، ایذاء رسانی سے اجتناب کرنا، کسی کا سامان اٹھوا دینا اور پانی پلانا وغیرہ یہ اور اس طرح کے دیگر امور رحم میں داخل ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔

اس مضمون کی متعدد احادیث ہیں، جن میں سے چند یہاں درج کی جاتی ہیں:

من لم یرحم المسلمین لم یرحمه اللّٰه	جو مسلمانوں پر رحم نہ کرے اللہ اس پر رحم نہیں کرتا
من لا یرحم من فی الأرض لا یرحمه من فی السماء	جو زمین والوں پر رحم نہیں کرتا اس پر آسمان والا رحم نہیں کرتا
ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء	اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا

غرض احسان کا بدلہ احسان ہے۔ جو جس طرح دنیا میں عمل کرے گا آخرت میں اسی طرح جزا ہوگی۔

(فتح الباری : ۱۸۲/۱ ، روضة المتقین : ۲۷۹/۱ ، دلیل الفالحین : ۸/۲)

امام معذوروں کا خیال کر کے ہلکی نماز پڑھائے

۲۲۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ؛ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ. وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَآءَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ : "وَذَا الْحَاجَةِ"

(۲۲۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے کہ ان میں کمزور بیمار اور بوڑھے ہوتے ہیں اور جب خود نماز پڑھے تو جس قدر چاہے طویل نماز پڑھے۔ (متفق

علیہ) اور ایک روایت میں حاجت مند کے بھی الفاظ ہیں۔

تخریج حدیث(۲۲۸): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اذا صلی لنفسه فلیطول ماشاء . صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب بر الائمة بتخفیف الصلاة فی تمام .

کلمات حدیث: فَلْيُخَفِّفْ : اسے چاہئے کہ تخفیف کرے۔ خفَّفَ. تخفیفاً: تخفیف کرنا۔ فلیطوّل : اسے چاہئے کہ لمبا کرے، طوّل تطویلا: (باب تفعیل) لمبا کرنا طویل کرنا۔

شرح حدیث: اسلامی شریعت کے تمام احکام بندوں کے مصالح پر مشتمل ہیں چنانچہ اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام لوگوں کو نماز کی امامت کرائے تو ہلکی نماز پڑھائے کیوں کہ نمازیوں میں کمزور، بیمار اور بوڑھے بھی ہو سکتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جن کو کوئی ضرورت ہو اور طبرانی کی ایک روایت میں مرضع اور حامل کے بھی الفاظ آئے ہیں۔

بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں جو حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ارشاد ہے کہ تم میں سے جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی نماز پڑھائے کہ ان میں کمزور بوڑھے اور حاجت والے بھی ہوں گے۔

حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ اگر نمازیوں میں ان لوگوں میں سے کوئی نہ ہو تو نماز کی تطویل میں حرج نہ ہو لیکن ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ تخفیف کا حکم عام ہے اور ہر حال میں تخفیف مطلوب ہے، کیوں کہ احکام عام ہوتے ہیں اور نادر صورتوں پر قائم نہیں ہوتے، جیسے سفر میں قصر کی علت اگر چہ مشقت کا ہونا ہے لیکن حکم قصر عام ہے خواہ مشقت موجود ہو یا نہ ہو، اسی طرح تخفیف صلاۃ لازمی ہے خواہ وہ لوگ موجود ہوں یا نہ ہوں جن کی موجودگی کی بناء پر تخفیف کا حکم ہوا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی : ۱۵٤/٤، شرح الزرقانی : ۳۹۲/۱، روضة المتقین : ۲۷۹/۱)

امت پر رحم کھاتے ہوئے عمل چھوڑ دیتے تھے

۲۲۹. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : "اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَّعْمَلَ بِهٖ خَشْيَةَ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۲۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی وقت کسی عمل کو چھوڑ دیتے حالانکہ آپ ﷺ اس کو کرنا چاہتے، اس خیال سے کہ لوگ اس پر عمل کریں اور ان پر فرض ہو جائے۔

تخریج حدیث(۲۲۹): صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب تحریض النبی صلی اللّٰه علیه و سلم علی صلاة اللیل و النوافل . صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب صلاة الضحی و إن أقلها ركعتان .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کوئی عمل خیر کرنا چاہتے مگر بعض اوقات امت پر شفقت فرما کر اس کو نہ کرتے، اس خیال سے کہ اگر

آپ ﷺ نے اس عمل کا اہتمام کیا تو صحابۂ کرام بھی آپ ﷺ کو دیکھ کر اس عمل کو کریں گے اور اس طرح کہیں وہ عمل امت پر فرض نہ ہو جائے اور پھر امت کو اس فرض کی دائیگی میں مشقت کا سامنا کرنا پڑے۔

جیسے آپ ﷺ نے رمضان المبارک میں تین رات تراویح پڑھائی لیکن چوتھی رات آپ ﷺ تراویح کی امامت کے لئے باہر تشریف نہیں لائے، صحابۂ کرام نے انتظار فرمایا، بعد میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لئے نہیں آیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے اور تم اس سے عاجز ہو جاؤ۔

(فتح الباری : ۷۱۳/۱ ، شرح الزرقانی : ۴۳۴/۱ ، روضۃ المتقین : ۲۸۰/۱ ، دلیل الفالحین : ۸/۱)

امت کے لیے صوم وصال ممنوع ہے

۲۳۰. وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: نَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ فَقَالُوْا: اِنَّکَ تُوَاصِلُ ؟ قَالَ : "اِنِّيْ لَسْتُ کَهَيْئَتِکُمْ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَ يَسْقِيْنِيْ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
مَعْنَاهُ يَجْعَلُ فِيَّ قُوَّةَ مَنْ اَکَلَ وَشَرِبَ .

(۲۳۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے صحابۂ کرام پر رحم کرتے ہوئے انہیں صوم وصال سے منع فرمایا، صحابہ نے عرض کی کہ آپ ﷺ بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں رات اس طرح گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (متفق علیہ)

معنی یہ ہیں کہ مجھے ایسی قوت عطا فرما دیتا ہے جو اس شخص کو ملتی ہے جو کھاتا اور پیتا ہے۔

تخریج حدیث (۲۳۰): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الوصال . صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن الوصال فی الصوم .

کلمات حدیث: وِصَال، وَصَلَ وَصْلًا و وِصَالًا (باب ضرب) ملانا، ایک شئ کو دوسری شئ سے ملانا، مسلسل کھائے پیئے بغیر روزے رکھنا، دو یا زیادہ روزے اس طرح رکھنا کہ نہ ان کے درمیان سحری ہو اور نہ افطاری۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے صحابۂ کرام کو صوم وصال سے منع فرمایا تا کہ آپ ﷺ ان کو زحمت اور مشقت سے بچائیں، صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ بھی تقرب الی اللہ اور اس اعلیٰ مقام کے باوجود جس پر آپ ﷺ سرفراز ہیں صوم وصال رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کون میرا جیسا ہے، مجھے تو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ سبحانہ کی عظمت وجلال میں تفکر اور مشاہدہ تجلیات حق میں مصروف رہنے سے جو روحانی غذا حاصل ہوتی ہے وہ اس جسمانی غذا سے کہیں زیادہ تقویت دینے والی تھی، یعنی روحانی غذا انسان کو جسمانی غذا سے مستغنی کر دیتی

ہے۔ (عمدۃ القاری : ۱۱/۱۰٤ ، روضۃ المتقین : ۱/۲۸۱ ، دلیل الفالحین : ۲/۱۰)

بچوں کے رونے کی وجہ سے آپ کا نماز کو مختصر کرنا

۲۳۱۔ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ الْحَارِث ابْن رِبْعِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: "اِنِّیْ لَاَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَاُرِیْدُ عَنْ اُطَوِّلَ فِیْھَا. فَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ کَرَاھِیَۃَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّہٖ" رَوَاہُ الْبُخَارِیّ.

(۲۳۱) حضرت حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھانے کھڑا ہوتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ نماز طویل کردوں، پھر کسی بچے کی رونے کی آواز سن کر اپنی نماز کو مختصر کر دیتا ہوں، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بچے کی ماں پر دشواری ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۲۳۱): صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب من أخف الصلاۃ عند بکاء الصبی.

کلمات حدیث: اتجوّز : میں مختصر کرتا ہوں۔ تجوُّز فی الصلاۃ : نماز میں اختصار کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک دلیل ہے اس امر پر کہ امام اپنے مقتدیوں کا خیال رکھے اور ان پر شفقت و مہربانی کا رویہ اختیار کرے جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ ارادہ کرتا ہوں کہ نماز میں قرأت لمبی کروں کہ مجھے کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں پریشان نہ ہو کہ اس کا دل نماز میں بچے کی طرف لگا رہے گا، غرض امام کو اپنے مقتدیوں کے احوال کی رعایت رکھنی چاہئے، اور نماز پڑھانے میں اختصار سے کام لینا چاہئے۔ اختصار سے مراد قرأت کا اختصار ہے۔ ورنہ نماز کے سنن واستحباب کی پابندی بہرحال لازم ہے۔ (روضۃ المتقین : ۱/۲۸۱)

فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی حفاظت میں ہوتا ہے

۲۳۲۔ وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :" مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃَ الصُّبْحِ فَھُوَ فِیْ ذِمَّۃِ اللّٰہِ فَلَا یَطْلُبَنَّکُمُ اللّٰہُ مِنْ ذِمَّتِہٖ بِشَیْءٍ فَاِنَّہٗ مَنْ یَطْلُبْہُ مِنْ ذِمَّتِہٖ بِشَیْءٍ یُدْرِکْہُ ثُمَّ یَکُبُّہٗ عَلٰی وَجْھِہٖ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

(۲۳۲) حضرت جندب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی حفاظت میں ہے، دیکھو اللہ تمہیں اپنے ذمہ سے متعلق کسی بات کا مطالبہ نہ کرے، جس سے وہ مطالبہ کرے گا اس کو پکڑ کر چہرے کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۳۲): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العشاء و الصبح فی جماعۃ.

راوی حدیث: حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں مقیم ہوئے اور پھر بصرہ آ گئے۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے ۴۳ احادیث روایت کی ہیں کہ جن میں سے سات متفق علیہ ہیں۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں صبح کی نماز کی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی، کیوں کہ اس نماز میں کلفت زیادہ ہے کہ بندہ صبح کی نیند چھوڑ کر یہ کہتا ہوا کہ نماز نیند سے بہتر ہے، اللہ کے حضور میں حاضر ہو جاتا ہے تو اللہ سبحانہ اس سے اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ اسے اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں، اور بندہ صبح کی نماز پڑھ کر اللہ کے حفظ وامان میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس لئے صبح کی نماز کا اہتمام بہت ضروری ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ نماز صبح ادا کر کے بندہ دن بھر کوئی ایسا کام نہ کرے جو اللہ کے ذمہ اور اس کے عہد سے نکل جائے۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی شدید ہے۔ اگر اس نے کسی سے اپنے کسی حق کا مطالبہ کر دیا واہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو، وہ گرفت میں آ گیا اور جہنم میں ڈالدیا گیا، مقصود یہ ہے کہ اللہ کی خشیت اور خوف کے ساتھ صبح کی نماز کا اہتمام ہو اور پھر دن بھر پورا خیال رکھا جائے کہ کہیں کوئی معصیت سرزد نہ ہو جائے۔ أعاذنا اللہ من ذلك . (روضة المتقين : ۱/۲۸۲، دليل الفالحين : ۲/۱۲)

جو مسلمان کی حاجت پوری کرے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے

۲۳۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۳۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے۔ اور نہ اسے دشمن کے حوالے کرے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ اس کی حاجت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی کسی تکلیف کو دور کرتا ہے اللہ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کسی تکلیف کو دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۳۳): صحيح البخاری، كتاب المظالم، باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه . صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم .

کلمات حدیث: فَرَّجَ تفريجا (باب تفعیل) کشادگی پیدا کرنا، تکلیف اور غم دور کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس اُخوت کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر ظلم نہ کرے اور کسی اور کو اس کے اوپر زیادتی نہ کرنے دے بلکہ اس کی مدد کرے اور اس کی مدافعت کرے کہ جو مسلمان دوسرے مسلمان کی ضرورت پوری کرے اللہ اس کی ضرورت کی تکمیل فرمائے گا۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد اور نصرت فرماتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی نصرت و مدد کرتا رہتا ہے، اگر کوئی مسلمان

دوسرے مسلمان کی تکلیف دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی بڑی پریشانی دور فرما دیں گے۔ظاہر ہے دنیا کی تکلیف آخرت کی تکلیف اور پریشانی کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

اور اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کسی بڑے کام یا کسی ناشائستہ حرکت میں مبتلا دیکھے اور اس پر پردہ ڈال دے کہ کسی کے سامنے اس بات کا ذکر نہ کرے، لیکن بغیر کسی کو بتائے اسے نصیحت و فہمائش کرے تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اسکے عیوب پر پردہ ڈال دیں گے جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر اور اس کی برائیوں پر دنیا اور آخرت دونوں میں پردہ ڈال دیں گے۔ (روضة المتقين : ۱/۲۸۳)

کوئی مسلمان کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے

۲۳۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَخُوْنُه‘ وَلاَيُكَذِّبُه‘ وَلاَ يَخْذُلُهُ ،كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُه‘ وَمَالُه‘ وَدَمُه‘ اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا، بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۲۳۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس کی خیانت کرے، نہ اس سے جھوٹ بولے، نہ اسے رسوا کرے، ہر مسلمان کی عزت اس کا مال اور اس کی جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے، تقویٰ یہاں ہے، کسی مسلمان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو حقیر سمجھے۔(ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)

تخریج حدیث(۲۳۴): الجامع للترمذی، ابو اب البر، باب ماجاء في شفقة المسلم على المسلم.

کلمات حدیث: لا يَخذُلُه‘ : اسے رسوا نہ کرے۔ خذل، خذلاً (باب نصر) مدد چھوڑ دینا، یعنی اس کی مدد اور نصرت نہ چھوڑے اور اس طرح بے یار و مددگار اور رسواء ہو جائے۔

شرح حدیث: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور اس رشتۂ اُخوت کا تقاضا ہے کہ مسلمان باہم ایک دوسرے کی خیانت نہ کریں، آپس میں ایک دوسرے سے جھوٹ نہ بولیں اور نہ ایک دوسرے کو اس طرح بے یار و مددگار چھوڑ دیں کہ وہ ظلم کے حوالے ہو جائے، اور کوئی اس کی مدد کرنے والا نہ ہو، بلکہ تمام مسلمانوں کے درمیان نیکی اور تقوٰی کے کاموں میں تعاون، ایک دوسرے کی مدد اور نصرت ہونی چاہئے کہ اگر کوئی کسی پر ظلم کر رہا ہے تو ظالم کو دفع کرنا چاہئے اور مظلوم کو ظلم سے بچانا چاہئے یا کوئی مسلمان کسی برے کام میں مبتلا ہو تو اس کو اس کام سے روکنا چاہئے اور نصیحت کرنی چاہئے ، کیوں کہ اسے برے کام سے نہ روکنا اس کی فضیحت کا سامان کرنا اور حشر کے میدان میں اسے رسواء ہونے کے لئے چھوڑ دینا ہے۔

ہر مسلمان کی جان مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان کے لئے محترم ہے، اس لئے کوئی مسلمان کسی مسلمان کی عزت پر حرف زنی نہ

کرے کہ اس کی غیبت کرے، اسے برا بھلا کہے اور اس کی نسبت پر عیب لگائے، نہ اس کے جان و مال پر کوئی زیادتی کرے، مسلمان کی جان و مال اور عزت کی حرمت کتاب و سنت کے متعدد دلائل سے ثابت ہے اور اس پر اجماع امت ہے۔

ایک مسلمان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو حقیر سمجھے، تقویٰ کا مقام قلب ہے، کسی مسلمان کو حقیر سمجھنا گناہ عظیم ہے کہ اس کا منشاء تکبر ہے اور تکبر بہت بڑا گناہ اور جرم عظیم ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کے قلب میں ذرہ برابر تکبر ہوگا جنت میں داخل نہیں ہوگا اور حدیث نبوی میں تکبر کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں کہ تکبر حق کا چھپانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔ مسلمان کو سلام نہ کرنا یا اس کے سلام کا جواب نہ دینا بھی تکبر میں داخل ہے۔ (دلیل الفالحین: ۲/ ۱۴، روضۃ المتقین: ۱/ ۲۸۴)

مسلمان کی جان و مال اور عزت کو نقصان پہنچانا حرام ہے

۲۳۵۔ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا، اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ. اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا" وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ "بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

" اَلنَّجْشُ": اَنْ يَزِيْدَ فِیْ ثَمَنِ سِلْعَةٍ يُنَادٰى عَلَيْهَا فِی السُّوْقِ وَنَحْوِهٖ وَلَا رَغْبَةَ لَهٗ فِیْ شِرَائِهَا بَلْ يَقْصِدُ اَنْ يَغُرَّ غَيْرَهٗ وَهٰذَا حَرَامٌ " وَالتَّدَابُرُ": اَنْ يُعْرِضَ عَنِ الْاِنْسَانِ وَيَهْجُرَهٗ وَيَجْعَلَهٗ كَالشَّیْءِ الَّذِیْ وَرَآءَ الظَّهْرِ وَالدُّبُرِ.

(۲۳۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپس میں حسد نہ کرو، نہ خرید و فروخت میں ایک دوسرے پر بولی دو، نہ بغض رکھو اور بے رخی اور اعراض مت کرو، ایک دوسرے کے سودے پر سودا مت کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو حقیر سمجھتا ہے اور نہ رسوا کرتا ہے، تقویٰ یہاں ہے، آپ ﷺ نے سینہ مبارک کی جانب تین مرتبہ اشارہ فرمایا، آدمی کی برائی کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر خیال کرے۔ ہر مسلمان کی جان و مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے (مسلم)

نجش کے معنی ہیں کہ بازار میں اگر کوئی شئے فروخت ہو رہی ہے تو اس کی قیمت بڑھا کر بتائے حالانکہ خود لینے کا ارادہ نہ ہو بلکہ دوسرے کو دھوکہ دینا مقصود ہو، اور یہ حرام ہے، تدابر کے معنی ہیں کسی انسان کو چھوڑ دینا اور اس سے اعراض کرنا جیسے کوئی چیز پس پشت ڈال دی ہو۔

تخریج حدیث (۲۳۵): صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظن والتجسس.

کلمات حدیث: لَا تَحَاسَدُوْا: آپس میں حسد نہ کرو، حسد کے معنی یہ تمنا کرنے کے ہیں کہ فلاں شخص کے پاس جو نعمت ہے وہ اس

سے جاتی رہے۔ لا تناجشوا: نجش نہ کرو، نجش کے معنی ہیں بازار میں بولی لگانے کے وقت بڑھا کر قیمت بتانا جبکہ خود لینے کی نیت نہ ہو بلکہ دوسروں کو دھوکہ میں ڈال کر بیچنے والے کے سامان کی قیمت بڑھانا مقصود ہو، تاکہ لوگ اس شئے کو زیادہ قیمت میں خرید لیں۔ لا تباغضوا: آپس میں بغض نہ رکھو۔ لا تدابروا: آپس میں بے رخی اور بے اعتنائی نہ اختیار کرو۔

شرح حدیث: باہمی معاملات کی ان خرابیوں کی نشاندہی کی گئی جو ایک مسلمان کے شایانِ شان نہیں اور اس پر لازم ہے کہ وہ ان امور سے اجتناب کرے، سب سے پہلے حسد سے منع فرمایا جو ایک بہت بری اخلاقی بیماری ہے کہ انسان یہ چاہے کہ اللہ نے فلاں کو جو اپنی نعمت سے نوازا ہے وہ اس سے چھن جائے اور جاتی رہے، تناجش اور تباغض سے منع فرمایا یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بغض اپنے دل میں رکھے، مؤمن اللہ کا محبوب ہے اللہ کے محبوب سے بغض رکھنا کتنی بڑی برائی ہوگی، اور فرمایا ایک دوسرے سے اعراض نہ کرو۔

بیع پر بیع کرنے سے بھی منع فرمایا، اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے خیار مجلس یا خیار شرط سے بیع کی ہو تو دوسرا شخص خیار کے زمانے میں بائع سے کہے کہ اس سودے کو منسوخ کردو، میں زیادہ قیمت میں لے لوں گا، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر بائع نے پہلی بیع منسوخ کر کے دوسرے کو وہ شئے فروخت کردی تو بیع منعقد ہوگی لیکن ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا۔

فرمایا کہ یہ اخلاقی اور معاشرتی برائیاں ترک کر کے آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ اور اپنی زندگی کے تمام معاملات کو اخوت، ہمدردی، دیانت، محبت ومودت اور حسن معاملہ پر استوار کرو۔

(صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۶/۹۷، روضة المتقین: ۱/۲۸٤، نزهة المتقین: ۱/۲۳۷)

جو اپنے لیے پسند کرے اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرے

۲۳٦۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ." مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۲۳٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۳٦): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیه. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من خصال الایمان ان یحب لغیره ما یحب لنفسه من الخیر.

شرح حدیث: ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث میں ایمان سے ایمانِ کامل مراد ہے یعنی اس شخص کا ایمان کامل ہوگا جو اپنے بھائی کے لئے وہی چاہے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے، ایک روایت میں من الخیر کے الفاظ بھی ہیں یعنی جس خیر کو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی دوسرے مسلمان کے لئے پسند کرے خواہ خیر دنیوی ہو یا اخروی مثلاً دنیا میں صحت وعافیت، راحت ورزق اور اولاد اور آخرت کی خیر میں آخرت کی نجات، اللہ اور رسول کی رضا اور خاتمہ بالخیر۔

(روضة المتقين : ۱/۲۸۵ ، شرح مسلم للنووى ، دليل الفالحين :۳/۱۳ ، مظاهر حق جديد : ٤/٥٤٠)

ظالم کو ظلم سے باز رکھ کر اس کی مدد کرو

۲۳۷. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم : "اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِماً اَوْ مَظْلُوْماً" فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْصُرُه‘ اِذَا كَانَ مَظْلُوْمًا ، اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ اَنْصُرُه‘؟ قَالَ : "تَحْجُزُه‘ اَوْ تَمْنَعُه‘ مِنَ الظُّلْمِ ؛ فَاِنَّ ذٰلِکَ نَصْرُه‘" رَوَاهُ الْبُخَارِیُ .

(۲۳۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم، ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ، مظلوم کی تو مدد کروں گا، ظالم کی میں کیسے مدد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو ظلم کرنے سے باز رکھو، یہی اس کی مدد ہے۔(بخاری)

تخریج حدیث(۲۳۷): صحيح البخاری، کتاب المظالم، باب أَعِنْ اخاك ظالما أو مظلوما .

کلمات حدیث: تحجزه : اسے روکو۔ حجز حجزًا (باب نصر): منع کرنا، روکنا۔

شرح حدیث: ظلم اور زیادتی سے معاشرے میں ایک ہمہ گیر فساد پھیلتا ہے، اس لئے اسلامی تعلیم یہ ہے کہ ہر شخص کو ظلم کرنے سے روکا جائے، حدیث مبارک فصاحت و بلاغت کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم، مظلوم کی مدد تو یہ ہے کہ اسے ظلم سے بچایا اور تحفظ دلایا جائے اور ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم سے باز رکھا جائے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ ظالم اپنی ذات میں مظلوم ہی ہے کہ اس کے ظلم و زیادتی کا وبال اور عذاب اس دنیا میں بھی اس پر پڑے گا اور آخرت میں بھی، تو مآل کار وہ خود مظلوم ہو گیا، اور اس طرح خود اسے تنبیہ کی گئی کہ وہ ظلم سے باز رہے۔ ابن حبان کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ظالم کو ظلم سے روک دینا ہی اس کی مدد کرنا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ مظلوم کی مدد یہ ہے کہ ظالم سے لے کر اس کا حق اسے دیدیا جائے اور ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کے نفس سے یہ حق لیا جائے۔

(فتح الباری : ۲/۱٤ ، روضة المتقين : ۱/۲۸٦)

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں

۲۳۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ : رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَآئِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَ فِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ : اِذَا لَقِيْتَه‘ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَاِذَا دَعَاکَ فَاَجِبْهُ، وَاِذَا اسْتَنْصَحَکَ فَانْصَحْ لَه‘، وَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ، وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ،

وَاِذَا مَاتَ فَاتْبَعْهُ“

(۲۳۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا، دعوت کو قبول کرنا اور چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو اسے یرحمک اللہ کہہ کر جواب دینا۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کے حق چھ ہیں: جب تو اس سے ملے تو اسے سلام کر اور جب تجھے بلائے تو اس کی دعوت قبول کر، جب تجھ سے خیر خواہی چاہے تو اس کی خیر خواہی کر اور جب وہ چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے، جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرے اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے۔

تخریج حدیث (۲۳۸): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم علی المسلم رد السلام .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں، ایک روایت میں ہے کہ چھ حقوق ہیں۔ سب سے پہلے سلام کا جواب دینا ہے جو کہ اہل اسلام کی خصوصیت اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔ سلام کرنا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت اور فرشتوں کا شعار ہے، فرشتے اہل جنت کو سلام کریں گے اور اہل جنت بھی باہم سلام کریں گے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر شخص معین کو سلام کیا جائے تو اس پر سلام کا جواب دینا فرض عین ہے۔

بیمار کی مزاج پرسی کرنا، فقہاء نے فرمایا کہ عیادت سنت مؤکدہ ہے، اور جمہور فقہاء کے نزدیک مندوب ہے، عیادت مریض کے وقت ضروری ہے کہ اس کا حال معلوم کرے اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے اور اس کے حق میں دعا کرے، اور غیر ضروری طور پر مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھے۔

جنازے کے ساتھ جانے کا بہت اجر وثواب ہے۔ بالخصوص اگر آدمی کو اپنی موت یاد آئے تو اس کا بہت فائدہ ہے۔

دعوت میں بلایا جائے تو دعوت میں جائے۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی کو ولیمہ کی دعوت میں بلایا جائے تو ضرور جائے، اس لئے فقہاء نے فرمایا کہ ولیمہ کی دعوت میں شرکت واجب اور باقی دعوتوں میں شرکت مستحب ہے۔

اگر کسی کو چھینک آئے اور وہ بعد میں الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے، تین مرتبہ تک اور امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ سنت کفایہ ہے یعنی اگر حاضرین میں سے ایک شخص یرحمک اللہ کہہ دے تو سب کی طرف سے ہو جائے گا۔

فتح الباری : ۱/۷۵۵ ، روضة المتقین : ۱/۲۸۶، شرح مسلم للنووی .

سات باتوں کا حکم اور سات باتوں سے ممانعت

۲۳۹. وَعَنْ اَبِیْ عُمَارَةَ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّم بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ : اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ، وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ .وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيْمَ اَوْتَخَتُّمٍ بِالذَّهَبِ وَعَنْ شُرْبٍ بِالْفِضَّةِ، وَعَنِ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ، وَعَنِ الْقَسِّيِّ، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ : وَاِنْشَادِ الضَّالَّةِ" فِي السَّبْعِ الْاَوَّلِ.

"اَلْمَيَاثِرُ": بِيَاءٍ مُثَنَّاةٍ قَبْلَ الْاَلِفِ وَثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ بَعْدَهَا وَهِيَ جَمْعُ مَيْثَرَةٍ وَهِيَ شَيْءٌ يُتَّخَذُ مِنْ حَرِيْرٍ وَيُحْشٰى قُطْنًا اَوْ غَيْرَهُ وَيُجْعَلُ فِي السَّرْجِ وَكُوْرِ الْبَعِيْرِ يَجْلِسُ عَلَيْهِ الرَّاكِبُ ." وَالْقَسِّيُّ" : بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ الْمُشَدَّدَةِ وَهِيَ ثِيَابٌ تُنْسَجُ مِنْ حَرِيْرٍ وَكَتَّانٍ مُخْتَلَطَيْنِ." وَاِنْشَادِ الضَّالَّةِ" :تَعْرِيْفُهَا .

(۲۳۹) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا اور سات باتوں سے منع فرمایا ہمیں حکم دیا کہ ہم مریض کی عیادت کریں، جنازہ کے پیچھے چلیں، چھینکنے والے کا جواب دیں، قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کریں، مظلوم کی مدد کریں داعی کی دعوت پر لبیک کہیں اور سلام کو عام کریں، اور آپ ﷺ نے ہمیں منع فرمایا سونے کی انگوٹھی پہننے سے، چاندی کے برتن میں پانی پینے سے، سرخ ریشمی گدوں پر بیٹھنے سے، قسی کے کپڑے پہننے سے اور ریشم استبراق اور دیباج پہننے سے منع فرمایا۔(متفق علیہ)

ایک اور روایت میں پہلی سات باتوں میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنا بھی ہے۔ المیاثر میثرة: کی جمع ہے جو ریشم سے بنتی ہے اور اس میں روئی بھری جاتی ہے اور اس کو گھوڑوں کی کاٹھیوں اور اونٹوں کے کجاوہ پر رکھا جاتا ہے، اور اس پر سوار بیٹھتا ہے۔ القسی : ایسے کپڑے جو ریشم اور سوت سے ملا کر بنائے جاتے ہیں۔ انشاد الضالة : کے معنی گمشدہ چیز کے بارے میں اعلان کرنے کے ہیں۔

تخریج حدیث(۲۳۹): صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز . صحيح مسلم كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب و الفضة على الرجال و النساء .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے سات باتوں کا حکم فرمایا اور سات باتوں سے منع فرمایا، ان میں سے بعض امور گزشتہ حدیث میں بیان ہو چکے ہیں۔ اس حدیث میں جو امور زائد مذکور ہوئے وہ اس طرح ہیں۔ قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کرنا۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی پر اعتماد کر کے قسم کھائے کہ فلاں شخص فلاں کام ضرور کر دے گا تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کام کو کر کے قسم کھانے والے کو قسم سے بری کر دے بشرطیکہ وہ ناجائز کام نہ ہو۔ جہاں کسی مسلمان پر ظلم و زیادتی ہو رہی ہو اس کا دفاع کرے اور اسے ظلم سے بچائے۔ حدیث مبارک میں سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا گیا۔ اسلام نے سونے کا استعمال صرف عورتوں کیلئے جائز قرار دیا ہے اور مردوں کیلئے حرام قرار دیا ہے۔ نیز چاندی کے برتن میں پانی پینے سے منع فرمایا، غرض سونے چاندی اور ریشم کا استعمال مردوں پر حرام ہے۔

(فتح الباري : ۷۵۵/۱، عمدة القاري ، روضة المتقين . /۲۸۷ ، دليل الفالحين : ۲۲/۲)

اَلبَاب (۲۸)

ستر عورات المسلمین والنهي عن إشاعتها لغیر ضرورة
مسلمانوں کی پردہ پوشی اوران کے عیوب کی تشہیر کی ممانعت

۱۰۰. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مؤمنوں میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔''

(النور:۱۹)

تفسیری نکات: مسلم معاشرے میں بے حیائی کی باتیں کرنا اوران کو پھیلانا ایک سنگین اخلاقی برائی ہے، کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ بلا ثبوت جو چاہے کہتا پھرے۔ چنانچہ فرمایا کہ جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی باتیں اور فواحش پھیلاتے ہیں ان کو دنیا و آخرت دونوں جگہ عذاب الیم ہوگا۔ فواحش اور برائیوں کو پھیلنے سے روکنے کا مؤثر طریقہ یہی ہے کہ ان کی اشاعت روکی جائے، کیوں کہ بے حیائی کی خبروں کو شہرت دینے سے ان جرائم کی ہولناکی کا تأثر لوگوں کے دلوں میں کمزور ہو جاتا ہے اور ان میں ان گناہوں کے ارتکاب کی جرأت بڑھ جاتی ہے۔ (معارف القرآن : ۶/ ۳۸۰)

مسلمان کے عیوب کی پردہ پوشی کا حکم

۲۴۰. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : '' لَا یَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِی الدُّنْیَا اِلَّا سَتَرَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۴۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ کسی بندہ کی دنیا میں پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

تخریج حدیث (۲۴۰): صحیح مسلم، کتاب البر، باب بشارة من ستر عیبه فی الدنیا بأن یستر علیه فی الآخرة

شرح حدیث: حدیث مبارک میں مسلمانوں کے عیوب پر پردہ ڈالنے کی ترغیب دی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ یہ ایک بڑی اخلاقی فضیلت ہے اور اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمادے گا اور اس کے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور اسے قیامت کی باز پرس سے بچالے گا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے دو مفہوم ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائیں گے اور اس کے عیوب کی تشہیر نہ ہونے دیں گے۔ دوسرے یہ کہ اللہ اس کا محاسبہ نہیں فرمائیں گے اور اس کے گناہوں کا ذکر بھی نہ ہوگا۔

(شرح مسلم للنووی : ١٦/ ١١٤ ، دلیل الفالحین : ٢/ ٢٤ ، روضة المتقین : ١/ ٢٨٩)

گناہ کا اظہار بھی گناہ ہے

۲۴۱۔ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "كُلُّ أُمَّتِيْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ، وَاِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ اَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلاً ثُمَّ يُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ: يَافُلاَنُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهٗ رَبُّهٗ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَاللّٰهِ عَنْهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۴۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے تمام لوگوں کو معاف کر دیا جائے گا سوائے ان کے جو خود اپنے عیوب کا چرچا کرتے ہیں۔ ان کا چرچا یہ ہے کہ آدمی رات کو کوئی برا کام کرتا ہے، صبح ہوتی ہے اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی ہوئی ہوتی ہے مگر وہ کہتا ہے کہ اے فلاں میں نے رات فلاں فلاں کام کیا، حالانکہ اللہ نے اس پر پردہ ڈالدیا تھا مگر وہ اللہ کے ڈالے ہوئے پردہ کو چاک کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۴۱): صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ستر المؤمن علی نفسه . صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب النهی عن هتك الانسان ستر نفسه .

کلمات حدیث: المجاهرین : اعلان کرنے والے، چرچا کرنے والے، مجاهر کی جمع ۔ جاهَرَه ۔ مجاهرة (باب مفاعلہ) کھلم کھلا ظاہر کرنا۔ جَهَر جهرًا : آواز بلند کرنا۔

شرح حدیث: انسان خطا اور نسیان کا مرکب ہے اور بحیثیت انسان کوئی غلطی سرزد ہوسکتی ہے اور آدمی کسی برائی میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت میں تقاضائے انسانیت اور شرافت یہ ہے کہ آدمی شرمندہ ہو اور توبہ اور ندامت کے ساتھ اللہ کی جانب رجوع کرلے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرمادیں گے۔

لیکن اگر کوئی آدمی برا کام کرکے لوگوں کے درمیان اس کی تشہیر کرتا پھرے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے قلب ودماغ پر شیطان کا تسلط قائم ہو چکا ہے اور اس کے دل میں اللہ کا خوف اور اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی عظمت واہمیت باقی نہیں رہی، یہ شخص اس حرکت سے توبہ کی توفیق سے محروم ہوجاتا ہے اور غضب الٰہی کا نشانہ بن جاتا ہے۔ أعاذنا اللّٰه من ذلك .

(روضة المتقین : ١/ ٢٩٠ ، دلیل الفالحین : ٢/ ٢٥)

باندی بار بار زنا کرے تو اس کو فروخت کردو

۲۴۲۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلاَ يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّانِيَةَ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلاَ يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ

مِنْ شَعَرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . "اَلتَّثْرِيْبُ" اَلتَّوْبِيْخُ .

(۲۴۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ باندی زنا کرے اور اس کا زنا واضح ہوجائے تو اسے حد لگائی جائے اور اس کو برا بھلا نہ کہا جائے، دوبارہ زنا کرے تو پھر حد لگائی جائے اور برا بھلا نہ کہا جائے، پھر اگر تیسری بار زنا کرے تو اسے فروخت کردے اگرچہ بالوں کی رسی کے بدلے ہی کیوں نہ ہو۔ (متفق علیہ) تثریب کے معنی برا بھلا کہنے کے ہیں۔

تخریج حدیث(۲۴۲): صحيح البخاري، كتاب العتق، باب كراهية التطاول على الرقيق . صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب رجم اليهود وأهل الذمة في الزنا .

کلمات حدیث: فَلْيَجْلِدْهَا : اسے کوڑے مارے۔ جَلَدَ جلدًا (باب ضرب) کوڑے مارنا۔ لَا يُثَرِّبْ : اسے برا بھلا نہ کہے۔ تثریب (باب تفعیل) کسی کو برا کہنا اور اس کے فعل پر اسے برا بھلا کہنا۔

شرح حدیث: باندی اگر زنا کرے تو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک مالک اسے خود حد لگا سکتا ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حد جاری کرنا صرف سلطان کا حق ہے۔ غیر سلطان کو حد لگانے کی اجازت نہیں ہے۔

(اعلاء السنن : ۵۸۰/۱۱ ، دليل الفالحين : ۲/۲٦)

شراب پینے والے کی سزا

۲۴۳۔ وَعَنْهُ قَالَ : اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ خَمْرًا قَالَ: "اضْرِبُوْهُ" قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ : فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: اَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ : " لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا ، لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۲۴۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا اسے مارو، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے ہاتھ سے مارا، کسی نے جوتے سے مارا اور کسی نے کپڑے سے مارا، جب وہ چلا گیا تو لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ اللہ تجھے رسوا کرے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح نہ کہو، اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۲۴۳): صحيح البخاري، كتاب الحدود، باب ما يكره من لعن شارب الخمر .

کلمات حدیث: لا تُعِيْنُوا : اعانت نہ کرو۔ أَعَانَ، إِعَانَةً (باب افعال) اعانت کرنا۔ أعان عليه : اس کے خلاف دوسرے کی اعانت کی۔

شرح حدیث: شرب خمر (مے نوشی) حدود کے جرائم میں سے ایک جرم ہے اور اس کی حد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اسی کوڑے ہیں۔ زمانۂ نبوت ﷺ میں مے نوشی کے واقعات بہت کم ہوئے اور اسی طرح حضرت ابوبکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بھی مے نوشی کے واقعات پیش نہیں آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مے نوشی کے متعدد واقعات پیش آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسّی کوڑے کی سزا جاری فرمائی اور اس پر اجماع صحابہ منعقد ہوگیا۔

(المغنی لابن قدامه : ۳۰۷/۸ ، فتح الباری : ۱۱۷/۱ ، شرح المؤطا للزرقانی : ۱۸۲/٤)

البَابُ (۲۹)

باب فی قضاء حوائج المسلمین
مسلمانوں کی ضرورتیں پوری کرنے کا بیان

۱۰۱ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ:

﴿ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۩ ﴿٧٧﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور نیک کام کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (الحج:۷۷)۔

تفسیری نکات: خیر کے معنی ہر نیکی کے ہیں، خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، دینی ہو یا دنیاوی، یعنی ہر عمل صالح خیر ہے اور عمل صالح وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے مطابق ہو اور اس کی رضا کے حصول کے لئے ہو اور فلاح کے معنی ہیں دنیا اور آخرت کی کامیابی، مطلب یہ ہے کہ اعمال صالحہ کرتے رہو، اس سے تمہیں دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہوگی۔

اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کے فضائل

۲۴۴. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُه' وَلَا يُسْلِمُه'، مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۴۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو بے سہارا چھوڑے۔ جو شخص اپنے بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتیں پوری فرماتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی کسی تکلیف کو دور کرتا ہے اللہ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کسی تکلیف کو دور فرمائے گا اور جو کوئی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۴۴): صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه . صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم .

کلمات حدیث: كُرْبَةٌ : پریشانی۔ كَرَبَ كَرْبًا (باب نصر) پریشان کرنا، غمگین کرنا۔ سَتَرَ : چھپایا، پردہ ڈالا۔ ستر، ستراً (باب نصر) چھپانا۔ مستور : پوشیدہ۔

شرح حدیث: ظلم ہر صورت میں اور ہر حالت میں حرام ہے اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ کسی مسلمان پر ظلم ہوتا ہوا دیکھے تو اسے

بچائے اور اس کو ظلم سے نجات دلائے اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کسی ضرورت کو پورا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرمائیں گے، ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کی حاجت روائی کا ثواب ساری عمر کی بندگی کے برابر ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے مضطر بھائی کی مدد کرے اللہ تعالیٰ اس دن اس کو ثابت قدم رکھیں گے، جس دن پہاڑ بھی اپنی جگہ نہ ٹھہر سکیں گے۔ حدیث مبارک میں کُـرْبَۃ کالفظ ہے جس میں تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ صاف ظاہر ہے دنیا کی مصیبت کے مقابلہ میں آخرت کی مصیبت عظیم ہے، اور اس کے سامنے دنیا کی مصیبت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

اس حدیث کی شرح باب ۲۷ میں گزر چکی ہے۔

جس جگہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے رحمت کے فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں

۲۴۵. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُّؤْمِنٍ کُـرْبَةً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ، وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ، وَمَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰی یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ وَ غَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ. وَمَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۴۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مؤمن کی دنیاوی مصیبت کو دور کرے گا اللہ اس سے قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور فرمائے گا اور جو شخص کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے اور جو شخص حصول علم کے راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے راستے آسان فرما دے گا اور اگر کچھ لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوں تا کہ اللہ کی کتاب کی تلاوت کریں اور اس کا درس دیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت الٰہی انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے قریب رہنے والے فرشتوں میں فرماتے ہیں اور جس کا عمل اسے پیچھے چھوڑ جائے اس کا نسب اس کو آگے نہیں لے جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۴۵): صحیح مسلم، کتاب الدعوات، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن.

کلمات حدیث: غشیتهم : انہیں ڈھانپ لیا، ان پر چھا گئی۔ غَشِیَ غشیاً (باب سمع) ڈھانپنا، چھا جانا۔ حفتهم : انہیں گھیر لیا۔ حَفَّ، حفاً (باب نصر) گھیرنا۔ بطأ : مؤخر کر دیا، پیچھے چھوڑ دیا۔

شرح حدیث: قیامت کی کسی مصیبت کا دنیا کی کسی بڑی سے بڑی مصیبت سے بھی مقابلہ نہیں ہوسکتا، اس دن کی مصیبت تو ایسی ہوگی کہ ﴿ تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ أَرْضَعَتْ ﴾ ماں اپنے شیر خوار بچہ سے غافل ہوجائے گی، دنیا میں لوگوں کے کام آنا، ان کی تکلیف دور کرنا اور ان کی پریشانی کو رفع کرنا اس قدر عظیم اجروثواب کا کام ہے کہ اللہ اس کے صلے میں قیامت کی مصیبت سے نجات عطا فرمائیں گے۔

قیامت کا دن بہت کٹھن اور بہت سخت ہوگا، دنیا میں کسی تنگی سے نکالنا اور اس کی دشواری کو دور کرنا ایسی بڑی نیکی ہے جس کے صلہ میں آخرت کی تنگی اور سختی سے نجات مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اعانت ونصرت فرماتے رہیں گے جب تک وہ دنیا میں اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا رہے گا۔

اللہ کی کتاب کی تلاوت کے لئے اور اس کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے اگر کوئی جماعت اللہ کے گھر میں یا کسی اور جگہ اکھٹا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتے ہیں ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور فرشتوں کی مجلس میں اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتے ہیں۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اگر بندہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس مجلس میں یاد کرتا ہوں جو انسان کی مجلس سے بہتر ہے اور جو علم دین کے حصول کے لئے کسی راستے پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں، سکینت سے مراد اطمینانِ قلب اور رحمت سے مراد اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جن گھروں میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے وہ آسمان والوں کے لئے اس طرح چمکتے ہیں جیسے زمین والوں کے لئے آسمان کے ستارے۔

آخرت کی فلاح دنیا میں اعمال صالحہ پر موقوف ہے۔ وہاں کوئی رشتہ اور نسب کام نہیں آئے گا، بلکہ ہر ایک کے درجات اس کے عمل کے مطابق ہوں گے، ﴿ وَلِكُلٍّ دَرَجَٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ﴾ رسول کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے فاطمہ! جو چاہو پوچھ لو، میں اللہ کی گرفت سے کچھ بھی نہیں بچا سکتا۔

(شرح مسلم للنووی: ۱۸/۱۷، روضة المتقین: ۲۹۲/۱، دلیل الفالحین: ۲۹/۲)

الباب (۳۰)

باب الشفاعة

شفاعت کا بیان

۱۰۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَّهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''جوشخص نیک بات کی سفارش کرے تو اس کو اس کے ثواب میں حصہ ملے گا'' (النساء:۸۵)

تفسیری نکات: شفاعت کے لفظی معنی جوڑنے اور ملانے کے ہیں، اور مراد یہ ہے کہ اگر طالب حق کمزور ہو اور اپنا حق خود نہ لے سکتا ہو تو اس کے ساتھ اپنی قوت ملا کر اسے قوی کر دیا جائے یا بیکس اکیلے شخص کے ساتھ مل کر اسے جوڑا بنا دیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جائز شفاعت کے لئے ایک شرط تو یہ ہے کہ جس کی شفاعت کی جائے اس کا مطالبہ حق اور جائز ہو، دوسرے یہ کہ وہ اپنے مطالبہ کو بوجہ کمزوری خود بڑے لوگوں تک نہیں پہنچا سکتا تو آپ پہنچا دیں۔ بالفاظ دیگر خلاف حق سفارش کرنا یا دوسروں کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کرنا شفاعت سیئہ ہے اور سفارش میں اپنے تعلق یا مرتبہ سے دباؤ ڈالنا ظلم ہے اور شفاعت سیئہ ہے، یعنی جوشخص کسی کے جائز حق اور جائز کام کی جائز طریقہ پر سفارش کرلے تو اس کو ثواب کا حصہ ملے گا۔ (معارف القرآن : ۲/۴۹۷)

----

۲۴۶. وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَ شْعَرِىْ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ طَالِبُ حَاجَةٍ أَقْبَلَ عَلٰى جُلَسَآئِهٖ فَقَالَ: "اشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا وَيَقْضِى اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا أَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ : "مَاشَآءَ."

(۲۴۶) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی طالب حاجت آتا آپ ﷺ حاضرین کی جانب متوجہ ہو کر فرماتے کہ شفاعت کرو تمہیں اس کا اجر ملے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی زبان سے جو فیصلہ پسند ہو وہ کرا دیتا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ جو چاہے فیصلہ کرا دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۴۶): صحيح البخارى، كتاب الزكوة، باب التحريض على الصدقة . صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب الشفاعة فيما ليس بحرام .

کلمات حدیث: اِشْفَعُوا : شفاعت کرو، شفاعت۔ سفارش۔ اشفعوا تو جروا : شفاعت کرو تمہیں اجر ملے گا۔

شرح حدیث: اگر کوئی شخص کمزوری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اپنا حق نہ لے سکے تو اس کے حق میں سفارش کر کے حق دلا دینا باعث اجر و ثواب ہے، جائز اور حق کام میں سفارش جائز ہے اور ناجائز کاموں میں اور ناجائز طریقے سے ناجائز ہے۔ حدود کے اسقاط

کے لئے سفارش حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے جو فیصلہ چاہتے ہیں کرا دیتے ہیں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے، وہ جو فرماتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے وحی ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ آخرت میں اجر وثواب عطا کرنا اللہ ہی کا کام ہے اور جب رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ شفاعت کرو تمہیں اجر ملے گا تو یہ اللہ ہی کا فیصلہ ہے جو لسان نبوت پر جاری ہوا۔

(فتح الباری : ۱/۸۳۰، شرح مسلم للنووی : ۱۶/۱۴۶، روضة المتقین : ۱/۲۹۴)

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی سفارش

۲۴۷. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ قِصَّةِ بَرِيْرَةَ وَزَوْجِهَا ، قَالَ : قَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَوْ رَاجَعْتِهِ ؟" قَالَتْ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، تَامُرُنِيْ ؟ قَالَ : "اِنَّمَا اَشْفَعُ" قَالَتْ : لاَ حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۲۴۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بریرہ اور ان کے شوہر کے قصے میں روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے شوہر سے رجوع کر لو، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، آپ ﷺ مجھے حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سفارش کر رہا ہوں، انہوں نے کہا کہ مجھے ان کی حاجت نہیں ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۲۴۷): صحیح البخاری ، کتاب الطلاق ، باب شفاعة النبی ﷺ فی زوج بریرة .

شرح حدیث: حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں، ان کا نکاح دور غلامی میں مغیث نامی ایک سیاہ فام غلام سے ہو گیا تھا، حضرت بریرہ آزاد ہو گئیں تو انہیں شرعی قانون کے مطابق یہ اختیار حاصل ہوا کہ وہ چاہیں تو پہلے نکاح کو برقرار رکھیں اور چاہیں تو ختم کر دیں، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے نکاح ختم کر دینے کو ترجیح دی۔

حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی، وہ ان کے فراق میں مدینہ کی گلیوں میں روتے پھرتے تھے، یہاں تک کہ ان کے آنسو بہہ کر ان کی داڑھی پر آ جاتے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ حال دیکھا تو رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ بریرہ کو مغیث سے رجوع کرنے کے لئے کہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت بریرہ سے اپنے شوہر سے مفارقت کے فیصلے کو واپس لینے اور شوہر سے مراجعت کے لئے کہا، انہوں نے دریافت کیا، یا رسول اللہ کیا آپ مجھے حکم فرما رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ سفارش کر رہا ہوں، بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے، یعنی وہ اپنے فیصلے پر قائم ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سفارش پر عمل کرنا لازم نہیں ہے۔ (فتح الباری : ۲/۱۰۹۸، روضة المتقین : ۱/۲۹۵)

الباب (۳۱)

باب الاصلاح بین الناس
لوگوں کے درمیان مصالحت

۱۰۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿لَاخَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَىٰهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ ٱلنَّاسِ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''لوگوں کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہے سوائے اس کے کہ کوئی حکم دے صدقہ کا یا اچھے کام کا یا لوگوں کے درمیان صلح کراوینے کا۔'' (النساء:۱۱۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے باہمی مشورے اور سرگوشیاں جو آخرت کی فکر سے بے پرواہ ہو کر محض چندروزہ دنیا کے وقتی منافع کے لئے ہوتی ہیں ان میں بھلائی کا اور خیر کا کوئی پہلو نہیں ہے، سوائے اس کے کہ ایک دوسرے کو صدقہ خیرات کی ترغیب دیں، اچھائیوں اور نیک کاموں پر آمادہ کریں یا لوگوں کے درمیان باہم صلح کرادینے پر غور کریں، معروف ہر وہ کام ہے جو شریعت میں اچھا سمجھا جائے اور جس کو اہل شرع پہچانتے ہوں۔ اس کے بالمقابل منکر ہے یعنی ہر وہ کام ہے جو شریعت میں ناپسندیدہ ہو اور اہل شریعت اسے نہ جانتے ہوں۔

ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے ہر کلام میں ضرر اور نقصان ہے الا یہ کہ اس میں اللہ کا ذکر ہو یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوئی بات ہو۔

لوگوں کے درمیان صلح کرادینے کی فضیلت اس حدیث مبارک سے معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسا کام نہ بتلاؤں جس کا درجہ روزے نماز اور صدقہ میں سب سے افضل ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور بتایئے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان صلح کرانا۔ (معارف القرآن : ۲/۵٤٥)

۱۰۴. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱلصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾

نیز فرمایا

''صلح بہت اچھی بات ہے۔'' (النساء:۱۲۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت کریمہ خانگی معاملات سے متعلق ہے کہ اگر زوجین میں نااتفاقی پیدا ہو جائے تو ان کے لئے بہتر یہی ہے کہ آپس میں صلح کرلیں کہ صلح ہی خیر ہے اور اسی میں ان دونوں کی بھلائی ہے۔ (معارف القرآن : ۲/٥٦٢)

۱۰۵. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ﴾

نیز فرمایا کہ

''اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو۔'' (الانفال: ۱)

تفسیری نکات: تیسری آیت غزوۂ بدر سے متعلق ہے کہ جب مسلمانوں کو اللہ نے فتح نصیب فرمائی تو مسلمانوں کے درمیان مال غنیمت کے بارے میں اختلاف ہوا۔ اس پر ارشاد ہوا کہ اللہ سے ڈرو اور باہمی تعلقات کو صحیح رکھنے کے لئے تقویٰ اختیار کرو کہ دل اللہ کی یاد اس کی خشیت سے معمور رہیں تو اختلاف ونزاع کی فرصت کہاں۔

۱۰۶۔ وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ﴾

مزید فرمایا کہ

''مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں، اپنے بھائیوں میں صلح کروادیا کرو۔'' (الحجرات: ۱۰)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان کے درمیان اختلاف اور نزاع پیدا ہو جائے تو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو، یعنی دو بھائی اگر آپس میں لڑ پڑیں تو انہیں یونہی نہ چھوڑو بلکہ اصلاح ذات البین کی پوری کوشش میں اللہ سے ڈرتے رہو کہ کسی طرح کی بے جا طرفداری نہ ہو۔ (تفسیر عثمانی)

جسم کے ہر جوڑ کے عوض صدقہ لازم ہوتا ہے

۲۴۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ. تَعْدِلُ بَيْنَ الِاثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ، وَ تُمِيطُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَ مَعْنٰى " تَعْدِلُ بَيْنَهُمَا " : تُصْلِحُ بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ .

(۲۴۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے ہر روز جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے۔ کسی کو سواری میں مدد دینا اور اسے سوار کرا دینا صدقہ ہے یا اس کا سامان سواری پر رکھوا دینا صدقہ ہے اچھی بات صدقہ ہے۔ نماز کے لئے جانے کے لئے جو قدم اٹھتا ہے صدقہ ہے اور راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹا دینا صدقہ ہے۔ (متفق علیہ) تعدل بینهما کے معنی ہیں کہ تم ان دونوں کے درمیان صلح کرادو۔

تخریج حدیث (۲۴۸): صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب من اخذ بالركاب . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة

باب بیان أن اسم الصدقة تقع كل نوع من المعروف .

کلمات حدیث: سُلامی : جمع سُلامية : انگلی کا ایک جوڑ، انسانی اعضاء، انسانی بدن کے جوڑ، جمع سلامیات .

شرح حدیث: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ کائنات پیدا فرمائی جس کی ہر شئے اس کے کمال کی گواہی دے رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ کس قدر عظیم اور کس قدر بڑا صانع ہے جس نے یہ تمام اشیاء پیدا فرمائی ہیں اور ان تمام اشیاء کے درمیان خود انسان کا وجود اپنے اندر بے شمار شواہد لئے ہوئے ہے جو اس کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنا سر اپنے پیدا کرنے والے خالق عظیم کے سامنے جھکا دے۔

اللہ سبحانہ کا کمال قدرت انسان کے وجود میں اس کی جان، سانس کی آمد ورفت اور وہ سارا نظام ہے جس پر انسان کا وجود استوار ہے، اسی میں ۶۰ ہڈیاں اور جوڑ ہیں جن کی وجہ سے انسان کا جسم بآسانی اور سہولت ہر جانب اور پہلو حرکت ہے، اس لئے فرمایا کہ ہر صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرے۔

یہ صدقہ بڑا نہیں کہ انسان کے لئے دشوار ہو، بلکہ دو آدمیوں کے درمیان صلح کرا دینا صدقہ ہے، کسی کو سواری پر سوار کرا دینا، نماز کو جانے کے لئے قدم اٹھانا اور راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹا دینا صدقہ ہے۔ اس حدیث کی شرح پہلے بھی گزر چکی ہے۔

(دليل الفالحين : ٢/٣٦)

تین مواقع میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے

۲۴۹۔ وَعَنْ أُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ أَبِيْ مُعَيْطٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : " لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِيْ خَيْرًا أَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ زِيَادَةٌ قَالَتْ : وَلَمْ أَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِيْ شَيْءٍ مِمَّا يَقُوْلُهُ النَّاسُ إِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ : تَعْنِي الْحَرْبَ وَالْإِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيْثَ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيْثَ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا .

(۲۴۹) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کذاب نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی خاطر کوئی اچھی بات پہنچا دیتا یا کہہ دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ ﷺ رخصت دیتے ہوں ان باتوں میں جو لوگ کہتے ہیں سوائے تین مواقع کے، یعنی جنگ، مرد کا اپنی بیوی سے بات کرنا اور عورت کا اپنے شوہر سے بات کرنا۔

تخریج حدیث (۲۴۹): صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب ليس الكذاب الذى، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة .

راوی حدیث: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ۷ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، صلح حدیبیہ میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ جو مسلمان مکہ سے مدینہ آئے گا اس کو واپس مکہ بھیج دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ فکر مند ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اذا جاء كم المؤمنات مهاجرات ﴾ یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پیادہ چل کر آئی تھیں، دس احادیث روایت کی ہیں اور صحیحین میں بھی

ایک حدیث ہے۔ (دلیل الفالحین : ۳۸/۲)

کلمات حدیث: نَمَیٰ، یَنْمِی (باب ضرب) چغلخوری کرنا۔ نمی الحدیث إلی فلان : کسی کی طرف کسی بات کی نسبت کرنا۔ نَمَیْتُ الحدیث : میں نے بات پہنچائی، اس وقت کہتے ہیں جب بہ نیت اصلاح ہو۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ اگر لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی خاطر کوئی شخص فریقین کی اچھی باتیں ایک دوسرے کو پہنچادے تو وہ جھوٹا نہیں ہے یعنی وہ دونوں کی نفرت وعداوت کی باتوں پر خاموشی اختیار کرے اور دونوں کے بارے میں صرف وہ باتیں کرے جن سے ان کے درمیان صلح ہو سکے۔

جنگ کے موقع پر بطور توریہ بات کرنا بھی کذب نہیں، چنانچہ اگر یہ کہا جائے کہ ہمارا لشکر بڑا عظیم ہے یا ہمیں مدد پہنچنے والی ہے یعنی اللہ کی مدد پہنچنے والی ہے۔

اسی طرح میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے سے کہیں کہ مجھے دنیا میں تیرے سوا کسی سے محبت نہیں ہے۔

جنگ میں اس طرح کے جملے یا میاں بیوی کے درمیان اس طرح کی بات جھوٹ نہیں ہے۔

(فتح الباری : ۹۶/۲ ، روضة المتقین : ۲۹۷/۱ ، دلیل الفالحین : ۳۸/۲)

حق کا کچھ حصہ ساقط کرنے کی سفارش

۲۵۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةٍ أَصْوَاتُهُمَا، إِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْاٰخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِيْ شَيْءٍ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا أَفْعَلُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : " أَيْنَ الْمُتَأَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ؟ فَقَالَ : أَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَهُ أَيُّ ذٰلِكَ أَحَبَّ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

مَعْنٰى " يَسْتَوْضِعُهُ " يَسْأَلُهُ أَنْ يَضَعَ عَنْهُ بَعْضَ دَيْنِهِ . " وَيَسْتَرْفِقُهُ " : يَسْأَلُهُ الرِّفْقَ . " وَالْمُتَأَلِّيْ " : اَلْحَالِفُ .

(۲۵۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے دروازے پر جھگڑنے والوں کو سنا کہ ان کی آوازیں بلند تھیں۔ ان میں سے ایک دوسرے سے قرض کم کرنے کا سوال کر رہا تھا اور اس سے قدرے نرمی کا سوال کر رہا تھا اور وہ دوسرا کہہ رہا تھا اللہ کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا، رسول کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم کھانے والا کون ہے؟ جو بھلائی کا کام نہیں کرنا چاہتا، اس نے کہا: یارسول اللہ میں ہوں، اور جس طرح یہ مقروض پسند کرے اسی طرح صحیح ہے۔

(متفق علیہ)

یَسْتَوْضِعُہ' : کے معنی ہیں اس سے سوال کر رہا تھا کہ اس پر کچھ قرضہ کم کردے۔ یَسْتَرْفِقُہ' : اس سے نرمی کا مطالبہ کر رہا تھا۔

مُتَأَلِّیَ، حالف : قسم کھانے والا۔

تخریج حدیث(۲۵۰): صحیح البخاری، کتاب الصلح، هل یشیر الامام بالصلح . صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب استحباب الوضع عن الدین .

کلمات حدیث: یستوضع:(استیضاع باب استفعال)قرض کی رقم کم کرنے کا مطالبہ کرنا،یسترفقہ:نرمی طلب کررہا تھا، استرفاق (باب استفعال)مہربانی طلب کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بیان ہوا کہ باب نبوت ﷺ پر دو آدمی قرض کے معاملے میں بلند آواز سے جھگڑ رہے تھے۔ مقروض قرض کی ادیگی میں مہلت اور تخفیف کا خواہاں اور قرض دہندہ تیار نہ تھا۔وہ قسم کھا کر ہر رعایت سے انکار کررہا تھا،لیکن حضور ﷺ کے باہر تشریف لاتے ہی اور چہرہ انور پر نظر پڑتے ہی ذرا ہی دیر میں غصہ بھی جاتا رہا اور جو شخص قسم کھا کر کسی رعایت سے انکار کررہا تھا وہ اب کہہ رہا ہے جو مقروض چاہے میں وہی کرنے کے لئے تیار ہوں۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾

''اگر مقروض تنگ دست تو اسے مہلت دیدو اور اگر معاف کردو تو یہ تمہارے لئے خیر ہے۔''(البقرة:۲۸۰)

رسول کریم ﷺ نے دونوں کے درمیان صلح کرادی،اور امت کو یہ درس دیا کہ مقروض کے ساتھ نرمی اور احسان کا سلوک کیا جائے اور مطالبہ میں شدت نہ ہو بلکہ نرمی سے مطالبہ ہو اور کسی اچھے کام کے چھوڑ دینے کی قسم نہ کھائی جائے،اور اگر آپس میں تیز کلامی ہو جائے تو اسے اسی وقت درگزر کردیا جائے۔ (فتح الباری : ۹۹/۲ ، روضة المتقین : ۲۹۸/۱، دلیل الفالحین : ۳۸/۱)

امام کو فتحہ دینے کے لیے سبحان اللہ کہنا

۲۵۱. وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ ابْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَه' اَنَّ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَیْنَهُمْ شَرٌّ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصْلِحُ بَیْنَهُمْ فِیْ اُنَاسٍ مَعَه' فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَآءَ بِلَالٌ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ یَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَهَلْ لَّکَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ ؟ قَالَ : نَعَمْ اِنْ شِئْتَ فَاَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ وَتَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَبَّرَ وَكَبَّرَ النَّاسُ وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْشِیْ فِی الصُّفُوْفِ حَتّٰی قَامَ فِی الصَّفِّ فَاَخَذَ النَّاسُ فِی التَّصْفِیْقِ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا یَلْتَفِتُ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِیْقَ اِلْتَفَتَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَدَهٗ

فَحَمِدَاللّٰهَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَآءَهٗ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ " اَيُّهَا النَّاسُ مَالَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ اَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيْقِ ؟ اِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ. مَنْ نَابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَقُلْ : سُبْحَانَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ : سُبْحَانَ اللّٰهِ اِلَّا الْتَفَتَ. يَااَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ" فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ : مَاكَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

مَعْنٰى " حُبِسَ " اَمْسَكُوْهُ لِيُضِيْفُوْهُ .

(۲۵۱) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی بنوعمرو بن عوف کے درمیان لڑائی ہوگئی ہے، رسول کریم ﷺ چند اصحاب کے ساتھ ان کے درمیان صلح کرانے تشریف لے گئے، آپ ﷺ کو رکنا پڑ گیا اور نماز کا وقت ہوگیا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے ابوبکر! رسول اللہ ﷺ کو دیر ہوگئی اور نماز کا وقت ہوگیا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں اگر تم چاہو، بلال نے تکبیر کہی اور حضرت ابوبکرؓ آگے آئے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی اتنے میں رسول اللہ ﷺ چلتے ہوئے صفوں کے درمیان آگئے اور صف میں کھڑے ہو گئے، لوگوں نے تالی بجائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں التفات نہ فرماتے تھے جب لوگوں نے زیادہ تالی بجائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوجہ ہوئے، دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں، آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اشارہ فرمایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دست مبارک بلند فرمائے اور اللہ کی حمد وثناء کی اور پچھلے پاؤں پلٹے یہاں تک کہ صف میں آ کر کھڑے ہوگئے، اور رسول کریم ﷺ آگے تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا اے لوگو! تمہیں کیا ہوا کہ جب نماز میں کوئی بات پیش آجاتی ہے تو تم تالی بجاتے ہو، تالی تو عورتوں کے لیے ہے۔ نماز میں اگر کوئی بات پیش آئے تو سبحان اللہ کہنا چاہیے کیونکہ جب آدمی کسی کو سبحان اللہ کہتے ہوئے سنے گا تو متوجہ ہو جائے گا۔ اے ابوبکر! جب میں نے تمہیں اشارہ کر دیا تھا تو تم نے لوگوں کو نماز کیوں نہیں پڑھائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابوقحافہ کے بیٹے کے لئے یہ کہاں مناسب ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی موجودگی میں لوگوں کو نماز پڑھائے۔ (متفق علیہ)

حُبِسَ کے معنی ہیں کہ لوگوں نے آپ کو مہمان نوازی کے لئے روک لیا۔

تخریج حدیث (۲۵۱): صحيح البخاري، احكام السهو، باب الإشارة في الصلوٰة . صحيح مسلم، كتاب الصلوٰة، باب تقديم الجماعة من يصلي بهم اذا تأخر الإمام .

شرح حدیث: مدینہ منورہ میں انصار کے دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج تھے، بنی عمرو بن عوف قبیلہ اوس کی ایک شاخ تھی اور یہ قبا میں

رہتے تھے، ان میں دوافراد کے درمیان جھگڑا ہو گیا، اور بخاری کی روایت میں ہے کہ اہل قباء میں لڑائی ہوگئی، یہاں تک کہ ایک دوسرے پر پتھر برسائے۔

جب آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چلو ہم چل کر ان کے درمیان صلح کرادیں۔ چنانچہ آپ ﷺ روانہ ہوئے اور چند اصحاب بھی آپ کے ساتھ گئے۔ طبرانی کے بیان کے مطابق ان اصحاب رسول ﷺ کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سہل بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ ﷺ ان حضرات کے ساتھ بعد ظہر روانہ ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ اگر عصر کی نماز کا وقت آجائے اور میں نہ پہنچوں تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہنا کہ نماز پڑھادیں۔

عصر کی نماز کا وقت آ گیا اور رسول اللہ ﷺ واپس تشریف نہیں لائے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے، یعنی کیا آپ نماز اول وقت میں پڑھائیں گے یا رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا کچھ اور انتظار فرمائیں گے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اول وقت میں نماز پڑھانے کو ترجیح دی۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز کا آغاز کیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹ گئے لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کے پیچھے صبح کی دوسری رکعت میں شرکت فرمائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز مکمل کی، یعنی جب اکثر نماز ہوگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز مکمل کرنا مناسب خیال کیا اور اس موقع پر چونکہ نماز تھوڑی ہوئی تھی اس لئے آپ پیچھے ہٹ گئے۔

بہرحال اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی غیر موجودگی میں اپنی جگہ آپ کو امام مقرر فرمایا، یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشارہ فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو اور پیچھے نہ ہٹو، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے ہاتھ بلند فرمائے۔

(فتح الباری : ۱/ ۵۳۷ ، شرح الزرقانی : ۱/ ۴۶۷ ، دلیل الفالحین : ۲/ ۴۰ ، روضۃ المتقین : ۱/ ۲۹۹)

البَابُ (۳۲)

فضل ضعفة المسلمين و الفقرآء و الخاملين

ضعیف اور گمنام مسلمانوں کی فضیلت

۱۰۷ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَٱصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ ﴾

اللہ کا فرمان ہے:

''اور روکے رکھ اپنے آپ کو انکے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام اس کی رضا کی طلب میں ۔'' (الکہف:۲۸)

تفسیری نکات: عیینہ بن حصن فزاری جو مکہ کا ایک سردار تھا، وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور جب اس نے آپ ﷺ کے پاس حضرت سلمان فارسی اور دیگر فقراء صحابہ کو بیٹھا ہوا دیکھا تو اس نے کہا کہ اگر آپ ﷺ ہمارے لئے جدا مجلس رکھیں تو ہم آپ ﷺ کی بات سن سکتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور حکم ہوا کہ آپ ﷺ انہی لوگوں کے ساتھ رہیے کہ یہ اللہ کے دیدار اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے شوق میں نہایت اخلاص کے ساتھ دائماً عبادت میں مشغول رہتے ہیں، ان مؤمنین مخلصین کو اپنی صحبت اور مجالست سے مستفید کرتے رہئے اور کسی کے کہنے سننے پر ان کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے۔ (تفسیر عثمانی ، تفسیر مظهری)

جنتی اور جہنمیوں کی پہچان

۲۵۲. وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: " اَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَا بَرَّهُ' اَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ :

"اَلْعُتُلُّ" : اَلْغَلِيْظُ الْجَافِيْ " وَالْجَوَّاظُ" بِفَتْحِ الْجِيمِ وَتَشْدِيْدِ الْوَاوِ وَبِالظَّآءِ الْمُعْجَمَةِ : وَهُوَ الْجَمُوْعُ الْمَنُوْعُ وَقِيْلَ : اَلضَّخْمُ الْمُخْتَالُ فِيْ مِشْيَتِهٖ وَقِيْلَ : اَلْقَصِيْرُ الْبَطِيْنُ .

(۲۵۲) حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اہل جنت کے بارے میں نہ بتاؤں، ہر کمزور و ناتواں، اگر وہ اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم پوری فرمادے، کیا میں تمہیں اہل جہنم کے بارے میں نہ بتاؤں، ہر بخیل سرکش متکبر۔ (متفق علیہ)

عُتُل : غلیظ کھردرا۔ جَوَّاظ : جمع کرنے والا اور کسی کو نہ دینے والا، کسی نے کہا کہ کوتاہ قد اکڑ کر چلنے والا، اور کسی نے کہا کہ چھوٹے قد بڑے پیٹ والا۔

تخریج حدیث (۲۵۲): صحيح البخاری، كتاب التفسير باب قوله تعالیٰ عُتُلٍّ بعد ذلك زنيم . صحيح مسلم،

کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء .

راوی حدیث: حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام کلثوم جرول تھا، آپ سے چھ احادیث مروی ہیں، جن میں سے چار متفق علیہ ہیں۔

کلمات حدیث: عُتُل : سرکش بدخلق، بدطینت۔ مستکبر : اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والا۔

شرح حدیث: قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے: ﴿ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ﴾ اللہ کے یہاں مکرم اور معزز وہ ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہو، قیامت کے دن فیصلہ تقویٰ اور اعمال کی بنیاد پر ہوگا، دنیا کے مال ومتاع کا وہاں کوئی حساب نہ ہوگا، ایسا شخص جو بالکل کمزور ناتواں ہو اور جس کی طرف لوگ توجہ نہ دیتے ہوں ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کا ایسا مقبول بندہ ہو اگر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم بھی پوری کردے، یہی اہل جنت ہیں، رسول کریم ﷺ نے اس حدیث مبارک میں اہل جنت اور اہل جہنم کی بعض دنیاوی علامات ذکر فرمائی ہیں اور مقصود یہی ہے کہ اللہ کے یہاں کسی کی دنیاوی حیثیت کا کوئی حساب نہیں ہے، وہاں کا حساب تقویٰ، عمل صالح اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ (دلیل الفالحین : ۲/۴۵)

گمنام آدمی شہرت یافتہ سے بہتر

۲۵۳. وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّ رَجُلٌ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَه جَالِسٌ : " مَارَاْیُکَ فِیْ هٰذَا؟ " فَقَالَ : رَجُلٌ مِنْ اَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا وَاللّٰهِ حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ یُّنْکَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ یُّشَفَّعَ . فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ لَه، رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم "مَارَأْیُکَ فِیْ هٰذَا ؟" فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِیْنَ هٰذَا حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَا یُنْکَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا یُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا یُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : " هٰذَا خَیْرٌ مِنْ مِلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

قَوْلُه، " حَرِیٌّ " هُوَ بِفَتْحِ الْحَآءِ وَکَسْرِ الرَّآءِ وَتَشْدِیْدِ الْیَاءِ: اَیْ حَقِیْقٌ. وَقَوْلُه، " شَفَعَ " بِفَتْحِ الْفَآءِ .

(۲۵۳) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کا نبی کریم ﷺ کے پاس گزر ہوا، ایک صاحب آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تمہاری اس آدمی کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا: شریف لوگوں میں سے ہے، اللہ کی قسم یہ ایسا ہے کہ کسی عورت سے پیغام دے تو نکاح ہو جائے اور اگر کسی کی سفارش کردے تو سفارش قبول کرلی جائے، آپ ﷺ یہ سن کر خاموش ہوگئے، بعد میں ایک اور شخص گزرا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ! فقراء مسلمین میں سے ایک شخص ہے، کہیں پیغام دے گا تو نکاح نہیں ہوگا اور کسی کی

سفارش کرے گا تو سفارش قبول نہیں ہوگی، اور کوئی بات کہے گا تو کوئی سنے گا نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اُس جیسے دنیا بھر کے انسانوں سے بہتر ہے (متفق علیہ)

حریٌ کے معنی مستحق کے ہیں۔ شفع کا لفظ فاء کے فتحہ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث (۲۵۳): صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب الأكفاء في الدين.

کلمات حدیث: حري: مستحق، لائق، قابل، جمع حريون أحريا.

شرح حدیث: ابن حبان کی ایک روایت میں تصریح ہے کہ جو صاحب اس موقع پر رسول کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے شخص جیسے لوگوں کی تعداد اگر اتنی ہو کہ ساری زمین بھر جائے تو یہ دوسرا شخص ان سب سے افضل ہے، علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ پہلا شخص کافر تھا تب تو وجہ صاف ظاہر ہے ورنہ ایسی کوئی بات ہوگی جس کی اطلاع آپ ﷺ کو بذریعہ وحی کی گئی ہوگی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ہر فقیر اسی طرح ہے بلکہ اصل بات تقویٰ اور عمل صالح ہے۔ (فتح الباري: ۲/۹۸٤، روضة المتقين: ۱/۳۰۳، شرح صحيح مسلم للنووي: ۱۷/۱۵۰)

جنت وجہنم کی بحث وتکرار

۲۵۴. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِحْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ: فِیَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فِیَّ ضُعَفَآءُ النَّاسِ وَمَسَاكِیْنُهُمْ، فَقَضَى اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ وَاِنَّكِ النَّارُ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ وَلِكِلَیْكُمَا عَلَیَّ مِلْؤُهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۵۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت اور جہنم نے دلیل دی، جہنم نے کہا کہ میرے یہاں بڑے جبار اور متکبر ہوں گے جنت نے کہا کہ میرے یہاں کمزور اور مساکین ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ تو جنت میری رحمت ہے، میں جس پر رحم کرنا چاہوں گا تیرے ساتھ کروں گا، اور تو جہنم ہے تو میرا عذاب ہے، میں جس کو عذاب دینا چاہوں گا تجھ سے دوں گا، اور میں ضرور تم دونوں کو بھر دوں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۵۴): صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء

کلمات حدیث: إحْتَجَّتْ: دلیل دی۔ احتجاج (باب افتعال) دلیل دینا۔ حُجة: دلیل جمع حِجَج.

شرح حدیث: اللہ کے یہاں نجات کا مدار تقویٰ اور عمل صالح ہے اور پھر دخول جنت اللہ سبحانہ کی مشیت پر موقوف ہے، ظاہر ہے

کہ اس میں ضعفاء اور مساکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیاوی اعتبار سے تو کم حیثیت تھے لیکن اپنے اعمال سے اللہ کی رضا کے مستحق ہوئے اور اس کی مشیت سے جنت میں داخل ہوئے۔ (فتح الباری : ۲/۹۸٤ ، روضة المتقین : ۱/۳۰۲)

قیامت کے روز اعمال سے وزن ہوگا

۲۵۵ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّهٗ لَیَاتِی الرَّجُلُ السَّمِیْنُ الْعَظِیْمُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَایَزِنُ عِنْدَاللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۲۵۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت ایک موٹا اور بڑا آدمی لایا جائے گا، اللہ کے نزدیک اس کی حیثیت مچھر کے برابر بھی نہ ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۵۵): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورة الکهف، فلا نقیم لهم یوم القیامة وزنا . صحیح مسلم، کتاب صفات المنافق و أحکامهم، باب صفة القیامة والجنة والنار .

شرح حدیث: مقصود حدیث مبارک کا یہ ہے کہ روز قیامت دنیا کے اعتبار سے بڑا آدمی لایا جائے گا اور اللہ کے یہاں اس کی حیثیت مچھر کے برابر نہیں ہوگی، اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ﴿ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ۝۱۰۵ ﴾ (روز قیامت ان کا کوئی وزن نہیں کریں گے) یعنی ان کے اعمال حبط ہو کر صرف سیئات باقی رہ جائیں گی۔

(روضة المتقین : ۱/۳۰٤)

مسجدوں میں جھاڑو دینے والے کا مرتبہ

۲۵٦ . وَعَنْهُ اَنَّ امْرَاءَةً سَوْدَاءَ کَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَآبًا فَفَقَدَهَا اَوْ فَقَدَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عَنْهَا اَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا : مَاتَ ، قَالَ : اَفَلاَ کُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِیْ بِهٖ " فَکَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا اَوْ اَمْرَهٗ فَقَالَ : " دُلُّوْنِیْ عَلٰی قَبْرِهٖ " فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰی اَهْلِهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِیْ عَلَیْهِمْ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

قَوْلُهٗ " تَقُمُّ " هُوَ بِفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ : اَیْ تَکْنُسُ . " وَالْقُمَامَةُ " اَلْکُنَاسَةُ : " وَاٰذَنْتُمُوْنِیْ " بِمَدِّ الْهَمْزَةِ : اَیْ اَعْلَمْتُمُوْنِیْ .

(۲۵٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک کالی عورت یا کوئی نو جوان مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا، آپ ﷺ نے اسے نہ دیکھا تو اس کے بارے میں دریافت کیا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی کہ وہ تو مر گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے کیوں نہ اطلاع دی۔ گویا لوگوں نے اس عورت یا جوان کے معاملے کو معمولی سمجھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر

پر لے چلو۔ صحابہ آپ کو لے گئے اور آپ ﷺ نے وہاں نماز پڑھی، اور فرمایا کہ یہ قبریں تاریکی سے بھری ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ان پر میری نماز سے منور فرمادیتے ہیں (متفق علیہ)

تَقُمُّ : جھاڑو دیتی تھی۔ قُمامه : کچرا۔ آذنتمونی :تم نے مجھے بتلایا۔

تخریج حدیث(۲۵۶): صحیح البخاری، کتاب المساجد، باب کنس المسجد . صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی القبر .

کلمات حدیث: تَقُمُّ : جھاڑو دیتی تھی۔ قمامه :کوڑا۔ قم قماً (باب نصر) قم البیت گھر میں جھاڑو دینا۔

شرح حدیث: صحیح بخاری کی روایت میں ہے کالا مرد یا کالی عورت یہ شک راوی حدیث تابعی کی طرف سے ہوتا ہے لیکن دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت تھی اور اس کا نام ام محجن تھا، اور رسول اللہ ﷺ کے اس کے بارے میں استفسار کے جواب میں جواب دینے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، یہ عورت مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی، اور تنکے وغیرہ پڑے ہوئے اٹھایا کرتی تھی، اس عورت کا انتقال ہوگیا۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ اس کا انتقال ہوگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی پھر آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے۔

اس حدیث مبارک کے آخر میں یہ جملہ کہ یہ قبریں تاریکی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ان پر میری نماز سے منور فرمادیتے ہیں، امام مسلم نے از ابو کامل جحدری از حماد روایت کیا ہے جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یہ جملہ روایت نہیں کیا کیوں کہ یہ زیادتی اس روایت میں مدرج ہے اور دراصل ثابت کی طرف مرسل ہے (تابعی کا بغیر صحابی کا نام لئے روایت کرنا) ہے بیہقی فرماتے ہیں کہ ظن غالب یہ ہے کہ یہ ثابت کے مراسیل میں سے ہے۔

حدیث سے مسجد کی صفائی کی فضیلت ثابت ہے اور یہ کہ رسول کریم ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے جس سے امت پر آپ ﷺ کی شفقت اور آپ ﷺ کی تواضع ثابت ہوتی ہے۔

(فتح الباری : ۱/ ۴۵۱ ، شرح النووی لصحیح مسلم : ۷/ ۲۲ ، روضة المتقین : ۱/ ۳۰۴ ، دلیل الفالحین : ۲/ ۶۰)

بعض لوگ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے قسم کھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پورا فرماتے ہیں

۲۵۷. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "رُبَّ اَشْعَثَ مَدْ فُوْعٍ بِالْاَ بْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَ بَرَّهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۵۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے پراگندہ غبار آلود جنہیں دروازوں سے ہی دھکیل دیا جاتا ہے اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرمادیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۲۵۷): صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل الضعفاء و الخاملین .

کلمات حدیث: أشعث : پراگندہ بال۔ مدفوع بالأبواب : ایسا شخص جسے لوگ دروازے پر سے ہٹا دیتے ہوں یعنی مسکین وفقیر۔

شرح حدیث: اللہ کے بعض نیک بندے اپنے زہد وتقوی کی بناء پر اللہ کے یہاں بڑا مقام رکھتے ہیں اور اس حد تک انہیں تقرب الٰہی حاصل ہوتا ہے کہ اگر وہ قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم بھی پوری فرمادیتے ہیں مگر ظاہری دنیاوی حالت فقر کی ہوتی ہے کیوں کہ ان کا دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور ان کی ہر احتیاج وضرورت اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہوتی ہے، لیکن دنیا میں بال پراگندہ اور غبار آلود ہوتے ہیں اور اگر کسی کے دروازے پر جائیں تو وہ ظاہری حالت دیکھ کر انہیں واپس لوٹا دیں۔

(روضة المتقين : ۱/۳۰۵ ، دليل الفالحين : ۲/۶۰)

جنت میں داخل ہونے والے عام افراد

۲۵۸. وعَنْ أُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ، مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَآءُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"وَالْجَدُّ": بِفَتْحِ الْجِيْمِ ، اَلْحَظُّ وَالْغِنٰى وَقَوْلُهُ "مَحْبُوْسُوْنَ" : اَیْ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُمْ بَعْدُ فِي دُخُوْلِ الْجَنَّةِ.

(۲۵۸) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا، دیکھا کہ اس میں عام طور پر داخل ہونے والے مساکین ہیں اور ارباب دولت کو روک دیا گیا ہے، جبکہ اہل جہنم کو جہنم میں لے جائے جانے کا حکم دیدیا گیا ہے، اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں داخل ہونے والوں میں اکثر عورتیں ہیں۔ (متفق علیہ)

جد کے معنی خوش نصیبی اور دولت۔ محبوسون کے معنی وہ لوگ جنہیں ابھی جنت میں جانے کی اجازت نہیں ملی۔

تخریج حدیث (۲۵۸): صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لاتأذن المرأة في بيت زوجها إلا باذنه . صحيح مسلم، كتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء .

کلمات حدیث: جد : خوش نصیبی، مال ودولت۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے شب معراج جنت اور دوزخ کے احوال کا مشاہدہ فرمایا، ہوسکتا ہے یہ حدیث ان مشاہدات میں سے ہو یا آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا ہو اور انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔

آپ ﷺ نے مشاہدہ فرمایا کہ جنت میں کثرت سے داخل ہونے والے فقراء اور مساکین ہیں اور اغنیاء کو باہر روک لیا گیا ہے اور انہیں ابھی اجازت نہیں ملی، البتہ اہل جہنم کے بارے میں حکم دیدیا گیا ہے اور وہ اس میں جارہے ہیں اور زیادہ تعداد عورتوں کی ہے کہ عورت

کثرت سے معاصی کی مرتکب ہوتی ہیں اور کفران عشیر کرتی ہیں۔ (فتح الباری: ۲/۱۰۵۱)

جریج رحمہ اللہ کا عبرت ناک واقعہ

۲۵۹. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ”لَمْ یَتَكَلَّمْ فِی الْمَهْدِ اِلَّا ثَلَاثَةٌ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ، وَصَاحِبُ جُرَیْجٍ، وَ كَانَ جُرَیْجٌ رَجُلاً عَابِداً فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِیْهَا فَاَتَتْهُ اُمُّهٗ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَقَالَتْ : یَاجُرَیْجُ ، فَقَالَ : یَارَبِّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ فَأَقْبَلَ عَلٰی صَلٰوتِهٖ فَانْصَرَفَتْ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَقَالَتْ : یَا جُرَیْجُ فَقَالَ : اَیْ رَبِّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ فَأَقْبَلَ عَلٰی صَلَاتِهٖ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَقَالَتْ : یَا جُرَیْجُ فَقَالَ : اَیْ رَبِّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ فَأَقْبَلَ عَلٰی صَلَاتِهٖ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰی یَنْظُرَ اِلٰی وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ، فَتَذَاكَرَ بَنُوْ اِسْرَآئِیْلَ جُرَیْجاً وَعِبَادَتَهٗ وَكَانَتِ امْرَأَةٌ بَغِیٌّ یُتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا فَقَالَتْ :اِنْ شِئْتُمْ لَاَفْتِنَنَّهٗ فَتَعَرَّضَتْ لَهٗ فَلَمْ یَلْتَفِتْ اِلَیْهَا فَاَتَتْ رَاعِیاً كَانَ یَاوِیْ اِلٰی صَوْمَعَتِهٖ فَاَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَیْهَا فَحَمَلَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَیْجٍ فَاَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوْهُ وَهَدَمُوْا صَوْمَعَتَهٗ وَجَعَلُوْا یَضْرِبُوْنَهٗ : فَقَالَ : مَا شَأْنُكُمْ ؟ قَالُوْا : زَنَیْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِیِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ ، قَالَ اَیْنَ الصَّبِیُّ ؟ فَجَآءُ وْا بِهٖ فَقَالَ: دَعُوْنِیْ حَتّٰی اُصَلِّیَ فَصَلّٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ اَتَی الصَّبِیَّ فَطَعَنَ فِیْ بَطْنِهٖ وَقَالَ : یَا غُلَامُ مَنْ اَبُوْكَ ؟ قَالَ : فُلَانٌ الرَّاعِیْ فَاَقْبَلُوْا عَلٰی جُرَیْجٍ یُقَبِّلُوْنَهٗ وَیَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ وَ قَالُوْا : نَبْنِیْ لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ : لَا اَعِیْدُوْهَا مِنْ طِیْنٍ كَمَا كَانَتْ فَفَعَلُوْا وَبَیْنَا صَبِیٌّ یَرْضَعُ مِنْ اُمِّهٖ فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلٰی دَآبَّةٍ فَارِهَةٍ وَشَارَةٍ حَسَنَةٍ فَقَالَتْ اُمُّهٗ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَ هٰذَا فَتَرَكَ الثَّدْیَ وَاَقْبَلَ اِلَیْهِ فَنَظَرَ اِلَیْهِ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَهٗ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰی ثَدْیِهٖ فَجَعَلَ یَرْتَضِعُ فَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَحْكِیْ ارْتِضَاعَهٗ بِاُصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ فِیْ فِیْهِ فَجَعَلَ یَمُصُّهَا قَالَ : وَمَرُّوْا بِجَارِیَةٍ وَهُمْ یَضْرِبُوْنَهَا وَیَقُوْلُوْنَ زَنَیْتِ سَرَقْتِ وَهِیَ تَقُوْلُ : حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ فَقَالَتْ اُمُّهٗ : اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَهَا فَتَرَكَ الرَّضَاعَ وَنَظَرَ اِلَیْهَا فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا فَهُنَالِكَ تَرَاجَعَا الْحَدِیْثَ فَقَالَتْ : مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَیْئَةِ فَقُلْتُ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَهٗ فَقُلْتَ : اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَهٗ وَمَرُّوْا بِهٰذِهِ الْاَمَةِ وَهُمْ یَضْرِبُوْنَهَا وَیَقُوْلُوْنَ زَنَیْتِ سَرَقْتِ فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَهَا فَقُلْتَ :اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا قَالَ : اِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ كَانَ جَبَّارًا فَقُلْتُ : اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَهٗ وَاِنَّ هٰذِهٖ یَقُوْلُوْنَ لَهَا زَنَیْتِ وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتُ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا .“ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

”وَالْمُوْمِسَاتُ“ بِضَمِّ الْمِیْمِ الْاُوْلٰی وَ اِسْكَانِ الْوَاوِ وَ كَسْرِ الْمِیْمِ الثَّانِیَةِ وَبِالسِّیْنِ الْمُهْمَلَةِ وَهُنَّ

الزَّوَانِیْ وَالْمُوْمِسَةُ الزَّانِیَةُ. وَقَوْلُہٗ "دَابَّةٌ فَارِهَةٌ" بِالْفَاءِ: اَیْ حَاذِقَةٌ نَفِیْسَةٌ "وَالشَّارَةُ" بِالشِّیْنِ الْمُعْجَمَةِ وَتَخْفِیْفِ الرَّآءِ وَهِیَ الْجَمَالُ الظَّاهِرُ فِی الْهَیْئَةِ وَالْمَلْبَسِ. وَمَعْنیٰ "تَرَاجَعَا الْحَدِیْثَ" اَیْ حَدَّثَتِ الصَّبِیَّ وَحَدَّثَهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۲۵۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مہد میں صرف تین نے بات کی عیسیٰ بن مریم اور صاحب جریج، جریج ایک بندۂ عابد تھا اس نے صومعہ بنالیا تھا۔ ایک مرتبہ اس کی ماں آئی اور وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ ماں نے آواز دی اے جریج! جریج نے دل میں کہا کہ یارب میری ماں اور میری نماز، لیکن وہ نماز پڑھتا رہا۔ اگلے روز اس کی ماں پھر آئی، جریج اس وقت بھی نماز میں تھا، ماں نے پکارا: اے جریج: جریج نے دل میں کہا کہ یارب میری ماں اور میری نماز، لیکن پھر نماز ہی میں مصروف رہا، اس کی ماں بولی: اے اللہ اسے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک یہ بدکار عورتوں کے چہرے نہ دیکھ لے۔

جریج کا اور جریج کی عبادت کا بنی اسرائیل میں چرچا ہوگیا، بنی اسرائیل میں ایک بدکار عورت بھی تھی جس کی حسن کی مثالیں دی جاتی تھیں، اس نے لوگوں سے کہا کہ تم چاہو تو میں اس کو آزماتی ہوں، وہ اس کے پاس آئی، جریج نے کوئی التفات نہ کیا، تو وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو جریج کے صومعہ میں آیا کرتا تھا اور اس کو اپنے اوپر قدرت دی، وہ اس کے ساتھ ملوث ہوگیا اور وہ حاملہ ہوگئی، جب بچہ ہوا تو اس نے کہا کہ یہ جریج کا ہے، لوگ آئے جریج کو اس کے صومعہ سے اتارا اور مارنے لگے، جریج نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ تو نے اس فاحشہ سے زنا کیا اور اس سے تیرا بچہ پیدا ہوا، جریج نے کہا کہ بچہ کہاں ہے؟ وہ لوگ بچہ کو لائے، جریج نے کہا مجھے مہلت دو میں نماز پڑھ لوں، غرض اس نے نماز پڑھی اور بچہ کے پاس آیا اور اس کے پیٹ میں انگلی گھسا کر کہا کہ اے بچے! تیرا باپ کون ہے، بچہ بول پڑا اور اس نے بتایا کہ فلاں چرواہا۔

اس پر لوگ جریج پر ٹوٹ پڑے، اسے بوسہ دینے لگے اور بطور تبرک اس کے جسم کو چھونے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تیرا صومعہ سونے کا بنوادیں گے۔ اس نے کہا کہ نہیں اسی طرح مٹی کا بنادو جس طرح پہلے تھا۔

ابھی یہ بچہ اپنی ماں کا دودھ پیتا تھا کہ آدمی ایک عمدہ اور خوبصورت سواری پر بیٹھا ہوا گزرا، ماں نے کہا کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنادے، بچہ نے پستان چھوڑ دیا اور اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا، پھر وہ پستان کی طرف متوجہ ہو کر دودھ پینے لگا۔

راوی کا بیان ہے کہ گویا یہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس بچے کے دودھ پینے کو بیان کر رہے تھے اور آپ ﷺ اپنی انگلی منہ میں لیکر چوس رہے تھے۔

ازاں بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ ایک باندی کو لے کر گزرے، وہ اسے مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا اور تو نے چوری کی، اور وہ کہہ رہی تھی حسبی اللہ ونعم الوکیل، بچہ کی ماں نے کہا: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا، بچہ نے دودھ پینا چھوڑا اور اس لونڈی کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا بنادے۔

اس مقام میں ماں بیٹے سے بات ہوئی۔ ماں نے کہا کہ ایک آدمی اچھی حالت میں گزرا، میں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنادے تو اس نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا اور لوگ ایک باندی کو لے کر گزرے جسے وہ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا تو نے چوری کی، میں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا، تو اس نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنادے۔ بچہ نے کہا کہ وہ مرد ظالم تھا، اس لیے میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا اور باندی جسے کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے اس نے زنا نہیں کیا اور کہہ رہے تھے کہ تو نے چوری کی اس نے چوری نہیں کی۔ میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنادینا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۵۹): صحیح البخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، باب واذکر فی الکتاب مریم۔ صحیح المسلم کتاب البر والصلة، باب تقدیم بر الوالدین علی التطوع بالصلوٰة وغیرها

کلمات حدیث: مُومِسَات: جمع مُومِسَة: بدکار عورت۔ صومعة: عبادت گاہ، جو اوپر سے پتلی ہوتی ہے اور عموماً اونچی جگہ اور بستی سے باہر بنائی جاتی ہے۔ شارة: حسن صورت۔

شرح حدیث: زرکشی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین بچوں نے بات کی، علاوہ بنی اسرائیل کے اور بھی واقعات روایات میں آئے ہیں جن میں بچوں کے بولنے کا ذکر ہے۔

بنی اسرائیل میں جریج نامی ایک شخص تھا جو اپنے صومعہ میں مستقل عبادت میں مصروف رہتا تھا، اس کی ماں بوڑھی تھی، اس نے آکر پکارا، صومعہ اوپر ہوتا ہے اس لئے وہ خود جریج تک نہ آسکتی تھی اس لئے اس نے نیچے ہی سے پکارا، جریج نماز میں تھے، وہ سوچ میں پڑ گئے کہ حق اللہ فائق ہے یا حق العبد اور ان کے اجتہاد نے انہیں یہی راہنمائی کی کہ بندوں کی خاطر اللہ کی عبادت منقطع نہ کی جائے، ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر جریج عالم ہوتے تو انہیں علم ہوتا کہ ماں کی پکار کا جواب دینا عبادت رب سے اولیٰ ہے، علماء فرماتے ہیں کہ نفلی نماز چھوڑ کر ماں کے بلانے پر جواب دینا چاہئے۔

حدیث مبارک متعدد فوائد پر مشتمل ہے جن میں سے چند یہ ہیں: اول یہ کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض ہے اور خاص طور پر ماں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت بہت زیادہ ہے حتیٰ کہ نفل نماز پر ماں کی پکار پر جواب دینے کو ترجیح دینی چاہئے اور یہ کہ ماں کی دعا قبول ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو آزمائشوں سے نکال لیتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا ۝٢ ﴾

''اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے تنگی سے نکلنے کا راستہ پیدا فرمادیتے ہیں۔'' (الطلاق: ۲)

(فتح الباری: ۷٤١/١، روضه المتقین: ٣٠٨/١)

☆.....☆.....☆☆☆.....☆.....☆

الباب (۳۳)

ملاطفة اليتيم و البنات و سائر الضعفة و المساكين و المنكسرين و الإحسان إليهم و الشفقة عليهم و التواضع معهم و خفض الجناح لهم

یتیم بچوں، لڑکیوں اور تمام کمزوروں، مساکین اور خستہ حال لوگوں کے ساتھ نرمی، شفقت، احسان اور تواضع سے پیش آنا

۱۰۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ:

﴿ وَٱخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِينَ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور مؤمنین کے لئے اپنے بازو جھکا دیجئے۔'' (الحجر:۸۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ اہل ایمان کے ساتھ وابستہ رہیں، ان کے ساتھ شفقت اور التفات کے ساتھ پیش آئیں اور اپنی نرمی اور مہربانی اور عطف وکرم کا بازو ان کے لئے جھکا دیں۔

۱۰۹. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ وَٱصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ رَبَّهُم بِٱلۡغَدَوٰةِ وَٱلۡعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجۡهَهُۥۖ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنَاكَ عَنۡهُمۡ تُرِيدُ زِينَةَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا ﴾

اور فرمایا:

''اور روکے رکھو اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام اس کی رضا کی طلب میں، اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر تلاش میں رونق زندگانی دنیا کی۔'' (الکہف:۲۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت کے شان نزول میں بغوی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے عیینہ بن حصن فزاری جو رئیس مکہ تھا، حاضر خدمت اقدس ہوا آپ ﷺ کے پاس اس وقت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر فقراء صحابہ تھے، اس نے کہا کہ ان لوگوں کو ہٹا دیجئے تاکہ ہم آپ ﷺ کی بات سن سکیں۔ اس پر آیات نازل ہوئیں اور آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ اپنا تعلق انہی لوگوں سے قائم رکھیں اور اپنی توجہات انہی کے ساتھ وابستہ رکھیں، انہی سے مشورہ لیں اور انہیں کی مدد اور اعانت سے ہر کام کریں۔ کیوں کہ یہ لوگ صبح وشام اللہ کو پکارتے ہیں اور ان کے تمام اعمال خالص اللہ کی رضا کے لئے ہیں، یہ سب وہ حالات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نصرت کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اللہ کی مدد ایسے ہی لوگوں کے لئے آیا کرتی ہے۔ (معارف القرآن)

۱۱۰. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ فَأَمَّا ٱلۡيَتِيمَ فَلَا تَقۡهَرۡ ﴿٩﴾ وَأَمَّا ٱلسَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ ﴿١٠﴾ ﴾

اور فرمایا:

''تو تم بھی یتیم پر ظلم نہ کرو اور مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔'' (الضحیٰ: ۹، ۱۰)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں ارشاد ہوا کہ یتیموں کی خبر گیری اور دلجوئی کیجئے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیجئے اور کوئی بات ایسی نہ ہو جس میں یتیم کی بے وقعتی یا تحقیر کا پہلو ہو۔

۱۱۱. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ أَرَءَيْتَ ٱلَّذِى يُكَذِّبُ بِٱلدِّينِ ۝١ فَذَٰلِكَ ٱلَّذِى يَدُعُّ ٱلْيَتِيمَ ۝٢ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ ٱلْمِسْكِينِ ۝٣ ﴾

اور فرمایا:

''بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے، یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔'' (الماعون: ۱-۳)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ یتیم کو چھوڑ دینا، اسے دھکے دینا اور اس کی حقارت کرنا، مسکین کو نہ کھلانا اور نہ کسی کو کھلانے کی ترغیب دینا یہ اوصاف اس شخص کے ہو سکتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور روز جزا کو جھٹلاتا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس کا آخرت پر اور روز قیامت پر ایمان ہو وہ یتیم کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکتا بلکہ وہ اس کے ساتھ رأفت و رحمت کا برتاؤ کرے گا، اس پر شفقت کرے گا اور اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے گا، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا قیامت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے انگشت شہادت اور درمیان کی انگلی ملا کر اشارہ فرمایا۔

فقراء مسلمین کی اللہ کے ہاں قدر

۲۶۰. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُطْرُدْ هٰؤُلَاءِ، لَا يَجْتَرِئُوْنَ عَلَيْنَا وَكُنْتُ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَجُلٌ مِنْ هُذَيْلٍ وَبِلَالٌ وَ رَجُلَانِ لَسْتُ اُسَمِّيْهِمَا، فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی: "وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۶۰) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چھ افراد نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، مشرکین نے آپ ﷺ سے کہا کہ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں کہیں یہ ہم پر جری نہ ہو جائیں؛ اور میں تھا اور ابن مسعود تھے اور ہذیل کے ایک آدمی تھے اور بلال تھے اور دو آدمی اور تھے جس کے نام مجھے یاد نہیں، رسول اللہ ﷺ کے دل میں وہ بات آئی جو اللہ نے چاہی، جس پر آپ

ﷺ نے سوچا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور جو لوگ پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام اس کی رضا کی طلب میں، آپ انہی کے ساتھ اپنے آپ کو روکے رکھیے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۶۰): صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ عنہ۔

کلمات حدیث: نفر : تین سے لے کر دس تک کے افراد کو نفر کہتے ہیں۔ اُطرُدْ : نکال دیجئے۔ طرد طردًا (باب نصر) دور کرنا، ایک طرف کرنا۔

شرح حدیث: ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کے پاس اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن فزاری آئے، یہ مؤلفۃ القلوب تھے یعنی رسول کریم ﷺ ان کے ساتھ مالی حسن سلوک فرماتے اور رغبت رکھتے کہ شاید یہ لوگ اسلام لے آئیں، نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت فقراء، صحابہ بیٹھے ہوئے تھے جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انہوں نے کہا کہ ہم عرب کے سردار ہیں ہم ان فقراء کے ساتھ بیٹھیں گے تو انہیں ہمارے سامنے بولنے کی جرأت ہو جائے گی۔ آپ ایسا کیجئے کہ ان کو ہٹا دیں یا ہمارے لئے علیحدہ مجلس کا انتظام کرلیں تا کہ ہم آپ ﷺ کی بات سن سکیں۔

رسول اللہ ﷺ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیا بعید ہے اس طرح یہ لوگ اسلام لے آئیں۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیات لے کر نازل ہوئے کہ آپ ﷺ انہی حضرات کے ساتھ جڑے رہیں اور اپنے آپ کو ان سے جدا نہ کریں، کہ یہ حضرات صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور صرف اس کی رضا کے طالب ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے یہاں قدر و قیمت ایمان والوں کی ہے۔ اہل دنیا اور دنیا کی شان وشوکت کی اس کے یہاں کوئی قیمت نہیں ہے۔ جو لوگ ایمان سے اور اعمال صالحہ سے محروم ہیں خواہ وہ دنیاوی لحاظ سے کتنے ہی بلند کیوں نہ ہوں، آخرت میں وہ بے حیثیت ہیں۔ (روضة المتقین : ۱/ ۳۱۰، شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۵/۱۴۷)

رسول اللہ ﷺ فقراءِ مسلمین کی حمایت

۲۶۱. وَعَنْ اَبِیْ هُبَيْرَةَ عَآئِذِ بْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِيِّ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ اَتٰى عَلٰى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَبِلَالٍ فِيْ نَفَرٍ فَقَالُوْا مَا اَخَذَتْ سُيُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عُدُوِّ اللّٰهِ مَاْخَذَهَا. فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهِمْ ؟ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْبَرَهُ فَقَالَ : "يَا اَبَابَكْرٍ لَعَلَّكَ اَغْضَبْتَهُمْ ؟ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ" فَاَتَاهُمْ فَقَالَ : يَا اِخْوَتَاهُ اَغْضَبْتُكُمْ؟ قَالُوْا لَا ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا اَخِيْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُه' "مَا اَخَذَهَا" اَیْ لَمْ تَسْتَوْفِ حَقَّهَا مِنْهُ. وَقَوْلُه' "یَا اَخِیْ" رُوِیَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَ کَسْرِ الْخَاءِ وَتَخْفِیْفِ الْیَاءِ وَرُوِیَ بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ الْخَاءِ وَ تَشْدِیْدِ الْیَآءِ .

(۲٦۱) حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ جو اہل بیعت رضوان میں سے ہیں ان سے مروی ہے کہ ابوسفیان کا سلمان صہیب اور بلال رضوان اللہ علیہم کے پاس سے گزر ہوا تو انہوں نے کہا: کیا اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن میں اپنی جگہ نہیں بنائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کیا تم قریش کے شیخ اور سردار کو یہ بات کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت اقدس میں آ کر عرض کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہیں تم نے ان کو ناراض تو نہیں کر دیا، اگر تو نے ناراض کر دیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا، بھائیو! شاید میں نے تمہیں ناراض کر دیا، وہ بولے نہیں اے ہمارے بھائی! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ (مسلم)

ما اخذ ھا : یعنی تلوار نے اپنا حق وصول نہیں کیا۔ یا أخی : ہمزہ کے زبر اور خاء کے زیر اور یاء کے سکون کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے اور الف کے پیش اور فاء کے زبر اور یاء مشدد کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔

تخریج حدیث(۲٦۱): صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل سلمان و صهیب و بلال رضی اللّٰه تعالیٰ عنه .

راوی حدیث: حضرت عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے، ان سے سات احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے ایک متفق علیہ ہے۔ (تهذیب الکمال : ۱۸٦/۱)

کلمات حدیث: أَغْضَبْتَهُم : تم نے انہیں ناراض کر دیا۔ غضب : غصہ، ناراضگی۔ أغضبه : اسے ناراض کر دیا۔ سیوف : تلواریں، واحد سیف : تلوار۔

شرح حدیث: حضرت سلمان، صہیب، بلال اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ہوا، یعنی اس وقت جب وہ اسلام نہ لائے تھے اور صلح حدیبیہ ہو چکی تھی، ان حضرات نے کہا کہ اسلام کی تلوار نے ابھی اس شخص کا فیصلہ نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جملے کو مناسب نہ سمجھا تو انہوں نے ابوسفیان کی خاطر کہا کہ تم قریش کے سردار کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں یہ بات تھی کہ شاید ابوسفیان نرم پڑ جائیں اور ان کا دل اسلام کی طرف مائل ہو جائے گا۔

مگر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات آ کر رسول اللہ ﷺ کو سنائی، رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہ فرمایا کہ ان لوگوں کا اللہ کے یہاں بڑا بلند مقام ہے، کہیں تم نے ان کو ناراض تو نہیں کر دیا۔ ان کی ناراضگی تمہارے رب کی ناراضگی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر فوراً ان حضرات کے پاس آئے اور بولے میرے بھائیو! کیا تم میری بات سے ناراض ہو گئے ہو، انہوں نے کہا نہیں ہم آپ سے ناراض نہیں ہوئے، اللہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مغفرت فرمائے۔

یعنی یہ حضرات بھی جان گئے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا وہ اس لئے فرمایا کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کی جانب رغبت دلاسکیں۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہم کا مقام و مرتبہ کیا تھا اور وہ عظمت کے اس مقام پر پہنچ گئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی ناراضگی کو اللہ کی ناراضگی کا سبب قرار دیا، اور اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کس طرح ﴿ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ کی تفسیر بنے ہوئے تھے کہ ان کی سوچ اور فکر کے زاویے بھی متحد ہو گئے تھے اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے برجستہ کہا کہ ہم آپ سے ناراض نہیں بلکہ آپ کے لئے دعا گو ہیں۔ (روضة المتقين : ١/٣١١، دليل الفالحين : ٢/٦٢)

یتیم کی کفالت کرنے والے کا مرتبہ

۲۶۲۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا " وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا۔ رَوَاهُ الْبُخَارِي .

"وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ " : اَلْقَآئِمُ بِاُمُوْرِهٖ .

(٢٦٢) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کا کفیل جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی سبابہ اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا کہ دونوں کے درمیان ذراسی جگہ تھی۔ (بخاری)

كافل اليتيم : کے معنی ہیں یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا۔

تخریج حدیث (۲۶۲): صحيح البخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان .

کلمات حدیث: کافل : کفالت کرنے والا، دیکھ بھال کرنے والا۔ كَفَلَ كفالة، (باب نصر) کسی کی خبر گیری کی ذمہ داری لے لینا۔

شرح حدیث: یتیم کی دیکھ بھال کا اجر و ثواب اور اخروی درجات کی بلندی کا اندازہ اس حدیث مبارک سے ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا، واضح رہے کہ انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے درمیان کوئی انگلی نہیں ہوتی۔ اس سے یتیم کی کفالت کرنے والے کا آخرت میں مقام اور جنت میں اس کے اعلیٰ مرتبہ کا اظہار ہوتا ہے۔ (روضة المتقين : ١/٣١٢)

۲۶۳۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ اَوْ لِغَيْرِهٖ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ " وَاَشَارَ الرَّاوِيْ وَهُوَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى، رَوَاهُ

مُسْلِمٌ .

وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. "اَلْيَتِيمُ لَهُ اَوْ لِغَيْرِهِ" مَعْنَاهُ : قَرِيبُهُ اَوِالْاَجْنَبِيُّ مِنْهُ فَالْقَرِيبُ مِثْلُ اَنْ تَكْفُلَهُ اُمُّهُ اَوْجَدُّهُ اَوْ اِخْوَةٌ اَوْ غَيْرُهُمْ مِنْ قَرَابَتِهِ. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۲۶۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کا کفیل، خواہ یتیم کا قریبی رشتہ دار ہو یا غیر ہو، جنت میں اس طرح ہوں گے، اور راوی نے جو مالک بن انس ہیں سبابہ اور وسطی سے اشارہ کیا۔ (مسلم)

الیتیم له أو لغیره : کے معنی ہیں کفیل کا قریب یا اس کا اجنبی ہونا، قریب مثلاً : ماں، دادا، بھائی، یا اور کوئی رشتہ دار۔

تخریج حدیث (۲۶۳): صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب الإحسان إلى الأرملة والمسكين واليتيم .

شرح حدیث: یتیم کا رشتہ دار اس کا کفیل ہو یا کوئی اور اس کا کفیل بنا ہو اللہ کے یہاں عظیم اجر وثواب کے مستحق ہوں گے، چنانچہ روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان یتیم کو اپنے گھر میں رکھ کر کھلائے پلائے اللہ تعالی اس کو ضرور جنت میں داخل کریں گے۔ (روضة المتقين : ۱/۳۱۳)

حقیقی مسکین جو اپنے کو سوال سے بچا رکھے

۲۶۴. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، اِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ يَتَعَفَّفُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَفِیْ رِوَايَةٍ فِی الصَّحِيْحَيْنِ: "لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِیْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ".

(۲۶۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے جو ایک دو کھجور یا ایک دو لقمہ مانگتا پھرے، مسکین وہ ہے جو سوال کرنے سے بچے۔ (متفق علیہ)

صحیحین کی اور ایک روایت میں ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے پاس چکر لگائے اور لقمہ دو لقمہ اور کھجور دو کھجور اسے واپس لوٹا دیں بلکہ مسکین وہ ہے جو اتنا مال نہ پائے جو لوگوں سے اس کو بے نیاز کر دے اور نہ کسی کو اس کا پتہ ہو کہ اسے صدقہ کرے اور نہ وہ خود کسی سے سوال کرے۔

تخریج حدیث (۲۶۴): صحيح البخاری، كتاب الزكوٰة، باب قول اللّٰه تعالىٰ لا يسئلون الناس إلحافا . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب المسكين الذی لا يجد غنى .

کلمات حدیث: يَتَعَفَّفُ، تَعَفُّفٌ (باب تفعل) پاکدامنی اختیار کرنا، دست سوال دراز کرنا۔ عَفَّ، عِفَّةٌ (باب نصر) غیر مستحسن کام سے رک جانا۔

شرح حدیث: مسکین سکون سے ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسکین کو مسکین اس لئے کہتے ہیں کہ مال کی کمیابی سے اس کے اندر حرکت کرنے کی بھی سکت نہیں رہی، اور حدیث مبارک میں فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے جو دست سوال دراز کرے، لوگوں کے گھروں کے چکر لگائے اور اسے کھجور دو کھجور اور لقمہ دو لقمہ دے کر لوٹا دیں، بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا نہیں ہے کہ اسے بے نیازی حاصل ہو، مگر وہ نہ سوال کرتا ہے اور نہ اپنی ضرورت ظاہر ہونے دیتا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ اس طرح کے باعفت ضرورت مند کو تلاش کر کے اس کی ضرورت کو پورا کرنا عند اللہ بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔

(روضة المتقين : ١/٣١٣ ، دليل الفالحين : ٢/٦٦)

---

٢٦٥. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"اَلسَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" وَاَحْسِبُهُ قَالَ : "وَكَالْقَائِمِ الَّذِيْ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ الَّذِيْنَ لَا يُفْطِرُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٢٦٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ اور مسکین پر خرچ کرنے والا اس مجاہد کی طرح ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرلے، راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ وہ اس شخص کی طرح ہے جو رات کو نماز میں کھڑا رہتا ہے، تھکتا نہیں ہے اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو افطار نہیں کرتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۶۵): صحيح البخاری، كتاب النفقات، باب الساعي على الأرملة. صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب الإحسان إلى الأرملة والمسكين.

کلمات حدیث: أرملة : بیوہ۔ جمع أرامل . أرامل : مساکین مرد و عورت۔

شرح حدیث: غریب اور بے سہارا عورتوں کی کفالت اور دیکھ بھال اور مساکین کی دیکھ بھال بڑا اجر و ثواب کا کام ہے، یعنی جب کوئی شخص مستقل طور پر اس طرح کے اہل احتیاج کی خدمت اپنے ذمہ لے لے اور ان کے اخراجات کی کفالت سنبھال لے، اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایسا ہے جیسے مجاہد فی سبیل اللہ یا اس شخص کی طرح جو ساری رات عبادت کرتا اور دن کو روزے رکھتا ہے۔

(روضة المتقين : ١/٣١٤ ، دليل الفالحين : ٢/٦٦)

برا ولیمہ جس میں فقراء کو شریک نہ کیا جائے

٢٦٦. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يَمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيْهَا وَيُدْعَىٰ اِلَيْهَا مَنْ يَابَاهَا، وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مِنْ قَوْلِهِ: "بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعَىٰ اِلَيْهَا الْاَغْنِيَآءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَآءُ"

(۲٦٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کھانوں میں برا کھانا اس ولیمہ کا ہے جس میں آنے والوں کو روکا جائے اور انکار کرنے والوں کو بلایا جائے اور جس نے انکار کیا اس نے اللہ اور رسول کے حکم کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

صحیحین کی ایک اور روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ برا کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے۔

تخریج حدیث (۲٦٦): صحیح البخاری، کتا ب النکاح، باب من ترك الدعوة . صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الأمر بإجابة الداعي إلى الدعوة .

کلمات حدیث: يأباها : اس سے انکار کرے۔ أبيٰ إباءً (باب فتح وضرب) انکار کرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے فرمایا ولیمہ کا وہ کھانا برا کھانا ہے جس میں غریبوں اور فقیروں کو آنے سے روکا جاتا ہے حالانکہ وہ آنا چاہتے ہیں، اور ان امیروں کو اور دولتمندوں کو اور صاحب حیثیت لوگوں کو بلایا جاتا ہے جن کو آنے کی فرصت نہیں ملتی اور وہ آنا نہیں چاہتے، حالانکہ ولیمہ کی دعوت کو قبول نہ کرنا اللہ کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے۔

حدیث مبارک میں آئندہ زمانے کی خبر دی گئی ہے کہ آنے والے دور میں لوگ دعوت ولیمہ کو بڑے لوگوں سے تعلقات قائم کرنے کا ذریعہ بنالیںگے، ان محافل میں ان کی تکریم اور عزت کریں گے، ان کے لئے جدا اہتمام کریں گے، اور ان کو شوق ورغبت سے بلائیں گے، اور وہ آنا نہ چاہیں گے، اور غریبوں کو نہیں بلایا جائے گا حالانکہ اگر انہیں بلایا جائے تو وہ آجائیں گے۔

مقصودِ حدیث یہ ہے کہ دعوت ولیمہ میں شرکت کرنی چاہئے اور صاحب دعوت کو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور اہل تعلق کو مقدم رکھے اور ضرورت مندوں اور غرباء اور مساکین کو کھلائے کہ خیر وبرکت اسی کھانے میں ہے جس میں غریب شریک ہوں۔

(فتح الباري : ۲/۱۰۲۸ ، روضة المتقين : ۱/۳۱٤)

بچیوں کی پرورش کی فضیلت

۲٦۷ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ" وَضَمَّ أَصَابِعَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

"جَارِيَتَيْنِ" اَيْ بِنْتَيْنِ .

(۲٦۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے دولڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں وہ روز قیامت آئے گا اور میں اور وہ اس طرح ہوں گے، آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا۔ (مسلم)

جاریتین کے معنی دولڑکیاں۔

تخریج حدیث (۲٦۷): صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الإحسان إلى البنات .

کلمات حدیث: عَالَ : پرورش کی، نگہداشت کی۔ عَالَ، عولاً (باب نصر) عال الرجل عیالہ : اپنے بچوں کی پرورش اور کفالت کی۔

شرح حدیث: دولڑکیوں کی پرورش، ان کی کفالت اوران کی نگہداشت کرنا یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائیں، بہت اجروثواب کا کام ہے اور عنداللہ اس کا درجہ اس قدر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یہ شخص جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیان کی انگلی ملا کر اشارہ فرمایا۔

حدیث مبارک میں بطور خاص لڑکیوں کی کفالت، پرورش اور تربیت کا ذکر فرمایا۔ کیوں کہ بالعموم لڑکیاں کمزور ہوتی ہیں اور معاشرے میں ان کو کم حیثیت خیال کیا جاتا ہے، بالخصوص عرب کے جاہلی معاشرے میں لڑکی ننگ وعار کی علامت تصور کی جاتی تھی، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی پرورش وتربیت کا مقام اس قدر بلند فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود مردوں کے لئے قابل رشک ہے بالخصوص جبکہ لڑکیاں یتیم اور بے سہارا بھی ہوں۔

(شرح مسلم للنووی رحمه اللّٰه : ۱۶/۱۴۷، روضة المتقین : ۱/۳۱۵، دلیل الفالحین : ۲/۶۸)

●●●●●●●●●●●●

۲۶۸. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَى امْرَاءَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِىْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ اِبْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَاَخْبَرْتُه‘ فَقَالَ: " مَنْ اُبْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَه‘ سِتْرًا مِنَ النَّارِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۶۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت اپنی دو لڑکیوں کے ساتھ آئی، اس نے سوال کیا، اس وقت میرے پاس کھجور تھی، وہ میں نے اسے دیدی، اس نے وہ دونوں لڑکیوں میں تقسیم کردی اور خود نہیں کھائی، پھر وہ کھڑی ہوئی اور چلی گئی۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جوان لڑکیوں کے سلسلے میں آزمایا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو یہ لڑکیاں اس کیلئے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائیں گی۔

تخریج حدیث (۲۶۸): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰة، باب اتقوا النار ولو بشق تمرة . صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الإحسان إلی البنات .

کلمات حدیث: اُبْتُلِيَ : آزمایا گیا، آزمائش میں ڈالا گیا۔ بَلٰی بَلاءً (باب نصر) آزمانا۔

شرح حدیث: اسلام سے قبل اہل عرب میں لڑکیوں کی حیثیت بہت گری ہوئی تھی اور عورتیں بہت حقیر سمجھی جاتی تھیں، قرآن کریم میں اس وقت کی صورت حال کا ایک نقشہ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے کہ جب کسی کو آکر خبر دی جاتی کہ تیرے لڑکی ہوئی ہے تو غم پی لیتا اور رنج سے اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے، وہ لوگوں سے شرم کے مارے چھپتا پھرتا کہ اس کے یہاں لڑکی ہوئی ہے، سوچ میں پڑ جاتا کہ اس ذلت کو

برداشت کرے یا اس لڑکی کو جا کر مٹی میں دبا آئے۔

اس معاشرتی ماحول میں اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں کہ اگر کسی کو ان لڑکیوں کی آزمائش پیش آ گئی اور اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے حجاب بن جائیں گی، یعنی یہ لڑکیاں اس کے درمیان اور جہنم کے درمیان حائل ہو جائیں گی، اور اسے جہنم میں جانے سے بچالیں گی۔ (شرح مسلم للنووی : ۱۴۷/۱۶ ، روضة المتقین : ۳۱۶/۱)

لڑکیاں قیامت کے دن آگ سے حجاب بن جائیں گی

۲۶۹۔ وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ : جَآءَ تْنِیْ مِسْکِیْنَةٌ تَحْمِلُ اِبْنَتَیْنِ لَهَا فَاَطْعَمْتُهَا ثَلاَثَ تَمَرَاتٍ فَاَعْطَتْ کُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً وَ رَفَعَتْ اِلٰی فِیْهَا تَمْرَةً لِتَاْکُلَهَا فَاسْتَطْعَمَتْهَا اِبْنَتَاهَا فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِیْ کَانَتْ تُرِیْدُ اَنْ تَاْکُلَهَا بَیْنَهُمَا ، فَاَعْجَبَنِیْ شَاْنُهَا فَذَکَرْتُ الَّذِیْ صَنَعَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ اَوْ اَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ " رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(۲۶۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی، اس کی دو لڑکیاں تھیں، میں نے اسے تین کھجوریں کھانے کے لئے دیدیں۔ اس نے ان دونوں لڑکیوں کو ایک ایک کھجور دیدی اور ایک کھجور کھانے کے لئے اپنے منہ کی طرف لے کر گئی لیکن لڑکیوں نے وہ بھی اپنے کھانے کے لئے مانگ لی۔ اس نے اس کھجور کو جس کو وہ کھانے کا ارادہ کر رہی تھی چیرا اور دونوں کو دیدیا، مجھے اس کی یہ بات پسند آئی اور میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اس عمل پر جنت واجب کردی یا اس عمل کی وجہ سے اسے جہنم سے آزادی مل گئی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۶۹): صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة، باب فضل الإحسان إلى البنات .

کلمات حدیث: فَشَقَّتْ : اس نے چیرا۔ شق، شقا (باب نصر) پھاڑنا، چیرنا۔ شقاق : باہمی اختلاف۔

شرح حدیث: ضعیف اور ناتواں لڑکیوں کی پرورش اور مسکین ماں کی ان پر ایسی شفقت اور رحمۃ للعالمین کا وفور رحمت اور اس عورت کے لئے جنت کی بشارت۔

بیوی اپنے شوہر کے مال میں صدقہ کر سکتی ہے بشرطیکہ شوہر کی طرف سے اجازت ہو اور اس صورت میں دونوں کو اجر ملے گا، بیوی کو صدقہ کرنے کا اور شوہر کو رضامندی ظاہر کرنے اور دونوں کو ان کے حسن نیت کا۔

(شرح مسلم للنووی : ۱۴۸/۱۶ ، نزهة المتقین : ۲۶۵/۱)

کمزور اور یتیموں کا حق

۲۷۰۔ وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ خُوَیْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّی اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ الْيَتِيمِ وَالْمَرْأَةِ " حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ
وَمَعْنَىٰ " اُحَرِّجُ" : اُلْحِقُ الْحَرَجَ وَ هُوَ الْاِثْمُ بِمَنْ ضَيَّعَ حَقَّهُمَا وَاُحَذِّرُ مِنْ ذٰلِكَ تَحْذِيْرًا بَلِيْغًا وَاَزْجُرُ عَنْهُ زَجْرًا اَكِيْدًا.

(۲۷۰) حضرت خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ ! میں ڈرتا ہوں دو کمزوروں کے حق کے بارے میں، یتیم اور عورت۔

حدیث حسن ہے،نسائی نے سند جید سے روایت کیا ہے۔

اُحَـرِّجُ کے معنی ہیں حرج محسوس کرتا ہوں یعنی گناہ اس شخص کے لئے جو ان کے حق کو ضائع کرے اور میں اس سے خوب ڈرتا ہوں اور سخت تاکید کے ساتھ اس سے روکتا ہوں۔

تخریج حدیث(۲۷۰): مسند الامام احمد بن حنبل : ۲/۴۳۹ .

راوی حدیث: حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے اور فتح مکہ میں شرکت فرمائی۔ بیس احادیث منقول ہیں جن میں دو متفق علیہ ہیں ۶۸ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ (الإصابة فی التمیز الصحابة)

کلمات حدیث: اُحَـرِّجُ کے معنی ہیں حرج محسوس کرتا ہوں،حرج سے ہے جس کے معنی گناہ کے ہیں۔حرج کے معنی تنگی اور دشواری کے ہیں۔

شرح حدیث: رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے لوگوں کے بارے میں خاص طور پر دو افراد کے حقوق کے ضائع کرنے اور ان کے پورا نہ کرنے سے ڈرتا ہوں، اور اسی لئے ان کی سختی سے تاکید کرتا ہوں، بار بار فہمائش کرتا ہوں، یہ دو ہیں: یتیم اور عورت، کہ یہ دونوں اس قدر کمزور ہیں کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی نہیں ہے اور جس کا اللہ ہو اس کے حق کے بارے میں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے، حدیث مبارک میں یتیم کا ذکر پہلے فرمایا کہ وہ کمزوری میں عورت سے بڑھا ہوا ہے،غرض حدیث مبارک میں اس امر پر شدت سے تنبیہ کی گئی ہے کہ دیکھو کہیں تم یتیم اور کمزور لوگوں کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرنے لگو،تمہارے اوپر لازم ہے کہ یتیموں اور عورتوں کی ہمدردی اور مواسات میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑو،اس حکم میں شوہر بھی داخل ہیں کہ انہیں چاہئے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور ان کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کریں۔ (روضة المتقين : ۱/۳۱۷)

ضعفاء کی برکت سے رزق ملنا

۲۷۱. وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَاٰى سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلاً عَلٰى مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ هٰكَذَا مُرْسَلاً فَاِنَّ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ تَابِعِيٌّ، رَوَاهُ الْحَافِظُ اَبُوْ بَكْرٍ الْبَرْقَانِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ مُتَّصِلاً عَنْ

مُصْعَبٍ عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ .

(۲۷۱) حضرت مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص کو خیال ہوا کہ انہیں اپنے سے کم تر لوگوں پر فضیلت ہے، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہی کمزور لوگوں کے سبب سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو مرسل روایت کیا ہے کیوں کہ مصعب بن سعد تابعی ہیں، اور حافظ ابوبکر برقانی نے اپنی صحیح میں از مصعب از والد خود متصل روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث(۲۷۱): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب من استعان بالضعفاء و الصالحین .

کلمات حدیث: تُرْزَقُوْنَ : تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔ رزقه، رزقًا (باب نصر) رزق پہنچانا، دینا، عطا کرنا۔

شرح حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے اوصاف کمال کے حامل صحابی رسول ﷺ تھے۔ ان میں بہادری اور شجاعت تھی اور صاحب جود و کرم تھے، انہوں نے خیال کیا کہ یہ غزوات میں شجاعت اور بہادری سے شرکت کرنا اور مال بھی خرچ کرنا یہ ایک درجہ میں دوسرے لوگوں پر سبقت کا پہلو ہے۔ چنانچہ عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص قوم کا حامی اور اپنے ساتھیوں کا مدافع ہو، کیا اس کا حصہ وہی ہوگا جو سب لوگوں کا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ جس فضل کا خیال حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں پیدا ہوا تھا وہ غنیمت کے حصہ میں زائد حصہ پانے کا خیال تھا، جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غزوات میں جو نصرت حاصل ہوتی ہے اور تمہیں جو رزق حاصل ہوتا ہے اس کا سبب تو یہی ضعفاء اور کمزور لوگ بنتے ہیں۔ کیوں کہ یہ ضعیف و کمزور لوگ جس عاجزی و اخلاص اور حسن نیت سے اللہ کی بارگاہ میں دعائیں کرتے ہیں تو ان کی دعائیں قبول ہو جاتی ہیں، چنانچہ نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت اس کے کمزور لوگوں کی دعاء و نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے عطا فرمائی ہے۔

غرض رسول کریم ﷺ نے حضرت سعد کو جو جواب دیا اس کا مقصد یہ تھا کہ ان کے دل میں جو یہ خیال آیا کہ شاید جنگ میں فتح و نصرت کا معیار ان کی یا ان جیسے لوگوں کی شجاعت ہے تو ایسا نہیں ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ فتوحات کا دروازہ فقراء کی دعاؤں سے کھلتا ہے اور انہی کے طفیل سب کو رزق ملتا ہے۔

(فتح الباری : ۱۷۸/۲، روضة المتقین : ۳۱۸/۱ ، دلیل الفالحین : ۷٤/۲)

مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو

۲۷۲. وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ عُوَیْمِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "اِبْغُوْنِی الضُّعَفَآءَ فَاِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدُ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ .

(۲۷۲) حضرت ابوالدرداء عویمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے کمزور

لوگوں میں تلاش کرو کہ کمزوروں کے سبب تمہاری مدد ہوتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد نے اس حدیث کو بسند جید روایت کیا)

تخریج حدیث(۲۷۲): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الانتصار بأرذل الخيل والضعفة.

راوی حدیث: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بعد میں اسلام لائے اور احد کے بعد کے غزوات میں شرکت کی، البتہ غزوۂ احد میں شرکت کے بارے میں اختلاف ہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی، ان سے ایک سو انیاسی احادیث مروی ہیں، جن میں سے دو متفق علیہ ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا۔ (دليل الفالحين : ١/ ٧٥)

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کمزور لوگوں کی نصرت واعانت میں میری مدد کرو۔ یا مقصود یہ ہے کہ مجھے کمزور اور ضعفاء میں تلاش کرو، کیوں کہ کمزور اور دنیاوی اعتبار سے ضعیف وناتواں لوگوں میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے، ان میں عجز وتواضع اور فقر پایا جاتا ہے اور یہ اوصاف عنداللہ مقبول ہیں، یہ انہی کی دعائیں ہیں جن کی بناء پر نصرت عطا ہوتی ہے اور سب کو رزق ملتا ہے۔

(نزهة المتقين : ١/ ٢٦٦)

الباب (٣٤)

باب الوصية بالنساء
عورتوں کو وصیت

۱۱۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''عورتوں کے ساتھ اچھی طرح گزارہ کرو۔'' (النساء: ۱۹)

۱۱۳. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَلَن تَسْتَطِيعُوٓا۟ أَن تَعْدِلُوا۟ بَيْنَ ٱلنِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا۟ كُلَّ ٱلْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَٱلْمُعَلَّقَةِ وَإِن تُصْلِحُوا۟ وَتَتَّقُوا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٢٩﴾ ﴾

اور فرمایا:

''تم اگر چاہو تو بھی عورتوں کے درمیان عدل نہ کرسکو گے سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت کو جیسے ادھر میں لٹکتی اور اگر اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (النساء: ۱۲۹)

تفسیری نکات: اس باب میں دو آیات آئی ہیں اور دونوں ہی عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت اور حسن سلوک کی تاکید پر مشتمل ہیں، اور فرمایا ہے کہ عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں اخلاق کا معاملہ رکھو اور ان کے ساتھ حسن سلوک رکھو اور جو طریقے جاہلیت میں مروج تھے ان سب کو ترک کر دو، تم سے یہ تو نہ ہو سکے گا کہ محبت قلبی اور ہر امر میں بالکل مساوات اور برابری رکھو مگر ایسا ظلم بھی نہ کرو کہ ایک کی طرف بالکل جھک جاؤ اور دوسری کو درمیان میں لٹکتی رکھو۔ بہتر راستہ تمہارے لیے یہی ہے کہ تم ان عورتوں کے ساتھ صلح وصفائی کے ساتھ اچھی اور ستھری معاشرت اختیار کرو اور ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(تفسير عثماني ، تفسير مظهري)

عورتوں کے ساتھ نرمی برتنے کا حکم

۲۷۳. وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا ، فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ مَافِى الضِّلَعِ اَعْلَاهُ ، فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ : وَفِىْ رِوَايَةٍ فِى الصَّحِيْحَيْنِ: "اَلْمَرْاَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ وَفِيْهَا عِوَجٌ " وَفِىْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : اِنَّ الْمَرْءَةَ

خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَکَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ فَاِنْ اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ وَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا."

قَوْلُهٗ "عَوَجٌ" هُوَ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْوَاوِ.

(۲۷۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو کہ عورت کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی کا اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے، اگر اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی رہے گی۔ اس لئے عورتوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو۔ (متفق علیہ)

اور صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے کہ عورت پسلی کی طرح ہے، سیدھا کرو گے تو توڑ ڈالو گے اور اگر اس سے فائدہ اٹھاؤ تو اس طرح اٹھاؤ کہ اس میں ٹیڑھی باقی ہو۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے، وہ تمہارے لئے ایک طریقہ پر برقرار نہیں رہے گی۔ اگر اس سے تم فائدہ اٹھاؤ تو اسی طرح اٹھاؤ کہ اس میں ٹیڑھ باقی ہو اور اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اس کا توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔

عوج کا لفظ عین اور واؤ کے زبر کے ساتھ۔

تخریج حدیث (۲۷۳): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب المدارة مع النساء. صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء.

کلمات حدیث: فاستوصوا: اچھی نصیحت قبول کرو، استیصاء (باب استفعال) نصیحت قبول کرنا، فاستوصوا بالنساء خیرًا: عورتوں سے اچھا سلوک کرو، عورتوں کے بارے میں اچھی نصیحت قبول کرو اور اس پر عمل کرو، آپس میں ایک دوسرے کو عورتوں کے ساتھ حسن معاملہ کی نصیحت کرو۔

شرح حدیث: حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کی گئی تھیں، حدیث میں اسی جانب لطیف اشارہ ہے، بعض علماء نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ عورت کی مثال پسلی کی سی ہے لیکن پسلی کا حسن اس کے ٹیڑھا ہونے میں ہے، یہ انتہائی حکیمانہ تشبیہ ہے کہ اگرچہ مرد کو عورت میں ایک قسم کا زیغ نظر آتا ہے لیکن عورت اور مرد کے اس فطری تضاد ہی میں ایک طرح کا حسن ہے جو مرد کی خشک اور سخت طبیعت کے لئے بادنسیم کا کام دیتا ہے، یہ عورت کی خدمت نہیں بلکہ اس کی فطرت کی ایک خوبصورت تعبیر ہے اور مرد کے لئے نصیحت ہے کہ عورت سے معاملہ کرتے وقت اس کی کمزوری اور اس کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے معاملہ کر لے، اور اس کے ساتھ نرمی اور اخلاق سے پیش آئے۔ (فتح الباری: ۲/ ۲۹۰، روضة المتقین: ۱/ ۳۲۰)

●●●●●●●●●●●●

۲۷۴. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِيْ عَقَرَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿اِذَا انْبَعَثَ اَشْقَاهَا﴾ اِنْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ

عَـزِيْزٌ عَارِمٌ مَنِيعٌ فِيْ رَهْطِهِ، ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَآءَ فَوَعَظَ فِيْهِنَّ فَقَالَ : يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَاَتَه' جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّه' يُضَاجِعُهَا مِنْ اٰخِرِ يَوْمِهٖ " ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِي ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ وَقَالَ "لِمَ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" وَالْعَارِمُ" بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالرَّآءِ هُوَ الشَّرِيْرُ الْمُفْسِدُ. وَقَوْلُه'، "اِنْبَعَثَ" اَیْ قَامَ بِسُرْعَةٍ .

(۲۷۴) حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا،آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے اورآپ ﷺ نے اونٹنی اوراس کے ذبح کرنے والے کا ذکر کیا،آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِذِ انۢبَعَثَ أَشْقَىٰهَا ﴾ کہ جو شخص اس اونٹنی کو مارنے اٹھا تھا وہ بد بخت زبردست فسادی تھا اور قبیلہ میں پرشوکت آدمی تھا، پھرآپ ﷺ نے عورتوں کا ذکر فرمایا اوران کے بارے میں نصیحت فرمائی،تم میں سے کوئی بیوی کواس طرح مارتا ہے جیسے غلام کو مارا جاتا ہے اور شاید دن کے آخر میں اس سے ہمبستری کرے، پھرآپ ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ کسی کی ہوا خارج ہونے پر ہنسنا نہیں چاہئے اورآپ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص ایسی بات پرکیسے ہنستا ہے جسے وہ خود کرتا ہے۔(متفق علیہ)

عارم : کے معنی ہیں شریرفسادی۔ اِنۢبَعَثَ : کے معنی ہیں جلدی سے اٹھا۔

تخریج حدیث(۲۷۴): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر والشمس وضحاها . صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب النار یدخل الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ، فتح مکہ کے قریب اسلام لائے،ان سے کتب حدیث میں ایک ہی حدیث مروی ہے،اوروہ متفق علیہ ہے ۳۵ ھ میں وفات پائی۔

کلمات حدیث: انبعث : جلدی سے کھڑا ہونا۔ بعث بعثاً (باب فتح)اٹھنا،اٹھانا،بھیجنا۔ ضرطة : ہوا کا آواز کے ساتھ اخراج۔ ضرط، ضَرْطاً (باب ضرب) آواز سے ہوا خارج کرنا۔ عارم : بدخلق،موذی،شوخ۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے خطبہ مبارکہ میں تین امور کا ذکر فرمایا،آپ ﷺ نے اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر کیا،اوراس اونٹنی کا واقعہ بیان کیا جو اظہار معجزہ کے طور پر ظاہر ہوئی تھی اوراسے قوم صالح میں سے ایک شقی نے ذبح کردیا تھا،اورقوم عذاب میں گرفتار ہوئی،اوراللہ تعالیٰ نے سب کومٹا کر برابر کردیا۔ ﴿ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم بِذَنۢبِهِمْ فَسَوَّىٰهَا ﴿١٤﴾ ﴾

اوراس کے بعدآپ ﷺ نے عورتوں کا ذکر فرمایا اورنصیحت فرمائی کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو اورانہیں غلاموں کی طرح مارنے کے متعلق فرمایا اورارشاد فرمایا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کواس طرح مارے جیسے کسی غلام کو مارا جاتا ہے پھروہ شام کو یا رات کو اس سے قربت کا خواہاں ہو،یعنی مرد وعورت کے آپس میں ایک دوسرے کی جانب التفات اورمیلان کے لئے ضروری ہے کہ دونوں کے درمیان معاشرت محبت ومودت پراستوار ہو،اوراس میں نفرت کا ذرا سا بھی شائبہ نہ آنے پائے۔اگر دن میں انسان بیوی کے ساتھ نامناسب طریقے سے پیش آیا ہے تو رات کو بیوی کے دل میں التفات کے اورمحبت کے جذبات کہاں سے بیدار ہوں گے جوان کے باہمی

تعلق کے لئے ضروری ہیں۔

تیسری بات اس خطبۂ مبارک میں آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ آداب مجلس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ایک دوسرے پر نہ ہنسے بلکہ باہم تکریم اور تعظیم غالب ہوتا کہ حسن معاشرت کا مظاہرہ ہو، پس اگر کسی کی ہوا خارج ہو جائے تو اس پر نہ ہنسے کہ یہ ایسی حرکت ہے جو خود ہنسنے والے سے بھی سرزد ہو سکتی ہے۔ (فتح الباری :۲/ ۲۰۸، روضة المتقين :۱/ ۳۲۳، دليل الفالحين:۲/ ۷۹)

عورتوں کی اچھی خصلتوں کو دیکھیں

۲۷۵. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقاً رَضِيَ مِنْهَا اٰخَرَ" اَوْ قَالَ غَيْرَهُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ،

وَقَوْلُهُ : "يَفْرَكْ" هُوَ بِفَتْحِ الْيَآءِ وَاِسْكَانِ الْفَآءِ وَفَتْحِ الرَّاءِ مَعْنَاهُ : يُبْغِضُ يُقَالُ فَرِكَتِ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا وَفَرِكَهَا زَوْجُهَا بِكَسْرِ الرَّآءِ يَفْرَكُهَا بِفَتْحِهَا : اَيْ اَبْغَضَهَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۲۷۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مؤمن کسی مؤمن عورت کو ناپسند نہ کرے اگر اس کی کوئی ایک بات ناپسند ہوگی تو اس کی دوسری بات پسند ہوگی۔ (مسلم)

يَفْرَكُ : کے معنی ناپسند کرنا۔ کہا جاتا ہے: فَرِكت المرأة زوجها اور فَرِكها زوجها، کہ عورت نے شوہر کو ناپسند کیا اور شوہر نے بیوی کو ناپسند کیا۔

تخریج حدیث (۲۷۵): صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء.

کلمات حدیث: لَا يَفْرَكُ : دشمنی نہ رکھے۔ فَرِكَ فركاً (باب سمع) نفرت رکھنا، میاں بیوی کا ایک دوسرے سے بغض رکھنا۔

شرح حدیث: کوئی مؤمن مرد اپنی مؤمن بیوی سے ہرگز بغض اور نفرت نہ رکھے کیوں کہ اگر اس میں کوئی برائی ہے تو یقیناً اس میں کوئی خوبی بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان اسی طرح ہے کہ اس میں کچھ خوبیاں ہیں اور کچھ برائیاں ہیں۔ اچھا انسان وہ ہے جس کی اچھائیاں غالب ہوں اور لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچے، انسان کو چاہئے وہ اپنی بیوی میں خوبیاں تلاش کرے اور ان خوبیوں کی اساس پر حسن معاشرت استوار کرے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کوئی بے عیب ساتھی ڈھونڈتا رہے گا تو بے یار و مددگار رہ جائے گا۔

(شرح صحيح مسلم للنووی: ۱۰/ ۵۰، مظاهر حق جديد :۳/ ۳۷۲، مرقاة المصابيح :٦/ ٢٦٤)

عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو

۲۷۶. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ یَقُوْلُ بَعْدَ اَنْ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالیٰ وَاَثْنیٰ عَلَیْهِ وَذَکَّرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ : "اَلاَ وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَکُمْ لَیْسَ تَمْلِکُوْنَ مِنْهُنَّ شَیْئًا غَیْرَ ذٰلِکَ اِلاَّ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُبَیِّنَةٍ، فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْباً غَیْرَ مُبَرِّحٍ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلاَ تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا، اَلاَ اِنَّ لَکُمْ عَلیٰ نِسَآئِکُمْ حَقًّا وَلِنِسَآئِکُمْ عَلَیْکُمْ حَقًّا : فَحَقُّکُمْ عَلَیْهِنَّ اَنْ لاَّ یُوْطِئْنَ فُرُشَکُمْ مَنْ تَکْرَهُوْنَ وَلاَ یَاْذَنَّ فِیْ بُیُوْتِکُمْ لِمَنْ تَکْرَهُوْنَ، اَلاَ وَحَقُّهُنَّ عَلَیْکُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَیْهِنَّ فِیْ کِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

قَوْلُه، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "عَوَانٍ" اَیْ اَسِیْرَاتٌ جَمْعُ عَانِیَةٍ بِالْعَیْنِ الْمُهْمَلَةِ وَهِیَ الْاَ سِیْرَةُ وَالْعَانِیُ : اَلْاَسِیْرُ، شَبَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْاَةَ فِیْ دُخُوْلِهَا تَحْتَ حُکْمِ الزَّوْجِ بِالْاَسِیْرِ" وَالضَّرْبُ الْمُبَرِّحُ" : هُوَ الشَّاقُّ الشَّدِیْدُ. وَقَوْلُه، صَلَّی الله علیه وسلم ﴿ فَلاَ تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلاً ﴾ : اَیْ لاَ تَطْلُبُوْا طَرِیْقاً تَحْتَجُّوْنَ بِهٖ عَلَیْهِنَّ وَتُؤْذُوْنَهُنَّ بِهٖ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۲۷۶) حضرت عمرو بن الاحوص جشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کی، تذکیر ونصیحت فرمائی پھر فرمایا کہ دیکھو عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کہ تمہاری قیدی ہیں اور تم ان سے سوائے اس کے اور کسی شئ کے مالک نہیں ہو، الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اگر ایسا کریں تو انہیں بستروں سے الگ کردو اور انہیں مارو مگر مار دردناک نہ ہو، اگر وہ تمہاری فرمان برداری اختیار کریں تو ان پر اعتراض کا راستہ تلاش نہ کرو، سن لو کہ تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر ان لوگوں کو پاؤں نہ رکھنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں انہیں نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو۔ اور سن لو ان کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ ان کے کپڑے اور ان کے کھانے میں حسن سلوک کرو۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

عوان کے معنی قیدی کے ہیں۔ عوان عانیۃ کی جمع ہے اور عانیہ کے معنی قیدی کے ہیں اور عانی اسیر یعنی قیدی، رسول اللہ ﷺ نے بیوی کو قیدی سے تشبیہ دی کیوں کہ وہ جب شوہر کے گھر میں آجاتی ہے تو اس کے حکم کے تابع ہوجاتی ہے۔

ضرب مبرح کے معنی ہیں شدید ضرب، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان پر زیادتی کرنے یا ایذاء پہنچانے کے بہانے نہ تلاش کرو۔

تخریج حدیث(۲۷۶): الجامع للترمذی، أبواب النکاح، باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجها .

راوی حدیث: حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان سے دو احادیث مروی ہیں۔

(دلیل الفالحین: ۲/ ۸۱)

کلمات حدیث: یوطئن، وطأ، وطئا (باب ضرب) پاؤں رکھنا۔ عوان : قیدی جمع عانیة .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں بعد حمد وثناء فرمایا اے لوگو! عورتوں سے حسن سلوک کرو، یہ اگر چہ بظاہر تمہاری قیدی بن گئی ہیں لیکن تم ماسواء فطری تعلق کے ان کی کسی بھی شئے کے مالک نہیں ہو۔

ناگزیر حالات میں عورت کو سرزنش کرنے کی اجازت اسلام نے دی ہے لیکن احادیث مبارکہ میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ نصیحت اور فہمائش پر زور ہو اور اگر مارنا ناگزیر ہو جائے تو وہ شدید نہ ہو، اور اعتدال ملحوظ رہے۔

فرمایا کہ تمہاری بیویوں پر تمہارا حق ہے کہ وہ تمہارے مال کی اور تمہارے گھر کی حفاظت کریں اور کسی ایسے شخص کو گھر میں نہ آنے دیں جس کا آنا تمہیں پسند نہ ہو اور تمہاری بیویوں کا تمہارے اوپر یہ حق ہے کہ تم ان کے لباس کا، رہن سہن اور کھانے پینے کا خیال رکھو اور ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آؤ۔ (روضة المتقين : ۱/۳۲۳، دليل الفالحين:۲/۸۱)

بیوی کے حقوق

۲۷۷۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِ نَا عَلَيْهِ ؟ قَالَ: " اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلاَ تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلاَ تُقَبِّحْ وَلاَ تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ " حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ

وَقَالَ مَعْنىٰ " لاَ تُقَبِّحْ " اَىْ لاَ تَقُلْ قَبَّحَكِ اللّٰهُ .

(۲۷۷) حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کیا کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ فرمایا کہ جب تو کھائے اسے بھی کھلائے اور جب تو پہنے تو اسے بھی پہنائے، اور اس کے چہرے پر نہ مارو اور اس سے قبیح بات نہ کہو، اور اس سے علیحدگی نہ اختیار کرو مگر گھر میں۔

یہ حدیث حسن ہے اور اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے، لاتقبح کے معنی ہیں یہ مت کہو کہ قبحك الله . (اللہ تجھے قبیح بنادے)

تخریج حدیث (۲۷۷): سنن ابی داؤد، کتاب النكاح، باب فی حق المرأة علی زوجها .

کلمات حدیث: لا تقبّح : یہ مت کہو قبحك الله (اللہ تجھے قبیح بنادے) قُبح : برائی، قول یا فعل کی برائی۔ قَبُحَ قَبْحًا (باب کرم) قبیح ہونا۔ قبیح، قبیحة : برا، جمع قبائح .

شرح حدیث: شوہر کی ذمہ داری ہے کہ اپنے معاشی حالات اور اپنی آمدنی کے مطابق بیوی کے لباس اور کھانے کا انتظام کرے اور دیگر ضروریات زندگی فراہم کرے، اور اگر ناگزیر حالات میں بطور تنبیہ مارنے کی نوبت آئے تو چہرے پر نہ مارے اور نہ ایسے کلمات کہے جو بد دعا پر مشتمل ہوں۔ کیوں کہ چہرہ انسانی شرف وکرامت کا مرکز ہے۔ اس لئے چہرے پر مارنا انسانیت کی توہین ہے۔

فقہاء نے فرمایا ہے کہ شوہر کو چار مواقع پر بیوی کو مارنے کی اجازت ہے:

(۱) شوہر کی خواہش کے علی الرغم بیوی کا زیب وزینت نہ کرنا۔

(۲) فرائض نماز روزہ وغیرہ ترک کرنا۔

(۳) شوہر کی مرضی اور اجازت کے بغیر گھر سے جانا۔

(۴) شوہر سے ہم بستری کے لئے آمادہ نہ ہونا۔

نیز فرمایا کہ اگر بطور تادیب ان کو چھوڑنے کی ضرورت پیش آئے تو یہ چھوڑنا گھر کے اندر ہو، اور اس کو کسی اور گھر میں نہ منتقل کیا جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَٱهۡجُرُوهُنَّ فِي ٱلۡمَضَاجِعِ ﴾

''کہ ان کو بستروں میں علیحدہ چھوڑ دو۔''

بیوی کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا

۲۷۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَاناً اَحْسَنُهُمْ خُلُقاً وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(۲۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کامل ترین ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۲۷۸): الجامع الترمذی، أبواب النكاح، باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجها .

کلمات حدیث: خیارکم: تم میں اچھے لوگ، خیر کی جمع خیار۔

شرح حدیث: اخلاق کا سرچشمہ اور اس کا منبع ایمان ہے۔ جس قدر ایمان مضبوط ہوگا اتنا ہی آدمی کا اخلاق بلند ہوگا اور جس قدر ایمان کمزور ہوگا اتنا ہی اخلاق کمزور ہوگا۔ مزید یہ کہ اسلامی اخلاق میں تواضع اور انکساری اعلیٰ خوبیاں ہیں اور ان کا پورا اور مکمل مظاہرہ اس وقت ہوتا ہے جب واسطہ کمزوروں اور ضعیفوں سے ہو اور عورتیں بھی ضعیف اور کمزور ہیں۔ اس لئے جو ان سے اچھے طریقے سے پیش آتا ہے وہ یقیناً ایک عمدہ انسان ہے۔ (روضة المتقين: ۱/ ۳۲۵)

عورتوں کو بلا وجہ مارنے کی ممانعت

۲۷۹. وَعَنْ اِيَاسِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ ذُبَابٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: " لَا تَضْرِبُوْا اِمَآءَ اللّٰهِ " فَجَآءَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ذَئِرْنَ النِّسَآءُ عَلٰی اَزْوَاجِهِنَّ. فَرَخَّصَ فِیْ ضَرْبِهِنَّ فَاَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِسَآءٌ كَثِیْرٌ یَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ اَطَافَ بِاٰلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ نِسَآءٌ كَثِیْرٌ یَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ لَیْسَ اُولٰئِكَ بِخِیَارِكُمْ " رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

قَوْلُهٗ: " ذَئِرْنَ " هُوَ بِذَالٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَةٍ ثُمَّ هَمْزَةٍ مَكْسُوْرَةٍ ثُمَّ رَآءٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ نُوْنٍ: اَیِ اجْتَرَأْنَ: قَوْلُهٗ "اَطَافَ" اَیْ اَحَاطَ.

(۲۷۹) حضرت ایاس بن عبداللہ بن ذباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی باندیوں کو مت مارو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہوگئیں۔ آپ ﷺ نے انہیں مارنے کی اجازت دیدی، اس کے بعد بہت سی عورتیں ازواج مطہرات کے پاس جمع ہوگئیں جو اپنے شوہروں کا شکوہ کررہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کے اہل بیت کے پاس بہت سی عورتیں جمع ہوگئیں جو اپنے شوہروں کا شکوہ کررہی تھیں، یہ لوگ تمہارے اچھے لوگ نہیں ہیں۔ (ابوداؤد باسناد صحیح)

ذئرن: یعنی جری ہوگئیں۔ أطاف: گھیرلیا، احاطہ کرلیا۔

تخریج حدیث (۲۷۹): سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی ضرب النساء.

کلمات حدیث: ذئرن: غصہ ہوگئیں، دلیر ہوگئیں۔ ذئر ذئرًا (باب سمع) نفرت کرنا۔

شرح حدیث: قرآن کریم میں عورتوں کو بعض حالات میں مارنے کی اجازت دی گئی ہے، اور یہ خاص حالات جن میں مارنے کی اجازت ہے عورت کی طرف سے نافرمانی (نشوز) کا اندیشہ ہونا ہے، تو ان حالات میں یہ حکم ہے:

﴿ وَٱلَّـٰتِی تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَٱهْجُرُوهُنَّ فِی ٱلْمَضَاجِعِ وَٱضْرِبُوهُنَّ ﴾

''اور جن کی نافرمانی کا تمہیں ڈر ہو، انہیں نصیحت کرو، ان کو بستر میں چھوڑ دو اور مارو۔'' (النساء: ۳۴)

یعنی اگر عورتوں کی طرف نافرمانی کا صدور ہو یا اس کا اندیشہ ہو تو پہلا درجہ ان کی اصلاح کا یہ ہے کہ نرمی سے ان کو سمجھاؤ، سمجھانے سے باز نہ آئیں تو ان کا بستر علیحدہ کردو تا کہ وہ شوہر کی ناراضگی کا احساس کر کے اپنے فعل پر نادم ہوجائیں، اور جو اس سے بھی اثر نہ لے اس کو معمولی مار کی بھی اجازت ہے جس سے بدن پر کوئی اثر نہ پڑے، اگرچہ بدرجہ مجبوری خاص حالت میں مارنے کی اجازت دی گئی ہے، مگر حدیث میں فرمایا گیا ہے: " ان یضرب خیارکم ." (تمہارے اچھے مرد کبھی نہیں ماریں گے۔)

غرض متعدد احادیث میں بیویوں کو مارنے کی ممانعت آئی ہے جبکہ قرآن کریم میں اجازت دی گئی ہے، بعض علماء نے اس کی تطبیق اس طرح بیان فرمائی ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو مارنے سے منع فرمادیا تھا ممکن ہے، آپ ﷺ نے قرآن کریم کی اس آیت کے نزول سے قبل منع فرمایا ہو لیکن جب عورتیں دلیر ہوگئیں تو آپ ﷺ نے پھر مارنے کی اجازت دیدی اور حکم قرآنی سے بھی اس کی تائید ہوگئی۔

ابن سعد اور بیہقی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ پہلے مردوں کو مطلقاً عورتوں کو مارنے سے منع کر دیا گیا تھا مگر پھر عورتیں دلیر ہوگئیں تو پھر اجازت دیدی گئی۔ (واللہ اعلم)

(معارف القرآن: ۲/ ۴۰۰، روضۃ المتقین: ۱/ ۳۲۵، مظاہر حق جدید: ۳/ ۳۸۶)

****

۲۸۰. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۸۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا ایک متاع ہے اور اس کی اچھی متاع نیک بیوی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۸۰): صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ.

کلمات حدیث: متاع: ہر فانی شئے جسے استعمال کرلیا جائے اور پھر وہ ختم ہو جائے، ساری دنیا متاع ہے یعنی بس ایک وقتی استعمال کی شئے ہے جیسے ہاتھ پونچھنے کا کاغذ۔

شرح حدیث: اس حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے دنیا کو متاع قرار دیا، متاع ہر وہ چیز ہے جس سے وقتی انتفاع ہو اور اس کے بعد وہ ختم ہو جائے اور قرآن کریم میں دنیاوی زندگی کو متاع الغرور فرمایا گیا ہے، یعنی ایک تو دنیا وقتی اور لمحاتی استعمال کی چیز ہے اور مزید یہ کہ اس میں غرور اور دھوکہ بھی ہے کہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس کے پاس جس قدر دنیا ہوگی وہ اسی قدر خوش نصیب ہوگا لیکن جب لمحۂ گزراں گزر جائے گا تو پتہ چلے گا کہ یہ تو فریب نظر کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے۔

فرمایا کہ اس متاع دنیا میں اگر کوئی چیز اچھی ہے تو وہ نیک اور صالح بیوی ہے، اور فرمایا کہ نیک اور صالح بیوی وہ ہے کہ مرد اسے دیکھے تو خوش ہو۔ کوئی بات کہے تو فوراً تعمیل کردے اور جب وہ گھر میں موجود نہ ہو تو اپنے نفس کی اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔

(نزھۃ المتقین: ۱/ ۲۷۳، روضۃ المتقین: ۲/ ۳۲۶)

الباب (۳۵)

حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ
عورتوں پر مردوں کے حقوق

۲۷۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ السَّابِقِ بِالْبَابِ قَبْلَهٗ .

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''مرد عورتوں پر قوام ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ انہوں نے اپنے اموال میں سے خرچ کیا ان میں سے جو نیک ہیں تابعدار ہیں اور پیٹھ پیچھے حفاظت کرنے والی ہیں اللہ کی حفاظت کی مدد سے۔'' (النساء: ۳۴)

اس مضمون کی احادیث میں سے عمرو بن الاحوص کی حدیث پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا عورتوں اور مردوں کو ایک ساتھ مخاطب فرمایا اور جو احکام، عبادات، معاملات، تمدنی اور معاشرتی زندگی سے متعلق مردوں کے لئے ہیں وہی عورتوں کے لئے بھی ہیں۔

لیکن عورت کی زندگی کے بعض پہلو ایسے ہیں جو فطری اور طبعی طور پر مرد سے مختلف ہیں، خاص طور پر ازدواجی اور عائلی زندگی عورت اور مرد کی مختلف ہے۔ اسی لئے عائلی اور ازدواجی زندگی سے متعلق احکام بھی قدرے مختلف ہیں۔

جس طرح ہر اجتماعی نظام کے لئے عقلاً اور عرفاً یہ ضروری ہے کہ اس میں کسی ایک کو ذمہ دار قرار دیا جائے خواہ وہ سربراہ یا حاکم ہو یا امیر ہو، اسی طرح عائلی نظام میں بھی ایک امیر یا سربراہ کی ضرورت ہے۔ مردوں میں بنسبت عورتوں کے علمی اور عملی قوت زیادہ ہوتی ہے جو اس قدر بدیہی ہے جس کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عائلی زندگی کا سربراہ مرد کو مقرر فرمادیا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم اور واجب ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں اور دونوں کے حقوق باہم مماثل ہیں لیکن ایک چیز میں مردوں کو امتیاز حاصل ہے کہ وہ حاکم ہیں، قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر یہ بھی واضح کردیا گیا ہے کہ یہ تفوق مرد کو جو عورت پر حاصل ہوا ہے یہ کوئی استبدادی صورت نہیں ہے کہ جو اس کے جی میں آئے کر گزرے بلکہ وہ قانون شریعت کا بھی پابند ہے اور مشورہ کا بھی پابند ہے کہ اپنے اہل خانہ سے مشورہ کر کے اپنے گھریلو امور کو انجام دے۔

﴿ عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ ﴾

''کہ امور خانہ داری میں بیوی باہمی رضامندی سے اور مشورہ سے کام لیں۔''

اس بیان سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ مرد کی جس سربراہی یا حاکمیت کی بات قرآن کریم نے فرمائی ہے اس میں نہ تو عورتوں کی

حیثیت کو کم کیا گیا ہے اور نہ اس میں ایسی کوئی بات ہے جو عورتوں کے لئے گراں ہو ۔ اس کے باوجود بھی اگر کسی قسم کی گرانی کا احتمال ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی مصلحت بھی بیان فرمادی، یہ مصلحت دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ ایک پہلو تو طبعی اور فطری ہے اور وہ یہ کہ مرد بنسبت عورت کے زیادہ عملی قوت رکھتا ہے اور عورت کی بہ نسبت زیادہ برداشت کا مالک ہے، اور دوسرا پہلو شرعی ہے اور وہ یہ کہ اسلام نے معاشی جدوجہد اور بیوی بچوں کی کفالت کا ذمہ دار مرد کو قرار دیا ہے اور اسی کے ذمہ تمام عائلی مصارف لگائے گئے ہیں، ان دونوں پہلوؤں کے پیش نظر مناسب ہوا کہ قوت فیصلہ مرد کے ہاتھ میں دیدی جائے۔ (معارف القرآن: ۲/ ۳۹۵)

خاوند کو ناراض کرنے والی پر فرشتوں کی لعنت

۲۸۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَلَمْ تَاْتِهٖ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَیْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهُمَا "اِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلآئِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ" وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَامِنْ رَجُلٍ یَدْعُوْا امْرَأَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَتَابٰی عَلَیْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ سَاخِطاً عَلَیْهَا حَتّٰی یَرْضٰی عَنْهَا."

(۲۸۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب خاوند اپنی عورت کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور شوہر اس سے ناراض ہو کر رات گزارے تو فرشتے صبح ہونے تک اس عورت پر لعنت کرتے ہیں۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب عورت مرد کے بستر کو چھوڑ کر رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت فرماتے ہیں۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے اور وہ انکار کر دیتی ہے تو جو آسمان میں ہے وہ اس وقت تک اس سے ناراض رہتا ہے جب تک وہ خاوند اس سے راضی ہو جائے۔

تخریج حدیث (۲۸۱): صحیح البخاری، کتاب النکاح ۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعها من فراش زوجها ۔

کلمات حدیث: لَعَنَتْهَا : اسے لعنت کرتے ہیں۔ لَعَنَ لَعناً (باب فتح) گالی دینا، دھتکارنا۔

شرح حدیث: اسلام نے میاں بیوی کا علیحدہ علیحدہ حقوق و فرائض کا تعین کر دیا ہے اور ان کی اہمیت بھی واضح کر دی ہے، دراصل اسلام چاہتا ہے کہ خانگی زندگی پر لطف، پر کیف اور پرامن ہو، یہ امن و آشتی کا گہوارہ ہو، اس میں میاں بیوی اگر اس طرح ایک دوسرے کے ساتھی اور رفیق ہوں جس طرح لباس آدمی کا رفیق اور ساتھی ہوتا ہے۔ لباس آدمی کے مطابق ہوتا ہے، اسے گرمی اور سردی سے بچاتا ہے، وہ اسے برہنگی سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی پردہ پوشی کرتا ہے، لباس اس کے لئے زیبائش و زینت بھی ہے، اسی طرح میاں بیوی باہم لباس کی طرح ہوں، ایک دوسرے کی حفاظت کریں، ایک دوسرے کے عیوب کی پردہ پوشی کریں اور ایک دوسرے کے لئے زیبائش

اور زینت ہوں۔

مقصود حدیث یہ ہے کہ عورت پر اپنے خاوند کی اطاعت واجب ہے، جب وہ اس کو بلائے اور اس کے پاس معقول عذر بھی نہ ہو، اگر عورت اس کے بلانے پر اس کے حکم کی اطاعت نہ کرے گی تو وہ کبیرہ گناہ کی مرتکب ہونے کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے دور کر دی جائے گی۔ (نزهة المتقين: ۱/ ۲۷٤)

شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ کی ممانعت

۲۸۲. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَیْضًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَلَا تَاْذَنَ فِیْ بَیْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیْ.

(۲۸۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ اس کا شوہر موجود ہو اور وہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ لے اور شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے کی اجازت دیدے۔ (متفق علیہ اور الفاظ حدیث بخاری کے ہیں)

تخریج حدیث (۲۸۲): صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب لاتأذن المرأة في بيت زوجها. صحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب ما أنفق العبد من مال مولاه.

کلمات حدیث: لا تأذن، أذن، إذنا (باب سمع) اجازت دینا۔

شرح حدیث: مقصود حدیث یہ ہے کہ عورت اپنے امور کی تنظیم میں شوہر کے حقوق کی رعایت ملحوظ رکھے مثلاً اگر شوہر گھر پر ہے تو اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔ چنانچہ ایک روایت میں وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ بیوی پر شوہر کا ایک حق یہ بھی ہے کہ نفلی روزہ اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے، اگر رکھ لیا تو مقبول نہ ہوگا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شوہر کا حق نفلی روزہ پر فائق ہے۔ اس لئے شوہر کا حق فوت ہونے کی صورت میں نفلی روزہ صحیح نہ ہوگا، الا یہ کہ کہیں گیا ہو تو بغیر اجازت نفلی روزہ رکھنے میں حرج نہیں ہے۔

اسی طرح بیوی کو چاہئے کہ وہ ان لوگوں کو شوہر کی غیر موجودگی میں گھر میں نہ بلائے جن کو وہ پسند نہ کرتا ہو، البتہ شوہر کی طرف سے صریحاً اجازت ہو یا ضمناً ہو تو درست ہے۔ (فتح الباری: ۲/ ۱۰۵۰، روضة المتقين: ۱/ ۳۲۹، شرح مسلم للنووی)

۲۸۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ، وَالْاَمِیْرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَهْلِ بَیْتِهٖ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِیَةٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ. فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۲۸۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائیگا اور امیر نگران ہے اور آدمی اپنے گھر کا نگران ہے اور عورت اپنے گھر کی، شوہر کی اور بچوں کی نگران ہے، تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

تخریج حدیث (۲۸۳): صحیح البخاری، کتاب النکاح، صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضیلة الإمام العادل۔

کلمات حدیث: راع، راعی : رعایت رکھنے والا، نگہبانی کرنے والا، جانوروں کا رکھوالا، چرواہا۔ رعی، رعیا (باب فتح) رعت الماشیة الکلأ: جانور کا گھاس چرنا۔ رعیت : جو چیز کسی کی نگہبانی میں ہو۔ رعایة : دیکھ بھال۔

شرح حدیث: راعی کا مفہوم ہے ہر وہ شخص جو امین ہو، قابل اعتماد ہو اور اسے جب کوئی ذمہ داری سپرد کی جائے اسے پورا کرے، کوئی شئے اس کی تحویل میں دی جائے تو اس کی حفاظت کرے۔ اس راعی (چرواہے) کی طرح جو جانوروں کی گلہ بانی کرتا ہے یعنی ان کی حفاظت بھی کرتا ہے، دیکھ بھال بھی کرتا ہے اور شام کو بحفاظت ان کے ٹھکانے پر پہنچا دیتا ہے۔

معاشرے کا ہر ہر فرد اپنی جگہ پر نگران اور محافظ ہے۔ کیوں کہ اس کے ذمہ لوگوں کے حقوق ہیں، جو اسے ادا کرنے ہیں۔ کچھ فرائض ہیں جو اسے پورا کرتے ہیں کچھ واجبات ہیں جو ادا کرنے ہیں اور ہر ایک ان حقوق و فرائض اور واجبات کے بارے میں اللہ کے سامنے جواب دہ ہے۔ ایک جماعت کا امیر بھی راعی ہے اسے بھی جواب دینا ہے اور ایک شخص بھی اپنے اہل بیت کا نگران ہے اسے بھی جواب دینا ہے، بیوی بھی ذمہ دار ہے شوہر کے گھر کی اور اس کے بچوں کی اور اسے بھی جواب دینا ہے۔

اس لئے لازم ہے کہ ہر شخص اپنے حقوق ادا کرے، فرائض کی تکمیل کرے اور واجبات کو پورا کرے اور ہر معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے مطابق عمل کرے، کیوں کہ ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر راعی سے روز قیامت میں سوال ہوگا کہ اس نے اللہ کا حکم پورا کیا یا اسے ضائع کر دیا، یہی مضمون حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر راعی سے اس شئے کے بارے میں پوچھے گا جو اس کی نگرانی میں دی گئی کہ کیا اس نے حفاظت کی یا ضائع کر دیا۔

(فتح الباری : ۱/ ٦٢٤، روضة المتقین : ۱/ ۳۳۰، مظاهر حق جدید: ۳/ ٦٧٠)

۲۸۴۔ وَعَنْ اَبِیْ عَلِیٍّ طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَه لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاْتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَی التَّنُّوْرِ " رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(۲۸۴) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر شوہر بیوی کو اپنی کسی ضرورت کے

لئے بلائے تو اسے آنا چاہئے اگر چہ وہ تنور پر ہو۔ (ترمذی ونسائی ، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

تخریج حدیث (۲۸۴): الجامع الترمذی، باب ماجاء في حق الزوج على المرأة۔

راوی حدیث: حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ، انہیں طلق بن ثمامہ بھی کہا جاتا ہے، یمامہ کے وفد کے ساتھ آئے اور اسلام قبول کیا، آپ سے چودہ احادیث مروی ہیں۔ (دلیل الفالحین: ۲/ ۹۰)

شرح حدیث: بیوی کو چاہئے کہ جس وقت اسے شوہر پکارے وہ پہلے اس کی بات سنے۔ اگر چہ وہ کسی کام میں مصروف ہو اور اگر چہ وہ تنور پر روٹی پکا رہی ہو۔ (دلیل الفالحین: ۲/ ۹۰، روضۃ المتقین: ۱/ ۳۳۱، تحفۃ الأحوذی: ٤/ ٣٦٠)

اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو بیوی کو حکم ہوتا کہ شوہر کو سجدہ کرے

٢٨٥۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۲۸۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۲۸۵): الجامع الترمذی، أبواب الرضاع، باب ماجاء في حق الزوج على المرأة۔

شرح حدیث: غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے لیکن بیوی پر شوہر کے ایسے حقوق ہیں اور ان کی اس قدر اہمیت ہے کہ اگر کسی کے لئے سجدہ کی کوئی گنجائش ہوتی تو عورت کو کہا جاتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے، صاف ظاہر ہے کہ شریعت میں غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے لیکن یہ بات صرف اہمیت کے واضح کرنے کے لئے فرمائی گئی ہے۔

یہ حدیث ابن حبان رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی باغ میں داخل ہوئے تو وہاں دو اونٹ لڑ رہے تھے اور بلبلا رہے تھے، آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے اپنی گردنیں زمین پر لگا دیں، کسی صاحب نے جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے کہا کہ انہوں نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ کسی کو سجدہ کرے، اور اگر کسی کے لئے کسی کو سجدہ کرنا موزوں ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر شوہر کا عظیم حق رکھا ہے۔

(تحفۃ الأحوذی: ٤/ ٣٥٨، روضۃ المتقین: ١/ ٣٣١)

شوہر کو راضی کرنے والی جنت میں جائے گی

٢٨٦۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّمَا امْرَأَةٍ

مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(۲۸۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت اس حال میں وفات پا گئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا، وہ جنت میں گئی۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۲۸۶): الجامع الترمذي، أبواب الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة.

شرح حدیث: جس عورت نے تمام عمر اپنے شوہر کو خوش رکھا اس نے گویا اللہ کے بھی حقوق ادا کیے اور حقوق العباد بھی ادا کیے اور اسی حال میں وہ دنیا سے رخصت ہوگئی تو وہ جنتی ہے۔ (تحفة الأحوذي: ٤/ ٣٦٠، دليل الفالحين: ٢/ [illegible])

حوروں کی ناراضگی

۲۸۷. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ: لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ، فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۲۸۷) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو حور عین جو جنت میں اس کی بیوی ہوگی وہ کہتی ہے کہ تیرا برا ہو، اسے تکلیف نہ پہنچا، تیرے پاس تو یہ مہمان ہے جلد ہی یہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۲۸۷): الجامع الترمذي، أبواب الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة.

کلمات حدیث: حور: اہل جنت کی عورتیں واحد حوراء، جن کی آنکھوں کی سفیدی بہت سفید اور سیاہی بہت سیاہ ہوگی۔ عين جمع، عيناء: بڑی آنکھوں والی۔ دخيل: جو باہر سے آیا ہو جمع دخلاء۔

شرح حدیث: جنت کی حوریں اس بیوی کو جو شوہر کو تکلیف پہنچائے کہتی ہیں کہ تو اسے تکلیف پہنچاتی ہے تیرے پاس تو یہ چند دن کا مہمان ہے ہمارے پاس آ کر تو یہ ہمیشہ رہے گا۔

مطلب یہ ہے کہ متقی شوہر کی بیوی کو اس کا زیادہ خیال کرنا چاہئے اور کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے اسے تکلیف پہنچے۔

(تحفة الأحوذي: ٤/ ٣٦٠)

عورتیں فتنہ ہیں

۲۸۸. وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۸۸) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ ضرر رساں فتنہ نہیں چھوڑا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۸۸): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شوم المرأة. صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب أکثر أهل الجنة الفقراء.

کلمات حدیث: أضر: زیادہ ضرر رساں، زیادہ نقصان دہ۔ ضرر: نقصان۔ اضرار: نقصانات۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے بعد آنے والے فتنوں میں سے سب سے زیادہ جس فتنے سے ڈرتا ہوں وہ عورتوں کا فتنہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ إِنَّ مِنْ أَزْوَٰجِكُمْ وَأَوْلَـٰدِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَٱحْذَرُوهُمْ ﴾ (التغابن: ۱۴) ''تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد تمہاری دشمن ہیں، ان سے ڈرتے رہو'' وجہ یہ ہے کہ آدمی بیوی اور بچوں کی فکر میں پڑ کر اللہ کو اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے، ان کی خاطر برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے اور بھلائیوں سے محروم رہتا ہے، اور ان کی خاطر مال حرام سے بھی نہیں بچتا، جو بیوی اور بچے اتنے بڑے خسارے اور نقصان کا سبب بنیں وہ دوست کیسے ہو سکتے ہیں وہ تو کھلے دشمن ہیں چاہیے کہ ان دشمنوں کی دشمنی سے تحفظ کی تدبیر کی جائے یعنی آخرت کی فکر کی جائے اور نیک اعمال کئے جائیں اور احکام الٰہی کے مطابق زندگی گزاری جائے۔

قرآن کریم نے ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ ٱلشَّهَوَٰتِ مِنَ ٱلنِّسَآءِ ﴾ (لوگوں کے لئے شہوات کی محبت مزین کردی گئی یعنی عورتوں کی) اس آیت میں حب شہوات کے بیان میں سب سے پہلے عورتوں کا ذکر کیا گیا، صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں سے بچو عورتوں سے بچو کہ بنی اسرائیل میں فتنہ کا آغاز عورتوں سے ہوا۔

(فتح الباری: ۲/ ۹۸۵، روضة المتقين: ۱/ ۳۳۳، تفسير عثمانی، دليل الفالحين: ۲/ ۹۳)

البَابُ (٣٦)

النَّفَقَةُ عَلَى الْعِيَالِ
اہل وعیال پر خرچ کرنے کا بیان

١١٥ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور باپ پر ہے کھانا کپڑا ان عورتوں کا دستور کے موافق۔" (البقرة: ٢٣٣)

تفسیری نکات: پہلی آیت مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے کہ بچہ کی کفالت اور اس کے مصارف باپ کے ذمہ ہیں۔ اسی طرح ماں کا نفقہ اور ضروریات زندگی باپ کے ذمہ ہیں، جب تک بچہ کی ماں باپ کے نکاح میں موجود ہے۔ یا اگر طلاق ہوگئی ہے تو عدت کے دوران بھی ماں کے مصارف باپ کے ذمہ ہیں۔

اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر ماں باپ دونوں امیر یا دونوں غریب ہوں تو نفقہ میں ان کی معاشی حالت کا لحاظ رکھا جائے گا لیکن اگر ماں غریب اور باپ مالدار ہو تو صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ نفقہ درمیانہ ہوگا، اور امام کرخی کے نزدیک ہر حالت میں باپ کی معاشی حالت کے مطابق نفقہ دیا جائے گا، فتح القدیر میں بہت سے فقہاء کا فتوی اسی قول کے مطابق نقل کیا گیا ہے۔

(معارف القرآن: ١/ ٥٨٠ ۔ تفسیر مظهری)

١١٦ . وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ﴾

اور فرمایا:

"وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے اس کے مطابق خرچ کرے، اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے۔" (الطلاق: ٧)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ بچہ کی تربیت کا خرچ باپ پر ہے، وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق اور کم حیثیت کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے، اگر کسی شخص کو زیادہ فراخی نصیب نہ ہو تو جتنی روزی اللہ نے دی ہو اور وہ اسی میں سے اپنی گنجائش کے موافق خرچ کیا کرے۔ اللہ کسی کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

معلوم ہوا کہ نفقہ میں باپ کی حالت کا اعتبار ہے، اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔

(تفسير عثمانى، تفسير مظهرى، معارف القرآن: ٧/ ٤٩٢، فتح القدير: ٣/ ٤٢٢)

١١٧ . وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ ﴾

اور فرمایا

"جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ اس کا صلہ دیتا ہے۔" (النساء:۳۹)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ اہل ایمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ رزق کی تنگی کا خوف دل میں نہ لائیں۔ جو رزق مقدر ہے وہ ضرور پہنچ کر رہے گا، اور اس میں خرچ کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جو کچھ تم اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرو گے اللہ اس کا بدلہ تمہیں ضرور دے گا۔ (تفسیر عثمانی)

اہل وعیال کو کھلانے میں زیادہ ثواب ہے

۲۸۹۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ، وَدِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِيْنٍ وَدِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۸۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک دینار وہ ہے جس کو تم نے فی سبیل اللہ خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جو تم نے غلام آزاد کرنے میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جو تم نے کسی مسکین کو دیدیا اور ایک دینار وہ ہے جو تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا، ان سب میں سے زیادہ اجر والا دینار وہ ہے جو تم نے اپنے اہل وعیال پر صرف کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۸۹): صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة على العيال والمملوك.

کلمات حدیث: اجر: بدلہ، مزدوری، اجرت، جمع اجور۔ اجر، اجراً (باب نصر وضرب) بدلہ دینا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا ثواب عظیم بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ بیوی بچوں پر خرچ کرنا جہاد فی سبیل اللہ، غلام آزاد کرنے اور نفلی صدقہ سے بھی افضل ہے۔ اس لئے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنا فرض ہے اور فرض واجب نفلی مصارف پر مقدم ہے، نیز اس حدیث میں نفلی انفاق کے مراتب بھی بیان کر دیے گئے جن میں سے اعلیٰ اللہ کی راہ میں جہاد پر خرچ کرنا ہے۔ (شرح مسلم للنووی:۷/۷۱، روضة المتقين:۱/۳۳۴)

افضل ترین صدقہ

۲۹۰۔ وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ وَيُقَالُ لَهُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَوْبَانَ بْنِ بُجْدُدٍ مَوْلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفْضَلُ دِيْنَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ"

رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۹۰) ابوعبداللہ جنہیں ابوعبدالرحمٰن ثوبان بن بجدد کہا جاتا ہے اور جو آپ ﷺ کے غلام تھے ان سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے افضل دینار جو آدمی خرچ کرتا ہے وہ دینار ہے جو وہ اپنے عیال پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جو وہ اللہ کی راہ میں جہاد کی خاطر اپنی سواری پر صرف کرے اور وہ دینار ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۹۰): صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ علی العیال و المملوك .

کلمات حدیث: سبیل : راستہ، طریقہ، جمع سُبُل .

شرح حدیث: سب سے زیادہ اجر وثواب والا انفاق وہ ہے جو آدمی اپنے بیوی بچوں پر کرے، ابوقلابہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں رسول کریم ﷺ نے اہل وعیال پر خرچ کرنے کے ذکر سے ابتداء کی۔ ظاہر ہے کہ یہ بہت ہی فضیلت اور اجر وثواب کا کام ہے، کیوں کہ یہ افراد آدمی کی زیر کفالت ہیں اور ان پر صرف کرنا واجب ہے اور واجب کی تکمیل مقدم بھی ہے اور افضل بھی۔

اس کے بعد ذکر فرمایا کہ پھر وہ انفاق ہے جو آدمی اپنی اس سواری پر کرے جسے اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے تیار کر رہا ہے اور پھر وہ انفاق ہے جو آدمی اپنے مجاہد ساتھیوں پر کرے۔ (روضۃ المتقین : ۱/۳۳٤، شرح مسلم للنووی : ۷/۷۲)

اپنی اولاد پر خرچ کرنے پر بھی اجر ملتا ہے

۲۹۱۔ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) هَلْ لِيْ اَجْرٌ فِيْ بَنِيْ اَبِيْ سَلَمَةَ اِنْ اُنْفِقَ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَلَا هٰكَذَا اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ ؟ فَقَالَ : " نَعَمْ لَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۹۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں ابوسلمہ کے بچوں پر خرچ کروں تو کیا مجھے اس کا ثواب ملے گا اور میں انہیں اس حال میں چھوڑ بھی نہیں سکتی۔ آخر وہ میری اولاد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تمہیں ان پر خرچ کرنے کا اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۹۱): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الزکاۃ علی الزوج و الأیتام فی الحجر . صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ و الصدقۃ علی الاقربین و الزوج و الأولاد .

شرح حدیث: ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے ابوسلمہ کے نکاح میں تھیں، جن سے ان کے چار بچے تھے، عمر، زینب، درہ اور محمد۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور دریافت کیا کہ کیا میں اگر ان بچوں پر خرچ کروں تو مجھے اس پر اجر ملے گا، یہ میرے بچے ہیں، ان کو اس حال میں کیسے چھوڑ دوں، آخر یہ میری اولاد ہیں، مجھے ہی ان کی کفالت کرنی

چاہیے، بجائے اس کے کہ کسی اور پر چھوڑ دوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں تمہیں ضرور اجر ملے گا۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ان بچوں پر خرچ کرنا واجب نہ تھا، کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ وضاحت فرما دیتے بلکہ یہ انفاق نفلی تھا، یعنی اگر عورت بیوہ ہو جائے اور اس کے بچے ہوں تو جو کچھ وہ اپنے بچوں پر خرچ کرے وہ نفلی انفاق ہے۔ (فتح الباری: ۱/۸۴۲، روضة المتقین: ۱/۳۳٤)

صرف رضاءِ الٰہی کے لیے خرچ کرنا باعث اجر ہے

۲۹۲. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِی حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ الَّذِیْ قَدَّمْنَاهُ فِیْ اَوَّلِ الْکِتَابِ فِیْ بَابِ النِّیَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَه' : "وَاِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰه اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِیْ فِی امْرَأَتِکَ ." مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۲۹۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی ایک طویل حدیث میں بیان کیا کہ جو ہم اول کتاب میں باب نیت میں ذکر کر چکے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ تم اللہ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہو تمہیں اس پر ضرور اجر ملے گا، یہاں تک کہ تم اگر بیوی کے منہ میں ایک نوالہ دو گے اس کا بھی اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۹۲): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنیة. صحیح مسلم، کتاب الوصیة بالثلث.

کلمات حدیث: تبتغی: تم تلاش کرتے ہو، چاہتے ہو۔ ابتغاء (باب افتعال) تلاش کرنا۔ بغی بغیا، (باب ضرب) طلب کرنا۔

شرح حدیث: مقصود حدیث یہ ہے کہ ہر عمل جو آدمی اخلاص سے اور حسن نیت سے اور طلب رضائے الٰہی کے لئے کرے اس پر اللہ کے یہاں اجر وثواب ہے، خواہ بظاہر وہ عمل بہت ہی چھوٹا اور معمولی کیوں نہ ہو اور خواہ بظاہر وہ ایسا عمل ہو جس میں انسان کا اپنا حظ نفس بھی شامل ہو، چنانچہ فرمایا جو بھی کچھ تم اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرو گے اس پر تمہیں اجر ملے گا حتی کہ اگر بیوی کے منہ میں لقمہ بھی رکھ دیا تو اس پر بھی اجر ملے گا، حالانکہ بظاہر یہ عمل مختصر سا اور معمولی سا ہے اور اس میں حظ نفس بھی بظاہر موجود ہے، لیکن اگر یہی عمل اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کا حکم دیا ہے اور یہ ملاطفت اور دلجوئی کا اظہار بھی حسن معاشرت میں داخل ہے تو بلاشبہ یہ بھی باعث اجر وثواب ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب بیوی کے منہ میں لقمہ دینے کا اجر وثواب ہے تو اندازہ کیجئے کہ ایک فقیر ومسکین کو کھلانے کا کس قدر اجر وثواب ہوگا کہ بیوی کو کھلانے میں بظاہر داعیہ نفس بھی موجود ہے جبکہ محتاج کو کھلانے میں یہ بھی موجود نہیں ہے۔

غرض حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی سے ملاطفت، اس پر نرمی اور مہربانی، اس پر ایثار اور اس کا اکرام یہ تمام امور حسن معاشرت کا حصہ ہیں اور ان سب پر اجر وثواب ہے۔ (روضة المتقین: ۱/۳۳۵، دلیل الفالحین: ۲/۹۶)

اہل وعیال پر خرچ کرتے ہوئے بھی ثواب کی نیت کرے

۲۹۳. وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْه عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَال : " اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَهْلِه نَفَقَةً یَحْتَسِبُهَا فَهِیَ لَه' صَدَقَةٌ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۲۹۳) حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے حق میں صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۹۳): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب ماجاء أن الأعمال بالنیة . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰة، باب فضل النفقة والصدقة علی الأقربین والزوج والأولاد .

کلمات حدیث: یحتسبها : اسے عمل ثواب سمجھ رہا ہے، ثواب کی امید کر رہا ہے۔ حسب حسباً (باب نصر) گننا، شمار کرنا۔ احتساب : کسی کام کو ثواب کی نیت سے کرنا۔

شرح حدیث: حدیث سابق میں بھی یہ مضمون بیان ہو چکا ہے کہ صاحب ایمان کے جملہ امور اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے تابع اور اللہ کی رضا کے لئے ہوتے ہیں، اور حسن نیت سے مباح امور بھی باعث اجر وثواب بن جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنا واجب ہے اور واجب اور فرض کی ادائیگی باعث اجر وثواب ہے اور جب آدمی نیت بھی کرے کہ اے اللہ تیرے حکم کی تعمیل میں اپنی اولاد پر خرچ کر رہا ہوں، اے اللہ مجھے اس پر اجر عطا فرمائیے تو یہ خرچ کرنا اس کے حق میں صدقہ ہو گیا۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل خانہ پر انفاق واجب ہے اور جو اس واجب کو ادا کرے گا اسے اس کی نیت کے مطابق ثواب ملے گا، اور واجب ہونے اور اسے صدقہ کہنے میں کوئی تعارض نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نفلی صدقہ سے افضل ہے۔

مہلب نے فرمایا: مسلمانوں کو معلوم ہے کہ صدقہ میں کتنا اجر ہے تو رسول کریم ﷺ نے اہل خانہ پر خرچ کرنے کو بھی صدقہ قرار دیا ہے حالانکہ یہ اجماعاً واجب ہے، کہ کہیں یہ نہ ہو کہ کوئی مسلمان صدقہ کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب دیکھ کر جو مال اسے گھر والوں پر خرچ کرنا تھا وہ صدقہ کر دے، اس لئے فرمایا کہ اہل خانہ پر خرچ کرنا واجب بھی ہے اور صدقہ بھی ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انفاق کا اجر نیت سے وابستہ ہے، خواہ وہ انفاق واجب ہو یا غیر واجب۔ یعنی جس صورت میں تقرب الی اللہ اور رضائے الٰہی کی اور حصول اجر وثواب کی نیت کی وہ صدقہ ہو گیا اور اس پر ثواب متعین ہو گیا۔

(فتح الباری : ۲۷۷/۱، شرح صحیح مسلم للنووی: ۷۷/۷، روضة المتقین : ۳۳۶/۱)

ماتحت افراد کے حقوق ضائع کرنا گناہگار ہونے کے لیے کافی ہے

۲۹۴. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: " کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّقُوْتُ " حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَغَیْرُه' وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ

فِیْ صَحِیْحِہٖ بِمَعْنَاہُ قَالَ: ''کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یَحْبِسَ عَمَّنْ یَّمْلِکُ قُوْتَہٗ''

(۲۹۴) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ جس کو کھلانے کا وہ ذمہ دار ہے ان کو ضائع کر دے۔ (حدیث صحیح ہے۔ اسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے)

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اسی معنی میں یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ آدمی کے گناہ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جن کی خوراک کا وہ ذمہ دار ہے وہ ان سے روک لے۔

تخریج حدیث(۲۹۴): سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک۔

کلمات حدیث: قوت : روزی، کھانا، خوراک، ضرورت کے مطابق غذا، جمع أقوات ۔ قات، قوتاً (باب نصر) روزی دینا، خوراک دینا۔

شرح حدیث: احادیث سابقہ میں بیان ہو چکا ہے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنا واجب بھی اور باعث اجر وثواب بھی ہے، اس حدیث میں فرمایا کہ اہل وعیال کے نفقہ کو ضائع کرنا گناہ ہے اور باعث مؤاخذہ ہے، اور اہل وعیال کے نفقہ کو ضائع کرنا اور انہیں نہ دینا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر یہی ایک گناہ ہو تو روز آخرت وہ شدید مؤاخذہ میں گرفتار ہو سکتا ہے۔ (روضۃ المتقین : ۱/۳۳۷)

مال خرچ کرنے والوں کے حق میں فرشتے دعا کرتے ہیں

۲۹۵۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : '' مَا مِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْہِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُھُمَا : اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَیَقُوْلُ الْاٰخَرُ : اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا '' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔

(۲۹۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر صبح دو فرشتے آسمانوں سے اترتے ہیں، ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا صلہ عطا فرما، اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ بخیل کے مال کو تلف فرما۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۹۵): صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب قولہ تعالیٰ : واما من اعطی واتقی ۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی المنفق والممسك ۔

کلمات حدیث: تلف : ضیاع، نقصان۔ تلف، تلفاً (باب سمع) ہلاک ہونا، ضائع ہونا۔

شرح حدیث: جو شخص رضائے الٰہی کے لئے حسن نیت کے ساتھ اور اجر وثواب کی امید کے ساتھ ان کاموں میں اپنے مال کو صرف کرتا ہے جن میں صرف کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا تو اس کے لئے فرشتے دعا کرتے ہیں، اے اللہ اس کو اس کا صلہ عطا فرما، اور جو شخص مال کی محبت اور بخل کی وجہ سے ان امور خیر میں صرف نہ کرے اور ڈرے کہ خرچ کرنے سے اس کا مال کم ہو جائے گا، تو فرشتے دعا کرتے ہیں اے اللہ اس کے مال کو تلف کر دے۔ (فتح الباری : ۱/۸۳۲، روضۃ المتقین : ۱/۳۳۸)

دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے

۲۹۶۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ "رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ :

(۲۹۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور خرچ کی ابتداء اپنے اہل وعیال سے کرو، اچھا صدقہ وہ ہے جو تونگری کے ساتھ ہو، جو شخص سوال سے بچے اللہ اسے بچا لیتا ہے اور طالب غنا کو اللہ غنی کر دیتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۲۹۶): صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب لا صدقة الا عن ظهر غنى .

کلمات حدیث: تعول: تم کفالت کرتے ہو، پرورش کرتے ہو۔ عال، عولاً (باب نصر) اولاد کی یا زیر کفالت لوگوں کے معاش کا انتظام کرنا، ان کے اوپر خرچ کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک رسول کریم ﷺ کے اعلیٰ اور لطیف پیرایہ بیان کا ایک بہترین نمونہ ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی دینے والا انسان لینے والے انسان سے بہتر ہے۔ طبرانی رحمہ اللہ کی ایک روایت میں ہے جو حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ دینے والے کے ہاتھ کے اوپر ہے، اور دینے والے کا ہاتھ اس سے اوپر جسے دیا جا رہا ہے اور جسے دیا جا رہا ہے اس کا ہاتھ سب سے نیچے ہے، اور ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاتھ تین ہیں، اللہ کا ہاتھ جو بلند تر ہے، پھر دینے والے کا ہاتھ اور پھر جسے دیا جا رہا ہے، اس کا ہاتھ سب سے نیچے ہے۔

فرمایا کہ دینے کی ابتدا اور خرچ کرنے کا آغاز ان لوگوں سے کرو جو تمہارے زیر کفالت ہوں اور اس کے بعد دیگر وجوہ خیر میں خرچ کرو۔

اور بہترین صدقہ وہ ہے کہ اس کے دینے کے بعد بھی تمہارے پاس بقدر ضرورت باقی رہے، یعنی افضل صدقہ وہ ہے جو جملہ حقوق واجبات کی تکمیل کے بعد ہوتا ہے تاکہ متصدق کی احتیاج باقی نہ رہے اور کچھ نہ کچھ حاجات ضروریہ کے لئے بچ رہے۔

(فتح الباری: ۱/ ۸۲۸، روضة المتقين : ۱/ ۳۳۹، دليل الفالحين : ۱/ ۹۹)

الباب (۳۷)

اَلْإِنْفَاقُ مِمَّا يُحِبُّ وَمِنَ الْجَيِّدِ

محبوب اور عمدہ شئے کو اللہ کے راستے میں دینا

۱۱۸۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیزوں میں سے کچھ'' (آل عمران: ۹۲)

۱۱۹۔ وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟ مِن طَيِّبَـٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا۟ ٱلْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ ﴾

نیز فرمایا:

''اے اہل ایمان! خرچ کرو عمدہ چیزیں جو تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں اور بری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرو'' (البقرۃ: ۲۶۷)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ اپنے محبوب ترین مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تب تمہیں کمال بر حاصل ہوگا، یعنی جس قدر کوئی چیز پیاری اور محبوب اور چنیدہ ہو، اسے اخلاص وحسن نیت سے اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے تو اس کے مطابق اللہ کے یہاں بدلہ پاؤ گے یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو اس کے خرچ کرنے کا بڑا درجہ ہے۔

(تفسیر عثمانی)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اے اہل ایمان عند اللہ صدقہ کے مقبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ کے راستے میں دے رہے ہو وہ حلال وطیب ہوں، اس میں کوئی شائبہ بھی اس بات کا نہ ہو کہ وہ تمہارے پاس کسی غیر مناسب طریقے سے آئی ہے۔ اچھی سے اچھی چیز اور طیب و پاکیزہ چیز جو تم نے خود کمائی ہو یا اللہ نے زمین سے اگائی ہو اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کرو، اور گری پڑی اپنی ضرورت سے فالتو چیزیں اللہ کی راہ میں دینے کا ارادہ نہ کرو، یعنی ایسی چیز جسے خود تمہیں کوئی دے تو تم اسے لینے کو تیار نہ ہو، یعنی پیمانہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز ہو، جس کو کوئی اگر تمہیں دے تو تم اسے خوشی اور شوق سے لے لو، یہ ایسی چیز ہے جو اللہ کی راستے میں دینے کی ہے اور کمال بر یہ ہے کہ وہ چیز اللہ کی راہ میں دو جو تمہارے لئے سب سے محبوب ہو، جیسا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا باغ دیا۔

(تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری، تفسیر عثمانی)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا باغ وقف کرنا

۲۹۷. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ اَبُوْطَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَكْثَرَ الْاَ نْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالاً مِنْ نَخْلٍ وَكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهِ اِلَيْهِ بَيْرَحَآءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَآءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ : "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" جَآءَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَ عَلَيْكَ "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلَيَّ بَيْرَحَآءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَرْجُوْا بِرَّهَا، وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَ قْرَبِيْنَ' فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ : اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَسَّمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَالٌ رَابِحٌ" رُوِيَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ "رَابِحٌ" وَ "رَايِحٌ" بِالْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبِالْيَآءِ الْمُثَنَّاةِ : اَيْ رَايِحٌ عَلَيْكَ نَفْعُهٗ، وَ"بَيْرَحَآءَ" حَدِيْقَةُ نَخْلٍ، وَرُوِيَ بِكَسْرِ الْبَآءِ وَفَتْحِهَا.

(۲۹۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تمام انصار صحابہ سے زیادہ کھجوروں کے باغوں کے مالک تھے، انہیں اپنے تمام اموال میں بیرحاء زیادہ محبوب تھا، یہ مسجد نبوی کے سامنے تھا، رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا خوش گوار پانی پیتے، حضرت انس کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ تو حضرت ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ! اللہ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے: ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ مجھے اپنے اموال میں سب سے زیادہ محبوب بیر حاء ہے اب یہ اللہ کے لئے صدقہ ہے میں اللہ کے یہاں اس کے اجر اور ذخیرہ ہونے کا امیدوار ہوں، اب یارسول اللہ آپ ﷺ اسے اس جگہ صرف کردیں جہاں اللہ کے حکم سے آپ کی رائے ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واہ تیرا یہ مال بہت نفع بخش ہے تیرا یہ مال بہت نفع بخش ہے، تو نے جو کہا میں نے سن لیا، میری رائے ہے کہ اسے تم اپنے رشتہ داروں میں خرچ کردو، اس پر حضرت ابوطلحہ نے فرمایا یارسول اللہ میں اسی طرح کرتا ہوں اور حضرت ابوطلحہ نے یہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔

مال رابح : صحیح روایات میں باء کے ساتھ ہے اور یاء کے ساتھ بھی روایت ہوا ہے، معنی ہیں منافع بخش مال۔ بیرحاء : کھجوروں کے ایک باغ کا نام۔

تخریج حدیث(۲۹۷): صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب الزكاة على الأقارب . صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين .

کلمات حدیث: رابح : مفید، نفع بخش۔ رَبَحَ، ربحا (باب فتح) نفع دینا۔

شرح حدیث: قرآن کریم کے اولین مخاطب اور نبی کریم ﷺ سے براہ راست مستفید ہونے والے صحابۂ کرام اپنے ایمان میں تقوای میں عمل صالح میں اور سب سے بڑھ کر آخرت پر یقین میں قیامت تک آنے والے اہل ایمان سے بڑھے ہوئے تھے، اور وہ ساری انسانیت کا خلاصہ اور تمام انسانوں میں سب سے بہترین انسان تھے، وہ پوری انسانیت کا انتخاب تھے، ان کا ایمان اس قدر کامل اور ان کے آخرت میں ملنے والے اجر وثواب کا اس قدر یقین کامل تھا کہ قرآن کریم کی آیت کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا کانوں میں کیا پڑا ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون اور جس کے پاس جو بہترین متاع تھی، اس سے فوراً دست بردار ہو گیا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھجوروں کے کئی باغات تھے۔ ان میں انہیں جو سب سے زیادہ پسند تھا وہ تھا جو مسجد کے سامنے تھا، اس کا پانی بہت عمدہ اور شیریں اور خوش گوار تھا، نبی کریم ﷺ خود اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس باغ کا پانی نوش فرماتے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے، لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون میرا باغ بیرحاء مجھے بہت زیادہ محبوب ہے میں اسے صدقہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اپنے رشتہ داروں میں صرف کر دو۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں اور بنی اعمام میں تقسیم کر دیا۔

اسی طرح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بہت عمدہ گھوڑا تھا، وہ آیت مبارکہ سنتے ہی حاضر خدمت اقدس ہوئے اور یہ گھوڑا سرکار کی نذر کر دیا، جو آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔

اور اس طرح کے متعدد واقعات ہیں جن سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قوت روح ایمانی کا اندازہ ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کا کیا مقام تھا۔

(فتح الباری: ۱/ ۸٤۰، (حدیث ۱٤٦۱) صحیح مسلم: ۷/۷۳، معارف القرآن: ۲/۷ ۱۰، روضة المتقین: ۱/ ۳٤۰، دلیل الفالحین: ۲/ ۱۰۱)

البَابُ (۳۸)

وُجُوبُ اَمْرِهٖ اَهْلَهٗ وَاَوْلَادَ الْمُمَيِّزِيْنَ وَسَائِرَ مَنْ فِيْ رَعِيَّتِهٖ بِطَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَهْيِهِمْ عَنِ الْمُخَالَفَةِ وَتَأْدِيْبِهِمْ وَمَنْعِهِمْ عَنْ اِرْتِكَابِ مَنْهِيٍّ عَنْهُ

اہل خانہ کو ممیز بچوں کو اور متعلقین کو اللہ کی اطاعت کا حکم دینا اور اس کی مخالفت سے روکنا، تادیب کرنا اور انہیں منہیات سے باز رکھنا اور اس کا وجوب

۱۲۰. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو'' (طٰہٰ:۱۳۲)

۱۲۱. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ﴾

اور فرمایا کہ

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ'' (التحریم:۶)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو یعنی اپنے جملہ متعلقین اور اتباع کو نماز کا حکم کرو، حدیث میں ہے کہ جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھواؤ اور جب دس برس کا ہو جائے تو اس کو مار کر نماز پڑھواؤ۔ (تفسیر عثمانی)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، جہنم کی آگ اللہ کی نافرمانی میں ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ہر شخص اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی دین کی راہ پر لائے، سمجھا کر، تنبیہ کر کے، تادیب کر کے، جس طرح بھی ممکن ہو انہیں احکام الٰہی کا پابند بنائے اور رب کی بندگی میں لے آئے، کیوں کہ جو رب کی بندگی سے نکل گیا وہ ہلاک ہو گیا۔ (تفسیر عثمانی)

* * * * * * * * * * * *

سادات کے لیے زکوٰۃ حرام ہے

۲۹۸. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " كَخْ كَخْ اِرْمِ بِهَا اَمَا عَلِمْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ " اَنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ"

وَقَوْلُهٗ : " كَخْ كَخْ" يُقَالُ بِاِسْكَانِ الْخَاءِ وَيُقَالُ بِكَسْرِهَا مَعَ التَّنْوِيْنِ وَهِيَ كَلِمَةُ زَجْرٍ لِلصَّبِيِّ عَنِ

الْمُسْتَقْذَرَاتِ وَكَانَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَبِيًّا .

(۲۹۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے صدقات کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھالی اور اسے اپنے منہ میں رکھ لیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تھوک دو تھوک دو، اسے پھینک دو، تمہیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے ۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔ کخ کخ: تنبیہی کلمہ ہے بچہ کو اس وقت بولا جاتا ہے جب اس نے کوئی گندی چیز منہ میں لے لی ہو، اس وقت حضرت حسن بچے تھے۔

تخریج حدیث (۲۹۸): صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب مایذکر فی الصدقۃ للنبی ﷺ . صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب تحریم الزکاۃ علی النبی ﷺ وعلی آلہ .

کلمات حدیث: لَا تَحِلُّ : حلال نہیں ہے۔ حَلَّ، حلولا (باب نصر وضرب) واجب ہونا۔ حل، حلاً، (باب ضرب) حلال ہونا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بیان ہوا کہ جناب نبی کریم ﷺ اور آپ کے آل پر آپ ﷺ کی زندگی میں اور آپ کی رحلت کے بعد مال صدقہ حلال نہیں ہے، ایک روایت میں ہے کہ آل محمد ﷺ کو صدقہ حلال نہیں ہے اور آل محمد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔ اور چونکہ انہیں صدقہ حلال نہیں ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں سہم ذوی القربی میں سے حصہ دیا، یہ عطیہ صدقہ کے حلال نہ ہونے کا بدل اور صلہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے احکام سے بچوں کو بچپن ہی سے واقف کرانا چاہئے، اگر وہ کہیں کوتاہی کریں تو انہیں تنبیہ کی جائے اور یاد دلایا جائے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ ابھی بچے ہی تھے، انہوں نے صدقہ کی کھجور منہ میں رکھ لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تھوک دو تھوک دو اسے پھینک دو، نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے، مطلب یہ ہے کہ تمہیں یہ بات پہلے ہی بتائی جا چکی ہے اور تمہیں اس کا علم ہے اور جب تمہیں علم ہے تو تم نے کھجور منہ میں کیوں رکھ لی۔

(فتح الباری: ۱/۸۵۳، (حدیث ۱۴۹۱) روضۃ المتقین: ۱/۳۴۲)

●●●●●●●●●●●●

کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا

۲۹۹. وَعَنْ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالْاَ سَدِ رَبِيْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : كُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ يَدِیْ تَطِيْشُ فِی الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ" فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِیْ بَعْدُ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" تَطِيْشُ " : تَدُوْرُ فِيْ نَوَاحِي الصَّحْفَةِ .

(۲۹۹) حضرت ابوحفص عمرو بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہما جو آپ ﷺ کے زیر پرورش تھے، بیان کرتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے زیر پرورش ابھی بچہ تھا اور میرا ہاتھ کھانا کھاتے وقت پیالے میں ادھر ادھر چلا جاتا تھا، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ لڑکے بسم اللہ پڑھو، اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ، آپ ﷺ کے فرمانے کے بعد میرا ہمیشہ یہی طریقہ رہا۔ (بخاری ومسلم)

یطیش : ادھر ادھر پڑتا تھا۔

تخریج حدیث(۲۹۹): صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين . صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامها

راوی حدیث: حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صاحبزادے ہیں ان کے والد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تھے، ہجرت سے دو سال قبل پیدا ہوئے، جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اس وقت یہ بچے ہی تھے اور اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے گھر میں پرورش پائی۔

ابن الاثیر کے قول کے مطابق ۸۳ ھ میں انتقال ہوا۔

کلمات حدیث: تطیش : ادھر ادھر ہاتھ پڑنا، اوچھا ہاتھ پڑنا۔ طاش طیشا (باب ضرب) اوچھا ہونا۔ طاش السهم عن الغرض : تیر کا نشانہ سے خطا ہونا۔

شرح حدیث: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کی نکاح میں آئیں تو ان کے ابوسلمہ سے فرزند عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما ابھی چھوٹے تھے، اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کے گھر میں رہے، اور آپ ﷺ کی زیر تربیت تھے یعنی عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے ربیب تھے۔ ربیب اس بچے کو کہتے ہیں جو کسی کی بیوی کا اس کے پہلے شوہر سے ہو اور دوسرے شوہر کے زیر پرورش رہے۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں چھوٹا تھا اور حضور ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا اور پیالہ میں کبھی ادھر ہاتھ ڈالتا اور کبھی ادھر، تو آپ نے فرمایا: لڑکے، بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، سیدھے ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔

کھانے کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا باعث برکت ہے اور شیطان کھانے سے دور ہو جاتا ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے گھر آتا ہے اور گھر میں آتے وقت اور کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان (اپنے ہم جنسوں سے) کہتا ہے کہ یہاں تمہارے لئے نہ رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ کھانا کھانے کی، اور اگر گھر میں آیا اور اللہ کا نام نہیں لیا تو شیطان کہتا ہے: آجاؤ تمہیں رات گزارنے کی جگہ مل گئی اور جب وہ کھانے کے وقت بھی اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان کہتا ہے رات گزارنے کی جگہ بھی مل گئی اور رات کا کھانا بھی مل گیا۔

سیدھے ہاتھ سے کھانے کا حکم وجوب کے لئے ہے، صحیح مسلم کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی

ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھائے تو اپنے سیدھے ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو سیدھے ہاتھ سے پیئے، کیوں کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صریحاً ممانعت کی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے، الٹے ہاتھ سے مت کھاؤ کہ شیطان الٹے ہاتھ سے کھاتا ہے۔

اور فرمایا کہ اپنے سامنے سے کھاؤ، کیوں کہ ادھر ادھر سے کھانا خلاف ادب ہے اور اس سے کھانے والے کو تکلیف ہوگی، خاص طور پر جبکہ کھانا شوربہ کی قسم کا ہو، البتہ اگر ایک ہی برتن میں مختلف النوع خشک اشیاء ہوں تب اجازت ہے کہ آدمی اس میں سے جس طرف سے چاہے لے لے۔

حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی بچے تھے جب رسول کریم ﷺ نے انہیں کھانا کھانے کے مذکورہ آداب ارشاد فرمائے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت سے ان آداب کی پابندی کر رہا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کس طرح احکام نبوی ﷺ پر عمل کرتے تھے اور اسوۂ رسول ﷺ کی اتباع کا ان کا معیار کس قدر بلند تھا۔

(فتح الباری :۲/۱۱۴٤، (حدیث ٥٣٧٦) روضة المتقين : ١/٣٤٤، دليل الفالحين: ١/١٠٧، صحيح مسلم بشرح النووی: ٣/١٧٢، عمدة القاری : ٢١/٢٨)

ہر شخص سے اپنے ماتحت افراد کی دینی تربیت کے بارے میں سوال ہوگا

۳۰۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ : اَلْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهٖ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ: فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۰۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم سب نگران ہو اور تم سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا، امام راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا، اور آدمی اپنے گھر والوں پر نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور وہ اپنی رعیت کی جواب دہ ہے، خادم اپنے مالک کے مال کا راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے، تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت پر مسئول ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۰۰): صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن . صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضيلة الإمام العادل .

شرح حدیث: یہ حدیث باب ۵ میں گزر چکی ہے، دراصل محدثین کرام کا طریقہ یہی ہے کہ ایک حدیث جو مختلف فقہی احکام پر

دلالت کرتی ہے اسے مختلف ابواب میں مکرر درج کردیتے ہیں، صحیح بخاری وغیرہ میں مکرر کی یہی وجہ ہے، اس لئے اس حدیث کی شرح کے لئے باب ۳۵ حدیث ۲۸۳ ملاحظہ کی جائے۔

سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم کرو

۳۰۱. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَآءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ ." حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

(۳۰۱) حضرت عمرو بن شعیب از والدخود از جدخود روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات سال کے ہوجائیں اور انہیں مار کر نماز پڑھواؤ جب وہ دس سال کے ہوجائیں اور ان کے بستر الگ کردو۔ (یہ حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد نے باسناد حسن روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۳۰۱):　　سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ .

شرح حدیث:　　بچوں کی تعلیم وتربیت کو بچپن ہی سے شروع کردینا چاہئے تاکہ احکام شریعت ان کی طبیعتوں میں راسخ ہوجائیں اور پھر کبھی ان کے دل سے نہ نکلیں، اس کے ساتھ ہی بچوں کے ذہنوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ڈالنی چاہئے، اور جیسا کہ مشہور ہے کہ "العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر" یہ سب امور ان کے دلوں میں نقش ہوجائیں۔

اسلامی احکام میں سب سے اہم حکم نماز ہے، بچوں کو شروع سے نماز کی اہمیت وعظمت دلنشیں کرانی چاہئے، سات برس کے ہوجائیں تو انہیں نماز کا حکم کرنا چاہئے اور دس برس کے ہوجائیں تو نماز مار کر پڑھوانا چاہئے۔

اس حدیث مبارک میں بچوں کے بارے میں یہ بھی ارشاد ہوا کہ وہ دس برس کے ہوجائیں تو ان کا بستر علیحدہ کردیں۔

(روضۃ المتقین : ۱/ ۳۴۵)

بچوں کو نماز سکھلاؤ

۳۰۲. وَعَنْ اَبِیْ ثُرَيَّةَ سَبْرَةَ ابْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلٰوةَ لِسَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرِ سِنِيْنَ " حَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَلَفْظُ اَبِیْ دَاوٗدَ : " مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلٰوةِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِيْنَ.

(۳۰۲) حضرت سبرۃ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کی تعلیم دو، اور دس سال کا ہو جائے تو مار کر نماز پڑھواؤ۔ (یہ حدیث حسن ہے، اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے) اس حدیث میں ابوداؤد میں یہ الفاظ آئے ہیں، بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم کرو۔

تخریج حدیث (۳۰۲): سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء متی یؤمر الغلام بالصلاۃ . الجامع الترمذی ، ابواب الصلاۃ ، باب ما جاء متی یؤمر الصبي بالصلاۃ .

راوی حدیث: حضرت سبرۃ بن معبد الجہنی رضی اللہ عنہ ۵ھ کے قریب اسلام لائے اور غزوۂ خندق میں شرکت کی اور فتح مکہ میں بھی شرکت فرمائی، ان سے "۱۹" احادیث منقول ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال ہوا۔

کلمات حدیث: علموا : سکھلاؤ، تعلیم دو۔ علم، تعلیما (باب تفعیل) سکھلانا، تعلیم دینا۔

شرح حدیث: بچوں کو نماز سکھانے کا حکم ہے کہ ان کو نماز کا طریقہ اور نماز کے شروط و آداب کی تعلیم دی جائے اور ان سے نماز پڑھوائی جائے اور دس برس کے ہو جائیں، تو مار کر نماز پڑھوائی جائے۔ (تحفة الأحوذي: ۲/ ٤٦٠)

البَابُ (۳۹)

حَقُّ الْجَارِ وَالْوَصِيَّةِ بِهٖ
پڑوسی کا حق اور اس کے ساتھ حسن سلوک

۱۰۲۲ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مساکین اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ، سب کے ساتھ احسان کرو۔''

(النساء:۳٦)

تفسیری نکات: آیت کریمہ حقوق العباد کا ایک اجمالی بیان ہے اور اس بیان کا آغاز اللہ کی توحید اور اسی واحد و یکتا کی بندگی سے فرمایا ہے کیوں کہ انسان کے اخلاق و اعمال کو درست رکھنے میں کوئی امر اس قدر موثر نہیں ہے جس قدر اللہ پر ایمان اور اس کی خشیت اور خوف، اللہ کا خوف ہی وہ واحد چیز ہے جو انسان کو انسانی حقوق کے احترام پر ہر حالت میں آمادہ کرنے والا ہے۔

اس کے بعد اہل تعلق کی تمام فہرست میں والدین سے حسن سلوک کو مقدم رکھا تا کہ یہ حقیقت اجاگر ہو جائے کہ حقیقت اور اصل کے اعتبار سے تو تمام احسانات اور انعامات اللہ ہی کی طرف سے ہیں لیکن ظاہری اسباب کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے بعد والدین ہیں جن کے احسانات آدمی پر سب سے زیادہ ہیں کہ وہی اس کی پرورش اور تربیت کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں اور راتوں کو جاگ کر بچوں کو آرام پہنچاتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے دس وصیتیں فرمائی تھیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اپنے والدین کی نافرمانی یا دل آزاری نہ کرو، اگرچہ وہ یہ حکم دیں کہ تم اپنے اہل و عیال اور مال کو چھوڑ دو۔

آیت میں والدین کے بعد تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید آئی ہے، پھر یتیم اور مسکین کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد چوتھے نمبر پر "والجار ذی القربیٰ" اور پانچویں نمبر "والجار الجنب" فرمایا، جار کے معنی پڑوسی کے ہیں اور اس کی مذکورہ دو قسمیں ہیں جن کی تفسیر و توضیح میں صحابۂ کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

عام مفسرین نے فرمایا کہ جار ذی القربیٰ سے وہ پڑوسی مراد ہے جو تمہارے مکان سے متصل رہتا ہے، اور جار الجنب سے وہ پڑوسی مراد

ہے جو تمہارے مکان سے کچھ فاصلہ پر رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جار ذی القربیٰ سے مراد وہ شخص ہے جو پڑوسی بھی ہے اور رشتہ دار بھی۔ اس طرح اس میں دو حق جمع ہو گئے، اور جار الجنب سے مراد وہ ہے جو صرف پڑوسی ہے رشتہ دار نہیں ہے، اس لئے اس کا درجہ پہلے سے مؤخر رکھا گیا۔

چھٹے نمبر پر ارشاد فرمایا "والصاحب بالجنب" اس کے لفظی معنی ہم پہلو ساتھی کے ہیں جس میں رفیق سفر بھی داخل ہے اور وہ بھی جو عام مجلس میں ساتھ بیٹھا ہو، یعنی جس شخص کے لئے تھوڑی دیر کا ساتھ ہوا ہو اس کے ساتھ بھی حسن سلوک ضروری ہے، اس کے بعد ساتویں نمبر پر مسافر کا حق بیان فرمایا کہ اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کرو اور پھر آٹھویں نمبر پر ملازموں اور غلاموں کے حقوق ہیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے۔ (معارف القرآن: ۲/۴۰۹)

جبرئیل علیہ السلام پڑوسی کے حقوق کی مسلسل تاکید کرتے تھے

۳۰۳: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَازَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُه" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۰۳) حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ وہ اسے وارث قرار دیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۰۳): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الوصیة بالجار . صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب الوصیة بالجار والاحسان الیه .

کلمات حدیث: سَيُوَرِّثُه: عنقریب وہ اسے اس کا وارث بنا دیں گے۔ وَرَّثَ: وارث بنانا۔ وَرِثَ، ورثا (باب سمع) وارث ہونا۔

شرح حدیث: فرمایا رسول کریم ﷺ نے کہ حضرت جبرئیل امین آتے رہے اور آکر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت اور فضیلت بتاتے رہے، ان کے اس طرح بتاکید اور بار بار پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں فرماتے رہنے سے مجھے خیال ہوا کہ شاید وہ اسے وارث قرار دیں گے۔

مقصود حدیث پڑوسی کے حق اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے۔

(فتح الباری: ۱۸۳/۳، (حدیث ۶۰۱۴) روضة المتقین: ۳۴۷/۱، دلیل الفالحین: ۱۱۱/۲)

پڑوسی کو ہدیہ دینے کی خاطر شوربہ بڑھانا

۳۰۴: وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا

طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَآءَ هَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّه' عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ: اِنَّ خَلِيْلِيْ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)اَوْصَانِيْ "اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَآءَ هَا ثُمَّ انْظُرْ اَهْلَ بَيْتٍ مِنْ جِيْرَانِكَ فَاَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ"

(۳۰۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر! اگر تم شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کردو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے تاکید فرمائی کہ جب تم شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی ڈال دو پھر اپنے پڑوسیوں کے گھر والوں کی طرف دو اور اس میں سے کچھ دے کر ان کے ساتھ بھلائی کرو۔

تخریج حدیث(۳۰۴): صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب الوصية بالجار والاحسان اليه .

کلمات حدیث: تَعَاهَدْ : عہد رکھو، دیکھ بھال کرو۔ تَعَاهَدَ (باب تفاعل) ایک دوسرے کا خیال رکھنا، ایک دوسرے کی خبرگیری کرنا۔ وَأَصِبْهُمْ : انہیں پہنچادو۔ أَصَابَ إِصَابَةً (باب افعال) اَصَابَ السَّهْمَ : تیر نشانہ پر لگا۔

شرح حدیث: پڑوسیوں کو باہم ہدیہ بھیجتے رہنا چاہئے اگر گنجائش نہ ہو تو یہی کرو کہ سالن میں پانی کی مقدار ذرا سی بڑھادو اور اس میں سے تھوڑا سا سالن پڑوسی کو بھیج دو۔

مقصودِ حدیث پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اور ان کا خیال رکھنے کی اہمیت کو بیان کرنا ہے۔

(تحفة الأحوذي:٥/٥٧٤، شرح صحيح مسلم للنووي:١٦/١٤٤)

ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ پڑوسی کو تکلیف نہ دی جائے

۳۰۵. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:"وَاللّٰهِ لاَ يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لاَ يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لاَ يُؤْمِنُ!" قِيْلَ : مَنْ يَّارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ:"اَلَّذِيْ لاَيَاْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَه" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لاَ يَاْمَنُ جَارُه' بَوَائِقَه'"

"اَلْبَوَائِقُ" : اَلْغَوَائِلُ وَالشُّرُوْرُ .

(۳۰۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے، کسی نے عرض کی: یارسول اللہ کون؟ فرمایا جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ وہ شخص جنت میں نہیں داخل ہوگا جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں۔ البوائق، شر اور فتنے۔

تخریج حدیث(۳۰۵): صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب اثم من لم یأمن جارہ بوائقه . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم إیذاء الجار .

کلمات حدیث: بوائقه : اس کی مصیبتیں اور فتنے، واحد بائقة، باق بوقا (باب نصر) جھگڑنا، جھگڑا اٹھانا، شر پیدا کرنا۔

شرح حدیث: حکم ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان کا اکرام اور عزت کرو۔ اگر نہ ہو سکے تو کم تر درجہ یہ ہے کہ اسے اپنے شر سے محفوظ رکھو، رسول کریم ﷺ نے مکرر سہ کرر ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص مؤمن نہیں جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔

اگر کوئی شخص پڑوسیوں کو ایذاء پہنچاتا ہے اور اپنے شر اور فتنے سے انہیں تکلیف پہنچاتا ہے اور اپنی ان حرکتوں کو جائز اور درست سمجھتا ہے اور اس ایذاء رسانی کو حلال سمجھتا ہے تو گویا وہ دین کے احکام کو مذاق سمجھتا اور ان کا استخفاف کرتا ہے تو وہ کافر ہے وہ تو بلاشبہ جنت میں نہیں جائے گا، لیکن اگر یہ بات نہیں ہے بلکہ محض غفلت اور نادانی سے ایسی حرکت ہو جاتی ہے تو مطلب یہ ہے کہ وہ سیدھا جنت میں نہیں جائے گا جیسا کہ فائزین جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی تو جہنم میں اپنی سزا پوری کر کے پھر جنت میں جائے گا۔

یہ دونوں معنی اہل حق کے مسلک کے مطابق ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ کی توحید پر ہو اور وہ کبائر پر مصر رہا ہو تو اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، چاہے اس کو معاف فرما کر جنت میں داخل فرمادے یا اسے جہنم کی سزا دے اور پھر جنت میں داخل فرمائے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اسی طرح فرمایا ہے۔ (فتح الباری :۳/۱۸۳، (۶۰۱۶) صحیح مسلم للنووی:۲/۱۵، روضة المتقین :۱/۴٤۸)

پڑوسی کو ہدیہ دیا کریں اگرچہ معمولی چیز ہو

۳۰۶. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَا نِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ لاتَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسَنَ شَاةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۰۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمان عورتو! اپنی پڑوسن کے لئے کوئی چیز حقیر نہ سمجھو اگرچہ بکری کا ایک کھر ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۰۶): صحیح البخاری، کتاب الهبة، باب لا تحقرن جارة لجارتها . صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی الصدقة ولو بالقلیل ولاتمنع من القلیل لاحتقارها .

شرح حدیث: پڑوسیوں کو ہدیہ بھیجتے رہنا چاہیے چاہے کوئی معمولی شئے ہو، اور جسے ہدیہ بھیجا جائے وہ ہدیہ کو حقیر نہ سمجھے بلکہ اس کا اور ہدیہ بھیجنے والے کا اکرام کرے، حدیث کی شرح (حدیث ۱۲۳) میں گزر چکی ہے وہاں بھی ملاحظہ کرلیا جائے۔

(فتح الباری :۲/۵٤، (۲۵٦٦)

پڑوسی کو دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے

۳۰۷. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال : 'لا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ، اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهٖ" ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ : مَالِيْ اَرَا كُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَاللّٰهِ لَاَ رْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

رُوِيَ " خَشَبَةً " بِالْاِ ضَافَةِ وَالْجَمْعِ وَ رُوِيَ " خَشَبَةٌ " بِالتَّنْوِيْنِ عَلَى الْاِ فْرَادِ وَقَوْلُه' : مَالِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ : يَعْنِيْ عَنْ هٰذِهِ السُّنَّةِ .

(۳۰۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم اس سے اعراض کر رہے ہو۔ اللہ کی قسم میں اس مسئلہ کو تمہیں ضرور بتا کر رہوں گا۔ (بخاری ومسلم)

خَشَبَةٌ : روایت ہوا ہے اضافت اور جمع کے ساتھ، اور خَشَبَةٌ :تنوین کے ساتھ مفرد بھی روایت ہوا ہے۔ مالی أراکم عنها معرضین : کے معنی ہیں کہ مجھے تعجب ہے کہ میں تمہیں اس سنت سے اعراض کرتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

تخریج حدیث(۳۰۷): صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب لایمنع جار جاره أن یغرز . صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب غرز الخشب فی جدار الجار.

کلمات حدیث: یغرز : لگالے، گاڑے۔ غرز غرزًا (باب ضرب) گاڑنا۔

شرح حدیث: یہ حکم برائے استحباب ہے کہ اگر گھر کی دیوار مشترک ہو اور پڑوسی کوئی شہتیر دیوار میں نصب کرنا چاہے یا کوئی بل رکھنا چاہے تو پڑوسی کو چاہئے کہ وہ اسے منع نہ کرے۔

حدیث مبارک کی جانب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے طلباء کے التفات میں کمی پائی تو فرمایا کہ یہ کیا بات ہے؟ اگر تم اس ارشاد نبوت ﷺ کے قبول کرنے میں ذرا بھی تامل کرو گے تو میں اس حکم نبوی ﷺ کو نافذ کر کے رہوں گا۔

غرض حدیث مبارک کا مقصود پڑوسیوں کے درمیان حسن معاشرت اور حسن سلوک کی تاکید ہے، تاکہ ان کے درمیان باہم الفت ومودت پروان چڑھے اور اختلاف ونزاع کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ (فتح الباری :۲/ ۱۹ (۲٤٦٣)

مہمانوں کا اکرام کریں

۳۰۸. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال : "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلاَ يُؤْذِجَارَه'، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَه'، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَسْكُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۰۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا

ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۰۸): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللّٰہ . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم ایذاء الجار .

کلمات حدیث: فلا یؤذی : تکلیف نہ پہنچائے، ایذاء نہ دے۔ آذٰی، اِیذاءً (باب افعال) تکلیف پہنچانا، ایذاء دینا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، مراد ایمان کامل ہے اور ایمان میں صرف ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ ان ہر دو ایمان میں مبدء اور معاد دونوں آگئے کہ اللہ ہی نے پیدا فرمایا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے سو جس کا یہ ایمان پختہ ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے بلکہ اس کا اکرام کرے، اس کی عزت کرے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اسی طرح مہمان کی مہمان نوازی کرے کہ مہمان نوازی مکارم اخلاق میں سے ہے اور انبیاء اور صالحین کی سیرت حسنہ ہے۔

اور جب بات کرے تو اول اس پر غور کرے کہ اگر کلمہ خیر ہو تو اس کو زبان سے ادا کرے ورنہ خاموش رہے کیوں کہ بات یا تو خیر ہے یا شر ہے یا اس کا مآل خیر ہے یا اس کا مآل شر ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مفہوم حدیث یہ ہے کہ جب کوئی شخص بات کا ارادہ کرے تو دیکھ لے کہ فی الواقع خیر ہے، یعنی کوئی امر واجب یا مندوب پر مشتمل بات ہے تب بات کرے ورنہ خاموش رہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید، (جب کوئی لفظ زبان سے نکالتا ہے تو ایک سخت نگران پاس موجود ہوتا ہے) علماء سلف کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا فرشتے اس بات کو لکھ لیتا ہے جو انسان کی زبان سے نکلے؟ جیسا کہ آیت قرآنی کا عموم اس پر دلالت کرتا ہے یا صرف ان باتوں کو لکھتا ہے جن میں کوئی ثواب یا عتاب ہو، بہر حال اس حدیث کے مفہوم کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی کو چاہیے کہ بولنے سے پہلے سوچ لے کہ اس کی بات کسی طرح کے شر یا مضرت پر تو مشتمل نہیں ہے، جب یہ اطمینان ہو جائے تو بات کرے ورنہ خاموش رہے۔

(فتح الباری: ۳/۱۸۵ حدیث نمبر : ۶۰۱۸)

(شرح صحیح مسلم للنووی:۲/۱۶، روضة المتقین :۱/۳۵۰؛ نزهة المتقین :۱/۲۸۹)

اچھی بات کرے یا خاموشی اختیار کرے

۳۰۹. وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُحْسِنْ اِلٰی جَارِهٖ : وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْراً اَوْ لِیَسْکُتْ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ، وَ رَوَی الْبُخَارِیُّ بَعْضَهٗ .

(۳۰۹) حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور جوشخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جوشخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ (مسلم نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور بخاری میں اس کا کچھ حصہ آیا ہے)

تخریج حدیث(۳۰۹): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللّٰہ .

کلمات حدیث: فلیحسن : چاہئے کہ احسان کرے، حسن سلوک کرنا چاہیے۔ أَحْسَنَ، احساناً (باب افعال) احسان کرنا، اچھا سلوک کرنا۔

شرح حدیث: اس حدیث کا مضمون وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث میں گزرا ہے، مقصود دونوں احادیث کا یہ ہے کہ جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنا برتاؤ اللہ کی مخلوق سے اچھا رکھے، اور کسی کی ایذاء اور تکلیف کا باعث نہ بنے۔

جس پڑوسی کا دروازہ قریب ہو وہ ہدیہ کا زیادہ حق دار ہے

۳۱۰. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ : قُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ، اِنَّ لِیْ جَارَیْنِ فَاِلٰی اَیِّھِمَا اُھْدِیْ؟ قَالَ : اِلٰی اَقْرَبِھِمَا مِنْکِ بَابًا " رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ .

(۳۱۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں، میں ان میں سے کس کو ہدیہ دوں؟ فرمایا جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۳۱۰): صحیح البخاری، کتاب الشفقة، باب ای الجوار أقرب .

کلمات حدیث: أُھْدِی : میں ہدیہ دیتا ہوں۔ أَھْدٰی اِھداءً (باب افعال) ہدیہ دینا۔

شرح حدیث: پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک عمل بیت نبوت ﷺ ہے، لازم ہے کہ ہر آدمی جو اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے اور پڑوسیوں کا شمار چالیس گھروں تک ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ پڑوس ہر طرف سے چالیس گھر ہیں، لیکن ان میں حسن سلوک کی ترتیب اس طرح ہے کہ جس کا دروازہ قریب تر ہو اس کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک میں پہل کرنی چاہئے کہ اگر کوئی شئے بطور ہدیہ بھیجنا ہو تو سب سے پہلے اس کے یہاں بھیجے جس کا دروازہ سب سے قریب تر ہے۔ (فتح الباری :۲/۱۱٤٥، (حدیث نمبر : ۲۲٥۹)

بہترین ساتھی اور بہترین پڑوسی

۳۱۱. وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : "خَیْرُ

الْاَصْحَابِ عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ، وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۳۱۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک بہترین دوست وہ ہیں جو اپنے دوست کے لئے خیر ہوں اور اللہ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے ہمسایہ کے لئے خیر ہوں۔ (ترمذی نے روایت کیا اور اس حدیث کو حسن کہا ہے)

تخریج حدیث (۳۱۱): الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی الإحسان الی الخادم .

کلمات حدیث: اَصْحَاب : ساتھی دوست، رفیق، جمع صَاحِب، صَحِبَ، صحبة (باب سمع) ساتھ ہونا، رفیق ہونا۔

شرح حدیث: صحبت کا اثر انسان پر ہوتا ہے اس لئے لازمی ہے کہ انسان اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور جن لوگوں کے ساتھ وقت گزارے وہ اس کے دین کی صلاح وفلاح میں اس کی مدد کرنے والے ہوں ۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ انسان اپنے دوست کے طریقے پر ہوتا ہے اس لئے دیکھ لینا چاہئے کہ کس سے دوستی کی جائے۔

اللہ کے نزدیک اچھے ساتھی اور اچھے رفیق وہ ہیں جو خیر ہوں یعنی خود بھی سراپا خیر ہوں اور ان کے اعمال وافعال بھی خیر ہوں اور ان کی بات بھی خیر پر مشتمل ہو، اسی طرح اللہ کے نزدیک اچھے پڑوسی وہ ہیں جو خیر یعنی اپنے افعال واعمال میں اور پڑوسی کی خیر خواہی میں وہ سراپا خیر ہوں۔ (روضة المتقین : ۱/ ۳۵۳)

الباب (۴۰)

بِرُّالْوَالِدَيْنِ وَصِلَةُ الْاَرْحَامِ

برالوالدین اورصلۂ رحمی

۱۲۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱعْبُدُواْ ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُواْ بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا وَبِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱلْجَارِ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْجَارِ ٱلْجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلْجَنۢبِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْ ۗ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت داروں کے ساتھ اور یتیموں اور فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ۔'' (النساء:۳۶)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اللہ سبحانہ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ اس کو ملا کر بیان فرمایا گویا اللہ کی بندگی کے بعد سب سے پہلا فریضہ بحیثیت انسان جو انسان پر عائد ہوتا ہے وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک ہے، اس آیت کریمہ کے بارے میں تفصیلی نکات اس سے پہلے باب میں آچکے ہیں، وہاں ملاحظہ کئے جائیں۔

۱۲۴. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ ﴾

اور فرمایا:

''اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے واسطے سے سوال کرتے ہو آپس میں اور خبردار رہو قرابت والوں سے۔'' (النساء:۱)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ ہی انسان کا خالق مالک اور اس کا رب ہے، اس لئے اسی سے ڈرو، اور اس لئے بھی اس سے ڈرو کہ تم خود آپس میں اس کے نام کا واسطہ دے دے کر اپنے حقوق طلب کرتے ہو اور اپنے معاملات اور حاجات ضروریہ میں اسی کا وسیلہ پکڑتے ہو یعنی تم اپنے وجود اور بقاہی میں اللہ کے محتاج نہیں ہو بلکہ تمام حاجتوں اور کاموں میں بھی اسی کے محتاج ہو۔ اس لئے بندگی صرف اللہ ہی کی کرو اور اسی سے ڈرو اور اسی واسطے اور تعلق سے صلہ رحمی کرو اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی سے اجتناب کرو، کہ تم سب کا پیدا کرنے والا اور رشتوں کی لڑی میں جوڑنے والا وہی ایک اللہ ہے اور وہی سب کا مالک ہے، اور وہی سب کا رازق ہے اور وہی سب کا خالق ہے، جب سب کا خالق و مالک اور رازق ایک ہی ہے تو سب پر ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی بھی واجب ہے۔ (تفسیر عثمانی)

سورۃ الملک قیامت کے دن شفاعت کرے گی

۱۰۱۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مِنَ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةٌ ثَلَاثُوْنَ اٰيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰی غُفِرَلَهٗ وَهِیَ: تَبَارَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ: وَفِیْ رِوَايَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ: "تَشْفَعُ."

(۱۰۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں ایک سورۃ ہے جس میں تیس آیات ہیں جو آدمی کی شفاعت کرتی ہیں یہاں تک کہ اس کو معاف کر دیا جاتا ہے اور وہ سورت تبارك الذی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابوداؤد کی ایک روایت میں شفعت کی جگہ تشفع ہے یعنی سفارش کرتی ہے۔

تخریج حدیث (۱۰۱۶): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی عدد الآی. الجامع للترمذی، ابواب ثواب القرآن، باب ما جاء فی سورۃ الملك.

کلمات حدیث: شفعت لرجل حتی غفرله: ایک آدمی کی سفارش کی یہاں تک کہ اس کی مغفرت ہوگئی۔ آدمی کی سفارش کرتی ہے یہاں تک کہ اس کی معافی کا پروانہ حاصل کر لیتی ہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں سورۃ الملک کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ سورۃ الملک ہر مؤمن کے دل میں ہو اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت اللہ کے عذاب سے روکنے والی اور نجات دینے والی ہے۔ اس حدیث میں فرمایا کہ جو شخص سورۃ الملک کی تلاوت پر مداومت کرے اس کے احکام پر عمل کرے اور اس کے مضامین سے عبرت حاصل کرے تو یہ سورت روز قیامت اس کی شفاعت کرے گی یہاں تک کہ معافی مل جائے گی۔ حدیث مبارک میں شفعت بصیغہ ماضی آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی کہ کوئی سورۃ الملک پڑھتا تھا اور اس کی شفاعت پر اس کی مغفرت ہوگئی اور آپ ﷺ نے بطور ترغیب اس کو خبر دینے کے طور پر بیان فرمایا۔ یا شفعت، تشفع کے معنی میں ہے جیسا کہ ابوداؤد کی ایک روایت میں تشفع ہے یعنی روز قیامت سورۃ الملک اپنے پڑھنے والے کے حق میں سفارش کرے گی یہاں تک کہ اسے معاف کر دیا جائے گا۔ (روضة المتقين: ۳/۵۸۔ دليل الفالحين: ۳/۴۶۰)

سورۃ البقرۃ کی آخری آیات کی فضیلت

۱۰۱۷. وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَرَاَ بِالْاٰيَتَيْنِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِیْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"قِيْلَ كَفَتَاهُ الْمَكْرُوْهَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَقِيْلَ كَفَتَاهُ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ.

(۱۰۱۷) حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رات کو سورۂ بقرہ کی آخری

دو آیتیں پڑھیں وہ اسے کافی ہو جائیں گی۔ (متفق علیہ)

کسی نے کہا کہ کافی ہو جائیں گی کے معنی ہیں کہ اس رات کے شر کو کافی ہو جائیں گی اور کسی نے کہا کہ اس رات کے قیام لیل کو کافی ہو جائیں گی۔

تخریج حدیث (۱۰۱۷): صحیح البخاری، کتاب المغازی، و کتاب فضائل القرآن، باب من لم یر بأسا ان یقول سورة الفاتحة و سورة کذا و کذا . صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة البقرة و خواتم سورة البقرة .

کلماتِ حدیث: کفتاه : اسے کافی ہو جائیں گی یعنی یہ دو آیتیں اس کو رات کے کسی شر سے بچانے اور محفوظ رکھنے کے لیے کافی ہوں گی۔

شرحِ حدیث: سورۃ البقرۃ کی آخر کی دو آیات کی فضیلت بیان ہوئی ہے یعنی آمن الرسول سے آخر تک کہ جو شخص انہیں پڑھے گا یہ اسے کافی ہو جائیں گی شیطان کے شر اور ہر نوع کے شر سے۔ جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آیت الکرسی پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا محافظ بن جاتا ہے اور صبح تک شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔ (فتح الباري : ۹۵۱/۲ ۔ روضة المتقين : ۵۹/۳)

سورۂ بقرۃ کی تلاوت سے شیطان بھاگ جاتا ہے

۱۰۱۸ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَاتَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِیْ تُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں کو مقابر نہ بناؤ! بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ البقرۃ پڑھی جاتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۱۸): صحیح مسلم، کتاب صلاة، المسافرین، باب استحباب صلاة النافلة في بيته .

کلماتِ حدیث: مقابر : جمع مقبرۃ، قبر۔ مقابر : قبرستان۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کہ جس طرح مردے کچھ نہیں کرتے اسی طرح تم بھی نماز، قرآن اور تلاوت اور اللہ کے ذکر سے بے تعلق ہو جاؤ۔ جس دل میں اللہ کی یاد نہیں ہے وہ مردہ دل ہے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہیں ہے وہ قبرستان ہے اور ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں سورۃ البقرۃ پڑھی جاتی ہے اس سے شیطان دور بھاگتا ہے اور اس گھر کے لوگوں کو بہکانے اور ورغلانے سے مایوس ہو جاتا ہے کیونکہ سورۃ البقرۃ دلائل و براہین، احکام و قصص اور موعظت و عبر اور شریعت اور معجزات کے بیان پر مشتمل ہے اس میں شیطان کے مکائد کا ذکر ہے اور اس کے حضرت آدم علیہ السلام کے بہکانے کا ذکر ہے۔ مضامین کے تنوع اور کثرت کا یہ حال ہے کہ کہا گیا کہ سورۃ البقرۃ میں ایک ہزار اوامر ایک ہزار ممانعتیں ایک ہزار احکام اور ایک ہزار اخبار مذکور ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۶۰/۶ ۔ روضة المتقين : ۵۹/۳ ۔ دليل الفالحين : ۶۲۰/۳)

سب سے محبوب عمل

۳۱۲. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی؟ قَالَ : "اَلصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا" قُلْتُ : ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ:"بِرُّ الْوَالِدَیْنِ" قُلْتُ : ثُمَّ اَیٌّ : قَالَ "اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۳۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل اللہ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: نماز اپنے وقت پر، میں نے عرض کی کہ پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے عرض کی کہ پھر کون سا؟ فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۱۲): صحیح البخاری، کتاب المواقیت، باب فضل الصلوٰة و وقتها . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الایمان باللّٰه أفضل الأعمال .

کلمات حدیث: الجهاد : اللہ کے راستے میں جنگ وقتال، اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے کافروں سے قتال۔ جهد جهداً (باب فتح) کوشش کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بر بالوالدین یعنی والدین کے ساتھ نیک سلوک کی اس قدر اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اسے نماز کے فوراً بعد ذکر فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ حقوق اللہ میں اعلیٰ ترین اور بلند ترین درجہ نماز کا ہے اور حقوق العباد میں جو حق سب پر مقدم اور سب سے فائق ہے وہ والدین کا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وقضی ربك ان لا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا" یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا اور عبادت و بندگی میں نماز کا درجہ اعلیٰ اور بلند ہے اس لئے رسول کریم ﷺ نے نماز کا ذکر فرمایا۔ (فتح الباری : ۱/۴۷۱ (۵۲۷) ، شرح مسلم للنووی : ۲/۶۶)

باپ کے ساتھ حسن سلوک کا بہترین طریقہ

۳۱۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : 'لَا یَجْزِیْ وَلَدٌ وَالِداً اِلَّا اَنْ یَّجِدَهٗ مَمْلُوْکاً فَیَشْتَرِیَهٗ فَیُعْتِقَهٗ ". رَاوَہُ مُسْلِمٌ .

(۳۱۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بیٹا اپنے والدین کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا الا یہ کہ اسے غلام پائے اور خرید کر آزاد کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۳۱۳): صحیح مسلم، کتاب العتق، باب فضل عتق الولد .

کلمات حدیث: لایجزی : بدلہ نہیں دیتا۔ جزی جزاءً (باب ضرب) بدلہ دینا۔

شرح حدیث: کوئی صورت ایسی نہیں ہے کہ اولا دوالدین کا بدلہ چکا سکے سوائے اس کے کہ کسی بیٹے کو اپنا باپ غلامی کی حالت میں ملے اور وہ اس کو خرید کر آزاد کر دے، یعنی اگر باپ کا صلہ کسی درجے میں ہوسکتا ہے تو وہ یہ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی صلہ نہیں ہے۔

اگر کوئی اپنے قریبی رشتہ داروں کا مالک ہو جائے تو اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، اہل ظاہر کی رائے یہ ہے کہ محض مالک ہونے سے آزاد نہیں ہوگا چاہے وہ باپ ہی کیوں نہ ہو بلکہ وہ خرید کر آزاد کرے گا، ان کی دلیل اسی حدیث کے ظاہری الفاظ ہیں، جبکہ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ باپ ماں دادا دادی جونہی اولاد کی ملکیت میں آئیں گے خود بخود آزاد ہو جائیں گے، اسی طرح بیٹا اور بیٹی باپ کی ملکیت میں آجائیں تو وہ اسی وقت آزاد ہو جائیں گے اور اس میں مسلم اور کافر قریب اور بعید اور وارث اور غیر وارث کا کوئی فرق نہیں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ ماں باپ اور اولاد کے علاوہ دیگر رشتہ دار جیسے بھائی وغیرہ محض ملک سے آزاد نہیں ہوں گے بلکہ آزاد کرنے سے آزاد ہوں گے، امام مالک رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ بھائی بھی از خود آزاد ہو جائیں گے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ہر ذی رحم رشتہ والا شخص ملکیت میں آتے ہی خود بخود آزاد ہو جائے گا۔ (شرح مسلم للنووی: ۱۰/۱۲۹)

مؤمن کو صلہ رحمی کرنا چاہیے

۳۱۴. وَعَنْهُ اَيضاً رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۱۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ صلہ رحمی کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۱۴): صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب من كان يؤمن بالله . صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الحث على إكرام الجار و الضيف .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں تین امور کی تاکید فرمائی گئی ہے، مہمان کا اکرام، صلہ رحمی اور کلمۂ خیر کہنا کہ آدمی اپنے مہمان کی مہمان نوازی کرے اور اس کی تکریم کرے۔ تعلق والوں سے اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے اور اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے، یہ حدیث ۳۱۰ میں گزر چکی ہے۔ (فتح الباری :۲/۱۱٤٥)

جو صلہ رحمی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے

۳۱۵. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰى اِذَا

ہونے کا عذر کیا تو میں نے اسے ترس کھا کر چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا وہ پھر آئے گا میں نے پھر تیسری رات اس کا انتظار کیا وہ پھر آ کر طعام (غلہ) بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا کہ یہ آخری اور تیسری مرتبہ ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں دوبارہ نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ تم مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ میں نے کہا کہ وہ کیا کلمات ہیں؟ اس نے کہا کہ جب تم رات کو بستر پر آؤ تو آیت الکرسی پڑھا کرو تمہارے اوپر اللہ کی طرف سے ایک محافظ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے پاس نہیں آئے گا اس پر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی میں حاضر خدمت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے رات کے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے کہا کہ وہ مجھے کچھ کلمات سکھائے گا جن سے اللہ مجھے فائدہ پہنچائے گا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا کلمات ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ جب تم رات کو بستر پر آؤ تو آیت الکرسی اول سے آخر تک پڑھو یعنی اللہ لا الہ الا ھو القیوم اور مجھ سے کہا کہ تمہارے اوپر اللہ کی طرف سے محافظ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ خود تو جھوٹا ہے لیکن تم سے سچ کہا ہے۔ اے ابوہریرہ! تمہیں معلوم ہے کہ تین دن سے تم کس سے مخاطب ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۰۲۰): صحیح البخاری، کتاب الوکالۃ کاملا، باب اذا وکل رجل فترک الوکیل شیئا فاجازہ الموکل فھو جائز.

کلماتِ حدیث: زکوۃ رمضان سے مراد صدقۃ الفطر ہے۔ یحثو: دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر کھانا لے رہا تھا۔

شرحِ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو صدقۃ الفطر میں آئی ہوئی کھجوروں کا محافظ مقرر فرمایا تھا۔ حدیث مبارک میں آیت الکرسی کی فضیلت کا بیان ہے اور اس کا رات کو سونے سے پہلے پڑھنا بہت خیر و برکت کا حامل ہے۔ متعدد احادیث میں آیۃ الکرسی کے فضائل بیان ہوئے ہیں کیونکہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی دس صفات کو یکجا بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ البقرۃ میں ایک آیت ہے جو سیدۃ آیۃ القرآن ہے، وہ جس گھر میں پڑھی جائے شیطان اس سے نکل جاتا ہے۔

نسائی کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھا کرے تو اسے جنت میں داخل ہونے کے لیے بجز موت کے کوئی مانع نہیں ہے یعنی موت کے بعد وہ فوراً جنت کے آثار اور راحت و آرام کا مشاہدہ کرنے لگے گا۔

(فتح الباری: ۱/ ۱۱۶۵۔ روضۃ المتقین: ۳/ ۶۱۔ دلیل الفالحین: ۳/ ۵۰۶)

دجال کے فتنے سے حفاظت کا ذریعہ

۱۰۲۱۔ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ

حافظ عشرا یاتٍ "مِنْ اَوَّلِ سُوْرَۃِ الْکَھْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجالِ"

وَفِیْ رِوَایَۃٍ : "مِنْ اٰخِرِ سُوْرَۃِ الْکَھْفِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۱) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات حفظ کرلیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہوگیا اور ایک اور روایت میں سورۃ الکہف کی آخری دس آیات کے بارے میں یہی ارشاد ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲۱): صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ الکھف.

کلمات حدیث: عصم : محفوظ کردیا گیا، بچالیا گیا۔ عصم عصما (باب ضرب) محفوظ ہونا۔

شرح حدیث: دجال قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اور اس کا فتنہ قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والے فتنوں میں سب سے بڑا سب سے ہمہ گیر اور سب سے زیادہ دین وایمان کی بربادی کا سبب ہوگا اور اسی لیے متعدد احادیث میں اس سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے اور فرماتے تھے:

" اللّٰھم انی اعوذبک من فتنة المسیح الدجال ."

"اے اللہ! میں مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

اس کے فتنہ کے اس قدر شدید ہونے کی ایک وجہ یہ ہوگی کہ اللہ کے حکم سے بعض خارق عادت قوتیں حاصل ہوں گی، وہ کہے گا کہ اے آسمان بارش برسادے تو بارش ہوجائے گی اور زمین کو اگانے کا حکم دے گا تو زمین سے پیداوار ظاہر ہوجائے گی۔

صحیح مسلم میں مروی دو روایات میں فتنہ دجال سے محفوظ رہنے کے لیے سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات اور سورۃ الکہف کی آخری دس آیات پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ جو شخص ان آیات کو پڑھنے کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دجال کے فتنے سے محفوظ رکھے گا۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ۸۱/۶۔ روضۃ المتقین : ۳/ ۶۳۔ دلیل الفالحین : ۶۶۷/۳)

سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

۱۰۲۲۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ : بَیْنَمَا جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِیْضًا مِنْ فَوْقِہٖ فَرَفَعَ رَأْسَہٗ فَقَالَ : ھٰذَا بَابٌ مِنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْیَوْمَ وَلَمْ یُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْمَ فَنَزَلَ مِنْہُ مَلَکٌ فَقَالَ : ھٰذَا مَلَکٌ نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ لَمْ یَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَیْنِ اُوْتِیْتَھُمَا لَمْ یُؤْتَھُمَآ نَبِیٌّ قَبْلَکَ: فَاتِحَةُ الْکِتَابِ وَخَوَاتِیْمُ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ، لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْھَا اِلَّا اُعْطِیْتَہٗ، رَوَاہُ مُسْلِمٌ. "اَلنَّقِیْضُ": اَلصَّوْتُ.

(۱۰۲۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم

﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ ﴾

''اور ہم نے انسان کو بتاکید نصیحت کی کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے، ماں نے مشقت پر مشقت برداشت کی اور دو سال میں دودھ چھڑایا۔''

یعنی وھنا علی وھن میں پہلا وھن حمل ہے اور دوسرا وضع حمل اور تیسرے رضاعت، بہرحال ماں کا حق باپ کے حق پر فائق اور مقدم ہے۔ (فتح الباری :۳/۱۶۶ (۵۹۷۱) روضة المتقين: ۱/۳۵۸)

والدین بڑھاپے میں حسن سلوک کے زیادہ حق دار ہیں

۳۱۷. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ : أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۱۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، ماں باپ کو یا ایک کو یا دونوں کو بوڑھا پایا اور جنت میں داخل نہیں ہوا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۳۱۷): صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب رغم أنف من أدرك أبويه او أحدهما .

کلمات حدیث: رغم : خاک آلود ہو۔ رغم، رغماً (باب نصر) ذلیل ہونا، خاک آلود ہونا۔ رغم الله أنفه : اللہ اسے ذلیل کرے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں والدین کی خدمت گزاری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی جارہی ہے کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور ان کی خدمت تو زندگی کے ہر حصہ میں لازم ہے مگر جب والدین بوڑھے ہوجائیں اور کمزور ناتواں ہوکر دوبارہ بچوں کی طرح ہوجائیں، اس وقت تو ان کی خدمت اسی طرح کرنی چاہئے جس طرح انہوں نے اس وقت کی تھی جب تم بچے تھے، یہی وقت ہے جس میں ان کے احسانات کا کسی درجہ میں صلہ دیا جاسکتا ہے۔

فرمایا: کس قدر کم نصیب ہے وہ انسان، کس قدر بدقسمت ہے، اس کی ناک خاک آلود ہو ماں باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر بھی جنت میں نہ جاسکا، حالانکہ اسے چاہئے تھا کہ ماں باپ کی خدمت کرتا اور ان کی دعا حاصل کر کے رحمت الٰہی کا مستحق ہوتا اور جنت میں چلا جاتا۔ (دليل الفالحين:۲/۱۲۵، روضة المتقين :۱/۳۵۹، شرح صحيح مسلم للنووي:۱۶/۸۸)

جو قطع رحمی کرے اس سے بھی صلہ رحمی کیا جائے

۳۱۸. وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِيْ قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنِيْ وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ إِلَيَّ وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَيَّ. فَقَالَ : "لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ

وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلىٰ ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"وَتُسِفُّهُمْ" بِضَمِّ التَّاءِ وَكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَتَشْدِيْدِ الْفَاءِ " وَالْمَلُّ" بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَتَشْدِيْدِ اللَّامِ وَهُوَ الرَّمَادُ الْحَارُ: اَىْ كَاَنَّمَا تُطْعِمُهُمُ الرَّمَادَ الْحَارَ، وَهُوَ تَشْبِيْهٌ لِمَا يَلْحَقُهُمْ مِنَ الْاِثْمِ بِمَا يَلْحَقُ اٰكِلَ الرَّمَادِ الْحَارِ مِنَ الْاَلَمِ وَلَا شَيْئَ عَلٰى هٰذَا الْمُحْسِنِ اِلَيْهِمْ لٰكِنْ يَّنَالُهُمْ اِثْمٌ عَظِيْمٌ بِتَقْصِيْرِهِمْ فِيْ حَقِّهٖ وَاِدْخَالِهِمُ الْاَذٰى عَلَيْهِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۳۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ میرے قریبی رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برا برتاؤ کرتے ہیں، میں ان سے بردباری کا رویہ اختیار کرتا ہوں وہ جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر فی الواقع اسی طرح ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو تو تم ان پر گرم خاک ڈال رہے ہو اور جب تک تمہارا یہ رویہ رہے گا اللہ کی طرف سے تمہارے ساتھ ایک مددگار رہے گا جو ان کے مقابلے میں تیری مدد کرے گا۔ (مسلم)

تسِفُّھُم، تاء کے ضمہ سین کے زیر اور فاء کے شد کے ساتھ۔ مَلّ میم کے فتحہ اور لام کے شد کیساتھ گرم راکھ، (بھوبھل) جیسے کہ تم انہیں گرم راکھ کھلا رہے ہو، یہ تشبیہ ہے اس امر کی کہ وہ گناہ میں مبتلا ہو رہے ہیں جیسے اگر کوئی گرم راکھ ڈالے تو اسے اذیت و تکلیف ہوگی اور جو ان کے ساتھ احسان کر رہا ہے اسے کوئی تکلیف نہیں لیکن وہ سخت گناہ میں مبتلا ہیں کہ وہ اس کا حق ادا نہیں کر رہے ہیں اور اسے ایذاء پہنچا رہے ہیں۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث (۳۱۸): صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وقطيعتها.

کلمات حدیث: تسفهم: تم ان پر پھینک رہے ہو۔ سفّ سفاً (باب سمع) دوا یا ستو وغیرہ پھانکنا۔ مَلّ، ملاً (باب نصر) مل الشئى فى الجمر: انگاروں پر رکھنا۔

شرح حدیث: مقصود حدیث یہ ہے کہ آدمی اپنے اہل تعلق سے حسن تعلق رکھے خواہ ان کا رویہ کچھ بھی ہو اور رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آئے اور ان سے صلہ رحمی کرے، اور اس میں ان کی طرف جو تکلیف وایذاء پیش آئے اس پر صبر کرے، تو اللہ کے یہاں اس کا اجر و ثواب زیادہ ہوگا، اور وہ رشتہ دار جن کی حالت حدیث میں بیان ہوئی گرم راکھ پھانکنے پر مجبور ہوں گے اور اللہ اس شخص کی حفاظت کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرما دیں گے جو اسے ان لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاء اور تکلیف سے محفوظ رکھے گا۔

(شرح صحيح مسلم للنووى: ۹۳/۱٦، دليل الفالحين: ۱۲۵/۲)

صلہ رحمی کے دو نقد فائدے

۳۱۹. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ

الباب (۱۸۵)

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ
وضوء کی فضیلت

۲۷۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغْسِلُوا۟ وُجُوهَكُمْ ﴾

الی قَوْلِه تَعَالٰی :

﴿ مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَـٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝٦ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہوتو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو، اپنے سروں کا مسح کرلو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھولو اور اگر تم جنبی ہوتو اچھی طرح پاکی حاصل کرلو اور اگر تم بیمار ہو یا حالتِ سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا، یا تم نے بیویوں سے قربت کی ہو، پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو پاک مٹی سے، اللہ تعالیٰ تم پر تنگی کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نصیحت کو تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔''

(المائدۃ:٦)

تفسیری نکات: نماز پڑھنے کے لیے باوضوء ہونا ضروری ہے اور جسم کی اور اس جگہ کی جہاں نماز پڑھی جانے پاکی ضروری ہے، اگر پہلے سے وضو ہو تو دوبارہ وضوء کرنا مستحب ہے۔ وضوء میں پہلے چہرے کو دھونا چاہیے، تمام اعضاءِ وضوء کو ایک ایک مرتبہ دھونا چاہیے اور تین تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔

پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو، وارجلکم کا عطف اگر وجوھکم کی طرف ہے تو معنی یہ ہیں کہ پیروں کو ٹخنوں تک دھوؤں اور اگر اس کا عطف وامسحوا پر ہے تو معنی ہوں گے کہ پاؤں میں موزے ہونے کی صورت میں پاؤں پر ٹخنوں تک مسح کرو چمڑے کے موزے پہننے کی صورت میں ان پر حالت اقامت میں ایک دن ایک رات مسح درست ہے اور حالتِ سفر میں تین دن تین رات مسح کیا جاسکتا ہے۔ ناپاکی کی حالت میں غسل کرنا چاہیے، پانی نہ ہونے کی صورت میں اور حالتِ عذر میں تیمم درست ہے۔ (معارف القرآن)

قیامت کے دن اعضاءِ وضوء چمک رہے ہوں گے

۱۰۲۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُوْلُ: "اِنَّ اُمَّتِیْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُطِيْلَ غُرَّتَه

فَلْيَفْعَلْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے لوگوں کو روز قیامت پکارا جائے گا اور وضوء کے آثار سے ان کے چہرے اور اعضاء وضوء چمک رہے ہوں گے تو تم سے جو چاہتا ہے کہ اس کی روشنی طویل ہو تو وہ ضرور ایسا کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۲۴): صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون من اثر الوضوء. صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب استحباب الطهارة الغرة والتحجیل.

کلماتِ حدیث: أمتی : میری امت یعنی امت محمدیہ ﷺ، نبی کے تمام ماننے والے، اس نبی کی امت کہلاتے ہیں، اور اصولوں کی اساس پر جو لوگ تیار ہوں اور وہ سب ان اصولوں کو مانتے ہوں تو وہ ملت کہلاتے ہیں جیسے: ﴿ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَٰهِيمَ ﴾ (تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت) غرہ : گھوڑے کی پیشانی پر سفید بال، یہاں پر چہروں کی روشنی اور نور مراد ہے، روز قیامت مؤمنین کے چہرے نورِ ایمان سے دمک رہے ہوں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ ٱلسُّجُودِ ﴾ اور محجلین : تحجیل سے ہے گھوڑے کی ٹانگوں پر پائی جانے والی سفیدی کو کہتے ہیں۔ یہاں وہ نور اور روشنی مراد ہے جو روز قیامت مومنین کے ہاتھوں اور پیروں پر وضو کے آثار سے پائی جائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ روز قیامت مؤمنین کے چہرے اور ہاتھ پاؤں نور سے منور ہوں گے۔

شرحِ حدیث: روزِ قیامت جب امتِ محمدیہ ﷺ کے افراد کو پکارا جائے گا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں امت سے مراد امت اجابت ہے یعنی تا قیامِ قیامت جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لا کر آپ ﷺ کی امت میں شامل ہوں گے تو ان کے چہرے اور ان کے ہاتھ پاؤں نور سے چمک رہے ہوں گے۔ جس قدر کثرت سے کوئی صاحبِ ایمان وضوء کرے گا اتنا ہی اس کے چہرے کی اور اس کے ہاتھوں اور پیروں کی روشنی اور نور بڑھتا جائے گا۔

(فتح الباری : ۱/۳۱۸۰ ـ ارشاد الساري : ۱/۳٤٤ ـ روضة المتقين : ۳/٦۷ ـ دليل الفالحين : ۳/۷۲۰۳)

وضوء کی برکت سے جنت کے زیورات

۱۰۲۵ ۔ وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوْءُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے خلیل ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جہاں تک وضوء کا پانی پہنچتا ہے اس جگہ تک مؤمن کے زیوارت ہوں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۲۵): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء.

کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی کہ میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اجر کا طلب گار ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والدین کے پاس جاؤ اوران کی خدمت کرو۔ (متفق علیہ اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے جہاد کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی خدمت میں جہاد کرو۔

تخریج حدیث(۳۲۱): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب الجهاد باذن الأبوين . صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب بر الوالدين و أيهما أحق به .

کلمات حدیث: أُبَايِعُكَ : میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ بایع، مبایعۃ (باب مفاعلہ) کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اس کا نام معاویہ بن جاہمہ تھا، جیسا کہ امام نسائی اور امام احمد بن حنبل نے معاویہ بن جاہمہ سے روایت کیا ہے کہ جاہمہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں آپ ﷺ سے جہاد میں شرکت کے بارے میں مشورہ کے لئے آیا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ماں ہے، اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا اسی کے ساتھ رہو، اسی کی خدمت میں لگے رہو۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ اس شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور میری غرض وہ اجر ہے جو مجھے اللہ کے یہاں ملے گا، قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ واقعہ ہجرت اور جہاد کے وجوب کے زمانے کا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا والدین زندہ ہیں؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اوران کی اچھی طرح خدمت کرو، یا دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا انہی کی خدمت کرو اور یہی تمہارا جہاد ہے۔

ہجرت کے واجب ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اسے والدین کی خدمت کا حکم دیا کیوں کہ والدین کا حق مقدم اور فائق ہے۔

شرح السنہ میں ہے کہ یہ حکم نفلی جہاد کے بارے میں ہے یعنی اگر کسی شخص کے والدین مسلم ہوں تو والدین کی اجازت کے بغیر نفلی جہاد میں جانا درست نہیں، اور اگر جہاد فرض ہو تو والدین کی اجازت کی ضرورت نہیں اور جہاد میں شریک ہونا چاہئے، علماء نے فرمایا ہے کہ تمام نفلی حج وعمرہ کے لئے بھی والدین کی اجازت لینی چاہئے۔

(فتح الباري :۱۹٦/۲، صحيح مسلم بشرح النووى :۸٤/۱٦، دليل الفالحين، ۱۲۹/۲، روضة المتقين :۳٦٢/۱، مظاهر حق جديد ۷۳۹/۳)

صلہ رحمی یہ ہے کہ قطع تعلق کرنے والے سے صلہ رحمی کی جائے

۳۲۲۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيءِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلُ الَّذِىْ

اِذَا قَطَعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

"وَقَطَعَتْ" بِفَتْحِ الْقَافِ وَالطَّآءِ "وَرَحِمُهٗ" مَرْفُوْعٌ .

(۳۲۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ صلہ رحمی کرنے والا نہیں جو بدلے میں صلہ رحمی کرے، اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو خود صلہ رحمی کرے لیکن لوگ اس سے قطع رحمی کریں ۔ (بخاری)

قَطَعَتْ : ق اور ط کے زبر کے ساتھ منقول ہے۔ رَحِمُهٗ : پیش کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث (۳۲۲): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب فضل صلاۃ العشاء فی جماعۃ .

کلمات حدیث: المکافیٔ : بدلہ دینے والا۔ کَافَأَ، مکافأۃ (باب مفاعلہ) بدلہ دینا، جیسا جس نے جیسا کیا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا۔

شرح حدیث: صلہ رحمی کی تاکید اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کی نصیحت ہے کہ رشتہ داروں اور قرابت داروں سے ہر حال میں صلہ رحمی کرے، خواہ ان کی طرف سے بھی اسی حسن سلوک کا اظہار ہو یا نہ ہو۔

حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ صلہ رحمی یہ نہیں ہے کہ رشتہ داروں نے جو حسن سلوک کیا ان کے ساتھ ویسا ہی حسن سلوک کرلیا اور معاملہ برابر ہوگیا، یہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کررہا ہے اور وہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کررہے ہوں بلکہ حقیقی صلہ رحمی یہ ہے کہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے جو قطع رحمی کریں۔ چنانچہ ابن العربی نے فرمایا کہ اس حدیث میں صلہ رحمی کرنے والے سے مراد وہ ہے جو واصل کامل ہو کیوں کہ اگر رشتہ داروں کی طرف سے بھی صلہ رحمی ہو تو یہ معاملہ برابر سرابر ہوگیا لیکن اگر کوئی ان رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہو جو اس کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں تو یہ واصل کامل ہے کیوں کہ اس کی صلہ رحمی اس صورت میں ہر طرح کی غرض سے پاک اور محض رضائے الٰہی کے لئے ہے۔ (فتح الباری :۳/۱۷۵ (۵۹۹۱) تحفۃ الأحوذی:۶/۲۰، دلیل الفالحین:۲/۱۳۰، نزھۃ المتقین :۱/۲۹۸)

صلہ رحمی کرنے والے کے لیے

۳۲۳. وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ: مَنْ وَّصَلَنِیْ وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۲۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رحم عرش سے لٹکا ہوا کہہ رہا ہے جو مجھے ملائے اللہ اسے ملائے اور جو مجھے قطع کرے اللہ اس سے قطع کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۲۳): صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من وصل وصله الله . صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا .

کلمات حدیث: معلّقۃ : لٹکی ہوئی۔ علق، تعلیقاً (باب تفعیل) لٹکانا۔

ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف اس کے پیر چل کر گئے تھے یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔
(مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۲۸): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء .

کلمات حدیث: نقيا : صاف ستھرا۔ نقي نقاوة (باب سمع) صاف ہونا، پاکیزہ ہونا۔ نقی پاک وصاف، جمع انقياء.

شرح حدیث: مؤمن یا مسلم جب وضوء کرتا ہے تو اس کے صغیرہ گناہ اعضاء کے دھلنے کے ساتھ دھلتے جاتے ہیں اور آخری قطرے کے ٹپکنے کے ساتھ ہر عضو سے گناہ خارج ہوتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وضوء مکمل ہونے تک بندہ صغیرہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں واضح طور پر پاؤں کے دھلنے اور ان کے دھلنے سے ان گناہوں کے نکل جانے کو بیان کیا جا رہا ہے جن کی طرف آدمی پیروں سے چل کر گیا ہو تو یہ دلیل واضح ہے کہ شیعوں کا پیروں پر مسح کا مسئلہ صحیح نہیں ہے۔ یہاں گناہوں کی معافی سے صغیرہ گناہوں کی معافی مراد ہے اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا ضروری ہے اور حقوق العباد کی معافی کے لیے ان حقوق کی ادائیگی یا اصحاب حقوق سے معافی حاصل کرنا ضروری ہے۔ خود رسول کریم ﷺ نے ایک حدیث میں کبائر کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں، جمعہ سے جمعہ اور رمضان سے رمضان تک یہ عبادات درمیانی عرصہ کے لیے کفارہ ہیں جب تک آدمی کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۱۳/۳ ـ تحفة الأحوذي : ۳۱/۱)

وضوء کرنے والوں کو رسول اللہ ﷺ پہچان لیں گے

۱۰۲۹۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَا حِقُوْنَ، وَدِدْتُ اَنَّا قَدْ رَاَيْنَا اِخْوَانَنَا قَالُوْا اَوَلَسْنَا اِخْوَانَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ "اَنْتُمْ اَصْحَابِىْ وَاِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ لَمْ يَاتُوْا بَعْدُ" قَالُوْا: كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَاْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ "اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَهٗ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَىْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ اَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهٗ؟" قَالُوْا : بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ: "فَاِنَّهُمْ يَاتُوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ، وَاَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلام ہو تم پر اے اس گھر میں رہنے والے مؤمنو! ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ صحابہ نے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے صحابہ ہو، میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی نہیں آئے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جو لوگ آپ کی امت میں ابھی نہیں آئے انہیں آپ ﷺ کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر کالے سیاہ گھوڑوں میں کسی کے بیچ کلیاں گھوڑے ملے ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچانے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیوں نہیں!

آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ وضوء کی وجہ سے سفید ہاتھ پاؤں کے ساتھ آئیں گے اور میں حوض پر ان کا استقبال کروں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲۹): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب استحباب اطالة الغر و التحجيل.

کلماتِ حدیث: اتی المقبرة : آپ ﷺ قبرستان تشریف لائے۔ مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع مراد ہے۔ خیل غر محجلة : گھوڑے جن کی پیشانی اور چاروں ٹانگوں پر سفیدی ہو۔ پنج کلیاں گھوڑے۔ دهم بهم : دهم ادهم کی جمع ہے بمعنی سیاہ۔ بهم بهيم کی جمع ہے خوب سیاہ یعنی کالے سیاہ۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع تشریف لائے اور وہاں مردوں کو سلام کیا اور فرمایا کہ تمنا یہ تھی کہ ہم اپنے بعد آنے والے بھائیوں کو بھی دیکھ لیتے اور کسی نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ ہم روزِ قیامت آنے والے بھائیوں سے بھی ملاقات کریں اور بھائی سے مراد وہ سچے مؤمن ہیں جو ایمان کامل اور حبِ رسول ﷺ میں اعلیٰ درجہ پر فائز ہوں گے جیسا کہ حدیث میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بھائی وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا اور مجھ پر ایمان لائیں گے مجھ سے ملے نہ ہوں گے اور میری رسالت کی تصدیق کریں گے ان میں سے ہر ایک کی تمنا ہوگی کہ اگر اہل مال سب کچھ لٹا کر بھی مجھے دیکھ سکے تو دیکھ لے۔ امام باجی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم میرے اصحاب ہو تو آپ کے فرمانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابہ کرام بھائی نہیں ہیں بلکہ وہ بھائی بھی ہیں اور اصحاب ہیں، جبکہ آئندہ آنے والے بھائی ہوں گے اصحاب نہ ہوں گے کیونکہ تمام مؤمنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب روزِ قیامت آپ کی ملاقات ان اہل ایمان سے ہوگی جو بعد میں آئیں گے تو آپ ﷺ انہیں کس طرح پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی کے ایسے گھوڑے ہوں جن کی پیشانی اور ٹانگیں سفید ہوں اور وہ سیاہ گھوڑوں کے درمیان کھڑے ہوں کیا گھوڑوں کے مالک کو اپنے گھوڑوں کے پہچاننے میں دشواری پیش آسکتی ہے؟ میرے آئندہ آنے والے مؤمن بھائیوں کی پیشانیاں اور اعضاءِ وضوء کے اثر سے دمک رہے ہوں گے اور میں حوضِ کوثر پر ان کا استقبال کروں گا۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۳/۱۱۸ - روضه المتقين : ۳/۷۱)

* * * * * * * * * * * *

درجات بلند کرنے والے اعمال

۱۰۳۰۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَايَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟" قَالُوْا : بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ : "اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ" فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۳۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے ذریعے سے اللہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور درجات بلند فرما دیتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشقت

سے صلہ رحمی کرو۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ کافر رشتہ دار سے بھی صلہ رحمی جائز ہے۔

(فتح الباری: ۶۸/۲، روضۃ المتقین: ۳۶۵/۱، دلیل الفالحین: ۱۳۲/۲)

کیا بیوی اپنے خاوند کو زکوۃ دے سکتی ہے؟

۳۲۶. وَعَنْ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ امْرَأَةِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَصَدَّقْنَ يَامَعْشَرَ النِّسَآءِ : وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ" قَالَتْ: فَرَجَعْتُ اِلىٰ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَقُلْتُ لَه' : اِنَّکَ رَجُلٌ خَفِيفُ ذَاتِ الْيَدِ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَاْتِهِ فَاسْاَلْهُ فَاِنْ كَانَ ذٰلِکَ يُجْزِئُ عَنِّيْ وَاِلَّا صَرَفْتُهَا اِلىٰ غَيْرِكُمْ. فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ : بَلِ ائْتِيْهِ اَنْتِ فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَه' ائْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْاَلَانِکَ : اَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلىٰ اَزْوَاجِهِمَا وَعَلىٰ اَيْتَامٍ فِيْ حُجُوْرِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ. فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَه' فَقَالَ لَه' رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ هُمَا ؟" قَالَ : امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَزَيْنَبُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اَيُّ الزَّيَانِبِ هِيَ ؟" قَالَ: امْرَاَةُ عَبْدِاللّٰهِ .فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَهُمَا اَجْرَانِ اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۲۶) حضرت زینب ثقفیہ اہلیہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے جماعت خواتین! صدقہ کرو خواہ اپنے زیور سے صدقہ کرو، کہتی ہیں کہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ آپ کا ہاتھ ہلکا ہے اور رسول کریم ﷺ نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا ہے تم جاؤ اور پوچھو کہ اگر یہ میری طرف سے تمہارے لئے جائز ہے تو میں دیدوں ورنہ تمہارے علاوہ کسی کو دیدوں، عبد اللہ نے کہا کہ تم ہی چلی جاؤ، میں گئی تو انصار کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر موجود تھی، وہ بھی وہی بات پوچھنے آئی تھی جو میں پوچھنے آئی تھی، رسول اللہ ﷺ کی ایک عظمت و ہیبت تھی، بلال آئے تو ہم نے ان سے کہہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ دو عورتیں آپ ﷺ کے دروازے پر آئی ہیں اور آپ ﷺ سے پوچھ رہی ہیں کہ کیا ان کی طرف سے ان کے شوہروں پر اور ان یتیموں پر جو ان کی زیر کفالت ہیں صدقہ جائز ہے مگر یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں، غرض بلال گئے اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ دونوں کون ہیں، انہوں نے بتایا کہ ایک انصاری عورت اور زینب ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کون سی زینب؟ انہوں نے بتایا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی، رسول کریم ﷺ نے

فرمایا کہ ان دونوں کو دو اجر ملیں گے، قرابت داری کا اجر اور صدقہ کا اجر۔ (بخاری و مسلم)

تخریج حدیث(۳۲۶): صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الزوج و الأیتام فی الحجر. صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ و الصدقۃ علی الأقربین.

راوی حدیث: حضرت زینب ثقفی اہلیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ان سے آٹھ احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔

کلمات حدیث: تَصَدَّقْنَ : اے عورتو! تم صدقہ کرو۔ تَصَدَّق (باب تفعل) صدقہ کرنا۔

شرح حدیث: حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے دست کاری کرتی تھیں، جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ ہلکا تھا، یعنی وہ تنگ دست تھے، رسول کریم ﷺ نے عورتوں سے مخاطب ہوکر فرمایا: اے عورتو! صدقہ کرو چاہے اپنے زیور میں سے کرو، تو زینب رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ سے دریافت کرنے گئیں اور دروازے ہی پر رک گئیں جہاں ایک انصاری عورت پہلے سے کھڑی تھی اور اندر جانے کی ہمت نہیں تھی کہ رسول کریم ﷺ کی ہیبت اور عظمت تھی، غرض حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم پوچھ کر آؤ کہ کیا میں اپنے شوہر اور ان یتیم بچوں پر صدقہ کرسکتی ہوں جو میری زیر پرورش ہیں، رسول کریم ﷺ نے اجازت عطا فرمائی۔

بالاتفاق تمام علماء کی رائے یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے، مگر عورت اپنے شوہر کو زکوٰۃ دینا چاہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ بیوی شوہر کو زکوٰۃ نہ دے کہ میاں بیوی عادۃً ایک دوسرے کے مال میں شریک ہوتے ہیں اور شوہر کو زکوٰۃ دینے کا مآل یہ ہوگا کہ وہ مال زکوٰۃ لوٹ کر پھر بیوی کی طرف آجائے گا، امام ابویوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح مرد کا اپنی بیوی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اسی طرح بیوی بھی اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے، البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نفلی صدقہ بیوی اپنے شوہر کو دے سکتی ہے۔ (فتح الباری: ۱/۸۴۲، شرح مسلم للنووی: ۷/۷۵، مظاہر حق: ۲/۲۶۸)

ہرقل کے دربار میں ابوسفیان کی تقریر

۳۲۷. وَعَنْ أَبِيْ سُفْيَانَ صَخْرِبْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ فِيْ قِصَّةِ هِرَقْلَ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لِأَبِيْ سُفْيَانَ : فَمَاذَا يَامُرُكُمْ بِهٖ ؟ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ : يَقُوْلُ: "اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ آبَآءُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۲۷) حضرت ابوسفیان صخر بن حرب اپنی طویل حدیث میں جو ہرقل سے متعلق ہے بیان کرتے ہیں کہ ہرقل نے ابوسفیان سے کہا کہ یہ پیغمبر تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں، ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے

ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور جو باتیں تمہارے آباؤ اجداد کہتے ہیں انہیں چھوڑ دو، اور وہ ہمیں نماز کا حکم دیتے ہیں اور سچ بولنے، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۲۷): صحیح البخاری، باب بدء الوحی : صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب کتاب النبی ﷺ إلی هرقل یدعوه إلی الإسلام

شرح حدیث: حدیث مبارک کے اس حصے میں نماز کی، عفت کی اور صلہ رحمی کی تاکید ہے، اللہ کی بندگی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، غلط موروثی اور رواجی عادتوں کو ترک کر دینا اور دین حنیف کی اتباع کرنا اور نماز قائم کرنا، مکارم اخلاق کو اختیار کرنا، اور صلہ رحمی کرنا، یہ مسلم اور مؤمن کے خصائص ہیں۔ (فتح الباری : ۱/۲۳۲)

آپ ﷺ کی پیشین گوئی

۳۲۸. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّكُم سَتَفْتَحُوْنَ اَرْضاً یُذْكَرُ فِیْهَاالْقِیْرَاطُ" وَفِیْ رِوَایَةٍ: "سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَهِیَ اَرْضٌ یُسَمّٰی فِیْهَا الْقِیْرَاطُ فَاسْتَوْصُوْا بِاَهْلِهَا خَیْرًا، فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا" وَفِیْ رِوَایَةٍ : "فَاِذَا افْتَتَحْتُمُوْهَا فَاَحْسِنُوْا اِلٰی اَهْلِهَا فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا" اَوْ قَالَ "ذِمَّةً وَصِهْرًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَالَ الْعُلَمَآءُ: الرَّحِمُ الَّتِیْ لَهُمْ كَوْنُ هَاجَرَ اُمِّ اِسْمَاعِیْلَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ: "وَالصِّهْرُ": كَوْنُ مَارِیَةَ اُمِّ اِبْرَاهِیْمَ ابْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ.

(۳۲۸) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم عنقریب ایک ملک فتح کرو گے جہاں قیراط کا ذکر ہوگا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تم عنقریب مصر فتح کرو گے اس ملک میں سکہ کا نام قیراط ہے تم اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کیوں کہ ان کے لئے ہمارا ذمہ بھی ہے اور رشتہ داری بھی ہے۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ جب تم اسے فتح کرلو تو اسکے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کہ ان کے لئے ذمہ بھی ہے اور رحم بھی ہے، یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ ذمہ ہے اور سسرالی رشتہ ہے۔

علماء کہتے ہیں کہ رحم تو یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ مصر کی تھیں اور سسرالی رشتہ یہ تھا کہ فرزند رسول ﷺ حضرت ابراہیم کی والدہ ماریہ مصر کی تھیں۔

تخریج حدیث(۳۲۸): صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب وصیة النبی ﷺ بأهل مصر.

کلمات حدیث: قیراط : ایک سکہ ہے، جمع قراریط . اس کی اصل قراط ہے یاء کا اضافہ بطور تسہیل کر دیا، یہ نصف دانق کے برابر

ہوتا ہے اور دانق ۱۲ حبہ کا ہوتا ہے، قیراط کا استعمال مصر میں عام تھا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے مصر کے فتح ہونے کی پیشین گوئی فرمائی جو پوری ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں مصر فتح ہوگیا اور اہل اسلام کا غلبہ اور اقتدار قائم ہوگیا۔

(شرح مسلم للنووی : ۷۸/۱۶، روضة المتقین : ۳۶۸/۱)

اہل قرابت کو جہنم کی آگ سے ڈرانا

۳۲۹. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ :"وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَ قْرَبِیْنَ" دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُرَیْشاً فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ وَقَالَ: " یَابَنِیْ عَبْدِ الشَّمْسِ، یَا بَنِیْ کَعْبِ ابْنِ لُؤَیّ ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ یَا بَنِیْ مُرَّةَ بْنِ کَعْبٍ ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ ، یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ ، یَا بَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ ، یَا بَنِیْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ یَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئاً غَیْرَ اَنَّ لَکُمْ رَحِماً سَاَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "بِبَلَالِهَا" هُوَ بِفَتْحِ الْبَآءِ الثَّانِیَةِ وَکَسْرِهَا " وَالْبِلَالُ" : اَلْمَآءُ وَمَعْنَی الْحَدِیْثِ : سَاَصِلُهَا شَبَّهَ قَطِیْعَتَهَا بِالْحَرَارَةِ تُطْفَأُ بِالْمَآءِ وَهٰذِهٖ تُبَرَّدُ بِالصِّلَةِ .

(۳۲۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴾ تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کو بلایا، جب سب جمع ہوگئے تو آپ ﷺ نے عمومی خطاب بھی فرمایا اور خصوصی بھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے بنی عبد شمس، اے بنی کعب بن لوئی، اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے بنو مرة بن کعب اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے بنی عبد مناف اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے بنی ہاشم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے بنی عبد المطلب اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے فاطمہ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ کہ میں اللہ کی طرف سے تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ تمہارے نسبی تعلق کی بنا پر صلہ رحمی کرتا رہوں گا۔ (مسلم)

ببلالها باء ثانیة کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ، اور بلال، پانی۔ اور حدیث کے معنی ہیں میں صلہ رحمی کروں گا قطع رحمی کو حرارت سے تشبیہ دی جو پانی سے بجھائی جاتی ہے اور قطع رحمی صلہ رحمی سے ٹھنڈی کی جاتی ہے۔

تخریج حدیث (۳۲۹): صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قوله تعالیٰ وأنذر عشیرتك الأقربین .

کلمات حدیث: ببلالها : اس کی تری سے، اس کی نمی سے، اس کی خنکی سے، بلال، پانی، یا نمی، کسی نے کہا کہ بلال، دودھ یا پانی کی اتنی مقدار کہ حلق تر ہو جائے۔ البلل : تری، نمی، خنکی، حدیث میں بَلُّو الْأَرْحَام یعنی صلہ رحمی کر کے قریبی رشتہ داروں کو ٹھنڈک پہنچاؤ، اسی

طرح یہاں یہ الفاظ: غیر أن لکم رحما سابلها ببلاها : یعنی میں تمہیں جہنم کی آگ سے تو نہیں بچا سکتا لیکن تمہارا مجھ سے جو نسبی تعلق ہے تو اس تعلق کی ٹھنڈک تمہیں پہنچ جائے گی، یعنی دنیا میں میں تمہارے ساتھ صلہ رحمی کرتا رہوں گا اور قطع رحمی کی گرمی کو صلہ رحمی کی خنکی سے اور تری سے ٹھنڈا کرتا رہوں گا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اس آیت مبارکہ، وانذر عشیر تك الاقربین، کے نزول کے بعد قریش کو جمع کیا اور ان سب سے عمومی اور خصوصی خطاب فرمایا اور انہیں جہنم کی آگ سے ڈرایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خصوصیت کے ساتھ فرمایا کہ میں اللہ کے یہاں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ دنیا میں صلہ رحمی کرتا رہوں۔ (تحفة الأحوذی : ۹/ ۴۰)

مؤمنین کے دوست اللہ اور نیک لوگ ہیں

۳۳۰۔ وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جِهَارًا غَیْرَ سِرٍّ یَقُوْلُ :" اِنَّ اٰلَ بَنِیْ فُلَانٍ لَیْسُوْا بِاَوْلِیَآئِیْ اِنَّمَا وَلِیِّیَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ لَهُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِیِّ .

(۳۳۰) حضرت ابوعبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھلے الفاظ میں بغیر کسی اخفاء کے یہ کہتے ہوئے سنا کہ فلاں کی اولاد سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، میرا ولی تو اللہ ہے اور صالح مؤمنین ہیں۔ لیکن میرا اور ان کا قرابت کا تعلق ہے جس کو میں صلہ رحمی سے نمی پہنچاؤں گا۔ (متفق علیہ) الفاظ حدیث بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث (۳۳۰): صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب یبل الرحم ببلالها . صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب موالاة المؤمنین و مقاطعة غیر هم .

کلمات حدیث: جهاراً : بآواز بلند۔ جَهَرَ، جهرةً (باب فتح) جهر بالأمر : اعلان کیا۔

شرح حدیث: محدثین کرام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس موقع پر ان لوگوں کا نام لیا تھا مگر روای نے فتنہ کے خوف سے نام نہیں لیا، لیکن بعض شارحین حدیث نے ابولہب کا نام ذکر کیا ہے اور بعض نے حکم بن ابی العاص کا نام ذکر کیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے، بلکہ قریش کے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ بدستور اسلام کی دشمنی پر قائم رہے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ میرے اولیاء نہیں ہیں، اور قرابت کی بناء پر ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور قطع رحمی کی گرمی کو صلہ رحمی کی نمی سے دور کرتا ہوں۔

ولکن لهم رحم أبلها ببلالها : ان کا میرے ساتھ قرابت داری کا تعلق ہے جسے میں نمی پہنچاتا ہوں اور ٹھنڈا کرتا ہوں۔ اہل عرب تری اور نمی کا صلہ رحمی پر اطلاق کرتے تھے اور اسی طرح قطع رحمی کو خشکی اور گرمی سے تعبیر کرتے تھے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نمی سے اشیاء باہم پیوست ہو جاتی اور جڑ جاتی ہیں جبکہ خشکی سے ٹوٹ جاتی اور جدا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے قطع رحمی کے لئے استعارہ گرمی اور حدت کا

ہوا اور صلہ رحمی کے لئے استعارہ بلال اور نمی کا ہوا۔ اور مطلب یہ ہوا کہ میں قطع رحمی کی خشکی اور حدت کو صلہ رحمی کی نرمی اور نمی سے ٹھنڈا کر دیتا ہوں۔ (تحفة الأحوذی:۹/۴۰)

جنت کے قریب کرنے والے اعمال

۳۳۱. وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ خَالِدِ بْنِ زَیْدِ الْاَ نْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ : یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ . فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :" تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلاَ تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئاً وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکَاۃَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۳۳۱) حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں پہنچا دے، اور جہنم سے دور کر دے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۳۱): صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الإیمان الذی یدخل به الجنة .

راوی حدیث: حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں، رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے گھر میں قیام کیا، تمام غزوات میں شرکت فرمائی، آپ سے ''۱۵۰'' احادیث مروی ہیں، جن میں سے سات متفق علیہ ہیں، ۵۲ ھ میں غزوۂ قسطنطنیہ جاتے ہوئے راستے میں انتقال ہوا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة)

شرح حدیث: کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے کوئی عمل بتلا دیجئے جو جنت میں لے جائے اور جہنم سے دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کی عبادت کرو بغیر کسی شائبہ شرک کے۔ نماز زکوۃ اور صلہ رحمی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل بتلا دیجئے جسے کر کے میں جنت میں چلا جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، فرض نماز ادا کرو، فرض زکوۃ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اس نے کہا کہ اللہ کی قسم میں اس پر کوئی زیادتی نہ کروں گا، جب وہ چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو اچھا معلوم ہو کہ کسی جنتی شخص کو دیکھے تو وہ اس کو دیکھ لے۔ (فتح الباری:۱/۸۱۵)

افطار کھجور سے کرنا سنت ہے

۳۳۲. وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُکُمْ

فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَاِنَّه بَرَكَةٌ، فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ تَمراً فَالْمَاءُ فَاِنَّه طَهُوْرٌ " وَقَالَ: " اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ، وَعَلٰى ذِى الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ " رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۳۳۲) حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص روزہ افطار کرے تو کھجور پر کرے کہ اس میں برکت ہے لیکن اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرے کہ پانی پاکیزہ ہے، اور فرمایا کہ مسکین کو صدقہ دینا صدقہ ہے اور رشتہ داروں کو صدقہ دینے کا دگنا ثواب ہے صدقہ کا اور صلہ رحمی کا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۳۳۲): الجامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ.

راوی حدیث: حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ضبی یہ ایک ہی ہیں جو صحابی ہیں اور ان کے علاوہ کوئی صحابی ضبی نہیں ہے۔ ان سے تیرہ احادیث مروی ہیں۔ (دلیل الفالحین: ۲ : ۱۴۲)

شرح حدیث: حدیث مبارک میں کھجور سے یا پانی سے روزہ کھولنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ کھجور سے روزہ کھولنا باعث ثواب اور باعث برکت ہے اور پانی طہور ہے کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿ وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ۝٤٨ ﴾ یعنی پانی پاک بھی ہے اور اس سے پیاس بھی بجھتی ہے چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ ﷺ نے پانی سے روزہ کھولا تو فرمایا کہ ذهب الظماء پیاس جاتی رہی، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کھجور نہ ہو تو پانی ہی کافی ہے کہ اس سے بھی اصل سنت ادا ہو جائے گی کہ پانی طہور ہے یعنی منتہائے طہارت ہے اس لئے بہتر ہے کہ اس سے آغاز کیا جائے اور اس کو طہارت باطن اور طہارت ظاہر کی دلیل بنایا جائے۔

نیز فرمایا کہ مسکین کو صدقہ دینا ایک صدقہ اور رشتہ دار کو صدقہ کا دہرا ثواب ہے یعنی رشتہ داروں کو صدقہ دینا افضل ہے کہ یہ دو خیر پر مشتمل ہے، صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔ (تحفة الأحوذی: ۳/۳٦۸)

کیا والدین کے کہنے پر بیوی کو طلاق دینا چاہیے؟

۳۳۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَالَ: كَانَتْ تَحْتِىْ اِمْرَاَةٌ وَكُنْتُ اُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِىْ: طَلِّقْهَا فَاَبَيْتُ فَاَتٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَه فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "طَلِّقْهَا" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِىُّ وَقَالَ، حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(۳۳۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی، مجھے اس سے محبت تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ اسے طلاق دیدو، میں نے انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے یہ بات ذکر کی، اس پر نبی کریم ﷺ فرمایا کہ اسے طلاق دیدو۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے)

تخریج حدیث(۳۳۳): الجامع الترمذی، ابواب الطلاق، باب ماجاء فی الرجل یسأله ابوه ان یطلق زوجته، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب بر الوالدین .

کلمات حدیث: یَکرھُھَا : وہ اس کو ناپسند کرتے تھے۔ کَرِہ کُرْھًا، (باب سمع) ناپسند کرنا۔ کَارِہٌ : (اسم فاعل) ناپسند کرنے والا۔ مکروہ : فعل ناپسندیدہ۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک اہلیہ تھیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے ناپسند فرماتے تھے، یا کسی وجہ سے اسے اپنے صاحبزادے کے دین کے بارے میں مضر خیال کرتے تھے، غرض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاحبزادے کو حکم دیا کہ اسے طلاق دو، انہیں تأمل ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور ان سے سارا حال عرض کیا، آپ ﷺ نے طلاق کا حکم فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے طلاق دیدی۔

اگر والدین کسی معقول وجہ کی بناء پر بیٹے کو حکم دیں کہ بیوی کو طلاق دیدے تو ان کے حکم کو تسلیم کرنا چاہئے لیکن اگر کوئی معقول وجہ موجود نہ ہو بلکہ محض ضد ہو تو طلاق دینا درست نہیں ہے۔ (تحفة الأحوذی: ٤/٤١٢)

والد جنت کا بہترین دروازہ ہے

۳۳۴. وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلاً اَتَاہُ فَقَالَ: اِنَّ لِی اِمْرَاَۃً وَاِنَّ اُمِّی تَاْمُرُنِی بِطَلَاقِھَا؟ فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: " اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ فَاِنْ شِئْتَ فَاَضِعْ ذٰلِکَ الْبَابَ اَوِاحْفَظْہُ " رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(۳۳۴) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میری ایک بیوی ہے اور میری ماں کہتی ہے کہ اسے طلاق دیدوں، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ باپ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے اگر تم چاہو تو اس دروازے کو ضائع کردو یا اس کی حفاظت کرو۔ (ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۳۳۴): الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب الفضل فی رضاء الوالدین .

کلمات حدیث: فَأَضِعْ : ضائع کردو۔ ضَاعَ ضَیْعًا (باب ضرب) ضائع ہونا۔ أَضَاعَ إضَاعَۃً (باب افعال) ضائع کرنا۔

شرح حدیث: باپ جنت کا باب اوسط ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اوسط الابواب سے مراد ہے سب سے اچھا اور سب سے اعلیٰ دروازہ اور مقصود یہ ہے کہ جنت میں داخلے کے کئی دروازے ہیں جن میں سب سے اچھا دروازہ درمیانی دروازہ ہے اور اس دروازہ تک رسائی باپ کے حقوق کی تکمیل سے حاصل ہوتی ہے اور ماں کا درجہ تو باپ سے بھی بلند ہے، اس لئے وہ بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہے، اور والدین کے حقوق کی تکمیل سے مراد یہ ہے کہ ان کے ساتھ نیکی کی جائے، ان کی خدمت کی جائے اور ہر معاملہ میں ان کی

اطاعت کی جائے الا یہ کہ کوئی امر خلاف شریعت ہو۔

والدین کی اطاعت اولاد پر واجب ہے۔ لیکن اگر والدین خلاف شریعت حکم دیں تو ان کی اطاعت لازم نہیں ہے، مثلاً اگر والدین فرض حج ادا کرنے سے یا بقدر فرض علم دین حاصل کرنے سے منع کریں تو ان کی اطاعت جائز نہیں ہے، بیوی کو بلا عذر طلاق دینا ناجائز ہے اور مکروہ تحریمی ہے اس لئے والدین کی ضد پر طلاق دینا صحیح نہیں ہے۔ (تحفة الأحوذي: ٦/٨، روضة المتقين: ١/٣٧٢)

خالہ کا احترام والدہ کی طرح ہے

٣٣٥. وعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مَشْهُوْرَةٌ: مِنْهَا حَدِيْثُ اَصْحَابِ الْغَارِ، وحَدِيْثُ جُرَيْجٍ وَقَدْ سَبَقَا، وَاَحَادِيْثُ مَشْهُوْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ حَذَفْتُهَا اخْتِصَارًا وَمِنْ اَهَمِّهَا حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الطَّوِيْلُ الْمُشْتَمِلُ عَلٰى جُمَلٍ كَثِيْرَةٍ مِنْ قَوَاعِدِ الْاِسْلَامِ وَاٰدَابِهِ وَسَاَذْكُرُهُ بِتَمَامِهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي بَابِ الرَّجَاءِ قَالَ فِيْهِ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ يَعْنِي فِي اَوَّلِ النُّبُوَّةِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا اَنْتَ؟ قَالَ: "نَبِيٌّ" فَقُلْتُ: "وَمَا نَبِيٌّ؟" قَالَ: "اَرْسَلَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى" فَقُلْتُ: "بِاَيِّ شَيْءٍ اَرْسَلَكَ؟" قَالَ: "اَرْسَلَنِيْ بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَكَسْرِ الْاَوْثَانِ وَاَنْ يُوَحَّدَ اللّٰهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ" وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۳۳۵) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خالہ ماں کے درجے میں ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے)

اس باب میں متعدد احادیث صحیح بخاری میں موجود ہیں جو مشہور ہیں، جیسے اصحاب غار کی حدیث اور حدیث جریج ہے اور یہ دونوں پہلے گزر چکی ہیں، اور میں نے کئی مشہور احادیث کو اختصار کی خاطر حذف کر دیا ہے، ان احادیث میں زیادہ اہم عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو اسلام کے بہت سے احکام و آداب پر مشتمل ہے، یہ حدیث انشاء اللہ باب الرجاء میں مکمل ذکر ہوگی، اس حدیث میں ہے کہ: میں مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس اوائل نبوت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی کہ آپ ﷺ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نبی ہوں، میں نے دریافت کیا کہ نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے؟ میں نے پوچھا کہ آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو صلہ رحمی کا اور بتوں کے توڑنے کا حکم دوں اور یہ کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کے بعد حدیث کو مکمل کیا۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث (۳۳۵): الجامع الترمذي، ابواب البر والصلة، باب ماجاء في بر الخالة.

کلمات حدیث: منزلة: درجہ، مرتبہ، مقام، اترنے کی جگہ۔ مَنْزِل کا مؤنث، منزل کی جمع منازل، نَزَلَ نُزُوْلًا (باب ضرب) اترنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے خالہ کا درجہ ماں کے برابر قرار دیا اور فرمایا کہ خالہ ماں ہی کے درجہ میں ہے۔ سو جس طرح ماں کی تکریم، اس کی خدمت، اس کے ساتھ حسن سلوک اور اس کے احکام کی تعمیل اولاد پر لازم ہے اسی طرح خالہ کے ساتھ بھی حسن سلوک واجب ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، میری توبہ کا کیا طریقہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہاری خالہ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اس کے ساتھ نیکی کرو۔ (تحفة الأحوذی: ٦/ ١٤)

حدیث اصحاب الغار باب الاخلاص میں اور حدیث جریج باب فضل ضعفۃ المسلمین میں گزر چکی ہے۔

البَاب (٤١)

تَحْرِيمِ الْعُقُوقِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ
والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی کی حرمت

۱۲۹ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوٓا۟ أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰٓ أَبْصَٰرَهُمْ ﴿٢٣﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں۔ ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے، پھر کر دیا ان کو بہرا اور اندھی کر دی ان کی آنکھیں۔'' (محمد: ۲۲)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں تَوَلَّيْتُمْ آیا ہے۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک اعراض اور دوسرے کسی قوم یا جماعت پر حکومت۔ ابوحیان نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں پہلے معنی کو ترجیح دی ہے اور یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر تم احکام الٰہیہ سے روگردانی کرو گے جس میں جہاد بھی شامل ہے تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ تم جاہلیت کے قدیم طریقے اختیار کر لو گے اور جس کے نتیجے میں زمین میں فساد پھیل جائے گا اور قطع رحمی عام ہو جائے گی۔

دوسرا مفہوم روح المعانی اور تفسیر القرطبی میں مذکور ہے یعنی یہ کہ اگر تمہیں اس حالت میں اقتدار حاصل ہو جائے تو اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا کہ تم زمین میں فساد پھیلاؤ گے اور رشتوں اور قرابتوں کو توڑ ڈالو گے۔ (معارف القرآن، تفسیر عثمانی)

۱۳۰ . وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَٱلَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ ٱللَّهِ مِنۢ بَعْدِ مِيثَٰقِهِۦ وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ ٱللَّهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِى ٱلْأَرْضِ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوٓءُ ٱلدَّارِ ﴿٢٥﴾ ﴾

اور اللہ نے فرمایا:

''جو لوگ اللہ سے پختہ عہد کر کے اسے توڑتے ہیں اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں قطع کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہے اور ان کے لئے گھر بھی برا ہے۔'' (الرعد: ۲۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں۔ اس عہد میں عہد الست بھی شامل ہے اور وہ عہد بھی جو شہادتیں ادا کر کے ایک مسلمان عہد کر لیتا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے تمام احکام کا زندگی بھر پابند رہوں گا، یہ لوگ ان تعلقات کو قطع کر دیتے ہیں جن کو قائم رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا، اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تعلق بھی شامل ہے جس کا قطع کرنا ان کے احکام کی خلاف ورزی کرنا ہے اور اس میں وہ تمام تعلقات بھی شامل ہیں جو انسانوں کے حقوق

ادا کرنے کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول نے دیئے ہیں۔

مزید یہ کہ یہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ زمین میں فساد پھیلانا دراصل نتیجہ ہے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی کا، ایسے نافرمانوں اور سرکشوں پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے برا ٹھکانا ہے۔ (معارف القرآن، تفسیر مظهری)

۱۳۱. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَـٰنًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ ٱلْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَٱخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ ٱلذُّلِّ مِنَ ٱلرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ٱرْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِى صَغِيرًا ﴿٢٤﴾ ﴾

نیز فرمایا کہ

''تمہارے رب نے فیصلہ فرما دیا کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑکو اور ان سے اچھی بات کرو اور تواضع اور نیاز مندی کے ساتھ اپنا پہلو ان کے سامنے جھکا دو، اور کہو اے رب العالمین! ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میری تربیت کی جب کہ میں چھوٹا تھا۔''

(بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴)

تفسیری نکات: تیسری آیت کی توضیح باب برالوالدین وصلۃ الأرحام میں گزر چکی ہے۔

والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے

۳۳۶. وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اَلاَ اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ؟ " ثَلاثاً قُلْنَا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: اَلإِ شْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ " وَكَانَ مُتَّكِئاً فَجَلَسَ فَقَالَ: "اَلاَ وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۳۶) حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کیا ہے، آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی ہم نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی، آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے بیٹھ گئے اور فرمایا خبردار جھوٹی گواہی، آپ یہ بات دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے سوچا کہ کاش آپ خاموش ہو جائیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۳۶): صحيح البخاري، كتاب الشهادات، باب ماقيل في شهادة الزور. صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان الكبائر واكبرها.

کلمات حدیث: أُنَبِّئُکُم : میں تمہیں خبر دار کردوں۔ نَبَأٌ : خبر جمع أنباء. نَبَّأَ، تَنْبِئَةً : خبر دینا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرامؓ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہیں مطلع نہ کردوں کہ بڑے گناہ کون سے ہیں، آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معلم بنا کر مبعوث فرمایا تھا، اس لئے آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ ٹھہر ٹھہر کر اور ایک ایک لفظ واضح کر کے ادا فرماتے تا کہ سننے والے بخوبی سن بھی لیں اور کلمات مبارکہ کو یاد بھی کرلیں، اور جہاں آپ ﷺ بات کی اہمیت کو جتلانا چاہتے کہ سامعین کے بخوبی ذہن نشین ہوجائے وہاں آپ تین مرتبہ ارشاد فرماتے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کبائر کے تعین میں خاصا اختلاف ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس گناہ کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہنم کا ذکر فرمایا ہو یا غضب یا لعنت یا عذاب کا ذکر کیا ہو وہ کبیرہ ہے۔

اسی طرح کا قول حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جس گناہ پر آخرت میں جہنم کی سزا اور دنیا میں حد کی سزا رکھی ہو وہ کبیرہ گناہ ہے، اور فقہائے شافعیہ میں سے الماوردی نے کہا ہے کہ "الکبیرۃ ماوجبت فیه الحدود أو توجه الیها الوعید" (ہر معصیت جس کی حد بیان کی گئی ہو یا جس پر وعید آئی ہو کبیرہ ہے) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ کیا کبیرہ گناہ سات ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں ستر تک ہوسکتے ہیں، بعض علماء نے کبیرہ گناہوں کی تعداد سات بتائی ہے اور بعض نے سترہ تک تعداد بتائی ہے، حافظ ذہبی نے ستر گناہ بیان کئے ہیں۔

متعدد احادیث میں کبائر کا ذکر آیا ہے اور ایک حدیث میں سات مہلکات کا ذکر ہوا ہے، بہر کیف اس حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے تین ذکر فرمائے: شرک، والدین کی نافرمانی اور جھوٹی گواہی۔

شرک باللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، عقوق والدین، والدین کی نافرمانی یعنی ہر وہ کام جو والدین کی ناراضگی کا سبب بنے اور ان کو اس سے تکلیف پہنچے۔ کہا گیا ہے کہ ہر اس کام میں والدین کی اطاعت واجب ہے جو معصیت نہ ہو اور اس میں ان کی مخالفت اور نافرمانی ہو۔

اور فرمایا کہ جھوٹی گواہی، رسول کریم ﷺ سہارے کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اس موقعہ پر آپ ﷺ سیدھے ہوگئے، یعنی جھوٹی گواہی کے ذریعے کسی باطل تک رسائی حاصل کرنا یا ناجائز مال حاصل کرنا یا حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنا، شرک باللہ کے بعد کسی گناہ کا نقصان اور اس کی مضرت جھوٹی گواہی سے زیادہ نہیں ہے۔ (فتح الباری: ۱۶۸/۳، روضة المتقین: ۳۷۵/۱)

جھوٹی قسم کھانا بھی کبیرہ گناہ ہے

۳۳۷. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْكَبَائِرُ اَلإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

"اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ" اَلَّتِيْ يَحْلِفُهَا كَاذِباً عَامِدًا سُمِّيَتْ غَمُوْسًا لِأَنَّهَا تَغْمِسُ الْحَالِفَ فِي الْإِثْمِ.

(۳۳۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک، والدین کی نافرمانی، قتل النفس اور جھوٹی قسم۔ (بخاری)

یمین غموس وہ جھوٹی قسم جس میں جھوٹ عمداً ہو، اسے غموس اس لئے کہا گیا کہ قسم کھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔

تخریج حدیث (۳۳۷): صحیح البخاری کتاب الایمان و النذور، باب الیمین الغموس.

کلمات حدیث: یمین : داہنا ہاتھ، دائیں جانب، قسم، جمع أیمان، أیمن اللہ اور أیم، اللہ کی قسم۔ غمس، غموسا، وغمسا (پانی میں ڈوبنا) ستارے کا ڈوبنا۔ یمین الغموس : جھوٹی قسم، گناہ سے لبریز قسم۔

شرح حدیث: اس حدیث میں کبیرہ گناہ چار بیان کئے گئے ہیں، شرک باللہ، والدین کی نافرمانی، قتل نفس، اور جھوٹی گواہی۔ ایمان میں سب سے مقدم سب سے ارفع اور سب سے اعلیٰ اللہ کی ذات اور اس کی تمام صفات پر ایمان لانا ہے کہ اس کی ذات کو ایک اور یکتا سمجھے اور نہ کسی کو اس کی ذات میں شریک کرے اور نہ اس کی صفات میں سے کسی صفت میں شریک کرے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی قرآن وسنت میں متعدد بار تاکید کی ہے اور ان کی نافرمانی سے منع کیا گیا ہے۔ قتل النفس کہ کسی کو ناحق قتل کر دینا، جس کی جزا ابدی جہنم ہے اور ایک جان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے۔ اور جھوٹی قسم کھا کر کوئی ناجائز حق لے لینا۔

فقہاء نے یمین کی تین قسمیں کی ہیں، یمین لغو، یمین منعقدہ اور یمین غموس، ماضی کی کسی بات خلاف واقعہ یہ سمجھ کر قسم کھانا کہ میں سچا ہوں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یمین لغو ہے اس میں نہ کفارہ ہے اور نہ یہ گناہ ہے لیکن اس طرح کی قسموں میں بھی احتیاط کرنی چاہئے اور بلاوجہ قسمیں کھانے سے احتراز کرنا چاہئے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بلامقصد زبان سے اللہ کی قسم نکل جانا یمین لغو ہے۔

مستقبل کے بارے میں قسم کھانا کہ فلاں کام کروں گا اور فلاں کام نہیں کروں گا یمین منعقدہ ہے اور اس قسم کو توڑ دینے پر باتفاق فقہاء کفارہ لازم ہے۔

ماضی کے کسی واقعہ پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا تاکہ باطل طریقے پر کسی کا مال دبا لیا جائے یمین غموس ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس قسم میں بھی کفارہ ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کفارہ نہیں ہے، ایک حدیث میں ہے کہ راوی نے پوچھا کہ یمین غموس کیا ہے؟ فرمایا کہ جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال لے لے۔

(تحفة الأحوذی : ۳٦٧/٨ ، فتح الباری : ٤٨٢/٣ ، روضة الصالحین : ١٨٣/٢ ، روضة المتقین : ٣٧٦/١)

والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے

۳۳۸. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ " قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ " اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ!" قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ

يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: "يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ."

(۳۳۸) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے، صحابہ نے عرض کی کیا کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور یہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

ایک روایت میں ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ اپنے والدین کو لعنت بھیجے۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ کوئی شخص کیسے اپنے والدین کو لعنت کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کسی کے باپ کو گالی دے اور وہ اس کے باپ کو گالی دے اور یہ کسی کی ماں کو گالی دے اور وہ اس کی ماں کو گالی دے۔

تخریج حدیث (۳۳۸): صحيح البخاری، کتاب الأدب، باب لا يسب الرجل والديه . صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب بيان أكبر الكبائر وأكبرها .

کلمات حدیث: شتم : گالی۔ شتم شتمًا (باب نصر وضرب) گالی دینا۔

شرح حدیث: قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ میں کثرت سے اور بتاکید والدین کی خدمت، ان کی فرماں برداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ان کی نافرمانی کرنے یا انہیں کسی طرح کی ایذاء پہنچانے سے تختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے بلکہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ ان کے سامنے اف بھی نہ کہو، ان احکام کی موجودگی میں یہ کیسے ممکن ہوگا کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے، والدین کو برا بھلا کہنا یا انہیں گالی دینا بہت گناہ اور برا کام ہے اور کسی دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے کر اپنے ماں باپ کو گالی دلوانے کا سبب بن جانا بھی بہت گناہ اور بہت برا کام ہے، یعنی جس طرح گناہ کا کرنا گناہ ہے اسی طرح گناہ کا سبب بننا یا اس میں کسی طرح مددگار ہو جانا بھی گناہ اور معصیت ہے۔ (فتح الباري :۳/ ۱۶۷، روضة المتقين : ۱/ ۳۷۸)

قطع رحمی کرنے والا جنت سے محروم ہوگا

۳۳۹. وَعَنْ اَبِىْ مُحَمَّدٍ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ" قَالَ سُفْيَانُ فِىْ رِوَايَةٍ يَعْنِىْ "قَاطِعُ رَحِمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۳۹) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا، سفیان نے کہا کہ رشتوں کو توڑنے والا مراد ہے۔ (بخاری ومسلم)

تخریج حدیث (۳۳۹): صحيح البخاری، كتاب الادب، باب اثم القاطع . صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، والأداب، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها .

راوی حدیث: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے اور غزوۂ حنین میں شرکت کی اور واپسی میں آپ ﷺ

کے ساتھ تھے، آپ سے ساٹھ احادیث منقول ہیں جن میں سے چھ متفق علیہ ہیں ۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔ (اسد الغابہ : ۱/ ۲۷۳)

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی دو طرح تاویل کی جاسکتی ہے ایک یہ کہ یہ قطع رحمی کرنے والا وہ ہے جو اسے حلال سمجھ کر کرتا ہے اور جان بوجھ کر اور اس کی حرمت کا علم رکھتے ہوئے بلا تاویل اور بلا شبہ اس کو حلال سمجھتا ہے تو ایسا شخص جہنم میں جائے گا، دوسری تاویل یہ ہے کہ قطع رحمی کرنے والا پہلے ہی مرحلے میں جنت میں نہیں جائے گا بلکہ جہنم میں سزا بھگت کر پھر جنت میں جائے گا۔

(فتح الباری : ۳/ ۱۷۲، روضة المتقين: ۱/ ۳۷۸، تحفة الأحوذی: ۶/ ۲۰)

اللہ تعالیٰ نے ان چھ چیزوں کو حرام کیا ہے

۳۴۰. وَعَنْ اَبِیْ عِیْسٰی الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی حَرَّمَ عَلَیْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ، وَمَنْعاً وَهَاتِ، وَوَاْدَ الْبَنَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِیْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَاِضَاعَةَ الْمَالِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

قَوْلُه' "مَنْعاً" مَعْنَاهُ: مَنْعُ مَا وَجَبَ عَلَیْهِ، "وَهَاتِ" طَلَبُ مَالَیْسَ لَه'، "وَوَاْدَ الْبَنَاتِ" مَعْنَاهُ : دَفْنُهُنَّ فِی الْحَیَاةِ. 'وَقِیْلَ وَقَالَ" مَعْنَاهُ: الْحَدِیْثُ بِكُلِّ مَا یَسْمَعُه' فَیَقُوْلُ قِیْلَ كَذَا وَقَالَ فُلَانٌ كَذَا مِمَّا لَا یَعْلَمُ صِحَّتَه' وَلَا یَظُنُّهَا وَكَفٰی بِالْمَرْءِ كَذِباً اَنْ یُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ. "وَاِضَاعَةَ الْمَالِ" تَبْذِیْرُه' وَصَرْفُه' فِیْ غَیْرِ الْوُجُوْهِ الْمَاْذُوْنِ فِیْهَا مِنْ مَقَاصِدِ الْاٰخِرَةِ وَالدُّنْیَا وَتَرْكُ حِفْظِهٖ مَعَ اِمْكَانِ الْحِفْظِ. وَ"كَثْرَةَ السُّؤَالِ" اَلْاِلْحَاحُ فِیْمَا لَا حَاجَةَ اِلَیْهِ وَفِی الْبَابِ اَحَادِیْثُ سَبَقَتْ فِی الْبَابِ قَبْلَه' كَحَدِیْثِ :" وَاَقْطَعُ مَنْ قَطَعَكِ" وَحَدِیْثِ : "مَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ".

(۳۴۰) حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر حرام قرار دیا ہے ماؤں کی نافرمانی کو، اپنا مال روکنے اور دوسرے کے مال میں تصرف کرنے کو اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کو اور تمہارے لئے مکروہ قرار دیا ہے بے مقصد گفتگو کو اور کثرت سوال کو اور مال ضائع کرنے کو۔ (متفق علیہ)

منعاً کے معنی ہیں جو اپنے اوپر لازم ہے اسے خرچ نہ کرنا۔ وھات : اور وہ مال لینا جو اس کا نہیں ہے۔ وأد البنات : لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا۔ قیل و قال : ہر سنی سنائی بات کہنا مثلاً یہ کہ کہا گیا ہے یا فلاں نے اس طرح کہا ہے اور اس کی صحت کا علم نہ ہو، اور نہ صحت کا گمان ہو، آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات نقل کردے، اور اضاعة المال : مال کو غیر ضروری موقعہ پر اور بلا ضرورت خرچ کرنا اور ان امور میں خرچ کرنا جن سے نہ دنیا کا کوئی مقصد حاصل ہو اور نہ آخرت کا اور اس کی بقدر امکان حفاظت میں کوتاہی کرنا۔

اس باب میں متعدد احادیث ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں، اور میں اس سے تعلق توڑ دوں گا جو تجھ سے تعلق منقطع کرے اور جس نے مجھے قطع کیا اللہ اس سے تعلق قطع کرے۔

تخریج حدیث(۳۴۰): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر . صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب النهی عن کثرة السائل من غیر حاجة .

راوی حدیث: حضرت مغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ ۵ ھ میں اسلام لائے۔ متعدد غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپ سے ۱۳۳ احادیث مروی ہیں جن میں سے نو متفق علیہ ہیں۔

کلمات حدیث: وأد: لڑکی کو زندہ زمین میں دفن کرنا۔ وَأَدَ، وأداً (باب ضرب) زندہ درگور کرنا۔ مَوْءُدَة: وہ لڑکی جسے زندہ زمین میں گاڑا گیا ہو۔

شرح حدیث: ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے اور اخلاق حسنہ کے بیان میں بہت اہمیت کی حامل ہے کیوں کہ اس میں متعدد امور بیان ہوئے ہیں اور کل چھ برائیاں ہیں جن سے منع کیا گیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماں کی نافرمانی حرام اور گناہ کبیرہ میں سے ہے، اور یہاں رسول کریم ﷺ نے ماں کے ذکر پر اس لئے اکتفاء کیا کہ ماں کی حرمت باپ کی حرمت سے زیادہ اور اس کی نافرمانی باپ کی نافرمانی سے زیادہ شدید ہے، اس لئے جب آپ ﷺ سے کسی نے سوال کیا کہ میرا نیک سلوک (برّ) کس کے ساتھ ہو تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا تیری ماں تیری ماں تیری ماں اور چوتھی مرتبہ فرمایا تیرا باپ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زیادہ تر باپ کی بہ نسبت ماں کی نافرمانی زیادہ کی جاتی ہے۔

منعاً وھات سے مراد اپنا مال خرچ نہ کرنا اور دوسرے کے مال کی طمع میں رہنا۔

وأد البنات: اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کو بہت ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا تھا، اور لڑکی کی پیدائش تو باپ اپنے لئے ایک عار اور ذلت کی بات سمجھتا تھا، اس لئے وہ لڑکی کو زمین میں زندہ دفن کر دیتے تھے، اس کے دو طریقے مروج تھے ایک تو یہ تھا کہ عورت وضع حمل کے قریب ایک گڑھے کے پاس بیٹھا دی جاتی لڑکا ہوتا تو بچ جاتا اور لڑکی ہوتی تو اسے اس گڑھے میں پھینک کر مٹی ڈال دیتے تھے، اور ایک طریقہ یہ تھا کہ جب لڑکی چھ سال کی ہو جاتی تو اس کا باپ اس کی ماں سے کہتا کہ تو اسے کپڑے پہنا دے، میں اسے رشتہ داروں سے ملانے لے جاتا ہوں، وہ اسے لے کر صحراء میں نکل جاتا جب کوئی گڑھا آتا تو اس بچی سے کہتا کہ اس گڑھے میں دیکھ کیا ہے وہ اس میں دیکھنے کے جھکتی۔ یہ پیچھے سے دھکا دیتا اور مٹی ڈال کر واپس آجاتا۔ قیل وقال: کثرت سے باتیں کرنا، بلاتحقیق دوسروں کی باتیں نقل کرنا۔

کثرت سوال: مال کا کثرت سے سوال کرنا، یا خبروں کو ٹٹولنا اور جستجو میں لگنا، مال کے بارے میں کثرت سوال کی برائی قرآن کریم میں بھی مذکور ہے، فرمایا: لایسألون الناس الحافا . ''لوگوں سے لپٹ کر اور باصرار سوال نہیں کرتے۔''

اضاعت مال سے مراد اسراف ہے یا حرام جگہوں پر مال کا خرچ کرنا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مال کو قیاماً للناس قرار دیا ہے یعنی یہ لوگوں کی مصلحتوں کی تکمیل کا ذریعہ ہے اور بغیر کسی دینی یا دنیوی مصلحت کے خرچ کرنا تبذیر ہے اور ضرورت سے زائد خرچ کرنا اسراف ہے۔

(فتح الباری : ۱/ ۸٤۷ ، روضة المتقین : ۱/ ۳۸۰)

الباب (٤٢)

فَضْلِ بِرِّ اَصْدِقَاءِ الْاَبِ وَالْاُمِّ وَالْاَقَارِبِ وَالزَّوْجَةِ وَسَآئِرِ مَنْ يُنْدَبُ اِكْرَامُه‘

والد، والدہ، رشتہ دار، بیوی اور وہ تمام لوگ جن کا اکرام مستحب ہے ان کے احباب کے ساتھ حسن سلوک

۳۴۱. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ’’ اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ اَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ اَبِيْهِ .‘‘ رواه مسلم .

(۳۴۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہت بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوست کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۳۴۱): صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب أصدقاء الاب والام ونحوهما .

کلمات حدیث: وُدّ : دوست، حبیب، صدیق۔ وَدَّ، وداً : خواہش کرنا، محبت کرنا۔ وددت لو کان کذا : میں چاہتا تھا کہ اگر ایسا ہوتا۔ وَدُود : بہت محبت کرنے والا۔ وُدّ ابیه : اس کے باپ کے محبوب اور پیارے دوست اور ساتھی۔

شرح حدیث: ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک صرف ان کی ذات تک محدود نہیں بلکہ یہ ان کے ملنے والوں، دوستوں اور احباب تک وسیع ہے، مطلوب یہ ہے کہ والدین کے ساتھ اولاد کے تعلق محبت کا یہ عالم ہو کہ وہ ان لوگوں سے بھی محبت کریں جن سے ان کے والدین کو محبت تھی، یا جنہیں اس کے والدین سے محبت تھی۔

فرمایا کہ یہ بڑی عظیم نیکی ہے کہ آدمی اپنے باپ کے چاہنے والوں اور اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

(تحفة الأحوذی :٦/ ١٣، روضة المتقین : ١/ ٣٨٠، شرح صحیح مسلم للنووی : ١٦/ ٨٩)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنے والد کے دوست کے ساتھ حسن سلوک کا واقعہ

۳۴۲. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلاً مِنَ الْاَعْرَابِ لَقِيَه‘ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَحَمَلَه‘ عَلٰى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُه‘ وَاَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلٰى رَاْسِهٖ قَالَ ابْنُ دِيْنَارٍ فَقُلْنَا لَه‘ اَصْلَحَكَ اللّٰهُ اِنَّهُمُ الْاَعْرَابُ وَهُمْ يَرْضُوْنَ بِالْيَسِيْرِ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ : اَنَّ اَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : ’’ اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ‘‘

وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّه‘ كَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ كَانَ لَه‘ حِمَارٌ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِ. اِذَا

مَلَّ رُکُوبَ الرَّاحِلَةِ وَعِمَامَةٌ يَشُدُّبِهَا رَاسَه، فَبَيْنَا هُوَ يَوْمًا عَلٰى ذٰلِكَ الْحِمَارِ اِذْ مَرَّ بِهٖ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: اَلَسْتَ ابْنَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ ؟ قَالَ بَلٰى فَاَعْطَاهُ الْحِمَارَ فَقَالَ ارْكَبْ هٰذَا وَاَعْطَاهُ الْعِمَامَةَ وَقَالَ: اشْدُدْ بِهَا رَاْسَكَ فَقَالَ لَه، بَعْضُ اَصْحَابِهٖ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ اَعْطَيْتَ هٰذَا الْاَعْرَابِيَّ حِمَارًا كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَاْسَكَ ؟ فَقَالَ: اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: " اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ اَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُوَلِّيَ " وَاِنَّ اَبَاهُ كَانَ صَدِيْقًا لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، رَوٰى هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلَّهَا مُسْلِمٌ .

(۳۴۲) حضرت عبداللہ بن دینار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کے راستہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک اعرابی ملا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے سلام کیا اور جس گدھے پر سوار تھے اس پر اسے بٹھادیا اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر اسے پہنادیا۔

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے، یہ تو اعراب ہیں تھوڑے پر بھی خوش ہو جاتے ہیں، اس پر عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ اس شخص کا باپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست تھا، اور میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (مسلم)

عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک گدھا تھا، وہ جب مکہ مکرمہ جاتے اور اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو کچھ وقت کے لئے اس پر بیٹھ جاتے اور سر پر عمامہ باندھ لیتے تھے، ایک مرتبہ اسی طرح گدھے پر سوار تھے کہ ایک اعرابی سامنے آیا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پوچھا کہ کیا تم فلاں بن فلاں ہو، اس نے کہا کہ ہاں، تو انہوں نے اسے وہ گدھا عطا کر دیا اور فرمایا کہ اس پر سوار ہو جاؤ اور اپنا عمامہ بھی اتار کر دیدیا کہ اس کو سر پر باندھ لو، آپ کے بعض ساتھیوں نے کہا کہ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے آپ نے اس اعرابی کو اپنا گدھا دیدیا جس پر آپ سواری کرتے تھے اور عمامہ بھی دیدیا جس سے آپ اپنا سر باندھا کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے چلے جانے کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے، اور اس کا باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا، یہ روایات امام مسلم نے نقل کی ہیں۔

تخریج حدیث (۳۴۲): صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة اصدقاء الاب والام ونحوهما .

کلمات حدیث: أَصْلَحَكَ اللّٰهُ : اللہ آپ کی اصلاح کرے، دعائیہ کلمہ ہے، اللہ آپ کو نیکی عطا کرے، اللہ آپ کا بھلا کرے۔ اصلح اصلاحا (باب افعال) درست کرنا صحیح کرنا۔

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے اور ان تمام اعمال واخلاق پر عمل کرتے جن کی آپ ﷺ نے تعلیم فرمائی، حضور اکرم ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد صحابۂ کرام ایک ایک اسوۂ حسنہ کو یاد کرتے

اوراس پر عمل کرتے، آپ ﷺ کے ہرارشاداور ہر نصیحت کوروبہ عمل لاتے، صحابۂ کرام میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بطورِ خاص سنن نبوی کا تتبع کرتے اوران پر عمل کرتے حتیٰ کہ اگر کبھی راستہ میں کہیں رسول اللہ ﷺ کسی درخت کے سائے میں رکے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہتمام فرماتے کہ اس کے درخت کے سائے میں تھوڑی دیر رک جائیں اوراس درخت کو پانی دیتے تا کہ وہ سرسبز وشاداب رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ کے سفر میں اپنے ساتھ ایک گدھا بھی رکھتے تھے، تا کہ اونٹ کی سواری سے تھک جائیں تو کچھ وقت اس گدھے پر بیٹھ کر سفر طے کرلیں، ایک موقع پر اسی طرح تشریف لے جارہے تھے، سر پر عمامہ بندھا ہوا تھا، ایک اعرابی ملا آپ نے اسے اپنے گدھے پر سوار کرادیا اوراپنا عمامہ بھی اس کو دیدیا کہ اس کو اپنے سر پر باندھ لو، اور بتایا کہ یہ میرے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست ہے یا اس کا باپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔

اوراسی طرح روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے گئے، اور فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں کیوں آیا ہوں، میں اس لئے آیا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص باپ کے مرنے کے بعد اس سے صلہ رحمی کرنا چاہے تو اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے اور میرے باپ اور تمہارے والد کے درمیان دوستی تھی۔ (شرح صحیح مسلم، للنووی، ۱۶/۸۸، روضۃ المتقین :۱/۳۸۰، مظاہر حق جدیدیدہ/۵۱۳)

والدین کی وفات کے بعدان کے متعلقین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے

۳۴۳ . وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ "بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّیْنِ" مَالِكِ بْنِ رَبِیْعَةَ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَیْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْجَآءَهٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلَمَةَ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ فَقَالَ: "نَعَمْ اَلصَّلٰوةُ عَلَیْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا، وَاِكْرَامُ صَدِیْقِهِمَا" رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ .

(۳۴۳) حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر تھے کہ بنی سلمہ کا ایک شخص آیا، اوراس نے عرض کی کہ کیا کوئی ایسی نیکی ہے جسے میں اپنے والدین کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد بھی کرسکوں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ان کے لئے دعاء، ان کے حق میں طلب مغفرت، ان کی وفات کے بعد ان کے عہد کو پورا کرنا اوراُن رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا جن سے صلہ رحمی والدین کے توسط سے ہو، اوران کے دوستوں کی تکریم کرنا۔

(ابوداؤد)

تخریج حدیث(۳۴۳): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب بر الوالدین .

حضرت اُسید بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت ابو اُسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے، تمام غزوات میں شرکت فرمائی، احادیث جو ان سے مروی ہیں ان کی تعداد ۲۸ ہے، ان میں سے ۴ متفق علیہ ہیں، مدینہ منورہ میں ٦٨ ھ میں انتقال ہوا، بدری صحابہ میں سے سب سے آخر میں انتقال کرنے والے ہیں۔ (الاصابة فی تمييز الصحابة)

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا سلسلہ ان کی موت سے منقطع نہیں ہو جاتا بلکہ مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، کہ ان کے لئے دعا کرے اور کہے رب ارحمهما كما ربياني صغيرا، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرے، مثلاً یہ کہے: اللّٰهم اغفرلی ولوالدیّ . اگر انہوں نے کسی سے کوئی عہد کیا ہوا تھا تو اسے پورا کرے، اور ان کے اہل تعلق رشتہ داروں سے حسن سلوک کرے اور ان کے دوستوں کا اکرام کرے۔ (روضة المتقين : ۱/ ۳۸۱، دليل الفالحين:۲/ ۱۵٦)

رسول اللہ ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک

۳۴۴. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَاغِرْتُ عَلىٰ اَحَدٍ مِنْ نِسَآءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاغِرْتُ عَلىٰ خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَمَا رَاَيْتُهَا قَطُّ وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا اَعْضَآءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِيْ صَدَآئِقِ خَدِيْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهٗ : كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَأَةٌ اِلَّا خَدِيْجَةَ ! فَيَقُوْلُ : "اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِيْ فِيْ خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ اِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ يَقُوْلُ : "اَرْسِلُوْا بِهَا اِلىٰ اَصْدِقَآءِ خَدِيْجَةَ" : وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ : اِسْتَاذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ اُخْتُ خَدِيْجَةَ عَلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيْجَةَ فَارْتَاحَ لِذٰلِكَ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ .

قَوْلُهَا "فَارْتَاحَ" هُوَ بِالْحَآءِ وَفِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّحِيْحَيْنِ لِلْحُمَيْدِيْ "فَارْتَاعَ" بِالْعَيْنِ وَمَعْنَاهُ: اهْتَمَّ بِهٖ.

(۳۴۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے مجھے غیرت محسوس نہیں ہوتی تھی، مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محسوس ہوتی تھی، حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہ تھا، لیکن آپ ﷺ ان کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے اور کبھی بکری ذبح فرما کر اس کے حصے بنا کر ان کی سہیلیوں کو بھیجتے، کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہہ دیتیں جیسا کہ دنیا میں خدیجہ کے سوا کوئی اور عورت ہی نہیں، آپ ﷺ فرماتے کہ وہ تو وہی تھی اور میری اس سے اولاد ہے۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں ہے کہ آپ بکری ذبح فرما کر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں میں گنجائش کے مطابق ہدیۃً بھجوا دیتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب بکری ذبح فرماتے تو کہتے کہ اس کو خدیجہ کی سہیلیوں میں بھیج دو، اور ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور اجازت طلب کی آپ ﷺ کو خدیجہ کا اجازت طلب کرنا یاد آگیا، جس سے آپ مسرور ہوئے اور فرمایا: اے اللہ! ہالہ بنت خویلد ہو۔

فارتاح : حاء کے ساتھ حمیدی کی جمع بین الصحیحین میں ہے۔ فارتاع : عین کے ساتھ جس کے معنی ہیں کہ آپ ﷺ نے اہتمام فرمایا۔

تخریج حدیث (۳۴۴): صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب تزویج النبی ﷺ خدیجة و فضلها. صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل خدیجة رضی اللّٰہ عنها .

کلمات حدیث: غرت : مجھے غیرت محسوس ہوئی۔ غار غرة (باب سمع) غیرت کرنا۔ خلائلها : ان کی دوست، ان کی سہیلیاں، جمع خليلة .

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ تمام ازواج میں سب سے زیادہ تعلق خاطر رکھتے تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر خوش ہوتی تھیں، اسی لئے فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں سے کسی سے مجھے غیرت محسوس نہیں ہوئی جو حضرت خدیجہ سے ہوئی حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہ تھا، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی سن تمیز کو نہیں پہنچیں تھیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تھا، یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی نکاح میں آئیں اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا چکی تھیں، اس کی تائید صحیحین میں وارد ایک حدیث کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئی اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کو تین سال ہو چکے تھے۔

رسول کریم ﷺ اکثر و بیشتر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یاد فرماتے، بکری ذبح کر کے ان کی دوستوں کے گھر بھجواتے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد آئیں، باہر سے ان کی آواز سن کر خوش ہو گئے اور حضرت خدیجہ یاد آگئیں اور فرمایا: اے اللہ! یہ ہالہ ہو۔

اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہ غیرت محسوس ہوتی جو سوکن کو سوکن پر ہوتی ہے اور کبھی فرما دیتیں کہ کیا دنیا میں خدیجہ ہی ایک عورت ہے، آپ ﷺ یہ سن کر حضرت خدیجہ کی تعریف فرماتے اور کہتے کہ وہ تو بس وہی تھی، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک موقع پر فرمایا کیا اللہ نے آپ ﷺ کو خدیجہ کے بدلے میں بہترین ازواج نہیں عطا فرما دیں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! جب میری قوم نے مجھے جھٹلایا وہ مجھ پر ایمان لائی، جب میری قوم نے مجھے بے وقعت کیا اس نے میری مدد کی اور جب میری قوم نے مجھے تنگ دست رکھا اس نے مجھے اپنا مال دیا، ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ اس سے میری اولاد بھی ہوئی، آپ ﷺ کی سب اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی سوائے ابراہیم کے کہ وہ حضرت ماریہ سے ہوئے۔

(دلیل الفالحین : ۲/۱۵۷ ، فتح الباری : ۲/٤٠٤)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت

۳۴۵. وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فِىْ سَفَرٍ فَكَانَ يَخْدُمُنِىْ فَقُلْتُ لَهٗ: لَا تَفْعَلْ، فَقَالَ : "اِنِّىْ قَدْ رَاَيْتُ الْاَنْصَارَ تَصْنَعُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا اٰلَيْتُ عَلٰى نَفْسِىْ اَنْ لَّا اَصْحَبَ اَحَدًا مِنْهُمْ اِلَّا خَدَمْتُهٗ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۴۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں جریر بن عبداللہ بجلی کے ساتھ تھا، وہ میری خدمت کرتے تھے۔ میں نے انہیں منع کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ انصار رسول ﷺ کے ساتھ اس طرح کرتے تھے، میں نے قسم کھائی کہ میں انصار میں سے جس کے ساتھ جاؤں گا اس کی خدمت کروں گا۔ (متفق علیہ)

البَابُ (٤٣)

اِکْرَامُ اَھْلِ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَ بَیَانُ فَضْلِھِمْ

اہل بیت رسول ﷺ کا اکرام اوران کے فضائل

۱۳۲. قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجْسَ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝٣٣ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کردے اور تمہیں بالکل پاک کردے۔'' (الاحزاب: ۳۳)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ نبی کے گھر والوں کو احکام الٰہی پر عمل کرا کے خوب پاک وصاف کردے اور ان کے مرتبہ کے مطابق ان کی ایسی قلبی صفائی اور اخلاقی رفعت عطا فرمادے جو دوسرے تمام لوگوں سے ممتاز و فائق ہو، یہاں تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ مراد ہے جو اولیاء کامل کو عطا ہوتا ہے جس کے بعد وہ معصوم تو نہیں بنتے البتہ محفوظ ہوجاتے ہیں، نظم قرآنی میں غور کرنے والوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی تردد نہیں ہوسکتا کہ اہل بیت کے مدلول میں ازواج مطہرات یقیناً داخل ہیں بلکہ آیت کا خطاب اولاً انہی سے ہے لیکن اولاد اور داماد بھی اہل بیت میں داخل ہیں بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں، یعنی اگرچہ نزول آیت اولاً ازواج ہی کے حق میں ہے اور وہی اولین مخاطب ہیں مگر اولاد بھی اس فضیلت میں داخل ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

۱۳۳. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ ﴾

نیز فرمایا:

''جو شخص اللہ کے مقرر کردہ شعائر کی تعظیم کرے تو یہ اس کے قلب کا تقویٰ ہے۔'' (الحج: ۳۲)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ جس کے دل میں اللہ کی عظمت ہوگی اور اس کی ہیبت وخشیت ہوگی وہ اللہ کے مقرر کردہ احکام پر عمل کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی نشانیوں کی تعظیم کرے گا اور اللہ کے رسول ﷺ کی نسبت بھی اللہ ہی کی جانب ہے، اس لئے اللہ کے رسول ﷺ کی تکریم وتعظیم اور ان کے احکام کی فرمان برداری بھی لازم ہے اور فرض ہے جو اہل بیت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب ہیں، ان کی تکریم وتعظیم بھی ضروری ہے۔

* * * * * * * * * * * *

کتاب اللہ اور اہل بیت رسول ﷺ دونوں کا احترام ضروری ہے

۳۴۶. وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ حَيَّانَ قَالَ: اِنْطَلَقْتُ اَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ وَ عَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ اِلَى زَيْدِ بْنِ

اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ فَلَمَّا جَلَسْنَا اِلَیْہِ قَالَ لَہٗ حُصَیْنٌ : لَقَدْ لَقِیْتَ یَا زَیْدُ خَیْرًا کَثِیْرًا رَاَیْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتَ حَدِیْثَہٗ وَغَزَوْتَ مَعَہٗ وَصَلَّیْتَ خَلْفَہٗ، لَقَدْ لَقِیْتَ یَا زَیْدُ خَیْرًا کَثِیْرًا حَدِّثْنَا یَا زَیْدُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : یَا ابْنَ اَخِیْ وَاللّٰہِ لَقَدْ کَبِرَتْ سِنِّیْ وَقَدُمَ عَھْدِیْ وَنَسِیْتُ بَعْضَ الَّذِیْ کُنْتُ اَعِیْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا حَدَّثْتُکُمْ فَاقْبَلُوْا وَمَالَا فَلَا تُکَلِّفُوْنِیْہِ ثُمَّ قَالَ : قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فِیْنَا خَطِیْبًا بِمَآءٍ یُدْعٰی خُمًّا بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَوَعَظَ وَذَکَّرَ ثُمَّ قَالَ : "اَمَّا بَعْدُ اَلَا اَیُّھَا النَّاسُ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوْشِکُ اَنْ یَاتِیَ رَسُوْلُ رَبِّیْ فَاُجِیْبَ وَاَنَا تَارِکٌ فِیْکُمْ ثَقَلَیْنِ اَوَّلُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ فِیْہِ الْھُدٰی وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِکِتَابِ اللّٰہِ وَ اسْتَمْسِکُوْا بِہٖ" فَحَثَّ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَ رَغَّبَ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ: " وَاَھْلُ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ" فَقَالَ لَہٗ حُصَیْنٌ ! وَمَنْ اَھْلُ بَیْتِہٖ یَا زَیْدُ اَلَیْسَ نِسَآءُہٗ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ؟ قَالَ : نِسَآؤُہٗ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَلٰکِنْ اَھْلُ بَیْتِہٖ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَۃَ بَعْدَہٗ قَالَ : وَمَنْ ھُمْ ؟ قَالَ : ھُمْ اٰلُ عَلِیٍّ وَّاٰلُ عَقِیْلٍ وَّاٰلُ جَعْفَرَ وَّاٰلُ عَبَّاسٍ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما قَالَ، کُلُّ ھٰؤُلَآءِ حُرِمَ الصَّدَقَۃَ ؟ قَالَ : نَعَمْ، رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ : " اَلَا وَاِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ ثَقَلَیْنِ : اَحَدُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَھُوَ حَبْلُ اللّٰہِ، مَنِ اتَّبَعَہٗ کَانَ عَلَی الْھُدٰی وَمَنْ تَرَکَہٗ کَانَ عَلٰی ضَلَالَۃٍ ."

(۳۴۶) حضرت یزید بن حیان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حصین بن سبرہ اور عمرو بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو حصین نے کہا کہ زید آپ کو بڑی خیر کثیر ملی، آپ نے اللہ کے رسول کو دیکھا، ان کی باتیں سنیں، ان کے ساتھ غزوات میں شرکت اور ان کی اقتداء میں نماز ادا کی، یقیناً زید آپ کو خیر کثیر ملی، اے زید ہمیں کوئی حدیث سنایئے جو آپ نے رسول ﷺ سے سنی ہو، انہوں نے کہا کہ میرے بھتیجے میری عمر زیادہ ہوگئی اور زیادہ وقت گزر گیا اور رسول کریم ﷺ کی جو احادیث یاد تھیں ان میں سے بعض میں بھول بھی گیا، اب جو بیان کروں اسے قبول کرلو اور جو بیان نہ کروں اس کا تم مجھے مکلف نہ بناؤ، پھر کہنے لگے، کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان مکہ اور مدینہ کے درمیان خم نامی پانی کے چشمے پر خطبہ دینے کھڑے ہوئے، حمد وثناء اور وعظ وتذکیر کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ امابعد، اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، قریب ہے کہ اللہ کا رسول میرے پاس موت کا پیام لے کر آجائے اور میں اسے لبیک کہہ دوں، میں تمہارے درمیان دو عظیم الشان چیزیں چھوڑنے والا ہوں ایک کتاب اللہ جو سراسر ہدایت اور نور ہے۔ اللہ کی کتاب کو پکڑلو اور خوب مضبوطی سے تھام لو، آپ ﷺ نے کتاب اللہ پر عمل کی تاکید کی اور ترغیب دلائی، پھر فرمایا، اور میرے اہل بیت اور میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں، حصین نے کہا کہ اے زید آپ ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی ازواج آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی ازواج آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے ہیں اور آپ ﷺ کے اہل

بیت وہ ہیں جن پر آپ ﷺ کے بعد صدقہ لینا حرام ہے، حصین نے کہا کہ وہ کون ہیں؟ زید نے فرمایا کہ آل علی آل عقیل آل جعفر اور آل عباس، حصین نے کہا کہ کیا ان پر صدقہ حرام ہے تو زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جی ہاں۔ (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ خبردار! میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں، ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جو اللہ کی رسی ہے جس نے اس کی اتباع کی وہ ہدایت پر رہا اور جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ گمراہ ہوا۔

تخریج حدیث (۳۴۶): صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل علی رضی اللّٰہ عنہ .

راوی حدیث: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ سترہ غزوات میں شرکت فرمائی اور احد کے موقعہ پر وہ چھوٹے تھے اس لئے جنگ میں شرکت نہ کر سکے، آپ سے ستر احادیث منقول ہیں جن میں سے چار متفق علیہ ہیں ۵۶ھ میں انتقال ہوا۔ (دلیل الفالحین: ۲/۱۶۲)

کلمات حدیث: ثقلین: دو بھاری چیزیں، دو عظیم الشان امور، یعنی قرآن کریم اور سنت نبوی۔ ثقل: بوجھ جمع اثقال.

شرح حدیث: متعدد احادیث میں رسول کریم ﷺ نے قرآن اور سنت کو مضبوطی سے تھامنے اور ان پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے، اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں، اللہ کی کتاب اور اہل بیت۔ اللہ کی کتاب سراسر ہدایت اور نور ہے کہ اس پر عمل کرنے سے راہ حق روشن ہوتی ہے اور انسان اس کتاب پر عمل کر کے دنیا کی زندگی سنوار سکتا ہے اور آخرت کی صلاح وفلاح حاصل کر سکتا ہے، اور اہل بیت کے بارے میں میں تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل بیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور وہ سب اہل بیت ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ ہیں آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس۔ (شرح مسلم للنووی: ۱۶/۱۴۵)

اہل بیت کی تکریم وتعظیم کا حکم

۳۴۷. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَوْقُوْفًا عَلَيْهِ اَنَّهٗ قَالَ: ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

مَعْنٰى "ارْقُبُوْهُ" رَاعُوْهُ وَاحْتَرِمُوْهُ وَاَكْرِمُوْهُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۳۴۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا کہ محمد ﷺ کے اہل بیت کی تکریم کرو۔ (بخاری)

اُرْقُبُوا: کے معنی ہیں رعایت رکھو، احترام کرو اور اکرام کرو۔

تخریج حدیث (۳۴۷): صحیح البخاری، کتاب الفضائل الصحابة، باب مناقب الحسن والحسین .

کلمات حدیث: اُرْقُبُوا: احترام کرو، خیال رکھو۔ رَقَبَ رُقوباً (باب نصر) نگہبانی کرنا۔

شرح حدیث: جس کے دل میں اللہ کا تقویٰ اور خشیت ہوگی وہ ہر اس حکم اور ہر اس امر کا احترام کرے گا جس کی نسبت اللہ کی طرف ہوگی اور اسی طرح جس کے دل میں رسول کریم ﷺ کی محبت ہوگی وہ ہر اس شخص کی اور چیز کی تعظیم وتکریم کرے گا جس کی آپ کی جانب نسبت ہوگی، یعنی وہ آپ ﷺ کے صحابۂ کرام کی، امہات المومنین کی اور آپ کی اولاد حضرات حسن اور حسین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کی تکریم وتعظیم کرے گا، اور یہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے واسطے اور تعلق کی بنا پر آپ ﷺ کے اہل بیت کی تکریم اور تعظیم کرو۔ (فتح الباری: ۲/۴۳۲)

البَابُ (٤٤)

تَوْقِيرُ الْعُلَمَآءِ وَالْكِبَارِ وَاَهْلِ الْفَضْلِ وَتَقْدِيْمُهُمْ عَلٰى غَيْرِهِمْ وَرَفْعُ مَجَالِسِهِمْ وَاِظْهَارُ مَرْتَبَتِهِمْ

علماء کبار اور اہل فضل کی توقیر ان کو دوسروں پر مقدم رکھنا ان کی مجلس کی قدر اور ان کے مرتبہ کا اظہار

۱۳۴۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''آپ فرما دیجیے کہ کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں۔ عقلمند لوگ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔''

(الزمر: ۹)

تفسیری نکات: زجاج فرماتے ہیں کہ عالم اور غیر عالم برابر نہیں ہیں، اسی طرح مطیع اور عاصی برابر نہیں ہیں۔ علم کا تقاضا ہی عمل ہے اور ایمان علم وعمل کا نام ہے جس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ عمل نہ کرے بالفاظ دیگر عالم وہی ہے جو اپنے علم سے اولاً خود منتفع ہو اور پھر دوسروں کو نفع پہنچائے جسے خود اپنے علم کا فائدہ نہ پہنچے وہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی علم نہ ہو، اور اہل عقل ودانش ہی اس فرق وامتیاز کو جان سکتے ہیں جو عالم اور جاہل میں ہے اور جو مطیع اور عاصی میں ہے۔ (روضة المتقين: ١/ ٣٨٦)

امامت کی شرائط

۳۴۸۔ وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِيِّ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ، فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَآءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِيْ سُلْطَانِهِ، وَلَا يَقْعُدُ فِيْ بَيْتِهِ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ اِلَّا بِاِذْنِهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ: "فَاَقْدَمُهُمْ سِلْمًا" بَدَلَ "سِنًّا" : اَوْ اِسْلَامًا. وَفِيْ رِوَايَةٍ : "يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ وَاَقْدَمُهُمْ قِرَآءَةً، فَاِنْ كَانَتْ قِرَآءَتُهُمْ سَوَآءً فَيَؤُمُّهُمْ اَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَلْيَؤُمَّهُمْ اَكْبَرُهُمْ سِنًّا" وَالْمُرَادُ "بِسُلْطَانِهِ مَحَلُّ وِلَايَتِهِ اَوِ الْمَوْضِعُ الَّذِيْ يَخْتَصُّ بِهِ" وَتَكْرِمَتُهُ" بِفَتْحِ التَّاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَهِيَ مَا يَنْفَرِدُ بِهِ مِنْ فِرَاشٍ وَسَرِيْرٍ وَنَحْوِهِمَا .

(۳۴۸) حضرت عقبہ بن عمرو بدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کا امام وہ بنے جو اللہ کی کتاب کو زیادہ

پڑھنے والا ہو، اگر سب قراءت میں برابر ہوں تو جو زیادہ سنت کا جاننے والا ہو، اگر سب سنت میں برابر ہوں تو جو ہجرت میں مقدم ہو اگر سب ہجرت میں برابر ہوں تو جو عمر میں زیادہ ہو، اور کوئی آدمی دوسرے آدمی کے غلبہ والی جگہ میں امامت نہ کرائے، اور نہ کسی آدمی کے گھر میں اس کی عزت والی مسند پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے۔ (مسلم) اور ایک روایت میں عمر میں مقدم کی جگہ اسلام میں مقدم ہے۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ لوگوں کی امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا زیادہ جاننے والا اور قراءت کا زیادہ علم رکھنے والا ہو، اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امامت کرے، جو ہجرت میں مقدم ہو، اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرے۔

سلطانہ سے مراد اس شخص کی محل ولایت ہے یا وہ مقام جو اس کے ساتھ خاص ہو اور تکرمتہ بستر یا سریر وغیرہ جو اس شخص کے ساتھ مختص ہو۔

تخریج حدیث (۳۴۸): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب من أحق بالإمامة.

کلمات حدیث: یَؤُمُّ: امامت کرتا ہے۔ أَمَّ، أماً (باب نصر) قصد کرنا۔ أم القوم یا أم بالقوم: امامت کرنا۔

شرح حدیث: حدیث میں امامِ صلاۃ کی شرائط بیان فرمائی گئی ہیں کہ وہ شخص لوگوں کو امامت کرائے جو قراءتِ قرآن کا زیادہ جاننے والا ہو، اگر اس وصف میں سب برابر ہوں تو جو سنت نبوی ﷺ کا زیادہ جاننے والا ہو۔ اس بارے میں دو فقہی مذاہب ہیں، پہلا مذہب امام شافعی رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے کہ ان کے نزدیک قرآن کا قاری قرآن کے عالم پر مقدم ہے، کیوں کہ حدیث مذکور میں أقرؤهم، کا لفظ ہے یعنی ان میں سب سے زیادہ قراءت قرآن کا جاننے والا، اور دوسرا مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کی ایک روایت ہے کہ عالم بالسنۃ مقدم ہے بشرطیکہ وہ قرآن کا اتنا حصہ صحیح طور پر پڑھ سکتا ہو جو صحت نماز کے لئے ضروری ہے، کیوں کہ قراءت قرآن کی ضرورت اور احتیاج نماز کے ایک رکن میں ہوتی ہے جبکہ علم تمام نماز کے لئے ضروری ہے، نیز یہ کہ رسول کریم ﷺ نے مرض الوفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدم فرمایا جو اعلم بالسنۃ تھے۔

ہجرت سے اب مراد ہجرت عن المعاصی ہوگی، اگر اس میں سب برابر ہوں تو جو عمر میں زیادہ ہو وہ امامت کرائے۔

بادشاہ، گھر کا سربراہ، مجلس کا نگران، امام مسجد جو باقاعدہ متعین ہو، امامت کے زیادہ حقدار ہیں، جب تک یہ خود کسی دوسرے کو امامت کی اجازت نہ دیں، یؤم القوم میں ثبوت ہے کہ عورت مردوں کی امامت نہیں کرا سکتی، کیوں کہ قوم کا لفظ مردوں کے ساتھ خاص ہے، نیز صحابہ یا تابعین یا بعد کے ادوار میں کہیں ایک مثال موجود نہیں ہے کہ کسی عورت نے مردوں کی امامت کرائی ہو۔

(نزهه المتقين: ۱/۳۱۸، روضة الصالحين: ۲/۲۰۳)

علماء اور نماز کے مسائل سے واقف لوگوں کو امام کے قریب کھڑا ہونا چاہیے

۳۴۹. وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ وَيَقُوْلُ

"اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ، لِيَلِنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لِيَلِنِيْ" وَهُوَ بِتَخْفِيْفِ النُّوْنِ وَلَيْسَ قَبْلَهَا يَآءٌ: وَ رُوِيَ بِتَشْدِيْدِ النُّوْنِ مَعَ يَآءٍ قَبْلَهَا " وَالنُّهٰى" : اَلْعُقُوْلُ. "وَاُولُوا الْاَحْلَامِ" : هُمُ الْبَالِغُوْنَ، وَقِيْلَ اَهْلُ الْحِلْمِ وَالْفَضْلِ.

(۳۴۹) حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں صفوں کو درست رکھنے کے لئے ہمارے شانوں پر ہاتھ رکھتے اور فرماتے: سیدھے ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو کہ اس سے تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، میرے قریب تم میں سے ان لوگوں کو ہونا چاہئے جو بالغ ہیں اور عقلمند ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں۔ (مسلم)

لیلنی : کا لفظ نون کی تخفیف کے ساتھ ہے اور اس سے پہلے یاء نہیں ہے، نون تشدید اور اس سے پہلے یاء کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ النھی : کے معنی عقول کے ہیں اور أولوا الاحلام کے معنی ہیں بالغ اور کسی نے کہا کہ اہل علم اور فضل۔

تخریج حدیث (۳۴۹): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا.

کلمات حدیث: لِيَلِنِي : مجھ سے مل جائے، مجھ سے قریب ہو جائے۔ ولی ولیا (باب سمع) قریب ہونا، متصل ہونا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جب نماز کی امامت کے لئے کھڑے ہوتے تو صفوں کی درستگی کا بطور خاص اہتمام فرماتے اور صفوں کے قریب جا کر نمازیوں کے شانوں پر دست مبارک رکھتے اور صفوں کو سیدھا رکھنے کی نصیحت فرماتے۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر نماز کی صفیں درست نہ ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک صفوں کی درستگی اور ان کو سیدھا رکھنے کی تاکید متعدد احادیث میں وارد ہے اس لئے صفوں کا سیدھا اور درست رکھنا اقامت صلوٰۃ میں سے ہے، بہرحال صفوں کو سیدھا رکھنا چاہیے قریب قریب ہو کر اور مل کر کھڑا ہونا چاہیے، صفوں کی برابری اور کندھوں کے برابر کرنے میں درحقیقت امت کی وحدت کی طرف اشارہ ہے اور امت کی بات کے ایک ہونے اور زندگی کے تمام میدانوں میں یکجہتی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ خاص کر جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ میں امت کی وحدت کی اشد ضرورت ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نماز کی صفوں میں افضل پھر اس سے کم اور پھر اس سے کم کو مقدم کرنے کا مقصود یہ ہے کہ اہل فضل کا اکرام کیا جائے اور نیز یہ کہ اگر امام کو اپنی جگہ کسی کو کھڑا کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو قریب ایسا شخص ہو جو اس کا نائب بننے کا زیادہ حق دار ہو، کیوں کہ وہ زیادہ بہتر طریقے پر امام کے سہو کو سمجھ سکے گا، اور اس لئے بھی کہ اہل عقل و دانش قریب ہوں تا کہ نماز کے طریقے کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ لیں۔ (شرح مسلم للنووی : ۱۲۹/۴، نزهة المتقين : ۲۲۸/۱)

---

۳۵۰. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لِيَلِنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" ثَلَاثًا "وَاِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۵۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے قریب تم میں سے وہ لوگ رہیں جو بالغ اور عقلمند ہیں، اس جملے کو آپ نے تین مرتبہ دھرایا، اور تم اپنے آپ کو بازار کے شور سے بچاؤ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۳۵۰): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا.

کلمات حدیث: ھیشات : مخلوط آوازیں، ملی جلی اونچی آوازیں، جمع ھوشۃ فتنہ اور اختلاف۔ ھاش، ھیشا (باب ضرب) جوش اور حرکت میں آنا۔

شرح حدیث: نماز ایک عظیم الشان عبادت ہے جس میں اللہ کا بندہ اپنے رب کے حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مسجد کی اور نماز کی پوری فضا اس عظمت کی حامل ہو جو اس عبادت کا تقاضا ہے اور بندگی رب کی تعظیم وتکریم سے پوری فضا معمور ہو، صفیں ملی ہوئی اور پیوست، اور بالغ وار باب عقل آگے ہوں اور مسجد میں کہیں شور نہ ہو اور نہ کوئی باآواز بلند بول رہا ہو، اس کے ساتھ ہی جہاں تک ممکن ہو باہر کے شور سے بھی مسجد کو اور نماز کے ماحول کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے۔ (شرح مسلم للنووی:٤/١٣٠)

مجلس میں گفتگو کرنے کا حق بڑے کو ہے

۳۵۱۔ وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰ وَقِیْلَ اَبِیْ مُحَمَّدٍ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ "بِفَتْحِ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ الثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ" اَلْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ. اِنْطَلَقَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ وَّمُحَیِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ اِلٰی خَیْبَرَ وَهِیَ یَوْمَئِذٍ صُلْحٌ فَتَفَرَّقَا فَاَتٰی مُحَیِّصَةُ اِلٰی عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَهْلٍ. وَهُوَ یَتَشَحَّطُ فِیْ دَمِهٖ قَتِیْلاً فَدَفَنَهٗ ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنُ سَهْلٍ وَّمُحَیِّصَةُ وَحُوَیِّصَةُ اِبْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ یَتَكَلَّمُ فَقَالَ : " كَبِّرْ كَبِّرْ " وَهُوَ اَحْدَثُ الْقَوْمِ فَسَكَتَ فَتَكَلَّمَا فَقَالَ : "اَتَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ ؟ " وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِیْثِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

وَقَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : " كَبِّرْ كَبِّرْ " مَعْنَاهُ: یَتَكَلَّمُ الْاَكْبَرُ.

(۳۵۱) ابو یحییٰ سے روایت ہے اور کہا گیا کہ ابو محمد سہل بن حثمہ انصاری سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود خیبر گئے، اس وقت اہل خیبر کے ساتھ صلح تھی، راستے میں دونوں جدا ہو گئے، جب محیصہ عبداللہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ اپنے خون میں لت پت مقتول پڑے ہیں، انہوں نے ان کو دفن کر دیا، پھر وہ مدینہ منورہ واپس آ گئے، اور عبدالرحمٰن بن سہل اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے بیٹے محیصہ اور حویصہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے، عبدالرحمٰن نے گفتگو کا آغاز کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بڑا آدمی بات کرے، کیوں کہ وہ ان سب میں چھوٹے تھے، وہ خاموش ہو گئے پھر ان دونوں نے واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم قسم اٹھاتے ہو اور اپنے مقتول کے قاتل سے حق طلب کرتے ہو، اس کے بعد مکمل حدیث بیان کی۔ (متفق علیہ)

آپ ﷺ نے فرمایا کبر کبر یعنی تم میں سے بڑا آدمی بات کرے۔

تخریج حدیث(۳۵۱): صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب القسامة، صحیح مسلم، کتاب القسامة .

کلمات حدیث: یتشحط : خون میں لتھڑا ہوا اور تڑپتا ہوا۔ شحط بالدم : خون میں لت پت ہونا۔

شرح حدیث: مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی محلے یا علاقے میں کوئی شخص مقتول پڑا ہوا ملے اور قاتل کا پتہ نہ چلے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اہل محلّہ سے پچاس لوگوں کی قسمیں لی جائیں گی، ہر ایک اس طرح قسم اٹھائے گا کہ اللہ کی قسم نہ میں نے قتل کیا ہے اور نہ مجھے قاتل کا علم ہے، ان پچاس لوگوں کا انتخاب مقتول کے ولی کریں گے، اگر پچاس کے پچاس آدمیوں نے قسم کھالی تو اب اہل محلّہ پر دیت لازم ہو جائے گی اور قصاص نہیں ہوگا، اور ان پچاس میں جو قسم کھانے سے انکار کرے تو اسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جیل میں بند کر دیا جائے گا، تاوقتیکہ وہ یا تو قتل کا اقرار کرے یا قسم کھائے۔

امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اولاً اولیاء مقتول قسم کھائیں گے اور کہیں گے کہ فلاں قاتل ہے۔ اگر مقتول کے اولیاء قسم کھانے سے انکار کر دیں، تو پھر اہل محلّہ میں سے پچاس آدمیوں سے قسمیں لی جائیں گی، اگر ان پچاس نے قسمیں کھالیں کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہمیں اس کا علم ہے تو یہ سب بری ہو جائیں گے اور ان پر نہ دیت ہوگی اور نہ قصاص، البتہ اگر قسمیں کھانے سے انکار کریں تو ان پر دیت کی ادائیگی لازم آئے گی۔

حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ بڑا آدمی بات کرے، یہی حصہ حدیث کا باب سے متعلق ہے جس کی بناء پر اس حدیث کو یہاں ذکر کیا گیا ہے کہ آداب مجلس کا تقاضا یہ ہے کہ بڑا آدمی بات کرے۔

(فتح الباری : ۲/۲۵۳ ، ھدایه : ٤/٦٣١ ، روضة الصالحین : ۲/۲۰۷)

---

۳۵۲ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ يَعْنِىْ فِي الْقَبْرِ ثُمَّ يَقُوْلُ : " اَيُّهُمَا اَكْثَرُ اَخْذاً لِلْقُرْآنِ ؟ " فَاِذَا اُشِيْرَ لَهُ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۳۵۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ احد کے شہداء کو دو دو آدمیوں کو ایک ایک قبر میں اکٹھا دفن فرمایا، اس موقع پر آپ استفسار فرماتے کہ ان میں سے کس کو قرآن زیادہ محفوظ تھا، جب بتایا جاتا کہ ان دونوں میں سے یہ زیادہ قرآن کا علم رکھنے والا تھا تو اسے آپ لحد میں رکھنے میں مقدم فرماتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۳۵۲): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب دفن الرجلین و الثلاثه فی قبر .

کلمات حدیث: اللحد : قبر بنانے کی دو صورتیں ہیں، ایک لحد یعنی قبر کھودنے کے بعد مغربی جانب مزید کھودی جاتی ہے، اسے لحد کہتے ہیں اور دوسری صورت شق ہے جس میں صرف سیدھی نیچے کی جانب کھدائی ہوتی ہے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ اصحاب کے مقام و مرتبہ کا خیال فرماتے تھے چنانچہ جب غزوۂ احد کے موقعہ پر شہداء کی تدفین

فرمائی تو دو شہیدوں کے لئے ایک قبر کھودی جاتی اور آپ ﷺ دریافت فرماتے کہ ان دونوں میں سے قرآن کا زیادہ جاننے والا کون ہے، پھر آپ ﷺ اس کو تدفین میں مقدم فرماتے۔ (فتح الباری: ۱/۷۹٤)

ہر معاملہ میں بڑے کا حق مقدم ہے

۳۵۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَرَانِيْ فِي الْمَنَامِ اَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَآءَ نِيْ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ، فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ فَقِيْلَ لِيْ: كَبِّرْ فَدَ فَعْتُهٗ اِلَى الْاَكْبَرِ مِنْهُمَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ مُسْنَدًا وَالْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا.

(۳۵۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں کہ میرے پاس دو آدمی آئے، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا، میں نے مسواک چھوٹے کو دیدی تو مجھ سے کہا کہ بڑے کو دیجئے، تو میں نے وہ ان دونوں میں سے بڑے کو دیدی۔ (مسلم مسنداً والبخاری تعلیقاً)

تخریج حدیث (۳۵۳): صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب دفع السواك الی الاكبر. صحیح مسلم، كتاب الرؤيا، باب رؤيا النبي ﷺ.

کلمات حدیث: اَتَسَوَّكُ: میں مسواک کر رہا ہوں، مسواک کرتا ہوں۔ سوك الشيء: ملنا، رگڑنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو خواب میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا، اور پھر دیکھا کہ میرے پاس دو افراد آئے اور میں نے مسواک چھوٹے کو دیدی تو مجھے کہا گیا کہ بڑے کو دیجئے تو میں نے بڑے کو دیدی۔

بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ راوی نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ مسواک فرما رہے تھے، فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے پاس کھڑے ہوئے لوگوں میں سے بڑے کو دیدی اور ارشاد فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بڑے کو دوں۔

یعنی پہلے آپ نے اپنے آپ کو مسواک کرتے ہوئے اور حاضرین میں سے بڑے کو دیتے ہوئے دیکھا پھر آپ ﷺ نے بیداری میں عمل فرما کر دکھایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ کو اس بارے میں بذریعہ وحی مطلع فرمایا گیا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسواک فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کے پاس دو آدمی کھڑے تھے، آپ ﷺ کو وحی کی گئی کہ مسواک ان میں سے بڑے کو دیدیں۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقصود حدیث یہ ہے کہ ہر بات اور ہر معاملے میں اس کو مقدم کیا جائے جو عمر میں بڑا ہو، کھانے پینے اور ہر بات میں اس امر کا لحاظ رکھا جائے، مہلب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جب ہے کہ جب لوگوں کے درمیان کوئی خاص ترتیب نہ ہو، اگر لوگ کسی ترتیب سے بیٹھے ہوں تو سیدھے ہاتھ پر بیٹھا ہوا شخص مقدم ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی دوسرے کی مسواک کا استعمال مکروہ نہیں ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ استعمال سے پہلے دھولیا

جائے ،مگر سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ وہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی مسواک دھونے کے لئے دیتے تو میں دھونے سے پہلے خود کر لیتی پھر دھو کر آپ کو دیتی ، یہ دراصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذہانت اور فطانت ہے کہ وہ اس طرح مسواک کے استعمال سے ریق رسول اللہ ﷺ سے شفا حاصل کرتی تھیں ، اور پھر دھو کر آپ ﷺ کو دیدیتی تھیں۔

(فتح البار ی: ۱/ ۳۶۹)

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

۳۵۴. وَعَنْ اَبِیْ مُوسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :" اِنَّ مِنْ اِجْلاَلِ اللّٰہِ تَعَالیٰ اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْہِ وَالْجَافِیْ عَنْہُ وَاِکْرَامُ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ " حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤدَ .

(۳۵۴) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی تعظیم اور بزرگی کا ایک پہلو یہ ہے سفید ڈاڑھی والے بوڑھے ،مسلمان، حامل قرآن جو اس میں حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو اور نہ ہی اس سے جفا کرنے والا ہو اور صاحب عدل وانصاف بادشاہ کا اکرام ۔(ابوداؤد)

تخریج حدیث(۳۵۴): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم.

کلمات حدیث: الجافی : جفا کرنے والا۔ جفا، جفاء (باب نصر) قرار نہ پکڑنا۔ الجافی : وہ شخص جو قرآن کریم کا عالم یا حافظ ہو اس کے باوجود اس کی تلاوت سے اعراض کرے۔ المقسط : عادل اور منصف۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ کی تکریم اور تعظیم ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس تعظیم وتکریم کا طریقہ یہ ہے کہ جن امور کی اللہ کی جانب نسبت ہو ان کی تکریم کی جائے ،اس حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کی تکریم وتعظیم یہ بھی ہے کہ بوڑھے سفید ریش مسلمان کی عزت کرنا ،قرآن کا علم رکھنے والے کی عزت کرنا اور اس حاکم یا بادشاہ کی عزت کرنا جو لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کرتا ہو۔

(روضۃ المتقین : ۱/ ۳۹۰، دلیل الفالحین)

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

۳۵۵. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : " لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیَعْرِفْ شَرَفَ کَبِیْرِنَا" حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُد وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ. وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاؤدَ: "حَقَّ کَبِیْرِنَا" .

(۳۵۵) حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کے شرف کو نہیں پہچانتا۔

یہ حدیث صحیح ہے ،اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے ۔اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ۔اور ابوداؤد کی ایک

روایت میں: ہمارے بڑوں کا حق نہیں پہچانتا...... کے الفاظ آئے ہیں۔

تخریج حدیث(۳۵۵): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الرحمة . الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الصبیان .

کلمات حدیث: شرف : مرتبہ، بلندی۔ شَرف، شرفًا (باب کرم) بلند مرتبہ ہونا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آنے اور بڑوں کی تعظیم وتکریم کی تاکید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو چھوٹوں سے شفقت اور بڑوں کی تکریم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں یعنی ہمارے طریقہ پر نہیں ہے۔

(تحفة الاحوذی : ٦/٣٤، روضة المتقین :١/١٩١، دلیل الفالحین:٢/١٧٥)

لوگوں سے ان کے مرتبہ اور حیثیت کے موافق معاملہ کرو

٣٥٦. وَعَنْ مَيْمُوْنَ بْنِ اَبِیْ شَبِيْبٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا مَرَّبِهَا سَآئِلٌ فَاَعْطَتْهُ كِسْرَةً وَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَهَيْئَةٌ فَاَقْعَدَتْهُ فَاَكَلَ فَقِيْلَ لَهَا فِیْ ذٰلِكَ ؟ فَقَالَتْ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ لٰكِنْ قَالَ مَيْمُوْنٌ : لَمْ يُدْرِكْ عَآئِشَةَ وَقَدْ ذَكَرَهُ مُسْلِمٌ فِیْ اَوَّلِ صَحِيْحِهٖ تَعْلِيْقاً فَقَالَ : وَذُكِرَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ، وَذَكَرَهُ الْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ فِیْ كِتَابِهٖ "مَعْرِفَةُ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ" فَقَالَ : هُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ .

(٣٥٦) حضرت میمون بن ابی شبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا، آپ نے اسے روٹی کا ٹکڑا دیدیا، اور ایک شخص آیا جو اچھے کپڑوں اور اچھی حالت میں تھا، آپ نے اسے بٹھایا اور اسے کھلایا۔ کسی نے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق برتاؤ کرو، (ابوداؤد، لیکن ابوداؤد نے کہا کہ میمون راوی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زمانہ نہیں پایا) امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح کے شروع میں معلق روایت کیا ہے اور ذکر کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم لوگوں کے ساتھ ان کے مرتبے کے مطابق برتاؤ کریں، اور حاکم نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث(۳۵۶): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلهم .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے اس امر کی متعدد احادیث میں تاکید فرمائی کہ لوگوں سے معاملات میں ان کے مراتب کا خیال رکھا جائے، نماز کی صفوف میں ارباب عقل وعلم کو مقدم رکھا جائے، گفتگو میں بڑی عمر کے آدمی کو مقدم رکھا جائے، اور رسول کریم ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے متوجہ فرمایا کہ مسواک بڑے کو دیدیں اور یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشادفرمایا کہ لوگوں کے ساتھ ان کے مراتب کے مطابق معاملہ کرو۔

اس حدیث کی شرح میں ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے میں ارشادفرمایا ہے: ﴿ وَمَا مِنَّآ إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ﴿١٦٤﴾ ﴾ ''ہم میں سے ہرایک کا وہاں ایک مقرر مقام ہے۔'' اوراسی طرح قرآن کریم میں فرمایا ہے: ﴿ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ ﴾ ''اور ہم نے ان میں سے بعض کے درجات بعض پر بلند کئے۔'' یہی حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ہرایک کے ساتھ معاملہ اس کے مرتبے کے مطابق کیا جائے۔

(مرقات : ۹/۲۳۹، روضة المتقين : ۱/۳۹۱، دليل الفالحين : ۲/۱۷۶)

مجلس شوریٰ کے ارکان اہل علم وتقویٰ ہوں

۳۵۷۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَنَزَلَ عَلٰى ابْنِ اَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيْهِمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ الْقُرَّآءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَ مُشَاوَرَتِهٖ كُهُوْلاً كَانُوْا اَوْشُبَّاناً فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ اَخِيْهِ : يَاابْنَ اَخِي اَلَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْاَمِيْرِ فَاسْتَاْذِنْ لِيْ عَلَيْهِ فَاسْتَاْذَنَ لَهٗ فَاَذِنَ لَهٗ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ : هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ : فَوَاللّٰهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ فِيْنَا بِالْعَدْلِ فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى هَمَّ اَنْ يُّوْقِعَ بِهٖ فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ : يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ﴾ وَاِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ. وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَكَانَ وَقَّافاً عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۵۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس قیام کیا، حر ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس میں اپنے قریب جگہ دیتے تھے، قراء صحابہ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس مشاورت میں شرکت کرتے تھے عمر رسیدہ اور نوجوان بھی، عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا، بھتیجے تمہیں امیر المؤمنین کے یہاں خاص مقام حاصل ہے، میرے لئے ان سے ملنے کی اجازت لے لو، انہوں نے ان کے لئے اجازت طلب کرلی، جب وہ اندر داخل ہوئے تو بولے: اے عمر ابن الخطاب اللہ کی قسم تم ہمیں نہ زیادہ دیتے ہو نہ انصاف کرتے ہو، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ ہوگئے یہاں تک کہ ان کو سزا دینے کا ارادہ کیا، اس پر حر نے ان سے کہا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ درگزر کرو، بھلائی کا حکم دو، جاہلوں سے اعراض کرو، اور یہ شخص جاہلوں میں سے ہے، اللہ کی قسم جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی تو عمر وہیں رک گئے، اور وہ اللہ کی کتاب پر ٹھہر جانے والے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۳۵۷): صحيح البخاري، كتاب التفسير، سورة الاعراف .

کلمات حدیث: یُدنیهم : انہیں قریب کرتے ۔ اَدْنی، ادناءً (باب انفعال) قریب کرنا۔

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت میں کبار صحابہ، قراء اور ذی علم وفہم صحابۂ کرام شرکت فرمایا کرتے تھے، عیینہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناشائستہ الفاظ میں گفتگو کی جس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوگئے مگر جب حر بن قیس نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ درگزر کرو، نیکیوں کا حکم دو، اور جاہلوں سے اعراض کرو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ جاتا رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حکم قرآنی پر رک جانے والے تھے۔ (فتح الباری : ۷٤۲/۲)

بڑے عالم کو ہی مسائل بیان کرنا چاہئیں

۳۵۸۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ کُنْتُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا فَکُنْتُ اَحْفَظُ عَنْهُ فَمَا یَمْنَعُنِیْ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا اَنَّ هٰهُنَا رِجَالًا هُمْ اَسَنُّ مِنِّیْ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۳۵۸) حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ حیات میں لڑکا تھا، میں آپ ﷺ کی احادیث یاد کر لیتا تھا، مگر مجھے ان کے بیان کرنے میں مانع صرف یہ ہے کہ یہاں کچھ لوگ ہیں جو عمر میں مجھ سے بڑے ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۳۵۸): صحیح البخاری، کتاب الفضائل. صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب این یقوم الامام من المیت للصلاة علیه.

کلمات حدیث: أسن : بڑی عمر والا۔ کبیر السن. رجا لا هم أسن سني : مجھ سے عمر میں بڑے لوگ۔

راوی حدیث: حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ، غزوۂ بدر میں صغر سن کی بناء پر شرکت نہ کر سکے۔ احد میں جب حضور ﷺ نے ایک لڑکے کو اجازت دی تو سمرة نے کہا کہ میں کشتی میں اسے ہرا سکتا ہوں چنانچہ اس کو ہرا دیا تو آپ ﷺ نے سمرة کو اجازت دیدی، اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے، آپ سے ''۱۲۳'' احادیث مروی ہیں، جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ سنہ ٦٠ ھ میں انتقال فرمایا۔ (اسد الغابة : ۳۵۵/۲)

شرح حدیث: امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت بیس سال تھی اور انہوں نے اپنے آپ کو غلام کبار صحابہ کی مناسبت سے کہا ہے، بہر حال انہوں نے علم نبوی ﷺ حاصل کیا، قرآن اور حدیث نبوی کے علوم سے استفادہ کیا اور احادیث یاد کیں لیکن وہ اس علم کو بیان کرنے میں بعض اوقات متأمل ہوتے تھے کہ ان سے بڑی عمر کے صحابۂ کرام کی جماعت موجود تھی۔ ان کے احترام میں وہ احادیث رسول ﷺ بیان نہ فرماتے۔ (دلیل الفالحین: ۱۷۹/۲)

جو بوڑھے کی عزت کرے گا اس کی عزت کی جائے گی

۳۵۹۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخاً لِسِنِّهِ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عَنْ سِنِّهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

(۳۵۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی نوجوان بوڑھے انسان کی بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت ایسے شخص کو پیدا فرما دیتے ہیں جو اس کی عمر کی وجہ سے اس کی عزت کرے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

تخریج حدیث (۳۵۹): الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی اجلال الکبیر۔

کلمات حدیث: قَيَّضَ: مقرر فرمایا، قادر بنایا، مقدر فرمایا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مضمون یہ ہے کہ اگر کوئی انسان اپنی جوانی کے زمانے میں کسی بوڑھے کی تکریم اور تعظیم کرے کہ بوڑھا آدمی ایمان میں بھی مقدم ہے اور اس کی عمر کی زیادتی کے ساتھ اس کے اعمال صالحہ میں بھی اضافہ ہو چکا ہے، یہ جوان بوڑھا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خدمت اس کی توقیر اور اس کی تکریم کے لئے کسی جوان کو مقرر فرما دیتے ہیں، حدیث مبارک کے یہ الفاظ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کے اس عمل کو قبول فرماتے ہوئے اس کی عمر میں اور اس کے علم وعمل میں برکت عطا فرما دیتے ہیں اور اس کے لئے کسی جوان کو مقرر فرما دیتے ہیں جو اسی طرح توقیر کرے جیسے اس نے کی تھی۔

(تحفة الأحوذی: ۱۵۷/۶، دلیل الفالحین: ۱۷۹/۲)

الباب (۴۵)

زِيَارَةُ اَهْلِ الْخَيْرِ وَ مُجَالَسَتُهُمْ وَصُحْبَتُهُمْ وَمَحَبَّتُهُمْ وَطَلَبُ زِيَارَتِهِمْ وَالدُّعَآءُ مِنْهُمْ وَزِيَارَةُ الْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَةِ

زیارت اہل خیران کے ساتھ مجالست ان کی صحبت اوران سے محبت ان سے ملاقات کر کے درخواست دعاء اور متبرک مقامات کی زیارت

۱۳۵. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَـٰهُ لَآ أَبْرَحُ حَتَّىٰٓ أَبْلُغَ مَجْمَعَ ٱلْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِىَ حُقُبًا ﴿٦٠﴾ ﴾

اِلىٰ قَوْلِهٖ تَعَالىٰ :

﴿ قَالَ لَهُۥ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰٓ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے کہا کہ جب تک میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں میں ہٹوں گا نہیں خواہ میں برسوں چلتا رہوں۔'' (الکہف: ۶۰)

اس آیت تک کہ ''جب موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا کیا میں آپ کے ساتھ چلوں کہ آپ بھلائی کی وہ باتیں جو اللہ نے آپ کو سکھلائی ہیں مجھے بھی سکھا دیں۔'' (الکہف: ۶۶)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کا بیان ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو وعظ فرمارہے تھے اور نہایت مؤثر اور بیش بہا نصیحتیں فرمارہے تھے، کسی نے پوچھا کہ اے موسیٰ! کیا آپ سے بڑا بھی کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نفی میں جواب دیا جس پر اللہ سبحانہ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت ہوئی کہ مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے علم عطا فرمایا ہے تم ان کے پاس جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھی یوشع بن نون کو ساتھ لیکر روانہ ہوئے اور فرمایا کہ میں اس وقت چلتا رہوں گا جب تک میں مجمع البحر تک نہ پہنچ جاؤں، بہرکیف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور ان سے مدعا بیان کیا کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھلا دیجئے، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی تربیت فرمائی، بات یہ ہے کہ مجھے جزئیات کونیہ کا علم عطا ہوا ہے، جس میں تمہیں کم حصہ ملا ہے اور تمہیں علم شریعت عطا ہوا جس میں میرا علم تم سے کم ہے اور تمہارا اور میرا علم اللہ کے علم کے سامنے اتنا بھی نہیں ہے جتنا دریا سے چڑیا اپنے منہ میں پانی لیتی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے کی یہ شرط عائد کی کہ وہ کوئی بات نہیں پوچھیں گے جب تک وہ خود اس کے بارے میں نہ بتائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کرلیا، لیکن جو واقعات پیش آئے وہ بہت ہی عجیب وغریب تھے اور

شریعت کے ظاہری احکام کے برخلاف تھے جن کی بعد میں حضرت خضر علیہ السلام نے وضاحت کی اور انہیں بیان کیا۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ تحصیل علم کا ادب یہی ہے کہ شاگرد اپنے استاد کی تعظیم و تکریم کرے اور اس کی اتباع کرے اگر چہ فی نفسہ شاگرد استاد سے افضل و اعلیٰ کیوں نہ ہو، علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ طلب علم کے لئے سفر اور علماء اور فضلاء کی صحبت سے مستفید ہونے کے لئے دور دراز کا سفر کرنا ہمیشہ سلف صالح کی سنت رہی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث کے سننے کے لئے ایک ماہ کا سفر کر کے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ (تفسير عثماني، معارف القرآن، روضة المتقين : ١/ ٣٩٤)

١٣٦ . وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَٱصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ ﴾

اور فرمایا:

''اپنے نفس کو ان کے ساتھ وابستہ رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ان کی رضا طلب کرتے ہیں۔'' (الکہف: ۲۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں رسول کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ عیینہ بن حصن جیسے بڑے اور مالدار لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی رغبت میں ان فقراء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دوری نہ اختیار کریں، جو صبح و شام اللہ کی رضا کے لئے اسے پکارتے رہتے ہیں، بلکہ انہی اصحاب کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ رکھیے۔

امام نووی رحمہ اللہ کے اس آیت کریمہ کو اس باب میں لانے کا مقصود یہ ہے کہ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا زیادہ وقت اہل تقویٰ اور اہل فضل و کمال کی صحبت میں گزاریں اور مالداروں اور اہل دنیا سے دور رہیں۔

(تفسير عثماني، روضة المتقين : ١/ ٣٩٤، معارف القرآن : ٥/٥٧٥)

حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت کے لیے جانا

٣٦٠ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا . فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهَا بَكَتْ فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيْكِ؟ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ : اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ اَنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّ مَاعِنْدَاللّٰهِ تَعَالىٰ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَآءِ. فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَآءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۳۶۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آؤ ہم ام ایمن کی زیارت کے لئے چلیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ان سے ملنے جایا کرتے تھے، یہ دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں، ان دونوں حضرات نے کہا کہ کیوں روتی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ ﷺ کے لئے بہتر مقام ہے، انہوں نے کہا کہ میں اس لئے نہیں روتی کہ مجھے یہ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ کے لئے بہتر مقام ہے، میں اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، حضرت ام ایمن کی اس بات نے ان دونوں حضرات کو بھی آمادہ گریہ کردیا، اور یہ بھی ام ایمن کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٣٦٠): صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل ام ایمن رضی اللّٰہ عنھا.

کلمات حدیث: فَهَيَّجَتْهُمَا: ان دونوں کو آمادہ گریہ کردیا۔ هيج، تهييجًا (باب تفعیل) برانگیختہ کرنا۔ هاج، هَيَجَانًا (باب ضرب) جوش اور حرکت میں آنا، ھیجان، اضطراب۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت حضرت ام ایمن حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں، یہ حبشہ کی ایک باندی تھیں، جو حضرت عبداللہ کو وراثت میں ملی تھیں، رسول کریم ﷺ کو گود میں لیتیں اور کھلاتی تھیں، جب رسول کریم ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو رسول کریم ﷺ نے ان کو آزاد کردیا اور ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردیا اور انہی کے بطن سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جو رسول کریم ﷺ کو بہت محبوب تھے، حضرت ام ایمن رسول کریم ﷺ سے بہت محبت کرتی تھیں اور آپ ﷺ کے ساتھ بالکل ماں جیسا برتاؤ کرتیں، اور رسول کریم ﷺ بھی انہیں ماں ہی کے درجے میں سمجھتے اور کثرت سے ملنے جایا کرتے تھے، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صرف پانچ ماہ زندہ رہیں اور انتقال فرماگئیں۔

رسول کریم ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آؤ ہم ام ایمن کے گھر چلیں کیوں کہ رسول کریم ﷺ بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہ حضرات ان کے پاس پہنچے تو حضرت ام ایمن رسول اللہ ﷺ کو یاد کرکے رونے لگیں۔ ان حضرات نے کہا کہ آپ کیوں روتی ہیں، رسول اللہ ﷺ کا مقام و مرتبہ اللہ کے یہاں بہت بلند اور عظیم ہے، ام ایمن بولیں کہ یہ بات تو میں بھی جانتی ہوں، لیکن میں اس لئے روتی ہوں کہ حضور اکرم ﷺ اس دنیا میں تشریف رکھتے تھے تو جبرئیل امین آتے رہتے اور وحی کا سلسلہ مستقل قائم تھا، اب تو آسمان سے کوئی نامہ و پیام نہیں آتا، ام ایمن کی یہ بات سن کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی آبدیدہ ہوگئے۔

اس حدیث سے مستنبط ہوتا ہے کہ بزرگوں اور محترم لوگوں سے ملاقات کیلئے جانا چاہیے اور جن محترم لوگوں سے تعلق ہو ان کی وفات کے بعد ان کے متعلقین سے تعلق رکھنا چاہئے اور صالحین کے دنیا سے رخصت ہوجانے پر ان کی یاد میں آبدیدہ ہوجانا بھی ان سے اپنے تعلق کا اظہار ہے۔ (دلیل الفالحین: ٢/١٨٢، شرح صحیح مسلم للنووی: ١٦/٨)

اللہ والوں سے محبت کرنے کا صلہ

۳۶۱. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " اَنَّ رَجُلاً زَارَ اَخاً لَه' فِیْ قَرْیَةٍ اُخْرٰی فَاَرْصَدَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مَدْرَجَتِهٖ مَلَکاً فَلَمَّا اَتٰی عَلَیْهِ قَالَ: اَیْنَ تُرِیْدُ؟ قَالَ اُرِیْدُ اَخاً لِیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ . قَالَ هَلْ لَکَ عَلَیْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا عَلَیْهِ ؟

قَالَ: لاَ غَیْرَ اَنِّیْ اَحْبَبْتُه' فِی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ ! فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّکَ کَمَا اَحْبَبْتَه' فِیْهِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ : یُقَالُ : "اَرْصَدَه' " لِکَذَا اِذَا وَکَّلَه' بِحِفْظِهٖ: "وَالْمَدْرَجَةُ " بِفَتْحِ الْمِیْمِ وَالرَّآءِ الطَّرِیْقُ وَمَعْنٰی "تَرُبُّهَا " تَقُوْمُ بِهَا وَتَسْعٰی فِیْ صَلاَحِهَا

(۳۶۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کسی دوسری بستی میں گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا جو اس کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا، تو فرشتہ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ اس بستی میں میرا بھائی رہتا ہے اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کیا اس کا تمہارے اوپر کوئی احسان ہے جس کی وجہ سے تم اس سے ملنے جا رہے ہو، اس نے کہا کہ نہیں بس میں اس سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ اس پر فرشتے نے کہا کہ تو سن لو میں تمہاری طرف اللہ کا یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ جس طرح تم اس بھائی سے اللہ کی خاطر محبت کرتے ہو اللہ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔ (مسلم)

اَرْصَدَه' : کے معنی ہیں حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ مَدْرَجة : راستہ۔ تَرُبُّها : یعنی اسے استوار رکھتے ہو اور اس کی بہتری کے خواہاں ہو۔

تخریج حدیث(۳۶۱): صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والاداب، باب فضل الحب فی اللّٰه .

کلمات حدیث: اَرْصَدَ : راستے میں کھڑا کیا۔ ارصاد (باب افعال) راستے میں کھڑا کرنا۔ رَصَدَ رَصْدًا (باب نصر) انتظار کرنا۔ مَدْرجة : راستہ۔ دَرَجَ دُروجا (باب نصر) چلنا۔ دَرَجَ الرجل : سیڑھی پر چڑھنا۔ درجة : سیڑھی، زینہ کا ایک درجہ، جمع درجات . تَرُبّها : جس کو تم تربیت دے رہے، جس کا تمہیں خیال ہے۔ رَبَّ ربأ (باب نصر) انتظام کرنا۔

شرح حدیث: اللہ کی رضا کے خاطر کسی سے تعلق رکھنا اور صرف اسی غرض سے اس کی ملاقات کے لئے جانا نیکی ہے، اور اس پر بہت اجر وثواب ہے، علماء سے ملنے جانا اور صالحین سے ملنے جانا تاکہ ان سے کسی دین کی بات کا علم ہو اور ان کی مجلس میں بیٹھنے سے روحانی فائدہ حاصل ہو، بہت ہی نیکی اور اجر وثواب کا کام ہے۔ (دلیل الفالحین:۲/۱۸۴)

مسلمان بھائی کی زیارت کے لیے جانے کی فضیلت

۳۶۲. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ عَادَ مَرِیْضاً اَوْ زَارَ اَخاً لَه' فِی اللّٰهِ نَادَاهُ مُنَادٍ بِاَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاکَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلاً" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ

وَفِی بَعْضِ النُّسَخِ غَرِیْبٌ .

(۳۶۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی بیمار کی عیادت کی یا محض اللہ کی رضا کے لئے کسی بھائی سے ملنے گیا تو پکارنے والا اسے آواز دے کر کہتا ہے کہ مبارک ہو، اور مبارک ہو تیرا چلنا اور تو نے جنت میں اپنی جگہ بنالی۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن اور بعض نسخوں میں ہے کہ غریب ہے)

تخریج حدیث (۳۶۲): الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی زیارة الاخوان .

کلمات حدیث: طِبْتَ : تجھے خوشگوار ہو، مبارک ہو۔ طَاب، طیباً (باب ضرب) عمدہ ہونا، خوش گوار ہونا۔ تبوأت : تو نے جگہ بنالی، تو نے ٹھکانا بنالیا۔ تَبوأ المکان : کسی جگہ رہنا اقامت کرنا۔

شرح حدیث: مریض کی عیادت، حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ، اور کسی مسلمان بھائی سے ملاقات خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں حیات طیبہ کا وسیلہ اور جنت میں علو درجات کا ذریعہ ہے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مریض کی عیادت کرنے والا خرفة الجنة میں گھومتا پھرتا ہے کسی نے عرض کی کہ خرفۃ الجنۃ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے باغات۔

(روضة المتقين : ۳۹۷/۱، دليل الفالحين : ۱۸٤/۲، مرقاة شرح مشكوٰة : ٥/٢٥٥)

نیک لوگوں کی مجلس کی مثال مشک کی طرح ہے

۳۶۳. وَعَنْ اَبِی مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَجَلِیْسِ السُّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَنَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُحْذِیَکَ وَ اِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحاً طَیِّبَةً وَنَافِخُ الْکِیْرِ اِمَّا اَنْ یُحْرِقَ ثِیَابَکَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحاً مُنْتِنَةً " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. "یُحْذِیْکَ" یُعْطِیْکَ .

(۳۶۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے مشک رکھنے والا اور آگ کی بھٹی پھونکنے والا، مشک والا یا تو تمہیں مشک دیدے گا یا تم اس سے خریدلو گے یا تم اس کی لطیف خوشبو سونگھ لو گے، اور بھٹی پھونکنے والا ہوسکتا ہے تمہارے کپڑے جلا دے یا تم اس کی بدبو سونگھ لو۔ (متفق علیہ)

یُحْذِیْكَ : کے معنی ہیں تمہیں بطور عطیہ دیدے گا۔

تخریج حدیث (۳۶۳): صحيح البخاری، كتاب الذبائح، باب المسك . صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحين .

کلمات حدیث: يُحْذِيك : تجھے عطیہ دیدے۔ اَحْذَی احذاءً (باب افعال) مال غنیمت میں سے حصہ دینا۔ منتنة : بدبودار۔

نَتِنَ نَتنا (باب ضرب وسمع) بدبودار ہونا۔

شرح حدیث: انسان کے لئے لازم ہے کہ اچھے لوگوں کے ساتھ رہے اور برے لوگوں سے دور رہے اور ان سے اجتناب کرے کیوں کہ انسان پر ان لوگوں کا اثر پڑتا ہے جن کی صحبت میں رہتا ہے، اس بات کو حدیث مبارک میں بہت دلنشین اور عمدہ مثال سے واضح فرمایا ہے کہ ایک شخص ہے جو مشک فروخت کرتا ہے، مشک بہت لطیف خوشبودار اور بہت قیمتی چیز ہے، اگر کسی کی دوستی اور رفاقت مشک کے تاجر کے ساتھ ہو تو اس شخص کی اس تاجر سے دوستی کا کوئی نقصان نہیں البتہ فائدے کی تین صورتیں ہیں تاجر اسے ھدیۃً مشک دیدے یا یہ اس سے مشک خرید لے یا کم از کم جتنی دیر اس کے پاس بیٹھا ہے اتنی دیر مشک کی خوشبو سے تو ضرور لطف اندوز ہو رہا ہے، ایسے ہی اگر کسی عالم باعمل کی صحبت ہو تو وہ عالم تمہیں از خود کوئی دین کی بات بتادے گا یا تم اس سے سوال کر کے اس سے کوئی بات معلوم کرلو گے یا کم از کم جتنی دیر اس کے پاس رہو گے اس کے دینی اور روحانی فیض سے مستفید ہو گے۔

اور برے آدمی کی صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اس لوہار سے دوستی کرلے جس نے بھٹی لگا رکھی ہے۔ اب اگر کوئی اس کے پاس جا کر بیٹھے تو اس سے کیا حاصل ہوگا یہی کہ کپڑے جل جائیں گے، یا کم از کم بھٹی کی بدبو تو ضرور ناک میں داخل ہوگی۔

(فتح الباری: ۱/۱۰۹۸، مرقاۃ: ۹/۲۵۱، روضۃ المتقین: ۱/۳۹۷، مظاہر حق: ۴/۵۶۷)

نکاح کے لیے دیندار عورت کو ترجیح دینے کا حکم

۳۶۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تُنْکَحُ الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَمَعْنَاهُ اَنَّ النَّاسَ یَقْصُدُوْنَ فِی الْعَادَةِ مِنَ الْمَرْأَةِ هٰذِهِ الْخِصَالَ الْاَرْبَعَ فَاحْرِصْ اَنْتَ عَلٰی ذَاتِ الدِّیْنِ وَاظْفَرْ بِهَا وَاحْرِصْ عَلٰی صُحْبَتِهَا.

(۳۶۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی چار خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے اس سے نکاح کیا جاتا ہے، مال، نسب، جمال، اور دین، پس تو دین دار عورت کو حاصل کر تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (متفق علیہ)

یعنی لوگ عموماً عورتوں میں یہ خوبیاں تلاش کرتے ہیں لیکن تو دین والی کو حرص کر اور اسے حاصل کر اور اس کی رفاقت کی خواہش کر۔

تخریج حدیث (۳۶۴): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین. صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب نکاح ذات الدین.

کلمات حدیث: فَاظْفَرْ: تم کامیاب، کامیابی حاصل کرو۔ ظَفِرَ ظَفَرًا (باب سمع) مقصد حاصل ہونا، کامیاب ہونا۔ تَرِبَتْ یداك: تیرے دونوں ہاتھوں پر مٹی لگے، یہ لفظی ترجمہ ہے لیکن عربی زبان کے محاورے میں یہ جملہ بطور تنبیہ استعمال ہوتا ہے، یعنی ایسے موقع پر جب کسی اندیشہ یا خطرے پر متنبہ کرنا مقصود ہو۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فرمایا گیا کہ آدمی نکاح کرتے وقت عورت کے چار پہلوؤں پر نظر کرتا ہے اس کا حسن اور مال، یا اس کا حسب اور اس کا دین، لیکن بہتر یہ ہے کہ آدمی دین کو ترجیح دے کہ عورت کی رفاقت اور اس کا ساتھ عمر بھر کا ہے جب وقتی رفاقت اور دوستی میں ضروری ہے کہ دین والے سے دوستی کی جائے، تو نکاح کے وقت یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ عورت کے دین کے پہلو کو ترجیح دی جائے، ابن ماجہ کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں سے ان کے حسن کی خاطر نکاح نہ کرو کہ ہوسکتا ہے کہ ان کا حسن باعث ہلاکت بن جائے۔ عورتوں سے ان کے مال کی خاطر نکاح نہ کرو، ہوسکتا ہے کہ مال ان کی طبیعت میں سرکشی پیدا کردے۔ عورتوں سے نکاح ان کے دین کی خاطر کرو، اگر کوئی عورت کالی ہو مگر دین دار ہو تو وہ دوسری عورتوں سے افضل ہے۔

مقصود یہ ہے کہ دین کے پہلو کو ترجیح دی جائے لیکن اگر دیگر خوبیاں بھی موجود ہوں اور دین دار بھی ہو تو بہت ہی خوب ہے۔

(فتح الباری :۲/۹۸٤، صحیح مسلم للنووی : ۱۰/٤٤، روضة المتقین : ۱/۳۹۸)

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت

۳٦۵۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيْلَ: "مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَزُوْرَنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا؟" فَنَزَلَتْ: "وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳٦۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا مانع ہے اگر تم ہمارے پاس زیادہ آیا کرو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم تمہارے رب کے حکم سے آتے ہیں اُسی کے لئے ہے جو ہمارے سامنے ہے جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۳٦۵): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورة مریم.

کلمات حدیث: تَزُوْرُنَا : تم ہماری ملاقات کے لئے آتے ہو۔ زار، زیارة (باب نصر) ملاقات کرنا، ملنے جانا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کسی معاملے میں وحی کے منتظر تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کئی روز تک نہ آئے جس سے آپ ﷺ کی طبیعت پر بوجھ ہوا، ادھر کافر کہنے لگے کہ محمد کو اس کے رب نے خفا ہو کر چھوڑ دیا۔ اس طعن سے آپ ﷺ اور زیادہ دلگیر ہوئے، آخر جب جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جتنا تم آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے، اس پر یہ وحی نازل ہوئی کہ ہم تو عبد مامور ہیں، بدون حکم الٰہی ہم پَر بھی نہیں ہلا سکتے، ہمارا چڑھنا اترنا سب اسی کے اذن وحکم کے تابع ہے، وہ جس وقت اپنی حکمت کاملہ سے مناسب جانے ہمیں نیچے اترنے کا حکم دے کیوں کہ ہر زمانے اور ہر مکان کا علم اسی کو ہے، اور وہی جانتا ہے کہ فرشتہ کو پیغمبر کے پاس کس وقت بھیجنا چاہئے۔ (تفسیر عثمانی)

مؤمن سے دوستی رکھو اور کھانا متقی کو کھلاؤ

۳۶۶. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا یَاْکُلْ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدُ، وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ لَابَاسَ بِهٖ.

(۳۶۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صرف مؤمن ہی سے دوستی کرو اور تمہارا کھانا صرف متقی لوگ ہی کھائیں۔ (ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے روایت کیا اور سند میں کوئی کمی نہیں ہے)

تخریج حدیث(۳۶۶): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب من یؤمر ان یجالس. الجامع الترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی صحبة المؤمن.

کلمات حدیث: تقی: پرہیزگار، اللہ سے ڈرنے والا۔ تَقِیَ تقاءً (باب ضرب) پرہیزگار رہنا۔

شرح حدیث: انسان کا تعلق اچھے انسانوں سے ہونا چاہیے اور برے انسانوں سے تعلق رکھنا اپنے اعمال و اخلاق کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس کا قلبی تعلق اور اس کی مستقل مصاحبت اللہ کے نیک بندوں سے ہو، تاکہ ان کی نیک صحبت سے اسے فائدہ پہنچے۔

اسی طرح جب خلوص و محبت سے اپنے کھانے میں کسی کو شریک کرے وہ تقی اور پرہیزگار اللہ کا بندہ ہو۔

مقصود حدیث یہ ہے کہ ایک مسلمان کی قلبی وابستگی اہل تقوی اور اہل ایمان کے ساتھ ہو اور اس کا اٹھنا بیٹھنا ایسے لوگوں ہی کی معیت میں ہو، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان سب سے تعلق توڑ لے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اصل قلبی اور مستقل تعلق اور صحبت نیک لوگوں کے ساتھ ہو، اسی طرح کھانا کھلانے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف متقی ہی کو کھلائے، بلکہ غیر متقی کو بھی کھلا سکتا ہے بلکہ کافر کو بھی کھلا سکتا ہے۔

(معالم السنن: ٤/١١٥، المرقاة: ٨/٧٥١)

دوستی دیکھ کر نیک لوگوں سے رکھے

۳۶۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلُ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ وَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

(۳۶۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لئے آدمی کو دیکھنا چاہئے کہ کس سے دوستی کرے، (ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۳۶۷): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب من یؤمر ان یجالس. الجامع الترمذی، کتاب الزهد،

باب الرجل علی دین خلیله .

کلماتِ حدیث: یُخَالِل : خلیل بنائے، دوستی رکھے۔ خالَلَه، مُخَالَلَةً (باب مفاعلہ) دوستی کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا دوستی اور رفاقت کے تعلق سے پہلے دیکھنا چاہیے کہ کس سے دوستی کا رشتہ استوار کر رہے ہیں، کیوں کہ اس کی دوستی اور رفاقت کا اثر تمہارے اوپر ہوگا، اگر اچھا آدمی ہوگا تو اچھے اثرات مرتب ہوں گے اور برا آدمی ہوگا تو برے اثرات ہوں گے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دوستی سے پہلے پانچ امور دیکھنے چاہئیں:

(۱) صاحب عقل و ہوش مند ہو　(۲) اخلاق حسنہ کا مالک ہو

(۳) فاسق نہ ہو　(٤) بدعتی نہ ہو　(۵) اور دنیا کا حریص نہ ہو۔

امام غزالی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ حریص آدمی کے پاس بیٹھنے سے آدمی کی حرص کی سرشت جاگتی ہے اور زاہد کے پاس بیٹھنے سے طبیعت زہد کی طرف مائل ہوتی ہے، اس لئے انسان کو چاہئے کہ اہل تقویٰ کی مجلس کو اختیار کرے۔

(تحفة الأحوذی : ۷/۹٤، روضة المتقین : ۱/٤۰۰)

آدمی کا حشر دوست کے ساتھ ہوگا

۳٦۸. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَ شْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اَلرَّجُلُ یُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا یَلْحَقْ بِهِمْ ؟ قَالَ : "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ"

(۳٦۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ کسی نے کہا کہ آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے مگر ان سے ملا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی۔

تخریج حدیث (۳٦۸): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب علامة الحب فی اللّٰه . صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من احب .

کلماتِ حدیث: اَحَبَّ : جس سے محبت رکھے۔ حَبَّ حباً (باب ضرب) محبت کرنا۔

شرح حدیث: حدیث میں اس امر کی تاکید ہے کہ آدمی اپنا تعلق محبت و مودت صلحاء اور اتقیاء کے ساتھ اختیار کرے کہ یہ تعلق محبت اللہ کی رحمت سے اور اس کے فضل سے سبب نجات اور ذریعہ فلاح بن جائے گا اور آدمی کا انجام بخیر ہوگا، غرض جو لوگ سلف صالح سے محبت

رکھتے ہیں، صحابۂ کرام تابعین اور اتباع تابعین سے ان کو قلبی تعلق ہے اور صلحاء اور علماء سے محبت رکھتے ہیں وہ روز قیامت انہی لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور بیس کے قریب صحابۂ کرام نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں روایت کیا ہے، اور ابونعیم نے ان سب کو یکجا ایک کتاب میں ذکر کیا ہے جس کا نام انہوں نے کتاب المحبین مع المحبوبین رکھا ہے۔ (فتح الباری: ۳/ ۲۳۰)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ذریعۂ نجات ہے

۳۶۹. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا اَعْدَدتَّ لَهَا؟" قَالَ: حُبُّ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ قَالَ: "اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا: مَا اَعْدَدْتُّ لَهَا مِنْ كَثِيْرِ صَوْمٍ وَلَا صَلٰوةٍ وَلَا صَدَقَةٍ: وَلٰكِنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

(۳۶۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ کسی اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے، اس نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کی محبت، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ (متفق علیہ) الفاظ حدیث مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے بکثرت روزوں، نماز اور صدقہ سے تیاری تو نہیں کی ہے لیکن مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے۔

تخریج حدیث (۳۶۹): صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر. صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من احب.

کلمات حدیث: اَعْدَدتَّ: تو نے تیاری کی۔ أعده للأمر: کسی معاملے کے لئے تیار کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک بڑی روح پرور اور ایمان افروز ہے، کسی اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے بڑا حکیمانہ استفسار فرمایا کہ تو نے اس کی کیا تیاری کر رکھی ہے؟ کیوں کہ قیامت تو یقیناً آئے گی اور حساب کتاب بھی یقیناً ہوگا لیکن قیامت کا وقت معلوم ہو جانا انسان کے لئے کوئی بھی فائدہ اپنے اندر نہیں رکھتا، بلکہ ایک موقعہ پر فرمایا کہ من مات فقامت قیامته، (جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی) تو قیامت کے واقعات وحوادث کا سلسلہ تو آدمی کی اپنی موت سے شروع ہو جاتا ہے، اس لئے دریافت فرمایا کہ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہوئی ہے، اعرابی بھی سچا عاشق تھا، اس نے کہا کہ میں نے کوئی بڑی تیاری نہیں کی ہے نہ روزوں اور نمازوں کی کثرت ہے اور نہ صدقات کی بہتات، بس اتنا ہے کہ اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، فرمایا کہ تم انہی

کے ساتھ ہو گے جن سے تم محبت رکھتے ہو۔

محبت ہو تو اطاعت ساتھ آتی ہے جس کو اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ان کا فرمان بردار نہ ہو، کوئی رسول ﷺ کا عاشق ہو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی نہ کرے، اسی لئے فرمایا: ﴿ قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ ﴾ ''اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔''

محبت اور اتباع باہم گر لازم ہیں کبھی بات اتباع سے شروع ہوتی ہے اور پھر محبت بھی آجاتی ہے اور کبھی آغاز محبت سے ہوتا ہے جو کشاں کشاں در محبوب کی دریوزہ گری کی طرف کھینچ لیتی ہے۔

(فتح الباری: ۳/۲۳۰، صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۶/۱۵۴، روضة المتقین: ۱/۴۰۲، دلیل الفالحین: ۲/۱۹۰)

نیک لوگوں سے محبت کی وجہ سے جنت میں ان کی معیت نصیب ہوگی

۳۷۰. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَ لَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۷۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت رکھتا اور عمل میں ان تک نہیں پہنچتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی انہی کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۷۰): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب علامة الحب فی اللّٰه. صحیح مسلم، کتاب البر والصلة باب المرء مع من احب.

کلمات حدیث: لم یلحق بھم: عمل صالح میں ان کے برابر نہیں ہے۔ لحق، لحقاً (باب سمع) ملجانا، آملنا۔

شرح حدیث: ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت میں ساتھ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ جنت کے اعلیٰ حصوں میں مقامات بلند پر فائز ہوں گے، وہ جنت کے نچلے درجوں میں آ کر ان لوگوں سے ملاقات کریں گے، اور کبھی یہ ہوگا کہ جنت کے باغات میں کہیں ملاقات ہو جائے، یعنی محب اور محبوب جنت ہی میں ہوں گے اور باہم ملاقات بھی ہوگی اور یہ مطلب نہیں کہ مرتبہ اور درجہ بھی یکساں ہوگا بلکہ درجات اور مراتب مختلف ہوں گے۔ (روضة المتقین: ۱/۴۰۲، فتح الباری: ۳/۲۳۰)

لوگ معادن کی طرح ہیں

۳۷۱. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ

كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا ، وَالْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَاتَنَاكَرَمِنْهَا اخْتَلَفَ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ .

قَوْلُهُ: "اَلْاَرْوَاحُ" اَلَخ مِنْ رِوَايَةِ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا .

(۳۷۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ کانیں ہیں جیسے سونے اور چاندی کی کانیں ہوتی ہیں، جو ان میں زمانۂ جاہلیت میں اچھے ہیں وہ زمانہ اسلام میں بھی اچھے ہیں اگر وہ دین کا فہم رکھتے ہوں، ارواح مختلف لشکر ہیں جن کی عالم ارواح میں ملاقات ہوگئی وہ دنیا میں بھی باہم مانوس ہوں گے اور جو وہاں انجان رہے ان میں یہاں بھی بعد ہوگا۔ (مسلم) امام بخاری رحمہ اللہ نے الارواح کے لفظ سے آخرت تک یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

تخریج حدیث(۳۷۱): صحيح البخاری، کتاب الانبياء، باب الارواح جنود مجنده . صحيح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب خيار الناس .

کلمات حدیث: فَقِهُوا : انہوں نے بات سمجھ لی۔ فَقِهَ فقها (باب سمع) سمجھنا۔ فَقُه فقها (باب کرم) علم غالب ہونا۔ فقيه : فقہ کا جاننے والا جمع فقهاء . اِءتَلَفَ : مل گیا۔ إئتلاف (باب افتعال) ملنا، باہم دگر ایک ہونا۔ الف و ألفة : دوستی کرنا۔

شرح حدیث: لوگ کانوں کی طرح ہیں، جس طرح کانوں میں اعلیٰ اور قیمتی اشیاء بھی ہوتی ہیں جیسے سونا اور چاندی وغیرہ اسی طرح ان میں بعض خسیس اور نکمی اشیاء بھی ہوتی ہے، انسانوں میں بھی بعض بڑے اچھے اور اعلیٰ اخلاق و اوصاف کے حامل ہوتے ہیں اور بعض کے اخلاق و اوصاف ردی اور خسیس ہوتے ہیں اس بناء پر جب اسلام قبول کرنے اور دین کا فہم حاصل کرنے کے بعد سونا نکھر کر کندن بن گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ثابت ہوئے، یعنی طبعی خوبیاں اور فطری اوصاف موجود تھے اسلام سے ان میں نکھار آ گیا اور جودت پیدا ہوگئی۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تمام انسانوں سے عہد لیا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اور سب پکار اٹھے ہاں اے اللہ آپ ہمارے رب ہیں، اس وقت سارے انسان چیونٹیوں کی طرح ایک جگہ اکھٹے تھے جن ارواح کا وہاں تعارف ہوگیا دنیا میں بھی وہ ایک دوسرے سے مانوس ہیں اور جن میں وہاں اجنبیت تھی تو یہاں بھی اجنبیت برقرار ہے، یعنی دنیا میں جن انسانوں کے درمیان الفت و محبت کا تعلق ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان کی روحوں کا عالم ارواح میں تعلق ہوا تھا، اور جن کے درمیان یہاں منافرت اور لاتعلقی ہے تو اسی طرح عالم ارواح میں ان کی روحیں لاتعلق تھیں۔

غرض مقصودِ حدیث یہ ہے کہ انسان کا اصل شرف و فضل اس کے اخلاق و اعمال اور دین کا فہم ہے، دنیا کے مناصب کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اسلام میں شرف و فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔ (روضة المتقين : ۱/۴۰۲ ، دليل الفالحين : ۲/۱۹۱)

حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ کا تذکرہ

۳۷۲. وَعَنْ اُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو وَيُقَالُ ابْنُ جَابِرٍ وَهُوَ "بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ" قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا اَتٰى عَلَيْهِ اِمْدَادُ اَهْلِ الْيَمَنِ سَاَلَهُمْ : اَفِيْكُمْ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ حَتّٰى اَتٰى عَلٰى اُوَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهٗ : اَنْتَ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ : مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ ؟ قَالَ : نَعَمْ .قَالَ فَكَانَ بِكَ؟ بَرَصٌ فَبَرَاْتَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ : لَكَ وَالِدَةٌ؟ قَالَ : نَعَمْ: قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : " يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اِمْدَادِ اَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَاَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ: فَاسْتَغْفِرْ لِيْ فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ. فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ : اَيْنَ تُرِيْدُ ؟ قَالَ : اَلْكُوْفَةَ قَالَ. اَلَا اَكْتُبُ لَكَ اِلٰى عَامِلِهَا ؟ قَالَ اَكُوْنُ فِيْ غَبْرَآءِ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيَّ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِنْ اَشْرَافِهِمْ فَوَافَى عُمَرَ فَسَاَلَهٗ عَنْ اُوَيْسٍ فَقَالَ : تَرَكْتُهٗ رَثَّ الْبَيْتِ قَلِيْلَ الْمَتَاعِ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: " يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اِمْدَادِ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَاَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ " فَاَتٰى اُوَيْسًا فَقَالَ : اِسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ : اَنْتَ اَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ فَاسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ : لَقِيْتَ عُمَرَ قَالَ : نَعَمْ، فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ، فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ فَانْطَلَقَ عَلٰى وَجْهِهٖ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ اَيْضًا عَنْ اُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَهْلَ الْكُوْفَةِ وَفَدُوْا عَلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَفِيْهِمْ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بِاُوَيْسٍ فَقَالَ عُمَرُ: هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِنَ الْقَرَنِيِّيْنَ ؟ فَجَآءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ :" اِنَّ رَجُلاً يَاْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ اُمٍّ لَهٗ قَدْ كَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ تَعَالٰى فَاَذْهَبَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّيْنَارِ اَوِالدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ" وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : اِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ وَلَهٗ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ ."

قَوْلُهٗ، "غَبْرَآءُ النَّاسِ "بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَاِسْكَانِ الْبَآءِ وَبِالْمَدِّ وَهُمْ فُقَرَآءُ هُمْ وَصَعَالِيْكُهُمْ وَمَنْ لَا يُعْرَفُ عَيْنُهٗ مِنْ اَخْلَاطِهِمْ "وَالْاِمْدَادُ " جَمْعُ مَدَدٍ وَّهُمُ الْاَعْوَانُ وَالنَّاصِرُوْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُمِدُّوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْجِهَادِ .

(۳۷۲) اسیر بن عمرو سے روایت ہے انہیں ابن جابر بھی کہا جاتا ہے، اُسَیر کا لفظ الف کے پیش اور سین کے زبر کے ساتھ ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی اہل یمن کا لشکر آتا تو آپ دریافت فرماتے کہ کیا تم میں اویس بن عامر ہیں، یہاں تک

کہ اویس بن عامر آ گئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم اویس بن عامر ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ نے پوچھا تمہارا تعلق مراد کے قرن قبیلے سے ہے؟ انہوں نے کہاں کہ ہاں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے جسم پر برص کے داغ تھے وہ صحیح ہوگئے سوائے ایک درہم کے برابر حصے کے، جواب دیا ہاں پوچھا کیا تمہاری والدہ ہیں؟ کہا جی ہاں! اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے پاس مراد کے قرن قبیلے کا اویس بن عامر اہل یمن کے غازیوں کے ساتھ آئے گا جو جہاد میں لشکرِ اسلام کی مدد کرتے ہیں ان کے جسم پر برص کے نشان ہوں گے جو درہم کے حصے کے برابر کے علاوہ صحیح ہوگئے ہوں گے، وہ اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہوگا، اگر وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھالے تو یقیناً اللہ اس کی قسم کو پورا فرمادیں گے، اے عمر! اگر تم ان سے مغفرت کی دعا کرواسکو تو ضرور کروانا، اس لئے تم میرے لئے بخشش کی دعا کردو چنانچہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بخشش کی دعا کی۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ اب کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ فرمایا کہ کوفہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کوفہ کے گورنر کے پاس تمہارے لئے خط لکھ دوں۔ فرمایا کہ مجھے عام لوگوں میں رہنا زیادہ پسند ہے، اگلے سال یمن کے معزز لوگوں میں سے ایک شخص حج کو آیا اور اس کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تو آپ نے اس سے اویس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں ان کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان کی زندگی بہت سادہ ہے اور دنیا کا سامان بہت کم رکھتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے پاس مراد قبیلے کی شاخ قرن کا اویس بن عامر یمن کے رہنے والے امدادی گروہ کے ساتھ آئے گا، اس کو برص کی تکلیف ہوگی جو دور ہوچکی ہوگی سوائے ایک درہم کی مقدار کے، وہ اپنی والدہ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرنے والا ہوگا، اگر وہ اللہ کے نام کی قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم کو پوری فرمادیں گے، اگر تم ان سے مغفرت کی دعا کرواسکو تو ضرور کروانا۔

یہ شخص حج سے فراغت کے بعد حضرت اویس کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ میری بخشش کی دعا فرمائیں، انہوں نے فرمایا تم خود ابھی ابھی ایک نیک سفر سے آئے ہو تو تم میرے لئے طلب مغفرت کرو، پھر انہوں نے پوچھا کیا تم عمر سے ملے، اس نے کہا ہاں، اس پر اویس نے اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی، اس طرح لوگوں کو ان کے بارے میں علم ہوگیا، اور وہ اپنے راستہ پر چل پڑے۔

(مسلم)

مسلم کی دوسری روایت میں اسیر بن جابر سے مروی ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے ان میں سے ایک شخص حضرت اویس کا مذاق اڑاتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کیا یہاں قبیلہ قرن والوں میں سے کوئی ہے، یہ شخص آیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا اسے اویس کہا جاتا ہوگا وہ یمن میں اپنی والدہ کو چھوڑ کر آئے گا، اس کو برص کی بیماری تھی، اس نے اللہ سے دعا کی اللہ نے اس کی بیماری دور کردی، اب برص کا داغ ایک درہم یا دینار کے برابر رہ گیا ہے تم میں سے جو ملے اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرائے۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تابعین میں سب سے بہتر وہ ہے جسے اویس کہا جاتا ہے، ان کی والدہ ہیں ان کے جسم میں برص کے داغ تھے، تم اس سے کہنا کہ وہ تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرے۔

غبراء الناس : غریب ومفلس، غیر معروف لوگ۔ الامداد : جہاد میں مدد دینے والے۔

تخریج حدیث (۳۷۲): صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل اویس القرنی .

راوی حدیث: اُسَیر بن عمرو یا ابن جابر رضی اللہ عنہ، رسول کریم ﷺ کی رحلت کے وقت دس سال کے تھے، ان سے دو احادیث مروی ہیں، حجاج بن یوسف کے زمانے میں انتقال ہوا۔ (دلیل الفالحین : ۲/۱۹۲)

کلمات حدیث: غبراء : عام لوگ۔ بنو الغبراء : فقراء اور مساکین۔

شرح حدیث: حدیث مبارک حضرت اویس رضی اللہ عنہ جو سید التابعین تھے ان کے فضل وکمال کے بیان پر مشتمل ہے، رسول کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں پیشن گوئی فرمائی جو پوری ہوئی، رسول کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ ان سے اپنے حق میں دعا کرانا، حضرت اویس اپنی ماں کی خدمت میں مصروف رہے اور ان کی خدمت میں مصروف رہنے کی بناء پر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔

غرض حضرت اویس رضی اللہ عنہ ولی تھے اور مستجاب الدعوات تھے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان سے دعا کرانے کے لئے ارشاد فرمایا، حضرت اویس اپنے آپ کو چھپانے کے لئے عام لوگوں کے درمیان رہتے تھے، اور یہی طریقہ ان اولیاء عارفین کا ہے جن کو اگر کوئی روحانی کمال حاصل ہو تو وہ اس کا اظہار کرنے کے بجائے اسے چھپاتے ہیں۔ واللہ اعلم

(صحیح مسلم، بشرح النووی : ۱۶/۷۸، روضۃ المتقین : ۱/۴۰۴، دلیل الفالحین : ۲/۱۹۲)

رسول اللہ ﷺ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعاؤں کی درخواست

۳۷۳. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اسْتَاذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَاَذِنَ لِيْ وَقَالَ : " لَاتَنْسَنَا يَا اُخَيَّ مِنْ دُعَآئِكَ " فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ لِيْ بِهَا الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ : " اَشْرِكْنَا يَا اُخَيَّ فِيْ دُعَآئِكَ " حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۳۷۳) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عمرے کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے فرمایا اے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس جملے سے مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ اگر ساری دنیا بھی مل جائے تو اس قدر خوشی نہ ہوتی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی شریک رکھنا، (صحیح حدیث ہے جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۳۷۳): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء . الجامع الترمذی، ابو اب الدعوات، باب احادیث شتی .

کلمات حدیث: مایسرنی : مجھے خوشی نہیں ہوگی۔ سر، سرورًا (باب نصر) خوش ہونا۔

شرح حدیث: سفر پر جانے والے مسافر سے دعا کی درخواست کرنا مستحب ہے، خاص طور پر اگر مسافر حج اور عمرے کے سفر پر جا رہا ہو تو اس سے دعا کی درخواست کی جائے کہ وہ وہاں قبولیت کے مقامات پر دعا کرے۔

خود دعا کرنے والے کو بھی چاہیے کہ وہ دعا کو اپنی ذات تک محدود نہ رکھے بلکہ اپنی دعوات صالحات میں اپنے والدین کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے، نفلی اعمال میں خیر کے لئے بزرگوں، اساتذہ اور مشائخ سے سفر کی اجازت لینا مستحب ہے۔

(روضۃ المتقین : ۱/ ٤٠٥)

مسجدِ قبا کی فضیلت

۳۷۴. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُ قُبَآءَ رَاكِباً وَ مَاشِياً فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاتِيْ مَسْجِدَ قُبَآءَ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِباً وَمَاشِياً وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُه'.

(۳۷۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قبا تشریف لے جاتے تھے، کبھی سوار ہو کر اور کبھی پیدل، اور وہاں دو رکعت پڑھتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر یوم السبت کو قباء تشریف لے جاتے سوار ہو کر یا پیدل اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے۔

تخریج حدیث(۳۷۴): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب فضل الصلاۃ فی مسجد قباء . صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل مسجد قباء .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو قباء کے مقام پر قیام فرمایا اور یہیں اسلام کی اولین مسجد تعمیر فرمائی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى ٱلتَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ﴾

”جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ ﷺ اس میں نماز کے لئے کھڑے ہوں۔“

(التوبۃ : 108)

رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر یا پیدل مسجد قبا جاتے اور وہاں دو رکعت پڑھتے۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ ہفتہ کے روز جاتے اور مسجد قبا میں دو رکعت پڑھتے، مسجد قبا میں نماز کے بارے میں ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر وہ مسجد قبا آیا اور اس نے یہاں آ کر نماز پڑھی تو اس کو عمرہ ادا کرنے کا اجر ملے گا۔

حضرات شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور دیگر صحابہ مسجد قبا آ کر دوگانہ ادا کیا کرتے تھے۔

(فتح الباری : ۷۳۷/۱ ، روضة المتقين : ۴۰۶/۱)

البَابُ (٤٦)

فَضْلُ الْحُبِّ فِي اللّٰهِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ وَاعْلَامِ الرَّجُلِ مَنْ يُحِبُّه' اَنَّه' يُحِبُّه' وَمَاذَا يَقُوْلُ لَه' اِذَا اَعْلَمَه'

اللہ کے لئے محبت اور اس کی فضیلت جس شخص سے محبت ہو اسے بتا دینا اور اس کا جواب

۱۳۷ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾

اللہ سبحانہ نے فرمایا:

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحمدل ہیں۔'' (الفتح: ۲۹)

تفسیری نکات: قرآن کریم میں جنابِ نبی کریم ﷺ کا ذکر آپ کے اوصاف وخصائص کے ساتھ ہوا۔ یعنی یاایھا الرسول، یاایھا المزمل، البتہ چار مقامات پر آپ کا اسم گرامی محمد بھی آیا ہے جن میں سے ایک مقام یہ ہے۔

اس مقام پر مصلحت یہ تھی کہ صلح حدیبیہ کے صلح نامہ میں جب آپ ﷺ کے نام کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد رسول اللہ لکھا تو کفارِ قریش نے اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھنے پر اصرار کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بذریعہ حکم ربانی محمد بن عبداللہ لکھا جانا قبول فرمایا یہاں خصوصیت کے ساتھ محمد رسول اللہ لا کر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے آپ کا نام قرآن کریم میں ثبت فرما دیا۔

اس کے بعد صحابۂ کرام کے فضائل کا بیان ہوا، اور خصوصیت کے ساتھ دو اوصاف بیان کئے گئے۔

پہلا وصف یہ ہے کہ وہ کافروں پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ خلوص اور ایثار کے ساتھ پیش آتے ہیں اور جو مدینہ منورہ میں مقیم ہیں وہ اپنے ان بھائیوں سے محبت کرتے ہیں جو وطن چھوڑ کر یہاں آ گئے ہیں، یعنی ان کی دوستی اور دشمنی، محبت وعداوت کوئی چیز اپنے نفس کے۔لئے نہیں بلکہ سب اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے اور یہی کمال ایمان ہے۔

دوسرا وصف یہ بیان کیا گیا کہ وہ رکوع وسجود اور نماز میں مشغول رہتے ہیں، پہلا وصف کمال ایمان کی علامت تھی اور دوسرا وصف کمال عبودیت کی مثال ہے، نماز ان کا ایسا وظیفۂ حیات ہے کہ اس کے مخصوص آثار ان کے چہروں سے نمایاں ہوتے ہیں، بالخصوص نماز تہجد کا یہ اثر بہت زیادہ واضح ہوتا ہے جیسا کہ ابن ماجہ میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کی رات کی نماز بکثرت ہو دن میں اس کا چہرہ منور نظر آتا ہے۔ (معارف القرآن، تفسیر عثمانی، تفسیر مظہری)

۱۳۸ . وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَٱلَّذِينَ تَبَوَّءُو ٱلدَّارَ وَٱلْإِيمَٰنَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے، وہ محبت کرتے ہیں ان سے جو وطن چھوڑ کر آتے ہیں ان

کے پاس۔'' (الحشر:۹)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں انصار صحابہ کی فضیلت بیان کی گئی کہ وہ ان مہاجر صحابہ سے محبت کرتے ہیں جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے، ان انصار صحابہ نے مہاجرین کا ایسا اکرام اور استقبال کیا کہ ایک مہاجر کو اپنے پاس جگہ دینے کے لئے کئی کئی انصاری صحابہ نے درخواست کی اور نوبت یہاں تک آئی کہ بعض اوقات قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا گیا۔

تین خصلتوں سے حلاوتِ ایمان نصیب ہوتی ہے

۳۷۵. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : " ثَلاَثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَبِھِنَّ حَلاَوَ ۃَ الْاِیْمَانِ : اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا، وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لاَ یُحِبُّہٗ اِلاَّ لِلّٰہِ، وَاَنْ یَّکْرَہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ مِنْہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۳۷۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین خصلتیں ہیں جو اگر کسی میں پائی جائیں تو اس نے ایمان کی حلاوت پالی، اسے اللہ اور رسول سب سے زیادہ محبوب ہو جائیں، اس کی کسی سے محبت صرف اللہ کے لئے ہو اور کفر جس سے اللہ نے اسے نجات دی اس کی طرف پلٹنا اس کو آگ میں پھینکے جانے سے بھی ناگوار ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۷۵): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان . صحیح مسلم، کتاب الادب، باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الایمان .

کلمات حدیث: اَنْقَذَہٗ : اس کو نجات دلا دی، اس کو بچا لیا۔ انقذ، انقاذاً (باب افعال) نجات دلانا، خلاصی کرانا۔ أن یُقْذَفَ : یہ کہ پھینک دیا جائے، ڈال دیا جائے۔ قَذَفَ، قذفاً (باب ضرب) پھینکنا۔

شرح حدیث: تین باتیں ہیں وہ اگر کسی شخص میں موجود ہوں تو وہ حلاوت ایمان کو پالے گا، اس کی محبت کا مرکز اور منتہا اللہ اور اس کے رسول ہوں۔ کسی اور شئے کی محبت ان پر غالب نہ آئے، بلکہ ہر مقام پر غلبہ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کا ہو، یعنی اگر ایک طرف آل واولاد کی محبت ہو اور دنیا کی محبت ہو اور دوسری طرف اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ہو تو وہ اللہ اور رسول کے حکم پر چلے اور دنیا کو چھوڑ دے، اگر کسی سے محبت کرے تو وہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے۔ اور دہکتی آگ میں پھینک دیا جانا قبول ہو مگر ایمان کا چھوڑنا منظور نہ ہو۔

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں محبت سے محبت عقلی مراد ہے کہ اس امر کو ہوائے نفس پر ترجیح دے جس کی عقل سلیم متقاضی ہو، جیسے مریض طبعاً دواء کو ناپسند کرتا ہے مگر تقاضائے عقل یہ ہے کہ دوا پی کر حصول صحت کا اہتمام کرے، ہر انسان کے سامنے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جملہ احکام شریعت انسان کی صلاح وفلاح پر مبنی ہیں اور ان امور کا اختیار کرنا جن میں انسان کی صلاح اور فلاح ہو عقل سلیم کا تقاضا ہے اور انسان اگر اپنے آپ کو احکام شریعت پر عمل کا پابند بنا لے تو وہ ایک طرح کے اطمینان اور سکون کی کیفیت کو محسوس کرتا ہے اور قلب کا اطمینان اور روح کا سکون حلاوت ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ رب الارباب اور منعم حقیقی ہیں اور منعم سے محبت کرنا اور اس کا تابع فرمان رہنا عقل کا، روح کا اور طبیعت کا مقتضا ہے، اور رسول کریم ﷺ واسطہ ہیں تمام روحانی انعامات اور جملہ علوم الٰہیہ کا، اس لئے آپ ﷺ سے محبت ایک لازمی ضرورت ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسلام کا اصل اصول ہے اور حلاوت ایمان کا مفہوم درحقیقت یہ ہے کہ مسلمان کو طاعت میں لذت حاصل ہونے لگے اور نافرمانی اور عصیان سے اضطراب اور بے چینی محسوس ہونے لگے، اس مفہوم کی ایک اور حدیث ہے جس میں فرمایا ہے کہ اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ پر ایمان اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوگیا، ایمان کی حلاوت چکھنے اور اس کا ذائقہ محسوس کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان ویقین میں ایسے درجہ کمال کو پہنچ جائیں کہ قلب مطمئن ہو جائے، شرح صدر ہو جائے اور ایمانی کیفیات خون میں جذب ہو جائیں، اور وجود میں سرایت کر جائیں، یہی حلاوت ایمان ہے اور یہی ایمان کا ذائقہ ہے۔

(فتح الباری: ۱/۲۴۴، شرح مسلم النووی: ۲/۱۲، روضۃ المتقین: ۱/۴۰۷، دلیل الفالحین: ۲/۲۰۱)

****

عرش کے سایہ کی جگہ پانے والے خوش نصیبوں کا تذکرہ

۳۷۶۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِی ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ: اِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ رَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَ رَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَ تَفَرَّقَا عَلَیْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتُ حُسْنٍ وَ جَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ وَ رَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ." مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

(۳۷۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا اس دن جب اس کے سایہ کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا، امام عادل، نوجوان جو اللہ کی محبت میں پلا بڑھا، وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو، وہ دو آدمی جن کی آپس میں محبت اللہ کے لئے ہو، جب ملتے ہوں تو اسی پر ملتے ہوں اور جب جدا ہوتے ہوں تو اسی پر جدا ہوتے ہوں اور وہ آدمی جسے کوئی حسین وجمیل عورت بلائے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جو صدقہ کرے اور اس کو چھپائے یہاں تک کہ بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے اور وہ آدمی جس نے اپنی خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہہ نکلے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۷۶): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل اخفاء الصدقۃ۔

کلمات حدیث: نشأ: پلا بڑھا، پرورش پائی۔ نشأ، نشوءًا (باب فتح) پیدا ہونا، پھوٹنا۔ فاضت: بہ گئی۔ فاض فیضًا: (باب ضرب) بہہ نکل جانا۔ فاضت عینہ: آنسو بہ نکلے۔

شرح حدیث: سات اللہ کے بندے ایسے ہوں گے جو اس روز اللہ کے سائے میں ہوں گے جب اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، اللہ کے سایہ سے مراد اللہ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت کا سایہ ہے یا عرش کا سایہ مراد ہے جیسا کہ ایک روایت میں ظل عرشہ کے الفاظ آئے ہیں، یا پھر جنت اور اس کی نعمتوں کا سایہ مراد ہے جیسا کہ ارشاد ہے، وندخلهم ظلاً ظليلاً (اور ہم انہیں گہرے سائے میں داخل کریں گے)۔

یہ سات اللہ کے بندے یہ ہیں:

۱) امام عادل، جو عدل وانصاف کے ساتھ مسلمانوں کے مصالح بروئے کار لائے۔

۲) نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پلا بڑھا ہو، یعنی جس نے جوانی میں بھی ہوائے نفس سے کنارہ کر کے اللہ کی بندگی کو اپنا شیوہ بنائے رکھا ہو۔

۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے، یعنی ہر وقت منتظر رہے کہ نماز کا یا کسی عبادت کا وقت ہو اور مسجد میں جاؤں۔

٤) ایسے دو آدمی جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتے ہوں جب باہم ملیں تو اللہ کے لئے ملیں جب جدا ہوں تو اسی تعلق پر جدا ہوں، یعنی ان کی باہمی محبت کا کوئی دنیاوی سبب نہیں تھا، صرف اللہ کی محبت میں دونوں جمع ہوئے تھے اور موت نے ان کو جب جدا کیا تو وہ اسی تعلق پر قائم تھے۔

۵) وہ شخص جسے کوئی حسین وجمیل اور باحیثیت عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہے کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔

٦) وہ شخص جس نے اللہ کے راستہ میں اس قدر چھپا کر صدقہ دیا کہ بائیں ہاتھ کو علم نہ ہوا کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے، یہ بات نفلی صدقہ کے بارے میں ہے اور اس میں اخفاء اور سر کی فضیلت اس لئے ہے کہ اس صورت میں ریاکاری کا امکان نہیں ہے لیکن فرض زکوٰۃ میں علی الاعلان زکوٰۃ دینا بہتر ہے جیسا کہ فرض نماز مسجد میں سب کے سامنے افضل ہے اور نفلی نماز کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ افضل نماز آدمی کی اپنے گھر میں نماز ہے سوائے فرض کے۔

۷) اور وہ شخص جس نے اپنی خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہہ نکلے۔

(فتح الباری : ۱/۵۲۷ ، شرح مسلم ، النووی : ۷/۱۰۷ ، روضة المتقين : ۱/٤۰۸ ، دليل الفالحين : ۱/۲۰۲)

اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں محبت کرنے والوں کا اجر

۳۷۷. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ : اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۷۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائیں گے کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ عطا کروں گا جبکہ میرے سائے کے

علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۳۷۷): صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الحب فی الله .

کلمات حدیث: بِجَلَالِی : میرے جلال کے ساتھ، میرے جلال کی وجہ سے۔ جَلَّ، جلالٌ (باب ضرب) بڑی شان والا ہونا۔

شرح حدیث: یہ حدیث حدیث قدسی ہے، اور حدیث قدسی اسے کہتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائیں گے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کا باہمی تعلق میری وجہ سے تھا، میری اطاعت کے لئے تھا اور میری عظمت وجلال کے باعث تھا، آج میں ان کو اپنے سائے میں لیتا ہوں یعنی میں نے انہیں اپنے دامانِ رحمت میں لے لیا۔

(روضة المتقین : ۱/۴۱۰، دلیل الفالحین : ۲/۲۰۶)

سلام کی اشاعت دخولِ جنت کا سبب ہے

۳۷۸. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا . اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۳۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک تم مؤمن نہ ہو اور تم مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک باہم محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتلادوں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو باہمی محبت کرنے لگو، آپس میں سلام کو عام کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۳۷۸): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أنه لایدخل الجنة الا المؤمنون .

کلمات حدیث: أَفْشُوْ : پھیلاؤ۔ أَفْشیٰ، اِفشاءً (باب افعال) پھیلانا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص بغیر ایمان جنت میں نہیں جائیگا اور ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوگا جب تک اہل ایمان کے درمیان باہم محبت نہ ہو، اور فرمایا کہ محبت کے نشو ونما کا طریقہ سلام کی کثرت ہے۔

اہل ایمان کے درمیان محبت درحقیقت ایمان کی علامت ہے، ایمان کامل اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے اور جو اس محبت میں شریک ہیں اور جو اس سلسلہ میں جڑے ہوئے ہیں ان کے درمیان باہم مودت اور محبت کا تعلق قائم ہونا ایک فطری امر ہے، اور اس کی نشو ونما کے لئے اور اس کو ابھارنے اور تقویت دینے کے لئے باہم ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کرنا۔ ہر شخص کو سلام کرو۔ عرفت ام لم تعرف : "پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو" (روضة المتقین : ۱/۴۱۰)

اللہ تعالیٰ کی خاطر مسلمان بھائی کی زیارت کرنے والے کے لیے فرشتے کی دعا

۳۷۹. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَنَّ رَجُلاً زَارَ اَخًا لَهٗ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا" وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى قَوْلِهٖ: "اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَقَدْ سَبَقَ بِالْبَابِ قَبْلَهٗ.

(۳۷۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک آدمی اپنے بھائی سے ملاقات کے لئے دوسری بستی میں پہنچا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ مقرر فرما دیا، اس کے بعد اس قول تک حدیث بیان کی، کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے محبوب بنالیا جیسا کہ تو نے اس سے اللہ کی خاطر محبت کی۔ (مسلم) یہ حدیث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث(۳۷۹): صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل الحب فی اللّٰہ .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے رشتۂ محبت استوار رکھنا بہت عظیم عمل خیر ہے اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر کسی سے ملنے کے لئے سفر کرنا دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں باعث خیر اور اجر و برکت ہے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ (دلیل الفالحین : ۲/۲۰۷)

****

انصار صحابہ سے محبت ایمان کی علامت

۳۸۰. وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْاَنْصَارِ: "لَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ، مَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۸۰) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انصار کے بارے میں فرمایا کہ ان سے مؤمن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا جو ان سے محبت کرے گا اللہ اسے محبوب رکھے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۸۰): صحیح البخاری، کتاب فضائل الصدقۃ، باب مناقب الانصار . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان حب الانصار رضی اللّٰہ عنہم من الایمان .

شرح حدیث: انصار سے مراد وہ اصحاب رسول اللہ ﷺ ہیں جن کا تعلق قبیلہ اوس وخزرج سے ہے، انہوں نے رسول کریم ﷺ کی نصرت و مدد فرمائی، اس لئے انصار کہلائے، یعنی رسول کریم ﷺ اور اسلام کے اعوان و مددگار اور اسلام کی نصرت کے لئے کھڑا ہونے والا گروہ جنہوں نے مکہ مکرمہ سے آنے والے مہاجر مسلمانوں کو پناہ دی اور مدافعت اسلام میں بڑی ہمت اور جرأت اور شجاعت کے ساتھ حصہ لیا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے بہت محبت کی اور اپنے جان و مال کی قربانی دی اور اسلام کی خاطر سارے جہاں کی دشمنی مول لی، اس لئے ان سے محبت ایمان کی علامت اور ان سے بے رخی اور بے اعتنائی نفاق کی علامت ہے۔

(فتح الباری : ۲/۴٤۷ ، دلیل الفالحین : ۲/۲۰۷)

اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے والے قیامت کے دن نور کے ممبر پر ہوں گے

۳۸۱۔ وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : " قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَآءُ "رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۳۸۱) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرے جلال وعظمت کی خاطر محبت کرنے والے کہاں ہیں، ان کے لئے نور کے منبر ہیں اور انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۳۸۱): الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ماجاء فی الحب فی الله .

کلمات حدیث: یغبطهم : ان سے رشک کریں گے۔ غبط، غبطا (باب ضرب وسمع) دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر خواہش کرنا کہ میرے پاس بھی ہو۔

شرح حدیث: اللہ کے تعلق سے باہم محبت کرنے والوں کی فضیلت اور ان کے رفع درجات کا بیان ہے کہ ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے، اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی خاطر باہم محبت کرنے والے عرش کے پاس یاقوت کی کرسیوں پر فروکش ہوں گے، مگر شرط یہی ہے کہ یہ محبت خالصاً لوجہ اللہ ہو اور اس میں دنیا کی آلائش نہ ہو۔

روز قیامت اللہ کے یہاں ہر مؤمن کا اس کے اخلاق واعمال کے اعتبار سے ایک مرتبہ ومقام ہوگا۔ بلاشبہ شہداء اور انبیاء ان مؤمنین سے کہیں زیادہ بلند مرتبہ پر فائز ہوں گے اور انہیں بہت بلند درجات حاصل ہوں گے لیکن اس کے باوجود یہ خیال کریں گے کہ یہ خوبی بھی انہیں حاصل ہوتی اور وہ اپنے جملہ مراتب کے ساتھ خاص اس مرتبہ کے بھی حامل ہوتے۔ (تحفة الأحوذی : ۷/ ۱۱۰)

اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہوگئی

۳۸۲۔ وَعَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ : دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ فَاِذَا فَتًى بَرَّاقُ الثَّنَايَا وَاِذَا النَّاسُ مَعَهٗ فَاِذَا اخْتَلَفُوْا فِيْ شَيْءٍ اَسْنَدُوْهُ اِلَيْهِ وَصَدَرُوْا عَنْ رَأْيِهٖ فَسَاَلْتُ عَنْهُ فَقِيْلَ : هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ هَجَّرْتُ فَوَجَدْتُهٗ قَدْ سَبَقَنِيْ بِالتَّهْجِيْرِ وَوَجَدْتُهٗ يُصَلِّيْ فَانْتَظَرْتُهٗ حَتّٰى قَضٰى صَلٰوتَهٗ ثُمَّ جِئْتُهٗ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهٖ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ: وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ لِلّٰهِ فَقَالَ : آللّٰهِ؟ فَقُلْتُ : اللّٰهِ فَقَالَ: آللّٰهِ ؟ فَقُلْتُ : اللّٰهِ فَاَخَذَنِيْ بِحَبْوَةِ رِدَآئِيْ فَجَبَذَنِيْ اِلَيْهِ فَقَالَ: اَبْشِرْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ

وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ " حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّأِ بِإِسْنَادِهِ الصَّحِيْحِ .

قَوْلُهُ " هَجَّرْتُ " اَیْ بَكَّرْتُ ، وَهُوَ بِتَشْدِيْدِ الْجِيْمِ قَوْلُهُ : "آللّٰهِ " فَقُلْتُ : اَللّٰهِ الْاَوَّلُ بِهَمْزَةٍ مَمْدُوْدَةٍ لِلْاِسْتِفْهَامِ وَالثَّانِي بِلاَ مَدّ .

(۳۸۲) حضرت ابوادریس خولانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک نوجوان ہے جس کے دانت چمکدار ہیں اور لوگ اس کے ساتھ ہیں جب کسی معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہوتا ہے تو اس کی رائے پر سب متفق ہو جاتے ہیں۔ میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اگلے دن میں صبح سویرے ہی مسجد پہنچ گیا، میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے پہلے ہی آ چکے ہیں، میں نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے پایا میں نے انتظار کیا، یہاں تک کہ ان کی نماز پوری ہوگئی۔ میں سامنے کی طرف سے ان کے پاس آیا۔ انہیں سلام کیا اور عرض کیا کہ اللہ کی قسم میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں، انہوں نے کہا کیا واقعی؟ میں نے کہا کہ ہاں اللہ کی قسم، انہوں نے کہا کیا واقعی؟ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم، انہوں نے مجھے میری چادر کے کنارے سے پکڑا اور مجھے اپنی طرف کھینچا اور فرمایا خوش ہو جاؤ، کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری محبت واجب ہوگئی ان کے لئے جو میرے واسطے سے آپس میں محبت کرتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔ (یہ حدیث صحیح ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے اسے اپنی المؤطا میں روایت کیا ہے)

ہجرت کے معنی ہیں کہ میں صبح سویرے پہنچ گیا، آللہ فقلت اللہ، پہلا مد کے ساتھ ہے یعنی بطور استفہام اور دوسرا بغیر مد کے ہے۔

تخریج حدیث (۳۸۲): مؤطا الامام مالك، كتاب الشعر، باب ماجاء في المتحابين في الله .

کلمات حدیث: هجرت : میں صبح سویرے پہنچ گیا۔ حبوة : چادر کا کونہ۔ جبذنی : مجھے کھینچا۔ جبذ جبذاً (باب ضرب) کھینچنا۔

شرح حدیث: اللہ کے نیک بندے جو اللہ کے دین پر عمل کرتے ہیں اور شب و روز دین کے سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کرنے میں لگے رہتے ہیں، وہ ایک ایسے عالم میں ہوتے ہیں کہ دنیا اور اہل دنیا سے ان کا قلبی تعلق ختم ہو جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے وہی آدمی محبوب ہوتا ہے جو اس حب دین میں اس کا شریک ہو، اسے وہی اچھا لگتا ہے جو اس دین کی بات کرے۔ اسی کے لئے اپنی جان اپنا وقت اور اپنا مال خرچ کرے۔

اللہ کے دین سے محبت اور تعلق کی یہ کیفیت اور اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اعمال و احوال پر عمل کی یہ شیفتگی جس کی خاطر ہے وہ کیوں کر اس سے غافل ہو سکتا ہے، وہ بھی یہی کہتا ہے کہ ان لوگوں کو بشارت دیدو میری محبت بھی ان کے لئے ہے اور میرا تعلق بھی ان کے ساتھ ہے۔ (شرح الزرقاني على موطا الامام مالك : ٤/٤٤٥)

جس مؤمن سے محبت ہو اسے خبر کر دو

۳۸۳. وَعَنْ اَبِیْ کَرِیْمَةَ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا اَحَبَّ الرَّجُلُ اَخَاهُ فَلْیُخْبِرْهُ اَنَّهٗ یُحِبُّهٗ." رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(۳۸۳) ابو کریمہ مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے بتادے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ (اس روایت کو ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۳۸۳): الجامع الترمذی، ابو اب الزھد، باب ماجاء فی أعلام الحب. سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب إخبار الرجل الرجل بمحبته ایاه.

راوی حدیث: حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ، شام سے ایک وفد میں آپ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا، باقی زندگی شام میں گزاری، آپ سے ۴۷ احادیث منقول ہیں ۸۷ھ میں انتقال ہوا۔ (دلیل الفالحین: ۲/۲۱۰)

کلماتِ حدیث: فلیخبره: اسے چاہیے کہ وہ اسے بتادے۔ أخبر إخباراً (باب افعال) خبر دینا مطلع کرنا۔

شرح حدیث: کسی کے ساتھ دینی تعلق اور محبت ہو تو اس کو بتلا دینا چاہئے تا کہ وہ اس کے لئے دعائے خیر کرے اور اس کا قلب اس کی طرف متوجہ ہو اور اس طرح دونوں کے درمیان مناسبت پیدا ہو کر ایک روحانی رشتہ استوار ہو، نیز اس کو اطلاع دینے سے اس کے قلب کو سرور حاصل ہوگا، اور مسلمان کے دل میں خوشی اور مسرت داخل کرنا بجائے خود ثواب ہے۔

(دلیل الفالحین: ۲/۱۱۲، روضة المتقین: ۱/۴۱۴)

****

رسول اللہ ﷺ کا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محبت کی اطلاع دینا

۳۸۴. وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِیَدِهٖ وَقَالَ: "یَا مُعَاذُ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ ثُمَّ اُوْصِیْکَ یَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوةٍ تَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ" حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

(۳۸۴) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ تھاما اور کہا کہ اے معاذ! اللہ کی قسم میں تجھ سے محبت کرتا ہوں، پھر اے معاذ! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ضرور یہ کہنا کہ اللّٰھم أعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك.

تخریج حدیث(۳۸۴): سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار. سنن النسائی، کتاب الصلوٰۃ، باب الذکر بعد الدعاء.

کلمات حدیث: لاتدعن: تم کبھی نہ چھوڑنا۔ ودع، ودعًا (باب فتح) چھوڑنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ان کے نام سے پکارا اور فرمایا کہ معاذ مجھے تم سے محبت ہے، تم ضرور ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرو۔

"اللّٰهم أعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک."

حدیث مبارک سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل اور ان کے مقام کی وضاحت ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ان سے محبت رکھتے تھے اور محبت کا صلہ اور انعام رسول کریم ﷺ نے اس دعا کی صورت میں عطا فرمایا، ظاہر ہے کہ شاہ کونین ﷺ کا انعام اتنا ہی عظیم الشان ہونا چاہئے تھا جس قدر کہ یہ دعا عظیم الشان ہے۔ (دلیل الفالحین : ۲/۲۱۱)

محبت کی اطلاع دینے والے کے حق میں دعا

۳۸۵. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً کَانَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ رَجُلٌ بِهٖ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّ هٰذَا. فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَاَعْلَمْتَهٗ"؟" قَالَ: لَا. قَالَ: "اَعْلِمْهُ" فَلَحِقَهٗ فَقَالَ: اِنِّیْ اُحِبُّکَ فِی اللّٰهِ. فَقَالَ اَحَبَّکَ اللّٰهُ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَهٗ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

(۳۸۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص گزرا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں اس شخص سے محبت کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ تو نے اسے بتلا دیا۔ اس نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو بتادو۔ اس پر وہ شخص اس کے پاس گیا اور کہا کہ میں اللہ کیلئے تجھے محبوب رکھتا ہوں، اس نے اس کے جواب میں کہا کہ اللہ تجھے محبوب رکھے جس کی رضا کی خاطر تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ (ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث(۳۸۵): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب اخبار الرجل الرجل بمحبته ایاہ.

کلمات حدیث: أأعلمته: کیا تو نے اسے بتادیا ہے؟ أعلم إعلاماً (باب افعال) بتلانا، باخبر کرنا، مطلع کرنا۔

شرح حدیث: حدیث سابق میں بھی بیان ہو چکا ہے کہ جب کسی سے دین کے حوالے سے محبت ہو تو اسے بتا دینا چاہئے تا کہ وہ اپنی دعوات صالحات میں یاد رکھے اور محبت و تعلق میں اضافہ ہو اور اس اضافہ سے دونوں کو دینی اور روحانی فائدہ ہو، اس حدیث مبارک مین وہ جواب دیا گیا جو اس شخص کو دینا چاہئے جس سے کہا جائے کہ میں تجھ سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں تو وہ جواب میں کہے کہ جس اللہ کی خاطر تو مجھ سے محبت کرتا ہے میری دعا ہے کہ وہ تجھے اپنا محبوب بنالے۔ (دلیل الفالحین : ۲/۲۱۲)

الباب (۴۷)

علامات حب اللّٰه تعالیٰ العبد و الحث علی التخلق بها و السعی فی تحصیلها

اللہ سبحانہ کی اپنے بندے سے محبت کی علامات محبت والے اعمال کو اختیار کرنا اور انکے حصول کی سعی کرنا

۱۳۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

''آپ کہہ دیجئے، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور اللہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔'' (آل عمران: ۳۱)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ حُب الٰہی کا پیمانہ اتباع رسول ﷺ ہے یعنی جو شخص جس قدر رسول کریم ﷺ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے گا اور جس قدر آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرے گا اور اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرے گا، اسی قدر اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوگی اور وہ اس کے فضل و انعام کا مستحق ہوگا، جو علامت ہے کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے اور اس پر مہربانی اور شفقت فرماتا ہے، یہی نہیں بلکہ اللہ کی محبت اور حضور ﷺ کی اتباع کے نتیجے میں پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ کے لئے مزید انعامات کا دروازہ کھل جائے گا اور طرح طرح کی ظاہری اور باطنی مہربانیاں مبذول ہو جائیں گی۔ (تفسیر عثمانی)

۱۴۰. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَـٰفِرِينَ يُجَـٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ۝٥٤ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لائیں گے جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوں گے، وہ مؤمنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ وسعت والے اور جاننے والے ہیں۔'' (المائدۃ: ۵۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت کے مخاطب اہل ایمان ہیں، ان سے کہا جارہا ہے کہ وہ سب مرتد ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ ایک جماعت اٹھائیں گے جو دین کی حفاظت اور اس کی اشاعت کا فریضہ انجام دے گی اور ان کے حسب ذیل اوصاف ہوں گے۔

ان کی ایک عظیم صفت یہ ہوگی کہ اللہ ان سے محبت رکھے گا اور وہ اللہ سے محبت رکھیں گے، دوسری صفت اس جماعت کی یہ بیان کی گئی کہ یہ

مسلمانوں کے سامنے نرم دل اور کافروں کے مقابلہ میں سخت ہوں گے، یعنی ان کی محبت وعداوت اور دوستی اور دشمنی اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ صرف اللہ کے دین کی خاطر ہوگی، ان کی لڑائی کا رخ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرماں برداروں کی طرف نہیں بلکہ اس کے دشمنوں اور نافرمانوں کی طرف ہوگا، تیسری صفت اس جماعت کی یہ بیان کی گئی کہ یہ لوگ دین حق کی برتری اور غلبہ اور اشاعت کے لئے جہاد کرتے رہیں گے علاوہ چوتھی صفت ان میں یہ ہوگی کہ وہ اقامت دین کلمہ حق کی سربلندی کی کوشش میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔ (معارف القرآن)

اللہ تعالیٰ اپنے والی کی مدد فرماتے ہیں

۳۸٦. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :" اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ : مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُه' بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّه' فَاِذَا اَحْبَبْتُه' کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یَبْصُرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ اَعْطَیْتُه' وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّه' " رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

مَعْنٰی " اٰذَنْتُه' " : اَعْلَمْتُه' بِاَنِّیْ مُحَارِبٌ لَّه'. وَقَوْلُه' " اسْتَعَاذَنِیْ " رُوِیَ بِالْبَآءِ وَرُوِیَ بِالنُّوْنِ .

(۳۸٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرے دوست سے دشمنی کرے یقیناً میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور میرے بندے کا فرائض کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنا مجھے باقی تمام امور سے زیادہ محبوب ہے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، وہ اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں دیدیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری)

آذنته : میں اسے بتا دیتا ہوں کہ میری اس سے جنگ ہے۔ استعاذنی : نون کے ساتھ اور باء کے ساتھ دونوں طرح مروی ہے۔

تخریج حدیث(۳۸٦): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع .

شرح حدیث: اللہ کے ولی کی فضیلت اور اس کا اللہ کے یہاں مقام بیان ہوا ہے کیوں کہ جس سے اللہ محبت رکھے اور جو اللہ سے محبت رکھے وہ اپنی تدبیر چھوڑ کر اللہ کی تدبیر پر راضی ہوجاتا ہے اور اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع بنالیتا ہے، اور اس کا ہر قدم اسی کی جانب اٹھتا ہے اور اس کا ہر عمل اس کی رضا کے لئے ہوتا ہے، اس لئے کہ اللہ کی اطاعت سہل، آسان اور اس کے مزاج کے موافق ہوجاتی ہے اور اللہ کی نافرمانی دشوار، گراں، باعث زحمت اور مزاج پر گراں بن جاتی ہے (اس حدیث کی شرح اس سے پہلے حدیث ۹۷ میں گزر چکی ہے، وہاں ملاحظہ کی جائے۔) (روضة المتقین : ۱/۴۷٦)

نیک آدمی کی قبولیت آسمان سے زمین پر اتار دی جاتی ہے

۳۸۷۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ تَعَالٰى الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرِيْلَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِيْ فِيْ أَهْلِ السَّمَآءِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَقَالَ : " إِنِّيْ أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ : إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ. وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَيَقُوْلُ : إِنِّيْ أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيْلُ " ثُمَّ يُنَادِيْ فِيْ أَهْلِ السَّمَآءِ : إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوْهُ فَيُبْغِضُهُ أَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِي الْأَرْضِ ".

(۳۸۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام کو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں تو بھی اس سے محبت کر، اس پر جبرئیل آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں تم بھی محبت کرو، آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس کے لئے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (متفق علیہ)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بنا لیتے ہیں تو جبرئیل کو بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، جبرئیل اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمانوں سے نداء دیتے ہیں کہ اللہ نے فلاں بندے کو اپنا محبوب بنا لیا ہے تو تم اس سے محبت کرو تو آسمان والے اسے محبوب بنا لیتے ہیں پھر زمین میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند فرماتے ہیں تو جبرئیل کو بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندے کو ناپسند کرتا ہوں تم بھی اسے ناپسند کرو، جبرئیل اسے ناپسند کرتے ہیں، آسمان والوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو ناپسند کرتے ہیں تم اسے ناپسند کرو، اس پر آسمان والے اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں اور پھر یہ ناپسندیدگی زمین میں رکھ دی جاتی ہے۔

تخریج حدیث (۳۸۷): صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب ذکر الملائکۃ۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب اذا احب اللہ عبدًا احبہ لعبادہ۔

کلمات حدیث: نادی : آواز دی، پکارا۔ نادی، نداء مناداۃ (باب مفاعلہ) پکارنا، آواز دینا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی محبت سے مراد اس کی رحمت کا فضل وکرم اور اس کا اپنے بندے پر انعام واحسان ہے، چنانچہ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ دیکھ میرا فلاں بندہ میری رضا کا متلاشی ہے دیکھو میں اس پر اپنی

رحمت بھیج رہا ہوں، اس پر جبرئیل کہتے ہیں کہ اللہ کے فلاں بندے پر اللہ کی رحمت اور حملۃ العرش کہتے ہیں کہ اللہ کے فلاں بندے پر رحمت، اور ہر طرف کے فرشتے یہی کہتے ہیں یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں میں یہی پکار اور صدا ہوتی ہے اور پھر زمین پر اس بندے کیلئے رحمت نازل ہوتی ہے، محبت کی تین قسمیں ہیں، حب الٰہی، حب روحانی، اور حب طبعی، اللہ کی اپنے بندوں سے محبت حب الٰہی، فرشتوں کی بندوں سے محبت حب روحانی اور بندوں کی اللہ کے اس بندے سے محبت حب طبعی ہے، اور اس حدیث میں یہ تینوں موجود ہیں۔

زمین میں مقبولیت رکھے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کے قلوب اللہ کے اس بندے کی طرف مائل ہوجاتے ہیں اور اس سے راضی ہوجاتے ہیں۔ (فتح الباری : ۲/۲٦٤، روضة المتقین : ۱/٤١٦)

سورۂ اخلاص سے محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوئی

۳۸۸. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلاً عَلٰى سَرِيَّةٍ فَكَانَ يَقْرَأُ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ صَلَاتِهِمْ فَيَخْتِمُ " قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : "سَلُوْهُ لِاَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ؟" فَسَاَلُوْهُ، فَقَالَ : لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَبِهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَخْبِرُوْهُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۸۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر روانہ فرمایا، وہ جب نماز پڑھاتے تو اپنی نماز کو قل ھو اللہ احد پر ختم کرتے۔ جب لشکر کے لوگ واپس آئے تو انہوں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی تو آپ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ ان سے دریافت کرو کہ کیوں ایسا کرتے ہیں؟ لوگوں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس سورہ میں اللہ کی صفت بیان ہوئی ہے اس لئے مجھے یہ سورہ پڑھنا محبوب ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۸۸): صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ امته الی توحید اللّٰه تبارك و تعالیٰ، صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب قراء ة ﴿ قل هو اللّٰه احد ﴾.

کلمات حدیث: یختم : ختم کرنا۔ ختم ختاما (باب ضرب) فارغ ہونا، ختم کردینا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ روانہ فرمایا اور ایک صاحب کو اس کا امیر مقرر کیا، کہا گیا ہے کہ ان کا نام کلثوم بن ہدم تھا، مگر اس روایت میں تامل ہے اور وہ یہ کہ یہ صاحب نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد جلد ہی انتقال کر گئے تھے۔ (واللہ اعلم)

یہ صاحب اپنی ہر نماز میں کسی دوسری سورت کے ساتھ قل ھو اللہ احد بھی ملایا کرتے تھے، واپسی پر اہل لشکر نے رسول کریم ﷺ سے بیان کیا، تحقیق سے معلوم ہوا کہ چوں کہ سورۂ احد اللہ تعالیٰ کی صفت توحید پر مشتمل ہے اس لئے ان کو یہ سورۃ محبوب ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی انہیں محبوب رکھتے ہیں۔ (فتح الباری : ۳/۸۳٦)

البَابُ(٤٨)

اَلتَّحْذِیْرُ مِنْ اِیْذَآءِ الصَّالِحِیْنَ و الضعفة و المساکین
نیک لوگوں، کمزوروں اور مساکین کو ایذاء پہنچانے پر تحذیر

۱٤۱. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور جو لوگ مؤمن مردوں مؤمن عورتوں کو ایسے کام کی نسبت سے جو انہوں نے نہ کیا ہو ایذاء دیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر رکھا۔'' (الاحزاب: ۵۸)

تفسیری نکات: اہل ایمان جو ہر تہمت سے بری ہوں اور انہوں نے کوئی برا کام نہ کیا ہو ان کی جانب کسی برائی کو منسوب کرنا بہتان کبیرا اور گناہ عظیم ہے۔ سلف صالح میں سے کسی کے بارے میں اس طرح کی کوئی بات نقل کرنا جو ان کے مقام ومرتبہ کے شایان شان نہ ہو اور جو کام انہوں نے نہ کیا ہو وہ ان کی طرف منسوب کرنا یا کسی طرح کے عیب کی نسبت ان کی جانب کرنا گناہ ہے اور ایسا شخص اس وعید شدید میں داخل ہے، رافضی جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ عیوب اور نقائص بیان کرتے ہیں جن سے اللہ نے ان کو بری قرار دیا ہے یعنی وہ ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن کرتے ہیں جو اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ ان سے راضی ہوا اور جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں برے کلمات کہتے ہیں وہ ان اہل ایمان پر تہمت عائد کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بری فرمایا ہے اور ان سے راضی ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ (روضة المتقین : ۱/٤۱۹)

۱٤۲. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿٩﴾ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿١٠﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''یتیم پر ظلم نہ کرو اور مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔'' (الضحیٰ: ۱۰)

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَکَثِیْرَةٌ مِنْهَا حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِی الْبَابِ قَبْلَ هٰذَا : "مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُه بِالْحَرْبِ" وَمِنْهَا حَدِیْثُ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ السَّابِقُ فِیْ بَابِ مُلَاطَفَةِ الْیَتِیْمِ وَقَوْلُه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "یَا اَبَا بَکْرٍ لَئِنْ کُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّکَ."

اس موضوع سے متعلق بکثرت احادیث ہیں جن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث جو اس سے پہلے باب میں گزری ہے کہ جس نے میرے دوست سے دشمنی رکھی میں نے اس سے جنگ کا اعلان کر دیا، اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی

حدیث جو اس سے پہلے باب ملاطفۃ الیتیم میں گزر چکی ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر اگر تم نے انہیں ناراض کر دیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔

تفسیری نکات: دوسری آیت میں یتیم کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ یتیم کو کمزور اور لاوارث سمجھ کر اس کے مال پر مسلط نہ ہو جاؤ اور ان کے حقوق نہ دباؤ، بلکہ اس کے مال کی حفاظت کرو اور جب وہ سن رشد کو پہنچے تو اس کا مال دیانت و امانت کے ساتھ اس کے سپرد کر دو اور اس کے حقوق کے پورا کرنے کا اہتمام کرو، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے گھروں میں وہ گھر بہتر ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ احسان اور محبت کا سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (رواہ البخاری فی الادب المفرد)

سائل کو جھڑکنے کی ممانعت کی گئی خواہ وہ مال کا سائل ہو یا کوئی علمی بات پوچھنے والا ہو، بہتر یہ ہے کہ سائل کو کچھ دے کر رخصت کرے یا نرمی سے عذر کرے، اور زجر اور ڈانٹنے اور جھڑکنے کا رویہ ہرگز اختیار نہ کرے۔ اسی طرح طالب علم جو علمی سوال کرے یا دین کی کوئی بات دریافت کرے تو اس سے شفقت اور محبت کے ساتھ دینی یا علمی بات بتانا چاہئے کہ بات اس کے دلنشین ہو جائے اور اس کے دل میں اس پر عمل کی خواہش اور جذبہ بیدار ہو جائے۔ (معارف القرآن)

●●●●●●●●●●●●

فجر کی نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں آجاتا ہے

٣٨٩. وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبُهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ ثُمَّ يَكُبُّهُ عَلٰى وَجْهِهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٣٨٩) حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کے ضمانت میں ہے، دیکھو اللہ تم سے اپنی ضمانت کے بارے میں کوئی مطالبہ نہ کرے، اس لئے اگر وہ کسی سے اپنے ضمانت کے بارے میں کوئی بات طلب کرے گا تو وہ اسے گرفت میں لے آئے گا اور اس کو منہ کے بل جہنم کی آگ میں پھینک دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٣٨٩): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ.

کلمات حدیث: یکبہ : اسے الٹے منہ پھینک دے گا۔ کب کبا (باب نصر) اوندھا کرنا۔

شرح حدیث: نماز فجر پڑھ کر آدمی اللہ کے ذمہ میں آجاتا ہے، اب اس آدمی پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے بندگی کے اس عہد کو سارا دن نبھائے اور کوئی ایسی بات یا کام نہ کرے جو اللہ کی رضا کے خلاف ہو، غرض حدیث مبارک میں ان لوگوں کو فضیلت اور ان کے درجات کی بلندی کا بیان ہے جو اہتمام اور پابندی کے ساتھ صلوٰۃ الفجر ادا کرتے ہیں، ایسا شخص اللہ کی حفظ و امان میں ہوتا ہے اس لئے اسے چاہئے کہ وہ ان نمازیوں کو ایذاء دے کر جنہوں نے صبح کی نماز پڑھی اللہ کی ذمہ داری کو نہ توڑے، اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور

اسے سزا کے لئے طلب کریں گے اور جس کو اللہ طلب کریں وہ اسے ضرور پالیں گے۔ اس کی گرفت سے بچنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔

اس حدیث کی تشریح باب تعظیم حرمات المسلمین میں گزر چکی ہے۔ (نزهة المتقين: ۱/ ۳٤٤)

البَاب(٤٩)

اِجْرَآءُ اَحْكَامِ النَّاسِ عَلَى الظَّاهِرِ وَسَرَآئِرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى

اجراء احکام کا تعلق ظاہر سے ہے اور باطنی احوال اللہ کے سپرد ہیں

۱۴۳۔ قَالَ اللّٰهُ تعالىٰ:

﴿ فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُاْ الزَّكَوٰةَ فَخَلُّواْ سَبِيلَهُمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو''۔ (التوبۃ: ۵)

تفسیری نکات: اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ اگر کوئی کافر بظاہر کفر سے توبہ کر کے اسلامی برادری میں داخل ہو جائے جسکی بڑی علامت نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے تو پھر مسلمان کو ان سے تعرض کرنے اور ان کا راستہ روکنے کی اجازت نہیں، رہا باطن کا معاملہ تو وہ اللہ کے سپرد ہے مسلمانوں کا معاملہ اس کے ظاہر کو دیکھ کر ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

****

غلبۂ دین تک قتال جاری رکھنے کا حکم

۳۹۰۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَآءَ هُمْ وَاَمْوَا لَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۳۹۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کرتا رہوں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں جب وہ ایسا کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کرلیں گے سوائے حق اسلام کے اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۹۰): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلوۃ۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا۔

کلمات حدیث: عصموا: محفوظ کرلیں۔ عصم عصما (باب ضرب) محفوظ رکھنا۔

شرح حدیث: انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کی غرض وغایت یہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ سے بھٹکے ہوئے اللہ کے بندوں کو سیدھا راستہ دکھائیں اور انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سنائیں ان کا تزکیہ کر کے انہیں پوری طرح احکام الٰہی کا پابند بنائیں، اگر اس راہ میں رکاوٹ پیش آئے تو جہاد وقتال سے یہ رکاوٹ دور کی جائے تاکہ سب کے سب اللہ کو معبود برحق تسلیم کرلیں، اور نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ دینے

والے بن جائیں یعنی اسلام میں داخل ہو جائیں تو ان کے جان و مال محفوظ ہو جائیں گے۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ شہادتین کا اقرار اور رسول اللہ ﷺ جو احکام لے کر آئے ان سب کو تسلیم کرنا شرط ایمان ہے اور کلمہ توحید کے اقرار اور اعمال ظاہرہ کے بروئے کار لانے کے بعد انسان کے جان و مال محفوظ ہو جاتے ہیں اور سرائر کا معاملہ اللہ کے ذمے ہے۔ (فتح الباری : ۱/ ۲۵۱ ، روضۃ المتقین: ۱/ ۴۲۱ ، مظاہر حق جدید : ۱/ ۱۰۱)

ایمان قبول کرنے والے کی جان و مال محفوظ ہے

۳۹۱. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ طَارِقِ بْنِ اَشْیَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : " مَنْ قَالَ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَ کَفَرَ بِمَا یُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَرُمَ مَالُه‘ وَدَمُه‘ وَحِسَابُه‘ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۳۹۱) حضرت ابو عبداللہ طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اور اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کیا اس کی جان و مال حرام ہو گئے اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۳۹۱): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر لقتال الناس حتی یقولوا لاالہ الا اللہ .

راوی حدیث: حضرت طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ان سے چار احادیث مروی ہیں، واللہ اعلم۔

کلمات حدیث: کفر: کفر کیا، انکار کیا۔ کفر بما یعبد من دون اللہ : اللہ کے سوا جن کی بندگی کی جاتی ہے ان سب کا انکار کیا۔

شرح حدیث: اہل کفر میں سے اگر کوئی شخص شہادتین کا اقرار کرے اور اللہ کے رسول ﷺ کے لائے ہوئے تمام احکام کو تسلیم کر کے کفر کی تمام صورتوں کا انکار کر دے تو وہ ظاہری احکام میں اسلام میں داخل مقصود ہوگا اور اس کے جان و مال محفوظ ہوں گے۔

(روضۃ المتقین : ۱/ ۴۲۲، شرح مسلم النووی : ۱/ ۱۸۸)

میدانِ جنگ میں کلمہ پڑھنے والا مسلمان سمجھا جائے گا

۳۹۲. وَعَنْ اَبِیْ مَعْبَدِالْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ اِنْ لَقِیْتُ رَجُلاً مِنَ الْکُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰی یَدَیَّ بِالسَّیْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لاَذَمِنِّیْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ اَاَقْتُلُه‘ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا ؟ فَقَالَ :"لاَ تَقْتُلْهُ " فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَطَعَ اِحْدٰی یَدَیَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِکَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا؟ فَقَالَ : "لاَ تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَه‘ فَاِنَّه‘ بِمَنْزِلَتِکَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَه‘ وَاِنَّکَ بِمَنْزِلَتِهٖ قَبْلَ اَنْ یَقُوْلَ کَلِمَتَهُ الَّتِیْ قَالَ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

وَمَعْنیٰ " اِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِکَ" : اَیْ مَعْصُوْمُ الدَّمِ مَحْکُوْمٌ بِاِسْلاَمِهٖ وَ مَعْنَی "اِنَّکَ بِمَنْزِلَتِهٖ" اَیْ مُبَاحُ الدَّمِ بِالْقِصَاصِ لِوَرَثَتِهٖ لاَ اَنَّهٗ بِمَنْزِلَتِهٖ فِی الْکُفْرِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۳۹۲) حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی آپ فرمایئے اگر میرا سامنا کسی کافر سے ہو جائے اور ہم قتال کریں اور وہ میرے ہاتھ کو تلوار سے کاٹ دے اور میرے وار سے بچنے کے لئے درخت کی پناہ لے لے اور کہے کہ میں نے اللہ کے لئے اسلام قبول کیا، یارسول اللہ کیا اس کے یہ کلمہ کہنے کے بعد میں اسے قتل کرسکتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا، اسے مت قتل کرو اگر تو اسے قتل کرے گا تو وہ اس درجہ میں ہوگا جس پر تو قتل سے پہلے تھا اور تو اس درجہ میں ہوجائیگا جس پر وہ یہ کلمہ کہنے سے پہلے تھا۔

انه بمنزلتك : کے معنی ہیں کہ وہ معصوم الدم ہوگا اور اس کے اسلام کا حکم ہوگا، اور انك بمنزلتك کے معنی ہیں یعنی مباح الدم اور اس کے ورثاء قصاص لے سکیں گے، نہ یہ کہ وہ کفر میں اس کے درجہ میں ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

تخریج حدیث(۳۹۲): صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائكة بدرا . صحیح مسلم، کتاب الایمان، با ب تحريم قتل الكافر بعد ان قال لا اله الااللّٰه .

راوی حدیث: حضرت ابومعبد مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی، متعدد غزوات میں شرکت فرمائی، آپ سے "۴۲" احادیث مروی ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اسلام قبول کیا۔

شرح حدیث: امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ کافر اپنے کفر کی وجہ سے مباح الدم ہوتا ہے، (یعنی اس کا قتل جائز ہوتا ہے) اسلام قبول کرنے کے بعد وہ مسلمانوں کی طرح مصان الدم ہوگیا (یعنی اسکا قتل جائز نہ رہا، اور اس کا خون محفوظ قرار پا گیا) اب اگر مسلمان نے اسے قتل کردیا تو یہ مسلمان قصاص میں مباح الدم ہوگیا یعنی وارثوں کو قصاص لینے کا حق حاصل ہوگیا۔

(فتح الباری : ۲/۵۳٤ ، روضة المتقين : ۱/٤۲۲ ، دليل الفالحين : ۲/۲۲٤)

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خاص واقعہ

۳۹۳. وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ عَلٰى مِيَاهِهِمْ وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ رَجُلاً مِنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ : لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ فَكَفَّ عَنْهُ الْاَنْصَارِيُّ وَطَعَنْتُهٗ بِرُمْحِيْ حَتّٰى قَتَلْتُهٗ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ. " يَا اُسَامَةُ اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ مَا قَالَ لاَ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ ؟" قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا فَقَالَ : "اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ مَا قَالَ لاَاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ: "فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَقَالَ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَقَتَلْتَه' ؟ " قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا قَالَهَا خَوْفاً مِنَ السِّلاَحِ قَالَ :" اَفَلاَ شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ حَتّٰى تَعْلَمَ اَقَالَهَا اَمْ لاَ ؟ :" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّىْ اَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ .

"اَلْحُرَقَةُ" بِضَمِّ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِ الرَّآءِ : بَطْنٌ مِنْ جُهَيْنَةَ الْقَبِيْلَةِ الْمَعْرُوْفَةِ. وَقَوْلُه' " مُتَعَوِّذًا" : اَىْ مُعْتَصِمًا بِهَا مِنَ الْقَتْلِ لاَ مُعْتَقِدًا لَهَا .

(۳۹۳)　حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہینہ کی ایک شاخ حرقہ کی طرف بھیجا تو ہم صبح کے وقت ان کے پانی کے چشموں پر حملہ آور ہو گئے، میری اور انصاری کی دشمن قوم کے ایک شخص سے مڈبھیڑ ہو گئی جب ہم اس پر غالب آ گئے تو اس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا، انصاری نے تو اس سے ہاتھ روک لیا لیکن میں نے نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا، جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو یہ خبر نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اسامہ تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ تو جان بچانے کے لئے کہہ رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا، آپ ﷺ مسلسل یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اور تم نے اسے قتل کر دیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے یہ بات ہتھیار کے خوف سے کہی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا کہ تم جان لو کہ اس نے دل سے کہا تھا یا نہیں؟ آپ ﷺ یہ جملہ دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ میں اسی روز اسلام لاتا۔

حرقة : معروف قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ۔ متعوذاً : قتل سے بچنے کے لئے، نہ کہ اعتقاد سے۔

تخریج حدیث(۳۹۳):　صحيح البخارى، كتاب المغازى، باب بعث النبى ﷺ . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب تحريم قتل الكافر بعد ان قال لااله الا الله .

کلمات حدیث:　فَصَبَّحنا : ہم نے صبح کی۔ صَبَّح : صبح کی، صبح کے وقت پہنچے۔

شرح حدیث:　رسول کریم ﷺ نے ایک سریہ روانہ کیا جس میں حضرت اسامہ بن زید بھی تھے جب یہ جماعت جہینہ قبیلے کی ایک شاخ حرقہ کے قریب پہنچی تو انہوں نے صبح کے وقت ان مشرکین پر حملہ کر دیا۔

حضرت اسامہ نے میدان جنگ میں ایک ایسے کافر کو قتل کر دیا جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا تھا۔ جب رسول کریم ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود قتل کر دیا، اور آپ ﷺ نے بار بار یہی جملہ کہا، ابن التین کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ملامت کا یہ انداز آپ ﷺ کا تعلیم اور موعظت کا ایک اسلوب تھا تاکہ کوئی شخص آئندہ ایسے کسی شخص کو قتل کرنے کی جرأت نہ کرے جو یہ کلمہ کہہ لے، خواہ قتل کرنے والے کی نظر میں اس نے جان بچانے ہی کے لیے کہا ہو، اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے تمنا کی کہ میں آج ہی کے روز مسلمان ہوتا کہ اسلام سے ماسبق کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، میں آج اسلام لاتا تو میری یہ خطا بھی اسلام سے درگزر ہو جاتی۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ پتہ چلتا کہ اس نے یہ کلمہ دل سے کہا تھا یا نہیں؟ اس سے مراد یہ

ہے کہ مسلمان ظاہر کے مکلّف ہیں باطن کے مکلّف نہیں کیوں کہ کسی کے دل کا حال جاننے کی کوئی صورت نہیں ہے اس لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم زبانی اعتراف واقرار پر ہی اکتفاء کریں۔

(فتح الباری : ۶۱۶/۲ ، روضۃ المتقین : ۴۲۳/۱ ، دلیل الفالحین : ۲۲۶/۲)

کلمہ گو مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے

۳۹۴. وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثاً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَنَّهُمُ الْتَقَوْا فَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِذَا شَآءَ اَنْ يَّقْصِدَ اِلٰى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ لَهٗ فَقَتَلَهٗ وَاَنَّ رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ غَفْلَتَهٗ وَكُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّهٗ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَلَمَّا رَفَعَ عَلَيْهِ السَّيْفَ قَالَ : لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ فَقَتَلَهٗ فَجَآءَ الْبَشِيْرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ وَاَخْبَرَهٗ حَتّٰى اَخْبَرَهٗ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ فَدَعَاهُ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ : "لِمَ قَتَلْتَهٗ ؟" فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ وَقَتَلَ فُلاَناً وَفُلاَناً وَسَمّٰى لَهٗ نَفَراً وَاِنِّيْ حَمَلْتُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَأَى السَّيْفَ قَالَ : لاَاِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَقَتَلْتَهٗ ؟" قَالَ نَعَمْ قَالَ :" فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلاَ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ اِذَا جَآئَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؟" قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْلِيْ قَالَ : "وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اِذَا جَآءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟" فَجَعَلَ لاَ يَزِيْدُ عَلٰى اَنْ يَّقُوْلَ : "كَيْفَ تَصْنَعُ بِلاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اِذَا جَآئَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۳۹۴) حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی ایک جماعت کی طرف مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ فرمایا، دونوں کا مقابلہ ہوا کافروں میں ایک شخص تھا وہ جس مسلمان کو قتل کرنا چاہتا قتل کر دیتا، مسلمانوں میں سے بھی ایک شخص اس کی غفلت کو تاڑنے لگا ہم آپس میں کہہ رہے تھے کہ یہ اسامہ بن زید ہیں جب انہوں نے کافر پر تلوار اٹھائی تو اس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا لیکن انہوں نے اسے قتل کر دیا، خوشخبری دینے والا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے اس سے حالات دریافت کئے اس نے بتلائے یہاں تک اس نے اس آدمی کا واقعہ بھی بیان کیا کہ اس نے کس طرح قتل کیا آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے اس کو کیوں قتل کیا؟ اس نے عرض کی یارسول اللہ اس نے مسلمانوں کو بہت تکلیف پہنچائی اور فلاں فلاں کو قتل کر دیا، اور کئی لوگوں کے نام لے کر بتایا، میں نے اس پر حملہ کیا، جب اس نے تلوار دیکھی تو اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اسے قتل کر دیا اس نے کہا کہ ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس وقت کیا کرو گے جب روز قیامت لا الہ الا اللہ آئے گا، اس نے عرض کی کہ یارسول اللہ میرے لئے استغفار فرما دیں، آپ ﷺ مسلسل ہی فرماتے جاتے تھے تم اس وقت کیا کرو گے جب روز قیامت لا الہ الا اللہ آئے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۳۹۴): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لاالہ الااللّٰہ .

کلمات حدیث: التقوا : باہم ملے۔ التقاء (باب افتعال) باہم ملنا۔ أوجع في المسلمين : مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی، مسلمانوں کو قتل کیا۔

شرح حدیث: اس کافر کے قتل کیے جانے پر جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا تھا رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس روز تم کیا کرو گے جب یہ کلمہ لا الہ الا اللہ اس شخص کے حق میں شفیع بن کر آئے گا، اور کہے گا کہ تم نے اس شخص کو کیوں قتل کر دیا جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا تھا۔

(فتح الباری : ۲/۶۱۶ ، روضة المتقين : ۱/۴۲۴ ، شرح مسلم النووی : ۲/۸۸)

ایمان وکفر کا فیصلہ ظاہری اعمال پر ہے

۳۹۵. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ :" اِنَّ نَا ساً كَانُوْا يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ وَاِنَّمَا نَاْخُذُكُمُ الْاٰنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا اَمَّنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ وَلَيْسَ لَنَا مِنْ سَرِيْرَتِهٖ شَيْءٌ اَللّٰهُ يُحَاسِبُهٗ فِيْ سَرِيْرَتِهٖ وَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا سُوْءًا لَمْ نَاْمَنْهُ وَ لَمْ نُصَدِّقْهُ وَاِنْ قَالَ اِنَّ سَرِيْرَتَهٗ حَسَنَةٌ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۹۵) حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطاب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ زمانہ رسول اللہ ﷺ میں بعض لوگوں پر بذریعہ وحی مواخذہ ہو جاتا تھا، اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، اب ہم تمہارے ظاہری اعمال پر مواخذہ کریں گے جس آدمی کے ہمارے سامنے اچھے اعمال ہوں گے اس کو ہم امن دیں گے اور اپنے قریب کریں گے اور ہمیں اس کے باطن سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کے باطن کا حساب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اور جس نے ہمارے سامنے کوئی برا کام کیا نہ تو ہم اسے امن دیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے اگر چہ وہ یہ کہے کہ میرا باطن اچھا ہے۔ (بخاری)

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی سابقین اسلام میں سے ہیں، حبشہ ہجرت کی اور وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں انتقال فرمایا۔

(الاصابة في تمييز الصحابة، طبقات ابن سعد)

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حیات طیبہ میں وحی کا سلسلہ جاری تھا اور رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی لوگوں کے نفاق اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے کید اور مکر کی اطلاع ہو جاتی تھی، اب رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں نہیں رہے اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم لوگوں کے ظاہر کو دیکھیں اور ان کے ساتھ ان کے ظاہری اعمال کے مطابق برتاؤ کریں اور ان کے دلوں میں چھپے ہوئے راز اور بھید اللہ کے حوالے کریں کہ وہی باطن کا حساب کرنے والا ہے۔

(فتح الباری : ۲/۷۶ ، روضة المتقين : ۱/۴۲۵)

الباب (۵۰)

بَابُ الْخَوْفِ
اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا بیان

۱۴۴ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور مجھ ہی سے ڈرو۔'' (البقرۃ: ۴۰)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ اگر تم ڈرتے ہو تو پھر مجھ سے ہی ڈرو یعنی مجھ سے عہد شکنی اور تمام اوامر ونواہی کے معاملے میں ڈرو، رھبۃ ایسا خوف ہے جس میں پرہیز اور بچاؤ ہو جس میں کسی برے کام کے انجام کا خوف ہو، حدیث میں ہے کہ مؤمن کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے ڈرے۔ (تفسیر مظھری)

۱۴۵ . وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''بیشک تمہارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔'' (البروج: ۱۲)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی شدید ہے اور وہ جب کسی عاصی نافرمان اور ظالم کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ بہت سخت بڑی دردناک اور بہت شدید ہوتی ہے۔ (روضة المتقين : ١/٤٢٦)

۱۴۶ . وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ ٱلْقُرَىٰ وَهِىَ ظَٰلِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُۥٓ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ ٱلْءَاخِرَةِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ ٱلنَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهُۥٓ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ﴿١٠٤﴾ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِىٌّ وَسَعِيدٌ ﴿١٠٥﴾ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ شَقُوا۟ فَفِى ٱلنَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿١٠٦﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''اور اسی طرح ہوتی ہے تمہارے رب کی پکڑ جب وہ نافرمان بستیوں کو پکڑتا ہے، اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور شدید ہے، ان واقعات میں اس شخص کے لئے جو عذاب آخرت سے ڈرتا ہے عبرت کی نشانی ہے یہ وہ دن ہوگا جس میں سب اکھٹے کئے جائیں گے، اور یہی وہ دن ہوگا جس میں اللہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے، اور ہم نے اسے ایک وقت مقرر تک مؤخر کیا ہوا ہے، جب وہ دن آئے گا

کوئی جاندار اس کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا ان میں کچھ شقی ہوں گے اور کچھ سعید، شقی جہنم میں ہوں گے جہاں وہ چلائیں گے اور دھاڑیں ماریں گے۔'' (ھود:۱۰۲)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ گزشتہ اقوام پر عذاب اس وجہ سے ہوا کہ وہ مستحق عذاب تھے اور وہ ظالم تھے اس لئے انہیں ظلم کی سزا ملی، حضرت ابوموسیٰ اشعری راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے آخر جب اس کی گرفت کرتا ہے تو ایسی کرتا ہے کہ وہ چھوٹ نہیں سکتا، گزشتہ اقوام کے واقعات میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے ہی آخرت کے عذاب کی ہولنا کی کا پورا پورا اندازہ کر سکتے ہیں، جبکہ منکرین آخرت تو جانوروں کی طرح فہم وبصیرت سے عاری ہیں وہ کہاں اس عذاب کی شدت کو سمجھ سکتے ہیں، قیامت کا دن ایسا دن ہوگا جس میں تمام انسان جمع ہوں گے اور سب حاضر کئے جائیں گے اور مدت مقررہ پوری ہو جائے گی، کوئی انسان بغیر اجازت بات نہیں کر سکے گا، ان میں کچھ شقی ہوں گے اور کچھ سعید۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ نکلے، بقیع میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ بھی چھڑی ہاتھ میں لئے تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ کچھ دیر چھڑی سے زمین کریدتے رہے اور فرمایا کہ کوئی جان کسی بدن میں پھونکی ہوئی ایسی نہیں کہ جنت یا دوزخ میں اس کے لئے جگہ لکھ نہ دی گئی ہو یا اس کا شقی یا سعید ہونا لکھ نہ دیا گیا ہو، ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ پھر اپنے مقدر میں لکھے ہوئے پر بھروسہ کروں اور عمل ترک کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا عمل کئے جاؤ ہر ایک کو تقدیر میں لکھے ہوئے عمل کی توفیق دی جاتی ہے شقاوت والوں کو اہل شقاوت کے عمل کی اور اہل سعادت کو سعادت مندوں کے عمل کی توفیق دی جاتی ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝٥ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝٦ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝٧﴾ سو جو لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ اس میں چیخ وپکار کر رہے ہوں گے، آیت میں زفیر وشہیق کے الفاظ ہیں، زفیر گدھے کی ابتدائی آواز، اور شہیق گدھے کی آخری آواز کے لئے ہوتا ہے۔ (معارف القرآن، تفسیری مظہری)

۱۴۷. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ﴾

اور فرمایا کہ

''اور اللہ تم کو اپنے غضب سے ڈراتا ہے۔'' (آل عمران:۲۸)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے، اور یہ بھی اللہ کا کرم ہے اور اس کا احسان ہے کہ اس نے انسان کو پہلے ہی سے عذاب آخرت پر متنبہ کر دیا کہ انسان اگر چاہے تو ابھی سے اس کے بچنے کی تدبیر کرلے۔

۱۴۸. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝٣٤ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝٣٥ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝٣٦ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝٣٧ ﴾

اور فرمایا کہ

''اس دن آدمی دور بھاگے گا اپنے بھائی ماں سے، اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے، اس روز ہر شخص اپنی فکر میں ہوگا جو دوسرے سے غافل بنا دے گی۔'' (عبس: ۳۸)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ روز قیامت اتنا سخت ہوگا کہ آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے دور بھاگے گا کہ کوئی کسی کو نہ پوچھے گا اور نہ کوئی کسی کو جانتا پہچانتا ہوگا۔

۱۴۹. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ ٱلسَّاعَةِ شَىْءٌ عَظِيمٌ ۝١ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى ٱلنَّاسَ سُكَـٰرَىٰ وَمَا هُم بِسُكَـٰرَىٰ وَلَـٰكِنَّ عَذَابَ ٱللَّهِ شَدِيدٌ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے، قیامت کا زلزلہ بہت ہی عظیم ہے اس دن تم دیکھو گے کہ دودھ پلانے والی عورتیں اپنے شیر خوار بچوں کو بھول جائیں گی، اور حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے وہ مدہوش نہ ہوں گے مگر اللہ کا عذاب بہت شدید ہے۔'' (الحج: ۱)

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں فرمایا کہ قیامت کا بھونچال بڑا شدید ہوگا، ساری زمین ہلا ماری جائے گی، ہیبت اور خوف کی شدت کا یہ عالم ہوگا کہ حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور دودھ پلانے والی عورتیں اپنے شیر خوار بچوں سے غافل ہو جائیں گی اور اس قدر پریشانی اور گھبراہٹ طاری ہوگی کہ انسان ایسے لگیں گے جیسے نشہ کی کیفیت میں ہوں، نشہ نہیں ہوگا بلکہ اللہ کے عذاب کا خوف اور اہوال وشدائد کی سختی ہوش گم کر دے گی۔ (تفسیر عثمانی)

۱۵۰. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ جَنَّتَانِ ۝٤٦ ﴾

اور ارشاد فرمایا کہ

''اور جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اس کے لئے دو باغ ہیں۔'' (الرحمٰن: ۴۶)

تفسیری نکات: ساتویں آیت میں فرمایا کہ جو شخص دنیا میں ڈرتا رہا کہ ایک روز اپنے رب کے سامنے جواب دہی کے لئے کھڑا ہونا ہے اور اس خوف سے اللہ کی نافرمانی سے بچتا رہا اور پوری طرح تقویٰ کے راستہ پر چلتا رہا اس کے لئے جنت میں دو علیشان باغ ہوں گے۔ (تفسیر عثمانی)

۱۵۱. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿٢٨﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''اوران میں سے بعض بعض کی طرف متوجہ ہوکر سوال کریں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے اہل میں ڈرا کرتے تھے اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں عذاب سموم سے بچالیا ہم اس سے پہلے اسے پکارا کرتے تھے کہ وہی احسان کرنے والا مہربان ہے۔'' (الطور: ۲۵)

تفسیری نکات: آٹھویں آیت میں بیان ہوا کہ جب اہل جنت جنت میں پہنچ جائیں گے تو ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر باتیں کریں گے اور غایت مسرت اور اطمینان سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں ڈرتے رہتے تھے کہ دیکھئے مرنے کے بعد کیا انجام ہو، یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا اللہ کا احسان دیکھو کہ آج اس نے کیسا مامون و مطمئن کردیا کہ دوزخ کی بھاپ بھی ہم کو نہیں لگی، ہم ڈر کر اپنے رب کو پکارتے تھے اور امید باندھ کر پکارتے تھے آج دیکھ لیا کہ اس نے اپنی مہربانی سے ہماری پکار سنی اور ہمارے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا۔

(تفسیر عثمانی)

انسان کو عمل کرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے

۳۹۶. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ "اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُه' فِي بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْماً نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيْهِ الرُّوْحَ وَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهٖ وَ اَجَلِهٖ وَ عَمَلِهٖ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ. فَوَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُه' اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَه' وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَايَكُوْنُ بَيْنَه' وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۹۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم سے جو کہ صادق ومصدوق ہیں کہ تم میں سے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر اسی قدر مدت علقہ ہوتا ہے، پھر اتنی ہی مدت مضغہ ہوتا ہے پھر اللہ فرشتے کو بھیجتا ہے جو روح پھونکتا ہے اور اسے چار باتیں لکھ دینے کا حکم دیا جاتا ہے اس کی روزی اس کی موت اس کا عمل اور یہ کہ شقی ہے یا سعید، قسم ہے اس ذات کی جس کے سواء اور کوئی الہٰ نہیں، تم میں سے ایک آدمی عمل جنت کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس میں اور جنت میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے گا کہ لکھا ہوا غالب آجائے گا اور وہ اہل جہنم کے کام کرنے لگے گا اور جہنم میں پہنچ جائے گا، اور تم میں سے کوئی جہنمیوں کے کام کرتا رہے گا یہاں تک کہ اس میں اور جہنم میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے گا کہ

لکھا ہوا غالب آجائے گا اور وہ اہل جنت کے کام شروع کردے گا اور جنت میں پہنچ جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۹۶): صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، صحیح مسلم، کتاب القدر، باب

کلمات حدیث: فینفخ : پھونک ماردی جائے گی۔ نفخ، نفخاً (باب نصر) پھونک مارنا۔

شرح حدیث: صادق مصدوق ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انسان کے نطفہ کو رحم مادر میں استقرار عطا فرماتا ہے پھر جمے ہوئے بستہ خون کی شکل اختیار کرتا ہے (علقہ) پھر گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے، (مضغہ) پھر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو بھیجتے ہیں جو اس میں روح پھونک دیتا ہے، اس کی موت کا وقت، اس کا عمل جو وہ زندگی میں کرے گا اور یہ کہ وہ شقی ہوگا یا سعید۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے ایک شخص برابر اہل جنت کے کام کرتا رہتا ہے، لیکن وہ کنارے پر رہتا ہے، ایمان ویقین پر جمتا نہیں ہے اور اس کے دل میں زیغ (کجروی) چھپا رہتا ہے جب وہ انجام کے قریب ہوگا تو تقدیر کا لکھا ہوا غالب آجائے گا اور وہ کوئی عمل جہنم کر کے جہنمی ہو جائے گا۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ وہ جو عمل کر رہا ہوگا وہ لوگوں کی نظروں میں اہل جنت کے اعمال ہوں گے، ورنہ فی الحقیقت منافق ہوگا اور جو شخص اہل جہنم کے اعمال کر رہا ہوگا، اللہ کی توفیق اور اس کی رحمت سے وہ آخر میں اعمال جنت کی طرف متوجہ ہوگا اور اہل جنت میں سے ہو جائے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے انسانوں کی طبیعت میں برائی سے اچھائی کی طرف انقلاب تو بکثرت ہوتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ نیک آدمی برا آدمی بن جائے، کیوں کہ حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ میری رحمت ہر شئے کو محیط ہے۔

حدیث مبارک تقدیر پر واضح دلیل ہے کہ انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کا رزق، اس کا عمل اور اس کی موت کا وقت لکھ دیا جاتا ہے اور لکھدیا جاتا ہے کہ وہ شقی ہے یا سعید، سعادت دراصل اسباب کونیہ کا انسان کے اعمال خیر میں اس کا معاون اور مددگار ہونا ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ہر ایک کے لئے وہ راستہ سہل اور آسان بنادیا جائے گا۔

(فتح الباری : ۳/۲۲٤ ، شرح مسلم النووی : ۱٦/۱٥٦ ، روضۃ المتقین : ۱/٤۲۸ ، دلیل الفالحین : ۱/۲۳٤)

جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ لائیں گے

۳۹۷۔ وَعَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يُؤْتىٰ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۹۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت جہنم کو اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار زمام ہوں گی اور ہر زمام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۳۹۷): صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمها، باب شدۃ حر نار جهنم وبعد قعرها.

کلمات حدیث: زمام : نکیل، جس سے کسی چیز کو باندھا جائے ۔جمع أزمة .

شرح حدیث: جہنم اس قدر بڑی اور پر ہیبت ہوگی کہ اسے ستر ہزار فرشتے کھینچ کر لائیں گے اور اسے اس جگہ رکھ دیں گے جہاں وہ اہل محشر اور جنت کے درمیان حائل ہو جائے اور پل صراط کو جہنم پر رکھ دیا جائے گا اور ہر شخص کو اس پر سے گزر کر جنت میں جانا ہوگا، اہل جنت پل صراط کو عبور کر کے جنت میں پہنچ جائیں گے اور اہل جہنم جہنم میں گر پڑیں گے، جہنم کو لانے کا ذکر قرآن کریم میں ہے فرمایا:

﴿ وَجِاْیٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ﴾

''اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا۔'' (روضة المتقين : ١/٢٣٤)

سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا

٣٩٨. وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ : رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ يُوْضَعُ فِيْ اَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُه' مَا يَرٰى اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَاباً وَاِنَّه' لَا هُوَنُهُمْ عَذَابًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۹۸) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ روز قیامت سب سے ہلکا عذاب جہنم کا اس شخص کو ہوگا جس کے تلووں میں دو انگارے رکھد یئے جائیں گے، جن سے اس کا دماغ کھولتا رہے گا اور وہ یہ سمجھے گا کہ اس سے زیادہ شدید عذاب والا کوئی نہیں حالانکہ وہ اہل جہنم میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۹۸): صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، صحيح مسلم، كتاب الايمان .

کلمات حدیث: اهون : زیادہ ہلکا۔ هـان هوناً (باب نصر) آسان ہونا، ہلکا ہونا۔ أخمص : تلوا، پیر کے نیچے کا وہ حصہ جو زمین سے نہیں لگتا۔ يغلي : کھولتا ہے جوش مارتا ہے۔ غلى ، غلياً (باب ضرب) جوش مارنا۔

شرح حدیث: جو شخص جنت کے سب سے نچلے درجے میں ہوگا وہ کہے گا کہ سب سے زیادہ راحت میں میں ہی ہوں اور جو جہنم کے ہلکے ترین عذاب میں مبتلا ہوگا وہ کہے گا کہ میں جہنم کے شدید ترین عذاب میں مبتلا ہوں، جہنم کا سب سے ہلکا عذاب یہ ہوگا کہ آگ کے دو انگارے دونوں پاؤں کے نیچے رکھد یئے جائیں گے جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

(فتح الباري : ٣/٤٢٤ ، روضة المتقين : ١/٤٣٠ ، دليل الفالحين : ٢/٢٣٧)

بعض کو آگ گردن تک پکڑے گی

٣٩٩. وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مِنْهُمْ مَنْ

تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلَى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَاخُذُهُ اِلٰى حُجْزَتِهٖ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَاخُذُهُ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلْحُجْزَةُ" : مَعْقِدُ الْاِزَارِ تَحْتَ السُّرَةِ. وَ "التَّرْقُوَةُ" بِفَتْحِ التَآءِ وَضَمِّ الْقَافِ : هِيَ الْعَظْمُ الَّذِىْ عِنْدَ ثُغْرَةِ النَّحْرِ ، وَلِلْاِنْسَانِ تَرْقُوَتَانِ فِي جَانِبَيِ النَّحْرِ.

(۳۹۹) حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اہل جہنم میں سے بعض وہ ہوں گے جن کو آگ نے ان کے ٹخنوں تک بعض کو ان کے گھٹنوں تک اور بعض کو ان کی کمر تک اور بعض کو ان کی گردن تک پکڑے ہوئے ہوگا۔ (مسلم)

حُجزة : ناف کے نیچے ازار باندھنے کی جگہ۔ ترقوۃ : وہ ہڈی جو سینے کے گڑھے کے پاس ہے، ہنسلی۔

تخریج حدیث (۳۹۹): صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها ، باب في شدة حر نار جهنم وبعد قعرها .

کلمات حدیث: حجزته : اس کے کمر کے باندھنے کی جگہ، ازار باندھنے کی جگہ۔

شرح حدیث: جہنم کے مختلف درجات ہوں گے اور عذاب کی متنوع صورتیں ہوں گی، کسی کے ٹخنوں تک آگ پہنچ رہی ہوگی، کسی کے گھٹنوں تک اور کسی کی گردن سے ذرا نیچے سینے تک آگ لپٹی ہوئی ہوگی، جس کا عذاب سب سے ہلکا ہوگا جس کے تلووں کے نیچے دو انگارے رکھے ہوں گے جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ اعاذنا الله منها .

(روضة المتقين : ۱/ ۴۳۱، دليل الفالحين : ۲/ ۲۳۸، شرح مسلم النووی : ۱۶/ ۱۴۸)

قیامت کے دن لوگ اپنے اعمال کے حساب سے پسینوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے

۴۰۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَتّٰى يَغِيْبَ اَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهٖ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"وَالرَّشْحُ" اَلْعَرَقُ .

(۴۰۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب انسان اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ ان میں سے بعض اپنے کانوں کے نصف تک پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ (متفق علیہ)

رَشح : کے معنی پسینہ کے ہیں۔

تخریج حدیث (۴۰۰): صحيح البخاری، كتاب التفسير، باب تفسير يوم يقوم الناس لرب العالمين . صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب صفة يوم القيامة .

کلمات حدیث: رشح : پسینہ۔ رَشَحَ رشحاً (باب فتح) پسینہ آنا۔

شرح حدیث: قیامت کے روز مختلف اور متعدد مواقف ہوں گے جب تمام انسانوں کی اللہ کے حضور پیشی ہوگی، اس وقت ہولناک مناظر اور دہشت وخوف اور سورج کی قربت کی وجہ سے سارے انسان پسینوں میں نہا جائیں گے، ہر ایک کو اس کے اعمال کی نسبت سے پسینہ آئے گا ان میں سے کسی کا پسینہ اس کے کانوں کے نصف تک پہنچا ہوگا، اور اس کے منہ میں لگام کی طرح اٹک جائے گا، جیسا کہ حضرت مقداد بن اسود سے مروی حدیث میں ہے کہ روز قیامت سورج لوگوں کے بالکل قریب آ جائے گا یہاں تک کہ ایک میل کا فاصلہ رہ جائے گا۔ لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ڈوبے ہوں گے کسی کے گھٹنوں تک پسینہ پہنچ رہا ہوگا اور کسی کی چھاتی سے اوپر تک اور کسی کو پسینہ منہ تک پہنچ کر اسے لگام لگا دے گا، رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

(فتح الباری : ۲/۹۰۸، روضة المتقین : ۱/۴۳۱)

رسول اللہ ﷺ کو جنت وجہنم کے حالات دکھلائے گئے

۴۰۱. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ فَقَالَ : "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً" فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَصْحَابِهٖ شَيْءٌ فَخَطَبَ فَقَالَ : عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ، وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا" فَمَا اَتٰى عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمٌ اَشَدَّ مِنْهُ . غَطَّوْا رُؤُوْسَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ .

"اَلْخَنِيْنُ" بِالْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ : هُوَ الْبُكَآءُ مَعَ غُنَّةٍ وَانْتِشَاقِ الصَّوْتِ مِنَ الْاَنْفِ .

(۴۰۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا، میں نے ایسا خطبہ پہلے نہیں سنا تھا، آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں وہ بات معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور زیادہ روؤ، یہ سن کر صحابۂ کرام نے اپنے چہرے ڈھانپ لئے اور سسکیاں لے کر رونے لگے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے اصحاب کے بارے میں کوئی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر جنت اور جہنم کو پیش کیا گیا، میں نے آج کے دن کی طرح کی بھلائی اور برائی نہیں دیکھی، اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور بہت زیادہ روؤ، اصحاب رسول ﷺ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں آیا انہوں نے اپنے سر ڈھانپ لئے اور آہ وبکا کرنے لگے۔ خنین : ناک کی آواز کے ساتھ رونا۔

تخریج حدیث (۴۰۱): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ لو تعلمون ما أعلمُ لضحکتم قلیلا

ولبکیتم کثیرا ۔

کلمات حدیث: فغطی : ڈھانپ لیا۔ غطی تغطیۃ : چھپانا ڈھانپنا۔ خنین : روتے ہوئے ناک میں سے نکلنے والی آواز۔ حنۃ : گنگناہٹ، ناک کی آواز۔

شرح حدیث: اہل ایمان کے لئے بشارت ہے کہ ان کے لئے جنت میں انواع واقسام کی نعمتیں موجود ہیں اور انذار تنبیہ ہے کافروں اور مشرکوں اور گنہگاروں کے لئے کہ جہنم کے عذاب کی ہولناکیاں بہت ہی شدید ہیں۔

صحیح بخاری کی حدیث میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہے کہ سامنے باغ میں میرے سامنے جنت اور جہنم دونوں لائے گئے، جو خیر کثیر میں نے جنت میں دیکھی میں نے اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور جو شر عظیم میں نے آج جہنم میں دیکھا وہ میں نے اس سے پہلے نہ دیکھا تھا۔

آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا جو میں جانتا ہوں اگر تمہیں اس کا علم ہو جائے تو تم بہت کم ہنسو اور بہت زیادہ روؤ، اس پر تمام صحابۂ کرام میں رقت طاری ہوگئی اور سب کے رونے کی آواز سنی جانے لگی۔

رسول کریم ﷺ کے اصحاب اخلاق حسنہ کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے اور ان میں گداز اور نرمی اعلیٰ درجہ کی تھی اور احوال واہوالِ قیامت کو سن کر ان پر رقت طاری ہو جاتی، اور یہ بات بجائے خود کمال ایمان کی علامت ہے کیونکہ رقت کا تعلق تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی خشیت سے ہے جس قدر اللہ تعالیٰ کی خشیت زیادہ ہوگی اتنا ہی آدمی رقیق القلب ہوگا اور جس قدر انسان ایمان وتقویٰ اور خشیت الٰہی سے دور ہوگا اتنا ہی سخت دل ہوگا۔

رونا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، حدیث مبارک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کی آنکھ سے مکھی کے سر کے برابر بھی آنسو نکل آئے اس کا جہنم میں جانا اس قدر دشوار ہے جیسا کہ تھنوں میں سے دودھ نکالنے کے بعد دوبارہ تھنوں میں ڈالنے کی کوشش کرنا۔

(روضۃ المتقین : ۱/۴۳۱، دلیل الفالحین : ۲/۳۳۸)

قیامت کے دن آدمی کا پسینہ لگام کی طرح ہوگا

۴۰۲۔ وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ، قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ الرَّاوِيُ عَنِ الْمِقْدَادِ: فَوَ اللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا يَعْنِيْ بِالْمِيْلِ اَمَسَافَةَ الْاَرْضِ اَمِ الْمِيْلَ الَّذِيْ تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ ' فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ : فَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى حِقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا" وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۰۲) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ روز قیامت سورج

مخلوق سے قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ ان سے ایک میل کی مقدار ہو جائے گا۔

سلیم بن عامر جو حضرت مقداد سے اس حدیث کے روایت کرنے والے ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ اس حدیث میں میل سے کیا مراد ہے میل مسافت ارض والا یا میل جس سے آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے۔ (سلائی)

لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، کسی کے ٹخنوں تک ہوگا کسی کے گھٹنوں تک ہوگا ا کسی کی کمر تک پسینہ آرہا ہوگا اور کسی کے منہ تک پہنچ کر ان کے منہ میں لگام ڈالی ہوئی ہوگی اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔"الجم الدابۃ" جانور کے لگام لگائی۔

تخریج حدیث(۴۰۲): صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب صفة يوم القيامة .

کلمات حدیث: حقویہ : اس کے دونوں کوکھ، ازار باندھنے کی جگہ۔ یلجمہ : اسے لگام لگا دے گا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں احوال قیامت کا بیان ہے کہ سورج انسانوں کے بالکل قریب آ جائے گا اور لوگ اپنے بارے میں فیصلے کے انتظار میں کھڑے رہیں گے اور خوف عذاب اور ہول منظر اور سورج کی قربت سے سب کے پسینے بہ رہے ہوں گے، جس کے جس قدر گناہ ہوں گے اسی کے حساب سے وہ پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہونگے یہاں تک کہ بعض لوگوں کے کانوں تک پسینہ پہنچ جائے گا اور ان کے منہ میں اس طرح پھنس جائے گا کہ جس طرح جانور کے منہ میں لگام پھنسی ہوئی ہوتی ہے۔

(روضة المتقين : ۱/۴۳۳ ، دليل الفالحين : ۲/۲۴۰)

قیامت میں آدمی کا پسینہ زمین میں بھی ستر ہاتھ سرایت کرے گا

۴۰۳. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْأَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعاً وَيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ آذَانَهُمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَمَعْنَى" يَذْهَبُ فِي الْأَرْضِ" يَنْزِلُ وَيَغُوْصُ .

(۴۰۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت لوگوں کو پسینہ آئے گا یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ تک پہنچ جائے گا اور ان کو پسینہ کی لگام لگی ہوگی جو ان کے کانوں تک پہنچ جائے گی۔ (متفق علیہ)

یذھب فی الارض : کے معنی ہیں زمین میں سرایت کر جائے گا اور اتر جائے گا۔

تخریج حدیث(۴۰۳): صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب قوله تعالىٰ الا يظن اولئك انهم مبعوثون ليوم عظيم. صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، صفة يوم القيامة .

کلمات حدیث: یعرق : پسینہ آئے گا۔ عرق عرقاً (باب سمع) پسینہ آنا۔

شرح حدیث: حدیث کے الفاظ بظاہر عام ہیں لیکن متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث کا تعلق کافروں اور کبیرہ

گناہوں میں مبتلا انسانوں کے ساتھ ہے اور انبیاء کرام رضوان اللہ علیہم اور شہداء اور وہ اہل ایمان جن پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت فرمائیں گے ان احوال سے مستثنیٰ ہوں گے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس کے منہ میں پسینہ کی لگام ہوگی وہ کافر ہوگا، بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ روز قیامت کی مصیبت بڑی کٹھن ہوگی، یہاں تک کہ کافر کے منہ میں پسینہ کی لگام لگی ہوگی کسی نے کہا کہ اس وقت مؤمنین کہاں ہوں گے؟ فرمایا کہ سونے کی کرسیوں پر جن پر بادل سایہ فگن ہوں گے، ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بسند صحیح روایت کیا ہے کہ سورج کو دس برس کی حرارت دیدی جائے گی اور اسے لوگوں کی کھوپڑیوں کے قریب کردیا جائے گا یہاں تک کہ سروں سے اس کا فاصلہ دو قوس کا رہ جائے گا، لوگوں کو پسینہ آئے گا اور زمین پر پسینہ کا چڑھاؤ قد آدم ہو جائے گا پھر اور چڑھے گا یہاں تک کہ حلق میں آجائے گا، ابن المبارک نے اپنی روایت میں یہ الفاظ بھی لکھے کہ اس دن مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں اس دن کی گرمی سے محفوظ ہوں گے، قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد کامل ایمان ہے اور سب لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے باہم متفاوت ہوں گے۔ (فتح الباری : ۳/ ۴۱۴ ، روضۃ المتقین : ۱/ ۴۳۳، دلیل الفالحین : ۲/ ۲۴۰)

جہنم کی گہرائی کی حالت

۴۰۴. وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ سَمِعَ وَجْبَةً فَقَالَ: " هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟" قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: " هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهٖ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا فَهُوَ يَهْوِيْ فِي النَّارِ الْاٰنَ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى قَعْرِهَا فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۴۰۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تھے کہ آپ ﷺ نے کسی چیز کے گزرنے کی آواز سنی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ پتھر ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا، وہ گرتا رہا اور آج اس کی تہہ میں پہنچا ہے اور تم نے اس کے گرنے کی آواز سنی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۰۴): صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها.

کلمات حدیث: وجبة : شور، آواز، کسی چیز کے گرنے کی آواز۔

شرح حدیث: جہنم کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور بڑے اور عظیم پتھر اوپر سے لڑھکائے جاتے ہیں تو ایک پتھر کو تہ تک پہنچنے میں ستر برس لگتے ہیں اور جہنم کی آگ سے اٹھنے والی ایک ایک چنگاری اتنی بڑی ہوتی ہے جیسے کوئی قصر ہو اور جیسے وہ زرد اونٹ ہیں اہل عرب کالے اونٹوں کو زرد کہہ دیا کرتے تھے، جہنم کی آگ سیاہ اور تاریک ہوگی۔ پتھر کے گرنے کی آواز پر رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں، یہ صحابۂ کرام کا ادب تھا اور وہ ہمیشہ اسی طرح کہا کرتے تھے، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پتھر کے گرنے کی آواز بطور کرامت صحابۂ کرام نے بھی سنی، جیسا کہ صحابہ حنین جذع

(لکڑی کے اس ٹکڑے کے رونے کی آواز جس سے آپ ﷺ سہارا لیکر خطبہ دیا کرتے تھے) اور دست مبارک میں کنکریوں کے تسبیح کی آواز سنی۔

(روضة المتقین : ۱/۴۳۵ ، شرح مسلم النووی : ۱۷/۱۴۸ ، دلیل الفالحین : ۲/۲۴۰)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حجاب ختم ہو جائے گا

۴۰۵. وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :" مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ : فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلاَ يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلاَ يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلاَ يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَآءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۰۵) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب تم میں سے ہر ایک سے اس کا رب ہم کلام ہوگا اور اس کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا، آدمی دائیں طرف دیکھے گا تو اس کے بھیجے ہوئے اعمال ہوں گے اور اپنے بائیں طرف دیکھے گا تو اس کے بھیجے ہوئے اعمال ہوں گے اور اپنے سامنے دیکھے گا تو جہنم کی آگ ہوگی، تو جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کے ساتھ ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۴۰۵): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب طیب الکلام . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الصدقة .

شرح حدیث: انسان اپنے دائیں بائیں اپنے اعمال دیکھے گا اور سامنے دھکتا ہوا جہنم ہوگا، اگر تم جہنم کی آگ سے بچنا چاہتے ہو تو اس کے لئے ہر تدبیر کرو چاہے وہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ میں دینا ہو، یعنی حسن نیت اور اخلاص سے ہر عمل خیر کرو، یہی طریقہ ہے جہنم سے نجات حاصل کرنے کا۔ (نزھة المتقین : ۱/۳۵۷)

اس حدیث کی تشریح باب فی کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی ہے۔

فرشتوں کے بوجھ سے آسمان چرچراتا ہے

۴۰۶. وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" اِنِّيْ اَرٰى مَا لاَ تَرَوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِيْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِداً لِلّٰهِ تَعَالٰى. وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَى الْفُرُشِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

"وَاَطَّتْ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَتَشْدِيْدِ الطَّآءِ " وَتَئِطُّ" بِفَتْحِ التَّآءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ مَكْسُوْرَةٌ. وَالْاَ طِيْطُ صَوْتُ الرَّحْلِ وَالْقَتَبِ وَشِبْهِهِمَا وَمَعْنَاهُ اَنَّ كَثْرَةَ مَنْ فِي السَّمَآءِ مِنَ الْمَلآئِكَةِ الْعَابِدِيْنَ قَدْ اَثْقَلَتْهَا حَتّٰى اَطَّتْ وَ"الصُّعُدَاتُ" بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ : الطُّرُقَاتُ، وَمَعْنٰى "تَجْأَرُوْنَ" تَسْتَغِيْثُوْنَ.

(۴۰٦) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے آسمان چرچرا رہا ہے اور اسے چرچرانا چاہئے، چار انگل کے برابر بھی کوئی جگہ نہیں کہ ایک فرشتہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے، اور اگر تم جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور بہت زیادہ رو‌ؤ، بستروں میں بیویوں سے قربت بے کیف ہو جائے اور اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے پہاڑوں میں چلے جاؤ۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

أَطَّتْ : ہمزہ کے زبر اور طاء کی تشدید کے ساتھ۔ اور تَئِطُّ تاء کے فتحہ اور ہمزہ مکسورہ کے ساتھ۔ اَطِيْط : کجاوے کی آواز، یا اس جیسی چیزوں کی آواز، معنی یہ ہیں کہ ملائکہ عابدین کی کثرت کی بنا پر آسمانوں سے آواز آتی ہے۔ صُعُدَات : کے معنی ہیں راستے، اور تَجْأَرُوْنَ کے معنی ہیں تم مدد کے لئے پکارو گے۔

تخریج حدیث (۴۰٦): الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب قول رسول الله ﷺ لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا.

کلمات حدیث: أَطَّتْ : چرچرائی، آواز آئی۔ أط، أَطِيْطا (باب ضرب) چرچرانا۔

شرح حدیث: فرشتوں کی کثرت سے آسمانوں میں اس طرح آواز پیدا ہوتی ہے جیسے چارپائی پر زیادہ لوگوں کے بیٹھنے سے ہوتی ہے کہ کوئی چپہ آسمان میں ایسا نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سجدہ ریز نہ ہو۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مرنے کے بعد وہ احوال جو مجھے معلوم ہیں تمہیں معلوم ہو جائیں تو تمہاری ہنسی جاتی رہے اور گریہ اس کی جگہ لے لے اور آرام گاہوں میں اپنی بیویوں سے شادکام ہونا دشوار ہو جائے اور اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے جنگل اور پہاڑوں کی طرف نکل جاؤ۔

اس دنیا کی زندگی پر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ایک پردہ ڈال دیا ہے جس سے دنیا کی اصل حقیقت عام نگاہوں سے پوشیدہ ہوگئی، اور مرنے کے بعد کی زندگی کے حالات آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، انسان کا امتحان اور اس کی آزمائش بھی دراصل یہی ہے کہ وہ اس دنیا کی دلکشی، رعنائی اور کیف وسرور پر مرمٹتا ہے یا اللہ کے بھیجے ہوئے اولوالعزم پیغمبروں کی لائی ہوئی ہدایت کی روشنی میں عملی زندگی استوار کرتا ہے، اگر انسان کو اس دنیا کی حقیقت سے آگہی حاصل ہو جاتی اور اسے علم ہو جاتا کہ مرنے کے بعد کیا حالات پیش آنے والے ہیں تو یقیناً ایسا ہی ہوتا کہ انسان کا ہر کیف وسرور ایک بے کیف عمل بن جاتا، حقیقت یہی ہے کہ اگر کوئی ایمان ویقین کے ساتھ ان احوال آخرت کے بارے میں سوچے تو اس کے سامنے دنیا کی ہر عیش بے کیف ہو جائے۔ (روضة المتقين : ١/٤٣٦)

قیامت کے دن ہر آدمی سے یہ سوالات ہوں گے

۴۰۷. وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ " بِرَاءٍ ثُمَّ زَايٍ " نَضْلَةَ بْنِ عُبَيْدِ الْاَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْاَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ اَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَ فَعَلَ فِيْهِ، وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَ فِيْمَ اَنْفَقَهٗ، وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَ اَبْلَاهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۴۰۷) حضرت ابو برزہ نضلۃ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کسی بندے کے قدم نہیں ہٹیں گے، جب تک اس سے اس کی عمر کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اس نے کن کاموں میں صرف کیا، علم کے بارے میں کہ اس کے مطابق کس قدر عمل کیا، اس کے مال کے بارے میں کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا اور جسم کے متعلق کہ اسے کن کاموں میں کمزور کیا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۴۰۷): الجامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب ماجاء في شان الحساب والقصاص .

راوی حدیث: حضرت نضلۃ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو برزہ ہے اور اسی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں، رسول کریم ﷺ کے ساتھ مختلف غزوات میں شرکت کی "۴۶" احادیث مروی ہیں جن میں دو متفق علیہ ہیں۔

(تهذيب التهذيب)

کلمات حدیث: أبلاه : اس کو پرانا کیا، اس کو صرف کیا۔ أبلى، البلاء (باب افعال) کپڑے کو بوسیدہ کر دینا۔

شرح حدیث: جنت یا جہنم کا اس وقت تک حکم نہیں ہوگا جب تک ہر اللہ کا بندہ چار سوال کا جواب نہ دیدے اگر ان چاروں سوالوں کا جواب اللہ کی رضا کے مطابق ہے تو جنتی ہے اور اگر اس کے برخلاف ہے تو جہنمی ہے۔

سب سے پہلے عمر کے بارے میں سوال ہوگا کہ زندگانی کن کاموں میں بسر کی، علم کے بارے میں سوال ہوگا کہ علم کے مطابق عمل کیا یا نہیں، مال کے بارے میں سوال ہوگا کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں صرف کیا اور جسم کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس سے کیا کام لئے اللہ کی بندگی کی یا معصیتوں کا ارتکاب کیا۔ (روضة المتقين : ۱/۴۳٦، دليل الفالحين : ۲/۲۴۴)

●●●●●●●●●●●●

قیامت کے دن زمین اپنے اوپر کیے جانے والے اعمال کی گواہی دے گی

۴۰۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا" ثُمَّ قَالَ :"اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا "قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: " فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ اَوْاَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا تَقُوْلُ : عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۴۰۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''یومئذ تحدث أخبارھا'' اور دریافت فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس کی خبریں کیا ہوں گی؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی خبریں یہ ہوں گی کہ وہ اللہ کے ہر بندے مرد اور عورت کے خلاف گواہی دے گی ان اعمال کی جو اس کی پشت پر انہوں نے کئے ہوں گے وہ کہے گی تو نے فلاں دن فلاں کام کیا، یہی زمین کی خبریں ہیں۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۴۰۸): الجامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب الارض تحدث اخبارھا یوم القیامة .

کلمات حدیث: أتدرون : کیا تم جانتے ہو۔ دری، دریاً (باب ضرب) جاننا۔

شرح حدیث: سطح زمین ایک ریکارڈ کی طرح ہے اس پر انسان کے تمام اچھے برے اعمال نقش ہو رہے ہیں اور ہر اٹھنے والا قدم یہاں اپنا دائمی نشان ثبت کر رہا ہے، روز قیامت جہاں مجرموں کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے جسم کی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی وہاں ایک عینی گواہ زمین ہوگی جس کے پاس ہر انسان کی چلت پھرت کا مکمل ریکارڈ موجود ہے، یہ طاعات اور معاصی جو اس کی سطح پر ہوئی ہیں سب کی تفصیل بیان کر دے گی۔ (تحفة الأحوذی : ۲٦٤/۹ ، روضة المتقین : ٤٣٧/١ ، دلیل الفالحین : ٢٤٥/٢)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خوف

۴۰۹۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : ''کَیْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الْاِذْنَ مَتٰی یُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَیَنْفُخُ'' فَکَاَنَّ ذٰلِکَ ثَقُلَ عَلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ ''قُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ''.

'' اَلْقَرْنُ '' هُوَ الصُّوْرُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ''وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ '' کَذَا فَسَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

(۴۰۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کیسے خوش ہوں جبکہ صور پھونکنے والا صور اپنے منہ میں لے چکا ہے، اس کا کان اللہ کے حکم پر لگا ہوا ہے کہ کب اسے صور پھونکنے کا حکم ہو اور وہ پھونک دے، یہ سن کر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پریشان ہو گئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کہو حسبنا اللہ ونعم الوکیل (اللہ کافی ہے اور اللہ بہترین کارساز ہے) (اسے ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

قرن کے معنی صور کے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ ﴾ اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر فرمائی ہے۔

تخریج حدیث (۴۰۹): الجامع الترمذی ا، ابواب التفسیر، سورة الزمر .

کلمات حدیث: اِلْتَقَمَ : منہ میں لے لیا۔ التقم الطعام : کھانا نگل لیا۔

شرح حدیث: مقصودِ حدیث شریف یہ ہے کہ قیامت قریب آگئی ہے اور قرب قیامت کے بیان سے غرض یہ ہے کہ لوگ متنبہ ہو جائیں کہ مہلت کا وقت ختم ہو چکا اور تیاری کے لئے بہت کم وقت رہ گیا ہے اس لئے چاہئے کہ لوگ خواب غفلت سے بیدار ہوں اور قیامت کی پیشی کے لئے تیاری کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے کیسے زندگی خوش گوار محسوس ہو سکتی ہے جبکہ اسرافیل علیہ السلام صور کو منہ میں لے چکے ہیں اور انتظار میں ہیں کہ مجھے حکم ملے اور اس میں پھونک ماروں، یہ بات سن کر صحابۂ کرام پر پریشانی کی ایک کیفیت طاری ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ ﴾ پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا تو آپ نے فرمایا: ﴿ حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ ﴾ اور جب رسول کریم ﷺ سے کہا گیا کہ کفار مکہ نے آپ کے مقابلے کے لئے ایک بڑا لشکر تیار کر لیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ ﴾

(روضة المتقين : ١/٤٣٨)

اللہ تعالیٰ کا سودا جنت ہے

۴۱۰. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :" مَنْ خَافَ اَدْلَجَ، وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ، اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ، اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ " رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

"وَاَدْلَجَ" بِاِسْكَانِ الدَّالِ وَمَعْنَاهُ : سَارَمِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ. وَالْمُرَادُ التَّشْمِيْرُ فِی الطَّاعَةِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۴۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دشمن کے حملے سے ڈرا اور رات کے ابتدائی حصے میں نکل گیا اور جو رات کے ابتدائی حصے میں نکل گیا وہ منزل کو پہنچ گیا، اللہ کا سودا مہنگا ہے اور اللہ کا سودا جنت ہے۔ (ترمذی نے اسے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے) واللہ اعلم

تخریج حدیث (۴۱۰): الجامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب من خاف ادلج وسلعة الله غالية .

کلمات حدیث: اَدلج : رات کے ابتدائی حصے میں سفر کیا یعنی شب بیداری کی، قیام لیل کیا اَدْلَجَ، اِدْلاجاً (باب افعال) پوری رات یا رات کے آخری حصے میں سفر کرنا۔ دُلجة : رات کے آخری حصے کا سفر۔

شرح حدیث: امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر آخرت پر روانہ ہونے والے کی مثال بیان فرمائی ہے کہ اگر کسی مسافر کو راستے میں کسی دشمن کا خوف ہو اور وہ رات کے پہلے ہی حصے میں سفر پر چل نکلے کہ دشمن سے بھی بچ جائے اور منزل پر بھی

بعافیت پہنچ جائے۔

اگر سالک آخرت بھی بیدار ہو، اسے اپنے سفر کی اہمیت کا اندازہ ہو اور اس نے اس کی پوری تیاری کی ہو، اسے معلوم ہو کہ اس کے راستے میں اس کا دشمن شیطان گھات لگائے بیٹھا ہے اور اس کا نفس بھی اس کا راستہ کھوٹا کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ جلد از جلد سفر پر چلنے کی تیاری شروع کردے، آج کل پر نہ ٹالتا رہے، اخلاص نیت کے ساتھ شیطان کے مکائد اور نفس کے غوائل سے بچتا ہوا جلد از جلد سفر شروع کردے، سفر لمبا بھی ہے کٹھن بھی ہے۔ پتہ نہیں رات رات میں پورا بھی ہو یا نہ ہو، اس لئے لازمی ہے کہ اول شب (اول عمر) میں سفر شروع کرے تاکہ اختتام شب (موت) تک سفر پورا ہو جائے، اور منزل مقصود پر پہنچ جاؤ اور یاد رکھو کہ منزل مقصود یعنی جنت نہ تو کم قیمت ہے اور نہ اس کا حصول آسان، اس کی اللہ نے ایک بڑی قیمت لگادی ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ ٱشْتَرَىٰ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَٰلَهُم بِأَنَّ لَهُمُ ٱلْجَنَّةَ ﴾ ''اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں کہ انہیں اس کے بدلے میں جنت ملے گی۔''

اللہ سبحانہ کی خشیت اور اس کا تقویٰ، نفس کو اطاعت الٰہی پر آمادہ کرنا اور جملہ احکام شریعت پر عمل کر کے اللہ کی رضا کا حصول یہی مؤمن کا مقصود ہے اور اسی کا صلہ جنت ہے۔ (تحفة الأحوذی : ۷/ ۱۹۰، روضة المتقین : ۱/ ۴۳۹)

قیامت کے دن لوگ ننگے، بغیر ختنے کے اٹھائے جائیں گے

۴۱۱. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : ''يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً'' قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ جَمِيْعاً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ؟ قَالَ : ''يَاعَآئِشَةُ الْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يُهِمَّهُمْ ذٰلِكَ'' وَفِيْ رِوَايَةٍ : ''اَلْاَمْرُ اَهَمُّ مِنْ اَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

''غُرْلاً'' بِضَمِّ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ : اَیْ غَيْرَ مَخْتُوْنِيْنَ .

(۴۱۱)　حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ روز قیامت لوگ ننگے پیر، برہنہ جسم غیر مختون اٹھائے جائیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مرد اور عورت اکٹھے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ وہ معاملہ اس قدر شدید ہوگا کہ کسی کو خیال بھی نہ ہوگا کہ نظر اٹھائے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ معاملہ اس قدر کٹھن ہوگا کہ کہاں کوئی کسی کی طرف نظر اٹھا سکے گا۔

غرلا : غیر مختون۔

تخریج حدیث (۴۱۱): صحيح البخاری، كتاب الرقاق، باب كيف يحشر . صحيح مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة .

کلمات حدیث: حفاۃ : ننگے پیر لوگ، جمع حافی ۔ ننگے پیر۔ حفی حفاً (باب سمع) ننگے پیر چلنا۔ عراۃ : برہنہ جسم لوگ۔ عری عریا (باب سمع) ننگا ہونا۔ اسم فاعل عاری جمع عراۃ ۔ وعریان ۔ غرلا : غیر مختون واحد غرل ۔ غرل غرلاً (باب سمع) بچے کا غیر مختون ہونا۔

شرح حدیث: میدان حشر میں حساب کتاب کے لئے سارے انسان جمع ہوں گے تو سب برہنہ پا، برہنہ جسم اور غیر مختون ہوں گے، وہ سب اللہ کے دربار میں اس طرح حاضر ہوں گے جس طرح اللہ نے ان کو پیدا فرمایا تھا، ﴿ کما بدأ کم تعودون ﴾ (تم لوٹ کر اس حال میں آؤ گے جس حال میں تمہاری ابتداء ہوئی تھی) سب اکیلے اور تنہا ہوں گے: ﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ ''تم سب ہمارے پاس تنہا تنہا آ گئے جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔''

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ انسان میدان حشر میں ننگا آئے گا اور اس کا جسم اس حالت میں ہوگا جس حالت میں اللہ نے پیدا فرمایا تھا۔ اگر اس کے جسم کا کوئی حصہ قطع کیا گیا ہوگا تو وہ لگا دیا جائے گا یہاں تک کہ مرد اقلف (غیر مختون) ہوں گے۔

منظر کی ہولناکی اس قدر شدید ہوگی اور لوگوں کو اپنی فکر اتنی پڑی ہوگی اور اس قدر شدید پریشانی کا عالم ہوگا کہ کسی انسان کو اتنی مہلت نہ ہوگی کہ وہ کسی دوسرے کو دیکھ سکے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ لوگوں کی نظر ایک دوسرے کے جسم کی طرف پڑے گی، آپ ﷺ نے فرمایا: لکل امرىءٍ شان يُغنيه . ''ہر ایک ایسی فکر میں مبتلا ہوگا جو اسے دوسروں سے غافل کر دے گی۔''

(روضة المتقين : ۱/۴۳۹)

البَابُ (۵۱)

بَابُ الرَّجَآءِ
رجاء کا بیان

۱۵۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ قُلْ يَـٰعِبَادِىَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اللہ سب گناہوں کو معاف کر دینے والا ہے وہی بخشنے والا مہربان ہے۔'' (الزمر:۵۳)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں اور عفو و درگزر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفا کا حکم رکھتی ہے، کوئی وجہ نہیں کہ کوئی اس آیت کو سننے کے بعد اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائے، کیوں کہ اللہ جس کے چاہے گناہ معاف کر سکتا ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا پھر بندہ ناامید کیوں ہو، در توبہ کھلا ہوا ہے۔

۱۵۳. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَهَلْ نُجَٰزِىٓ إِلَّا ٱلْكَفُورَ ﴿١٧﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''ہم صرف نافرمان ہی کو یہ بدلہ دیتے ہیں۔'' (سبا:۱۷)

۱۵۴. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ إِنَّا قَدْ أُوحِىَ إِلَيْنَآ أَنَّ ٱلْعَذَابَ عَلَىٰ مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٤٨﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''یقیناً ہماری طرف وحی آئی ہے کہ جو جھٹلائے اور منہ پھیرے اس کے لئے عذاب ہے۔'' (طٰہٰ:۴۸)

۱۵۵. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَرَحْمَتِى وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ ﴾

مزید فرمایا:

''اور میری رحمت ہر شئے کو واسع ہے۔'' (الاعراف:۱۵۶)

تفسیری نکات: باقی آیات کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کا عذاب صرف کافروں کے ساتھ مخصوص ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اور

منہ پھیر لیتے ہیں، جبکہ رحمت الٰہی ہر شئے کو محیط اور شامل ہے اور اہل ایمان کو ہر وقت اللہ کی رحمت کی امید رکھنی چاہئے اور توبہ وانابت اور استغفار سے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے۔ (معارف القرآن ، تفسیر عثمانی)

جس کی موت توحید و رسالت کے اقرار پر آجائے وہ جنت کا مستحق ہے

۴۱۲. وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ شَهِدَ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عِيْسٰى عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ، وَالْجَنَّةَ وَالنَّارَ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "مَنْ شَهِدَ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ."

(۴۱۲) حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا اور اس کی روح ہیں، اور جنت اور جہنم حق ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے خواہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اس پر اللہ جہنم کو حرام فرما دے گا۔

تخریج حدیث(۴۱۲): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قوله تعالیٰ یا اهل الكتاب لا تغلوا فی دینکم. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من لقی اللّٰه بالایمان وهو غیر شاك فیه دخل الجنة

کلمات حدیث: أَلقاها : اسے ڈالدیا۔ أَلقی القاءً : ڈالنا، دل میں کوئی بات ڈالنا۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت اہم ہے اور بڑی جامع ہے کہ اس میں ایسے الفاظ وکلمات یکجا ہوگئے ہیں جن سے اہل ایمان تمام ملتوں اور جملہ عقائد باطلہ سے ممتاز ہوگئے۔

اہل ایمان کے اعمال خواہ جیسے بھی ہوں ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ انہیں ان کے برے اعمال کی سزا دے کر یا اگر وہ چاہے تو بغیر سزا دیئے ان کے گناہوں کو معاف فرما کر جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہیں داخل فرمادیں گے۔

حدیث مبارک میں اللہ کی توحید اور انبیاء کرام کی رسالت اور عبدیت کا بیان ہے کہ تمام انبیاء کرام اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں: ﴿ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ ﴾ خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ وہ کلمہ کن سے ہوئے اور وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل اور ان کی عبدیت کے منکر ہیں اور یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی رسالت کے منکر ہیں، عبداللہ ورسولہ فرما کر دونوں کی تردید فرمادی۔

برائی کا بدلہ برائی سے دیا جائے گا

۴۱۳. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَه' عَشْرُ اَمْثَالِهَا اَوْ اَزِیْدُ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَجَزَآءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِثْلُهَا اَوْ اَغْفِرُ. وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعاً، وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعاً، وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُه' هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِیَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِیْئَةً لاَ یُشْرِکُ بِیْ شَیْئاً لَقِیْتُه' بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مَعْنَی الْحَدِیْثِ : "مَنْ تَقَرَّبَ" اِلَیَّ بِطَاعَتِیْ "تَقَرَّبْتُ" اِلَیْهِ بِرَحْمَتِیْ وَاِنْ زَادَ زِدْتُ " فَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ " وَاَسْرَعَ فِیْ طَاعَتِیْ اَتَیْتُه'، "هَرْوَلَةً" اَیْ صَبَبْتُ عَلَیْهِ الرَّحْمَةَ وَسَبَقْتُه' بِهَا وَلَمْ اُحْوِجْهُ اِلَی الْمَشْیِ الْکَثِیْرِ فِی الْوُصُوْلِ اِلَی الْمَقْصُوْدِ " وَقُرَابُ الْاَرْضِ بِضَمِّ الْقَافِ وَیُقَالُ بِکَسْرِهَا وَالضَّمُّ اَصَحُّ وَاَشْهَرُ وَمَعْنَاهُ : مَا یُقَارِبُ مِلْأَهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۴۱۳) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک نیکی کی اس کے لئے دس گنا اجر ہے یا میں اس سے بھی زیادہ دوں گا اور جس نے برائی کی اس کا بدلہ اس کے مثل ہوگا یا میں معاف کردوں گا اور جو مجھ سے بالشت بھر قریب ہوگا میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوں گا، اور جو شخص میرے پاس پیدل چلتا ہوا آئے گا تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آؤں گا اور جو مجھ سے اس حال میں ملے گا کہ اس نے زمین بھرنے کے برابر گناہ کئے ہوں لیکن میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو میں اس کے گناہوں کے برابر مغفرت کے ساتھ اس سے ملوں گا۔ (مسلم)

من تقرب : کے معنی ہیں جو میری اطاعت کے ذریعے میرے قریب ہوتا ہے، تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں اگر وہ اطاعت میں زیادتی کرتا ہے تو میں رحمت میں زیادتی کرتا ہوں اگر وہ میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے اور میری اطاعت میں جلدی کرتا ہے تو میں اس کی طرف لپکتا ہوا آتا ہوں یعنی اس پر اپنی رحمت نچھاور کردیتا ہوں اور اس کی طرف سبقت کرتا ہوں اور میں اس کو مقصود تک پہنچنے میں زیادہ چلنے کی زحمت نہیں دیتا اور قراب الارض : میں قراب کا لفظ ق کے پیش کے ساتھ ہے، کسی نے کہا کہ کسرہ کے ساتھ بھی صحیح ہے لیکن پیش زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ اور اس کے معنی ہے "جو اتنا ہو کہ زمین بھر جائے۔" (واللہ اعلم)

تخریج حدیث (۴۱۳): صحیح مسلم، کتاب الذکر بالدعاء، باب فضل الذکر والدعاء والتقریب الی اللّٰہ.

کلمات حدیث: ھرولۃ : تیز روی، تیز چلنا۔

شرح حدیث: حدیث قدسی ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا اجر دس گنا عطا فرمائیں گے اور دس کا یہ عدد کم سے کم ہے کیوں کہ اس کے بعد فرمایا کہ میں اس پر اور اضافہ کردوں گا اور یہ اضافہ اور زیادتی سات سو گنا تک ہوگی، یعنی آدمی کو ایک نیکی کا اجر ایسا ملے گا

جیسے اس نے سات سونیکیاں کی ہوں۔

اور جس نے کوئی برائی کی تو اس برائی کا بدلہ اس کے برابر ہوگا، نیکیوں میں انعام واکرام کے پہلو کو ترجیح ہے، یعنی ایک نیکی کا اجر ایک نیکی اور اس کے بعد انعام واکرام اور عطاو بخشش جس کی کوئی حد نہیں ہے اور برائیوں میں عدل وانصاف کے پہلو کو ترجیح ہے کہ جس نے جتنی برائی کی اس کی اتنی ہی سزا ہو لیکن یہاں بھی اختیار ہے کہ معاف کردیں اور کوئی سزا نہ دیں، بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نیکیوں سے برائیوں کو دور کردیا جائے:

﴿ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ﴾

فرمایا کہ کوئی میری طرف بالشت بھر بڑھتا ہے میں اس کی طرف ہاتھ بھر بڑھتا ہوں اور جو میری جانب ہاتھ بھر بڑھتا ہے میں اس کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر آتا ہوں اور جو میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف لپک کر آتا ہوں یعنی بندہ اگر میری اطاعت اور بندگی کی طرف چند قدم چلتا ہے میں اپنی رحمت اس پر نچھاور کردیتا ہوں اور جس قدر بڑھتا ہے اور جس قدر اطاعت وبندگی میں تیزروی دکھاتا ہے اسی قدر میری رحمتیں ان کی طرف تیزی سے آتی ہیں، میری رحمت کی وسعتوں کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی اس قدر برائیاں کر کے میرے پاس آئے کہ روئے ارض اس کے گناہوں سے بھر جائے تو میں اتنی ہی مغفرتیں لے کر آتا ہوں اور اس کے سارے گناہ معاف کردوں گا۔ (دليل الفالحين : ۲/۲۵۲)

شرک سے بچنے والے کے لیے جنت ہے

۴۱۴. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰه مَا الْمُوْجِبَتَانِ ؟ قَالَ: مَنْ مَاتَ لاَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئاً دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً دَخَلَ النَّارَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۱۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! دو واجب کرنے والی چیزیں کیا ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی اس حال میں مرجائے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کوئی شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں جائے گا اور جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو تو وہ جہنم میں جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۱۴): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على ان من مات لايشرك بالله شيئا دخل الجنة

کلمات حدیث: موجبتان : دو واجب کرنے والی باتیں، یعنی ایسی دو باتیں جن سے جنت یا جہنم واجب ہوجاتی ہے۔ أوجب ایجابا (باب افعال) واجب کرنا۔ موجبة : واجب کرنے والی اور موجبتان دو واجب کرنے والی باتیں۔

شرح حدیث: جس شخص نے زندگی بھر کبھی اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا اور اللہ کی توحید پر ایمان رکھتے ہوئے مرگیا وہ جنتی ہے اور سارے مسلمان اسی طرح ہیں کہ سب اللہ کے ایک معبود ہونے کے قائل اور اس کے یکتا ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، بشرطیکہ کبائر پر اصرار

نہ ہوتو اللہ کی رحمت سے سب جنت میں جائیں گے، اور جو مصر علی الکبائر ہو اور اسی حالت میں مرجائے تو اس کا معاملہ اللہ کی مشیت کے تابع ہوگا اگر چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو جنت میں داخل فرمادے۔

اور جو حالت شرک باللہ میں مرگیا وہ جہنمی ہے ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (روضة المتقين: ١/٤٤٤، دليل الفالحين: ٢/٢٥٤)

صدقِ دل سے توحید کے اقرار کرنے والے پر جہنم حرام ہے

۴۱۵. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيْفُه' عَلَى الرَّحْلِ قَالَ: "يَا مُعَاذُ" قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: "يَامُعَاذُ" قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: "يَا مُعَاذُ" قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلاثًا، قَالَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُه' وَرَسُوْلُه' صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ" قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلاَ اُخْبِرُ بِهَا النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا؟ قَالَ: "اِذًا يَتَّكِلُوْا" فَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَثُّمًا، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُه' "تَاَثُّمًا" اَيْ خَوْفًا مِنَ الْاِثْمِ فِيْ كَتْمِ هٰذَا الْعِلْمِ.

(۴۱۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے آپ ﷺ کی سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ، معاذ نے جواب دیا لبیک یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے پھر فرمایا اے معاذ، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ لبیک یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے پھر فرمایا اے معاذ، حضرت معاذ نے فرمایا کہ لبیک یا رسول اللہ، تین مرتبہ فرمایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا ہر بندہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں اور اس نے اپنے دل کی سچائی کے ساتھ یہ گواہی دی اللہ اس پر جہنم کو حرام فرمادے گا، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ کیا میں لوگوں کو بتادوں کہ خوش ہو جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح تو لوگ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد کتمان علم کے گناہ سے بچنے کے لئے بیان کی (متفق علیہ)

تأثما: کے معنی ہیں کتمانِ علم کے خوف سے۔

تخریج حدیث(۴۱۵): صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم. صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة.

کلمات حدیث: اذا يتكلوا: اس طرح تو وہ بھروسہ کرکے بیٹھ رہیں گے۔ اتكل يتكل توكل (باب تفعل) اللہ پر بھروسہ کرنا۔

تأثما: گناہ سمجھتے ہوئے، کتمانِ علم کے گناہ سے بچتے ہوئے۔

شرح حدیث: جس شخص نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل سے کہہ لیا اللہ نے اس پر جہنم کو حرام کر دیا، امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے

ہیں کہ حدیث مبارک میں صدقاً من قلبہ (صدق دل) کے معنی یہاں استقامت کے ہیں کہ جس کی تصدیق اعمال واخلاق سے ہو، کیوں کہ محض شہادتین کے زبانی اقرار پر جہنم سے نجات اس عموم کے ساتھ دیگر دلائل قطعیہ کے برخلاف ہے کیوں کہ اہل السنت کے نزدیک قطعی دلائل سے یہ امر ثابت ہے کہ عاصی مؤمنین کو بھی عذاب ہوگا اور پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت پر جہنم سے نکالے جائیں گے۔

غرض جو صدق دل سے کلمہ توحید ادا کرے اور اسی توحید ورسالت کے اقرار پر اس کی موت واقع ہو جائے وہ جنت میں جائے گا اور اس پر جہنم حرام ہو جائے گی یعنی جہنم کی ابدی اور دائمی سزا نہیں ہوگی بلکہ وہ کچھ وقت سزا پا کر جنت میں پہنچ جائے گا یا یہ کہ حدیث میں مطلق جنت میں داخل ہونے کا وعدہ ہے اول مرتبہ جنت میں داخل ہونے کا وعدہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(فتح الباری : ۱/۳۱۵ ، روضۃ المتقین: ۱/۴۴۵)

غزوۂ تبوک میں معجزۂ نبوی کا ظہور

۴۱۶۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَوْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا شَکَّ الرَّاوِیْ وَلَا يَضُرُّ الشَّکُّ فِیْ عَيْنِ الصَّحَابِیِّ لِاَنَّهُمْ كُلَّهُمْ عُدُوْلٌ قَالَ : لَمَّا كَانَ غَزْوَةُ تَبُوْکَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَقَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا فَاَكَلْنَا وَادَّهَنَّا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِفْعَلُوْا" فَجَآءَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ. يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ فِیْ ذٰلِکَ الْبَرَكَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "نَعَمْ" . فَدَعَا بِنِطْعٍ فَبَسَطَهٗ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ اَزْوَادِهِم فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِیْءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَيَجِیْءُ الْاٰخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَيَجِیْءُ الْاٰخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطْعِ مِنْ ذٰلِکَ شَیْءٌ يَسِيْرٌ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ خُذُوْا فِیْ اَوْعِيَتِكُمْ فَاَخَذُوْا فِیْ اَوْعِيَتِهِمْ حَتّٰى مَا تَرَكُوْا فِی الْعَسْكَرِ وِعَاءً اِلَّا مَلَأُوْهُ وَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَفَضَلَ فَضْلَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاکٍّ فَيُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابی کے نام میں راوی کو شک ہوا ہے اور صحابی کی تعین میں شک ہونا کوئی مضر نہیں ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں، بہر حال روایت ہے کہ جب غزوۂ تبوک میں صحابۂ کرام شدت بھوک سے تنگ ہوئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹ ذبح کر لیں ان کا گوشت کھائیں اور ان کی چربی حاصل کریں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایسا ہی کر لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ اونٹوں کو ذبح کریں گے تو سواریاں کم ہو جائیں گی، آپ ﷺ سب سے بچے ہوئے کھانے منگوا لیجئے پھر ان پر اللہ سے برکت

کی دعا فرما دیجئے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں برکت عطا فرمادے گا آپ ﷺ نے فرمایا درست ہے، آپ ﷺ نے ایک چمڑے کا دسترخوان منگوایا اور اسے بچھایا پھر آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے ان کے بچے ہوئے کھانے منگوائے تو کوئی مٹھی بھر مکئی لایا کوئی مٹھی بھر کھجور لایا اور کوئی روٹی کا ٹکڑا لایا حتیٰ کہ دسترخوان پر تھوڑی سی اشیاء جمع ہوگئیں، آپ ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی پھر فرمایا کہ اس سے اپنے برتنوں کو بھرلو، انہوں نے اپنے برتنوں کو بھرلیا یہاں تک کہ لشکر میں کوئی ایسا برتن نہیں رہا جس کو انہوں نے نہ بھرلیا ہو۔ سب نے کھایا اور سیر ہوگئے اور کچھ بچ رہا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں، جو شخص ان دونوں کے اقرار کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرے گا، اس طرح کہ اسے کوئی شک وشبہ نہ ہو تو اس کو جنت سے نہیں روکا جائے گا۔

تخریج حدیث(۴۱۶): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة .

کلمات حدیث: نواضحنا : ہمارے پانی لانے والے اونٹ۔ نواضح . جمع ناضح مؤنث ناضحة .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں مذکور واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے۔ غزوۂ تبوک میں صحابۂ کرام کی تعداد بہت تھی اور غذائی اشیاء کی شدید قلت پیدا ہوگئی تھی اور بعض صحابۂ کرام کے پاس کھانے کو کچھ نہ بچا تھا، اس لئے سوچا گیا کہ کچھ اونٹ ذبح کرلئے جائیں اور ان کے گوشت سے غذائی قلت کا مسئلہ حل کیا جائے، لیکن اس موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اونٹ ذبح کرنا مناسب نہیں ہے، جس کے پاس جو کھانے کی اشیاء بچ رہی ہیں وہ لے آئے اور آپ ﷺ دعا فرمادیں، آپ ﷺ نے دسترخوان بچھوایا، اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تمام خوردنی اشیاء، لاکر رکھ دیں، تب بھی وہ تھوڑی سی ہوئیں، آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ اپنے برتن بھرلو، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے برتن بھر لئے حتیٰ کہ لشکر میں کوئی برتن ایسا نہیں بچا جو خالی رہ گیا، اور سب نے کھایا اور پھر بھی بچ رہا۔

ازاں بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں، اب اللہ کے یہاں جو بندہ اس حال میں جائے گا کہ اسے ان دونوں باتوں کے بارے میں ذرا بھی شک نہ ہو وہ جنت سے محروم نہ ہوگا۔

(شرح مسلم النووی : ۱۹۶/۱ ، دلیل الفالحین : ۲۵۶/۲ ، روضة المتقین : ۴۴۶/۱)

جواخلاص کے ساتھ "لا الٰہ الا اللہ" کہے اس پر جہنم کی آگ حرام ہے

۴۱۷. وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْراً قَالَ : كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ وَكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَآءَ تِ الْاَ مْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهٗ قِبَلَ مَسْجِدِ هِمْ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهٗ : اِنِّيْ اَنْكَرْتُ بَصَرِيْ وَاِنَّ الْوَادِيَ الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ قَوْمِيْ يَسِيْلُ اِذَا جَآءَ تِ الْاَ مْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهٗ فَوَدِدْتُ اَنَّكَ تَاْتِيْ فَتُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ مَكَانًا اَتَّخِذُهٗ مُصَلًّى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "سَاَفْعَلُ" فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ وَاسْتَاْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَهٗ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ اَيْنَ

تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟ " فَاَشَرْتُ لَهٗ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اُحِبُّ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ فَصَفَفْنَا وَرَآءَهٗ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ فَحَبَسْتُهٗ عَلٰى خَزِيْرَةٍ تُصْنَعُ لَهٗ فَسَمِعَ اَهْلُ الدَّارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَثَابَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ رَجُلٌ مَا فَعَلَ مَالِكٌ لَا اَرَاهُ! فَقَالَ رَجُلٌ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' لَا تَقُلْ ذٰلِكَ اَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ اَمَّا نَحْنُ فَوَاللّٰهِ مَا نَرٰى وُدَّهٗ وَلَا حَدِيْثَهٗ اِلَّا اِلَى الْمُنَافِقِيْنَ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" وَعِتْبَانُ " بِكَسْرِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَ اِسْكَانِ التَّآءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَبَعْدَهَا بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ . وَ "الْخَزِيْرَةُ" بِالْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ وَالزَّايِ : هِيَ دَقِيْقٌ يُطْبَخُ بِشَحْمٍ . وَقَوْلُهٗ " ثَابَ رِجَالٌ " بِالثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ : اَيْ جَآءُوْا وَاجْتَمَعُوْا .

(۴۱۷) حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ جو اُن لوگوں میں سے تھے جو غزوۂ بدر میں شریک تھے بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا، ان کے اور میرے درمیان ایک برساتی نالہ پڑتا تھا، جب بارشیں ہوتیں تو میرے لئے اسے عبور کر کے مسجد تک پہنچنا دشوار ہوتا، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری بینائی کمزور ہوگئی ہے اور جو وادی میرے اور میری قوم کے درمیان ہے اس میں بارشوں میں پانی بہتا ہے اور مجھے اسے عبور کرنا دشوار ہوتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ تشریف لاتے اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیتے تا کہ میں اسے نماز کے لئے مقرر کرلوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا میں آؤں گا۔ اگلے روز دن چڑھے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، میں نے اجازت دیدی، آپ ﷺ بیٹھے نہیں بلکہ فرمایا کہ تم اپنے گھر کی کونسی جگہ میں چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں۔ میں نے جگہ بتائی جہاں میں چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھیں، غرض آپ ﷺ کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنالی۔ آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا اور آپ ﷺ کے سلام کے بعد ہم نے بھی سلام پھیر دیا، میں نے آپ ﷺ کو روک لیا کہ آپ ﷺ کے لئے خزیرہ تیار کیا جارہا تھا۔ قریب کے گھر والوں کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ میرے گھر میں تشریف فرما ہیں تو ان میں سے بہت سے لوگ آگئے اور گھر میں کافی لوگ جمع ہوگئے۔

کسی نے کہا کہ مالک کو کیا ہوا، میں اسے نہیں دیکھ رہا، اس پر ایک شخص نے کہا کہ منافق ہے اسے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح نہ کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے صرف رضائے الٰہی کے لیے لا الہ الا اللہ کہا، اس شخص نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں مگر ہم تو بظاہر دیکھتے ہیں کہ اسے منافقین سے محبت ہے اور انہیں سے اس کی بات چیت ہے، آپ

ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ نے اس شخص پر جہنم کی آگ حرام کردی ہے جو اقرار کرتا ہے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور اس کا مقصود صرف رضائے الٰہی ہو۔ (متفق علیہ)

عتبان : ع کے زیر تاء کے سکون کے ساتھ ہے، خزیرہ گوشت اور آٹا ملا کر پکایا جاتا ہے اسے خزیرہ کہتے ہیں یہ لفظ خاء اور زاء کے ساتھ۔ ثاب رجال کے معنی ہیں کہ لوگ آ گئے اور ان کا اجتماع ہو گیا۔

تخریج حدیث(۴۱۷): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنۃ .

راوی حدیث: حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بنو سالم سے تعلق تھا۔ قبا کے قریب گھر تھا اور بنو سالم کی مسجد میں جا کر نماز پڑھاتے تھے، محمد بن ربیع نے ۲ ھ میں ان کو بہت بوڑھا دیکھا تھا، بخاری اور مسلم نے ان سے صرف یہی حدیث روایت کی ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں انتقال فرمایا۔ (دلیل الفالحین : ۲/۲۵۷)

کلمات حدیث: احتیازۃ : اس کا عبور کرنا، اس کو پار کرنا۔ فثاب : پلٹ آئے۔

شرح حدیث: حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کا قبا میں قیام تھا، وہاں سے نماز پڑھانے بنو سالم کی مسجد میں جایا کرتے تھے، راستے میں ایک نالہ پڑتا جس میں بسا اوقات بارش کا پانی آجاتا، حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بینائی بھی کمزور ہوگئی، مختلف روایات میں جو الفاظ آئے ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بالکل نابینا نہیں ہوئے تھے بلکہ بینائی کمزور ہوگئی تھی، حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیں تاکہ میں اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لوں، رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں دو رکعت نماز پڑھی۔

بعد ازاں حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کے لئے خزیرہ تیار کرایا، اسی اثناء میں آس پاس سے کافی لوگ جمع ہوگئے، اور کسی نے حضرت مالک بن دخشم کے بارے میں کہا کہ وہ منافق ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں ایسی بات نہ کہو اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اور اس کی غرض صرف رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ تھے، ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے غزوۂ بدر اور بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی، خود رسول کریم ﷺ نے ان کے ایمان کی تصدیق فرمائی۔

(فتح الباری : ۱/۵۳۳ ، شرح مسلم النووی : ۱/۲۱۳ ، روضۃ المتقین : ۱/۴۴۷)

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت کی ایک مثال

۴۱۸۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْيٍ.

فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَسْعٰى إِذَا وَجَدَتْ صَبِيّاً فِي السَّبْيِ اَخَذَتْهُ فَالْزَقَتْهُ بِبَطْنِهَا فَاَرْضَعَتْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " اَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ قُلْنَا: لاَ وَاللّٰهِ. فَقَالَ: "اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۴۱۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے، دیکھا کہ قیدیوں میں سے ایک عورت دوڑتی پھر رہی ہے اسے جو کوئی بچہ نظر آتا ہے اسے پکڑ کر اپنے آپ سے چمٹاتی اور دودھ پلاتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں پھینک دے گی، ہم سب نے کہا کہ اللہ کی قسم نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ عورت اپنے بچہ پر مہربان ہے۔ (بخاری ومسلم)

تخریج حدیث (۴۱۸): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد تقبیله و معانقته. صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللّٰه تعالیٰ.

کلمات حدیث: طارحة: پھینکنے والی۔ طرح الشئی: پھینک دیا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی رحمت بے انتہاء وسیع بھی ہے اور ہمہ گیر بھی کہ تمام کائنات کو اور اس میں موجود ہر شئے کو اور ہر ذی حیات کو اللہ کی رحمت واسعہ اپنے دامن میں لئے ہوئے، اور خاص طور پر مؤمن بندوں پر رحمت الٰہی کی وسعتوں کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا، فرمایا:

﴿ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ ﴾

''اور میری رحمت بڑی وسیع ہے اور میں اسے بطور خاص ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔''

ایک قیدی عورت اپنے بچے کی تلاش میں سرگرداں تھی اور ہر بچہ کو اٹھا کر سینے سے لگاتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنا کہ یہ عورت اپنے بچے پر ہے، رسول اللہ ﷺ نے یہاں اپنے بندوں کا لفظ جو اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ عباد سے مراد عباد مؤمنین ہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چند اصحاب کی ساتھ کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں ایک بچہ تھا، اس کی ماں نے اس جماعت کو آتے ہوئے دیکھا تو اسے ڈر ہوا کہ کسی کا پیر اس کے بچے کو نہ لگ جائے تو وہ دوڑتی ہوئی آئی اور وہ پکار رہی تھی میرا بیٹا، میرا بیٹا، غرض وہ بھاگ کر آئی اور اسے اٹھالیا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں کیسے پھینک سکتی ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ بھی اپنے محبوب کو آگ میں پھینکنے والا نہیں ہے۔

غرض اللہ کی رحمت کا اپنے وجود اور اپنی صلاحیت کے اعتبار سے عام ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ جن مستحقین کے لئے لکھ دی گئی ان کے لئے خاص ہے، اور اللہ کا بندہ جب اللہ کی طرف رجوع کرلے اور توبہ وانابت کی ساتھ اس کی طرف پلٹے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کی رحمت واسعہ سے اپنی امیدیں وابستہ کرے۔ (فتح الباری: ۱۷۹/۳، روضة المتقین: ۴۴۹/۱)

میری رحمت میرے غصہ پر غالب رہے گی

٤١٩. وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : " لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ کَتَبَ فِیْ کِتَابٍ فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ : اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ" وَفِیْ رِوَایَةٍ " غَلَبَتْ غَضَبِیْ" وَفِیْ رِوَایَةٍ " سَبَقَتْ غَضَبِیْ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(٤١٩) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا فرما چکا تو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

ایک روایت میں غلبت غضبی کے الفاظ ہیں اور ایک اور روایت میں سبقت غضبی کے الفاظ ہیں۔

تخریج حدیث(٤١٩): صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ویحذرکم اللّٰہ نفسه . صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللّٰہ تعالیٰ .

کلمات حدیث: تغلب : غالب ہوتی ہے۔ غلبت : غالب ہوگئی۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ کی رحمت کائنات کی ہر شئے کو محیط ہے اور رحمت غضب پر غالب ہے۔علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رحمت الٰہی کے غضب پر سابق اور غالب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو اس کی رحمت سے حصہ وافر ملتا ہے جو اس سے کہیں زیادہ ہے جو اس کے بندوں کو اس کی ناراضگی اور غضب سے ملتا ہے، کیوں کہ رحمت بلا استحقاق بھی ملتی ہے، رحمت کا وہ بھی مستحق ہے جس نے کوئی حق بندگی بھی ادا نہ کیا ہو جبکہ غضب اور ناراضگی صرف اس وقت اور اس عمل تک محدود ہے جو انسان نے اللہ کی ناراضگی کا عمل کیا ہو۔ (فتح الباری : ٢٥٨/٢ ، روضة المتقین : ٤٥٠/١)

اللہ تعالیٰ کی سو رحمتوں میں سے ایک زمین پر اتاری گئی ہے

٤٢٠. وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ :"جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَاَمْسَکَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَتِسْعِیْنَ وَاَنْزَلَ فِی الْاَرْضِ جُزْءً ا وَاحِدًا فَمِنْ ذٰلِکَ الْجُزْءِ یَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ حَتّٰی تَرْفَعُ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْیَةَ اَنْ تُصِیْبَه" وَفِیْ رِوَایَةٍ : " اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی مِائَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا یَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا یَتَرَاحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰی وَلَدِهَا وَاَخَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی تِسْعاً وَّتِسْعِیْنَ رَحْمَةً یَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ . مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَیْضًا مِنْ رِوَایَةِ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:"اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی مِائَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ یَتَرَاحَمُ بِهَا الْخَلْقُ بَیْنَهُمْ وَتِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ لِیَوْمِ الْقِیَامَةِ "

وَفِیْ رِوَایَةٍ " "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ کُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقُ مَابَیْنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ فَجَعَلَ مِنْهَا فِی الْاَرْضِ رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلٰی وَلَدِهَا وَالْوَحْشُ وَالطَّیْرُ بَعْضُهَا عَلٰی بَعْضٍ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ اَکْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ."

(۴۲۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو جزء بنائے، ننانوے اپنے پاس رکھے اور ایک جزء زمین پر اتارا، تمام مخلوقات اسی ایک جزء کے طفیل باہم ایک دوسرے سے رحم کا برتاؤ کرتے ہیں، یہاں تک کہ جانور اپنے بچے کے پاس سے اپنا کھر موڑ لیتا ہے کہ کہیں اسے نہ لگ جائے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس رحمت کے سو درجے ہیں، اس میں سے اس نے ایک رحمت نازل فرما کر جن وانس بہائم اور ہوام کو عطا فرمائی جس سے وہ باہم رحمت وعطف سے پیش آتے ہیں اور اسی سے وحشی جانور اپنے بچے سے مہربانی سے پیش آتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ننانوے حصے جو اپنے پاس رکھ لئے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس رحمت کے سو اجزاء ہیں، رحمت کا ایک حصہ وہ ہے جس سے تمام مخلوقات آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ننانوے حصے روز قیامت کے لئے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تو رحمت کے سو حصے پیدا فرمائے، ہر ایک رحمت کی وسعت آسمان سے زمین تک کے برابر ہے، اس میں سے ایک حصہ زمین میں رکھ دیا جس سے ماں اپنے بچے سے محبت کرتی ہے اور وحشی جانور اور پرندے آپس میں محبت کرتے ہیں، جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ اس ایک حصے کو بھی ملا کر پوری سو رحمتیں فرمائے گا۔

تخریج حدیث (۴۲۰): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب جعل اللّٰہ الرحمۃ مأۃ جزء.

کلمات حدیث: یتراحم الخلائق: مخلوقات آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتی ہیں. تراحم (باب تفاعل) آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی کرنا۔ یتعاطفون: آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں۔ تعاطف (باب تفاعل) آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی۔

شرح حدیث: علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے رحمت کو پیدا فرمایا اور اس کے سو حصے کئے اور ہر حصہ ایسا ہے کہ آسمان سے زمین تک ساری فضاء بھر جائے، اس حدیث کا مقتضاء یہ ہے کہ وہ تمام نعمتیں وہ جملہ انعام واکرام اور وہ سارے احسان جو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر فرمائے گا ان کی سو اقسام ہیں، ایک قسم تمام کائنات کو اور جملہ مخلوقات کو فی الوقت دیدی گئی جس سے تمام کائنات کا نظام چل رہا ہے اور جملہ مخلوقات کی مصالح کی تکمیل ہو رہی ہے اور سارے انسان بہرہ مند ہو رہے ہیں، روز قیامت اللہ تعالیٰ اس حصۂ رحمت کو ان ننانوے حصوں کے ساتھ ملا دیں گے جو اس کے پاس ہیں اور ان جملہ رحمتوں سے اپنے عباد مؤمنین پر فضل وکرم فرمائیں گے اور یہ وہ بات

ہوئی جیسے فرمایا ہے:

﴿ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ﴿٤٣﴾ ﴾

''اور وہ مومنوں پر بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔'' (فتح الباری : ۱۷۹/۳)

توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں

۴۲۱۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَحْكِي عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ قَالَ : " اَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْباً فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْباً فَعَلِمَ اَنَّ لَهُ رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ : اَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ : اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْباً فَعَلِمَ اَنَّ لَهُ رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ :اَيْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ :اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْباً فَعَلِمَ اَنَّ لَهُ رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ فَلْيَفْعَلْ مَاشَآءَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ : "فَلْيَفْعَلْ مَا شَآءَ " اَيْ مَا دَامَ يَفْعَلُ هٰكَذَا يُذْنِبُ وَيَتُوْبُ أُغْفِرُلَهُ فَإِنَّ التَّوْبَةَ تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا .

(۴۲۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ کوئی بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ میرا گناہ معاف فرما، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا اور اسے علم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کر دیتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ کرتا ہے، اس نے پھر دوبارہ گناہ کیا اور کہا کہ اے میرے رب میرا گناہ معاف فرما، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا اور اسے معلوم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس پر مؤاخذہ کرتا ہے، پھر دوبارہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے رب میرا گناہ معاف فرما اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور اسے علم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے، یقیناً میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا اب وہ جو چاہے کرے۔

(بخاری ومسلم)

جو چاہے کرے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ اس طرح کرتا رہے گا یعنی جب تک وہ ہر گناہ کے بعد توبہ کرتے رہے گا میں اسے معاف کرتا رہوں گا، کہ توبہ سے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

تخریج حدیث(۴۲۱): صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللّٰہ . صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول التوبۃ من الذنوب وان تکررت .

کلمات حدیث: أذنب : گناہ کیا، گناہ گار ہوا۔ ذنب : گناہ، جمع ذنوب .

شرح حدیث: ابن بطال فرماتے ہیں کہ جو شخص گناہوں پر مصر ہو کہ بار بار گناہ کرتا اور بار بار استغفار کرتا ہو، اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو معاف فرما دے، اور اس کی یہ نیکی کہ وہ ایک اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اسی کو غالب قوت والا سمجھتا ہے کہ جس کا چاہے مواخذہ کرے اور جس کو چاہے معاف فرما دے، تمام گناہوں پر غالب آجائے کہ ہر نیکی کا اجر وثواب دس گنا ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی توحید اور اس کی ربوبیت پر ایمانِ کامل یہ سب سے بڑی نیکی ہے۔

حدیث مبارک میں توبہ اور استغفار کی فضیلت کا بیان ہے، لیکن توبہ کے لئے ضروری ہے کہ پچھلے گناہوں پر شرمندگی اور ندامت ہو اور دوبارہ نہ کرنے کا عزم صمیم ہو، اور اگر بالفعل گناہ میں مبتلا ہے تو اسی وقت چھوڑ دے، توبہ کی قبولیت کا قرآن کریم میں وعدہ فرمایا گیا ہے:

" وھو الذی یقبل التوبة عن عبادہ ویعفو عن السیئات ."

''وہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے برے کاموں سے درگزر فرما دیتا ہے۔''

(فتح الباری : ۸۸۷/۳ ، عمدة القاری)

گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے

۴۲۲. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَيَغْفِرُ لَهُمْ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۲۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ سے مغفرت طلب کریں گے اور اللہ انہیں معاف کر دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۲۲): صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة .

کلمات حدیث: لذھب اللہ بکم : اللہ تمہیں لے جائے، یعنی تمہیں ختم کر دے۔ ذھب بہ : لے جانا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح حسن عمل کرنے والوں کو جزا اور صلہ عطا فرماتے ہیں اسی طرح خطا کاروں سے درگزر فرماتے ہیں، وہ غفار ہیں حلیم ہیں، تواب ہیں اور اپنے گنہگار بندوں کو بہت معاف کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حکمت اس امر کی متقاضی ہوئی کہ ایک ایسی مخلوق جو اپنے اختیار اور ارادے سے احکام الٰہی پر عمل کرے اور اس کے وجود میں خیر وشر کے ہر دو پہلو موجود ہوں، وہ ایسی مخلوق ہو جو فجور کی طرف مائل ہو سکتی ہو اور تقویٰ کی طرف بھی ملتفت ہو سکتی ہے، گناہ کرے اور طالب مغفرت ہو اور توبہ اور رجوع کرے، اور یہ اس لئے تا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات غفار ستار اور غفور اور رحیم کا اظہار ہو ورنہ اگر خالص نیک اعمال بغیر گناہ اور خطا کے مقصود ہوتے تو اس کے لئے فرشتے پہلے ہی موجود تھے۔

(شرح صحیح مسلم النووی : ١٧/٥٥ ، روضۃ المتقین : ١/٤٥٤ .)

---

٤٢٣. وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ خَالِدِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "لَوْلَا اَنَّکُمْ تُذْنِبُوْنَ لَخَلَقَ اللّٰہُ خَلْقاً یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ فَیَغْفِرَ لَھُمْ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(٤٢٣) حضرت ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ سے مغفرت طلب کریں گے اور اللہ انہیں معاف فرمائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٤٢٣): صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبۃ .

شرح حدیث: اس حدیث مبارک کا مضمون بھی وہی حدیث سابق والا ہے اور مقصود حدیث اللہ کی رحمت وفضل اور ان کے عفو ودرگزر کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ انسان اگر اللہ کی جانب توبہ وانابت کے ساتھ رجوع کرے تو وہ بہت معاف کرنے والے اور بہت درگزر کرنے والے ہیں۔ (شرح مسلم النووی : ٧/٥٤)

لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کے لیے جنت کی خوشخبری

٤٢٤. وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : کُنَّا قُعُوْدًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَنَا اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فِیْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْنِ اَظْھُرِنَا فَاَبْطَأَ عَلَیْنَا فَخَشِیْنَا اَنْ یُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَکُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَتَیْتُ حَآئِطاً لِّلْاَنْصَارِ . وَذَکَرَ الْحَدِیْثَ بِطُوْلِہٖ اِلٰی قَوْلِہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " اذْھَبْ فَمَنْ لَقِیْتَ وَرَآءَ ھٰذَا الْحَآئِطِ یَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُسْتَیْقِناً بِھَا قَلْبُہٗ فَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ " رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(٤٢٤) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور چند اصحاب بھی تھے، رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان میں سے اٹھے اور تشریف لے گئے، خاصی دیر ہوگئی ہمیں اندیشہ ہوا کہ ہماری غیر موجودگی میں دشمن آپ کو نقصان نہ پہنچائے، اس پر ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور میں سب سے پہلے خوف زدہ ہوا، سو میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا، یہاں تک کہ میں انصار کے ایک باغ میں پہنچا، اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طویل حدیث بیان کی اور اس کے بعد کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اور جو اس باغ کے باہر ملے جو اللہ کے ایک ہونے کی گواہی دیتا ہو اور دل سے یقین رکھتا ہو اس کو جنت کی خوش خبری دیدو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴۲۴): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة .

کلمات حدیث: فأبطأ : آپ ﷺ نے تاخیر کی۔ أبطاء : دیر کرنا۔

شرح حدیث: ایسا شخص جس نے اپنے قلب کی گہرائیوں سے اللہ کی وحدانیت وربوبیت اور رسول ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا ہے اور اسی اقرار واعتراف پر موت واقع ہو وہ جنت میں جائے گا، اگر اس نے اسلام کے بعد کوئی کبیرہ گناہ نہیں کیا اور اس کا انتقال ہو گیا تو وہ ابتداء ہی جنت میں جائے گا اور اگر اسلام کے بعد زندہ رہا اور اس نے کچھ صغیرہ گناہ بھی کئے لیکن اس کی نیکیاں اس کی حسنات پر غالب آ گئیں یا اس نے سرے سے کوئی معصیت نہیں کی تو وہ بھی جنتی ہے اور اگر اس کی حسنات اتنی نہیں ہیں جو اس کے برائیوں پر غالب آ جائیں یا اس نے کوئی کبیرہ گناہ بھی کیا ہے لیکن اس نے اس سے توبہ کر لی تو وہ بھی جنتی ہے، اور اگر صغیرہ گناہ حسنات سے زیادہ ہوں یا کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہو اور بغیر توبہ مر جائے تو وہ جہنم میں کچھ وقت گناہوں کی سزا پا کر جنت میں پہنچ جائے گا یا محض فضل الٰہی سے جنت میں پہنچ جائے گا اور اللہ اس کے گناہ معاف فرما دے گا، جیسے فرمایا: ﴿ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ﴾ ''علاوہ شرک کے اللہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا۔'' (شرح مسلم النووی : ۱/۲۰۷)

حضرات انبیاء علیہم السلام کی اپنی اپنی امتوں کے حق میں دعاء

۴۲۵. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي اِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْراً مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ " اَلْاٰيَةَ وَ قَوْلُ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ " فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ : "اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ" وَبَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : "يَا جِبْرِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ؟ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ وَهُوَ اَعْلَمُ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : " يَا جِبْرِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ : اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۴۲۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ﴾ (اے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا پس جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے ہیں) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول پڑھا: ﴿ إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ (اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کر دے تو تو عزیز وحکیم ہے)

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے، اور کہنے لگے اے میری امت، اے میری امت، اور آپ ﷺ پر گریہ

طاری ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرئیل محمد کے پاس جاؤ تمہارا رب تو جانتا ہے مگر تم ان سے پوچھو کہ ان کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جبرئیل آئے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل کو مطلع کیا کہ آپ ﷺ نے کیا دعا فرمائی تھی، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جبرئیل محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کی امت کے بارے میں آپ کو خوش کر دیں گے اور ہم آپ کو ناراض نہیں کریں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٤٢٥): صحیح مسلم، کتاب الایمان، دعاء النبی ﷺ لأمته و بکائه شفقة علیهم .

کلمات حدیث: لانسوؤك : آپ کو برا نہ معلوم ہو۔ ساء سوءًا (باب نصر) ناگوار ہونا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک بہت اہم اور دقیق مضمون پر مشتمل ہے، حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر کس قدر شفیق اور امت کی اخروی فلاح کے بارے میں کس قدر فکر مند ہیں، آپ ﷺ دونوں ہاتھ بلند فرماتے ہیں اور وہ دعا فرماتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمائی اور وہ دعا فرماتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی اور آپ ﷺ پر گریہ طاری ہو جاتا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل کو بھیجتے ہیں کہ آپ اپنی امت کے بارے میں اس قدر فکر مند نہ ہوں، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو راضی فرمائے گا:

﴿ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰٓ ۝٥ ﴾

''اللہ تعالیٰ عنقریب آپ کو عطا فرمائے گا اور آپ راضی ہو جائیں گے۔'' (شرح مسلم النووی : ٣/٦٦)

حق اللہ اور حق العبد کی تفصیل

٤٢٦. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ فَقَالَ " يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِىْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ "؟ قُلْتُ : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ : "فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا " فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ ؟ قَالَ :" لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٤٢٦) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا کہ اللہ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ اس کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ شرک نہ کرے اس کو عذاب نہ دے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں لوگوں کو بشارت دیدوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں بشارت نہ دو کہ کہیں بھروسہ کر کے بیٹھے رہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٤٢٦): صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ امته الی توحید الله .

صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة .

کلمات حدیث: ردف : وہ شخص جو سواری کے پیچھے بیٹھا ہوا۔ ردف ردفاً (باب نصر) ردیف ہونا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا خالق مالک اور رازق ہے اس لئے انسانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانیں اور اس کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں، اس کی وحدانیت کا اقرار کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور اس کی اطاعت و بندگی میں لگے رہیں۔ اگر اللہ کے بندے اللہ کا حق ادا کریں تو اللہ تعالیٰ کا بھی وعدہ ہے کہ وہ انہیں قیامت کے عذاب سے بچائے اور ان کو آخرت کی نعمتوں سے نوازے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نیک عمل کرنے پر بندوں کے لئے اپنے خاص فضل سے جس اجر و ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کا پورا ہونا یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں وعدہ خلافی نہیں ہے: "ان الله لا يخلف الميعاد " (فتح الباري : ١٦٦/٢)

مؤمن کی قبر میں شہادتین کا اقرار

٤٢٧. وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهِ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿ يُثَبِّتُ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِٱلْقَوْلِ ٱلثَّابِتِ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ﴾ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٤٢٧) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب مسلمان سے قبر میں سوال ہوتا ہے اور وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تو یہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ہے:

﴿ يُثَبِّتُ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِٱلْقَوْلِ ٱلثَّابِتِ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ﴾

"اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی رکھے گا۔"

(بخاری و مسلم)

تخریج حدیث (٤٢٧): صحيح البخاري، تفسير سورة ابراهيم، صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها . باب عرض مقعد الميت من الجنة او النار عليه .

شرح حدیث: مسلمان سے قبر میں سوال ہوگا تو وہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں، مسلمان کی قبر میں یہ ثابت قدمی اور یہ استقلال اس فرمان الٰہی کے مطابق ہوگا۔

﴿ يُثَبِّتُ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِٱلْقَوْلِ ٱلثَّابِتِ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ﴾

"اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو مضبوط بات سے ثابت قدم رکھتا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔"

مطلب یہ ہے کہ مؤمنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمہ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے۔ دنیا میں کیسی ہی

آفات وحوادث پیش آئیں کتنا ہی سخت امتحان ہو قبر میں نکیرین سے سوال وجواب ہو، محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو، ہر موقعہ پر یہی کلمہ توحید ان کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔ (فتح الباری : ١/ ٨٠٤، تفسیر عثمانی)

کافر کے نیک کاموں کا بدلہ دنیا میں دے دیا جاتا ہے

٤٢٨. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ الْكَافِرَ اِذَا عَمِلَ حَسَنَةً اُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِنَ الدُّنْيَا وَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَدَّخِرُ لَهٗ حَسَنَاتِهٖ فِي الْاٰخِرَةِ وَيُعْقِبُهٗ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلٰى طَاعَتِهٖ" وَفِي رِوَايَةٍ : اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا اَفْضٰى اِلَى الْاٰخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهٗ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٤٢٨) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کافر جب کوئی نیک کام کرتا ہے تو اس کو دنیا ہی میں اس کا صلہ دیدیا جاتا ہے اور مؤمن کی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ آخرت کے لئے ذخیرہ کر لیتا ہے اور اس کی طاعت پر اسے دنیا میں بھی رزق ملتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مؤمن کی نیکی کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ اسے دنیا میں بھی اس کا صلہ ملتا ہے اور آخرت میں بھی، اور کافر نے جو نیک کام اللہ کے لئے کئے ہوں اس کو دنیا ہی میں صلہ دیدیا جاتا ہے اور جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوتی جس کا بدلہ دیا جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٤٢٨): صحيح مسلم، كتاب صفة القيامة والجنة والنار ،باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة .

کلمات حدیث: يُعقبه : اس کو بعد میں ملتا ہے، بعد میں آتا ہے۔ عقب : پیچھے، بعد میں۔ اعقب : پیچھے آنا، بعد میں لانا۔

شرح حدیث: علمائے امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کافر اگر حالت کفر میں مرجائے تو اسے آخرت میں اس کا کوئی صلہ نہیں ملے گا البتہ دنیا میں اس کی ان نیکیوں کا صلہ دیا جائے گا جو اس نے بطور تقرب الی اللہ کی ہوں گی اس کے برعکس مؤمن کو دنیا میں صلہ ملے گا اور اس کی نیکیاں آخرت کا ذخیرہ بن جائیں گی اور اس کو تمام اعمال صالحہ کا صلہ ملے گا۔ (شرح صحیح مسلم النووی : ١٧/ ١٢٤)

پانچوں نمازوں کی مثال

٤٢٩. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

"اَلْغَمْرُ" : اَلْكَثِيْرُ .

(۴۲۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے ایک گہری نہر بہہ رہی ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ (مسلم)

غمر : کے معنی ہیں زیادہ۔

تخریج حدیث(۴۲۹): صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب المشى الى الصلاة تمحى به الخطايا وترفع به الدرجات .

کلمات حدیث: غمر : زیادہ پانی، بکثرت پانی۔ نهر جارٍ غمرٍ : بہت پانی والی بہتی ہوئی نہر۔

شرح حدیث: جس طرح کسی انسان کو اگر ظاہری گندگی لگ جائے تو وہ اس کو دور کرنے کے لئے اسے پانی سے دھوتا ہے اور دھونے سے ظاہری اور حسی نجاستیں جسم سے اور لباس سے دور ہو جاتی ہیں، یہ تو حال ظاہری اور حسی نجاستوں کا ہے باطنی نجاستوں کی گندگی حسی نجاستوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، ظاہری نجاست کو دور کرنے کا طریقہ وضو اور نماز ہے، اب اگر کسی کے گھر کے سامنے گہرے پانی کی نہر بہہ رہی ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو اس کا جسم کس قدر صاف ستھرا ہو جائے گا، اسی طرح اگر کوئی مؤمن ایمان اور حسن نیت اور خلوص کے ساتھ روزانہ پانچ مرتبہ وضو کرے اور نماز کو اس کے جملہ آداب کے ساتھ ادا کرے، اس کی باطنی طہارت کا کیا عالم ہوگا یہی کہ اس کے اعضاء وضو روز قیامت چمک رہے ہوں گا اور اس کا چہرہ تر و تازہ ہوگا اور وہ خوش ہو کر اپنے رب کی طرف دیکھ رہا ہوگا۔

(شرح صحيح مسلم النووى : ٦/١٤٤ ، روضة المتقين : ١/٤٦٠)

جس خوش نصیب کے جنازہ میں چالیس مسلمان شریک ہوں

۴۳۰. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :"مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلاً لاَ يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۳۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان آدمی مر جائے اور اس کے جنازے میں چالیس آدمی ایسے شریک ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوں اللہ تعالیٰ مرنے والے کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرمائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴۳۰): صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب من صلى عليه اربعون شفعوا فيه .

کلمات حدیث: شَفَّعَهُم : اللہ ان کی شفاعت قبول فرمالے گا۔ شَفَعَ، شفاعة (باب فتح) سفارش کرنا۔

شرح حدیث: جنازے میں شرکت کرنا اور جنازے کے ساتھ چلنا بہت بڑی نیکی ہے اسی طرح نماز جنازہ میں شرکت کا بہت اجر

وثواب ہے، اللہ تعالیٰ کا مسلمان پر فضل عظیم ہے کہ وہ مسلمانوں کی مسلمانوں کے حق میں کی جانے والی دعا بھی قبول فرماتے ہیں اور اسی لئے جنازے کی نماز میں مسلمانوں کا کثرت سے شرکت کرنا مستحب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مرنے والے مسلمان کے جنازے میں سو آدمی ہوں اور وہ اس کی شفاعت کریں تو اللہ ان کی شفاعت قبول فرمالیتا ہے، ایک اور روایت میں تین صفوں کا ذکر ہے اور ایک اور روایت میں چالیس آدمیوں کا ذکر ہے۔

ان میں سے کوئی بھی تعداد ہو، اللہ کی ذات کریم ہے اس سے امید ہے کہ وہ ان مسلمانوں کی میت کے حق میں دعا اور ان کی شفاعت کو قبول فرمائیں گے۔ (شرح صحیح مسلم النووی : ۱۶/۷ ، روضة المتقین : ۱/۴۶۱)

جنت میں سب سے زیادہ تعداد امت محمدیہ ﷺ کی ہوگی

۴۳۱. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ نَحْوًا مِنْ اَرْبَعِيْنَ فَقَالَ : " اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ ؟" قُلْنَا : نَعَمْ. قَالَ : "اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ: " وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَمَا اَنْتُمْ فِيْ اَهْلِ الشِّرْكِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَآءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَآءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَحْمَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۳۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چالیس کے قریب افراد ایک خیمہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو، ہم نے کہا، کہ ہاں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کا تہائی حصہ ہو، ہم نے کہا کہ ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے میں تو امید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کا آدھا ہو، اور یہ اس لئے کہ جنت میں صرف مسلمان ہی جائیں گے اور مشرکین کے مقابلے میں تم ایسے ہو جیسے کالے بیل کی کھال میں سفید بال یا سرخ بیل کی کھال میں سیاہ بال۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۴۳۱): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف الحشر . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون هذه الأمة نصف أهل الجنة .

کلمات حدیث: قبة : خیمہ، عمارت جو اندر سے گولائی دار ہو، اور اوپر کو اٹھی ہوئی ہو، جمع قباب .

شرح حدیث: نبی کریم ﷺ چمڑے کے بنے ہوئے قبہ سے ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوئے اور صحابۂ کرام کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش ہو گے کہ جنت میں تمام امتوں اور ملتوں کی مجموعی تعداد کے بالمقابل تمہاری تعداد چوتھائی ہو، صحابۂ کرام نے اللہ اکبر اور سبحان اللہ کہا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ تم ایک تہائی ہو، صحابہ نے پھر خوشی کا اظہار فرمایا، تو آپ ﷺ نے

فرمایا کہ میں تو اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ تمہاری تعداد نصف ہو۔

جامع ترمذی میں بروایت صحیحہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت کی ایک سوبیس صفیں ہونگی جن میں اَسّی صفیں میری امت کی ہوں گی۔ (فتح الباری: ۴۱۲/۳، شرح مسلم النووی: ۸۰/۳، دلیل الفالحین: ۲۷۱/۲)

یہود ونصاریٰ کی جنت کے حصے مسلمانوں کو ملیں گے

۴۳۲. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسی الْاَ شْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ دَفَعَ اللّٰہُ اِلیٰ کُلِّ مُسْلِمٍ یَھُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا فَیَقُوْلُ ھٰذَا فِکَاکُکَ مِنَ النَّارِ" وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ بِذُنُوْبٍ اَمْثَالِ الْجِبَالِ یَغْفِرُھَا اللّٰہُ لَھُمْ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ،

قَوْلُہٗ : "دَفَعَ اِلیٰ کُلِّ مُسْلِمٍ یَھُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا فَیَقُوْلُ ھٰذَا فِکَاکُکَ مِنَ النَّارِ" مَعْنَاہُ مَاجَآءَ فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ "لِکُلِّ اَحَدٍ مَنْزِلٌ فِی الْجَنَّۃِ وَ مَنْزِلٌ فِی النَّارِ فَالْمُؤْمِنُ اِذَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ خَلَفَہُ الْکَافِرُ فِی النَّارِ لِاَنَّہٗ مُسْتَحِقٌّ لِذٰلِکَ بِکُفْرِہٖ" وَمَعْنیٰ "فِکَاکُکَ" اِنَّکَ کُنْتَ مُعَرَّضاً لِدُخُوْلِ النَّارِ وَھٰذَا فِکَاکُکَ لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ قَدَّرَ لِلنَّارِ عَدَدًا یَمْلَؤُھَا فَاِذَا دَخَلَھَا الْکُفَّارُ بِذُنُوْبِھِمْ وَکُفْرِھِمْ صَارُوْا فِیْ مَعْنَی الْفِکَاکِ لِلْمُسْلِمِیْنَ، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ .

(۴۳۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی سپرد فرمادے گا اور کہے گا کہ یہ تیرا جہنم سے فدیہ ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ مسلمان ایسے آئیں گے جن کے گناہ پہاڑوں کے مثل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمادیں گے۔ (مسلم)

دَفَع الی کل مسلم : کے معنی وہی ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آئے ہیں کہ ہر آدمی کا جنت میں ایک مقام ہے اور جہنم میں بھی ہے۔ ایمان دار آدمی جنت میں چلا جائے گا تو کافر اسکی جگہ دوزخ میں جائے گا۔ اس لئے کہ وہ کفر کی وجہ سے اس کا مستحق ہے۔ فکاک : کا مطلب یہ ہے کہ تو جہنم میں جانے والوں میں ہو جاتا مگر یہ تیرا فدیہ بن گیا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں جانے والوں کی مقدار متعین کی ہے جو اسے بھر دیں گے۔ گویا کافروں کا اپنے کفر اور اپنے گناہوں کی بناپر جہنم میں جانا مسلمانوں کے لئے ایک طرح کا فدیہ ہو جائے گا۔

تخریج حدیث (۴۳۲): صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتلہ .

کلمات حدیث: فکاك : فدیہ۔ فکاك الا سیر : قیدی کو چھڑانا۔

شرح حدیث: قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر مکلّف انسان کا ایک ٹھکانہ جنت میں ہے اور ایک ٹھکانہ جہنم میں ہے۔ اب ان مکلفین میں سے جو شخص ایمان لے آیا اور اس کا ایمان خالص ہوا تو اس کا جو ٹھکانہ جہنم میں ہے اس کی جگہ اس کو جنت میں مل جائے گا اور اگر ایمان نہ لایا تو اس کے برعکس ہو جائے گا گویا کافر جہنم میں مؤمنین کی جگہ ہیں اور چونکہ تقدیر الٰہی میں جہنم کا بھرا جانا ہے اور وہ بھری جائے گی کافروں سے تو گویا کفار مؤمنین کا کفارہ ہو گئے۔

بعض مسلمان ایسے آئیں گے جن کے گناہوں کا انبار پہاڑوں کی طرح بلند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی معاف فرما دیں گے۔ اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں جنہیں امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر نہیں کیا کہ یہ گناہ یہود و نصاریٰ پر ڈال دیئے جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کے گناہ معاف فرما دے گا اور اس کے مثل وہ گناہ جو یہود و نصاریٰ نے کئے ہوں گے ان پر ڈال دے گا، یعنی جتنے گناہ مسلمانوں کے معاف کئے جائیں گے، اسی قدر کافروں پر ان کے گناہوں کا بوجھ ڈال دیا جائے گا، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ گناہ جن کا طریقہ کافروں نے جاری کیا ہو اور مسلمانوں نے ان کا ارتکاب کر لیا ہو وہ مسلمانوں سے معاف کر دیئے جائیں گے اور کافر ان گناہوں پر اس لئے ماخوذ ہوں گے کہ انہوں نے ان کا طریقہ جاری کیا ہوگا، اور حدیث میں ہے کہ جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا اس کو اس کا گناہ ہوگا اور ان کا بھی گناہ ہوگا جو بعد میں اس پر عمل کریں گے۔ (دلیل الفالحین : ٢/٢٧١)

دنیا میں پردہ پوشی آخرت میں مغفرت

٤٣٣۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "يُدْنَى الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رَبِّهٖ حَتّٰى يَضَعَ كَنَفَهٗ عَلَيْهِ فَيُقَرِّرُهٗ بِذُنُوْبِهٖ فَيَقُوْلُ : اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا ؟ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُوْلُ رَبِّ اَعْرِفُ قَالَ : فَاِنِّيْ قَدْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى صَحِيْفَةَ حَسَنَاتِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"كَنَفَهٗ" سَتْرُهٗ وَرَحْمَتُهٗ .

(٤٣٣) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مؤمن روز قیامت اپنے پروردگار کے قریب ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے دامان رحمت میں لے لے گا پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا، اور کہے گا کہ فلاں گناہ کو پہچانتے ہو، وہ کہے گا اے رب جانتا ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈال دیا تھا، اور آج میں انہیں معاف کرتا ہوں۔ اس طرح اس کو نیکیوں کا اعمال نامہ دیدیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

كَنَفه : کے معنی اپنی رحمت سے ڈھانپ لیا، اور پردہ ڈال دیا۔

تخریج حدیث(۴۳۳): صحیح البخاری، تفسیر سورة هود . صحیح مسلم، کتا ب التوبة باب توبة القاتل و ان کثر قتله .

کلمات حدیث: کَنَفه : اس کی حفاظت ۔ کنف کنفًا (باب نصر) کسی چیز کو حفاظت میں لینا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ روز قیامت اپنے مؤمن بندوں پر لطف وکرم فرمائیں گے ۔انہیں اپنے دامان رحمت میں لیں گے اور ان سے پوچھیں گے کہ تم نے فلاں فلاں گناہ کئے تھے، وہ ان گناہوں کا اقرار کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تمہارے ان گناہوں پر دنیا میں پردہ ڈالدیا تھا اب میں یہاں بھی معاف کرتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اللہ کے بندے کھلم کھلا گناہ نہیں کرتے بلکہ خطا اور لغزش سے ان سے کبھی کبھار گناہ سرزد ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ان کے گناہوں کو اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادے گا۔

(فتح الباری : ٢/ ١٤ ، روضة المتقین : ١/ ٤٦٤ ، مظاهر حق : ٥/ ١٣٦)

نماز کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں

۴۳۴: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً اَصَابَ مِنِ امْرَاةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ .

﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ﴾ فَقَالَ الرَّجُلُ : اَلِيَ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ " لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۳۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا اور اس نے آکر نبی کریم ﷺ کو اطلاع دی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، نماز قائم کرو صبح وشام، اور رات کے کچھ حصے میں بیشک اچھائیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہے، اس شخص نے عرض کیا کہ کیا یارسول اللہ یہ میرے ساتھ خاص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، بلکہ میری تمام امت کے لئے ہے۔(بخاری ومسلم)

تخریج حدیث(۴۳۴): صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب الصلاة کفارة . صحیح مسلم، کتاب التوبة باب ان الحسنات یذهبن السیئات .

شرح حدیث: امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ قصہ قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس ایک عورت آئی جس کا شوہر جہاد پر گیا ہوا تھا، اس نے کہا کہ مجھے ایک درہم کی کھجوریں دیدو، اس شخص نے کہا کہ مجھے وہ عورت اچھی لگی، میں نے اس سے کہا کہ گھر میں آجاؤ، وہاں میرے پاس زیادہ اچھی کھجوریں ہیں، میں اسے لے کر اندر آیا اسے چمٹایا اور بوسہ لیا، وہ عورت بولی اللہ سے ڈر، اس پر وہ شخص خوف زدہ ہوگیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ توبہ کرلو اور دوبارہ نہ کرنا،

پھر وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اچھائیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ نماز دوسری نماز تک کفارہ ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو، مجاہد نے کہا کہ ﴿ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ﴾ میں حسنات سے مراد یہ کلمات ہیں، سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

اس شخص نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ کیا یہ حکم میرے لئے خاص ہے، یعنی یہ حکم کہ نماز سے میرا یہ گناہ معاف ہوگیا خاص میرے لئے ہے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کا انعام ایک شخص کے لئے نہیں ہوتا بلکہ عام ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمر نے ٹھیک کہا، اور یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اجتہادات میں سے ہے جن کی لسان نبوت ﷺ سے تصدیق کی گئی، اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ سوال کرنے والے حضرت معاذ بن جبل تھے۔

بہرحال رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اصول کہ حسنات سے سیئات مٹادی جاتی ہیں میری تمام امت کے لئے ہے۔

(فتح الباری : ۷۶۳/۲ ، دليل الفالحين : ۲۷۳/۲ ، نزهة المتقين : ۳۷۷/۱)

نماز سے صغیرہ گناہ خود معاف ہوجاتے ہیں

۴۳۵. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَيَّ وَحَضَرَتِ الصَّلوٰةُ فَصَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلوٰةَ قَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللّٰهِ قَالَ : " هَلْ حَضَرْتَ مَعَنَا الصَّلوٰةَ ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ : " قَدْ غُفِرَلَكَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَقَوْلُهٗ "اَصَبْتُ حَدًّا " مَعْنَاهُ : مَعْصِيَةً تُوْجِبُ التَّعْزِيْرَ وَلَيْسَ الْمُرَادُ الْحَدَّ الشَّرْعِيَّ الْحَقِيْقِيَّ كَحَدِّ الزِّنَا وَالْخَمْرِ وَغَيْرِهِمَا فَاِنَّ هٰذِهِ الْحُدُوْدَ لَا تَسْقُطُ بِالصَّلوٰةِ وَلَا يَجُوْزُ لِلْاِمَامِ تَرْكُهَا .

(۴۳۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے گناہ کیا ہے آپ مجھ پر حد جاری کردیجئے۔ نماز کا وقت ہوچکا تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، نماز کے بعد اس نے پھر عرض کی یا رسول اللہ میں نے گناہ کیا ہے، مجھ پر اللہ کی کتاب کا فیصلہ جاری کردیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا گناہ معاف کردیا گیا ہے۔ (متفق علیہ)

أَصَبْتُ حدًّا : کے معنی ہیں کہ میں نے ایسی معصیت کا ارتکاب کیا ہے جس پر تعزیر ہے، حد شرعی حقیقی یہاں مراد نہیں ہے جیسے حد زنا اور حد خمر وغیرہ کیوں کہ یہ حدود نماز سے ساقط نہیں ہوتیں، اور نہ امام کے لیے ان کا ترک کرنا جائز ہے۔

تخریج حدیث (۴۳۵): صحيح البخاری، كتاب المحاربين، باب اذا اقر بالحد ولم يبين هل الامام أن يستر عليه. صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب ان الحسنات يذهبن السيئات .

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ تھے، انہیں چھوٹی سی چھوٹی بات بھی کھٹکتی اور وہ اس کو بڑی بات سمجھتے، جب تک وہ اسے خدمت اقدس ﷺ میں عرض کر کے اپنے لیے آپ سے دعا واستغفار نہ کرالیں۔ یہی حال ان صاحب کا تھا جن سے کوئی معمولی لغزش ہوئی اور وہ فوراً آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ مجھ پر حد جاری فرما دیجیے۔ اتنے میں نماز کھڑی ہوگئی نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی انہوں نے یہ بات کہی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھ لی تمہارا گناہ معاف کر دیا گیا۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بظاہر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی ان کے گناہ سے مطلع فرمادیا، اسی لیے آپ ﷺ نے استفسار نہیں فرمایا۔

کھانے پینے کے بعد حمد سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں

۴۳۶۔ وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدُه‘ عَلَيْهَا " اَوْ يَشْرَبُ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدُه‘ عَلَيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ، "اَلْاَ كْلَةُ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الْاَ كْلِ كَا لْغَدْوَةِ وَالْعَشْوَةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۴۳۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی اس ادا سے خوش ہوتے ہیں کہ جو کھائے اس پر اللہ کی حمد کرے اور جو پیئے اس پر اللہ کی حمد کرے۔ (مسلم)

أکلہ ایک مرتبہ کا کھانا۔ جیسے غدوۃ اور عشوۃ۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث(۴۳۶): صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب حمد اللّٰہ تعالیٰ بعد الاکل والشرب .

کلمات حدیث: أکلة : ایک مرتبہ کا کھانا۔ شربة : ایک مرتبہ کا پینا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حساب ہیں اور منعم کا شکر واجب ہے اور اللہ تعالیٰ حمد وشکر پر خوش بھی ہوتے ہیں اور نعمتوں میں اضافہ بھی فرماتے ہیں: ﴿ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾ "اگر تم شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا۔"

احادیث میں مختلف مواقع کے لیے مختلف کلمات شکر اور حمد بیان ہوئے ہیں، ان کو یاد کرنا اور ان کو ان مواقع پر ادا کرنا بڑے ثواب اور اجر کی بات ہے ورنہ صرف الحمد للہ یا الحمد للہ رب العالمین کہنا بھی کافی ہے۔

کھانے پینے سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھنی چاہیے:

" **الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه غير مكفى ولا مودع ولا مستغن عنه ربنا .** "

"اے اللہ! ہر طرح کی حمد تیرے لیے ہے، بہت حمد پاکیزہ حمد ایسی حمد جس سے اس کھانے میں برکت ہو جس سے ہمیں کفایت نہیں

ہے اور جسے ہم نہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ مستغنی ہو سکتے ہیں۔اے ہمارے رب۔'' (روضة المتقين : ١/٤٦٥)

اللہ تعالیٰ ہاتھ پھیلاتے ہیں تا کہ لوگ توبہ کریں

۴۳۷. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ يَبْسُطُ يَدَه' بِاللَّيْلِ لِيَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَه' بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِیْءُ اللَّيْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۳۷) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں کہ دن کو گناہ کرنے والے توبہ کر لیں اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں تا کہ رات کو گناہ کرنے والے توبہ کر لیں۔ یہ سلسلہ اس وقت تک رہے گا جب تک سورج مغرب سے نکل آئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴۳۷): صحيح مسلم ، كتاب التوبة ، باب قبول التوبة من الذنوب وان تكررت .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ شب و روز دامانِ رحمت و مغفرت دراز کرتے ہیں کہ جو گنہگار بندے ہیں وہ توبہ و انابت کریں اور اللہ کی طرف رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ ان پر مہربانیاں فرماتے اور ان کے گناہ معاف اور خطائیں درگزر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتے رہیں گے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے کہ اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ (روضة المتقين : ١/٤٦٦)

اس حدیث کی توضیح اس سے قبل باب التوبہ میں بھی گزر چکی ہے۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے کا واقعہ

۴۳۸. وَعَنْ اَبِیْ نَجِيْحٍ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ " بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْبَآءِ " السُّلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ وَاَنَا فِی الْجَاهِلِيَّةِ اَظُنُّ اَنَّ النَّاسَ عَلٰی ضَلَالَةٍ وَاَنَّهُمْ لَيْسُوْا عَلٰی شَیْءٍ وَ هُمْ يَعْبُدُوْنَ الْاَوْثَانَ فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ اَخْبَارًا فَقَعَدْتُ عَلٰی رَاحِلَتِیْ فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْفِيًا جُرَاءُ عَلَيْهِ قَوْمُه' فَتَلَطَّفْتُ حَتّٰی دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لَه': مَا اَنْتَ؟ قَالَ : "اَنَا نَبِیٌّ" قُلْتُ : وَمَا نَبِیٌّ؟ قَالَ: "اَرْسَلَنِیَ اللّٰهُ" قُلْتُ: اَیُّ شَیْءٍ اَرْسَلَكَ؟ قَالَ "اَرْسَلَنِیْ بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَكَسْرِ الْاَوْثَانِ وَاَنْ يُّوَحَّدَ اللّٰهُ لَا يُشْرَكَ بِه شَیْءٌ " قُلْتُ فَمَنْ مَّعَكَ عَلٰی هٰذَا؟ قَالَ : " حُرٌّ وَ عَبْدٌ" وَمَعَه' يَوْمَئِذٍ اَبُوْ بَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقُلْتُ : اِنِّیْ مُتَّبِعُكَ قَالَ : "اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ ذٰلِكَ يَوْمَكَ هٰذَا اَلَا تَرٰی حَالِیْ وَ حَالَ النَّاسِ ؟ وَلٰكِنِ ارْجِعْ اِلٰی اَهْلِكَ فَاِذَا سَمِعْتَ بِیْ قَدْ ظَهَرْتُ فَاْتِنِیْ"

قَالَ : فَذَهَبْتُ اِلٰی اَهْلِیْ وَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ وَکُنْتُ فِیْ اَهْلِیْ فَجَعَلْتُ اَتَخَبَّرُ الْاَخْبَارَ وَاَسْاَلُ النَّاسَ حِیْنَ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ حَتّٰی قَدِمَ نَفَرٌ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ فَقُلْتُ مَا فَعَلَ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ ؟ فَقَالُوْا : النَّاسُ اِلَیْهِ سِرَاعٌ وَقَدْ اَرَادَ قَوْمُهٗ قَتْلَهٗ فَلَمْ یَسْتَطِیْعُوْا ذٰلِکَ فَقَدِمْتُ الْمَدِیْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلَیْهِ فَقُلْتُ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنِیْ قَالَ : " نَعَمْ اَنْتَ الَّذِیْ لَقِیْتَنِیْ بِمَکَّةَ " قَالَ فَقُلْتُ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِیْ عَمَّا عَلَّمَکَ اللّٰهُ وَاَجْهَلُهٗ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ : "صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ قِیْدَ رُمْحٍ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِیْنَ تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطَانٍ وَحِیْنَئِذٍ یَسْجُدُ لَهَا الْکُفَّارُ ، ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰی یَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ حِیْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَیْءُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطَانٍ وَحِیْنَئِذٍ یَسْجُدُ لَهَا الْکُفَّارُ" قَالَ فَقُلْتُ : یَا نَبِیَّ اللّٰهِ فَالْوُضُوْءُ حَدِّثْنِیْ عَنْهُ ؟ فَقَالَ : "مَامِنْکُمْ رَجُلٌ یُقَرِّبُ وُضُوْءَهٗ فَیَتَمَضْمَضُ وَیَسْتَنْشِقُ فَیَنْتَثِرُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا وَجْهِهٖ وَفِیْهِ وَخَیَاشِیْمِهٖ ، ثُمَّ اِذَا غَسَلَ وَجْهَهٗ کَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا وَجْهِهٖ مِنْ اَطْرَافِ لِحْیَتِهٖ مَعَ الْمَآءِ ، ثُمَّ یَغْسِلُ یَدَیْهِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا یَدَیْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَآءِ ، ثُمَّ یَمْسَحُ رَاْسَهٗ اِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا رَاْسِهٖ مِنْ اَطْرَافِ شَعْرِهٖ مَعَ الْمَآءِ ، ثُمَّ یَغْسِلُ قَدَمَیْهِ اِلَی الْکَعْبَیْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا رِجْلَیْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَآءِ فَاِنْ هُوَ قَامَ فَصَلّٰی فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰی وَاَثْنٰی عَلَیْهِ وَمَجَّدَهٗ بِالَّذِیْ هُوَ لَهٗ اَهْلٌ وَ فَرَّغَ قَلْبَهٗ لِلّٰهِ تَعَالٰی اِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِیْئَتِهٖ کَهَیْئَتِهٖ یَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ " فَحَدَّثَ عَمْرُو ابْنُ عَبَسَةَ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اُمَامَةَ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ اُمَامَةَ یَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ فِیْ مَقَامٍ وَاحِدٍ یُعْطٰی هٰذَا الرَّجُلُ فَقَالَ عَمْرٌو : یَا اَبَا اُمَامَةَ لَقَدْ کَبِرَتْ سِنِّیْ وَرَقَّ عَظْمِیْ وَاقْتَرَبَ اَجَلِیْ وَ مَابِیْ حَاجَةٌ اَنْ اَکْذِبَ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَلَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَمْ اَسْمَعْهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مَرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا، حَتّٰی عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ ، مَا حَدَّثْتُ اَبَدًا بِهٖ وَلٰکِنِّیْ سَمِعْتُهٗ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهٗ " جُرَآءُ عَلَیْهِ قَوْمُهٗ " هُوَبِجِیْمٍ مَضْمُوْمَةٍ وَبِالْمَدِّ عَلٰی وَزْنِ عُلَمَاءَ : اَیْ جَاسِرُوْنَ مُسْتَطِیْلُوْنَ غَیْرُ هَائِبِیْنَ، هٰذِهِ الرِّوَایَةُ الْمَشْهُوْرَةُ ، وَرَوَاهُ الْحُمَیْدِیُّ وَغَیْرُهٗ " حِرَاءٌ " بِکَسْرِ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَقَالَ مَعْنَاهُ : غِضَابٌ ذَوُوْغَمٍّ وَهَمٍّ قَدْعِیْلَ صَبْرُهُمْ بِهٖ حَتّٰی اَثَّرَ فِیْ اَجْسَامِهِمْ مِنْ قَوْلِهِمْ : حَرٰی جِسْمُهٗ یَحْرٰی اِذَا نَقَصَ مِنْ اَلَمٍ اَوْ غَمٍّ اَوْ نَحْوِهٖ وَالصَّحِیْحُ اَنَّهٗ بِالْجِیْمِ قَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطَانٍ " : اَیْ نَاحِیَتَیْ رَاْسِهٖ وَالْمُرَادُ التَّمْثِیْلُ مَعْنَاهُ اَنَّهٗ حِیْنَئِذٍ یَتَحَرَّکُ الشَّیْطَانُ وَشِیْعَتُهٗ وَیَتَسَلَّطُوْنَ

وَقَولُه' " يُقَرِّبُ وُضُوءَه' " مَعْنَاهُ يُحْضِرُ الْمَآءَ الَّذِيْ يَتَوَضَّأُ بِهٖ . وَقَوْلُه' "اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا " هُوَ بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ : اَيْ سَقَطَتْ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ " جَرَتْ " بِالْجِيْمِ وَالصَّحِيْحُ بِالْخَآءِ وَهُوَ رِوَايَةُ الْجَمْهُوْرِ وَقَوْلُه' فَيَنْتَثِرُ" : اَيْ يَسْتَخْرِجُ مَا فِيْ اَنْفِهٖ مِنْ اَذًى . وَالنَّثْرَةُ : طَرْفُ الْاَنْفِ .

(۴۳۸) حضرت ابونجیح عمرو بن عبسہ سلمی سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرا زمانہ جاہلیت میں یہ خیال تھا کہ لوگ گمراہ ہیں اوران کے پاس کوئی دین نہیں ہے اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ میں نے سنا کہ مکہ میں ایک صاحب بعض اخبار بتا رہے ہیں۔ میں سواری پر بیٹھا اور میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا، میں نے دیکھا کہ آپ اپنی قوم کی شدتِ مخالفت کی بنا پر چھپ چھپ کر تبلیغ کرتے ہیں۔ میں بھی چپکے چپکے آپ ﷺ تک پہنچ گیا، میں نے کہا کہ تم کون ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نبی ہوں۔ میں نے کہا کہ نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے، میں نے کہا کہ کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ میں صلہ رحمی کا حکم دوں، بتوں کو توڑ دوں اور لوگوں کو بتاؤں کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ میں نے پوچھا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ایک آزاد اور ایک غلام۔ اس وقت تک آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ میں نے کہا کہ میں بھی آپ ﷺ کا پیروکار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس وقت ایسا نہیں کرسکتے، تم دیکھ نہیں رہے کہ میرا ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس وقت تو تم اپنے گھر والوں میں واپس چلے جاؤ۔ جب سنو کہ میں غالب آگیا تب میرے پاس آنا۔ اس نے بیان کیا کہ میں اپنے گھر والوں میں واپس چلا گیا۔

بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے۔ میں اپنے گھر والوں میں تھا اور آپ ﷺ کے بارے میں خبریں لیتا رہتا تھا اور ان لوگوں سے بھی پوچھتا جن کا مدینہ آنا جانا ہوتا، یہاں تک کہ ہمارے کچھ لوگ مدینہ سے آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ ان صاحب کا کیا حال ہے جو مدینہ آئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ لوگ ان کی طرف تیزی سے آرہے ہیں اور ان کی قوم نے ان کو قتل کرنا چاہا تھا مگر وہ ایسا نہ کرسکے۔ یہ سن کر میں مدینہ آیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے پہچانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم وہی ہو جو مجھ سے مکہ میں ملے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے وہ باتیں بتلائیں جو اللہ نے آپ کو سکھائی ہیں اور میں ان سے ناواقف ہوں۔ مجھے نماز کے بارے میں بتائیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: صبح کی نماز پڑھو۔ پھر نماز سے رکے رہو تا آنکہ سورج ایک نیزے کے بقدر بلند ہو جائے، اس لیے کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر اسے سجدہ کرتے ہیں۔ اس وقت کے گزرنے کے بعد پھر نماز پڑھو کہ نماز میں فرشتے گواہ ہوتے اور لکھنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ سایہ نیزے کے برابر ہو جائے۔ پھر نماز سے رک جاؤ اس لیے کہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے پھر جب سایہ چڑھنے لگے تو نماز پڑھو اس لیے کہ نماز میں فرشتے حاضر اور گواہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھو۔ پھر نماز سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اس لیے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت اسے کافر سجدہ کرتے ہیں۔

انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ وضو کے بارے میں بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص وضو کا پانی اپنے قریب کرے تو پہلے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور ناک صاف کرے تو اس کے چہرے ناک اور منہ کے گناہ گر جاتے ہیں پھر جب وہ اپنا منہ دھوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اس کے چہرے کی غلطیاں اس کی ڈاڑھی کے کناروں کے ساتھ گر جاتی ہیں پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کی خطائیں اس کی انگلیوں سے پانی کے ساتھ نکل جاتی ہیں پھر وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کی غلطیاں اس کے بالوں کے کناروں سے نکل جاتی ہیں پھر وہ اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوتا ہے تو اس کے پاؤں کے گناہ اس کی انگلیوں سے نکل جاتے ہیں۔

پھر وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور اس کی تمجید کی جس طرح کہ وہ حق رکھتا ہے اپنے دل کو اللہ کے لیے فارغ کر دیا تو گناہوں سے اس طرح صاف ہو کر نکلتا ہے جیسے وہ اس وقت تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا۔

عمرو بن عبسہ نے اس حدیث کو صحابی رسول ﷺ حضرت ابوامامہ کے سامنے بیان کیا۔ ابوامامہ نے کہا کہ اے عمرو بن عبسہ! دیکھو کیا بیان کر رہے ہو، کیا ایک ہی جگہ آدمی کو یہ مقام دے دیا جائے گا۔ حضرت عمرو نے کہا کہ اے ابوامامہ! میری عمر بھی زیادہ ہوگئی، میری ہڈیاں بھی کمزور ہوگئیں اور میری موت بھی قریب آ گئی۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ بولوں۔ اگر میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے ایک، دو، تین مرتبہ بلکہ سات مرتبہ نہ سنا ہوتا تو میں اس کو کبھی بیان نہ کرتا۔ لیکن میں نے اس کو اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنا ہے۔ (مسلم)

حراء علیه قومه : یعنی وہ آپ پر بڑی جسارت کرنے والے ہیں اور اس میں قطعاً ڈرنے والے نہیں ہیں۔ یہ مشہور روایت ہے اور حمیدی نے اس کو حراء نقل کیا ہے۔ جس کے معنی غضبناک غم اور فکر والے کے ہیں، یہاں تک کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو جائے اور وہ غم ان کے جسم میں اثر کر جائے۔ جیسے کہتے ہیں حری یحری جب جسم غم ورنج وغیرہ سے کمزور ہو جائے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ لفظ جیم کے ساتھ ہے۔

بین قرنی شیطان : شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان یعنی اس کے سر کے دونوں کناروں کے درمیان اور مطلب اس کا یہ ہے کہ شیطان اور اس کا ٹولہ اس وقت حرکت میں ہوتا ہے اور تسلط وغلبہ کرتا ہے۔

یقرب وضوء ہ : اس پانی کو قریب لائے جس سے وضو مقصود ہے۔

الاخرت خطایا : غلطیاں گر جاتی ہیں، بعض نے جرت روایت کیا ہے اور صحیح لفظ خاء کے ساتھ ہے اور جمہور کی روایت یہی ہے۔

فینتثر : ناک صاف کرے۔ نثرۃ : ناک کی ایک جانب۔

تخریج حدیث(۴۳۸): صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها ـ باب اسلام عمرو بن عبسة رضی الله عنه.

راوی حدیث: حضرت ابونجیح عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ طائف، فتح مکہ اور دیگر غزوات میں شرکت

کی۔ان سے ۴۸ احادیث مروی ہیں۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں انتقال ہوا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلماتِ حدیث: فتسلطفت : میں چپکے سے پہنچا۔ چھپتے چھپاتے پہنچا۔ تلطف : حیلہ کرے، بھید معلوم کرنا۔ حرت : گرگئی۔ خر للّٰہ ساجداً : اللہ کے لیے سجدے میں گر گیا۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ نبوت و رسالت ملنے کے بعد مکہ مکرمہ میں چھپ چھپ کر دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔چند اصحاب آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے۔وہ بھی قریش کے ظلم وستم کا شکار تھے۔عرب میں بت پرستی اور ہر طرح کی برائیاں عام ہونے کے باوجود بعض لوگ ایسے تھے جن کے دل بت پرستی پر مطمئن نہ تھے اور کسی دین حق کی تلاش میں رہتے تھے۔انہی پاکیزہ نفوس میں سے ایک حضرت عمرو بن عبسہ تھے۔رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد یہ مسلسل ہر آنے جانے والے سے آپ ﷺ کے بارے میں خبریں معلوم کرتے رہتے تھے۔بالآخر خود مکہ مکرمہ آکر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور چھپ چھپا کر آپ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تم واپس چلے جاؤ۔اور جب دین حق کو قوت اور غلبہ حاصل ہو جب میرے پاس آنا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغیر ایمان کے لوٹا دیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایمان لے آئے اور اسلام قبول کرلیا لیکن اس وقت ان کا رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ میں ٹھہرنا مناسب نہیں تھا کیونکہ قریش کے لوگ انہیں ہرگز زندہ نہیں چھوڑتے۔اس لیے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے ایمان واسلام کے ساتھ لوٹ جاؤ اور جب دیکھو کہ دین حق کو قوت حاصل ہوگئی ہے تب میرے پاس آنا۔

اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور پورا مکہ آپ ﷺ کا دشمن تھا مگر آپ کو دعوت حق کے عام ہونے اور دین کے غالب ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ آپ ﷺ نے حتمی طریقے پر فرمایا کہ جب دیکھو دین قوی ہوگیا ہے جب میرے پاس آجانا۔

نماز میں فرشتے حاضر بھی ہوتے ہیں اور نمازی کی کیفیات واحوال کی بالتفصیل حضورِ حق میں گواہی بھی دیتے ہیں۔اس لیے اہل ایمان کو چاہیے کہ نماز کامل خشوع وخضوع کے ساتھ عاجزی اور بندگی کے ساتھ ادا کریں کہ جب اس نماز کی حالت وکیفیت کا نقشہ فرشتے اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں تو رحمت حق جوش میں آئے اور نمازی کی کامیابی اور نجات کا پیغام لائے۔

نبی کا انتقال پہلے ہونا قوم کے لیے خوشخبری ہے

۴۳۹۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةَ اُمَّةٍ قَبَضَ نَبِیَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهٗ لَهَا فَرَطاً وَسَلَفاً بَیْنَ یَدَیْهَا وَاِذَا اَرَادَ هَلَکَةَ اُمَّةٍ عَذَّبَهَا

وَنَبِيُّهَا حَيٌّ فَأَهْلَكَهَا وَهُوَ حَيٌّ يَنْظُرُ فَأَقَرَّ عَيْنَهُ بِهِلاَكِهَا حِيْنَ كَذَّبُوْهُ وَعَصَوْا أَمْرَهُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۳۹) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو امت سے پہلے اس امت کے نبی کی روح قبض فرمالیتا ہے اور اس کو ان کے لیے آگے جانے والا اور میر سامان بنادیتا ہے۔ اور جب اللہ کسی امت کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو نبی زندہ ہوتا ہے اور قوم کی ہلاکت دیکھ رہا ہوتا ہے اور وہ اس قوم کی تباہی سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے جس نے اسے جھٹلایا اور اس کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴۳۹): صحیح مسلم ، کتاب فضائل النبی ﷺ ، باب إذا اراده الله رحمة امة قبض نبيها قبلها.

کلمات حدیث: فرطاً : مقدم آگے جانے والی شئے۔ فرط فروطا (باب نصر) آگے بڑھنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بشارت عظیم ہے تمام اہل اسلام کے لیے اور خاص طور پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے کہ رسول اللہ ﷺ پہلے اللہ کے گھر تشریف لے جا کر اپنی امت کا استقبال کریں گے اور ان کی شفاعت کریں گے اور یہ کہ اللہ نے اپنے رسول کی آنکھیں ٹھنڈی فرمادیں کہ آپ ﷺ کو ایسے جاں نثار متبعین کی جماعت ملی جنہوں نے آپ ﷺ کی ایک ایک ادا کی پیروی کی اور آپ ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

پیغمبر کی امت سے قبل وفات کا امت کو فائدہ تب پہنچتا ہے جب کہ وہ امت ان کی اقتداء کرنے والی اور ان کے دین پر قائم رہنے والی ہو جیسا کہ صحابۂ کرام اور سلف صالح نے آپ ﷺ کی اتباع اور پیروی کی اور دنیا کے کونے کونے میں دعوت حق کو پہنچا دیا۔

(نزهة المتقين : ۱/۳۸۳)

الباب (٥٢)

بَابُ فَضْلِ الرَّجَآءِ
رجاء کی فضیلت

١٥٦ ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ : اِخْبَارًا عَنِ الْعَبْدِ الصَّالِحِ

﴿ وَأُفَوِّضُ أَمْرِيٓ إِلَى ٱللَّهِ إِنَّ ٱللَّهَ بَصِيرٌۢ بِٱلْعِبَادِ ۝٤٤ فَوَقَىٰهُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِ مَا مَكَرُوا۟ ﴾

اللہ تعالیٰ عبد صالح کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ان برائیوں سے بچا لیا جن کی انہوں نے تدبیریں کیں۔'' (غافر:۴۴)

تفسیری نکات: فرعون کی قوم میں سے ایک شخص ایمان لے آیا، یہ شخص اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور چھپ چھپ کر اپنی قوم کے لوگوں کو حق کی جانب متوجہ کرتا رہتا تھا۔ رفتہ رفتہ قوم فرعون کو اس کے ایمان کا علم ہو گیا اور وہ اس کے قتل کے در پے ہو گئے اور اس کے پکڑنے کے لیے دوڑے۔ اس شخص نے کہا کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں وہی اپنے بندوں کا محافظ اور ان کا نگران ہے اور یہ کہہ کہ یہ شخص پہاڑ کی طرف بھاگ گیا اور فرعون اور اس کے لوگوں کی گرفت سے بچ گیا۔ اور اسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی نجات عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ بندے کے گمان کے مطابق معاملہ فرماتے ہیں

٤٤٠ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ: " قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ وَاَنَا مَعَهٗ حَيْثُ يَذْكُرُنِیْ وَاللّٰهِ لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَآلَّتَهٗ بِالْفَلَاةِ وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا، وَاِذَا اَقْبَلَ اِلَیَّ يَمْشِیْ اَقْبَلْتُ اِلَيْهِ اُهَرْوِلُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَهٰذَا لَفْظُ اِحْدٰی رِوَايَاتِ مُسْلِمٍ وَتَقَدَّمَ شَرْحُهٗ فِی الْبَابِ قَبْلَهٗ، وَرَوٰی فِی الصَّحِيْحَيْنِ : "وَاَنَا مَعَهٗ حِيْنَ يَذْكُرُنِیْ " بِالنُّوْنِ وَفِی هٰذِهِ الرِّوَايَةِ "حَيْثُ" بِالثَّاءِ وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ .

(٤٤٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اور اللہ کی قسم اللہ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا تم میں سے وہ شخص خوش ہوتا ہے جسے جنگل میں اپنی گم شدہ چیز مل جاتی ہے اور جو ایک بالشت مجھ سے قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس کے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب

وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ مسلم کی روایات میں سے ایک روایت کے ہیں اور اس کی شرح سابق باب میں گزر چکی ہے اور صحیحین میں ہے کہ اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے یعنی ن کے ساتھ حین اور اس روایت میں حیث ہے اور دونوں صحیح ہیں۔

تخریج حدیث (۴۴۰): صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالیٰ ﴿ ويحذركم الله نفسه ﴾. صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب في الحض على التوبة والفرح بها.

کلمات حدیث: ضالته : اس کی گمشدہ شئے ، اس کی گم شدہ سواری۔ ضل ضلالا (باب سمع وضرب) راستہ سے بھٹکنا، راہ گم کر دینا، کسی چیز کا ضائع یا گم ہونا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں پر بہت مہربان ہیں وہ ان پر انعام و اکرام کرتے ہیں اور ان کے ساتھ فضل وکرم فرماتے ہیں وہ اپنے بندوں کے گمان وخیال میں آنے والی باتوں کو بھی پورا فرما دیتے ہیں اور جب بندہ اپنے مالک کے بارے میں گمان کرتا ہے کہ وہ اس کی دعا قبول فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ احسان فرماتے اور اس کی دعا قبول فرما لیتے ہیں۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں'' کے معنی ہیں قبولیتِ توبہ کا گمان، استغفار کے وقت مغفرت کا گمان اور اعمالِ حسنہ پر ثواب واجر کا گمان۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اس یقین کے ساتھ مانگو کہ اللہ ضرور تمہاری دعا کو قبول فرمائے گا۔ صرف دعا ہی نہیں بلکہ ہر عمل صالح میں یہی یقین واثق ہو کہ درِ قبول ضرور کھلا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے قبول فرمائیں گے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہی وعدہ فرمایا ہے کہ اور ان کے یہاں وعدہ میں تخلف نہیں ہے۔

اللہ کا بندہ اپنے خالق و مالک کو یاد کرتا ہے تو اللہ سبحانہ بھی اسے یاد فرماتے ہیں اگر بندہ اللہ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے تو اللہ بھی اپنی رحمت و کرم سے اس کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اور اگر وہ مجلس میں یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنے فضل وکرم فرشتوں کی مجلس میں ذکر کرتے ہیں۔

اور جب بندہ رجوع اور انابت کے ساتھ پلٹ کر اللہ کی جانب آتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس قدر خوش ہوتے ہیں جیسے کوئی شخص کسی چٹیل بے گیاہ میدان میں سفر کر رہا ہو، اس کی ذراسی آنکھ لگ گئی۔ دیکھا تو سواری غائب اور اسی پر اس کا کھانے پینے کا سامان، اب سوائے اس کے کہ اس صحراء میں موت آکر اسے دبوچ لے کچھ بھی نہیں ہر امید منقطع اور ہر سہارا ختم۔ پریشانی کی شدت میں پھر غفلت ہوئی اب کہ جو آنکھ کھلی تو اس کی سواری پاس ہی کھڑی تھی۔ اس وقت اس شخص کو کس قدر خوشی ہوگی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کے توبہ کرنے سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

(فتح الباري : ۸۵۱/۳ـ روضة المتقين : ۴۷۰/۱ـ دليل الفالحين : ۲۸۶/۲)

اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنے کا حکم

۴۴۱. وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا انَّه سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِهٖ

بِثَلٰثَةِ اَيَّامٍ يَقُوْلُ: "لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا هُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۴۴۱) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کی وفات سے تین دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کسی شخص کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴۴۱): صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب الامر بحسن الظن باللّٰہ تعالیٰ عند الموت.

کلمات حدیث: ظن: گمان۔ ظن ظنا (باب نصر) گمان کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت فضل وکرم کی امید رکھے اور ان کی رحمتوں کا خواستگار رہے، ہر وقت عمل صالح کرتا رہے اور ہر وقت اس فکر میں لگا رہے کہ اسے برائیوں سے مجتنب رہنا ہے۔ غرض معاصی سے اجتناب اعمال صالحہ کی جانب سبقت اور اللہ کی رحمت اور فضل وکرم کی جستجو یہ امور ایسے ہیں جن سے بندہ اپنے خاتمہ بالخیر کی امید رکھ سکتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بندہ کو اس حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں اس کی موت واقع ہوگی۔ یعنی اگر موت کے وقت بندہ اعمال صالحہ میں لگا ہوا برائیوں سے احتراز اور اجتناب کرتا ہوا اور قلب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے لبریز ہو تو یہی حالت اللہ تعالیٰ برقرار رکھیں گے اور اس بندے کو اپنی بے کراں رحمت کا مستحق بنائیں گے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝١٣٢﴾

"ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو" (شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۷/۱۷۲)

گناہ کی مقدار جتنی بھی ہوگی توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں

۴۴۲۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَادَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِيْ، يَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ، يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ لَوْ اَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِهَا الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

"عَنَانُ السَّمَآءِ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ قِيْلَ هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا اَيْ ظَهَرَ اِذَا رَفَعْتَ رَاْسَكَ. وَقِيْلَ: هُوَ السَّحَابُ: وَ "قُرَابُ الْاَرْضِ" بِضَمِّ الْقَافِ وَقِيْلَ بِكَسْرِهَا وَالضَّمُّ اَصَحُّ وَاَشْهَرُ وَهُوَ: مَا يُقَارِبُ مِلَاَهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۴۴۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے فرزند آدم علیہ السلام تو مجھ سے جتنا مانگے اور جیسی مجھ سے امید رکھے میں تیری ساری خطائیں معاف کردوں گا خواہ تیرے عمل کیسے ہی ہوں۔ اے

آدم کے بیٹے مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ اگر تیری خطائیں آسمانوں کی بلندیوں تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے گا تو میں تجھے معاف کردوں گا۔ اے آدم کے بیٹے اگر تو میرے پاس زمین بھر کر گناہوں کے ساتھ آئے اور مجھ سے اس حالت میں ملے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں تیرے پاس زمین بھر کر مغفرت لے آؤں گا۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس حدیث کو حسن کہا)

عنان السماء : عین کے زبر کے ساتھ یعنی وہ شئے جو تیرے لیے ظاہر ہو اور اگر تو سر اٹھائے تو اسے دیکھ لے۔ کسی نے کہا کہ اس کے معنی بادل کے ہیں۔ قراب الارض : ق کے پیش کے ساتھ۔ کسی نے کہا کہ ق کے زیر کے ساتھ لیکن پیش کے ساتھ زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ یعنی اس کو بھر کر۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث(۴۴۲): الجامع للترمذی ، ابواب الدعوات ، باب غفران الذنوب و مهما عظمت .

کلمات حدیث: رجوتنی : تو نے مجھ سے امید کی۔ رجا رجاء (باب نصر) امید رکھنا۔

شرح حدیث: اللہ کا مؤمن بندہ ہر وقت اللہ سے اس کے فضل و کرم اور خیر کا طالب رہے اور اپنی خطاؤں اور لغزشوں پر معافی کا طلب گار رہے۔ اصل بات یہ ہے کہ غفلت اور کوتاہی تو ہر وقت قابل معافی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ سرکشی اور بغاوت نہ ہو اور ایسی غفلت نہ ہو کہ کبھی پلٹ کر رجوع کرنے کی توفیق نہ ہو، اگر بھول چوک سے بغیر اصرار کے اور بغیر تمرد اور سرکشی کے خطائیں سرزد ہو جائیں اور اللہ کا بندہ اللہ سے معافی کا خواستگار ہو اور اس سے دعاء رجاء کا تعلق ہو تو اگر اس کے گناہوں کی چٹان آسمانوں کو چھو لے اور اس کی لغزشوں کے انبار سے ساری زمین بھر جائے۔ اللہ ان سب کو معاف فرمادیں گے۔

مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہیں وہ سراپا رحمت ہیں اور ہر وقت درگزر کرنے کے لیے تیار ہیں۔ شرط یہی ہے کہ بندے اس کی جانب رجوع کریں اور توبہ کریں اور دعاء کے لیے ہاتھ پھیلادیں۔ (دلیل الفالحین : ۲/۲۸۸)

البَابُ (۵۳)

الْجمع بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ

خوف اور رجاء دونوں کو جمع رکھنے کا بیان

اللہ کا بندہ حالتِ صحت میں ہوتو اس کے لیے پسندیدہ امر یہ ہے کہ وہ خائف اور راجی ہو اور خوف و رجاء ہر دو پہلو برابر ہوں اور حالتِ مرض میں رجاء کو غالب رکھے۔ کتاب اور سنت سے مأخوذ قواعد اس پر واضح طور پر دلالت کرتے ہیں۔

١٥٧ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ فَلَا يَأۡمَنُ مَكۡرَ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡقَوۡمُ ٱلۡخَٰسِرُونَ ﴾ (۹۹)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے ڈر سے مگر خرابی میں پڑنے والے۔'' (الاعراف: ۹۹)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ کیا یہ لوگ جو دنیا کی عیش و راحت میں مست ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھے۔ ان کو اس بات سے بے فکر نہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر رات کے وقت یا دن کے وقت کسی بھی حالت میں آ سکتا ہے جیسا کہ پچھلی قوموں پر آیا ہے۔ اس لیے تقاضائے عقل یہ ہے کہ آدمی ان واقعات سے عبرت حاصل کرے اور اللہ کی گرفت اور اس کی ناراضگی سے بے فکر ہو کر نہ بیٹھا رہے۔ (معارف القرآن ٤/ ١٦)

١٥٨ . وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ إِنَّهُۥ لَا يَاْيۡـَٔسُ مِن رَّوۡحِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡقَوۡمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ ﴾ (۸۷)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اللہ کے ڈر سے وہی نڈر رہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں۔'' (یوسف: ۸۷)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ان کی رحمت سے مایوس ہونا کافروں کا شیوہ ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انہیں اللہ کی قدرتِ کاملہ اور رحمتِ واسعہ کا صحیح ادراک ہی نہیں ہوتا ان کا سارا حساب مادی ہوتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر مایوسیوں کی گھٹائیں بھی امڈ آئیں اور مشکلات کے پہاڑ راستے میں کھڑے ہو جائیں وہ ہرگز اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔

١٥٩ . وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ يَوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوهٞ وَتَسۡوَدُّ وُجُوهٞ ﴾

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جس دن بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے چہرے کالے سیاہ۔'' (آل عمران: ١٠٦)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں ایک جھلک ہے اس روز کی جب اہل ایمان کے چہرے سفید اور کافروں کے چہرے سیاہ پڑ چکے

ہوں گے۔سورۂ قیامہ میں ہے کہ کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔یعنی ہشاش بشاش ہوں گے اور ان کی آنکھیں محبوبِ حقیقی کے دیدارِ مبارک سے روشن ہوں گی۔ (تفسیر عثمانی)

١٦٠. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ ٱلْعِقَابِ وَإِنَّهُۥ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٧﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''بے شک تمہارا رب جلد عذاب دینے والا ہے اور وہ یقیناً بخشنے والا مہربان ہے۔'' (الاعراف:١٦٧)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد عذاب دینے والا ہے یعنی برے لوگوں پر گرفت اور مواخذہ میں دیر نہیں لیکن جو توبہ کرے اور نادم ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرے تو اس کی بخشش اور اس کی رحمت بے پایاں ہے۔

١٦١. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ﴿١٣﴾ وَإِنَّ ٱلْفُجَّارَ لَفِى جَحِيمٍ ﴿١٤﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''بے شک نیکوکار نعمتوں والی جنت میں ہوں گے اور بدکردار جہنم میں جائیں گے۔'' (الانفطار:١٣)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ نیک لوگ ہمیشہ کی نعمتوں میں رہیں گے اور کافر آگ جہنم میں ہوں گے۔ جنت کی نعمتیں دائمی اور لازوال ہیں اور اسی لیے جنت کا نام دارالنعیم ہے۔ پھر یہ نعمتیں ہر خدشہ اور کھٹکے سے خالی ہیں اور ان میں یہ بھی اندیشہ نہیں کہ درمیان میں کوئی ایسی بات پیش آجائے گی جس سے نعمت اور تنعم کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

وزنی اعمال والے جنت میں جائیں گے

١٦٢. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَٰزِينُهُۥ ﴿٦﴾ فَهُوَ فِى عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَٰزِينُهُۥ ﴿٨﴾ فَأُمُّهُۥ هَاوِيَةٌ ﴿٩﴾ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِي هٰذَا الْمَعْنىٰ كَثِيْرَةٌ فَيَجْتَمِعُ الْخَوْفُ وَالرَّجَآءُ فِيْ اٰيَتَيْنِ مُقْتَرِنَتَيْنِ اَوْ اٰيَاتٍ اَوْ اٰيَةٍ.

نیز فرمایا کہ

''جن کے اعمال کے وزن بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہوں گے اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے وہ ہاویہ میں ہوں گے۔''

(القارعۃ:٦)

اس مفہوم کی آیات بکثرت ہیں جن میں خوف ورجاء کا دو متصل آیتوں میں یا ایک آیت میں بیان ہے۔

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں فرمایا کہ جس کے اعمال اس روز وزنی ہوں گے وہ سراسر عیش و آرام میں رہے گا اور اعمال کا وزن

اخلاص اور ایمان کی نسبت ہوگا۔ جس قدر ایمان گہرا اور مضبوط، جس قدر خلوص و یقین اور جس قدر حسن نیت ہوگی اسی قدر اعمال کا وزن بڑھ جائے گا۔ دیکھنے میں کتنا ہی بڑا عمل ہو لیکن روح اخلاص سے خالی ہو وہ اللہ کے ہاں کچھ وزن نہیں رکھتا۔ ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ ''ہم روز قیامت انہیں کوئی وزن نہیں دیں گے۔'' اور جن کے اعمال بے وزن اور ہلکے ہوں گے وہ ایک گڑھے میں پھینک دیئے جائیں گے جو گرم دہکتی ہوئی آگ سے لبریز ہوگا۔ (تفسیر مظہری۔ تفسیر عثمانی)

کافر کو اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت کا علم ہو جائے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہو

۴۴۳۔ وعن ابي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ''لو يعلم المؤمن ما عند الله من العقوبة ما طمع بجنته احد، ولو يعلم الكافر ما عند الله من الرحمة ما قنط من جنته احد'' رواه مسلم.

(۴۴۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے یہاں کتنی سزا ہے تو اس کی جنت کی آس ختم ہو جائے اور اگر کافر کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے یہاں کس قدر رحمت ہے تو کوئی شخص مایوس نہ رہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۴۳): صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب سعة رحمة الله وانها سبقت غضبه.

کلمات حدیث: قنط: ناامید ہونا۔ قنط قنوطاً (باب سمع ونصر) مایوس ہونا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی رحمتیں لامتناہی اس کے پاس موجود نعمتیں بے شمار اور اس کا فضل و احسان بے حد و بے حساب، اسی طرح قہر و غضب کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اگر انسان کو کچھ اندازہ ہو ان بے کراں رحمتوں کا اور ان بے حساب نعمتوں کا اور پھر اس کی بے دریغ عطاؤں بخشش کا تو کافر بھی آس لگا بیٹھے گا کہ یہ تو مجھے بھی مل جائے گا۔ یہی مضمون اس حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ اگر فی الواقع اللہ کے عذاب کا پتہ چل جائے تو مؤمن جنت کی طمع چھوڑ کر کہے کہ بس میں سزا سے بچ جاؤں یہی غنیمت ہے۔ اور اگر کافر کو وہاں کی نعمتوں اور ان کی عطاؤں بخشش کی بے کرانیوں کا علم ہو تو وہ بھی جنت میں جانے کی طمع کر بیٹھے۔

مقصود حدیث یہ ہے کہ آدمی خوف و رجاء کے ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر معاصی سے اجتناب کرے اور اعمال صالحہ میں لگا رہے۔ (روضة المتقين: ٢/٤٠٢۔ دليل الفالحين: ٢/٢٩١)

نیک صالح شخص کا جنازہ کہتا ہے جلدی پہنچاؤ

۴۴۴۔ عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ''اذا وضعت الجنازة واحتملها الناس او الرجال على اعناقهم ان كانت صالحة قالت: قدموني، قدموني،

وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ : يَا وَيْلَهَا : اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۴۴۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جنازہ رکھا جاتا ہے لوگ اٹھاتے ہیں یا مرد اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں ۔ اگر وہ جنازہ نیک آدمی کا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی آگے لے چلو مجھے جلدی آگے لے چلو اور اگر جنازہ برا آدمی کا ہوتا ہے تو کہتا ہے ہائے ہائے اس کی ہلاکت اسے کہاں لے جارہے ہو، یہ آواز انسان کے سوا ہر شئے سنتی ہے اور اگر انسان سن لے تو چیخ مار کر بے ہوش ہو جائے ۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۴۴۴): صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب حمل الرجال الجنازة .

کلمات حدیث: صعق : چیخ مار کر بے ہوش ہو جانا۔ صعق صعقا (باب نصر) چیخ مارنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں اللہ سبحانہ کی رحمت واسعہ اور عذاب شدید کا بیان ہے اور مقصود بیان یہ ہے کہ آدمی اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر کے عمل نہ چھوڑے اور عذاب کے خوف سے مایوس نہ ہو جائے ۔ ایک حدیث مبارک میں ہے کہ ایمان خوف اور رجاء کے درمیان ہے اور اس کا مقصود یہ ہے کہ مؤمن وہ ہے جو عمل میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی خشیت اور تقویٰ بھی اسے آمادۂ عمل کرتا ہے اور اللہ سبحانہ کی رحمتوں کا شوق اور ان رحمتوں کے مستحق ہونے کی امید بھی اسے عمل میں لگائے رکھتی ہے ۔ اس طرح خوف اور رجاء دونوں ہی اس کے ایمان کے لیے مددگار اور معین ثابت ہوتے ہیں ۔

اگر مرنے والا اللہ کا نیک بندہ ہے تو اسے اپنی منزل جنت کی جانب جانے کا اور جلد وہاں پہنچ جانے کا اشتیاق ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو اور اگر مرنے والا برا آدمی تھا تو اس کا جنازہ پکارتا ہے تم مجھے اٹھا کر ہلاکت کی کس وادی میں لے جارہے ہو۔ یہ آواز تمام مخلوقات سنتی ہیں سوائے انسان کے اور اگر انسان سن لے تو اسے ضبط کا یارا نہ رہے اور بے ہوش ہو جائے ۔

تدفین میں جلدی کرنی چاہیے:

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنازہ صرف مرد اٹھائیں اور عورتوں کا جنازہ اٹھانا درست نہیں ہے اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ جنازہ کی تدفین میں جلدی کرنی چاہیے اور جس قدر جلد ممکن ہو اس کی تدفین سے فارغ ہوا جائے کیونکہ اگر مرنے والا نیک اور صالح ہے تو وہ اپنی منزل کی جانب بسرعت روانہ ہو جائے اور اگر برا ہے تو انسان اس کے بوجھ سے جلد آزاد ہو جائیں ۔

جنت کا قرب

۴۴۵ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ وَالنَّارُ مِثْلَ ذٰلِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۴۴۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت جوتے کے تسمے سے بھی

زیادہ قریب ہے اور جہنم بھی اسی طرح ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۴۴۵): صحیح البخاری : کتاب الرقاق، باب الجنۃ اقرب الی احدکم من شراك نعلہ .

کلمات حدیث: شراك نعلہ : اس کے جوتے کا تسمہ۔ شراك النعل : جوتے کا تسمہ۔

شرح حدیث: حصولِ جنت کا بہت آسان ہے بس ایمان اور عمل اور ہر کام میں رضائے الٰہی کی جستجو، شریعت کے احکام پر عمل اولا دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن جب آدمی عمل کرنے لگتا ہے تو آسان ہو جاتا ہے اور پھر عمل کرتا رہتا ہے۔

تو اعمال صالحہ اس کی عادت اور فراغ کا حصہ بن جاتے ہیں اور اس کی طبیعت ثانیہ ہو جاتے ہیں اور پھر اسے کوئی دشواری باقی نہیں رہتی بلکہ عمل کرنا اس کے لیے زیادہ سہل اور آسان ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں ارشاد ہے: " کل میسر لما خلق " ہر انسان کے لیے وہ عمل سہل بنا دیا گیا ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے۔

ابن بطال فرماتے ہیں کہ طاعت و بندگی جنت میں پہنچانے والی ہے اور ہوائے نفس کی پیروی اور معصیت جہنم کی طرف لے جانے والی ہے۔ حدیث مبارک میں ہے کہ بندہ کبھی بے دھیانی میں کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جو اللہ کی رضا اور خوشنودی اپنے دامن میں لیے ہوئے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اس کے درجات بلند فرما دیتے ہیں اور کبھی بندہ بے خیالی میں ایسی بات کہہ دیتا ہے جس میں اللہ کی ناراضگی ہوتی ہے اور وہ بات اسے جہنم میں پھینک دیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بندۂ مؤمن کسی بھی عمل خیر کو چھوٹا اور کم نہ سمجھے کیا خبر ہے وہی عمل قلیل اللہ کی رضا کا سبب بن جائے اور کسی برائی کو حقیر نہ سمجھے ہو سکتا ہے کہ وہ برائی اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ بن جائے اور اس بات کا لحاظ اعمال، اخلاق، احوال اور اقوال ہر جگہ رہنا چاہیے۔ (فتح الباری : ۳/۳۸٤۔ عمدۃ القاری : ۲۳/۱۱۹۔ روضۃ المتقین : ۲/۵)

الباب (٥٤)

فضل البکآء من خشية الله تعالیٰ و شوقاً اليه

گریہ از خشیت الٰہی اور شوقِ لقاءِ باری

۱۶۳۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ:

﴿ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۩ ﴿١٠٩﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''وہ روتے ہوئے تھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور اس سے ان کے خشوع میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔'' (الاسراء:۱۰۹)

قرآنِ کریم سنتے وقت رونا مستحب ہے

تفسیری نکات: آیت میں ان اہل ایمان کا ذکر ہوا جو اللہ کی خشیت سے روتے ہیں اور اس رونے سے ان کی خشیت میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم کے سننے کے وقت رونا مستحب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے خوف سے رویا وہ جہنم میں نہ جائے گا، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں لوٹ جائے اور چونکہ تھنوں سے نکلا ہوا دودھ دوبارہ ان میں نہیں لوٹایا جا سکتا، اسی طرح اللہ کی خشیت میں رونے والا جہنم میں نہیں جا سکتا۔ بغوی نے حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو اللہ کے خوف سے روئی اور اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو اللہ کی راہ میں بیدار رہی اور اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو اللہ کی ممنوعات سے بند رکھی گئی یا فرمایا اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو اللہ کی راہ میں پھوڑی گئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مؤمن بندے کی آنکھ سے اللہ کے خوف سے آنسو نکلتے ہیں خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں، اللہ نے آگ کو اس پر حرام کر دیا ہے۔ (تفسیر مظهری۔ معارف القرآن)

۱۶۴۔ وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔'' (النجم:۵۹)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں کفار سے خطاب ہے کہ کیا تم اس کلام پر تعجب کر رہے ہو اور ہنس رہے ہو حالانکہ تمہیں یہ کلام سن کر رونا چاہیے، یعنی قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے اور یہ کلام تمہارے سامنے آچکا ہے تم اس پر عمل کرو اور جو تمہاری کوتاہیاں اور بداعمالیاں ہیں ان پر اللہ کے سامنے عاجزی کرو اور رؤو اور خشیت وتضرع کا اظہار کرو۔ ذکر قیامت اور عذاب آخرت کا سن کر چاہیے تھا کہ خشیت الٰہی سے رونے لگتے اور اس سے نجات کے لیے اللہ کی جانب رجوع کرتے کہ کسی عاقل کو زیبا نہیں کہ انجام سے غافل ہو کر نصیحت

وفہمائش کی باتوں پر ہنسے اور مذاق اڑائے بلکہ لازم ہے کہ بندگی کی راہ اختیار کرے اور مطیع و فرمانبردار ہو کر جبین نیاز خداوند قہار کے سامنے جھکادے۔ (تفسیر عثمانی)

رسول اللہ ﷺ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن سننا

۴۴۶. وعن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہُ قال: قال لیَ النبیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "اقرأ علیّ القرآن" قلتُ: یا رسول اللّٰہ اقرأ علیک و علیک أنزل؟ قال "انی أحبُّ ان اسمعہ من غیری" فقرأتُ علیہ سورۃ النسآء حتی جئتُ الی ہذہ الآیۃ:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾ ﴾

قالَ: "حسبُک الآن" فالتفتُّ الیہ فاذا عیناہُ تذرفان متفقٌ علیہ.

(۴۴۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو قرآن سناؤں؟ قرآن کریم تو آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنے علاوہ کسی اور سے سننا پسند ہے۔ اس پر میں نے آپ ﷺ کے سامنے سورۃ النساء کی تلاوت کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾ ﴾

''اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنائیں گے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس کافی ہے اور جب میں آپ ﷺ کی جانب متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں میں آنسو بہہ رہے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۴۴۶): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ النساء، باب ﴿ کیف اذا جئنا ﴾۔ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل استماع القرآن۔

کلمات حدیث: تذرفان: آنسو بہا رہی ہیں۔ ذرف ذرفاً (باب ضرب) آنسو بہنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے قرآن کریم سناؤ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کو سناؤں اور قرآن کریم تو آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے اور آپ ﷺ ہی اس کے معانی اور حقائق سے بخوبی آشنا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی تلاوت کرنے کے علاوہ دوسروں سے بھی تلاوت کراوں۔ غرض حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کی مگر جب وہ اس آیت پر پہنچے کہ ''اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ ﷺ کو ان پر گواہ بنائیں گے۔'' یعنی ان کافروں کا کیا برا حال ہوگا اس وقت جب ہم بلائیں گے ہر امت اور

ہر قوم میں سے گواہ جو ان کے حالات بیان کرے گا اور گواہی دے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا یعنی ہر امت کا نبی ان پر گواہی دے گا اور تم کو اے محمد ﷺ تمہاری امت پر گواہ بنائیں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ھؤلاء کا اشارہ انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کی طرف ہے اور مطلب یہ ہوا کہ انبیاءِ سابقین جیسے اپنی امت کے کفار کے کفر اور فساق کے فسق کی گواہی دیں گے تم بھی اے محمد ﷺ ان سب کی بداعمالیوں پر گواہ ہو گے۔

اس آیت پر پہنچ کر رسولِ کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بس کافی ہے۔ انہوں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ آبدیدہ تھے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے اپنی امت پر شفقت کے طور اور احوالِ قیامت سے اثر انگیزی کی بنا پر آنسو بہہ رہے تھے۔

قرآن کریم کی تلاوت کرنے یا سننے کے وقت رونا اور آمادۂ گریہ ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ طبیعت پر کلامِ الٰہی کی تاثیر مرتب ہوئی ہے جو بذاتِ خود ایک امر مستحسن ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن سنتے ہوئے رونا عارفین کی صفت اور صالحین کا شعار ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت یا اس کے سماع کے وقت رونا مستحب ہے اور امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قراءت قرآن کے وقت رونا مستحب ہے اور اگر رونا نہ آتا ہو تو رونے کی صورت بنالینا اور خوف وخشیت کا اظہار بھی مستحب ہے۔

(فتح الباری : ۲/ ۷۲۰۔ تحفۃ الأحوذی : ۸/ ۳۷۲۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ٦/ ۷٦)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر خشیتِ الٰہی سے گریہ طاری ہونا

۴۴۷. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ فَقَالَ : " لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا " قَالَ فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَسَبَقَ بَيَانُهٗ فِي بَابِ الْخَوْفِ .

(۴۴۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے ایسا خطبہ دیا کہ اس سے پہلے میں نے اس جیسا خطبہ نہیں سنا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تمہیں وہ باتیں معلوم ہو جائیں جو مجھے معلوم ہے تو تم کم ہنسو اور بہت زیادہ روؤ" اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے اور ان کے رونے کی آواز سنائی دی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۴۴۷): (یہ حدیث باب الخوف میں گزر چکی ہے)

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس امتِ مسلمہ کے سب سے بہترین سب سے زیادہ اعلیٰ اور منتخب افراد تھے، وہ آپ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور آپ کی صحبت سے وہ روحانی ارتقاء اور تزکیۂ نفس کے اس قدر اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے تھے کہ وہ آپ ﷺ کی مجلس میں ایسا محسوس کرتے تھے جیسے جنت و دوزخ ان کی آنکھوں کے سامنے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی طبیعتیں بڑی جلد فرمانِ نبوت ﷺ کا اثر قبول کر لیتیں۔ چنانچہ جب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں وہ جانتا ہوں جو اگر تم جانتے تو ہنستے کم اور رونا زیادہ ہو جاتا۔ تو

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جان گئے کہ آپ ﷺ عالم آخرت کے واقعات وحوادث کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔اس پر خشیتِ الٰہی سے ان پر گریہ طاری ہوگیا۔ (روضۃ المتقین : ٢/٦۔ دلیل الفالحین: ٢/٢٩٥)

جہنم کی آگ اور اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار جمع نہیں ہوسکتے

٤٤٨. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكىٰ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِى الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(٤٤٨) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے خوف سے رو پڑا ہو، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے اور اللہ کے راستے میں ناک میں جانے والا غبار اور جہنم کا دھواں بھی اکٹھے نہیں ہوں گے۔(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(٤٤٨): الجامع للترمذی، ابواب الجهاد، باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبيل الله .

کلمات حدیث: دخان : دھواں۔جمع أدخنه .

شرح حدیث: اللہ کی خشیت سے اگر کبھی کسی بندہ مؤمن کی آنکھ سے آنسو نکل آئے تو اللہ تعالیٰ اس پر اس قدر رحمت وفضل وکرم فرمائیں گے کہ اس کو جہنم کی آگ سے محفوظ فرمادیں گے۔ایسے شخص کو جہنم کی آگ پہنچنا اس قدر دشوار اور محال ہوگا جیسے جانور کے تھنوں سے دودھ نکال کر دوبارہ تھنوں میں واپس پہنچانا اور اسی طرح اگر کسی کی ناک میں جہاد فی سبیل اللہ کے راستے میں اٹھنے والا گردوغبار چلا گیا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی ناک کو جہنم کی آگ کے دھوئیں سے محفوظ فرمادیں گے۔

(تحفة الاحوذی : ٧/١٦۔ دلیل الفالحین : ٢/٧)

تنہائی میں اللہ کو یاد کرکے آنسو بہانا

٤٤٩. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ: اِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالیٰ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِياً فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٤٤٩) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات افراد ہیں جو روزِ قیامت اللہ کے عرش کے سائے میں ہوں گے یہ ایسا دن ہوگا جس دن اس کے سایہ رحمت کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔(١) امام عادل، (٢) وہ

نوجوان جواللہ کی عبادت میں پلا بڑھا ہو، (۳) وہ شخص جس کا دل مساجد میں معلق ہو، (۴) وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں جمع ہوئے ہوں اور اسی پر جدا ہوئے ہوں، (۵) وہ شخص جسے کوئی حسین وصاحب حیثیت عورت (برائی کیلئے) بلائے اور وہ کہے کہ نہیں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) اور وہ شخص جو صدقہ دے اور اس کو اس قدر چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا، (۷) اور وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہہ نکلے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۴۴۹): مؤطا امام مالك رحمه الله، كتاب الشعر، باب ما جاء في المتحابين في الله .

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ کی امت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بغیر حساب کتاب جنت میں پہنچ جائے آپ نے فرمایا ہاں وہ جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہو۔

غرض یادِ الٰہی میں گریہ وزاری اللہ کے یہاں ایک محبوب عمل ہے اور ایسا شخص ان سات میں ایک ہے جو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی خوفِ خدا کی کیفیت

۴۵۰. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ فِي الشَّمَائِلِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۴۵۰) حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ کے سینہ میں سے رونے کی آواز اس طرح آ رہی تھی جس طرح ہانڈی کے پکنے کی آواز آتی ہے۔ (یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اپنی شمائل میں بسند صحیح ذکر کیا ہے)

تخریج حدیث(۴۵۰): سنن ابی داؤد، كتاب الصلاة، باب البكاء في الصلاة .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بنی عامر کے وفد میں شامل ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے چھ احادیث مروی ہیں۔

کلماتِ حدیث: أزيز : ہانڈی کے پکنے کی آواز۔ أزّ أزاً (باب نصر) دیگچی کا جوش مارنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ اللہ کے رسول اور نبی ہیں، حضرت جبرئیل امین آپ کے پاس وحی لے کر آتے تھے اللہ سبحانہ کے جلال و جمال کا جو شعور و احساس اللہ کے رسول ﷺ کو ہو سکتا ہے وہ دنیا کے کسی انسان کو نہیں ہو سکتا اور جن امورِ غیب پر رسول اللہ ﷺ مطلع تھے ان پر کوئی اور مطلع نہیں ہو سکتا اس لیے آپ ﷺ اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے خود ارشاد

فرمایا:

" لأخشاكم لله وأتقاكم له ."

''میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کی خشیت اختیار کرنے والا اور اس کا سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں۔''

غرض اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کی عظمت کا اثر رسول کریم ﷺ پر ہوتا اور آپ ﷺ گریہ فرماتے اور یہ گریہ وزاری آپ ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت تھی۔ (تحفة الاحوذی : ١٠/٥٤٠۔ دلیل الفالحین : ٢/٢٩٧)

حضرت ابی بن کعب کو سورۂ بینہ سنانا

٤٥١. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ " إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ ﴿ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا ﴾ " قَالَ وَسَمَّانِيْ ؟ قَالَ : نَعَمْ " فَبَكٰى أُبَيٌّ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ : فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِيْ .

(٤٥١) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ سناؤں حضرت ابی نے دریافت کیا کیا اللہ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، یہ سن کر حضرت اُبی بن کعب رونے لگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٤٥١): صحيح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب ابیّ رضی اللّٰه عنه . صحیح مسلم، کتاب المسافرین، باب استحباب قراءة القرآن علی اهل الفضل .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں سورۂ ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ تمہارے سامنے تلاوت کروں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تعجب کا اظہار فرماتے ہوئے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تمہارا نام لے کر فرمایا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر شدت گریہ طاری ہو گیا، یہ گریہ تضرع و عاجزی کا تھا کہ کہاں میں اور کہاں اللہ سبحانہ کا میرا نام لے کر فرمانا، یا یہ گریہ سرور و شادمانی کا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر فضل و کرم کیا اور یہ مرتبہ عطا فرمایا۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی کو تعجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بصراحت آپکا نام لیا ہے اور گریہ یا تو خوشی اور مسرت سے تھا یا خوف و خشیت سے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے انعام و اکرام کا شکر کیسے ادا ہو۔

اور رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنانا اس لیے تھا کہ انہیں اس سورۂ میں تثبت حاصل ہو اور اس لیے کہ قرآن کریم کے سننے اور سنانے کی سنت قائم ہو۔ (فتح الباری : ٢/٤٥٢۔ روضة المتقين : ١/٩۔ دليل الفالحين : ٢/٩)

اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو رُلانے کا واقعہ

۴۵۲. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا اِلَيْهَا بَكَتْ " فَقَالَا لَهَا : مَا يُبْكِيْكِ ؟ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَاعِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ، اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنِّيْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَآءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَآءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ زِيَارَةِ اَهْلِ الْخَيْرِ .

(۴۵۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ چلو ہم ام ایمن سے ملاقات کے لیے چلتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ان سے ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ ان دونوں حضرات نے کہا کہ آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ جو اللہ کے یہاں ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زیادہ خیر ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ جو اللہ کے یہاں ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زیادہ خیر ہے میں تو اس بات پر روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اس بات کو سن کر ان دونوں کو بھی رونا آ گیا اور یہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۵۲): صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل ام ایمن .

کلمات حدیث: انتهينا : ہم پہنچ گئے۔ انتهى انتهاء (باب افتعال) نہایت تک پہنچنا۔

شرح حدیث: حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ یاد آ گئے اور یہ بات یاد آ گئی کہ کتنی بڑی خیر آپ ﷺ کے وجود سے امت کے لیے وابستہ تھی اور کس قدر خیر و برکات آپ ﷺ کے وجود سے قائم تھیں جو باقی نہ رہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندوں سے لوگوں کے لیے جو خیر وابستہ ہوتی ہے اور ان کے چلے جانے سے اہل دنیا ان کی برکات سے محروم ہو جاتے ہیں اس پر اللہ والوں کو رنج و افسوس ہوتا ہے کہ ہم خیر سے محروم ہو گئے۔ یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ (دليل الفالحين : ۲/۲۹۸)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کے لیے امام مقرر فرمایا

۴۵۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْعُهٗ قِيْلَ لَهٗ فِي الصَّلٰوةِ : قَالَ :"مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ" فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ. فَقَالَ :" مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ" وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

قَالَتْ قُلْتُ : ، إِنَّ اَبَابَكْرٍ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَآءِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۵۳)　حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ ﷺ سے نماز کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم کرد کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرم دل آدمی ہیں جب وہ تلاوت کرتے ہیں تو ان پر گریہ غالب آجاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انہوں نے عرض کیا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو شدت گریہ سے اپنی آواز لوگوں کو نہ سنا پائیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۴۵۳):　صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب حد المریض ان یشهد الجماعة . صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استخلاف الامام إذا عرض له عذر .

کلمات حدیث:　رقیق : نرم دل۔ رق رقة (باب ضرب) رحم کھانا۔ نرم دل ہونا۔ رقیق القلب : نرم دل۔

شرح حدیث:　رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں حکم فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور آپ ﷺ نے اس بات کو بتاکید اور مکرر فرمایا جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کی خلافت کے سب سے زیادہ مستحق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور اسی بات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا اور فرمایا جس شخص کو اللہ کے رسول ﷺ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا اسے ہم اپنی دنیا کے لیے بھی پسند کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت رقیق القلب تھے اور تلاوتِ قرآن کے وقت آپ پر گریہ طاری ہو جاتا تھا نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول کریم ﷺ سے بہت محبت تھی۔ اس بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب ہیں یہ آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نماز میں تلاوت قرآن کی آواز مقتدیوں تک پہنچ نہیں پائے گی۔

(فتح الباری : ۱/۵۳۶۔ عمدة القاری : ۵/۲۰۰)

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کفن کا ناکافی ہونا

۴۵۴. وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِماً فَقَالَ : قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّيْ، فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ : اِنْ غُطِّيَ بِهَا رَاْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهُ، ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ . اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا . قَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۴۵۴) حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے ان کے سامنے افطار کے لیے کھانا لایا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مصعب شہید کردیئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ ان کے لیے کفن میسر نہ تھا ایک چادر تھی اگر سر ڈھانپ دیا جائے تو پیر کھل جائیں اور اگر پیر ڈھانپ دیئے جائیں تو سر کھل جائے۔ پھر دنیا کو ہمارے لیے وسیع کردیا گیا۔ یا انہوں نے کہا کہ پھر ہم کو دنیا کی فراخی عطا کردی گئی۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں تو نہیں دے دیا گیا۔ اس کے بعد وہ رونے لگے اور کھانا بھی چھوڑ دیا۔ (بخاری)

کلمات حدیث: عجلت : جلدی کردی گئی، جلدی دیدی گئی۔ عجل تعجیلا (باب تفعیل) جلدی کرنا۔

شرح حدیث: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ایک جلیل القدر صحابی ہیں ایک روز آپ روزے سے تھے افطار کے وقت آپ کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ اس وقت تک جو اللہ کی نعمتوں کی فراوانی ہو چکی تھی ان کا خیال کر کے آپ کا خیال اس دور کی طرف چلا گیا جب مسلمان عسرت و تنگی کی زندگی گزار رہے تھے اور اسی حوالہ سے حضرت مصعب بن عمیر یاد آ گئے جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مصعب مجھ سے بہتر تھے مگر انہیں پورا کفن میسر نہ تھا ایک چادر تھی سر ڈھکتے تو پاؤں کھل جاتے تھے پیر ڈھکتے تو سر کھل جاتا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے اس دور کا اس دور سے موازنہ کیا اور انہیں یہ فکر دامن گیر ہوگئی کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم نے اسلام کے دور میں جو نیکیاں کیں ان کا اجر و ثواب دنیا میں ہی ہمیں دیا جا رہا ہے۔ اس پر آپ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ کھانے سے بھی دست کش ہو گئے۔ (فتح الباری : ۱/۷۶۶۔ دلیل الفالحین : ۲/۳۰۰)

دو قطرے اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں

۴۵۵. وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عُجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالیٰ مِنْ قَطْرَتَیْنِ وَاَثَرَیْنِ قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ . وَاَمَّا الْاَثَرَانِ فَاَثَرٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تَعَالیٰ وَاَثَرٌ فِیْ فَرِیْضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ تَعَالیٰ". رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(۴۵۵) حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے، آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے آنکھ سے ٹپک پڑے اور قطرۂ خون جو اللہ کے راستے میں بہا دیا جائے اور دو نشانوں میں سے ایک وہ نشان جو اللہ کے راستے میں لگ جائے اور دوسرے وہ نشان جو اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کو پورے کرتے ہوئے پہنچے۔ (اس حدیث کو ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا اور حسن کہا ہے)

حدیث (۴۵۵): الجامع للترمذی، ابواب الجهاد، باب ما جاء فی فضل المرابط .

کلمات حدیث: اثرین : دو اثر، دو نشان، دو علامتیں، اثر کا تثنیہ۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کو دو قطرے اور دو نشان بہت پسند ہیں، ایک قطرہ آب جو کسی صاحب ایمان وتقویٰ کی آنکھ سے خشیتِ الٰہی سے نکل آئے۔ دوسرا قطرۂ خون جو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے شہید کے بدن سے بہہ نکلے اور دونشانوں میں سے ایک اللہ کے راستے میں جہاد میں کوئی زخم مجاہد کے جسم پر آجائے اور وہ نشان جو اللہ کا مقرر کیا ہوا فرض پورا کرنے میں جسم پر لگ جائے۔ جیسے مسجد کی طرف جانے یا حج پر چل کے جانے میں پیروں پر نشان، یا سردی میں وضو سے ہاتھ پیروں کا پھٹنا، یا وضو کے پانی کا جسم پر باقی رہنا، گرم پتھریلی زمین پر پیشانی کا پھٹ جانا اور روزہ دار کے منہ میں بو ہو جانا وغیرہ۔ غرض چھوٹا بڑا کوئی نشان جو اللہ کی بندگی میں جسم پر رہ جائے وہ اللہ کو بہت محبوب ہے۔ (تحفة الاحوذی : ٥/٣٠٥۔ روضة المتقین : ٢/١١)

●●●●●●●●●●●●

۴٥٦. وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ مِنْهَا حَدِيْثُ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ، وَقَدْ سَبَقَ فِي بَابِ النَّهْيِ عَنِ الْبِدَعِ .

(۴٥٦) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسی پر اثر نصیحت فرمائی کہ ہمارے دل کانپ اٹھے اور ہماری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

تخریج حدیث (۴٥٦): سنن ابی داؤد، باب لزوم السنة . الجامع للترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الاخذ فی السنة واجتناب البدعة .

شرح حدیث: مقصودِ حدیث خشیتِ الٰہی سے رونا ہے۔ اس باب میں متعدد احادیث اس موضوع پر آئی ہیں اور یہ حدیث کا ایک حصہ ہے مکمل حدیث اور اس کی شرح باب فی الامر بالمحافظة علی السنة وآدابها میں گزر چکی ہے۔

(روضة المتقین : ٢/١٤)

الباب (۵۵)

فضل الزهد فی الدنیا والحث علی التقلل منها وفضل الفقر

زہد فی الدنیا کی فضیلت اس میں کمی کی ہدایت اور فقر کی فضیلت

دنیاوی زندگی کی مثال

۱۶۵. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿ إِنَّمَا مَثَلُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلْأَنْعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ ٱلْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَٱزَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ أَتَىٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِٱلْأَمْسِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا پس اس زمین کا سبزہ جس کو لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلا۔ یہاں تک کہ جب زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور خوب مزین ہوئی اور زمین کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ ہم اب اس پر بالکل قابض ہو گئے ہیں تو اس حال میں دن یا رات میں اس پر کوئی حادثہ آپڑا تو وہ ایسی ہو گئی گویا بالکل یہاں پر کچھ بھی نہ تھا ہم اسی طرح صاف صاف نشانیوں کو بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔'' (یونس: ۲۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں انسان کی دنیا کی زندگی کی مثال بیان کی ہے کہ جیسے آسمان سے خوب پانی برسا اور زرخیز زمین نے اپنی ساری زرخیزی اگل ڈالی اور خوب پھل پھول اور سبزہ نکل آیا اور کثرت نباتات کی یہ کیفیت ہوئی کہ پتے اور شاخیں آپس میں الجھ گئیں۔ غرض ہر طرف رونق چھا گئی اور ساری زمین مزین ہو گئی۔ اب مالکوں نے سمجھا کہ اب یہ سب پیداوار ہماری ہے تو ناگاہ ہمارا حکم آپہنچا اور سب کھیتی برباد ہو گئی اور ایسی ہو گئی جیسے یہاں پہلے کچھ تھا ہی نہیں۔ اسی طرح انسان کی دنیاوی زندگی کا حال ہے کہ خواہ کتنی ہی حسین اور دلکش نظر آئے حتی کہ بے وقوف لوگ اس کی رونق اور دلربائی پر مفتون ہو کر اصل حقیقت کو فراموش کر دیں لیکن اس کی یہ شادابی اور زینت ومحبت محض چند روزہ ہے جو بہت جلد زوال وفنا کے ہاتھوں نسیاً منسیاً ہو جائے گی۔ (معارف القرآن۔ تفسیر عثمانی)

۱۶۶. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ وَٱضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ ٱلرِّيَٰحُ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾ ٱلْمَالُ وَٱلْبَنُونَ زِينَةُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَٱلْبَٰقِيَٰتُ ٱلصَّٰلِحَٰتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ﴿٤٦﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''ان سے دنیا کی مثال بیان کر دیجئے جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا پس اس کے ساتھ زمین کا سبزہ رل مل گیا کہ وہ ریزہ ریزہ ہو جائے کہ اس کو ہوا اڑائے لیے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔ مال اور اولاد دنیوی زندگی کی ایک رونق ہے اور جو اعمالِ صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔'' (الکہف: ۴۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ دنیا کی عارضی بہار اور فانی اور سریع الزوال تر و تازگی کی مثال ایسی سمجھو کہ خشک اور مردہ زمین پر بارش کا پانی پڑا وہ یک بیک جی اٹھی گنجان درخت اور مختلف اجزاء سے رلا ملا سبزہ نکل آیا لہلہاتی کھیتی آنکھوں کو بھلی معلوم ہونے لگی مگر چند روز ہی گزرے کہ زرد ہو کر سوکھنا شروع ہو گئی آخر ایک وقت آیا کہ کانٹ چھانٹ کر برابر کر دی گئی پھر ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑ گئی۔ یہی حال دنیا کے دیدہ زیب و آبلہ فریب بناؤ سنگھار کا سمجھو چند روز کے لیے خوب ہری بھری نظر آتی ہے اور آخر میں فنا ہی فنا ہے۔ مال و اولاد تو دنیا کی زینت ہیں یہ آخرت میں کام نہیں آتے آخرت میں کام آنے والی وہ نیکیاں جو باقی رہیں گی کہ آخرت کی زندگی کا مدار عمل صالح پر ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر عثمانی)

دنیوی زندگی محض ایک کھیل کود ہے

۱۶۷۔ وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ اَعْلَمُوٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًا وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت و آرائش اور تمہارے آپس میں فخر و مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ کی خواہش ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بارش کہ اس سے کھیتی انسانوں کو بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے، پھر اے دیکھنے والے تو اس کو دیکھتا ہے کہ وہ پک کر زرد پڑ جاتی ہے پھر وہ چورہ چورہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں کافروں کے لیے سخت عذاب اور مؤمنوں کے لیے اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو فریب کا سامان ہے۔'' (الحدید: ۲۰)

تفسیری نکات: اس تیسری آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ دنیا کی زندگی لعب و لہو اور زینت و تفاخر ہے اور مال و اولاد کی کثرت ہے یہ سارا سامان فانی اور بہت جلد زائل ہو جانے والا ہے جیسے کسی کھیتی کی رونق و بہار چند روزہ ہوتی ہے پھر زرد پڑ جاتی ہے اور آدمی اور جانور اس کو روند کر چورا کر دیتے ہیں اور خوبصورتی اور شادابی کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ یہی حال دنیا کی زندگی اور اس کے ساز و سامان کا سمجھو کہ وہ فی الحقیقت ایک دغا کی پونجی اور ایک دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ آدمی اس کی ظاہری دلفریبی سے دھوکہ کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا اور وہ ہے ایمان اور عمل صالح۔

(معارف القرآن۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر عثمانی)

لوگوں کے شہوات اور عورتوں کی محبت محبوب بنادی گئی

۱۶۸۔ وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ ٱلشَّهَوَٰتِ مِنَ ٱلنِّسَآءِ وَٱلْبَنِينَ وَٱلْقَنَٰطِيرِ ٱلْمُقَنطَرَةِ مِنَ ٱلذَّهَبِ وَٱلْفِضَّةِ وَٱلْخَيْلِ ٱلْمُسَوَّمَةِ وَٱلْأَنْعَٰمِ وَٱلْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَٱللَّهُ عِندَهُۥ حُسْنُ ٱلْمَـَٔابِ ﴿١٤﴾ ﴾

اور فرمایا:

''لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزوں میں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت معلوم ہوتی ہے مگر یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔''

(آل عمران: ۴۰)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ انسان کے لیے عورتوں، اولاد، سونا چاندی اور مال مویشی کی محبت کو خوبصورت اور دلآویز بنا دیا گیا ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ دنیا کا سارا نظام انسان کی ان چیزوں سے قلبی الفت اور تعلق سے وابستہ ہے اگر انسان کی ان اشیاء سے محبت ختم ہو جائے تو دنیا کا سارا نظام برہم ہو جائے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ دنیا دارالامتحان ہے دیکھنا یہ ہے کہ کون باقی کو فانی پر ترجیح دیتا اور کون آخرت کی نعمتوں کو دنیا کی متاع فانی پر ترجیح دیتا ہے اور عمل صالح کے ذریعے آخرت کی تیاری کرتا ہے اور کون دنیا کی اس ظاہری اور فانی دلکشی میں کھو کر اپنی عاقبت برباد کرتا ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر عثمانی)

۱۶۹۔ وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴿٥﴾ ﴾

اور فرمایا:

''اے لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور فریب دینے والا شیطان تم کو فریب نہ دے دے۔''

(فاطر: ۵)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں تمام عالم انسانیت کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کا وعدہ برحق اور سچا ہے دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کی پرفریب زندگی سے دھوکہ میں مبتلا ہو جاؤ اور شیطان تمہیں اللہ کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا کر دے۔ یعنی ایک دن دنیا کی یہ بہار ختم ہو جائے گی اور یہ باغ اجڑ جائے گا اور تمہیں اپنے اعمال کے حساب کے لیے پیش ہونا پڑے گا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کی ابھی سے تیاری کی ضرورت ہے، دیکھو شیطان تمہارا دشمن ہے وہ کہیں تمہیں کسی فریب میں نہ مبتلا کر دے۔ (تفسیر عثمانی)

مال ودولت کی بہتات نے غافل بنادیا

١٧٠. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ ﴿١﴾ حَتَّىٰ زُرْتُمُ ٱلْمَقَابِرَ ﴿٢﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ ٱلْيَقِينِ ﴿٥﴾ ﴾

اور فرمایا کہ:

''تم کو مال کی بہتات نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جادیکھیں۔ دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا دیکھو اگر تم جانتے یعنی علم الیقین رکھتے۔'' (التکاثر:١)

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں ارشاد ہوا کہ تمہاری ہلاکت اور بربادی کا اصل سبب تکاثر ہے اسنے تمہیں حقیقت سے غافل کر دیا اور ایسی گہری غفلت طاری کر دی کہ قبروں میں جا پڑے مگر آنکھ نہ کھلی۔ یعنی مال و دولت کی کثرت اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے اور نہ آخرت کی فکر۔ بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت کی بہتات ہو۔ یہ پردہ غفلت کا نہیں اٹھتا اور موت آجاتی ہے۔ دیکھو مال و اولاد کام آنے والی چیزیں نہیں ہیں یہ حقیقت عنقریب تم پر منکشف ہو جائے گی اور تم بالیقین جان لو گے کہ دنیا اور دنیا کی ہر شئے فانی اور آخرت ہی دار البقاء ہے۔

(معارف القرآن۔ تفسیر عثمانی)

١٧١. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَمَا هَٰذِهِ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ ٱلدَّارَ ٱلْآخِرَةَ لَهِىَ ٱلْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ ﴾

اور فرمایا:

''اور یہ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور تماشا ہے اور ہمیشہ کی زندگی کا مقام تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ سمجھتے۔''

وَالْاٰیَاتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَةٌ مَشْهُوْرَةٌ، وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَاَکْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصٰی فَنُنَبِّهُ بِطَرَفٍ مِنْهَا عَلیٰ مَا سِوَاهُ .

تفسیری نکات: ساتویں آیت میں فرمایا کہ دنیا کی زندگی تو بس لہو و لعب اور کھیل اور تماشہ ہے یعنی جس طرح کھیل اور تماشہ ایک وقتی دلچسپی کا مشغلہ ہوتا ہے اور اس کے ذرا دیر بعد ختم ہو جاتا ہے دنیا بھی ایک ذرا دیر کا شغل ہے اور پھر سب کچھ فنا کے گھاٹ اتر جانے والا ہے اور آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے جو لافانی اور باقی رہنے والی ہے۔

اس مضمون سے متعلق آیات قرآن کریم میں بکثرت ہیں اور احادیث تو شمار سے بھی زیادہ ہیں، جن میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

دنیا کی کشمکش میں ہلاکت کا خوف

۴۵۷. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رسولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِیْ بِجِزْيَتِهَا فَقَدِمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِیْ عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ رسولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلَّى رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوْا لَهٗ فَتَبَسَّمَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ ثُمَّ قَالَ: اَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَیْءٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ؟ "فَقَالُوْا: اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ: "اَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِّیْ اَخْشٰى اَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ "۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۵۷) حضرت عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح کو بحرین سے جزیہ لانے کے لیے روانہ فرمایا۔ وہ بحرین سے مال لے کر آئے۔ انصار نے ان کی واپسی کی خبر سنی تو نمازِ فجر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نمازِ فجر کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ آپ کے سامنے آئے۔ آپؐ ان کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور فرمایا کہ تم نے ابوعبیدہ کے متعلق بحرین سے کچھ لانے کے بارے میں سنا ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اور خوشی والی چیزوں کی امید رکھو۔ اللہ کی قسم مجھے تمہارے فقر سے اندیشہ نہیں ہے بلکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا فراخ کر دی جائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فراخ کی گئی پھر تم دنیا کے حصول کیلئے کشمکش کرنے لگو جیسا کہ انہوں نے کشمکش کی اور تم بھی اسی طرح ہلاک ہو جاؤ جیسا کہ وہ ہلاک ہوئے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۴۵۷): صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقاق .

راوی حدیث: حضرت عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ نے اسلام کے اولین دور میں اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ ان سے سات احادیث مروی ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں انتقال فرمایا۔

(الاستیعاب : ۲/ ۴۵۱)

کلمات حدیث: جزیہ: مسلم ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں پر عائد ہونے والا ٹیکس جس کے بدلے حکومت ان کے جان و مال کے تحفظ کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ فتنا فسوھا : تم اس کے حصول کے لیے کشمکش کرو۔ تنافس (باب تفاعل) مال کے حصول اور اس کی طلب میں مسابقت اور خود لینا چاہنا اور دوسرے کا لینا ناپسند کرنا، یعنی حسد کا ابتدائی درجہ کہ حسد کے معنی ہیں دوسرے کے پاس موجود نعمت کے زوال کی تمنا کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اہل بحرین سے معاہدہ صلح فرما کر وہاں علاء بن حضرمی کو امیر مقرر فرمایا تھا، بحرین کے بیشتر لوگ اس وقت مجوسی تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ کو اس علاقے کا جزیہ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا جب وہ واپس آئے اور انصار

نے ان کی آمد کے بارے میں سنا تو صبح کی نماز میں جمع ہو گئے۔ اس وقت مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے علاوہ اور بھی مساجد تھیں اور انصار اپنی مساجد میں نماز پڑھا کرتے اور جب کوئی امر مہم درپیش ہوتا تو سب مسجد نبوی ﷺ میں جمع ہوا کرتے تھے جیسا کہ اس موقع پر جمع ہوئے۔

اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں بشارت ہو اور پر امید رہو کہ یہ خوشیاں ملیں گی اور راحتیں آئیں گی۔ یہ بات آپ ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ہے اور جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح ہوا کہ تھوڑا ہی وقت گزرا کہ مالی خوش حالی کا دورہ ہو گیا اور فقر و تنگی کی جگہ وسعت و فراخی نے لے لی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تنگی اور فقر سے کوئی ڈر نہیں ہے مین تمہارے بارے میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تمہارے لیے معاشی فراخی پیدا ہو جائے اور تم دنیا کی کشمکش اور مزاحمت مین مبتلا ہو جاؤ جیسا کہ تم سے پہلے دیگر قومیں ہوئیں اور تم بھی اسی طرح ہلاک و برباد ہو جاؤ جیسا کہ وہ ہلاک و برباد ہوئیں۔

مال و دولت کی فراوانی فتنہ کا باعث بنتی ہے کیونکہ مال کی کثرت سے مال کی محبت پیدا ہوتی ہے اور پھر حصول مال و دولت میں باہم مزاحمت و منافست اور مقابلہ اور کشمکش پیدا ہوتی ہے جس سے نفرتیں اور عداوتیں جنم لیتی ہیں اور بخل و حرص اور حسد مزید خرابیاں پیدا کرتے ہیں جس سے آپس میں لڑائی جھگڑوں کی نوبت آتی ہے یہ تو دنیاوی اور معاشرتی نقصانات ہیں اور دین کا نقصان یہ ہے کہ مال کی محبت اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہوتی، جس قدر مال کی محبت میں اضافہ ہوگا اسی قدر خشیت الٰہی میں کمی آئے گی اور خشیت الٰہی میں کمی عمل صالح کے نقصان کا سبب بن جائے گی۔ (فتح الباری : ٢/٢٤٥۔ روضة المتقین : ١٦/٢)

مال و دولت کی فراوانی فتنہ کا باعث ہے

۴٥٨. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَلَسَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَه'، فَقَالَ: "اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِیْ مَا یُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(٤٥٨) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بعد جس چیز کا مجھے تمہارے بارے میں خوف ہے وہ دنیا کی زینت و آرائش ہے جس کا دروازہ تمہارے اوپر کھول دیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٤٥٨): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقة علی الیتامی۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب تخوف ما یخرج من زهرة الدنیا۔

کلمات حدیث: زهره : کلی، شگوفہ، جمع ازهار۔ زهرة الدنیا : دنیا کی دلکشی اور رونق۔

شرح حدیث: مال و دولت کی وہ آسودگی اور فراخی جو دنیا کی محبت دل میں ڈال دیتی اور اس کا گرویدہ بنا دیتی ہے اور حرص و طمع میں

مبتلا کرتی ہے، چونکہ انسان کو اخلاقی اور روحانی طور پر تباہ کر دیتی ہے اور اخروی ہلاکت کا مستوجب بنا دیتی ہے اس لیے رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کی مالی خوشحالی اور دنیاوی فراخی سے خوف کا اظہار فرمایا۔ اس میں اصل نکتہ مال کی محبت ہے۔ جس قدر حب مال بڑھے گی اسی قدر اس کے اخلاقی اور دینی مفاسد میں اضافہ ہوگا اور اگر دنیا کی محبت دل میں پیدا نہ ہو اور اکتساب مال اور اس کے خرچ میں ان حدود کی رعایت رکھی جائے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر فرمائی اور بکثرت فی سبیل اللہ انفاق کیا جائے تو مال کے ان مفاسد سے اللہ کے حکم سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ (مظاهر حق: ۶۳۵/۴)

دنیا اور عورتوں کے فتنے سے بچو

۴۵۹. وَعَنْهُ اَنَّ رسولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُسْتَخْلِفَكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ: فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۵۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا شیریں اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ تم کو دنیا میں خلیفہ بنانے والا ہے تاکہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو پس دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۵۹): صحيح مسلم، كتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء .

کلمات حدیث: مستخلفکم : اللہ تمہیں اس دنیا میں نائب بنانے والا ہے تم اس میں وہی تصرف کرنا جس کی تمہیں اجازت دی گئی ہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک تنبیہ اور تحذیر ہے کہ اہل ایمان دنیا کے فتنوں میں نہ مبتلا ہو جائیں بلکہ دنیا کے بارے میں محتاط رہیں اور اعمال آخرت میں لگے رہیں۔ دنیا شیریں بھی ہے اور تر و تازہ بھی، جیسے کوئی بہت لذیذ پھل ہو جس میں لذت و شیرینی، خوبصورتی اور دلکشی، خوشبو اور مہک جمع ہو گئے ہوں اور انسان کی طبیعت میں اس کی شدید رغبت پیدا ہو جائے لیکن یہ لذت فانی ہے اور آنی ہے۔ اس کی خاطر دائمی اور باقی رہنے والے نعمتوں کا ضائع کر دینا خلاف عقل ہے اس لیے چاہیے کہ دنیا کا برتنا اور اس میں تصرف کرنا اس طرح ہو جیسے ایک نائب اور خلیفہ کا ہوتا ہے کہ اس کا تصرف وہی ہوتا ہے جو اس کے مالک کا حکم ہوتا ہے۔ دنیا سراسر آزمائش ہے اور اس آزمائش میں نمایاں فتنہ عورت کا ہے اس لیے دنیا میں محتاط رہو اور عورت کے باب میں محتاط رہو۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۴۶/۱۷)

۴۶۰. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۶۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(٤٦٠): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب التحریض علی القتال .

کلمات حدیث: عیش : زندگی۔ عاش عیشاً (باب ضرب) زندگی گزارنا۔

شرح حدیث: مراد یہ ہے کہ دنیا کی زندگی فانی اور زائل ہونے والی جبکہ آخرت کی زندگی ابدی اور لافانی ہے اور مؤمن دنیا میں دنیا کے لیے نہیں جیتا بلکہ اس کی دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کے بنانے اور سنوارنے کے لیے ہے کہ آخرت کی زندگی ابدی اور سرمدی ہے اور وہ دارالقرار اور دارالبقاء ہے نہ وہاں دنیا کا رنج وغم نہ فکر و پریشانی نہ تردد و حیرانی بلکہ وہاں کی زندگی عیشۃ راضیۃ مرضیۃ کی تصویر ہے۔ اس لیے فرمایا اے اللہ زندگی درحقیقت آخرت کی زندگی ہے۔

خندق کی کھدائی کے موقع پر صحابۂ کرام خندق کھود رہے تھے اور خندق کی مٹی اپنی پیٹھ پر لاد کر لے جا رہے تھے اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا "اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔" اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ خندق کھودتے ہوئے صحابۂ کرام یہ رجز پڑھ رہے تھے:

نحن الذین بایعوا محمدا علی الجهاد ما حیینا ابدا

"ہم نے محمد سے بیعت کی ہے جہاد کی جب تک ہم زندہ ہیں۔"

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" اللهم لا عیش الا عیش الآخرة فاکرم الانصار والمهاجرة ."

"اے اللہ! زندگی نہیں ہے مگر آخرت کی زندگی۔ تو انصار اور مہاجرین کو عزت عطا فرما۔"

(فتح الباری : ٢/٤٤٩۔ عمدة القاری : ١٧/٣٦٢)

میت کے تین ساتھی

٤٦١. وَعَنْهُ عَنْ رسولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: "يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلاثَةٌ اَهْلُه' وَمَالُه' وَعَمَلُه' فَيَرْجِعُ اِثْنَانِ وَيَبْقَىٰ وَاحِدٌ : يَرْجِعُ اَهْلُه' وَمَالُه' وَيَبْقَىٰ عَمَلُه' " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٤٦١) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں میت کے پیچھے جاتی ہیں اس کے اہل وعیال، اس کا مال اور اس کا عمل۔ پھر دو تو واپس آ جاتی ہیں اور ایک ساتھ رہ جاتی ہے۔ اہل وعیال اور مال واپس آ جاتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(٤٦١): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت صحیح مسلم، ابواب الزهد والرقاق .

کلمات حدیث: یتبع : پیچھے جاتا ہے۔ تبع تبعًا (باب سمع) پیچھے چلنا، جمع اتباع .

شرح حدیث: دنیا کی زندگی میں آدمی کے تین رفیق اور ساتھی ہوتے ہیں جو اس دنیا کی زندگی میں اس کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں،

اہل وعیال، مال اور عمل۔ زندگی اختتام کو پہنچتی ہے تو سب سے پہلے مال ہے جو اپنے رفیق کو چھوڑتا ہے کہ ادھر جان نکلی ادھر مال غائب، اہل وعیال البتہ میت کو اٹھا کر قبرستان تک ساتھ چلتے ہیں اور قبرستان سے وہ بھی واپس آ جاتے ہیں۔ البتہ عمل ساتھ رہتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی قبر میں جاتا ہے چنانچہ روایت ہے کہ ''جب مردہ قبر میں لیٹ جاتا ہے تو ایک شخص حسین وجمیل خوش پوشاک اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ میں تیرا عمل صالح ہوں۔''

(فتح الباری : ۳/۱ ۰ ۴۔ عمدة القاری : ۱۴۸/۲۳۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۷۴/۱۸۔ روضة المتقین : ۱۸/۲)

جہنم میں غوطہ لگانے کے بعد آدمی دنیا کے ناز ونعمت کو بھول جائے گا

۴۶۲۔ وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''يُؤتىٰ بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ : يَا ابْنَ ادَمَ هَلْ رَاَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّبِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ : لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ، وَيُؤْتىٰ بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ : يَا ابْنَ ادَمَ هَلْ رَاَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ مَا مَرَّبِيْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَاَيْتُ شِدَّةً قَطُّ '' رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۶۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت جہنمیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ نعمتوں والا ہوگا اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر کہا جائے گا کہ فرزند آدم کیا تو نے دنیا میں کوئی بھلائی دیکھی تھی کیا تجھے دنیا میں کوئی نعمت ملی تھی۔ وہ کہے گا نہیں اللہ کی قسم اے میرے رب۔ پھر جنتیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب لوگوں سے زیادہ دکھی ہوگا۔ اسے جنت کا ایک غوطہ دیا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا اے فرزند آدم تو نے کبھی کوئی دکھ دیکھا ہے کبھی تیرے اوپر کوئی سخت وقت گزرا ہے۔ وہ کہے گا نہیں اللہ کی قسم اے میرے رب نہ میں نے کبھی کوئی دکھ دیکھا اور نہ مجھ پر کبھی سخت وقت گزرا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۶۲): صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار.

کلمات حدیث: فیصبغ: اسے ڈبویا جائے گا، غوطہ دیا جائے گا۔ ضبغ صبغاً (باب نصر) رنگنا، ڈبونا۔ صبغ یده فی الماء : پانی میں ہاتھ ڈبویا۔ صبغ فلانا بالنعیم : نعمتوں سے چھپا دینا۔

شرح حدیث: دنیا کی جن نعمتوں کے پیچھے آدمی دیوانہ وار دوڑتا ہے اور اس کے حصول کی خاطر ہر برائی کا ارتکاب کرتا ہے اس کی حقیقت مرنے کے بعد اتنی سی ہوگی کہ جو شخص دنیا میں سب سے زیادہ منعم ہوگا اسے ذرا سا جہنم کا مزہ چکھایا جائے گا اور وہ دنیا کی عیش اس طرح بھول جائے گا جیسے یہاں اسے کبھی کوئی نعمت ملی ہی نہ تھی اور جو شخص یہاں دشواریوں اور تکالیف میں زندگی گزار رہا ہوگا اور اس نے کبھی کوئی راحت نہ دیکھی ہوگی اسے ذرا سی جنت کی جھلک دکھائی جائے گی وہ دنیا کی ہر کلفت اور مشقت کو بھول جائے گا اور کہے گا کہ میں

نے دنیا میں کوئی مشقت اور کلفت نہیں دیکھی۔ (شرح صحیح مسلم للنووی : ١٢٢/١٧۔ روضۃ المتقین : ١٩/٢)

دنیا کی قدر و قیمت

٤٦٣. وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَايَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اُصْبُعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٤٦٣) حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی انگلی دریا میں ڈبوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کی انگلی پر کتنا پانی لگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(٤٦٣): صحيح مسلم، كتاب الجنة ونعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة.

راوی حدیث: حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ صغار صحابہ میں سے ہیں رسول اللہ ﷺ کے دور میں چھوٹے تھے۔ آپ سے سات احادیث مروی ہیں۔ (دليل الفالحين : ٣١٤/٢)

کلمات حدیث: یم : دریا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بیان فرمایا گیا ہے کہ دنیا کی نعمتوں اور آخرت کی نعمتوں میں فرق کی نسبت کیا ہے فرمایا کہ یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص دریا کے پانی میں انگلی ڈبوئے تو جس قدر پانی اس کی انگلی کو لگ سکتا ہے یہی مناسبت ہے دنیا کی نعمتوں کی آخرت کی نعمتوں کے ساتھ، کیونکہ دنیا کی ہر نعمت فانی ہے اور آخرت کی ہر نعمت ابدی اور لازوال ہے۔ (روضۃ المتقين : ٢٠/٢)

آپ ﷺ کا مردہ بکری کے بچہ کے پاس سے گزرہوا

٤٦٤. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوْقِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ فَمَرَّ بِجَدْيٍ اَسَكَّ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهُ فَاَخَذَ بِاُذُنِهِ ثُمَّ قَالَ : "اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ؟" فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهِ ؟ ثُمَّ قَالَ : "اَتُحِبُّوْنَ اَنَّهُ لَكُمْ قَالُوْا: وَاللّٰهِ لَوْكَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا اِنَّهُ اَسَكُّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ ! فَقَالَ، "فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٤٦٤) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بازار سے گزر رہے تھے اور لوگ آپ ﷺ کے دونوں جانب تھے۔ ایک بکری کے مردہ بچے کے پاس سے گزرے جس کے کان چھوٹے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون یہ چاہتا ہے کہ اس کو ایک درہم میں لے لے صحابہ نے عرض کی کہ ہم اس کو کسی بھی چیز کے عوض لینے کو تیار نہیں ہیں اور ہم اس کا کیا کریں گے۔ آپ ﷺ نے پوچھا تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ یہ بچہ تمہیں بلا عوض دے دیا جائے۔ صحابہ نے عرض کیا یہ تو اگر زندہ ہوتا تب بھی عیب دار تھا کہ اس کے کان چھوٹے ہیں اور مردہ کا تو سوال ہی کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ نکمی شئے ہے جتنا یہ مردار

تمہارے لیے ہے۔(مسلم)

کنفتیه : آپ ﷺ کے دونوں جانب۔اَسک: چھوٹے کان والا۔

تخریج حدیث(۴۶۴): صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقاق .

کلمات حدیث: جدی : بکری کا بچہ۔

شرح حدیث: دنیا اللہ کی نظر میں ایک عیب دار مردار بکری کے بچے سے بھی زیادہ بے حقیقت ہے اس لیے دانائی یہ ہے کہ دنیا سے دل لگا کر آخرت کھوئی نہ کی جائے اور یہ دنیا اس قابل نہیں ہے کہ آدمی اس کے حصول کے لیے جدو جہد کرے اس پر وقت صرف کرے یا اس کی قیمت ادا کرے کہ اس ساری دنیا کی قیمت ایک درہم بھی نہیں ہے۔ (روضة المتقین : ۲/ ۲۰۔ دلیل الفالحین : ۲/ ۳۱۵)

****

احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتو صدقہ کردوں

۴۶۵. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَرَّةٍ بِالْمَدِیْنَةِ فَاسْتَقْبَلَنَا اُحُدٌ فَقَالَ: " یَا اَبَا ذَرٍّ" : قُلْتُ : لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ : فَقَالَ : " مَایَسُرُّنِیْ اَنَّ عِنْدِیْ مِثْلَ اُحُدٍ هٰذَا ذَهَبًا تَمْضِیْ عَلَیَّ ثَلَاثَةُ اَیَّامٍ وَعِنْدِیْ مِنْهُ دِیْنَارٌ اِلَّا شَیْءٌ اُرْصِدُهٗ لِدَیْنٍ اِلَّا اَنْ اَقُوْلَ بِهٖ فِیْ عِبَادِ اللّٰهِ هٰکَذَا وَهٰکَذَا وَهٰکَذَا" عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَعَنْ خَلْفِهٖ ثُمَّ سَارَ فَقَالَ " اِنَّ الْاَکْثَرِیْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰکَذَا وَهٰکَذَا وَهٰکَذَا " عَنْ یَمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ خَلْفِهٖ "وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ "ثُمَّ قَالَ لِیْ : مَکَانَکَ لَا تَبْرَحْ حَتّٰی اٰتِیَکَ ثُمَّ انْطَلَقَ فِیْ سَوَادِ اللَّیْلِ حَتّٰی تَوَارٰی فَسَمِعْتُ صَوْتًا قَدِ ارْتَفَعَ فَتَخَوَّفْتُ اَنْ یَّکُوْنَ اَحَدٌ عَرَضَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَرَدْتُ اَنْ اٰتِیَهٗ فَذَکَرْتُ قَوْلَهٗ : "لَا تَبْرَحْ حَتّٰی اٰتِیَکَ فَلَمْ اَبْرَحْ حَتّٰی اَتَانِیْ فَقُلْتُ : لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتًا تَخَوَّفْتُ مِنْهُ فَذَکَرْتُ لَهٗ، فَقَالَ:"وَهَلْ سَمِعْتَهٗ"؟" قُلْتُ : نَعَمْ قَالَ: ذَالِکَ جِبْرِیْلُ اَتَانِیْ فَقَالَ:مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِکَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَیْئًا، دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ : " وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ "مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَهٰکَذَا لَفْظُ الْبُخَارِیْ !!

(۴۶۵) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ کی پتھریلی زمین سے گزر رہا تھا کہ ہمارے سامنے احد پہاڑ آ گیا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر! میں نے کہا کہ لبیک یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہوتو مجھے یہ پسند نہیں کہ اس پر تین دن گزریں اور میرے پاس اس میں سے ایک دینار بچا ہو سوائے اس کے کہ میں کچھ قرض کی ادائیگی کے لیے روک لوں۔سوائے اس کے کہ میں اللہ کے بندوں میں پکاروں یہ لے لو یہ لے لو یہ لو لے دائیں بائیں اور پیچھے، پھر آپ ﷺ ذرا آگے چلے اور فرمایا کہ زیادہ مال و دولت والے ہی قیامت کے روز اجر و ثواب میں کم

ہوں گے سوائے ان لوگوں کے جو یہ کہیں لے لو لے لو دائیں بائیں اور پیچھے۔ اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہیں ٹھہر جاؤ، جب تک میں خود تمہارے پاس نہ آؤں، آپ ﷺ رات کے اندھیرے میں چلے گئے اور آپ ﷺ کا وجود میری آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ میں نے ایک بلند ہوتی ہوئی آواز سنی اور مجھے ڈر ہوا کہ کہیں کوئی دشمن تو آپ ﷺ کے سامنے نہیں آ گیا۔ میں نے سوچا کہ میں آپ ﷺ کے پاس پہنچوں لیکن مجھے آپ ﷺ کی بات یاد آ گئی کہ یہیں ٹھہر جاؤ جب تک میں خود تمہارے پاس نہ آ جاؤں۔ اس پر میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ آ گئے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک آواز سنی تھی جسے سن کر میں ڈر گیا اور میں نے آپ ﷺ سے ساری بات ذکر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بھی وہ آواز سنی؟ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبریل تھے جو میرے پاس آئے اور کہا کہ جو شخص تمہاری امت میں سے اس حال میں وفات پا جائے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے فرمایا اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے۔ (متفق علیہ، یہ الفاظ بخاری کے ہیں)

تخریج حدیث (٤٦٥): صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب المكثرون .

کلمات حدیث: توارى: چھپ گیا، آپ ﷺ کی ذات نظروں سے غائب ہوگئی۔ لا تبرح: تم اس جگہ سے نہ ہٹنا۔

شرح حدیث: زہد اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا میں آدمی اتنا مال اپنے پاس رکھے جس سے اس کی ضرورتیں پوری ہو سکیں، ضرورت سے زیادہ مال بجائے خود ایک فتنہ اور آزمائش ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر احد پہاڑ سونے کا ہو جائے تو میں اسے تین دن میں تقسیم کر دوں اور فرمایا کہ روزِ قیامت مال و دولت والے ہی اجر و ثواب میں کم ہوں گے سوائے اس دولت مند شخص کے جو دائیں اور پیچھے سب مال تقسیم کر دے۔

آخر میں فرمایا کہ جبرئیل نے آ کر کہا کہ اے اللہ کے رسول! تمہاری امت میں سے جو شخص اس حال میں وفات پائے کہ اس نے کبھی اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں جائے گا، اگر چہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرے یعنی وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائے گا یا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے گناہ معاف فرما دیں گے اور وہ سیدھا جنت میں چلا جائے گا۔ (فتح الباري : ١١٨٩/١ ـ روضة المتقين : ٢١/٢ ـ تحفة الأحوذي : ٤٣٩/٧)

بقدر دین مال کے علاوہ کا صدقہ

٤٦٦ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ' لَوْكَانَ لِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِیْ اَنْ لاَ تَمُرَّ عَلَیَّ ثَلاَثُ لَیَالٍ وَعِنْدِیْ مِنْهُ شَیْءٌ اِلَّا شَیْءٌ اُرْصِدُه' لِدَیْنٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ !!

(٤٦٦) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد کے برابر سونا ہو مجھے اس بات سے خوشی ہوگی کہ میری تین راتیں اس حال میں نہ گزریں کہ اس میں سے میرے پاس کچھ باقی ہو سوائے اتنے حصے کے جو

میں قرض کی ادائیگی کے لیے سنبھال کر رکھ لوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۴۶۶): صحيح البخاری، كتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ ما احب ان لی عندی مثل احد ذهباً.

کلمات حدیث: ارصده: میں اس کی حفاظت کروں۔ أرصده لدين : میں قرض کے لیے اس کو حفاظت سے رکھ لوں۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت کا بیان ہے کہ اللہ کے راستے میں ہر وقت خرچ کیا جائے اور وجوہِ خیر میں صرف کیا جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر احد پہاڑ سونے کا ہو جائے تو میں نہیں چاہتا کہ تین دن سے زیادہ میرے پاس کوئی مال باقی رہے الا یہ کہ میں کچھ بچا کر بحفاظت اس لیے رکھوں کہ اس سے قرض کی ادائیگی کی جائے۔

(فتح الباری : ۱/۱۱۹۰)

دنیا میں اپنے سے کم حیثیت لوگوں کو دیکھنا چاہیے

۴۶۷. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَفِىْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ " اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِى الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ "!

(۴۶۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی طرف دیکھو جو تم سے نیچے ہیں اور ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہیں یہ بہتر طریقہ ہے اس بات کا کہ تم اللہ کی نعمتوں کو کم نہ سمجھو۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو مال میں اور حسن میں اس سے بڑھا ہوا ہو تو وہ اس آدمی کو بھی دیکھے جو اس سے نیچے ہو۔

تخریج حدیث(۴۶۷): صحيح البخاری، كتاب الرقاق، باب من ينظر الى من هو اسفل منه . صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقاق .

کلمات حدیث: أن لا تزدروا : یہ کہ تم حقیر نہ جانو۔ ازدراء : حقیر سمجھنا۔ أجدر : زیادہ حق دار، زیادہ موزوں، زیادہ مناسب۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک دانش و حکمت کا ایک بڑا ذخیرہ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی ایسے آدمی کو دیکھو جس کو اللہ نے تم پر فضیلت دی ہے یعنی وہ صحت و حسن میں تم سے زیادہ ہے یا خاندان اور اولاد میں زیادہ ہے یا اس کے پاس مال تم سے زیادہ ہے تو تم اس آدمی کی طرف بھی نظر کرو جو دنیا کی حیثیت میں تم سے کم ہو اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر تم اپنے سے زیادہ مالدار اور منعم کو دیکھو گے تو جن نعمتوں سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے وہ تمہیں کم اور بے حقیقت محسوس ہوں گی اور یہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری ہے۔ اس لیے اس کی تلافی یہ ہے کہ پھر تم اس شخص کو بھی دیکھو جو نعمتوں کے اعتبار سے تم سے کم ہوتا کہ پھر تم یہ سوچنے پر مجبور ہو جاؤ کہ اللہ کا

شکر ہے کہ میرے پاس اس شخص سے زیادہ نعمتیں ہیں۔ حالانکہ جو نعمتیں اللہ نے تمہیں دی ہیں تم اگر ان کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔ ﴿ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ﴾ اور حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "مالداروں سے میل ملاپ کم رکھو کہ اس طرح تم اللہ کی نعمتوں کی ناشکری سے بچ جاؤ گے۔"

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارک بہت عمدہ مضامین اور نفیس معانی پر مشتمل ہے اور وہ یہ کہ جب بھی انسان اپنے سے کم تر انسان کی طرف دیکھے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ دنیا میں بے شمار لوگ ہیں جو ان نعمتوں سے محروم ہیں جو اس کو حاصل ہیں اور اس احساس کے ساتھ اس میں جذبۂ شکر بیدار ہوگا اور شکر پر اللہ تعالیٰ مزید نعمتیں عطا فرمائیں گے۔ جیسا کہ وعدۂ الٰہی ہے: (لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾ (اگر تم شکر کرو گے تو میں زیادہ دوں گا) حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے جد سے روایت کرتے ہیں کہ "جس شخص میں دو خوبیاں ہیں وہ اللہ کے یہاں صابر و شاکر لکھا جائے گا، جو دنیا میں کسی کو اپنے سے کمتر دیکھے تو اپنے پاس موجود اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے اور جو دین میں اپنے سے بلند نظر آئے تو اس کی پیروی کرے۔

(فتح الباری : ۳/۳۸۴۔ عمدۃ القاری : ۲/۱۲۰۔ روضۃ المتقین : ۲/۲۳۔ دلیل الفالحین : ۲/۳۲۰)

درہم و دنیا کے غلام کے لیے بددعاء

۴۶۸۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "تَعِسَ عَبْدُالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ وَالْخَمِيْصَةِ : إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَّمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ" ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ !!

(۴۶۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ برباد ہوا وہ آدمی جو مال و متاع کا غلام ہے مل گیا تو خوش ہوا اور نہ ملا تو ناراض۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۴۶۸): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الحراسة .

کلمات حدیث: تعس : ٹھوکر کھائے، گر پڑے، ہلاک ہو جائے۔ تعس تعساً (باب سمع) ہلاک ہونا، منہ کے بل گرنا۔ قطیفه : کپڑے کی ایک قسم، ایک خاص قسم کی چادر، جمع قطائف . خمیصه : سیاہ نشان والی چادر جمع خمائص . عبد الدینار والدرهم والقطیفة والخمیصة : درہم و دینار اور لباس و چادر کا غلام۔

شرح حدیث: مال و دولت اور لباس و زیبائش کی ایسی محبت کہ آدمی پیسے کا اور اپنے لباس و آرائش تن کا غلام بن کر رہ جائے، ایسا آدمی جو اس طرح دنیا کا بندۂ غلام بن جائے تو گویا فانی اشیاء میں اپنا دل لگائے ہوئے اور آخرت کی لافانی نعمتوں سے غافل ہے۔ غرض مال و متاع کی حد سے بڑھی ہوئی محبت اس کی غلامی میں مبتلا ہونا ہے جو ایک اخلاقی اور دینی برائی ہے بلکہ ضرورت سے زیادہ اشیاء کا جمع کرنا بھی برا ہے اور دولت کی نمائش اور اس پر افتخار بھی برائی ہے۔ دنیا ایک عارضی مستقر ہے اور اس کی ساری چیزیں عارضی ہیں اور آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ ﴿ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ﴾ اس لیے ایک مؤمن کو چاہیے کہ دنیا میں دل

لگانے کی بجائے آخرت کی تیاری کرلے۔ (فتح الباری : ٣/٣٥٤)

اصحابِ صفہ کے فقر کی حالت

٤٦٩. وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَآءٌ: اِمَّا اِزَارٌ وَ اِمَّا كِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِيْ اَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهٗ بِيَدِهٖ كَرَاهِيَةَ اَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ !!

(٤٦٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اصحابِ صفہ کے ستر آدمیوں کو دیکھا جن میں سے کسی کے پاس بھی پوری چادر نہ تھی یا تہبند یا کپڑا جسے وہ اپنی گردن میں باندھ لیتے تھے جو کبھی پنڈلی کے نصف تک پہنچتی اور بعض کی ٹخنوں تک ہوتی اسے وہ اپنے سامنے دونوں ہاتھوں سے پکڑے رہتا کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(٤٦٩): صحيح البخاري، كتاب المساجد، باب نوم الرجال في المسجد.

کلماتِ حدیث: صفہ : مسجدِ نبوی ﷺ میں چبوترہ جس پر فقراء صحابہ بیٹھا کرتے تھے۔ رداء : وہ کپڑا جسم سے اوپر کے حصے کی پوشش کی جائے۔ ازار، تهبند : یعنی وہ کپڑا جو نیچے باندھا جائے۔ کساء : کپڑا، جمع اکسیة.

شرحِ حدیث: رسول کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں مسجدِ نبوی ﷺ میں زمین سے تھوڑا سا اونچا چبوترا بنا دیا گیا تھا (اب بھی ہے) اس پر بیشتر ایسے صحابہ جو علم دین کے حصول کے لیے باہر سے آتے اور جو صحابہ تنگدست تھے بیٹھا کرتے، یہاں وہ علوم نبوت سیکھتے اور شمع نبوت کی روشنی سے اپنے قلوب کو منور کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ صفہ میں سے میں نے ستر صحابۂ کرام ایسے دیکھے جن کو پورا لباس میسر نہ ہوتا یا صرف لنگی ہوتی جسے وہ باندھ لیتے یا چادر ہوتی جسے وہ گردن میں باندھ لیتے اور سامنے سے دونوں کندھے ہاتھوں سے تھامے رکھتے کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔ یہ گویا صحابۂ کرام کی زندگی کی تصویر ہے جس کا عنوان ہے زہد وتقویٰ اور اللہ کے دین کے حصول اور اس کی اشاعت کے لیے رغباتِ دنیا سے منہ موڑ لینا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیثِ مبارک سے یہ خیال ہوسکتا ہے کہ اصحابِ صفہ کی تعداد ستر تھی، ایسا نہیں ہے بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام سے پہلے اصحابِ صفہ کے ستر اصحاب رسول اللہ نے بئر معونہ بھیجے تھے جو شہید ہوگئے تھے۔ حاکم اور ابونعیم وغیرہ نے اصحابِ صفہ کے اسماءِ گرامی جمع کیے ہیں، جن سے ان کی کثرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ (فتح الباری : ١/٤٤٤)

مؤمن کی دنیوی زندگی ایک قیدخانہ ہے

٤٧٠. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ !!

(۴۷۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دنیا مؤمن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴۷۰): صحیح مسلم، کتاب الزهد و الرقاق.

کلمات حدیث: سجن : قید خانہ۔ سجن سجنا (باب نصر) قید کرنا۔ سجین : قیدی۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں مؤمن احکام الٰہی کا پابند ہے، اس پر محرمات سے اور ممنوعات سے بچنا لازم ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ رب چاہی زندگی گزارے من چاہی زندگی نہ گزارے۔ یعنی مؤمن کی زندگی پابند ہے اور اس کی آزادی مفقود ہے اور یہی قید کا مفہوم ہے۔ جبکہ کافر کو آزادی ہے جس طرح چاہے اپنی زندگی گزارے اور جو جی چاہے کرے تو گویا وہ جنت میں ہے۔

یا یہ کہ دنیا کافر کے لیے جنت ہے اس عذاب کے مقابلے میں جس سے وہ آخرت میں دوچار ہوگا اور مؤمن کے لیے یہ دنیا قید خانہ ہے ان نعمتوں کے مقابلے میں جن سے وہ آخرت میں سرفراز ہونے والا ہے۔ (روضة المتقين: ٢/ ٢٥ ـ نزهة المتقين : ٢/ ٤٠٤)

دنیا میں مسافروں کی طرح رہو

۴۷۱. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبَيَّ فَقَالَ : " كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ " وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ : "اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَآءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ !!

قَالُوْا فِيْ شَرْحِ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَعْنَاهُ لَا تَرْكَنْ اِلَى الدُّنْيَا وَلَا تَتَّخِذْهَا وَطَنًا وَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِطُوْلِ الْبَقَآءِ فِيْهَا وَلَا بِالْاِ عْتِنَآءِ بِهَا وَلَا تَتَعَلَّقْ مِنْهَا اِلَّا بِمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْغَرِيْبُ فِيْ غَيْرِ وَطَنِهٖ وَلَا تَشْتَغِلْ فِيْهَا بِمَا لَا يَشْتَغِلُ بِهِ الْغَرِيْبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الذَّهَابَ اِلٰى اَهْلِهٖ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ !!

(۴۷۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھا اور فرمایا دنیا میں اس طرح رہو جیسے مسافر رہتا ہے، یا کوئی راستے سے گزر رہا ہوتا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کر اور صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کر اپنی تندرستی کے زمانے میں اپنی بیماری کے لیے تیاری کر و اور زندگی میں موت کے لیے تیاری کرو۔ (بخاری نے روایت کیا)

علماء نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ دنیا کی طرف نہ جھکو نہ اسے اپنا مسکن بناؤ اور نہ دل میں یہ آرزو بساؤ کہ میں یہاں عرصہ دراز رہوں اور نہ اس کا زیادہ اہتمام کرو۔ دنیا سے تمہارا تعلق بس اتنا ہو جتنا مسافر کو پردیس سے ہوتا ہے اور دنیا میں ان اشیاء کے ساتھ مشغول نہ ہو جنکے ساتھ وہ مسافر مشغول نہیں ہوتا جو اپنے گھر واپس جانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ وباللہ التوفیق

تخریج حدیث(۴۷۱): صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ كن في الدنيا كأنك غريب.

کلمات حدیث: غریب : اجنبی، مسافر۔ جمع غرباء۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی مسافر کہیں سے کسی بستی میں آجاتا ہے نہ لوگ اسے جانتے ہیں اور نہ وہ لوگوں کو جانتا ہے۔ وہ اس طرح ٹھہرتا ہے جیسے اسے کسی چیز سے رغبت نہیں ہے صرف چندروز وہ یہاں ٹھہرا ہے یہ وقت گزار کر وہ آگے چلا جائے گا۔ فرمایا بلکہ اس طرح زندگی گزارو جیسے کوئی راہ رو ہوتا ہے کہ وہ صرف راستہ عبور کرتا ہے کہ کسی طرح منزل قطع ہو اور وہ اپنے اصل ٹھکانے پر پہنچ جائے۔

صحت کے زمانے میں بیماری کے زمانے کی تیاری کرو اور زندگی میں موت کی تیاری کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی سے اپنے آپ کو اہل قبور میں شمار کرلو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ باتوں کو پانچ باتوں سے پہلے غنیمت جانو جوانی کو بڑھاپے سے پہلے صحت کو بیماری سے پہلے تونگری کو فقر سے پہلے فرصت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔

(فتح الباري : ٣٤٧/٣، عمدة القاري : ٥٠/٢٢ ـ روضة المتقين : ٢٥/٢ ـ تحفة الأحوذي : ٤٢/٧)

●●●●●●●●●●●●

محبوب بننے کے نسخے

٤٧٢۔ وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ، اِذَا عَمِلْتُهٗ اَحَبَّنِیَ اللّٰهُ وَاَحَبَّنِیَ النَّاسُ فَقَالَ : "اِزْهَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبُّکَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِیْمَا عِنْدَ النَّاسِ یُحِبُّکَ النَّاسُ" حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَیْرُهٗ بِاَسَانِیْدِ حَسَنَةٍ !!

(٤٧٢) حضرت ابوالعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کوئی ایسا عمل بتائیں کہ جب میں وہ کروں تو اللہ بھی مجھے محبوب بنالے اور لوگ بھی مجھے محبوب رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور جو لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبت ہو جاؤ تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ (یہ حدیث حسن ہے جسے ابن ماجہ وغیرہ نے باسانید صحیحہ روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (٤٧٢): سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الزهد في الدنیا.

کلمات حدیث: ازهد: بے رغبتی اختیار کرو۔ زهد زهدا (کرم) بے رغبتی سے کسی شئے کو ترک کردینا۔ زاهد : جو دنیا سے لگاؤ نہ رکھتا ہو، جمع زهاد.

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ہے کہ کسی نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیں کہ اللہ کے یہاں بھی محبوب ہو جاؤں اور اہل دنیا میں بھی محبوب ہو جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا دنیا سے زہد اللہ کا محبوب بناتا ہے اور لوگوں کے پاس جو مال ومتاع ہے اس

سے بے رغبتی ان کا منظور نظر بنا دیتی ہے۔

زہد کے معنی ترک دنیا نہیں بلکہ زہد کے معنی ترک حب دنیا ہیں کہ دنیا کی اشیاء میں دل اٹکا ہوا نہ ہو بلکہ دل آخرت کی تیاری میں لگا ہو اور دنیا سے حسب ضرورت مستفید ہو اور جو زائد از ضرورت ہے اس سے اعراض کرے۔

امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زہد اعلیٰ ترین مقام ہے اور سب مقامات میں افضل ہے کہ اس سے حب الٰہی عطا ہوتی ہے اور آدمی اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ (روضة المتقين : ٢/ ٢٨)

آپ ﷺ کی بھوک کی کیفیت

٤٧٣. وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا اَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا فَقَالَ : لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِىْ مَايَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلاُ بِهٖ بَطْنَهٗ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

" اَلدَّقَلُ " بِفَتْحِ الدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْقَافِ : رَدِیْءُ التَّمْرِ !!

(٤٧٣) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ لوگوں کے پاس کس قدر دنیا آ گئی ہے میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ سارا دن بھوک کی وجہ سے پیٹ کے بل جھکے رہتے اور ردی کھجور بھی میسر نہ ہوتی کہ پیٹ بھر لیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٤٧٣): صحيح مسلم، اوائل كتاب الزهد والرقاق .

کلمات حدیث: اَلدَّقَلُ : ردی اور نکمی کھجور۔ يلتوى : جھکے رہتے۔ التوى التواء (باب افتعال) مڑنا۔ بھوک کا اضطراب۔

شرح حدیث: اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی کا یہ نقشہ تھا اور اہل ایمان کے لئے آپ کی سیرت مطہرہ کے ہر پہلو میں آپ ﷺ کی اقتداء اور پیروی لازم ہے۔

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (شرح صحيح مسلم للنووی : ١٨/ ٨٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کرامت

٤٧٤. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِيْ بَيْتِيْ مِنْ شَيْءٍ يَاْكُلُهٗ ذُوْكَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِيْ رَفٍّ لِّيْ فَاَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ فَكِلْتُهٗ فَفَنِيَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !!

" قَوْلُهَا شَطْرُ شَعِيْرٍ " : اَىْ شَيْءٌ مِنْ شَعِيْرٍ كَذَا فَسَّرَهُ التِّرْمِذِيُّ !

(٤٧٤) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور میرے گھر میں

کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی ذی روح کھا سکے البتہ تھوڑے سے جو تھے جو عرصے تک اس میں سے لے کر کھاتی رہی پھر جب میں نے وہ ناپ لئے۔ تب وہ ختم ہو گئے۔ (متفق علیہ)

شطر شعیر کے معنی امام ترمذی رحمہ اللہ نے تھوڑے سے جو کے بیان کئے ہیں۔

تخریج حدیث (۴۷۴): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب نفقة نساء النبي ﷺ.

کلمات حدیث: رف : الماری، سامان رکھنے کا تختہ۔ جمع رفوف.

شرح حدیث: یہ رسول کریم ﷺ کی ازواج کی زندگی کا نقشہ ہے۔ جزیرہ نمائے عرب سارا کا سارا آپ ﷺ کے تابع فرمان ہو چکا تھا اور اس کی آمدنی آپ ﷺ کے قدموں میں تھی اس کے باوجود آپ ﷺ کی محبوب ترین اہلیہ کے ہاں جو کی اس معمولی سی مقدار کے سوا کچھ نہ تھا۔ (فتح الباري : ۲/۲۲٤ ـ نزهة المتقين : ۲/۴۰۷)

رسول اللہ ﷺ کا ترکہ

۴۷۵. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَخِيْ جُوَيْرِيَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِيْنَارًا وَلاَ دِرْهَمًا وَلاَ عَبْدًا وَلاَ اَمَةً وَلاَ شَيْئًا اِلاَّ بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِيْ كَانَ يَرْكَبُهَا وَسِلاَحَهُ وَاَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيْلِ صَدَقَةً " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۴۷۵) حضرت عمرو بن الحارث، جو ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہما کے بھائی ہیں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بوقت وفات دینار و درہم لونڈی اور غلام یا کوئی اور چیز چھوڑ کر نہیں گئے سوائے اس سفید خچر کے جس پر آپ ﷺ سوار ہوتے تھے اور ہتھیار اور زمین جو آپ نے مسافروں کے لئے وقف کر دی تھی۔ (بخاری)

راوی حدیث: حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ قبیلہ خزاء سے تعلق رکھتے تھے اور ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ ان سے بخاری میں یہی ایک حدیث مروی ہے، اور ایک مسلم میں ہے یعنی کل دو احادیث مروی ہیں۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

تخریج حدیث (۴۷۵): صحيح البخاري، بكتاب الوصايا، باب الوصايا.

کلمات حدیث: سلاحہ۔ آپ ﷺ کے ہتھیار۔ سلاح ہتھیار جمع اسلحہ

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اس دار فنا سے دار بقاء کی جانب سفر فرمایا تو آپ ﷺ کے ترکہ میں درہم و دینار باندی اور غلام کچھ نہ تھا، سوائے سفید خچر، کچھ ہتھیار اور کچھ زمین کے۔ زمین سے مراد وہ باغ ہیں جو مدینہ منورہ فدک اور خیبر میں تھے۔ مدینہ میں بنو نضیر کی جائیداد تھی ۳ھ میں غزوۂ احد کے موقع پر آپ ﷺ کو چند باغ ہبہ کئے گئے تھے۔ صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ ﷺ نے مستحقین میں تقسیم فرما دیے تھے فدک کی آمدنی مسافروں کے لئے وقف تھی اور خیبر کی آمدنی آپ ﷺ نے تین حصوں میں تقسیم فرما دی

تھی دو حصے عام مسلمانوں کے لئے اور ایک حصہ ازواج مطہرات کے سالانہ مصارف کے لئے تھا اور اس سے بھی جو بچ جاتا وہ فقراء مہاجرین پر صرف ہوتا۔

تحفۃ القاری میں ہے کہ فدک کی زمیں کا نصف وادی قری کی زمین کا تہائی خمس خیبر کا حصہ اور بنونضیر کی زمین تینوں کو آپ نے مسافروں کے لئے وقف فرمادیا تھا۔ یعنی اس مال کے علاوہ جو مسلمانوں کے لئے صدقہ تھا اور کوئی مال نہ تھا۔

(فتح الباري : ٢/١١٩ ـ روضة المتقين : ٢/٢٩ ـ دليل الفالحين : ٢/٣٣٠ ـ روضة الصالحين : ٢/٤٠٣)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فقر

٤٧٦. وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَاْ كُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ نَمِرَةً فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رِجْلَيْهِ بَدَا رَاْسُهٗ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُغَطِّيَ رَاْسَهٗ وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدُبُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" اَلنَّمِرَةَ " كِسَاءٌ مُلَوَّنٌ مِنْ صُوْفٍ وَقَوْلُهٗ " اَيْنَعَتْ " اَيْ نَضِجَتْ وَاَدْرَكَتْ وَقَوْلُهٗ " يَهْدُبُهَا " هُوَ بِفَتْحِ الْيَآءِ وَضَمِّ الدَّالِ وَكَسْرِهَا لُغَتَانِ: اَيْ يَقْطِفُهَا وَيَجْتَنِيْهَا وَهٰذِهٖ اِسْتِعَارَةٌ لِمَا فَتَحَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ مِنَ الدُّنْيَا وَتَمَكَّنُوْا فِيْهَا .

(٤٧٦) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رضائے الٰہی کے لئے ہجرت کی، اور ہمارا اجر اللہ پر ثابت ہوگیا۔ ہم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہوگئے اور انھوں نے اپنے اجر (مال غنیمت) میں سے کچھ نہیں کھایا۔ ان میں سے ایک مصعب بن عمیر تھے جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے انھوں نے ترکہ میں ایک چادر چھوڑی تھی اگر ہم ان کا سر ڈھانپتے تو پیر کھل جاتے اور پیر ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈالدیں۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کے پھل پک گئے اور وہ اسے چن رہے ہیں۔

(بخاری ومسلم)

النمرة : اون سے بنی ہوئی دھاری دار چادر۔ اینعت : یعنی پھل پک گئے۔ یھدبھا : وہ پھل کاٹ اور چن رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کے اوپر دنیا میں وسعت پیدا کی اور وہ اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔

تخریج حدیث (٤٧٦): صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب اذا لم يجد كفنا الاما يواري رأسه او قدمه غطى رأسه. صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب كفن الميت .

کلمات حدیث: اینعت ینع ینعا (باب فتح) پھل کا پکنا۔ هدب هدبا (باب ضرب) هدب الثمر : پھل چننا۔

شرح حدیث: صحابۂ کرام نے اپنا وطن اور اپنا گھر بار اور رشتہ دار اور متعلقین چھوڑ کر اللہ کی رضا کے لئے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور اللہ نے ان کے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا۔ ان میں بعض صحابۂ کرام وہ ہیں جنہوں نے صرف تنگی کا زمانہ دیکھا اور دشواریوں اور تکالیف پر صبر کیا اللہ نے ان کا اجر جنت میں محفوظ کر لیا۔

جیسے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے ان کے ترکہ میں ایک چھوٹی سی چادر تھی اسی میں انہیں کفن دیدیا گیا۔ حال یہ تھا کہ سر ڈھانپتے تھے تو پیر کھلتے تھے اور پیر ڈھانپتے تھے تو سر کھلتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ سر ڈھانپ دیا جائے اور پیروں پر اذخر گھاس ڈالدی جائے۔

مطلب حدیث یہ ہے کہ صحابۂ کرام کی ہجرت خالصتاً لوجہ اللہ تھی اور انھوں نے اسلام کے راستے میں سختیاں جھیلیں مصائب برداشت کئے اذیتیں سہیں اس کے بعد ان میں سے بعض تو جلد ہی اللہ سے جا ملے ان کی ان قربانیوں کا سارا اجر وثواب اللہ کے یہاں محفوظ رہا اور کچھ اس وقت تک حیات رہے جب اللہ نے مسلمانوں کو فراخی عطا فرمائی اور یہ مسلمان اس سے بھی مستفید ہوئے۔

(فتح الباري : ١/٧٦٦۔ شرح مسلم للنووي : ٦/٧)

دنیا کی قدر ومنزلت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں

٤٧٧. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ !!

(٤٧٧) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک اگر دنیا ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ پانی کا ایک گھونٹ بھی کسی کافر کو نہ پلاتا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (٤٧٧): الجامع للترمذي، ابواب الزهد، باب ما جاء في هوان الدنيا على الله .

کلمات حدیث: جناح : پر، بازو، جمع اجنحة . جنح جنوحاً (باب فتح) مائل ہونا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ نے دنیا کو انسان کے لیے دار قرار اور بقاء نہیں بنایا بلکہ دار الامتحان بنایا ہے، یہاں انسان اس لیے آیا ہے کہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے احکام پر چلے اور اس کی بندگی کرے سو یہ دار العمل ہے اور یہاں سے انسان کو ایک نہ ایک دن رخصت ہونا ہے اور یہاں کیے ہوئے اعمال کا حساب دینا ہے۔

اللہ کے نزدیک ساری دنیا اور اس کے مال ومتاع کی حقیقت ایک مچھر کے پر برابر بھی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ حقیر ہے اگر دنیا کی اللہ کی نظر میں اتنی حیثیت بھی ہوتی جتنی مچھر کے ایک پر کی ہوتی ہے تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی میسر نہیں آتا۔ اس لیے کہ منعم

اپنی نعمتوں سے اپنے ماننے والوں کو سرفراز کرتا ہے اپنے دشمنوں کو اور نہ ماننے والوں کو نہیں دیتا۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَوْلَآ أَن يَكُونَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِٱلرَّحْمَٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّن فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ﴿٣٣﴾ ﴾

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سارے لوگ ایک طریقے پر ہو جائیں گے تو ہم کافروں کے گھروں کی چھتوں ان کے اوپر چڑھنے والی سیڑھیوں کو اور ان کے گھروں کے دروازوں اور چھپر کھٹوں کو جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں سونے چاندی کا بنا دیتے۔

یعنی اللہ کے ہاں دنیا کے مال و دولت کی کوئی قدر نہیں ہے اگر یہ مصلحت پیش نظر نہ ہوتی کہ کافروں کے پاس مال و دولت دنیا کی عمومی اور ہمہ گیر فراوانی دیکھ کر سارے لوگ ہی کافر نہ ہو جائیں تو ہم سب کافروں کو سونے اور چاندی کے گھر عطا کر دیتے۔

اور اہل ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا عِندَ ٱللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾ ﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ نیکوکاروں کے لیے زیادہ بہتر ہے۔'' (تحفة الأحوذي: ٧/٢٦، روضة المتقين: ٢/٣١)

دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے

٤٧٨۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: 'اَلاَ اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلاَّ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَا وَالاَهُ وَعَالِمًا وَمُتَعَلِّمًا " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ" حَسَنٌ !

(٤٧٨) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور سوائے عالم کے اور علم سیکھنے والے کے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (٤٧٨): الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی هو ان الدنيا على الله.

کلمات حدیث: ملعونة : دھتکاری ہوئی۔ لعن لعناً (باب فتح) دھتکارنا، رحمت سے دور ہونا۔

شرح حدیث: دنیا اور دنیا کی ساری متاع اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے حقیقت ہے اور اس کی لذتوں میں مشغول ہونا مبغوض ہے، سوائے اللہ کے ذکر کے اور ان امور کے جن کا تعلق اللہ کے ذکر سے ہو یعنی علم دین سیکھنا، سکھانا، اس پر عمل کرنا اور عبادت اور بندگی کرنا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ دنیا کو برا کہنا اور اس پر لعنت بھیجنا مطلقاً ہے بلکہ اس حدیث میں خود اس امر کی طرف اشارہ موجود ہے کہ دنیا ناپسندیدہ وہ ہے جو اللہ کی یاد سے خالی ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ: ''دنیا کو برا نہ کہو کہ دنیا مؤمن کی اچھی سواری ہے اس سواری پر سوار ہوکر وہ خیر حاصل کرتا اور شر سے نجات حاصل کرتا ہے اور جب بندہ کہتا ہے کہ اللہ دنیا پر لعنت کرے تو دنیا کہتی ہے کہ اللہ کی لعنت اس پر جو ہم سب سے زیادہ اپنے رب کا نافرمان ہے۔''

غرض جن احادیث میں دنیا پر لعنت آئی ہے ان کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا کو اللہ کے خوف سے بے پرواہ ہوکر اس طرح برتنا جس طرح کافر اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (تحفة الاحوذي : ٧/٢٨۔ روضة المتقين : ٢/٣٢۔ دليل الفالحين : ٢/٣٣٢)

جائیداد دنیا سے دنیا میں رغبت ہوتی ہے

٤٧٩. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لاَ تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(٤٧٩) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جائیداد نہ بناؤ کہ اس سے تمہاری دنیا میں رغبت میں اضافہ ہوگا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(٤٧٩): الجامع للترمذي، ابواب الزهد، باب لا تتخذوا الضيعة فترغبوا في الدنيا .

کلمات حدیث: ضيعة : زمین، جائیداد۔

شرح حدیث: اہل ایمان کے لیے دنیا ایک پل صراط کی طرح ہے کہ اس پر سے گزر کر اسے جنت میں جانا ہے۔ دنیا دار العمل ہے اور دنیا ایک مسافر خانہ ہے یہاں انسان اس طرح دل نہ لگائے جیسے یہی اس کی منزل ہے اور اب اسے آگے نہیں جانا۔ غرض مطلب یہ ہے کہ جائیداد بنانے یا مال و دولت کمانے میں اس قدر انہماک جو آخرت سے غافل بنادے برا ہے لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلتے ہوئے اور حقوق و فرائض کی ادائیگی کے ساتھ صاحب ثروت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَـٰرَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ ﴾

''ایسے لوگ جو تجارت اور خرید و فروخت سے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔'' (تحفة الاحوذي : ٧/٣٦)

دنیاوی زندگی کی مدت بہت قلیل ہے

٤٨٠. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا فَقَالَ: "مَا هٰذَا" ؟ فَقُلْنَا "قَدْ وَهَى فَنَحْنُ نُصْلِحُه" فَقَالَ : " مَا اَرَى الْاَمْرَ اِلَّا اَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ " رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادِ الْبُخَارِيْ وَ مُسْلِمٍ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(٤٨٠) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنے چھپر کی مرمت کر رہے

تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کی کہ یہ چھپر کمزور ہو گیا تھا ہم اسے ٹھیک کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو موت کو اس سے بھی زیادہ قریب دیکھ رہا ہوں۔ (اس حدیث کو ابوداود اور ترمذی نے بخاری اور مسلم کی سند سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہیں)

تخریج حدیث(٤٨٠): الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی مختصر الامل.

کلمات حدیث: خص : چھپر، بانس اور لکڑی کی چھت یا بانس اور لکڑی کی جھونپڑی۔

شرح حدیث: موت اتنی بڑی اور اٹل حقیقت ہے کہ اس سے بڑی اور اٹل حقیقت دنیا میں کوئی نہیں ہے اور اس سے انسان سب سے زیادہ غافل ہے۔ دنیا میں تو قیام اس طرح ہو جس طرح کوئی اجنبی کسی بستی میں آ کر کسی کام کے لیے ٹھہر جائے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کا کام جلد از جلد ہو جائے تاکہ وہ یہاں سے واپس جائے یا اس شخص کی طرح ہوتا ہے کہ جو راستہ میں چل رہا ہے اور سانس لینے کے لیے درخت کے سائے میں رک جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو موت کو اس سے قریب دیکھ رہا ہوں کہ کوئی چھپر کی مرمت کر کے پھر اس کے سائے میں رہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تم ایک شخص کو بازار میں چلتا پھرتا دیکھ رہے ہو اور اس کا نام مرنے والوں کی فہرست میں درج ہوتا ہے۔ (تحفة الاحوذي : ٧/٤٥)

****

امت محمدیہ ﷺ کا فتنہ مال ہے

٤٨١. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ اُمَّتِيْ : الْمَالُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(٤٨١) حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر امت کے لیے فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(٤٨١): الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء ان فتنة هذه الأمة فی المال.

کلمات حدیث: فتنة : آزمائش، ابتلاء جمع فتن.

شرح حدیث: مقصود حدیث یہ ہے کہ گزشتہ اقوام مختلف فتنوں میں مبتلا ہوئیں لیکن یہ امت جس بڑے فتنے میں مبتلا ہوگی وہ مال و دولت کی محبت ہے اور اس کے حصول کے لیے زندگی وقف کر دینا ہے اور اس طرح اوقات کا اعمال صالحہ سے خالی ہو جانا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ إِنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَـٰدُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾

"مال و اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں۔"

غرض مال و دولت کے حصول میں ایسا انہماک اور اس کی اس قدر محبت کہ آدمی آخرت سے غافل ہو جائے اور جس مقصد کے لیے دنیا میں آیا ہے وہ مقصد فوت ہو جائے ظاہر ہے کہ ایسا ہونا صاحبِ ایمان کے لیے ایک بہت بڑا فتنہ اور بڑی آزمائش ہے۔

(تحفة الاحوذي : ٧/٤٦ ـ روضة المتقين : ٢/٣٤)

ابن آدم کا حق دنیا میں کیا ہے؟

۴٨٢. وَعَنْ اَبِیْ عَمْرٍو وَيُقَالُ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ وَيُقَالُ اَبُوْ لَيْلٰى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ لِا بْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِيْ سِوٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ : بَيْتٌ يَسْكُنُهٗ، وَثَوْبٌ يُوَارِیْ عَوْرَتَهٗ وَجِلْفُ الْخُبْزِ، وَالْمَآءِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.

قَالَ التِّرْمِذِیُّ سَمِعْتُ اَبَا دَاوٗدَ سُلَيْمَانَ ابْنَ سَالِمِ الْبَلْخِیَّ يَقُوْلُ : سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ شُمَيْلٍ يَقُوْلُ : اَلْجِلْفُ : اَلْخُبْزُ لَيْسَ مَعَهٗ اِدَامٌ . وَقَالَ غَيْرُهٗ : هُوَ غَلِيْظُ الْخُبْزِ وَقَالَ الْهَرَوِیُّ : اَلْمُرَادُ بِهٖ هٰهُنَا وِعَآءُ الْخُبْزِ كَالْجَوَالِقِ وَالْخُرْجِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۴٨٢) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابوعمرو ابوعبد اللہ اور ابولیلیٰ تھی بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان چیزوں کے علاوہ فرزندِ آدم علیہ السلام کا کوئی اور حق نہیں رہنے کے لیے گھر، تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا اور خشک روٹی اور پانی۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث صحیح ہے)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوداود اور سلیمان بن سالم بلخی سے سنا ہے کہ نضر بن شمیل نے بتایا کہ جلف بغیر سالن کی روٹی اور کسی نے کہا کہ موٹی روٹی اور ہروی نے کہا کہ یہاں اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن میں روٹی رکھی جاتی ہے، جیسے بورے اور تھیلے۔

تخریج حدیث(۴٨٢): الجامع الترمذي، ابواب الزهد، باب ليس لابن آدم حق فيما سوى خصال ثلاث.

راوی حدیث: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی رسول ﷺ اور تیسرے خلیفہ راشد تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ اور ام کلثوم آپ کے نکاح میں آئیں اور حضرت رقیہ کی بیماری کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی پھر باقی غزوات میں شرکت فرماتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے ١۴٢ احادیث مروی ہیں جن میں سے تین متفق علیہ ہیں۔ مظلوم شہید ہوئے۔

کلمات حدیث: جلف : بغیر سالن کے خشک روٹی، یا موٹی روٹی۔

شرح حدیث: انسان کی بقا اور اس کی حیات تین چیزوں پر موقوف ہے اور یہی اس کا حق ہے اس کے علاوہ تمام چیزیں اس کی حقیقی ضرورت سے زائد ہیں۔ حقیقی ضرورت صرف اتنی ہے کہ سر چھپانے کی جگہ ہو تن ڈھانپنے کو کپڑا ہو اور معمولی غذا اور پانی میسر آجائے جس سے سلسلۂ حیات جاری رہے۔ یہ ضرورتیں اگر حلال وطیب ذریعے سے حاصل ہوں تو ان کے بارے میں حساب نہ ہوگا۔ اس مفہوم کی

تائیداس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو رسول کریم ﷺ کے مولی ابوعسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ''ایک رات رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور میرے پاس آ کر مجھے بلایا میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ چلے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں بلایا وہ بھی آ گئے تو آپ ﷺ چلے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں بلایا وہ بھی آئے تو آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں پہنچے اور ان سے فرمایا کہ ہمیں کھلاؤ۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھجور کا ایک خوشہ اٹھایا جو وہ انصاری سے لے کر آئے تھے انہوں نے اسے زمین پر مارا اور کھجوریں رسول اللہ ﷺ کے سامنے بکھر گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! کیا ہم سے روزِ قیامت اس کا بھی سوال ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں سوائے تین چیزوں کے کپڑے کا ٹکڑا جس سے آدمی اپنا ستر چھپالے، روٹی کا ٹکڑا جس سے بھوک جاتی رہے اور کوئی سوراخ جس میں وہ سردی گرمی سے پناہ لے لے'' (تحفة الاحوذي : ۷/۵۲۔ دليل الفالحين : ۲/۳۳۶)

انسان مال سے کتنا استفادہ کرتا ہے؟

۴۸۳. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ "بِكَسْرِ الشِّيْنِ وَالْخَآءِ الْمُشَدَّدَةِ الْمُعْجَمَتَيْنِ " رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّه' قَالَ : اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ : ﴿ أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ ۝١ ﴾ قَالَ: " يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ: مَالِيْ مَالِيْ وَهَلْ لَّكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مِنْ مَالِكَ اِلَّا مَاۤ اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ ؟ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۸۳) حضرت عبداللہ بن شخیر سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ اس وقت ﴿ أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ ۝١ ﴾ تلاوت فرمارہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال اور اے آدم کے بیٹے تیرے مال میں سے تیرا حصہ اتنا ہی ہے جتنا تو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۸۳): صحيح مسلم، اوائل كتاب الزهد و الرقاق .

کلمات حدیث: فأمضيت : تو نے اسے آگے بھیج دیا، تو نے نافذ کر دیا۔ امضى إمضاء (باب افعال) پورا کرنا، نافذ کرنا۔

شرح حدیث: ﴿ أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ ۝١ ﴾ تمہیں دنیا کے مال و دولت کی کثرت طلب اور طلب کثرت نے دھوکہ میں ڈال دیا، تم ایسی غفلت میں مبتلا ہوئے کہ تم اپنے اصل مقصد کو بھول کر دوسرے کاموں میں لگ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تکاثر کے معنی مال و اولاد کی کثرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں مال اور اولاد کی محبت پیدا کی ہے جو ان کی محبت میں دور تک نکل جائے وہ ان امور سے غافل ہو جائے گا جو زیادہ اہم ہیں اور جن کا پورا کرنا واجب ہے، حتیٰ کہ موت اسے آئے گی اور وہ قبر میں جا لیٹے گا۔ حدیث صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر ابن آدم کے پاس ایک وادی سونے کی ہو تو وہ چاہے گا کہ دو وادیاں ہو جائیں اور ابن آدم کا منہ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرتی اور اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمالے۔''

انسان کا مال بس اتنا ہی ہے کہ جو اس نے کھالیا اور پہن لیا اور جو اس نے صدقہ کر کے اللہ کے گھر بھیج دیا، یعنی آدمی کی ذاتی منفعت اتنے مال سے وابستہ ہے اور باقی مال سے اس کا ذاتی نفع وابستہ نہیں بلکہ وہ فی الحقیقت وارثوں کا ہے۔ واضح رہے کہ جیسا کہ آیت مبارکہ میں واضح اشارہ موجود ہے مال واولاد کی وہ کثرت بری ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور فکرِ آخرت سے غافل کر دے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی کو مال واولاد بھی کثرت سے عطا فرمائے اور وہ اللہ کی یاد اور فکرِ آخرت سے غافل نہ ہو بلکہ اس مال کو امورِ خیر میں صرف کرے تو پھر اس میں برائی نہیں ہے۔ (تحفة الاحوذي : ٥٣/٧)

رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے فقر کے لیے تیار رہیں

٤٨٤. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُ حِبُّکَ فَقَالَ : " اُنْظُرْ مَا ذَا تَقُوْلُ؟ "قَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُ حِبُّکَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ : " اِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِيْ فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا، فَاِنَّ الْفَقْرَ اَسْرَعُ اِلٰى مَنْ يُحِبُّنِيْ مِنَ السَّيْلِ اِلٰى مُنْتَهَاهُ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

" اَلتِّجْفَافُ " بِكَسْرِ التَّآءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَاِسْكَانِ الْجِيْمِ وَبِالْفَآءِ الْمُكَرَّرَةِ وَهُوَ شَيْءٌ يُلْبَسُهُ الْفَرَسُ لِيُتَّقٰى بِهِ الْاَذٰى وَقَدْ يَلْبَسُهُ الْاِنْسَانُ .

(٤٨٤) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اللہ کی قسم مجھے آپ ﷺ سے محبت ہے۔ فرمایا: سوچ لو کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے پھر کہا اللہ کی قسم مجھے آپ سے محبت ہے تین بار اس نے اسی طرح کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو فقر کا ٹاٹ تیار کر لو کہ فقر اس آدمی کی طرف جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس سے بھی زیادہ تیزی سے جاتا ہے جتنا سیلاب اپنے بہاؤ کی طرف جاتا ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تجفاف وہ چیز جو گھوڑے کو اس لیے پہناتے ہیں تا کہ اس تکلیف سے بچایا جا سکے اور کبھی بوقتِ ضرورت اس کو انسان بھی پہن لیتا ہے۔

تخریج حدیث (٤٨٤): الجامع الترمذي، ابواب الزهد، باب ما جاء في فضل الفقر .

کلمات حدیث: تجفاف : ڈھال۔

شرح حدیث: ایک شخص نے آپ کے سامنے آپ ﷺ سے اپنی شدید محبت کا دعویٰ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سوچ کر کہو کہ کیا کہہ رہے ہو کہ محبت کا اقتضاء اتباع اور اقتداء ہے اور ہر امر میں آپ ﷺ کی پیروی ہے اور جو زندگی آپ ﷺ نے زہد کی اور فقر کی گزاری اس میں بھی آپ ﷺ کی پیروی ضروری ہوگی۔ فرمایا کہ فقر مجھ سے محبت کرنے والے کی جانب اس طرح آتا ہے جیسے پانی کا ریلا نشیب کی طرف جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ اگر چاہیں تو بطحاء مکہ آپ ﷺ کے لیے سونے سے بھر دی جائے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اے میرے رب میں تو چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن پیٹ بھروں جس دن بھوکا رہوں اس دن تجھے

یاد کروں اور تیرے سامنے عاجزی اور تضرع کروں اور جس دن کھاؤں اس دن تیری حمد کروں اور شکر ادا کروں۔

محبت کے لیے ضروری ہے کہ محبوب کی روش اختیار کرے اور ان صفات سے متصف ہو جو محبوب کے اوصاف ہیں اور لذات دنیا سے کنارہ کش ہو کر اس طرح صبر کرے جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا اور یہ ایک امر عظیم ہے جس کے لیے صبر عظیم درکار ہے اور اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ غور کرلو اور سوچ لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔ (تحفة الاحوذي : ٧/٦٥ - دليل الفالحين : ٢/٣٣٨)

حرص کی مثال بھوکے بھیڑیئے کی طرح ہے

٤٨٥. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(٤٨٥) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیئے اگر بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ انہیں اتنا نقصان نہیں پہنچائیں گے جتنا مال کی حرص اور بڑائی کی حرص آدمی کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (٤٨٥): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء في معيشة اصحاب النبي ﷺ.

راوی حدیث: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ عقبہ ثانیہ میں ستر آدمیوں کے ساتھ آئے اور اسلام قبول کیا غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی اور غزوۂ تبوک میں مخلفین میں رہ گئے اور مقاطعہ کے بعد توبہ قبول ہوئی سنہ ۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

کلمات حدیث: شرف : عزت، بلندی نسبی بزرگی۔ شرف شرفا (باب کرم) معزز ہونا۔ شریف : معزز جمع شرفاء .

شرح حدیث: مال و دولت کی حرص اور عزت و منصب کی حرص آدمی کے دین کی دشمن ہے کیونکہ حرص کا اگلا درجہ شح اور شح (حرص مع بخل) ہلاک کر دیتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ "شح سے بچو کہ اس سے پچھلے لوگ ہلاک ہو گئے۔" غرض حدیث مبارک کا مقصود مال کی حرص اور عزت و منصب کی حرص پر متنبہ کرنا ہے کہ اس سے آدمی کا دین برباد ہو جاتا ہے۔ (تحفة الأحوذي : ٧/٩٠)

آپ ﷺ کا چٹائی پر سونا

٤٨٦. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَنْبِهٖ قُلْنَا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْنَا، لَكَ وِطَاءً فَقَالَ مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا؟ مَا اَنَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(٤٨٦) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ چٹائی پر سوئے ہوئے تھے جب آپ اٹھے تو آپ ﷺ کے پہلو پر چٹائی کے نشان تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم آپ کے لیے گدا بنوادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا تعلق میں تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے سائے میں ذرا دیر ٹھہرتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر چل پڑتا ہے۔
(ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (٤٨٦): الجامع للترمذی، ابواب الزھد، باب ما انا فی الدنیا الا کراکب.

کلمات حدیث: أثر فی جنبه : پہلو پر نشان ڈال دیا۔ وطاء : نرم بستر۔ حصیر : چٹائی، جمع حصر .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں انتباہ ہے کہ عرصۂ دنیا بہت قلیل ہے اور اجل بہت نزدیک ہے، نیز حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے زہد کا بیان ہے اور چونکہ امت پر آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع لازم ہے اس لیے ضروری ہے کہ اہل ایمان کا دنیا کی جانب میلان ضرورت کے مطابق ہو اور وہ دنیا کی لذتوں میں منہمک ہونے کی بجائے فکر آخرت اور اس کی تیاری پر توجہ کریں۔

دنیا میں تو انسان اس طرح ہے جیسے کوئی سوار گھڑی دو گھڑی درخت کے سائے میں ٹھہرتا ہے اور پھر چل پڑتا ہے، کیونکہ دنیا کی زندگی میں خواہ آدمی کتنی ہی طویل عمر گزارے اس کی حقیقت ساعت دو ساعت سے زیادہ نہیں ہے۔

﴿ لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ﴾

''ہم دنیا میں رہے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔'' (تحفة الاحوذي : ٧/٩٣۔ روضة المتقين : ٢/٣٧)

فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے

٤٨٧. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ : رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ : حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ .

(٤٨٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فقراء جنت میں مالدار لوگوں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث صحیح ہے)

تخریج حدیث (٤٨٧): الجامع للترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء ان فقراء المهاجرین یدخلون الجنة قبل اغنیاء هم.

کلمات حدیث: فقراء: اہل احتیاج، جن کے پاس کچھ نہ ہو۔ فقیر کی جمع فقر نہ ہونا۔

شرح حدیث: اس مؤمن صابر کی فضیلت کا بیان ہے جو تنگدستی اور احتیاج پر صبر کر کے اعمال صالحہ میں مصروف رہے۔ فقراء کا جنت میں اغنیاء سے پہلے دخول دراصل ان کے صبر کا انعام ہے اور صلہ ہے دنیا کی نعمتوں سے محرومی کا تاکہ وہ دنیا میں جن نعمتوں سے محروم رہے اور ان سے متمتع نہ ہو سکے جلد جنت میں پہنچ کر ان سے لطف اندوز ہوں۔ (روضة المتقین : ٢/٣٨)

---

۴۸۸. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَآءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَايْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ اَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ .

(۴۸۸) حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا کہ اکثر اہل جنت فقراء ہیں اور میں نے جہنم کو دیکھا کہ اکثر اہل جہنم عورتیں ہیں۔ (متفق علیہ، از روایت ابن عباس، بخاری نے حضرت عمران بن الحصین سے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے)

تخریج حدیث(۴۸۸): صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة . صحيح مسلم، كتاب الرقاق باب اكثر اهل الجنة الفقراء .

کلمات حدیث: اطلعت : میں مطلع ہوا، میں نے دیکھا۔ اطلع اطلاعا : جاننا۔

شرح حدیث: دنیا کی کثرت سے احتراز اور صرف قدر کفاف پر گزارا کرنا اور ترفہ اور عیش دنیا سے اجتناب کرنا اس حدیث کا اصل موضوع ہے اس طرح عورتوں کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں اور اپنے شوہروں کے حق میں نافرمانی سے بچیں۔ صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " مجھے جہنم دکھائی گئی میں نے دیکھا کہ اکثریت اہل جہنم کی عورتیں ہیں اپنے کفر (نافرمانی) کی بناء پر، آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شوہر کی نافرمانی کرتی ہیں اور احسان ناشناسی کرتی ہیں اگر تم ان کے ساتھ عرصے تک حسن سلوک کرتے رہو اور پھر وہ تمہاری ذرا سی بات دیکھیں گی تو یہیں کہیں گی کہ تو نے مجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہیں کی۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مردوں کی بہ نسبت عورتوں میں دنیا کی محبت و رغبت زیادہ ہوتی ہے اور دنیا کی دلکشیوں کی جانب ان کا میلان زیادہ ہوتا ہے اور اس بنا پر وہ آخرت سے اعراض کرنے والی ہوتی ہیں کیونکہ ان کی عقل کم ہوتی ہے اور ان میں دھوکہ کھا جانے کا میلان زیادہ ہوتا ہے اس لیے وہ اعمال صالحہ اور آخرت کی تیاری سے دور ہوتی ہیں۔

(تحفة الاحوذي : ٣٦٧/٧ـ فتح الباري : ٢٦٩/٢)

جنت میں اکثر فقراء کو دیکھا گیا

۴۸۹. وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" وَالْجَدُّ " اَلْحَظُّ وَالْغِنٰى، وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ فَضْلِ الضَّعَفَةِ .

(۴۸۹) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں اکثریت مساکین کی ہے اور اصحابِ مال و دولت روک دیئے گئے ہیں۔ البتہ اصحابِ جہنم کے بارے میں انہیں جہنم میں لے جانے کا حکم ہو گیا ہے۔ (متفق علیہ)

جد کے معنی مال و دولت کے ہیں اس سے پہلے یہ حدیث ضعفاء کی فضیلت کے باب میں آچکی ہے۔

تخریج حدیث(۴۸۹): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا تأذن المرأۃ فی بیت زوجھا الا بإذنہ . صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء .

کلماتِ حدیث: مساکین : جمع مسکین، جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ بقدرِ کفایت نہ رکھنے والا۔

شرح حدیث: امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جنت اور جہنم دکھلائی گئی اور اسی طرح آپ ﷺ کو اہل جنت کے اوصاف و خصائص اور اہل جہنم کے احوال سے مطلع فرمایا گیا تاکہ آپ ﷺ اپنی امت کو ان تمام اوصاف و خصائص سے آگاہ فرمادیں جو جنت میں لے جانے والے ہیں اور ان احوال پر متنبہ فرمادیں جو اہل جہنم کے ہیں۔

(فتح الباري : ۲/۱۰۵۱۔ روضۃ المتقین : ۲/۴۰)

اس حدیث کی شرح پہلے بھی (حدیث ۲۶۹) میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شئی باطل ہے

۴۹۰. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ : اَلَا كُلُّ شَیْ ءٍ مَاخَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۹۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے وہ لبید کا یہ شعر ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔" (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۴۹۰): صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ایام الجاھلیۃ۔ صحیح مسلم، کتاب الشعر .

کلماتِ حدیث: ما خلا : ماسوا۔ ما خلا اللّٰہ : اللہ کے سوا، اللہ کے علاوہ۔

شرح حدیث: حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت کے ان چند بڑے شعراء میں سے ہیں جو اصحاب المعلقات کہلاتے ہیں انہوں نے اسلام قبول کیا اور طویل عمر پائی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ کہہ کر شاعری ترک کر دی تھی کہ کیا قرآن نازل ہونے کے بعد بھی کوئی شعر کہہ سکتا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے بعض مواقع پر بعض اشعار کی تحسین فرمائی۔ انہی میں سے ایک مصرع یہ بھی ہے کہ اللہ کے سوا ہر شئے باطل ہے۔ اگر شعر بامقصد اور اچھے اور عمدہ معانی پر مشتمل ہو تو اس کا پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔ (فتح الباري : ۲/۴٦٣)

الباب (٥٦)

فَضْلِ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ وَالْاِقْتِصَارِ عَلَى الْقَلِيْلِ مِنَ الْمَاكُوْلِ وَالْمَشْرُوْبِ وَالْمَلْبُوْسِ وَغَيْرِهَا مِنْ حُظُوْظِ النَّفْسِ وَتَرْكِ الشَّهَوَاتِ

بھوک جفاکشی اوراکل وشراب اورلباس میں کم سے کم پر اقتصاراور حظ نفس اور ترک خواہشات کی فضیلت

بعد میں آنے والوں نے نماز ضائع کی خواہشات کے پیروکار رہے

٤٧٢ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُوا ٱلشَّهَوَٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَأُو۟لَٰٓئِكَ يَدْخُلُونَ ٱلْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْـًٔا ﴿٦٠﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''پھران کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کردی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے سوان کا نقصان ان کے آگے آئے گا۔ بجز ان کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کی ذراسی بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔'' (مریم: ٥٩)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں بیان کیا جارہا ہے کہ ہدایت یافتہ اور منتخب لوگوں کے بعد ایسے لوگ آئے جنہوں نے اللہ کے مقرر کردہ اہم ترین فریضہ نماز کو بھی ضائع کردیا اور دنیا کے مزوں اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر احکام الٰہی سے غافل ہوگئے یہ عنقریب اپنے نقصان اور خسارے کو دیکھ لیں گے حتیٰ کہ ان میں سے بعض کو جہنم کی اس بدترین وادی میں دھکیلا جائے گا جس کا نام ہی غی ہے۔ سوائے ان کے جو سچے دل سے توبہ کر کے ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کرلیں اور اپنی روش درست کرلیں تو ان کے لیے جنت کے دروازے کھلے ہیں توبہ کے بعد جو نیک اعمال کرے گا سابق جرائم کی بنا پر اس کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔

(تفسیر مظہری۔ تفسیری عثمانی)

قارون کی دولت

٤٧٣ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِۦ فِى زِينَتِهِۦ ۖ قَالَ ٱلَّذِينَ يُرِيدُونَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا يَٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ أُوتِىَ قَٰرُونُ إِنَّهُۥ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا ٱلْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ ٱللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ ءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا وَلَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ٱلصَّٰبِرُونَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

’’پس قارون اپنی پوری آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے مجمع میں نکلا۔ تو دنیاوی زندگی کے متوالے کہنے لگے کہ کاش کہ ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے یہ تو بڑا ہی قسمت کا دھنی ہے۔ ذی علم لوگ انہیں سمجھانے لگے کہ افسوس بہتر چیز تو وہ ہے جو بطور ثواب انہیں ملے گی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں یہ بات انہی کے دل میں ڈال دی جاتی ہے جو صبر و سہار والے ہوں۔‘‘
(القصص: ٧٩)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ قارون کے پاس بڑا خزانہ تھا اور اسے بڑی قوت و شوکت حاصل تھی ایک روز جو وہ بڑی شان و شوکت سے مجمع میں آیا تو بعض لوگوں نے کہا کہ اگر اسی طرح مال و دولت اور شان و شوکت ہمیں بھی ملی ہوتی تو ہم بھی خوش نصیب ہوتے لیکن اہل علم نے کہا کہ یہ دنیا کی شان و شوکت یہ مال و متاع ثواب آخرت کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اللہ نے اہل ایمان اور عمل صالح والوں کے لیے جو اجر و ثواب رکھا ہے وہ اس دنیا اور اس دنیا کی ساری متاع سے کہیں زیادہ بہتر ہے ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا کسی کان نے نہیں سنا اور نہ کسی کے وہم و گمان میں ان کا گزر ہوا۔

١٧٤۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :
﴿ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴿٨﴾ ﴾
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
’’پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہوگا۔‘‘ (التکاثر: ٨)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ روز قیامت سوال ہوگا کہ بتاؤ کہ جو بے شمار نعمتیں تمہیں دنیا کی زندگی میں عطا کی گئی تھیں ان کا تم نے کیا شکر ادا کیا۔ نعمتوں میں تمام نعمتیں شامل ہیں خواہ وہ کھانے پینے سے متعلق ہوں یا آرام و آسائش سے یا مال و اولاد سے یا حکومت و اقتدار۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:
﴿ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾ ﴾
’’ناک، کان اور دل سب کے بارے میں پوچھا جائے گا۔‘‘

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز بندہ سے جس چیز کا سب سے پہلے سوال ہوگا وہ تندرستی ہے اس کو کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں تندرستی نہیں دی تھی اور کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز محشر آدمی اپنے قدم اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکے گا جب تک اس سے پانچ باتوں کے بارے میں جواب نہ لیا جائے۔ ایک یہ کہ اس نے اپنی عمر کو کن کاموں میں فنا کیا؟ اپنی جوانی کو کہاں خرچ کیا؟ مال کس طرح حاصل کیا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ اور جو علم اللہ تعالیٰ نے اسے دیا تھا اس پر اس نے کتنا عمل کیا؟

(معارف القرآن)

١٧٥۔ وقال تعالیٰ :

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۝١٨ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''جس کا ارادہ صرف اس جلدی والی دنیا (فوری فائدہ) کا ہی ہوا سے ہم یہاں جس قدر جس کے لیے چاہیں سردست دیتے ہیں بالآخر ہم اس کے لیے جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ برے حالوں کا دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔ (الاسراء: ۱۸)

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ .

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ ہم ان لوگوں میں سے جو صرف متاعِ دنیا کے لیے سرگرداں ہیں جس کو چاہیں اور جس قدر چاہیں اپنی حکمت و مصلحت کے موافق دنیا کا سامان دیدیتے ہیں تا کہ ان کی جد وجہد کا پھل مل جائے اور اگر آخری سعادت مقدر نہیں تو شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز ہو کر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم کے ابدی جیل خانہ میں دھکیل دیے جائیں۔

(تفسیر عثمانی)

آپ ﷺ کے گھر والوں نے مسلسل دو دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا

۴۹۱. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ : مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ .

(۴۹۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ نے کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔ (متفق علیہ)

اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے گھر والوں نے مدینہ آنے کے بعد کبھی گندم کی روٹی مسلسل تین دن تک پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

تخریج حدیث (۴۹۱): صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب ما کان النبی ﷺ و اصحابه یأکلون . صحیح مسلم، اوائل کتاب الزهد و الرقاق.

کلمات حدیث: ما شبع : پیٹ نہیں بھرا، سیر نہیں ہوا۔ شبع شبعا (باب سمع) پیٹ بھرنا، سیر ہونا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل خانہ کی عادتِ طیبہ یہ تھی کہ پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے تھے اور ایک دن کھاتے تھے اور ایک دن فاقے سے رہتے یا روزہ رکھ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر پیشکش فرمائی کہ مکہ کے پہاڑوں کو آپ ﷺ کے لیے سونا بنا دیا جائے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں اے رب! میں تو چاہتا ہوں ایک دن پیٹ بھروں تو اللہ کا شکر کروں اور دوسرے

دن بھوکا رہوں تو صبر کروں۔''

صحیح بخاری میں حضرت ابوعازم سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا کبھی رسول اللہ ﷺ نے سفید چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی؟ سہل نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعثت سے لے کر اللہ کے ہاں تشریف لے جانے تک سفید چھنے ہوئے گندم کے آٹے کی روٹی دیکھی بھی نہیں۔ میں نے دریافت کیا تمہارے پاس زمانہ نبوت میں چھلنیاں تھیں۔ سہل نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعثت کے وقت سے دنیا سے تشریف لے جانے تک چھلنی نہیں دیکھی۔ میں نے پوچھا کہ تم بغیر چھنے جو کی روٹی کیسے کھالیتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اسے پیس کر پھونک مارتے تھے جتنا (بھوسہ) اس میں سے اڑ اڑ گیا اور جو بچتا اسے پانی میں تر کر کے کھالیتے تھے۔

فتوحات کی کثرت سے مال غنیمت بکثرت آتا لیکن آپ ﷺ اسے اسی وقت تقسیم فرمادیتے اور رات ہونے سے پہلے آپ ﷺ کے گھر میں کچھ نہ ہوتا۔ آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا جیسا کہ متعدد احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے رب! میں تو چاہتا ہوں کہ ایک دن کھاؤں تو تیرا شکر کروں اور دوسرے دن نہ کھاؤں اور صبر کروں۔''

(فتح الباري : ٢/١١٥٦ ۔ تحفة الأحوذي : ٧/٧٠ ۔ شرح مسلم للنووي : ١٨/٨٣)

دو دو مہینے آپ ﷺ کے گھر چولہا نہیں جلتا تھا

٤٩٢ . وَعَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تَقُوْلُ : وَاللّٰهِ يَا ابْنَ اُخْتِيْ اِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ اِلَى الْهِلاَلِ ثُمَّ الْهِلاَلِ ثَلاَثَةَ اَهِلَّةٍ فِيْ شَهْرَيْنِ وَمَا اُوْقِدَ فِيْ اَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ : قُلْتُ: يَا خَالَةُ فَمَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ ؟ قَالَتِ: اَلْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَآءُ اِلَّا اَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيْرَانٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوْا يُرْسِلُوْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَلْبَانِهَا فَيَسْقِيْنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٤٩٢) حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اے میرے خواہر زاد ہم چاند کی طرف دیکھتے پھر ایک اور چاند پھر ایک اور چاند یعنی دو مہینوں میں تین چاند گزر جاتے رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا اے خالہ آپ کا گزارا کیسے ہوتا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ دو سیاہ چیزیں کھجور اور پانی البتہ رسول اللہ ﷺ کے انصاری پڑوسی جن کے یہاں دودھ دینے والے جانور تھے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیج دیتے جو آپ ﷺ ہمیں پلا دیتے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(٤٩٢): صحیح البخاری، کتاب الهبة، باب کیف کان عیش النبي ﷺ واصحابه . صحیح مسلم، اوائل کتاب الزهد والرقاق .

کلماتِ حدیث: منائح: دودھ دینے والے جانور۔ واحد منیحۃ۔ دودھ دینے والا جانور جو کسی کو دودھ کے استعمال کے لیے ہبہ کر دیا جائے اور وہ دودھ ختم ہونے کے بعد اسے واپس کر دے۔

شرحِ حدیث: اللہ کے رسول ﷺ کے گھروں میں دو دو ماہ تک آگ نہیں جلتی تھی صرف کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔ یعنی زہد اور دنیا سے بے رغبتی کی یہ فضا تھی اور یہ اس لیے تھا تا کہ امت کے لیے ایک مثال اور نمونہ قائم ہو۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ اکثر یہ دعا فرماتے:

" اللّٰهم اجعل رزق محمد قوتا . "

" اے اللہ آل محمد کا رزق بقدر کفاف فرما دے۔ "

یہاں قوت کا لفظ ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بس اتنی روزی کہ سوال کی حاجت نہ رہے اور نہ ہی وہ زائد ہو کہ ترفہ کے زمرے میں آئے کہ قوت وہ ہے جس سے بدن کی قوت باقی رہے۔

(تحفة الأحوذي : ٧/ ٢٢ ـ فتح الباري : ٢/ ٤٥ ـ روضة المتقين : ٢/ ٤٤)

جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی

۴۹۳ . وعَنْ ابِىْ سَعِيْد الْمَقْبُرِىِّ عَنْ ابِىْ هُرَيْرة رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ انّهُ مَرّ بِقوْمٍ بيْنَ ايْدِيْهِمْ شاةٌ مَصْلِيّةٌ فـدعـوْهُ فـابـى انْ يـاْ كُـل وقـال : خـرج رسُـوْلُ الـلّٰـه صـلّى اللّٰهُ عليْه وسلّم مِن الدُّنْيا ولمْ يشْبعْ منْ خُبْز الشّعِيْر . رواهُ الْبُخارِىُّ .

" مصْلِيّةٌ " بِفتْحِ الْمِيْم : اىْ مشْوِيّةٌ .

(۴۹۳) حضرت ابو سعید مقبری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی دعوت دی مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

مصلیۃ: میم کے زبر کے ساتھ یعنی بھنی ہوئی۔

تخریج حدیث (۴۹۳): صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب ما کان النبی ﷺ و اصحابه یأکلون

کلماتِ حدیث: مصلیۃ: بھنی ہوئی۔ صلی صلیا (باب ضرب) گوشت بھوننا۔

شرحِ حدیث: صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ پر اپنی جانیں فدا کی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ان میں سے کسی سے مخاطب ہوتے تو برجستہ ان کی زبانوں پر جملہ آتا " فداک ابی و امی یا رسول اللہ " اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ بھی آپ پر قربان۔ انہوں نے یہ بات صرف زبانی نہیں کی بلکہ اس دین کے لیے جو رسول اللہ ﷺ لائے تھے اس پر اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ

ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی ایسی اقتداء کی اور آپ کی ایک ایک بات کی اس طرح پیروی کی کہ تاریخ عالم میں اس کی کہیں اور مثال نہیں ملتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھنا ہوا گوشت کھانے کی دعوت دی گئی تو آپ کی آنکھوں کے سامنے حیات طیبہ کا نقشہ آ گیا اور انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

(فتح الباري : ۲/ ۱۱۵۶ ۔ عمدة القاري : ۲۱/ ۷۸)

آپ ﷺ نے میز پر رکھ کر کبھی کھانا نہیں کھایا

۴۹۴ . وعَنْ انَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ : لَمْ يَاكُلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عليْه وسلَّم على خوانٍ حتّٰى مات وما اكل خُبزًا مُرَقَّقًا حتّٰى مات.رواهُ البُخاريُّ، وفي روايةٍ له : ولا راى شاةً سميطًا بعيْنه قطُّ.

(۴۹۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرتے دم خوان پر رکھ کر کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی آپ ﷺ نے پتلی چپاتی کھائی۔ (بخاری)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بھنی ہوئی بکری اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی۔

تخریج حدیث(۴۹۴): صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب الخبز المرقق والاكل على الخوان والسفرة.

کلمات حدیث: خوان : چوکی یا تخت، جس پر کھانا رکھ کر کھایا جائے، تاکہ کھانے کے لیے زیادہ جھکنا نہ پڑے۔ سمیط : بکری کا چھوٹا سا بچہ جسے بھون لیا جائے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ ارادتاً طیبات دنیا کو ترک کر کے کھانے، پینے اور لباس میں سادگی اختیار کیے ہوئے تھے اور یہ اس لیے کہ آپ ﷺ نعیم آخرت کو طیبات دنیا پر ترجیح دیتے تھے۔ آپ ﷺ فقر کو غنا پر سادگی کو توسع پر اور قدر کفاف کو وسعت رزق پر ترجیح دیتے تھے۔ (تحفة الأحوذي : ۷/ ۷٤ ۔ فتح الباري : ۲/ ۱۱۵٦ ۔ عمدة القاري : ۲۱/ ۲۲)

ردی کھجور سے بھی پیٹ نہیں بھرا

۴۹۵ . وعنِ النُّعمانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يجدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَاءُ بِهِ بَطْنَهُ. رواهُ مُسْلِمٌ. "الدَّقَلُ" تمْرٌ رَدِيءٌ.

(۴۹۵) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ردی کھجور بھی آپ ﷺ کو اتنی نہ ملتی کہ پیٹ بھر لیتے۔ (مسلم)

دقل : ردی کھجور۔

تخریج حدیث(۴۹۵): صحيح مسلم، اوائل كتاب الزهد والرقاق.

کلمات حدیث: دقل : ردی اور ادنیٰ قسم کی کھجور۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لیے عملی نمونہ ہے آپ ﷺ نے زہد کی زندگی گزاری اور دنیا کی نعمتوں اور لذتوں پر ہمیشہ آخرت کے انعام واکرام اور وہاں کی نعمتوں کو ترجیح اور فوقیت دی۔ غرض آپ ﷺ کی تمام زندگی سادگی اور سخت کوشی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ اس طرح کی زندگی آپ ﷺ نے امتِ مسلمہ کے سامنے بطورِ مثال رکھی تا کہ امت کے لوگ اس طرزِ حیات کو برضا ورغبت اختیار کریں کیونکہ یہ طرزِ حیات لوگوں میں جفاکشی اور سادگی پیدا کرتا ہے انہیں بلند اور اعلیٰ قدروں کے لیے جینا سکھاتا ہے انہیں اصولوں کے لیے مرنا سکھاتا ہے اور ان کے اندر دین کے لیے قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس طرزِ حیات کے لوگ حبِ دنیا سے حسد سے باہمی بغض ونفرت سے اور دنیا کے حصول کی کشمکش سے محفوظ رہتے ہیں۔ جبکہ اربابِ ثروت بالعموم پہلے بیان کردہ خصائص سے محروم رہتے اور ان اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو بیان کی گئیں۔ اسی لیے فرمایا کہ میں تمہارے فقر سے نہیں ڈرتا تمہارے اوپر دنیا کی فراوانی سے اندیشہ کرتا ہوں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بھی جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح لوگوں کو کھاتے پیتے دیکھا تو آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ یاد آ گئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تو تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ کو ردی کھجور بھی اتنی میسر نہ ہوتی کہ آپ اس سے پیٹ بھر لیتے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے تمہارے نبی کے الفاظ بطورِ تنبیہ استعمال کیے تا کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے اتباع کی جانب متوجہ کر سکیں۔ (دليل الفالحين : ۲/۳۵۳)

آپ ﷺ نے زندگی بھر چھلنی نہیں دیکھی

۴۹۶۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَا رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ مِنْ حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى! فَقِيْلَ لَهُ: هَلْ كَانَ لَكُمْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَاخِلُ ؟ قَالَ: مَارَاى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْخَلاً مِنْ حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَقِيْلَ لَهُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُوْنَ الشَّعِيْرَ غَيْرَ مَنْخُوْلٍ ؟ قَالَ كُنَّا نَطْحَنُهُ، وَنَنْفُخُهُ فَيَطِيْرُ مَا طَارَ وَمَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

" قَوْلُهُ " " اَلنَّقِيُّ " هُوَ " بِفَتْحِ النُّوْنِ وَكَسْرِ الْقَافِ وَتَشْدِيْدِ الْيَاءِ " وَهُوَ الْخُبْزُ الْحُوَّارِى وَهُوَ الدَّرْمَكُ : قَوْلُهُ " ثَرَّيْنَاهُ " هُوَ بِثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ ثُمَّ رَاءٍ مُشَدَّدَةٍ ثُمَّ يَاءٍ مُثَنَّاةٍ مِنْ تَحْتُ ثُمَّ نُوْنٍ : اَىْ بَلَّلْنَاهُ وَعَجَنْنَاهُ.

(۴۹۶) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بعثت کے وقت سے لے کر وفات تک رسول اللہ ﷺ نے سفید چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں دیکھی۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں

چھلنیاں نہیں تھیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعثت سے لے کر وفات تک چھلنی نہیں دیکھی، پھر ان سے پوچھا کہ بغیر چھنے ہوئے جو کی روٹی کیسے کھاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم جو کو پیتے پھر اس میں پھونک مارتے جو اڑتا وہ اڑ جاتا باقی ہم آٹا گوندھ لیتے۔ (بخاری)

نقی : سفید چھنے ہوئے آٹے کی روٹی۔ ثرینا، ہم اسے بھگوتے اور آٹا گوندھ لیتے۔

تخریج حدیث(۴۹۶): صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب النفخ فی الشعیر.

کلمات حدیث: ثریناہ : ہم اسے تر کر لیتے اسے بھگو لیتے۔ مناحل : جمع منحل چھلنی۔

شرح حدیث: حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی جانب سے جس عظیم مشن کو لے کر اٹھے تھے کہ اللہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو اللہ کی طرف لانا اس میں اس کی گنجائش ہی کہاں تھی کہ آپ ﷺ طیبات دنیا کا اہتمام فرماتے۔ اسی طرح جو جماعت آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کی اس مشن کی تکمیل کے لیے تیار کی تھی وہ ہر وقت جان ہتھیلی پر لیے پھرتے تھے انہیں کب فرصت تھی کہ دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے وقت نکالتے۔ مزید یہ کہ جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فقر اختیاری تھا اور صحابۂ کرام آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کرتے تھے اور ہر معاملے میں آپ ﷺ کی پیروی کرتے تھے۔

(فتح الباري : ٢/١١٥٥ـ دليل الفالحين : ٢/٣٠٤)

آپ ﷺ حضرات شیخین کو لے کر ایک انصاری صحابی کے گھر تشریف لے گئے

۴۹۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ " مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ ؟ " قَالَ : اَلْجُوْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ " وَاَنَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَخْرَجَنِي الَّذِيْ اَخْرَجَكُمَا قُوْمَا" فَقَامَا مَعَهٗ فَاَتٰى رَجُلاً مِنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُوَ لَيْسَ فِيْ بَيْتِهٖ، فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ قَالَتْ مَرْحَبًا وَاَهْلاً : فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اَيْنَ فُلَانٌ ؟ "

" قَالَتْ : ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَآءَ اِذْ جَآءَ الْاَنْصَارِيُّ فَنَظَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا اَحَدٌ. اَلْيَوْمَ اَكْرَمُ اَضْيَافًا مِنِّيْ، فَانْطَلَقَ فَجَاءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيْهِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطَبٌ فَقَالَ كُلُوْا وَاَخَذَ الْمُدْيَةَ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ " فَذَبَحَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوْا، فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوْا وَرَوُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : " وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتُسْاَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمُ الْجُوْعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰى اَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيْمُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !!

قولها " يستعذب " : اى يطلب الماء العذب وهو الطيب : " والعذق بكسر العين واسكان الذال المعجمة وهو الكباسة وهى الغصن : " والمدية بضم الميم وكسرها. هى السكين " والحلوب " ذات اللبن : والسؤال عن هذا النعيم سؤال تعديد النعم لا سؤال توبيخ وتعذيب. والله اعلم. و هذا الانصارى الذى اتوه هو ابو الهيثم بن التيهان رضى الله عنه، كذا جآء مبينا فى رواية الترمذى وغيره .

(۴۹۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دن کو یا رات کو حضرت باہر تشریف لائے وہاں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اس وقت کس وجہ سے اپنے گھروں سے باہر آئے؟ انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ (ﷺ) بھوک۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں بھی اسی وجہ سے باہر آیا ہوں جس وجہ سے تم آئے ہو۔ چلو اٹھو۔ وہ دونوں اٹھے اور آپ ﷺ کے ساتھ چلے۔ آپ ﷺ ایک انصاری کے ہاں پہنچے، وہ گھر پر نہیں تھے لیکن ان کی بیوی نے دیکھ لیا اور وہ بولی مرحبا خوش آمدید۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ فلاں کہاں ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری بھی آگئے انہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھ کر کہا الحمد للہ آج مجھ سے زیادہ کوئی شخص معزز اور مکرم مہمان والا نہیں ہے اتنا کہا اور چلے گئے وہ گئے اور پھر کھجوروں کا ایک خوشہ لائے جس میں گدری، خشک اور تر کھجوریں تھیں انہوں نے کہا کہ کھائیے اور یہ کہہ کر چھری اٹھائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دودھ دینے والی بکری ذبح نہ کرنا۔ بہرحال انہوں نے بکری ذبح کی۔ سب نے بکری کا گوشت اور کھجوریں اور پانی پیا۔ جب سیر ہو گئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن تم سے ضرور ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ تمہیں بھوک نے تمہارے گھروں سے نکالا۔ ابھی تم پلٹے بھی نہ تھے کہ تمہیں یہ نعمتیں مل گئیں۔ (مسلم)

یستعذب: میٹھے پانی کی تلاش میں گئے ہیں۔ عذق: کھجوروں کا خوشہ۔ مدیہ: چھری۔ حلوب: دودھ دینے والی۔ سوال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں گنوائے گا یہ مطلب نہیں ہے کہ باز پرس کرے گا اور سزا دے گا۔ واللہ اعلم اور انصاری جن کے گھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تھے وہ ابو الہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ ترمذی کی روایت میں اس کی وضاحت ہے۔

تخریج حدیث (۴۹۷): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب جواز استتباعه غيره الى دار من يثق برضاه بذلك.

کلمات حدیث: رووا: سیراب ہوئے۔ روی ریا (باب سمع) پانی سے سیراب ہونا۔

شرح حدیث: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی بندگی میں مصروف اور اس کے حضور میں حاضر تھے کہ بھوک کی شدت نے یکسوئی اور استحضار میں کمی پیدا کر دی اور بھوک کی بے چینی نشاط عبادت میں مانع بن گئی تو دونوں حضرات باہر تشریف لے آئے اتنی ہی دیر میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لائے اور فرمایا کہ جو حال صاحبین کا ہے وہی میرا ہے۔

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہما کا یہ حال فتوحات سے پہلے تھا۔ یہ بات صحیح نہیں اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فتح خیبر کے بعد اسلام لائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیشہ ہی رسول اللہ ﷺ اس حال میں رہے کہ یسر اور عسر دوش بدوش چلتے رہے۔ اگر کہیں سے آپ ﷺ کے پاس کچھ آتا آپ ﷺ اسے اسی وقت تقسیم فرما دیتے اور آپ ﷺ اور آپ کے اہل خانہ اکثر جو اور کھجور اور پانی پر گزارا فرماتے۔ صحیح حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ نے کبھی جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مدینہ منورہ آنے کے بعد سے آل رسول نے مسلسل تین رات کھانا نہیں کھایا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور جب آپ نے وفات پائی تو اس وقت آپ کی زرہ تھوڑے سے جو کے بدلے جو آپ کے گھر والوں نے قرض لی تھی رہن رکھی ہوئی تھی۔ غرض جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ آتا آپ اسے فوراً صرف فرما دیتے محتاجوں کو دیدیتے مہمان نوازی فرماتے اور سرایا اور لشکروں کی تیاری پر صرف کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے اپنی یہ حالت چھپایا کرتے تھے لیکن جوں ہی جاں نثار صحابہ کو علم ہوتا تو وہ فوراً جو میسر ہوتا خدمت اقدس میں حاضر کر دیتے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی آواز سے آپ کی بھوک کا اندازہ ہوا انہوں نے اسی وقت کھانا حاضر کیا اور حضرت ابوشعیب انصاری رضی اللہ عنہ نے چہرہ انور کی طرف دیکھ کر بھانپ لیا کہ سرکار بھوکے ہیں وہ اسی وقت کھانا لانے دوڑے۔ خود اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی حال ہوتا تھا لیکن جب سرکار کے بارے میں علم ہوتا کہ بھوک کی شدت ہے تو خود نہ کھاتے آپ ﷺ کو پیش کر دیتے۔

﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾

''وہ خود بھوکے ہوتے ہوئے اپنے آپ پر ترجیح دیتے تھے۔''

(شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۳/ ۱۷۷۔ تحفۃ الاحوذی : ۷/ ۱۱۔ روضۃ المتقین : ۲/ ۴۷)

دنیا منہ پھیر کر بھاگ رہی ہے

۴۹۸. وَعَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ: خَطَبَنَا عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ وَكَانَ اَمِيْرًا عَلَى الْبَصْرَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ : اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ اٰذَنَتْ بِصُرْمٍ وَوَلَّتْ حَذَّاءَ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَآءِ يَتَصَابُّهَا صَاحِبُهَا، وَاِنَّكُمْ مُنْتَقِلُوْنَ مِنْهَا اِلٰى دَارٍ لَا زَوَالَ لَهَا فَانْتَقِلُوْا بِخَيْرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ فَاِنَّهٗ قَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِيْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ عَامًا لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللّٰهِ لَتُمْلَاَنَّ اَفَعَجِبْتُمْ ؟ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ عَامًا وَلَيَاْتِيَنَّ عَلَيْهِ يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيْظٌ مِنَ الزِّحَامِ وَلَقَدْ رَاَيْتُنِيْ، سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى قَرِحَتْ اَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا فَمَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَصْبَحَ اَمِيْرًا عَلٰى مِصْرٍ مِنَ الْاَمْصَارِ

وَاِنِّیْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ فِیْ نَفْسِیْ عَظِیْمًا وَعِنْدَ اللّٰهِ صَغِیْرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهٗ " اٰذَنَتْ " هُوَ بِمَدِّ الْاَلِفِ اَیْ اَعْلَمَتْ : وَقَوْلُهٗ "بِصُرْمٍ" هُوَ بِضَمِّ الصَّادِ : اَیْ بِانْقِطَاعِهَا وَفَنَائِهَا، قَوْلُهٗ "وَوَلَّتْ حَذَّآءَ" هُوَ بِحَاءٍ مُهْمَلَةٍ مَفْتُوْحَةٍ ثُمَّ ذَالٍ مُعْجَمَةٍ مُشَدَّدَةٍ ثُمَّ اَلِفٍ مَمْدُوْدَةٍ : اَیْ سَرِیْعَةً : "وَالصُّبَابَةُ" بِضَمِّ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ وَهِیَ الْبَقِیَّةُ الْیَسِیْرَةُ وَقَوْلُهٗ " یَتَصَابُّهَا" هُوَ بِتَشْدِیْدِ الْبَآءِ قَبْلَ الْهَاءِ اَیْ یَجْمَعُهَا " "وَالْكَظِیْظُ" الْكَثِیْرُ الْمُمْتَلِیْ:وَقَوْلُهٗ " قَرِحَتْ" هُوَ بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ الرَّآءِ اَیْ صَارَتْ فِیْهَا قُرُوْحٌ .

(٤٩٨) خالد بن عمیر عدوی بیان کرتے ہیں کہ بصرہ کے امیر عتبۃ بن غزوان نے خطبہ دیا اور بعد حمد وثناء کہا کہ دنیا اختتام کے قریب ہے اور پلٹ کر بھاگ رہی ہے۔ بس اب دنیا کے برتن میں دنیا کی تلچھٹ باقی رہ گئی ہے جسے صاف کرنے والا صاف کرتا ہے۔ اب تمہیں یہاں سے ایک اور گھر منتقل ہونا ہے جو ایسا گھر ہے جس میں زوال نہیں ہے تمہارے پاس جو بہتر سے بہتر سامان ہے اس کے ساتھ اس گھر میں منتقل ہو۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے پتھر لڑھکایا جائے گا وہ ستر برس تک لڑھکتا رہے گا مگر تہہ میں نہیں پہنچ پائے گا۔ اللہ کی قسم جہنم بھر دی جائے گی، کیا تمہیں تعجب ہے اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت کے دو کواڑوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے اور اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ انسانوں کی بھیڑ سے بھری ہوگی۔ تحقیق میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات افراد میں ساتواں پایا ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا کچھ کھانے کو نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہماری باچھیں زخمی ہو گئیں۔ اس زمانے میں مجھے ایک چادر ملی میں نے وہ پھاڑ کر اپنے اور سعد بن مالک کے درمیان تقسیم کر لی آدھی کی میں نے ازار باندھ لی اور آدھی سعد بن مالک نے ازار بنالی۔ لیکن آج ہم میں سے ہر ایک کسی شہر کا امیر ہے۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ اپنی نظر میں بڑا ہوں اور اللہ کے ہاں چھوٹا ہوں۔ (مسلم)

آذنت : اعلان کیا، مطلع کیا۔ صرم: ختم کر دیا گیا، کاٹ دیا گیا۔ ولت حذاء : تیزی سے پلٹ گئی، الٹے پاؤں پلٹ گئی۔ صبابہ: تلچھٹ، بچا ہوا حصہ۔ یتصابھا : وہ اسے پیتا ہے۔ کظیظ : بھرا ہوا، قرحت: زخم ہوگئے۔

تخریج حدیث(٤٩٨): صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقاق .

راوی حدیث: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں حبشہ کی جانب ہجرت کی مشہور تیر انداز تھے۔ غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے۔ بصرہ خود عتبۃ بن غزوان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ١٧ ھ میں بسایا تھا اور خود ہی اس کے امیر ہوئے۔ آپ سے چار احادیث مروی ہیں۔ صحاح ستہ میں یہی ایک حدیث مذکور ہے۔ ربذہ میں وفات پائی۔

(دلیل الفالحین : ٢/ ٣٦٠)

کلمات حدیث: قرحت : زخمی ہوگئے۔ قرح قرحاً (باب فتح) زخمی کرنا۔ اشدا قنا : ہماری باچھیں۔ شدق : باچھ، ہونٹوں کے کنارے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے بے انتہاء دکھ اٹھائے اور ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں اور اسلام کا بیج جزیرۂ عرب میں بویا اور اس کی آبیاری کی یہاں تک کہ یہ ایک تناور درخت بن گیا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام اس وقت کی ساری معلوم دنیا میں پہنچ گیا اور دنیا اسلام اور اہل اسلام کے سرنگوں ہوگئی۔ محکوم حاکم بن گئے اور حاکم محکوم ہو گئے اور پتے چبا کر جنگیں لڑنے والے شہروں کے امیر ہو گئے۔ اور یہ انقلابِ عظیم ربع صدی میں برپا ہو گیا۔

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں بصرہ شہر بسایا تھا اور وہ اس کے امیر تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے تقریر کی اور دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا نقشہ کھینچا اور جنت وجہنم کا ذکر کیا اور بتایا کہ سات اصحاب رسول اللہ ﷺ تھے اور میں ان میں ساتواں تھا۔ ہم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ تھا اور ہم بھوک کی شدت برداشت نہ کر پاتے تو پتے چبایا کرتے تھے جس سے ہمارے ہونٹوں کے کناروں پر زخم ہو گئے تھے۔ لباس بھی میسر نہ تھا۔ مجھے کہیں سے ایک چادر مل گئی تھی جسے میں نے پھاڑ کر دو حصوں میں تقسیم کرلیا اور ایک ٹکڑا میں نے باندھ لیا اور ایک سعد بن مالک نے باندھ لیا۔ آج میں اور سعد بن مالک دونوں امیر شہر ہیں۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ١٨/ ٨٠)

جن کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ نے سفرِ آخرت فرمایا

٤٩٩. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَخْرَجَتْ لَنَا عَآئِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا كِسَآءً وَّاِزَارًا غَلِيْظًا قَالَتْ : قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَيْنِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٤٩٩) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں اوپر پہننے کی ایک موٹی چادر اور ایک ازار نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کپڑوں میں وفات پائی۔ (بخاری ومسلم)

تخریج حدیث (٤٩٩): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب ما ذکر من درع النبی ﷺ وعصاه وسیفه.

کلمات حدیث: کساء : کپڑا، چادر جو اوپر پہنی جائے، یا قمیص۔ ازار : تہبند، غلیظ، موٹی۔

شرح حدیث: حیاتِ طیبہ پوری کی پوری زہد اور دنیا سے بے رغبتی اور دنیا کی نعمتوں پر اللہ کے یہاں ملنے والی نعمتوں کو ترجیح دینے کی مثال ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ کپڑے دکھائے جن میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی ایک موٹی چادر اوپر اوڑھنے کی اور ایک ازار، زیرِ نظر حدیث میں لفظ غلیظ ہے جس کے معنی موٹے کپڑے کے ہیں لیکن صحیح مسلم کی ایک روایت میں ملبد کا لفظ ہے، یعنی پیوند لگا ہوا۔ یعنی چادر میں اتنے پیوند لگے ہوئے تھے کہ درمیان میں گٹھل بن گیا تھا۔ (فتح الباري : ٢/ ٢٢٦۔ روضة المتقين : ٢/ ٥٠)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر چلایا

٥٠٠. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنِّیْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

نجاهد مع صلى الله عليه وسلم ما لنا طعام الا ورق الحبلة وهذا السمر حتى ان كان احدنا ليضع كما تضع الشاة ماله خلط متفق عليه .

" الحبلة " بضم الحاء المهملة واسكان الباء الموحدة : وهى والسمر نوعان معروفان من شجر البادية

(٥٠٠) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں عرب میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیر اندازی کی۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے اور ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا سوائے کیکر اور سمر کے پتوں کے۔ یہاں تک کہ ہم بکری کی مینگنیوں کی طرح قضائے حاجت کرتے کہ آپس میں ملی ہوئی نہ ہوتی۔

حبلہ اور سمر جنگل کے درختوں کی قسمیں ہیں (کیکر اور ببول)

تخریج حدیث(٥٠٠): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب ما ذكر من درع النبي ﷺ و عصاه و سيفه .

کلمات حدیث: خلط : ملی ہوئی شئے۔ خلط خلطا (باب ضرب) ملانا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ١ ھ میں ساٹھ سواروں کا ایک دستہ عبیدہ بن الحارث کی سرکردگی میں ابوسفیان بن حرب اور اس کے ساتھی مشرکین کے قافلے پر نظر رکھنے کے لیے رابغ روانہ فرمایا تھا اس میں نہ جنگ کی نوبت آئی اور نہ تلواریں باہر نکلیں صرف فریقین میں تیر اندازی ہوئی اور مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلا تیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے چلایا۔ جو اسلام کی تاریخ میں دشمنان اسلام پر چلایا جانے والا پہلا تیر تھا۔

مقصود بیان یہی ہے کہ اسلام کی سربلندی کے لیے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے صحابہ کرام نے کس قدر مصائب برداشت کیے اور کس قدر سخت حالات سے گزرے اور ہر حالت میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

(فتح الباری : ٢/ ٤٣٥ ۔ مظاہر حق : ٥/ ٧٤١ ۔ روضة المتقين : ٢/ ٥١)

یا اللہ بقدرِ ضرورت روزی عطا فرما

٥٠١۔ وعن ابى هريرة رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " اللهم اجعل رزق ال محمد قوتا " متفق عليه .

قال اهل اللغة والغريب معنى " قوتا " اى ما يسد الرمق .

(٥٠١) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ آل محمد ﷺ کو رزق بقدر کفاف عطا فرما۔ (متفق علیہ)

اہل لغت کہتے ہیں کہ قوت سے مراد خوراک کی اتنی مقدار جس سے بھوک مٹ جائے۔

تخریج حدیث(٥٠١): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابہ۔ صحیح مسلم، اوائل کتاب الزھد والرقاق۔

کلماتِ حدیث: قوت : بقدر کفاف روزی، اتنی خوراک جس سے بھوک مٹ جائے۔ اسباب زندگی کی کم سے کم مقدار، معیشت کی لازمی مقدار۔

شرحِ حدیث: حدیث مبارک دلیل ہے کہ بقدر کفاف روزی سب سے اچھی روزی ہے کہ اس میں دنیا سے زہد اور آخرت کی نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں پر ترجیح دینا اور باقی کو فانی پر فوقیت دینا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مؤمن کی ساری زندگی ایک ایسے مسافر کی زندگی ہو جسے یہ بستی چھوڑ کر اپنے اصل وطن جانا ہے جہاں ہر طرح کی راحت و آرام اس کا منتظر ہے۔ رسول کریم ﷺ کی ہر سنت قابل اتباع ہے اور ہر مؤمن کے لیے اسوۂ حسنہ اور نمونہ عمل ہے۔ (فتح الباري : ٣٧٢/٣)

رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ

٥٠٢. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : وَاللّٰهِ الَّذِيْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ اِنْ كُنْتُ لَاَ عْتَمِدُ بِكَبِدِيْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ، وَاِنْ كُنْتُ لَاَ شُدُّ الْحَجَرَ عَلٰى بَطْنِيْ مِنَ الْجُوْعِ. وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلٰى طَرِيْقِهِمُ الَّذِيْ يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ فَمَرَّبِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِيْنَ رَاٰنِيْ وَعَرَفَ مَا فِيْ وَجْهِيْ وَمَا فِيْ نَفْسِيْ ثُمَّ قَالَ " اَبَاهِرٍّ" قُلْتُ : لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ "اَلْحَقْ" وَمَضٰى فَاتَّبَعْتُهُ، فَدَخَلَ فَاسْتَاْذَنَ فَاَذِنَ لِيْ فَدَخَلْتُ فَوَجَدَ لَبَنًا فِيْ قَدَحٍ فَقَالَ : مِنْ اَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ " قَالُوْا اَهْدَاهُ لَكَ فُلاَنٌ اَوْ فُلاَنَةٌ. قَالَ "اَبَاهِرٍّ" قُلْتُ : لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : " اَلْحَقْ اِلٰى اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِيْ، قَالَ وَاَهْلُ الصُّفَّةِ اَضْيَافُ الْاِسْلاَمِ لاَيَاْوُوْنَ عَلٰى اَهْلٍ وَلاَ مَالٍ وَلاَ عَلٰى اَحَدٍ وَكَانَ اِذَا اَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا اِلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا وَاِذَا، اَتَتْهُ هَدِيَّةٌ اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ وَاَصَابَ مِنْهَا وَاَشْرَكَهُمْ فِيْهَا. فَسَآءَ نِيْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِيْ اَهْلِ الصُّفَّةِ ! كُنْتُ اَحَقَّ اَنْ اُصِيْبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً اَتَقَوّٰى بِهَا فَاِذَا جَآءَ وْا وَاَمَرَنِيْ فَكُنْتُ اَنَا اُعْطِيْهِمْ : وَمَا عَسٰى اَنْ يَّبْلُغَنِيْ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدٌّ، فَاَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَاَقْبَلُوْا وَاسْتَاْذَنُوْا فَاَذِنَ لَهُمْ وَاَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ، قَالَ. " اَبَاهِرٍّ " قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ" خُذْفَاَعْطِهِمْ قَالَ فَاَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ اُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ فَاُعْطِيْهِ الْاٰخَرَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ فَاُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَاَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى يَدِهٖ فَنَظَرَ اِلَيَّ فَتَبَسَّمَ

فَقَالَ " اَبَا هِرٍّ" "قُلْتُ لَبَّیکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: بَقِیْتُ اَنَا وَاَنْتَ " قُلْتُ : صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ" اقْعُدْ فَاشْرَبْ" فَقَعَدْتُ، فَشَرِبْتُ فَقَالَ : اشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ یَقُوْلُ : اشْرَبْ حَتّٰی قُلْتُ لاَ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا اَجِدُ لَهٗ مَسْلَکاً، قَالَ: "فَارِنِیْ" فَاَعْطَیْتُهُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰی وَسَمّٰی وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِیّ .

(٥٠٢) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں بھوک کی شدت سے اپنا پیٹ زمین سے لگالیتا اور کبھی بھوک کی شدت سے پتھر پیٹ پر باندھ لیتا ایک روز میں راستہ میں بیٹھ گیا جہاں سے لوگ نکل رہے تھے۔ میرے پاس سے رسول اللہ ﷺ گزرے آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور مجھے دیکھ کر میرے چہرے اور میرے دل کی کیفیت جان گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابا ہر (ابو ہریرہ) میں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ! فرمایا کہ میرے ساتھ آؤ۔ یہ کہہ کر آپ چل پڑے میں بھی آپ کے پیچھے چلا۔ آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے میں نے اجازت طلب کی تو مجھے بھی اجازت مرحمت فرمادی اور میں بھی اندر چلا گیا۔ آپ کو ایک پیالہ میں دودھ رکھا ہوا ملا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ گھر والوں نے کہا کہ فلاں مرد یا فلاں عورت نے آپ ﷺ کے لیے ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابا ہر (ابو ہریرہ) میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! اہل صفہ کے پاس جاؤ انہیں میرے پاس بلا لاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے ان کا نہ کوئی ٹھکانہ تھا نہ گھر بار اور نہ مال نہ کوئی سہارا رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی صدقہ آتا تو ان کو بھجوا دیتے اور آپ ﷺ اس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب ہدیہ آتا تو انہیں بلوا لیتے خود بھی اس میں استعمال فرماتے اور انہیں بھی شریک کرتے۔

مجھے یہ بات گراں ہوئی میں نے سوچا کہ اس دودھ سے اہل صفہ کا کیا بنے گا؟ اہل صفہ کے بجائے میں زیادہ حق دار تھا کہ یہ دودھ پی لیتا کہ کچھ توانائی آتی جب وہ آئیں گے تو آپ مجھے حکم فرمائیں گے کہ میں انہیں دیدوں پھر ہو سکتا ہے کہ یہ دودھ مجھ تک نہ پہنچے۔ لیکن اللہ کی اطاعت اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے سوا چارہ نہیں۔

غرض اہل صفہ کے پاس آیا اور ان کو بلا لایا وہ سب آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی اور وہ گھر میں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابا ہر (ابو ہریرہ) میں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ! یہ لو اور انہیں دیدو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پیالہ لیا ایک شخص کو دیتا وہ سیر ہو کر پیتا اور پیالہ مجھے دیدیتا میں دوسرے کو دیتا وہ سیر ہو کر پیتا اور پیالہ مجھے دیدیتا یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ تک پہنچا اور سب لوگ پی کر سیراب ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے پیالہ لے کر اپنے ہاتھ پر رکھا اور مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابا ہر (ابو ہریرہ) میں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ! آپ نے فرمایا میں اور تم رہ گئے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ صحیح فرماتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور پیو۔ میں بیٹھ گیا اور پیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پیو میں نے پیا۔ آپ یہ فرماتے گئے کہ پیو یہاں تک کہ میں نے عرض کیا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو

حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اب میرے پیٹ میں جگہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا لاؤ مجھے دو میں نے وہ پیالہ آپ کو دیدیا، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اللہ کا نام لیا اور بچا ہوا دودھ پی لیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۵۰۲): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ و اصحابه .

کلمات حدیث: أتقوی: میں قوت حاصل کرلوں، مجھے توانائی مل جائے۔ قوی قوۃ (باب سمع) طاقت ہونا، کسی کام پر قادر ہونا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ کے معجزہ کا بیان ہے کہ دودھ کا ایک پیالہ کثیر آدمیوں کو کافی ہوگیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس موقعہ پر اصحابِ صفہ کی تعداد ستر تھی اور کسی نے کہا کہ چار سو تھی۔ حاکم اپنی مستدرک میں فرماتے ہیں کہ میں نے ان تمام احادیث کا جائزہ لیا جو اصحابِ صفہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ تمام اکابر صحابہ تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کو اور اس کی خشیت کو اپنا شعار بنالیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی مجالس میں حاضری کو اپنے اوپر لازم کرلیا تھا اور انہوں نے رسولِ کریم ﷺ کی اتباع و اقتداء میں مسکنت فقر اور تضرع اختیار کرلیا تھا اور اپنے آپ کو اللہ کی عبادت اور اس کے سامنے عاجزی اور بندگی کے لیے وقف کردیا تھا اور دنیا دنیا والوں کے لیے چھوڑ کر خود اللہ کے لیے ہوگئے تھے۔

علماء نے فرمایا کہ اصحابِ صفہ کی تعداد مختلف اوقات میں مختلف ہوتی تھی کبھی تعداد زیادہ ہوتی اور کبھی غزوات یا کسی اور مقصد کے لیے چلے جاتے تو تعداد کم ہوجاتی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھوک کی شدت سے اپنا پیٹ زمین سے لگا لیتے یا پتھر باندھ لیتے۔ خود رسولِ کریم ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی پیٹ پر پتھر باندھا ہے یعنی ایک پتلا اور چپٹا پتھر لے لیتے جس کی لمبائی بالشت بھر ہوتی اسے پیٹ پر رکھ کر اوپر سے کپڑا باندھ لیتے تھے اس سے کھڑا ہونے میں مدد ملتی تھی۔

بخاری اور جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راستے میں آکر بیٹھ گئے تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ آئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر سے قرآن کی ایک آیت کی تفسیر پوچھی اور دل میں خیال کیا کہ شاید ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے ساتھ لے جائیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے میں نے ان سے بھی ایک آیت کی تفسیر پوچھی اور دل میں خیال کیا کہ شاید عمر مجھے ساتھ لے جائیں گے اور پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے مجھے مسکرا کر دیکھا اور کہا ابو ہریرہ میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ آجاؤ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اشارہ کو نہیں سمجھا اور ان کے آیت قرآن کے بارے میں سوال کو اس کے ظاہر پر لیا۔ چنانچہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے افسوس کا اظہار بھی کیا کہ کیوں نہ وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے گئے۔ اللہ کی قسم اگر میں تمہیں ساتھ لے جاتا تو یہ میرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوتا۔

جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمام اصحابِ صفہ کو دودھ پلا چکے تو رسول اللہ ﷺ نے دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لیا اور حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر مسکرائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات اشارہ ہے اس امر کا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دل میں موجود اس بات کو جان گئے کہ شاید دودھ میرے لیے نہ بچے۔ بہر کیف آخر میں رسول اللہ ﷺ نے دودھ کا پیالہ لیا اللہ کی حمد کی اس نعمت پر جو اس نے عطا فرمائی اور اس برکت کی جو اس دودھ میں اس نے پیدا فرمائی اور بسم اللہ کہہ کر آپ ﷺ نے بقیہ دودھ نوش فرمالیا۔ (فتح الباري : ٣/٣٦٧۔ عمدة القاري : ٢٣/٨٨۔ تحفة الأحوذي : ٧/٢٢٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھوک کی وجہ سے بیہوش ہو جانا

٥٠٣۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَاَخِرُّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى حُجْرَةِ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِيْءُ الْجَائِيْ فَيَضَعُ رِجْلَهٗ عَلٰى عُنُقِيْ وَيَرٰى اَنِّيْ مَجْنُوْنٌ وَمَا بِيْ مِنْ جُنُوْنٍ مَابِيْ اِلَّا الْجُوْعُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(٥٠٣) محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرا یہ حال ہوتا کہ میں منبر رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے درمیان بے ہوش ہو کر گر جاتا کوئی آنے والا آتا اور میری گردن پر پاؤں رکھتا اور یہ سمجھتا کہ میں مجنون ہوں مجھے جنون نہیں ہوتا بھوک کی شدت سے یہ حال ہو جاتا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٥٠٣): صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب ما ذکر النبی ﷺ وحض علی اتفاق اهل العلم.

کلمات حدیث: لأخر : میں گر جاتا، میں گر پڑتا۔ خرخرورًا : اوپر سے نیچے گرنا۔ خر الله ساجدًا : اللہ کے لیے سجدے میں نیچے گر گیا۔

شرح حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان صحابۂ کرام میں سے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی تج دی تھی اور اپنے اوقات کو علوم نبوت کے حصول اور ان کی اشاعت میں لگا دیا تھا۔ ان کا نہ کوئی ذریعہ معاش تھا نہ تجارت اور زراعت ان کا شب و روز ایک ہی مشغلہ تھا اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت اور آپ کی احادیث کو حفظ کرنا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا ہے ایک حصہ عبادت کے لیے اور ایک حصہ آرام کے لیے اور ایک حصہ اللہ کے رسول کی احادیث یاد کرنے کے لیے۔ نیز فرماتے کہ میرے مہاجر بھائی کاروبار میں اور میرے انصاری بھائی زمینوں میں مصروف رہتے میرا کوئی کام نہ تھا سوائے اس کے کہ ہر وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتا اور جو کھانے کو مل جاتا کھالیتا۔ نتیجہ یہ کہ میں ان مجالس نبوت میں حاضر ہوتا جن میں دوسرے غیر موجود ہوتے اور میں وہ احادیث بھی یاد رکھتا جو دوسرے بھول جاتے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ میں نے اپنی چادر بچھادی آپ نے فرمایا اسے لپیٹ کر اپنے سینے سے لگالو۔ میں نے اسی طرح کیا اور میں اس کے بعد سے آپ ﷺ کی کوئی حدیث نہیں بھولا۔ (فتح الباري : ٣/٨١٨۔ روضة المتقين : ٢/٥٥)

رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت آپ کی زرہ گروی رکھی ہوئی تھی

٥٠٤. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُه' مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ فِيْ ثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٥٠٤) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ تیس صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(٥٠٤): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب ما قیل فی درع النبی ﷺ.

کلمات حدیث: مرهونة : رہن رکھی ہوئی۔ رهن رهنا (باب نصر) رہن رکھنا، گروی رکھنا۔

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ اس یہودی کا نام ابوالشحم تھا۔ آپ ﷺ بعض اوقات یہودیوں سے قرض لے لیا کرتے تھے اور مسلمان صحابہ سے اس لیے نہ لیتے کہ وہ آپ سے قرض واپس نہ لیں گے، جو آپ ﷺ پسند نہیں فرماتے تھے یا اس لیے لیتے تھے کہ جواز کا بیان ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ اہل کتاب سے قرض لینا درست ہے۔

علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ذمیوں سے اور کافروں سے معاملات درست ہیں سوائے اس کے کہ یہ علم ہو کہ اس کے پاس جو شئے ہے وہ حرام ہے۔ (فتح الباري : ١٠٩٠ ۔ روضة المتقين : ٥٦/٢ ۔ دليل الفالحين : ٣٧٢/٢)

---

٥٠٥. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَه' بِشَعِيْرٍ وَمَشِيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُه' يَقُوْلُ مَا اَصْبَحَ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَاعٌ وَلَا اَمْسٰى وَاِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ اَبْيَاتٍ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

" اَلْاِ هَالَةُ " بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ : اَلشَّحْمُ الذَّائِبُ : " وَالسَّنِخَةُ " بِالنُّوْنِ وَالْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ، وَهِيَ الْمُتَغَيِّرَةُ.

(٥٠٥) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زرہ جو کے بدلے رہن رکھی اور میں آپ ﷺ کے لیے جو کی روٹی اور چربی جو قدرے متغیر ہو گئی تھی لے کر گیا اور میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آل محمد ﷺ کے پاس صبح کو یا شام کو ایک صاع بھی خوراک نہیں ہوتی اور اس وقت آپ ﷺ کے نو گھر تھے۔ (بخاری)

اهالة : پگھلی ہوئی چربی۔ بسنخة : جس میں قدرے تغیر آ گیا ہو۔

تخریج حدیث(٥٠٥): صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسيئة .

کلمات حدیث: إهالة : پگھلی میں چربی، کسی نے کہا کہ خشک چکنائی یا وہ چکنائی جو بطور سالن استعمال ہو۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا یہی نقشہ ہے جو آپ ﷺ کی وفات تک برقرار رہا کہ آپ ﷺ آخرت کو دنیا پر ترجیح اور دنیا میں زہد وفقر اختیار فرمایا اور جب آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیش کش ہوئی کہ احد پہاڑ سونے کا بنا دیا جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اے میرے رب! مجھے تو یہی پسند ہے کہ ایک دن کھانے کو مل جائے تو شکر کروں اور دوسرے دن کھانے کا نہ ملے تو صبر کروں۔ (فتح الباري : ١/ ١٠٩٠۔ دلیل الفالحین : ٢/ ٣٧٤)

اصحابِ صفہ کی ناداری

٥٠٦. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ مَامِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَآءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا كِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِیْ، اَعْنَاقِهِمْ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهٗ بِيَدِهٖ كَرَاهِيَةَ اَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(٥٠٦) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ستر اہل صفہ دیکھے کسی کے پاس بھی چادر (رداء نہیں تھی یا تو ازار ہوتی یا چادر جسے گردن سے باندھ لیتے جو آدھی پنڈلیوں تک آتی یا ٹخنوں تک پہنچتی وہ اسے جمع کر کے ہاتھ سے پکڑ لیتے کہ کہیں ستر نہ نظر آئے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٥٠٦): صحيح البخارى، ابواب المساجد، باب نوم الرجال فى المساجد .

کلماتِ حدیث: كراهية : ناپسند کرتے ہوئے۔ کرہ کرھا (باب سمع) ناپسند کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ زہد اور دنیا سے استغناء کی زندگی گزارتے تھے۔ خاص طور پر اصحابِ صفہ زہد اور دنیا سے بے رغبتی میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے متبع تھے۔ اصحابِ صفہ کا کوئی کاروبار یا زراعت نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس صدقات میں اگر کچھ آجاتا تو ان اصحاب کو بھیج دیتے اور اگر آپ ﷺ کے پاس ہدیہ آتا تو ان اصحاب کو بلوا کر اپنے ساتھ شریک فرماتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے وقت سے حضور ﷺ کی وفات تک اصحابِ صفہ میں ہی شامل رہے اور وہ اصحاب کے تمام لوگوں سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب اصحابِ صفہ کو کھانے پر بلاتے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کو حکم فرماتے کہ ان حضرات کو لے کر آؤ۔

اصحابِ صفہ کی تعداد مختلف اوقات میں مختلف رہتی کبھی غزوات میں شرکت کی وجہ سے کم ہو جاتی۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں ان کی تعداد ۳۴ بتائی ہے۔ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ۵۳، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ۱۰۱ اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے چار سو تعداد بتائی ہے۔

(روضة المتقين : ٢/ ٢٥)

اس حدیث کی شرح باب فضل الزہد فی الدنیا میں بھی گزر چکی ہے۔

آپ ﷺ کا بچھونا

٥٠٧. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ: كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اُدُمٍ حَشْوُهٗ لِيْفٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٥٠٧) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا چمڑے کا بستر تھا جس میں کھجور کی چھال اور پتے بھرے ہوئے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٥٠٧): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابه .

کلمات حدیث: اُدم : چمڑا جسے دباغت دیدی گئی۔ لیف : کھجور کی چھال اور پتے۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس کے نشان آپ ﷺ کے پہلو پر ابھر آئے تھے۔ کسی نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کیلئے کوئی بستر لے آئیں تا کہ آپ اس سے بچ جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا دنیا سے کیا تعلق؟ میں تو وہ سوار ہوں جو دو گھڑی درخت کے سائے میں رکتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر آگے روانہ ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے آپ ﷺ کا بستر دیکھا کہ چادر دھری کر کے ڈال دی گئی تھی۔ تو اس نے ایک گدا بھیج دیا جس میں روئی بھری ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور وہ گدا دیکھ کر فرمایا: اے عائشہ! اسے واپس کر دو۔ اللہ کی قسم اگر میں چاہتا تو اللہ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔

(فتح الباري : ٣/٣٦٧ ـ عمدة القاري : ٢٣/٩٣)

●●●●●●●●●●●●●

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فقر کی حالت

٥٠٨. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْجَآءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَدْبَرَ الْاَ نْصَارِيُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَااَخَا الْاَ نْصَارِ كَيْفَ اَخِيْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ "؟ فَقَالَ : صَالِحٌ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ يَعُوْدُهٗ مِنْكُمْ " ؟ فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهٗ وَ نَحْنُ بِضْعَةَ عَشَرَمَا عَلَيْنَا نِعَالٌ وَلَا خِفَافٌ وَلَا قَلَانِسُ وَلَا قُمُصٌ نَمْشِيْ فِيْ تِلْكَ السِّبَاخِ حَتّٰى جِئْنَاهُ فَاسْتَاخَرَ قَوْمُهٗ مِنْ حَوْلِهٖ حَتّٰى دَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ مَعَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٥٠٨) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے

تھے کہ ایک انصاری شخص آیا اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا پھر وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے انصاری بھائی، میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ اچھا ہے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ان کی عیادت کے لیے جائے گا۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو ہم سب آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے ہم دس سے زیادہ افراد تھے ہم میں سے کسی کے پاس چپل، جوتے، ٹوپی یا قمیص کچھ نہ تھا ہم شور والی زمین میں پیدل چل رہے تھے، یہاں تک کہ ہم حضرت سعد کے گھر پہنچ گئے۔ اوران کی قوم کے لوگ ان کے گرد سے ہٹ گئے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب جو آپ کے ساتھ تھے حضرت سعد کے قریب ہو گئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۵۰۸): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی عیادة المرضی .

کلمات حدیث: سباخ : ایسی زمین جس میں ہل نہ چلایا گیا ہو۔ شور والی زمین۔ سبخ سبخا (باب سمع) زمین میں شور ہونا۔ قلانس جمع قلنسوة : ٹوپی۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک انصاری نے آ کر سلام کیا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ہمارے بھائی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کیسے ہیں؟ اس نے جواب دیا ٹھیک ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان اس طرح رہتے تھے کہ کوئی فرق و امتیاز نہ ہوتا تھا اور باہر سے آنیوالے ناواقف آدمی کو پوچھنا پڑتا تھا کہ تم میں محمد کون ہیں؟ آپ ہر ایک کا خیال رکھتے مزاج پرسی فرماتے اور عیادت کے لیے جاتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت سعد کو بھائی کہا اسی طرح آپ ﷺ نے ایک موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا بھائی ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا۔

دس سے زائد صحابۂ کرام آپ ﷺ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کو روانہ ہوئے ان سب کا یہ حال تھا کہ کسی کے پاؤں میں جوتے نہیں تھے اور کسی کے سر پر ٹوپی نہیں اور لباس ہر ایک کا نامکمل تھا، اسی طرح پیدل چلتے ہوئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گئے حضرت سعد بن عبادہ کے گرد ان کی قوم کے لوگ جمع تھے، رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر وہ پیچھے ہٹ گئے۔

بیمار کی عیادت رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور اس کا بڑا اجر اور اس عمل کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے، اہل خانہ کو چاہیے کہ جب کوئی مریض کی عیادت کے لیے آئے تو اسے جگہ دیں اور اسے مریض کے قریب آنے دیں تا کہ وہ اس کی مزاج پرسی کر سکے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/٢٠١ ـ دليل الفالحين : ٢/٣٧٦)

سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے

٥٠٩. وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: "خَيْرُكُمْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ". قَالَ عِمْرَانُ : فَمَا اَدْرِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ يَكُوْنُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذِرُوْنَ

وَلاَ يُوْفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٥٠٩) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے اور پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے۔

حضرت عمران فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی دیں گے اور ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی خیانت کریں گے اور انہیں امین نہیں سمجھا جائے گا نذر مانیں گے اور پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

تخریج حدیث (٥٠٩): صحيح البخاری، كتاب الشهادات، باب لا يشهد على شهادة جور . صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب افضل الصحابة ثم الذين يلونهم .

کلمات حدیث: سمن : موٹاپا۔ سمن سمنا (باب سمع) موٹا ہونا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں پھر جو ان کے بعد آئیں گے پھر جو ان کے بعد آئیں گے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرن کے معنی ہیں وہ لوگ جو ایک ہی دور میں ہوں اور امورِ مقصودہ میں مشترک ہوں۔ صحیح یہ ہے کہ قرن کا لفظ مدت مقررہ کے ساتھ محدود نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا قرن (زمانہ) آپ ﷺ کا اور آپ کے اصحاب کا زمانہ ہے جو بعثت مبارکہ سے لے کر آخری صحابی کی موت تک جاری رہا۔ یعنی ایک سو بیس برس (عصر صحابہ سن تاریخ کے اعتبار سے سن ١٠ ھ میں ختم ہوگیا کیونکہ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلۃ اللیثی رضی اللہ عنہ نے سن ١٠ ھ میں وفات پائی اور ایک قول کے مطابق ان کی وفات سن ١١ ھ میں ہوئی) پھر قرن تابعین ہے جو سن ١٧ ھ تک رہا پھر اتباع تابعین کا زمانہ ہے جو دو سو بیس سن ٢٢ ھ تک جاری رہا۔ اس کے بعد بدعات عام ہوگئیں معتزلہ کی موشگافیاں شروع ہوگئیں اور فلاسفہ کی آراء ذہنوں میں سرایت کر گئیں۔ خلق قرآن جیسے فتنے کھڑے ہوگئے اور اس حالت میں بہت کچھ تغیر واقع ہوگیا جو سلف صالح (صحابہ، تابعین اور تبع تابعین) کے دور میں تھی۔

حضرت عمران بن حصین نے فرمایا کہ مجھے نہیں یاد کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ کہ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔ دو مرتبہ کے اعتبار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور اتباع تابعین کے ادوار ہوگئے اور اگر آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا تو چوتھے دور میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیات پیدا ہوئیں جنہوں نے مدافعت عن السنہ کا فریضہ ادا کیا اور انتہائی عزیمت کے ساتھ اصل دین کی تبلیغ کی اور اس کے لیے عظیم قربانیاں دیں۔

پھر حدیث نبوی ﷺ کے مطابق لوگوں میں اخلاقی فساد دینی کمزوری اور دیگر عیوب پیدا ہوگئے امانت میں خیانت عام ہوگئی، لوگ نذر مانتے اسے پورا نہیں کرتے، یعنی اللہ سے کیا ہوا عہد پورا نہیں کرتے تو انسانوں سے کیے ہوئے عہد کی کیا قیمت باقی رہ جاتی ہے۔ دولت دنیا پر فخر عیش کوشی اور آرام و آسائش کی زندگی عام ہوگئی۔ (فتح الباري : ٢/ ٨٠۔ دليل الفالحين : ٢/ ٣٧٧)

بقدرِ ضرورت مال اپنے پاس رکھنا جائز ہے

٥١٠. وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : یَا ابْنَ اٰدَمَ: اِنَّکَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ وَاَنْ تُمْسِکَهٗ شَرٌّ لَکَ، وَلَا تُلَامُ عَلٰی کِفَافٍ، وَابْدَا بِمَنْ تَعُوْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(٥١٠) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن آدم! اگر تو زائد مال خرچ کرے گا تو تیرے لیے بہتر ہوگا اور اگر تو اسے روکے گا تو تیرے لیے برا ہوگا۔ بقدر کفاف مال ہونے پر کوئی ملامت نہیں ہے اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کر جو تیرے زیر کفالت ہیں۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (٥١٠): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰة، باب بیان أن افضل الصدقة صدقة الصحیح الشحیح. الجامع للترمذي، ابواب الزهد، باب الید العلیا خیر من الید السفلی.

کلماتِ حدیث: کفاف : کافی رزق، وہ مقدار جو انسان کی ضرورتوں کے لیے کافی ہو۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حدیثِ مبارک میں ارشاد فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ جو مال واشیاء اس کے پاس اس کی ضرورت سے زائد ہوں انہیں خرچ کر دے اور یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ اس کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں جمع ہو جائے گا۔ اور جو مال اپنے پاس روک لیا ہے وہ شر ہے اس لیے کہ اس کی آخرت میں جوابدہی کرنی ہوگی اور خرچ کرنے سے جو ثواب ہوتا اس سے محروم رہے گا۔ لیکن اگر آدمی کے پاس بقدرِ کفاف ہو تو اس پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

اور جو لوگ زیر کفالت ہیں ان پر پہلے خرچ کیا جائے۔ اہل وعیال اور زیر کفالت افراد پر صرف کرنے کی فضیلت متعدد احادیث میں بیان ہوئی ہے۔ (شرح مسلم للنووي : ١١٣/٧ـ تحفة الأحوذي : ٥٤/٧)

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

صحت اور ایک دن کی غذا مل جائے

٥١١. وَعَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ مِحْصَنٍ الْاَنْصَارِیِّ الْخُطْمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ اَصْبَحَ مِنْکُمْ اٰمِنًا فِیْ سِرْبِهٖ مُعَافًی فِیْ جَسَدِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ یَوْمِهٖ فَکَاَنَّمَا حِیْزَتْ لَهُ الدُّنْیَا بِحَذَا فِیْرِهَا." رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ قَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

"سِرْبِهٖ" بِکَسْرِ السِّیْنِ الْمُهْمَلَةِ : اَیْ نَفْسِهٖ، وَقِیْلَ قَوْمِهٖ.

(٥١١) حضرت عبیداللہ بن محصن انصاری خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص صبح کرے اس حال میں کہ اس کی جان سلامت ہو، جسم بیماری سے محفوظ ہو اور اس دن کی روزی اس کے پاس موجود ہو تو گویا ساری دنیا مع اس کے ساز وسامان اس کیلئے جمع کر دی گئی ہو۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

سربه : یعنی اس کی جان اور کسی نے کہا کہ اس کی قوم۔

تخریج حدیث(۵۱۱): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی الزهادة فی الدنیا .

کلمات حدیث: اٰمناً فی سربه : جان کی سلامتی کے ساتھ۔ اٰمن فی سربه : اس وقت کہتے ہیں جب آدمی کو کوئی اندیشہ اور خوف نہ ہو۔ بحذا فیرها : دنیا کے تمام ساز وسامان کے ساتھ۔ حذا فیر : جمع حذفور کی جس کے معنی جماعت کے ہیں۔

شرح حدیث: جو انسان صبح کو اٹھا اور اسے کوئی ڈر اور خوف نہیں جان اس کی سلامت ہے صحت کو کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوا اور آج کے دن کا رزق بھی اس کے پاس موجود ہے۔ تو یہ ایسا ہے جیسے اس کی ساری دنیا اس کے جملہ ساز وسامان کے ساتھ مل گئی ہو۔ کہ صحت و عافیت اللہ کے ہاتھ میں اور رزق اللہ دینے والا ہے۔ جس نے آج دیا ہے وہی کل بھی دے گا جس نے آج صحت دی ہے وہی کل کو بھی صحت مند رکھے گا اور جس نے آج بے خوف بنایا اور عافیت عطا کی ہے وہی کل کو بھی کرے گا اور زندگی تو آج ہی کی ہے کل کا کیا پتہ۔ رسول اللہ ﷺ کسی جگہ گزر رہے تھے دیکھا کہ لوگ چھپر کی مرمت کر رہے ہیں آپ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ چھپر خراب ہو گیا اس کی مرمت کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا موت تو اس سے بھی قریب ہے۔

(روضة المتقين : ٢/ ٦١ ـ دليل الفالحين : ٢/ ٣٧٩)

وہ خوش نصیب ہے جس کو ایمان کے بعد بقدرِ کفاف روزی مل جائے

۵۱۲. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: " قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَكَانَ رِزْقُه' كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ . " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۱۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے پاس بقدرِ کفاف روزی موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے اسے اس پر قناعت بھی عطا فرما دی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۵۱۲): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰة، باب فی الکفاف و القناعة .

کلمات حدیث: قنعه : اسے قانع بنا دیا، اسے قناعت عطا فرما دی۔ قنع قناعة (باب سمع) جو کچھ ملے اس پر صبر کرنا، قناعت اختیار کرنا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں اس شخص کیلئے بشارت ہے فلاح دنیا اور فلاح آخرت کی جو اللہ کے فضل سے مسلمان ہو اس کو بقدرِ ضرورت رزق میسر ہو اور جو اللہ نے اسے دیا ہے وہ اس پر قانع ہو۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس کو قناعت حاصل ہو گئی اسے مطلوب حاصل ہو گیا اور مقصود مل گیا کہ قناعت ایسی بڑی دولت ہے جسکی برکت سے انسان دنیا کے بے شمار آزار سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(روضة المتقين : ٢/ ٦١ ـ دليل الفالحين : ٢/ ٣٨٠)

۵۱۳. وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ فَضَالَةَ بْنِ عُبَیْدٍ اَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : " طُوْبٰی لِمَنْ هُدِیَ اِلَی الْاِ سْلَامِ، وَکَانَ عَیْشُهٗ کَفَافًا وَقَنِعَ ." رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(۵۱۳) حضرت ابومحمد فضالۃ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ خوش خبری ہو اس شخص کو جسے اسلام کی ہدایت ملی اور رزق کفاف ملا اور وہ اس پر قانع ہوگیا۔ (اس حدیث کو ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۵۱۳): الجامع للترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی الکفاف .

کلمات حدیث: طوبی: خوشخبری، مبارکباد، جنت کا ایک نام۔

راوی حدیث: حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی فتح مصر میں شرکت کی اور بعد میں دمشق میں سکونت اختیار کی اور وہاں کے قاضی بنائے گئے۔ ان سے پچاس احادیث مروی ہیں، ۵۳ھ میں انتقال ہوا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں اس مسلمان کو خوشخبری دی گئی ہے جسے اسلام کی ہدایت ملی اور وہ اس ہدایت پر پوری طرح عمل پیرا ہوا اور اسے قدر کفاف رزق حاصل ہو اور وہ اس پر قانع ہو۔ حدیثِ مبارک دراصل دعا ہے ہر اس مسلمان کے حق میں جو اپنے ایمان پر قائم ہو عمل صالح کرتا ہو اور رزق کو اللہ کی طرف سے جان کر جو اس کی طرف سے ملے اس پر قانع اور صابر اور شاکر ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝۲۹ ﴾

"خوشخبری ہو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور ان کے لیے اچھا ٹھکانا ہے۔"

(روضة المتقین : ۶۲/۲ ۔ دلیل الفالحین : ۳۸۰/۲)

آپ ﷺ کئی کئی رات بھوکے رہتے تھے

۵۱۴. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَبِیْتُ اللَّیَالِیَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِیًا وَاَهْلُهٗ لَا یَجِدُوْنَ عَشَاءً وَکَانَ اَکْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِیْرِ . رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(۵۱۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کئی کئی رات مسلسل بھوکے رہتے اور اہل خانہ کے پاس رات کا کھانا نہیں ہوتا تھا ان کی خوراک اکثر اوقات جو کی روٹی ہوتی تھی۔ (ترمذی نے روایت کیا اور

کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۵۱۴): الجامع للترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی معیشة النبی ﷺ.

کلماتِ حدیث: طاویاً: بھوکا۔ طوی طویً (باب سمع) بھوکا ہونا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں رات کا کھانا نہیں ہوتا تھا اور آپ ﷺ مسلسل کئی کئی راتیں بھوکے گزارتے اور بیشتر حالات میں جو کی روٹی ہی تناول فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد جب کبھی پیٹ بھر کر کھانا کھایا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آبدیدہ ہوگئیں اور رسول اللہ ﷺ یاد آگئے کہ آپ دنیا سے رخصت ہوگئے مگر زندگی بھر ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ روٹی اور گوشت ایک دن میں دو مرتبہ تناول فرمایا ہو۔ (تحفة الأحوذي : ۷/ ۷۰)

●●●●●●●●●●●●

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھوک کی وجہ سے نماز میں گر جاتے تھے

۵۱۵. وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِالنَّاسِ يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ. وَهُمْ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتّٰى يَقُوْلَ الْاَ عْرَابُ : هٰؤُلَآءِ مَجَانِيْنَ فَاِذَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ : " لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَالَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَاَحْبَبْتُمْ اَنْ تَزْدَادُوْ فَاقَةً وَحَاجَةً " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ .

" اَلْخَصَاصَةُ . اَلْفَاقَةُ وَالْجُوْعُ الشَّدِيْدُ .

(۵۱۵) حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے کھڑے ہوتے اور صف میں کھڑے ہوئے بعض لوگ بھوک کی شدت سے گر پڑتے تھے۔ یہ اصحاب صفہ تھے حتیٰ کہ اعراب انہیں مجنون کہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر ان کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے کہ اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کے یہاں تمہارے لیے کیا اجر وثواب ہے تو تم اس فاقہ اور حاجت میں اضافہ کی آرزو کرو۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث صحیح ہے) خصاصۃ کے معنی فاقہ اور شدید بھوک کے ہیں۔

تخریج حدیث(۵۱۵): الجامع للترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی معیشة النبی ﷺ.

کلماتِ حدیث: خصاصة : شدتِ بھوک اور اس سے پیدا ہونے والی کمزوری اور ضعف۔

شرحِ حدیث: مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ کے ایک کونے میں ایک چبوترہ بنا دیا گیا تھا اور اس پر کھجور کے پتوں سے سایہ کر دیا گیا تھا، دور دراز سے لوگ اسلام قبول کرنے اور دین سیکھنے آتے وہ یہیں رہتے تھے رات دن علم دین سیکھتے رسول اللہ ﷺ کی احادیث یاد کرتے اور عبادت و بندگی میں لگے رہتے۔ ان لوگوں کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس اگر کہیں سے کچھ آجاتا تو ان

لوگوں کو بھیج دیتے اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان کے لیے جو کچھ میسر ہوتا فراہم کرتے تھے۔

بعض اوقات بھوک کی شدت کا یہ عالم ہوجاتا کہ اصحاب صفہ میں بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے کھڑے گر پڑتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے موقع پر ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ نے آخرت کی کس قدر نعمتیں تمہارے لیے رکھی ہیں تو تم تمنا کرو کہ بھوک اور فاقہ میں کچھ اور اضافہ ہو جائے۔ چنانچہ اس سے پہلے روایت گزر چکی ہے کہ فقراء مالداروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (روضة المتقین : ٢/٦٣۔ دلیل الفالحین : ٢/٣٨٢)

پیٹ کی تین حصے کرنا چاہیے

٥١٦. وَعَنْ اَبِیْ کَرِیْمَةَ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِیْکَرَبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : " مَامَلَا اٰدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُکُلَاتٌ یُقِمْنَ صُلْبَهٗ، فَاِنْ کَانَ لَا مُحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهٖ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهٖ وَثُلُثٌ لِنَفْسِهٖ ." رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

" اُکُلَاتٌ " اَیْ لُقَمٌ .

(٥١٦) حضرت ابوکریمہ مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی آدمی نے کوئی برتن نہیں بھرا کہ اس کا بھرنا پیٹ کے بھرنے سے برا ہو۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں اور اگر کھانا ہی ہے تو تہائی کھانے کے لیے تہائی پانی کے لیے اور تہائی سانس کے لیے۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے) اکلات کے معنی ہیں چند لقمے۔

تخریج حدیث(٥١٦): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی کراهیة کثرة الاکل .

کلمات حدیث: وعاء : برتن جمع اوعیة .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے پیٹ کو ایک برتن قرار دیا جیسا کہ گھر میں برتن ہوتے ہیں جن میں کھانا پکایا جاتا ہے پھر اس برتن کو برا برتن قرار دیا ہے اور فرمایا کہ کسی برتن کا بھرنا برا نہیں ہے جتنا اس برتن کا بھرنا برا ہے کیونکہ پیٹ بھرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ اس نظام کو چلانے کے لیے جو اللہ نے اس کے ساتھ وابستہ کیا ہے جبکہ پیٹ کے بھرنے سے دین اور دنیا دونوں کا فساد پیدا ہوتا ہے۔ پیٹ کے لیے چند لقمے کافی ہیں جن سے آدمی کی کمر سیدھی ہو جائے۔ اگر اس حد سے تجاوز کرنا ہے تو انتہائی حد یہ ہے کہ ایک تہائی غذا ایک تہائی پانی اور ایک تہائی سانس لینے کی جگہ۔

حدیث کا مقصود یہ بیان ہے کہ بسیار خوری انسان کے لیے بیماریاں لاتی ہے اور اس پر وبال بن جاتی ہے۔

(روضة المتقین : ٢/٦٤۔ دلیل الفالحین : ٢/٣٨٢)

سادگی ایمان کا حصہ ہے

٥١٧. وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِی الحَارِثِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذَکَرَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یومًا عِنْدَهُ اَلدُّنْیَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : " اَلاَ تَسْمَعُوْنَ ؟ " " اَلاَ تَسْمَعُوْنَ ؟ اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ، اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ " " یَعْنِیْ " اَلتَّقَحُّلَ : رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ .

" اَلْبَذَاذَةَ " بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَالذَّالَیْنِ الْمُعْجَمَتَیْنِ وَهِیَ رَثَاثَةُ الْهَیْئَةِ وَتَرْکُ فَاخِرِ اللِّبَاسِ وَاَمَّا "التَّقَحُّلَ" فَبِالْقَافِ وَالْحَاءِ : قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ : اَلْمُتَقَحِّلُ هُوَ الرَّجُلُ الْیَابِسُ الْجِلْدِ مِنْ خُشُوْنَةِ الْعَیْشِ وَتَرْکِ التَّرَفُّهِ .

(٥١٧) حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ انصاری حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اصحاب رسول ﷺ نے آپ کے سامنے دنیا کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم سنتے نہیں ہو کیا تم سنتے نہیں ہو کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ آپ ﷺ کی مراد تھی آرام و آسائش سے گریز۔

بذاذہ کے معنی ہیں انسان کی ظاہری حالت کا اچھا نہ ہونا عمدہ قیمتی لباس ترک کرنا اور تقحل سے مراد وہ ہے جو اہل لغت تقحل کے مراد لیتے ہیں یعنی وہ شخص جس کی جلد جفاکشی سخت کوشی اور عدم راحت سے جھریوں والی اور خشک ہو جائے۔

تخریج حدیث (٥١٧): سنن ابی داؤد، اوائل کتاب الترجل .

کلمات حدیث: بذاذہ : بدحالی، شکستگی، سادگی۔

شرح حدیث: اسلام نے تکبر کو گناہ قرار دیا ہے کیونکہ تکبر ایسی اخلاقی برائی ہے جس سے بہت سے محاسن اخلاق ضائع ہو جاتے ہیں اور یہ کہ تکبر کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتے ہیں اس وجہ سے ان امور سے بھی منع کیا گیا جو تکبر کا سبب بن سکتے ہوں یعنی لباس اور ہیئت ایسی ہونا جس سے تفاخر پیدا ہوتا ہے۔

اسلام نے سادگی اور تواضع پر زور دیا ہے کہ لباس سادہ ہو رہن سہن سادہ ہو خوراک سادہ ہو اور یہ اس لیے کہ یہ سادگی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہ دنیا ہمارا مستقل مستقر نہیں ہے یہ عارضی ٹھکانا ہے جسے جلد چھوڑ کر چلا جانا ہے۔ چنانچہ فرمایا سادگی ایمان کا حصہ ہے یعنی ایسی زندگی جو آرام و آسائش سے دور اور جفاکشی اور سخت کوشی سے عبارت ہو۔

(روضة المتقین : ٢/٦٥ـ دلیل الفالحین : ٢/٣٨٣ـ نزهة المتقین : ١/٤٣٤)

عنبر مچھلی ملنے کا واقعہ

٥١٨. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّرَ عَلَیْنَا اَبَا عُبَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ نَتَلَقّٰی عِیْراً لِقُرَیْشٍ، وَزَوَّدَنَاجِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ یَجِدْ لَنَا غَیْرَهُ.

فَكَانَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ يُعْطِيْنَا تَمْرَةً تَمْرَةً فَقِيْلَ : كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِهَا " ؟ قَالَ : نَمَصُّهَا كَمَا يَمَصُّ الصَّبِيُّ ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَآءِ فَتَكْفِيْنَا يَوْمَنَا اِلَى اللَّيْلِ، وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ ثُمَّ نَبُلُّهُ بِالْمَآءِ فَنَاكُلُهُ قَالَ وَانْطَلَقْنَا عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَرُفِعَ لَنَا عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ كَهَيْئَةِ الْكَثِيْبِ الضَّخْمِ فَاَتَيْنَاهُ فَاِذَا هِيَ دَآبَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرَ : فَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ : مَيْتَةٌ ثُمَّ قَالَ : لَا، بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَكُلُوْا، فَاَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا وَنَحْنُ ثَلَاثُمِائَةٍ حَتّٰى سَمِنَّا، وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا نَغْتَرِفُ مِنْ وُقْبِ عَيْنِهِ بِالْقِلَالِ الدُّهْنَ وَنَقْطَعُ مِنْهُ الْفِدَرَ كَالثَّوْرِ اَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ، وَلَقَدْ اَخَذَ مِنَّا اَبُوْ عُبَيْدَةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ، رَجُلًا فَاَقْعَدَهُمْ فِيْ وُقْبِ عَيْنِهِ وَاَخَذَ ضِلْعًا مِنْ اَضْلَاعِهِ فَاَقَامَهَا ثُمَّ رَحَلَ اَعْظَمَ بَعِيْرٍ مَعَنَا فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَشَائِقَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فذكرنا ذلك له فقل هو رزق اخرجه اللّٰه لكم فهل معكم من لحمه شيءٌ فتطعمونا فارسلنا الى رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) منه فاكلهٔ. رواه مسلم " اَلْجِرَابُ " وِعَاءٌ مِنْ جِلْدٍ مَعْرُوْف، وَهُوَ بِكَسْرِ الْجِيْمِ وَفَتْحِهَا، وَالْكَسْرُ اَفْصَحُ . قَوْلُهُ " نَمَصُّهَا " بِفَتْحِ الْمِيْمِ " وَالْخَبَطُ " وَرَقُ شَجَرٍ مَعْرُوْفٍ تَاكُلُهُ الْاِبِلُ " وَالْكَثِيْبُ " اَلتَّلُّ مِنَ الرَّمَلِ وَالْوَقْبُ " بِفَتْحِ الْوَاوِ وَاِسْكَانِ الْقَافِ وَبَعْدَهَا بَآءٌ مُوَحَّدَةٌ وَهُوَ نُقْرَةُ الْعَيْنِ . " وَالْقِلَالُ " اَلْجِرَارُ " وَالْفِدَرُ " بِكَسْرِ الْفَآءِ وَفَتْحِ الدَّالِ اَلْقِطَعُ " رَحَلَ الْبَعِيْرَ " بِتَخْفِيْفِ الْحَآءِ! اَيْ جَعَلَ عَلَيْهِ الرَّحْلَ : " اَلْوَشَائِقُ " بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالْقَافِ : اَللَّحْمُ الَّذِيْ اقْتُطِعَ لِيُقَدَّدَ مِنْهُ . وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۵۱۸) حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں روانہ فرمایا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا۔ ہمارا مقصد قریش کے قافلے کا تعاقب کرنا تھا اور ہمیں کھجوروں کا ایک تھیلا دیا اس کے علاوہ آپ ﷺ کے پاس ہمیں دینے کے لیے کچھ نہ تھا۔ ابوعبیدہ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے رہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ پھر آپ کیسے گزارا کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم اس کھجور کو بچوں کی طرح چوستے رہتے پھر پانی پی لیتے اس طرح یہ کھجور اور پانی ہمارے دن سے رات تک کافی ہو جاتا۔ ہم لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے اور ان کو پانی سے تر کر کے کھا لیتے۔ ہم چلتے چلتے ساحل سمندر تک پہنچ گئے۔ سمندر کے ساحل پر ہمارے سامنے ریت کے ٹیلے کی طرح ایک چیز ظاہر ہوئی ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ ایک جانور تھا جسے عنبر کہا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بولے یہ تو مردار ہے۔ پھر کہا کہ نہیں ہم تو اللہ کے رسول ﷺ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اللہ کے راستے میں ہیں اور تم اضطرار کی حالت میں ہو تو تم اس کو کھا سکتے ہو۔ ہم نے ایک مہینہ اس کے گوشت پر گزارا کیا اور ہم تین سو افراد تھے یہاں تک کہ ہم موٹے ہو گئے۔ ہم اس کی آنکھ کے خول سے چربی کے ڈول نکالتے تھے اور بیل کے برابر اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو لیا اور اس کی آنکھ کے ایک گڑھے میں بٹھایا اور اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کو لے کر نصب کیا پھر اپنے پاس موجود سب سے بڑے اونٹ پر کجاوہ باندھا اور وہ اونٹ اس پسلی کے نیچے سے گزر گیا۔ ہم نے زادِ راہ کے طور پر اس کے گوشت کے ٹکڑے لیے۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوئے تو ہم نے آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نکالا تھا اگر تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت بچا ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا گوشت بھیجا جو آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔ (مسلم)

جراب : چمڑے کا تھیلا۔ یہ لفظ جیم کے زبر اور زیر دونوں طرح بولا جاتا ہے مگر زیر کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔ نمصها : نون کے زبر کے ساتھ۔ الخبط : درخت کے پتے جنہیں اونٹ کھاتے ہیں۔ کثیب : ریت کا ٹیلہ۔ وقب : آنکھ کا گڑھا۔ قلال: مٹکے قدر ٹکڑے۔ رحل البعیر : اونٹ پر کجاوہ۔ وشائق: وہ گوشت جسے سکھانے کے لیے کاٹا جائے۔

تخریج حدیث(۵۱۸): صحيح مسلم، كتاب الصيد و الذبائح، باب اباحة ميتة البحر .

کلمات حدیث: وشائق: جمع وشیقه : کاٹ کر ٹکڑوں میں خشک کیا ہوا گوشت۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں ایک لشکر بھیجا تا کہ وہ قافلہ قریش کا تعاقب کریں۔ اس غزوہ کا نام غزوۂ سیف البحر ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ لشکر ساحل سمندر کی طرف جہینہ کے ایک قبیلہ کی طرف ۸ ھ میں بھیجا گیا تھا ہو سکتا ہے دونوں مقاصد اس لشکر کے سامنے ہوں یعنی قریش کے قافلہ کا تعاقب اور جہینہ دونوں ہی مدنظر تھے۔ لیکن ۸ ھ کا ذکر محل نظر آتا ہے کہ یہ زمانہ صلح تھا ہو سکتا ہے کہ قریش کے قافلہ کی جہینہ سے حفاظت مقصود ہو یہی وجہ ہے کہ کسی سے مقابلہ نہیں ہوا اور یہ لشکر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ایک ہی جگہ ٹھہرا رہا۔

صحابۂ کرام سب کے سب زاہد تھے اور یہ ان کی کرامت تھی کہ وہ اس قدر عرصہ ایک ایک کھجور پر گزارا کرتے ہیں۔ اولاً اہل لشکر کے پاس اپنی اشیاء جو بھی کھانے کی تھیں وہ ختم ہوگئیں تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سب کے پاس بچی ہوئی اشیاء جمع کر کے ان کو اجتماعی تقسیم کیا، جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بعض مواقع پر اسی طرح کیا اور اشعری قبیلے کے لوگوں نے جب یہ طریقہ اختیار کیا تو آپ ﷺ نے اس کی تعریف فرمائی۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پہلے ایک ایک مٹھی کھجور تقسیم کرتے تھے بعد میں ایک ایک کھجور تقسیم ہوئی۔

بہرحال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک ایک کھجور اور درختوں کے پتے کھا کر گزارا کیا تا آنکہ انہیں ایک بہت بڑی عنبر مچھلی ملی۔ اولاً حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد یہ ہوا کہ یہ مچھلی مردار ہے اور حلال نہیں ہے بلکہ پھر جب رفقاء کی اضطراری حالت پر نظر کی تو یہ اجتہاد فرمایا کہ اس مچھلی کو کھانا جائز ہے۔ واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے اصحابِ لشکر کی تطییب خاطر کے لیے خود بھی اس مچھلی کے گوشت کو تناول فرمایا۔ (فتح الباري : ٦٤٨/٢۔ عمدة القاري : ١٩/١٨۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ٧٢/١٣)

آپ ﷺ کی آستین کی لمبائی

۵۱۹. وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّصْغِ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

" اَلرُّصْغُ " بِالصَّادِ وَالرُّسْغُ بِالسِّيْنِ اَيْضًا : هُوَالْمَفْصِلُ بَيْنَ الْكَفِّ وَالسَّاعِدِ .

(۵۱۹)　حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیص کی آستین پہونچے تک ہوتی تھیں۔ (ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

رصغ اور رسغ کلائی اور ہتھیلی کے درمیان کا جوڑ۔

تخریج حدیث(۵۱۹):　سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی القمیص . الجامع للترمذی، ابواب اللباس باب ما جاء فی القمیص .

راوی حدیث:　حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا ہجرت نبوی ﷺ کے بعد اسلام قبول کیا سن ۱۵ھ میں جنگ میں انہوں نے اپنے خیمے کی لکڑی سے نو رومیوں کو مارا۔ آپ سے ۸۱ روایات منقول ہیں۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

کلمات حدیث:　رصغ اور رسغ دونوں طرح مستعمل ہے۔ ہتھیلی اور کلائی کے درمیان کا جوڑ۔ جمع ارصاغ اور ارساغ .

شرح حدیث:　آستین کا چھوٹا ہونا ممکن ہے کہ ہاتھ کو سردی اور گرمی سے نہ بچائے اور زیادہ لمبی آستین ہونا زائد از ضرورت اور تکبر کی علامت ہے۔ اور خیر الأمور اوسطها . (دليل الفالحين : ۲/۳۹۰)

جنگ خندق کے موقع پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضیافت

۵۲۰. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِنَّا كُنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاؤُا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا، هٰذِهٖ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ فَقَالَ : " اَنَانَازِلٌ " ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيْبًا اَهْيَلَ اَوْ اَهْيَمَ، فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِيْ اِلَى الْبَيْتِ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِيْ رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا فِيْ ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ : عِنْدِيْ شَعِيْرٌ وَعَنَاقٌ فَذَبَحَتِ الْعَنَاقَ وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجِيْنُ قَدْ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْاَثَافِيْ قَدْ كَادَتْ تَنْضَجُ فَقُلْتُ : طُعَيِّمٌ لِيْ فَقُمْ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ، قَالَ كَمْ هُوَ ؟ " فَذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ " كَثِيْرٌ طَيِّبٌ قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتّٰى اٰتِيَ " فَقَالَ "قُوْمُوْا" فَقَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فَقُلْتُ : وَيْحَكِ جَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَمَنْ مَعَهُمْ قَالَتْ : هَلْ سَاَلَكَ ؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ : "اُدْخُلُوْا وَلَا تَضَاغَطُوْا فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّوْرَ اِذَا اَخَذَ مِنْهُ وَيُقَرِّبُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ ثُمَّ يَنْزِعُ فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوْا وَبَقِيَ مِنْهُ فَقَالَ : "كُلِيْ هٰذَا وَاهْدِيْ فَاِنَّ النَّاسَ

اَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ جَابِرٌ. لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا فَانْكَفَأْتُ اِلَى امْرَاَتِي فَقُلْتُ : هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ فَاِنِّي رَاَيْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيْدًا ؟ فَاَخْرَجَتْ اِلَيَّ جِرَابًا فِيْهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍ وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ فَفَرَغَتْ اِلَى فَرَاغِي وَقَطَّعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّيْتُ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ : لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ مَعَهُ فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ، فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ فَصَاحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُؤْرًا فَحَيَّهَلا بِكُمْ "فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ، وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى اَجِيْءَ " فَجِئْتُ وَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتّٰى جِئْتُ امْرَأَتِي فَقَالَتْ : بِكَ وَبِكَ! فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتِ، فَاَخْرَجَتْ عَجِيْنًا فَبَسَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ اِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ: "ادْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ، وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا " وَهُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَاَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَاِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ . قَوْلُهُ " عَرَضَتْ كُدْيَةٌ" بِضَمِّ الْكَافِ وَاِسْكَانِ الدَّالِ وَبِالْيَآءِ الْمُثَنَّاةِ تَحْتُ وَهِيَ قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ صُلْبَةٌ مِنَ الْاَرْضِ لَا يَعْمَلُ فِيْهَا الْفَأْسُ : وَ الْكَثِيْبُ " اَصْلُهُ تَلُّ الرَّمْلِ وَالْمُرَادُ هُنَا صَارَتْ تُرَابًا نَاعِمًا وَهُوَ مَعْنٰى " اَهْيَلَ" " وَالْاَثَافِيُّ" : اَلْاَحْجَارُ الَّتِي يَكُوْنُ عَلَيْهَا الْقِدْرُ : "وَتَضَاغَطُوْا" تَزَاحَمُوْا "وَالْمَجَاعَةُ الْجُوْعُ وَهُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ : وَالْخَمَصُ بِفَتْحِ الْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ وَالْمِيْمِ: الْجُوْعُ : وَانْكَفَأْتُ، انْقَلَبْتُ وَرَجَعْتُ وَالْبُهَيْمَةُ بِضَمِّ الْبَآءِ تَصْغِيْرُ بَهْمَةٍ وَهِيَ : الْعَنَاقُ بِفَتْحِ الْعَيْنِ " وَالدَّاجِنُ" هِيَ الَّتِي اَلِفَتِ الْبَيْتَ : وَالسُّؤْرُ" : اَلطَّعَامُ الَّذِي يُدْعَى النَّاسُ اِلَيْهِ، وَهُوَ بِالْفَارِسِيَّةِ "وَحَيَّهَلا": اَيْ تَعَالَوْا وَقَوْلُهَا "بِكَ وَبِكَ" اَيْ خَاصَمَتْهُ وَسَبَّتْهُ لِاَنَّهَا اِعْتَقَدَتْ اَنَّ الَّذِي عِنْدَهَا لَا يَكْفِيْهِمْ فَاسْتَحْيَتْ وَخَفِيَ عَلَيْهَا مَا اَكْرَمَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذِهِ الْمُعْجِزَةِ الظَّاهِرَةِ وَالْاٰيَةِ الْبَاهِرَةِ : "بَسَقَ" : اَيْ بَصَقَ وَيُقَالُ اَيْضًا : بَزَقَ : ثَلَاثُ لُغَاتٍ " وَعَمَدَ" بِفَتْحِ الْمِيْمِ: اَيْ قَصَدَ : وَاقْدَحِي" اَيْ اِغْرِفِي وَالْمِقْدَحَةُ الْمِغْرَفَةُ : "وَتَغِطُّ" اَيْ لِغَلَيَانِهَا صَوْتٌ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۵۲۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خندق والے دن خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان آ گئی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ ایک چٹان ہمارے لیے رکاوٹ بن گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں خود اترتا ہوں۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہمارے تین دن ایسے گزرے تھے کہ ہم نے کوئی چکھنے والی چیز نہ چکھی تھی۔ آپ ﷺ نے کدال لی اور چٹان پر ماری جس سے وہ ریت کے ٹیلے کی طرح ریزہ ریزہ ہوگئی میں نے کہا کہ یا

رسول اللہ مجھے گھر جانے دیجئے۔ میں نے بیوی سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے حال میں دیکھا کہ جس پر صبر نہیں کیا جا سکتا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اس نے کہا کہ جو ہیں اور بکری کا بچہ ہے میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور اس نے جو پیسے گوشت کو ہانڈی میں ڈالا پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آٹا تیار تھا اور ہنڈیا چولھے پر پکنے کے قریب تھی۔ میں نے عرض کیا میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے تو آپ ﷺ اٹھیں اور ایک یا دو آدمی اور ساتھ لے لیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کتنا ہے؟ میں نے بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا بہت ہے اور عمدہ ہے، بیوی کو جا کر کہو کہ ہانڈی چولھے سے نہ اتارے اور روٹی تنور سے نہ نکالے جب تک میں نہ آ جاؤں۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا اٹھو مہاجرین اور انصار سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں بیوی کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ اللہ تیرا بھلا کرے رسول اللہ ﷺ مع مہاجرین اور انصار اور جو ان کے ساتھ ہیں تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ کیا تم نے حضور ﷺ سے پوچھا ہے میں نے کہا کہ ہاں۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا داخل ہو جاؤ اور تنگی نہ کرو۔ پھر رسول اللہ ﷺ روٹی کو توڑ کر اس پر گوشت رکھتے اور ہنڈیا اور تنور کو ڈھانپ دیتے جب اس سے روٹی اور سالن لے لیتے اور صحابہ کی طرف بھیج دیتے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور اس میں سے کچھ بچ گیا۔ اس کے بعد میری بیوی سے فرمایا کہ تو بھی اس میں سے کھالے اور ہدیہ بھی بھیج دے لوگ بھوکے ہیں۔

(بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ جابر نے کہا کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے ہیں، میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تیرے پاس کوئی چیز ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو شدید بھوک کی حالت میں دیکھا ہے اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع جو تھی اور ہمارے پاس بکری کا ایک پالتو بچہ تھا میں نے اسے ذبح کر لیا اور بیوی نے جو کا آٹا پیس لیا۔ میرے فارغ ہونے تک وہ بھی فارغ ہو گئی۔ میں نے گوشت کاٹ کر ہانڈی میں ڈال دیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میری بیوی نے کہا تھا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ چنانچہ میں آیا اور میں نے چپکے سے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے بکری کا چھوٹا سا بچہ ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے ایک صاع جو پیسے ہیں، آپ ﷺ چلیے اور آپ ﷺ کے ساتھ چند افراد چلیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ اے اہل خندق! جابر نے کھانا تیار کیا ہے، چلو سب لوگ چلو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہانڈی کو چولھے سے نہ اتارنا اور آٹے کی روٹی نہ لگانا جب تک میں نہ آ جاؤں۔

میں گھر آیا، رسول اللہ ﷺ بھی لوگوں سے پہلے تشریف لے آئے۔ میں بیوی کے پاس آیا تو وہ بولی یہ تو نے کیا کیا میں نے کہا کہ میں نے تو وہی کیا جو تو نے کہا تھا، غرض اس نے آٹا نکالا اور رسول اللہ ﷺ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی، پھر آپ ﷺ ہماری ہانڈی کی طرف آئے اس میں بھی لعاب دہن ملایا اور برکت کی دعا کی۔ پھر میری بیوی سے فرمایا کہ ایک روٹی پکانے والی بلا لو تا کہ وہ تیرے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہنڈیا میں سے سالن پیالہ میں ڈالتی جاؤ اور ہانڈی کو چولھے سے مت اتارو۔ صحابہ کی تعداد ایک ہزار تھی، اللہ کی قسم ہے کہ ان سب نے کھایا اور کھانا باقی چھوڑ کر چلے گئے، ہماری ہانڈی اسی طرح جوش مار رہی تھی اور آٹے سے روٹیاں اسی طرح پک رہی تھیں۔

كدية : مٹی کی سخت چٹان جسے کلہاڑے کے بغیر نہ توڑا جاسکے۔ کثیب : کے معنی مٹی کا تودہ، یہاں معنی ہیں کہ وہ چٹان ریت کی طرح نرم ہوگئی۔ یہی معنی اہیل کی ہے۔ الاثافي : چولھے کے وہ پتھر جن پر ہانڈی رکھی جاتی ہے۔ تضاغطوا: بھیڑ کرو۔ المجاعة : بھوک۔ خمص: بھوک۔ انكفأت : پلٹ گئی، لوٹ گئی۔ بهيمة بهمة : کی تصغیر عناق کو کہتے ہیں یعنی بکری کا چھوٹا بچہ۔ داجن : وہ جانور جو گھر سے مانوس ہو یعنی پالتو جانور۔ سـور : اس کھانے کو کہتے ہیں جس پر لوگوں کو دعوت دی جائے، یہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ حيهلا: کے معنی ہیں آؤ۔ بك و بك : اپنے خاوند سے جھگڑی اور اسے برا بھلا کہا، کیونکہ اس نے سمجھا کہ ان کے پاس جتنا کھانا ہے وہ اتنے لوگوں کو کافی نہ ہوگا، اور وہ شرمندہ ہوگی ظاہر ہے کہ اسے معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کا کس قدر اکرام فرمائیں گے اور کس قدر بڑی نشانی اور عظیم معجزہ ظاہر ہوگا۔ بسق، بصق: اور بزق تین الفاظ ہم معنی ہیں یعنی لعاب دہن لگایا۔ عمد : ارادہ کیا، قصد کیا۔ اقدحي : چمچے سے نکال کردے۔ مقدحه : چمچہ۔ تغط : کھولنے اور پکنے کی آواز۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث (۵۲۰): صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق . صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاء ذالك .

کلمات حدیث: لا تضاغطوا: ہجوم نہ کرو، ایک دوسرے کو راستے میں نہ دباؤ۔ ضغط ضغطا (باب فتح) دبانا، بھینچنا، گھر میں داخلے کے وقت آپ ﷺ نے اصحاب کو نصیحت فرمائی کہ آرام سے گھر میں داخل ہو اور ہجوم کر کے گھر میں مت جاؤ۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک دو عظیم الشان معجزات کے بیان پر مشتمل ہے۔ جنگِ خندق کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب خندق کھود رہے تھے تین دن کے بھوکے تھے اور پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے، خندق کھودنے کے وقت ایک مقام پر سخت ٹیلہ درمیان میں آگیا، رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی آپ ﷺ نے فرمایا میں اترتا ہوں، آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے کدال ہاتھ میں لی اللہ اکبر کہا اور ایک ضرب لگائی تو اس چٹان کا ایک حصہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت کی طرح بکھر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے شام کی کنجیاں عطا کر دی گئیں اور میں اس وقت وہاں کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے دوسری ضرب لگائی چٹان کا ایک اور حصہ بکھر گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر مجھے فارس کی کنجیاں عنایت کر دی گئیں اور میں مدائن کے سفید قصور دیکھ رہا ہوں، اس کے بعد آپ ﷺ نے تیسری ضرب لگائی اور بسم اللہ کہا۔ چٹان کا باقی حصہ بھی ٹوٹ گیا، اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں عطا کر دی گئیں اللہ کی قسم میں صنعاء کے دروازے اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق کی کھدائی کے حصے کر کے ایک ایک حصہ دس دس آدمیوں کے سپرد فرمایا تھا۔ صحابہ کا بیان ہے کہ جس حصے میں ہم کھدائی کر رہے تھے درمیان میں ایک سفید چٹان آگئی جس کے توڑنے کی کوشش میں ہماری کدالیں ٹوٹ گئیں، ہم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے ایک ضرب لگائی جس سے چٹان ٹوٹی اور اس سے روشنی کی ایک چمک پیدا ہوئی۔ اس پر آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور سب نے اللہ اکبر کہا۔ پھر بعد میں ہم نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی چمک پر قصور شام روشن ہو گئے اور جبرئیل امین نے مجھے بتایا کہ آپ

ﷺ کی امت کو ان پر فتح حاصل ہوگی۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ مسلمان یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

دوسرا معجزہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے تو وہ آپ ﷺ سے اجازت لے کر گھر آئے اور گھر آ کر چند آدمیوں کے کھانے کا انتظام کیا ان کی اہلیہ نے بھی انہیں تاکید کی کہ دیکھو چند آدمی ہوں زیادہ نہ آجائیں اور شرمندگی ہو کہ کھانا کم پڑ گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو چپکے سے بتایا کہ آپ ﷺ چلیے اور چند اور اصحاب ساتھ لے لیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا: ''اے اہل خندق! جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کرایا ہے آؤ سب چلو۔'' آپ ﷺ نے جابر سے فرمایا تم جا کر بیوی سے کہو کہ جب تک میں نہ آؤں نہ ہانڈی چولھے سے نہ اتاریں اور نہ روٹی پکانا شروع کریں۔ جابر رضی اللہ عنہ گھر پہنچے تو اہلیہ اولاً پریشان ہوئیں اور جابر کو برا بھلا کہا کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا نہیں کہ کھانا کتنے افراد کے لیے ہے۔ حضرت جابر نے انہیں ساری بات بتائی تو انہیں اطمینان ہوا۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سے کہا کہ ایک عورت اور بلواؤ جو تمہارے ساتھ روٹی پکائے اور تم سالن نکال کر دیتی رہو۔ سب نے کھانا کھا لیا اور بچ گیا۔ آپ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سے کہا کہ تم بھی کھا لو اور ہدیہ بھیج دو۔ اصحابِ خندق نے کھانا کھایا اور پڑوسیوں کو بھی بھیجا گیا اور اصحابِ خندق کی تعداد ایک ہزار تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی برکت سے کھانے میں اضافہ ہو جانا اور چند آدمیوں کا کھانا سینکڑوں اور ہزاروں کو کافی ہو جانا علاماتِ نبوت میں سے ہے اور متعدد واقعات سے متعلق احادیث اس قدر کثرت سے ہیں کہ متواتر کے درجے میں ہوگئی یعنی یہ مضمون کہ حضور ﷺ کی برکت سے کھانا بڑھ گیا اور چند آدمیوں کا کھانا ایک پوری جماعت کو کافی ہوگیا متواتر کے درجے میں ہے کہ ظاہر ہے کہ تھوڑے سے کھانے کا بڑھ جانا ایک خلافِ عادت امر ہے اس لیے معجزہ ہے۔ علمائے کرام نے ان دلائل نبوت ﷺ کو مستقل مؤلفات میں جمع کیا ہے جیسے بیہقی کی دلائل النبوۃ جو اس موضوع پر سب سے عمدہ تالیف ہے۔

خندق فارسی لفظ کندہ کا معرب ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا تو وہ خیبر چلے گئے اور انہوں نے مکہ میں سرداران قریش کو آمادہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کریں چنانچہ ان سازشوں کے نتیجے میں ابوسفیان کی سربراہی میں چار ہزار کا لشکر جمع ہوگیا اور عرب کے دیگر قبائل بھی جمع ہوگئے۔ اسی لیے اسے غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے اور یہ سب مل کر دس ہزار کا لشکر ہوگیا تھا جو مدینہ منورہ پر چڑھ آیا تھا اور صحابۂ کرام کی تعداد ایک ہزار تھی، یہ ۴ھ کا واقعہ ہے۔ اس واقعہ پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا جو آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔

(فتح الباري: ٢/٥٦٤ـ عمدة القاري: ١٧/٢٣٦ـ شرح مسلم للنووي: ١٣/١٨٤)

آپ ﷺ کا معجزہ، تھوڑا سا کھانا اسّی آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھایا

۱۵۲۱. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ: قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيفًا اَعْرِفُ فِيهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ ؟ فَقَالَتْ : نَعَمْ، فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ اَخَذَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ ؟" فَقُلْتُ : نَعَمْ، فَقَالَ : "اَلِطَعَامٍ " فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قُوْمُوْا" فَانْطَلَقُوْا وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ حَتّٰى جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ : فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ : يَا اُمَّ سُلَيْمٍ : قَدْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ ؟ فَقَالَتْ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَانْطَلَقَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " هَلُمِّيْ مَا عِنْدَكِ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ ' فَاَتَتْ بِذَالِكَ الْخُبْزِ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَفُتَّ وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ اُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَاٰدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ، ثُمَّ قَالَ : "اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ، فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا، ثُمَّ قَالَ : " اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ " فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْ ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ " اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ "فَاَذِنَ لَهُمْ حَتّٰى اَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا اَوْ ثَمَانُوْنَ: مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَمَا زَالَ يَدْخُلُ عَشَرَةٌ وَيَخْرُجُ عَشَرَةٌ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَ فَاَكَلَ، حَتّٰى شَبِعَ ثُمَّ هَيَّاَهَا فَاِذَا هِيَ مِثْلُهَا حِيْنَ اَكَلُوْا مِنْهَا، وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَكَلُوْا عَشَرَةً عَشَرَةً حَتّٰى فَعَلَ ذَالِكَ بِثَمَانِيْنَ رَجُلًا ثُمَّ اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَهْلُ الْبَيْتِ وَتَرَكُوْا سُؤْرًا . وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ اَفْضَلُوْا مَا بَلَغُوْا جِيْرَانَهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَوَجَدْتُهٗ جَالِسًا مَعَ اَصْحَابِهٖ وَقَدْ عَصَبَ بَطْنَهٗ بِعِصَابَةٍ فَقُلْتُ لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ لِمَ عَصَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَهٗ؟فَقَالُوْا: مِنَ الْجُوْعِ، فَذَهَبْتُ اِلٰى اَبِيْ طَلْحَةَ وَهُوَ زَوْجُ اُمِّ سُلَيْمٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَقُلْتُ يَا اَبَتَاهُ قَدْرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَصَبَ بَطْنَهٗ بِعِصَابَةٍ فَسَاَلْتُ بَعْضَ اَصْحَابِهٖ فَقَالُوْا مِنَ الْجُوْعِ فَدَخَلَ اَبُوْ طَلْحَةَ عَلٰى اُمِّيْ فَقَالَ : هَلْ مِنْ شَيْءٍ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ عِنْدِيْ كِسَرٌ مِنْ خُبْزٍ وَتَمَرَاتٌ، فَاِنْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْدَهٗ اَشْبَعْنَاهُ، وَاِنْ جَآءَ اٰخَرُ مَعَهٗ قَلَّ عَنْهُمْ . وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ .

(۵۲۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم سے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز سنی اس میں کچھ ضعف تھا میں سمجھتا ہوں کہ بھوک کی وجہ سے ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہیں۔ کہنے لگیں

ہاں ہے انہوں نے جو کی چند روٹیاں اور اپنا دوپٹہ لے کر اس کے ایک کنارے میں دو روٹیاں لپیٹیں اور میرے کپڑے کے نیچے چھپا دیں اور اس دوپٹے کا کچھ حصہ میرے گرد لپیٹ دیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ کر دیا۔ میں وہ لے کر آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے پاس کچھ لوگ تھے میں وہاں جا کر کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے میں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کیا کھانے کے لیے کچھ ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا چلو کھڑے ہو۔ وہ سب لوگ چلے میں ان کے آگے آگے چلنے لگا یہاں تک کہ میں ابوطلحہ کے پاس پہنچ گیا اور میں نے انہیں بتلایا۔ ابوطلحہ بولے اے ام سلیم! رسول اللہ ﷺ مع اصحاب تشریف لائے ہیں ہمارے پاس تو ان سب کے کھلانے کے لیے نہیں ہے وہ بولیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔

بہر حال ابوطلحہ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور باہر آ کر رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا، رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ آگے بڑھے اور گھر کے اندر تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اے ام سلیم! جو تمہارے پاس کھانا ہے وہ یہاں لے آؤ۔ وہ روٹیاں لے آئیں اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان روٹیوں کو توڑ دو تو انہیں توڑ دیا گیا اور ام سلیم نے ان پر گھی کی کپی نچوڑ کر ان پر گویا سالن لگا دیا۔ پھر جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ اللہ کے رسول ﷺ نے دعا فرمائی۔ پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلا لو۔ چنانچہ دس آدمیوں کو بلایا گیا انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلا لو۔ دس آدمی بلائے گئے انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے، پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلاؤ۔ دس آدمی بلائے گئے انہوں نے سیر ہو کر کھایا چلے گئے۔ اور آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلا لو دس آدمی بلائے گئے یہاں تک کہ سب لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔ یہ کل ستر یا اسی آدمی تھے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ دس اندر جاتے اور دس باہر جاتے یہاں تک کہ کوئی آدمی نہیں جو اندر جا کر سیر ہو کر نہ آ گیا ہو۔ پھر اس کھانے کو جمع کیا گیا تو وہ اسی طرح تھا جیسے کھانے سے پہلے تھا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ دس دس کھاتے رہے، یہاں تک کہ اسّی لوگوں نے کھانا کھایا پھر بعد میں رسول اللہ ﷺ اور اہل خانہ نے کھایا اور پھر بھی کچھ بچ رہا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ پھر اتنا بچا کہ پڑوسیوں کو بھیج دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے اور اپنے پیٹ پر پٹی باندھی ہوئی تھی، میں نے بعض صحابہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ پر پٹی کیوں باندھی ہوئی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ بھوک کی وجہ سے باندھی ہوئی ہے۔ میں ابوطلحہ کے پاس آیا، وہ ام سلیم بنت ملحان کے شوہر تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ ابا جان رسول اللہ ﷺ کے پیٹ پر پٹی بندھی ہوئی تھی میں نے آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ بھوک کی وجہ سے باندھی ہے۔ ابوطلحہ میری ماں کے پاس آئے اور ان سے پوچھا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں روٹی کے ٹکڑے اور چند کھجوریں ہیں۔ اگر آپ ﷺ تنہا تشریف لے آئیں تو سیر ہو جائیں گے اور اگر

اور لوگ بھی ہوئے تو کم پڑے گا۔ اس کے بعد پھر باقی حدیث بیان کی۔

تخریج حدیث(۵۲۱): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوۃ فی الاسلام: صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار من یثق رضاہ بذلک.

کلمات حدیث: ملفت : انہوں نے لپیٹ دیا۔ لف لفا (باب نصر) لپیٹنا۔ ففت : توڑا گیا ٹکڑے کیے گئے۔ فت فتا (باب نصر) چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنا۔

شرح حدیث: حضرت ابوطلحہ زید بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ حضرت ام سلیم کے دوسرے شوہر تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ام سلیم کے صاحبزادے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی آواز میں کمزوری سے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ کو شدت بھوک سے ضعف ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور دیکھا کہ آپ ﷺ کے شکم مبارک پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت انس بچے تھے، آپ نے صحابہ میں کسی صحابی سے وجہ دریافت کی۔ بتایا گیا کہ آپ ﷺ نے شکم مبارک بھوک کی شدت سے باندھا ہوا ہے۔ انہوں نے آکر یہ احوال اپنی ماں ام سلیم سے بیان کیا۔ ام سلیم نے اسی وقت کچھ روٹیاں اپنے دوپٹے کے ایک کنارے میں باندھیں اور اسی بندھے ہوئے حصہ کو حضرت انس کے کپڑوں میں چھپا کر دوپٹہ کا باقی حصہ اوپر سے لپیٹ دیا۔

حضرت انس جا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس اور ان کے اصحاب کے پاس کھڑے ہو گئے، ایک روایت میں ہے کہ ابوطلحہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہما سے کہا تھا بیٹا رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر کھڑے ہو جانا جب آپ ﷺ کے اصحاب اٹھ جائیں اور رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لے جانے لگیں تو تم ان کے ساتھ جانا جب دروازے کے قریب پہنچو تو جب عرض کرنا کہ ابا جان آپ ﷺ کو بلاتے ہیں۔ غرض حضرت انس رضی اللہ عنہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا کھانے کے لیے بلایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی ہاں۔

غرض رسول کریم ﷺ اور تمام اصحاب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر آگئے اور چند روٹیاں تھیں جن پر گھی ٹپکا دیا گیا روٹیاں ایک بڑے برتن میں تھیں رسول اللہ ﷺ انگشت شہادت سے روٹی پر پھیلاتے اور بسم اللہ پڑھتے یہاں تک کہ بڑھنے لگیں اور اوپر اٹھنے لگیں اور سارا لگن بھر گیا۔ دس دس آدمیوں نے کھایا، اس طرح اسی آدمیوں نے کھایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور بچا ہوا کھانا پڑوس میں بھی بھیج دیا گیا۔

(ارشاد الساري: ۸/ ۷۰۔ فتح الباري: ۲/ ۳۸۲۔ عمدة القاري: ۱۶/ ۱۶۶۔ شرح صحيح مسلم للنووي: ۱۳/ ۱۸۰)

الباب (۵۷)

بَابُ الْقَنَاعَةِ وَالْعَفَافِ، وَالْاِقْتِصَادِ فِي الْمَعِيشَةِ وَالْاِنْفَاقِ، وَذَمِّ السُّؤَالِ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ

قناعت وعفاف معیشت وانفاق میں اقتصاد اور بلاضرورت سوال کی مذمت

۱۷۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي ٱلْأَرْضِ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ رِزْقُهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''کوئی شئے زمین پر چلنے والی ایسی نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔'' (ہود: ۶)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں فرمایا کہ زمین پر چلنے والا ہر جاندار جسے رزق کی احتیاج لاحق ہو اس کو روزی پہنچانا اللہ نے محض اپنے فضل سے اپنے ذمہ لازم کرلیا ہے، جس قدر روزی جس کے لیے مقدر ہے وہ اسے یقیناً پہنچ کر رہے گی جو وسائل واسباب بندہ اختیار کرتا ہے وہ روزی پہنچنے کے دروازے ہیں اگر آدمی کی نظر اسباب ووسائل کو اختیار کرتے وقت مسبب الاسباب پر ہو تو یہ توکل کے منافی نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ان وسائل واسباب میں مقید اور محصور سمجھنا درست نہیں وہ گاہ بگاہ سلسلۂ اسباب کو چھوڑ کر روزی پہنچا دیتا ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر عثمانی)

اصل فقیر وہ ہے جو لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے

۱۷۷. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ لِلْفُقَرَآءِ ٱلَّذِينَ أُحْصِرُوا۟ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي ٱلْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ ٱلْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ ٱلتَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُونَ ٱلنَّاسَ إِلْحَافًا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''ان فقراء کے لیے جو اللہ کے راستے میں محصور ہو گئے، وہ زمین میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے، ناواقف انہیں تعفف کی بنا پر غنی سمجھتے ہیں مگر تم انہیں ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔'' (البقرة: ۲۷۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ تمہارے صدقات اور انفاق کے مستحق وہ فقراء ہیں اور ان کو دینا بڑا اجر وثواب ہے جو اللہ کی راہ اور اس کے دین کے کام میں مقید ہو کر چلنے پھرنے کھانے کمانے سے رک رہے ہیں اور کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے صحابۂ کرام اور خاص طور پر اہل صفہ تھے، جنہوں نے گھر بار چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کرلی تھی اور علوم نبوی ﷺ کے حصول ہی میں لگے رہتے تھے۔ (تفسیر عثمانی)۔

میانہ روی شرعاً پسندیدہ ہے

۱۷۸. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَالَّذِينَ إِذَآ أَنفَقُوا۟ لَمْ يُسْرِفُوا۟ وَلَمْ يَقْتُرُوا۟ وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی، وہ ان دونوں کے درمیان معتدل ہوتے ہیں۔''

(الفرقان:٦٧)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں معیشت میں اور خرچ میں اقتصاد اور اعتدال پر زور دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ انسان ذاتی زندگی میں خرچ میں نہ اسراف کرے اور نہ بالکل ہاتھ روک لے بلکہ اعتدال کے ساتھ میانہ روی اختیار کرے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں انفاق اور صدقات میں بھی اعتدال اور توازن کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ (تفسیر عثمانی۔ معارف القرآن)

انسان وجنات کی تخلیق عبادت کے لیے ہے

۱۷۹. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَآ أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَآ أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اور میں نے جن اور انس کو نہیں پیدا کیا ہے سوائے اس کے کہ وہ میری عبادت کریں نہ میں ان سے رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔'' (الذاریات:٥٦)

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَتَقَدَّمَ مُعْظَمُهَا فِي الْبَابَيْنِ السَّابِقَيْنِ، وَمِمَّا لَمْ يَتَقَدَّمْ .

اس موضوع سے متعلق متعدد احادیث پہلے دو ابواب میں گزر چکی ہیں کچھ یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ جن و انس عبادت اور بندگی کے لیے پیدا کیے گئے اللہ کا کوئی نفع یا فائدہ ان سے متعلق نہیں ہے وہ ان سے روزی طلب نہیں کرتا بلکہ ان کو روزی پہنچاتا ہے وہ ان سے کھانا نہیں مانگتا بلکہ ساری مخلوقات کو وہ کھلاتا ہے، جب وہ خالق بھی اور رازق بھی ہے تو بندگی اور عبادت بھی اسی کی کی جائے۔ (معارف القرآن)

اصل مالداری دل کا غنی ہونا ہے

۵۲۲. عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . " اَلْعَرَضُ " بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالرَّآءِ هُوَ الْمَالُ "

(۵۲۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مال و اسباب کی زیادتی کا نام غنا نہیں

ہے۔غنا تو نفس کے استغناء کا نام ہے۔(متفق علیہ) عرض کے معنی مال کے ہیں۔

تخریج حدیث(۵۲۲): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب لیس الغنی عن کثرۃ العرض .

کلمات حدیث: عرض : سامان، اشیاء، جمع عروض .

شرح حدیث: ابن بطال فرماتے ہیں کہ حقیقت غنا کثرت مال نہیں ہے کیونکہ بہت سے ایسے مالدار ہوتے ہیں کہ کثرت مال کے باوجود ان کی طبیعت سیر نہیں ہوتی اور قناعت حاصل نہیں ہوتی بلکہ جس قدر مال بڑھتا جاتا ہے اتنی ہی حرص بڑھتی جاتی ہے اور اس دھن میں لگا رہتا ہے کہ کہیں سے اور مال آجائے اور اس دھن میں اچھے برے کی بھی تمیز جاتی رہتی ہے، بلکہ حرص تو یہ بتلاتی ہے کہ وہ در حقیقت فقیر ہے کیونکہ فقر تو نام ہی احتیاج کا ہے جب احتیاج باقی ہے تو فقر بھی باقی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جسے حقیقی غنا حاصل ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر قانع ہوتا ہے، وہ حرص کا شکار نہیں ہوتا، وہ غیر ضروری طور پر دنیا کے مال و اسباب کے پیچھے نہیں بھاگتا وہ دست سوال دراز نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہوتا ہے اور اگر کوئی شئے ضائع ہو جائے یا مال تلف ہو جائے تو رنج و غم میں مبتلا نہیں ہوتا اور مال و دولت آجائے تو ضرورت سے زیادہ خوش نہیں ہوتا بلکہ دینے والے کا حمد و شکر کرتا ہے۔

نفس کا غنا دراصل قلب کا مستغنی ہونا ہے اور قلب تب مستغنی ہوتا ہے جب آدمی اللہ تعالیٰ کا محتاج اور اس کا دست نگر ہو جائے اور انسانوں سے اپنی احتیاج کا تعلق منقطع کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنی احتیاج کا رشتہ استوار کر لے جو مانگے اسی سے مانگے اور جو ملے اس پر راضی برضا ہو کر شکر گزار بندہ بن جائے۔ (ارشاد الساري : ۱۳/ ٤٤٨ ـ روضة المتقين : ۲/ ۷٤ ـ دليل الفالحين : ۲/......)

****

۵۲۳. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۲۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اسلام قبول کیا اسے بقدر ضرورت رزق عطا کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو کچھ دیا اس پر قناعت کی توفیق بھی مل گئی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۵۲۳): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الکفاف و القناعۃ .

کلمات حدیث: افلح : کامیاب ہوا۔ فلاح : کامیابی۔ دنیا اور آخرت کی کامیابی۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی بندگی کی توفیق، رزق کفاف اور قناعت اس قدر بڑی اور عظیم نعمتیں ہیں کہ دنیا بھر کی نعمتیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، حافظ المنذری الترغیب والترہیب میں فرماتے ہیں کہ رزق کفاف کے معنی ہیں کہ آدمی کو اتنا میسر ہو کہ اسے کسی سے مانگنے کی حاجت نہ ہو اور حاجت سے زائد بھی نہ ہو لیکن جو حاصل ہو اس پر قناعت حاصل ہو۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اتنا مال جس

سے ضرورتیں پوری ہوجائیں اور ترفہ میں داخل نہ ہو۔ (شرح مسلم للنووي : ۷/ ۱۳۰ ۔ دليل الفالحين : ۲/ ۴۰۸)
اس حدیث کی شرح پہلے بھی گزر چکی ہے۔

اشراف نفس سے ممانعت

۵۲۴. وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَاَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَاَعْطَانِيْ، ثُمَّ قَالَ " يَاحَكِيْمُ : اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ، وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهٗ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَايَشْبَعُ : "وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى" قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدْعُوْا حَكِيْمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَآءَ فَيَاْبٰى اَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهٗ فَاَبٰى اَنْ يَقْبَلَهٗ فَقَالَ : يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اُشْهِدُكُمْ عَلٰى حَكِيْمٍ اِنِّيْ اَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِيْ قَسَمَهُ اللّٰهُ لَهٗ فِيْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَاْبٰى اَنْ يَاْخُذَهٗ فَلَمْ يَرْزَاْ حَكِيْمٌ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" يَرْزَاْ " بِرَآءٍ ثُمَّ زَاىٍ ثُمَّ هَمْزَةٍ، اَىْ لَمْ يَاْخُذْ مِنْ اَحَدٍ شَيْئًا، وَاَصْلُ الرُّزْءِ النُّقْصَانُ : اَىْ لَمْ يَنْقُصْ اَحَدًا شَيْئًا بِالْاَخْذِ مِنْهُ، وَاِشْرَافُ النَّفْسِ " تَطَلُّعُهَا وَطَمَعُهَا بِالشَّيْءِ " وَسَخَاوَةُ النَّفْسِ " هِيَ عَدَمُ الْاِشْرَافِ اِلَى شَيْءٍ وَالطَّمَعِ فِيْهِ وَالْمُبَالَاةِبِهٖ وَالشَّرَهِ " .

(۵۲۴) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا میں نے پھر سوال کیا پھر عطا فرمایا میں نے پھر سوال کیا پھر عطا کیا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے حکیم! یہ مال سرسبز و شیریں ہے جو شخص اسے سخاوت نفس سے حاصل کرے اس کے لیے اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو نفس کے لالچ کے ساتھ حاصل کرتا ہے اس کے لیے اس میں برکت نہیں دی جاتی اور وہ اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جو کھاتا ہے مگر پیٹ نہیں بھرتا اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حکیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں آپ ﷺ کے بعد کسی سے نہ کوئی چیز لوں گا یہاں تک کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حکیم کو دینے کے لیے بلاتے مگر وہ انکار کر دیتے اور کچھ نہ لیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں دینے کے لیے بلاتے مگر وہ انکار کر دیتے اور کچھ نہ لیتے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت تم گواہ رہو کہ میں حکیم کو اس کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس فئے میں مقرر کیا ہے مگر حکیم اسے لینے سے انکار کر رہے ہیں۔ غرض حکیم نے رسول اللہ ﷺ کے بعد سے لے کر اپنی وفات تک کبھی کوئی چیز کسی سے نہیں لی۔ (متفق علیہ) یرزا: یعنی کسی سے کوئی چیز نہیں لی۔ رزء کی اصل نقصان ہے یعنی کسی سے

کوئی چیز لے کر اس کا نقصان نہیں کیا۔ اشراف نفس: کسی چیز کی آس لگانا اور اس کا لالچ کرنا۔ سخاوت نفس: یعنی کسی چیز کی آس نہ لگانا اور نہ اس کی طمع کرنا اور نہ اس کی پرواہ کرنا اور نہ حرص کرنا۔

تخریج حدیث (۵۲۴): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان أن الید العلیا خیر من الید السفلی.

کلماتِ حدیث: لا أرزأ: میں کوئی کمی نہیں کروں گا، میں کسی سے نہیں مانگوں گا، میں کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کروں گا۔

شرح حدیث: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے متعدد بار سوال کیا اور آپ ﷺ نے ہر مرتبہ عطا فرمایا اور پھر انہیں نصیحت فرمائی کہ دنیا کا مال و دولت دنیا کی آرائش و زیبائش ہے۔ ﴿ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ یہ وقتی چمک دمک ہے اور جلد زائل ہو جانے والی ہے، یہ سرسبز و شاداب اور شیریں یعنی انسانی نفس کو مرغوب ہے اور نفس کے اندر اس کی جانب طبعی میل موجود ہے مگر اس کا حصول اسی وقت خوب اور بہتر ہے اور انسان کے حق میں مفید ہے جب سوال نہ ہو، اشراف نفس نہ ہو، طمع اور لالچ نہ ہو، انسان اپنی غیرت اور عزتِ نفس مال کی خاطر پامال نہ کرے بلکہ جب اللہ تعالیٰ دے تو عزتِ نفس کے ساتھ اور بغیر طمع و لالچ لے لے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جو ملا اس پر قناعت کرے زیادہ کی حرص نہ کرے یہ وہ مال ہے جس میں برکت ہوتی ہے اور غنا حاصل ہوتا ہے۔ بصورتِ دیگر اس میں برکت باقی نہیں رہتی اور آدمی اس سے پوری طرح مستفید نہیں ہو پاتا کہ وہ جاتا رہتا ہے پھر اور طلب کرتا ہے اور اس طرح وہ ایک ایسی وادی میں بھٹک جاتا ہے جہاں سے واپسی کا راستہ باقی نہیں رہتا اور بالآخر وہ اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جو کھاتا رہے اور اس کا پیٹ نہ بھرے۔

دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے، کہ لینے میں بہت سی اخلاقی، دینی اور معاشرتی برائیاں اور خرابیاں ہیں اور دینے میں ہر طرح کی خوبیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اجرِ عظیم ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نفوس فیض نبوی ﷺ سے مجلی اور مصفی ہو گئے، حضرت حکیم بن حزام پر اس نصیحت کا ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اس وقت قسم کھالی کہ کسی سے کبھی کچھ نہ لوں گا اور انہوں نے اس پر عمل کر دکھایا۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مال فئے میں سے اپنا وہ حصہ بھی نہیں لیا جو سب مسلمانوں کو ملتا تھا۔

(فتح الباري : ۳/۳۵۶۔ ارشاد الساري : ۷/۶۲)

غزوۂ ذات الرقاع

۵۲۵. وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الاَشْعَرِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةٍ وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيْرٌ نَعْتَقِبُهٗ فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمِیْ وَسَقَطَتْ اَظْفَارِیْ فَكُنَّا نَلُفُّ عَلٰى اَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ عَلٰى اَرْجُلِنَا مِنَ الْخِرَقِ قَالَ اَبُوْ بُرْدَةَ: فَحَدَّثَ اَبُوْمُوْسٰى بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ثُمَّ كَرِهَ ذٰلِكَ وَقَالَ: مَاكُنْتُ اَصْنَعُ بِاَنْ

اَذْكُرَه' : قَالَ كَاَنَّه' كَرِهَ اَنْ يَكُوْنَ شَيْئًا مِنْ عَمَلِهٖ اَفْشَاهُ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۲۵) حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے ہم چھ آدمی تھے اور ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے پیدل چلنے سے ہمارے پیر پھٹ گئے اور میرے پیر بھی پھٹ گئے اور میرے ناخن بھی ٹوٹ کر گر گئے۔ ہم نے اپنے پیروں پر پٹیاں لپیٹ لی تھیں، اس لیے اس غزوہ کا نام ہی غزوۂ ذات الرقاع پڑ گیا۔ کیونکہ ہم نے اپنے پیروں پر چیتھڑے باندھ لیے تھے۔

حضرت ابو بردہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی پھر انہیں کچھ اچھا نہ لگا اور کہنے لگے میں نہیں چاہتا تھا کہ اس بات کا ذکر کروں یعنی انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ اپنے کسی عمل کو بیان کریں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۲۵): صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة ذات الرقاع . صحيح مسلم كتاب الجهاد والسير، باب غزوة ذات الرقاع .

کلمات حدیث: نقبت : پھٹ گئے، زخمی ہو گئے۔ نقب نقباً (باب سمع) موزے کا پھٹا ہوا ہونا۔

شرح حدیث: غزوۂ ذات الرقاع کے نام اور وقت کے بارے میں اختلاف ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ ہے کہ یہ فتح خیبر کے بعد ہوا اور ذات الرقاع نام ہونے کی ایک وجہ تو خود اس حدیث میں بیان ہوئی ہے اور دیگر وجوہات بھی ذکر کی گئی ہیں۔ ایک وجہ یہ بیان کی گئی کہ جھنڈوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور ایک وجہ یہ بیان کی گئی کہ ایک درخت اس نام کا کسی مقام پر تھا، لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے اسی سبب کو ترجیح دی ہے جو خود اس حدیث میں بیان ہوا کیونکہ اس غزوہ میں صحابہ کے پیر زخمی ہو گئے اور انہوں نے پیروں پر پٹیاں باندھ لی تھیں اس لیے اس کا نام غزوۂ ذات الرقاع ہو گیا۔

یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جفاکشی اور سخت کوشی کا عالم تھا کہ ایک اونٹ چھ آدمیوں کے پاس ہے اور اس پر باری باری سوار ہو رہے ہیں اور پیدل چلتے چلتے پاؤں پھٹ گئے، ناخن تک ٹوٹ کر گر گئے مگر صبر واستقامت کے یہ پیکر اپنی جگہ سے نہ ہلے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں ثابت قدمی سے آگے بڑھتے گئے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے حکم پر جاں نثاری اور فداکاری کے ثبوت پیش کر گئے۔

پھر حضرت ابوموسیٰ اس حدیث کو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور ان کے احوال کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اور بیان کرتے ہوئے متامل بھی ہوتے ہیں کہ اس میں خود ان کی بھی آزمائش اور اس پر صبر کا ذکر آتا ہے کہ نیکی اللہ کے اور اللہ کے بندے کے درمیان معاملہ ہے۔ (فتح الباري : ۵۷۳/۲ ۔ روضة المتقين : ۷۸/۲ ۔ دليل الفالحين : ۴۱۱/۲)

رسول اللہ ﷺ کا عمرو بن حرام کے استغناء کی تعریف

۵۲۶. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ "بِفَتْحِ التَّآءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقَ وَاِسْكَانِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ" رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِمَالٍ اَوْ سَبْيٍ فَقَسَّمَه' فَاَعْطٰى رِجَالاً وَتَرَكَ

رِجَالاً فَبَلَغَهُ اَنَّ الَّذِيْنَ تَرَكَ عَتَبُوْا فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ "اَمَّا بَعْدُ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُعْطِى الرَّجُلَ وَاَدَعُ الرَّجُلَ وَالَّذِيْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الَّذِيْ اُعْطِيْ وَلٰكِنِّيْ اِنَّمَا اُعْطِيْ اَقْوَامًا لِمَا اَرٰى فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَاَكِلُ اَقْوَامًا اِلٰى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْغِنٰى وَالْخَيْرِ مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ" قَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ، فَوَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

" اَلْهَلَعُ " هُوَ اَشَدُّ الْجَزَعِ، وَقِيْلَ الضَّجَرُ.

(۵۲۶) حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (تغلب تاء کے زبر غین کے سکون اور لام کے زیر کے ساتھ ہے) کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی یا مال آیا۔ آپ ﷺ نے انہیں تقسیم فرما دیا، آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ لوگوں کو نہ دیا۔ پھر آپ ﷺ کو یہ بات پہنچی کہ جن کو آپ ﷺ نے نہیں دیا وہ ناراض ہوئے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا: امابعد! اللہ کی قسم میں کچھ لوگوں کو دیتا ہوں اور کچھ لوگوں کو نہیں دیتا اور جن لوگوں کو میں نہیں دیتا وہ مجھے ان سے محبوب ہیں جنہیں میں دیتا ہوں۔ میں ان لوگوں کو دیدیتا ہوں جن کے دلوں میں گھبراہٹ اور بے چینی دیکھتا ہوں اور جن لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ اللہ نے ان کے دلوں میں خیر اور استغناء پیدا کیا ہے تو میں انہیں اللہ کے سپرد کر دیتا ہوں انہی میں سے ایک عمرو بن تغلب ہیں۔ حضرت عمرو بن تغلب کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کی اس بات کے مقابلے میں سرخ اونٹ لینا بھی پسند نہیں کروں گا۔ ہلع کے معنی گھبراہٹ کے ہیں اور بعض نے اس کا ترجمہ بے قراری کیا ہے۔

تخریج حدیث(۵۲۶): صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب من قال فی الخطبة بعد الثناء اما بعد.

کلمات حدیث: عتبوا: ناراضگی کا اظہار کیا۔ عتب عتباً (باب نصر) خفا ہونا، ناراض ہونا۔

راوی حدیث: حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے اور پھر بصرہ میں آباد ہو گئے آپ سے دو احادیث مروی ہیں اور دونوں بخاری نے روایت کی ہیں۔ (دلیل الفالحین : ۲/۴۱۲)

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے معاملات میں عدل و انصاف سے کام لیتے اور فراستِ نبوی ﷺ سے ان کے امور کو نمٹاتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: مجھے جن لوگوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان کو نہ دیا جائے تو وہ پریشان ہوں گے اور ان کی طبیعت میں بے چینی اور اضطراب ہوگا تو آپ ﷺ انہیں عطا فرماتے اور جن کے بارے میں آپ ﷺ سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قناعت سے نوازا ہے اور ان کو صبر و ہمت عطا فرمائی ہے ان کو آپ ﷺ نہ دیتے اور فرمایا کہ یہی لوگ مجھے محبوب ہیں یعنی مال کی محبت نہ ہونے اور اس کے حصول کے لیے جزع وفزع نہ ہونے کی بنا پر اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر و استقامت سے نوازا ہے، ان اوصاف کی بنا پر وہ آپ ﷺ کو محبوب تھے اور فرمایا کہ ان میں سے عمرو بن تغلب بھی ہیں۔

عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے کوئی اس جملے کے بدلے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سرخ اونٹ بھی دیدے تو میں

نہ لوں، مطلب یہ نہیں کہ عمرو بن تغلب اپنے بارے میں تعریفی جملے سے خوش ہو رہے ہیں بلکہ وہ اس لیے خوش ہو رہے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں اپنے محبوبین میں شامل فرمایا ہے۔ (ارشاد الساري : ۲/ ۵۹۷۔ دليل الفالحين : ۲/ ۴۱۳)

بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد ہو

۵۲۷. وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلىٰ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنىً، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفُّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَلَفْظُ مُسْلِمٍ اَخْصَرُ .

(۵۲۷) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کرو جن کی کفالت تمہارے ذمے ہو۔ بہترین صدقہ وہ ہے جو ضروریات کی تکمیل کے بعد ہو اور جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اسے بچالیتا ہے اور جو استغناء اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے غنی فرما دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

الفاظ حدیث بخاری کے ہیں، مسلم کے الفاظ مختصر ہیں۔

تخریج حدیث (۵۲۷): صحيح البخاری، كتاب الزكوٰة، باب لا صدقة الا عن ظهر غنى . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب النفقة على العيال .

کلمات حدیث: تعول : تم کفالت کرتے ہو۔ عال عولاً (باب نصر) آل واولاد کی معاشی کفالت کرنا۔ عیال: آل اولاد۔

شرح حدیث: مؤمن کو چاہیے کہ ہر حال میں اللہ کے راستے میں خرچ کرتا رہے اور صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کرتا رہے لیکن اس سلسلے میں بھی اعتدال کو ہاتھ سے نہ جانے دے بلکہ اعتدال اور میانہ روی اختیار کرے کہ افضل صدقہ وہ ہے کہ آدمی دے کر تنگی محسوس نہ کرے، بلکہ دینے کے بعد بھی مستغنی رہے اور اتنا مال باقی رہے جس سے وہ اپنی حوائج اور ضروریات پوری کر سکے۔

جو شخص انسانوں کے سامنے اپنی احتیاج بیان کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجات کو رکھتا ہے اور اس سے مانگتا ہے اور انسانوں سے مانگنے سے گریز کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے مستغنی فرما دیتے ہیں۔

(فتح الباري : ۱/ ۸۲۸۔ ارشاد الساري : ۳/ ۵۵۰۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۷/ ۱۱۲)

مانگنے میں اصرار نہیں کرنا چاہیے

۵۲۸. وَعَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُلْحِفُوْا فِي الْمَسْأَلَةِ، فَوَاللّٰهِ لَا يَسْأَلُنِيْ اَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجَ لَهٗ مَسْأَلَتُهٗ مِنِّيْ شَيْئًا وَاَنَا لَهٗ كَارِهٌ فَيُبَارَكَ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتُهٗ . " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۲۸) حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوال کرنے میں اصرار نہ کرو۔ اللہ کی قسم تم سے اگر کوئی مجھ سے کچھ مانگے اور اس کے سوال پر میں ناپسندیدگی کے ساتھ اسے دیدوں تو اس کو اس مال میں برکت نہ ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۲۸): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب النھی عن المسألۃ۔

کلمات حدیث: لا تلحفوا : تم اصرار مت کرو۔ ألحف إلحافا (باب افعال) اصرار کے ساتھ اور لپٹ کر مانگنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے اصرار کے ساتھ سوال نہ کرو ہوسکتا ہے کہ میں اس وقت کسی مصلحت کی بناء پر نہ دینا چاہتا ہوں لیکن سوال میں اصرار کی بناء پر دیدوں تو اس مال میں برکت نہیں ہوگی۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۷/ ۱۱٤)

●●●●●●●●●●●●

لوگوں سے سوال نہ کرنے پر بیعت

۵۲۹. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِکِ الْاَ شْجَعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تِسْعَۃً اَوْ ثَمَانِیَۃً اَوْ سَبْعَۃً فَقَالَ:" اَلاَ تُبَایِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" وَکُنَّا حَدِیْثِیْ عَھْدٍ بِبَیْعَۃٍ، فَقُلْنَا : قَدْ بَایَعْنَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ " ثُمَّ قَالَ:" اَلاَ تُبَایِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ " فَبَسَطْنَا اَیْدِیَنَا وَقُلْنَا : قَدْ بَایَعْنَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَعَلَامَ نُبَایِعُکَ ؟ قَالَ : عَلٰی اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰہَ وَلاَ تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَالصَّلَوٰاتِ الْخَمْسِ وَتُطِیْعُوْا" وَاَسَرَّ کَلِمَۃً خَفِیْفَۃً "وَلاَ تَسْئَالُوا النَّاسَ شَیْئًا" فَلَقَدْ رَاَیْتُ بَعْضَ اُولٰئِکَ النَّفَرِ یَسْقُطُ سَوْطُ اَحَدِھِمْ فَلاَ یَسْئَالُ اَحَدًا یُنَاوِلَہٗ اِیَّاہُ . رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

(۵۲۹) حضرت ابوعبدالرحمٰن عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نو یا آٹھ یا سات افراد آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرو گے؟ حالانکہ ہم کچھ ہی دن پہلے بیعت ہو چکے تھے اس لیے ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم تو آپ ﷺ سے پہلے ہی بیعت ہو چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرو گے۔ اس پر ہم نے بیعت کے لیے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا ایک بیعت تو ہم پہلے کر چکے ہیں۔ اب ہم کس امر پر بیعت کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بیعت کرو کہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، پانچ وقت کی نمازیں ادا کرو گے اور اللہ کی اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔ حضرت عوف بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے ان میں سے بعض لوگوں کو دیکھا کہ اگر ان کا کوڑا زمین پر گر جاتا تو وہ کسی سے اس کو اٹھا کر دینے کا سوال نہ کرتے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۲۹): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب کراھیۃ المسألۃ بالناس۔

راوی حدیث: حضرت ابوعبدالرحمٰن مالک بن عوف اشجعی رضی اللہ عنہ فتح مکہ میں شرکت فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ سے سرسٹھ احادیث

روایات کی ہیں جن میں چھ متفق علیہ ہیں۔ (دلیل الفالحین : ٢/٤١٦)

شرح حدیث: صحابہ رسول اللہ ﷺ کی ہر معاملے میں اقتداء کرتے تھے اور ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے تھے اور آپ ﷺ کی نصائح خواہ معاشرت سے متعلق ہو یا معیشت سے، اخلاق سے متعلق ہوں یا اعمال سے وہ ہر ہر معاملے میں آپ ﷺ کی اتباع اپنے لیے لازم سمجھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بعض اصحاب کو نصیحت فرمائی کہ کسی سے کوئی سوال نہ کرو تو انہوں نے اس پر اس طرح عمل کیا کہ اگر سواری پر سے کسی کا کوڑا بھی گر جاتا تو وہ سواری سے اترتا اپنا کوڑا اٹھاتا اور دوبارہ سواری پر بیٹھ کر روانہ ہو جاتا لیکن پاس سے گزرنے والے سے یہ نہ کہتا کہ میرا کوڑا اٹھادو۔ (شرح مسلم للنووي : ٧/١١٦۔ روضه المتقين : ٢/٨٢)

مانگنے والوں کا چہرہ قیامت کے دن گوشت سے خالی ہوگا

٥٣٠. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَاتَزَالُ الْمَسْئَلَةُ بِاَحَدِكُمْ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" اَلْمُزْعَةُ " بِضَمِّ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الزَّايِ وَبِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ . اَلْقِطْعَةُ .

(٥٣٠) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو آدمی سوال کرتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ تو وہ اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا تک نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

مزعة : میم کے پیش کے ساتھ، بوٹی کا ٹکڑا، گوشت کا ٹکڑا۔

تخریج حدیث(٥٣٠): صحيح البخاري، كتاب الزكوة، باب من سأل الناس تكثراً. صحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب كراهة المسألة للناس .

کلمات حدیث: مسألة : سوال، مانگنا۔

شرح حدیث: امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص جو دنیا میں سوال کرتا رہا ہو وہ قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی یا اس کے چہرے پر عذاب ہوگا جس سے اس کے چہرے کا گوشت گر جائے گا۔

ابن ابی جمرہ نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں کہ اس کے چہرے کا حسن باقی نہیں رہے گا۔ المہلب کہتے ہیں کہ حدیث سے اپنے ظاہری معنی مراد ہیں۔ یعنی اس کے چہرے پر گوشت نہیں رہے گا اور یہ اس کی سزا ہوگی اور اس کی علامت بھی ہوگی۔

بہر حال یہ حدیث اس شخص سے متعلق ہے جو بلا ضرورت ایسا سوال کرے جس سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث مرفوع میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اپنے مال میں اضافے کے لیے لوگوں سے مانگے تو وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خراشیں پڑی ہوئی ہوں گی اگر کوئی چاہے تو ان کو کم کرے اور چاہے تو زیادہ کر لے۔'' (فتح الباري : ١/٨٤٦)

دینے والا لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے

۵۳۱. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنبَرِ، وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْئَالَةِ " اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلىٰ وَالْيَدُ الْعُلْيَا وَهِيَ الْمُنفِقَةُ، السُّفْلىٰ هِيَ السَّآئِلَةُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۳۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور صدقہ کا اور تعفف یعنی سوال سے احتراز کا ذکر فرما رہے تھے۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر والا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے والا سوال کرنے والا ہاتھ ہے۔" (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۵۳۱): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب لا صدقة الا عن ظهر غنى . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب النفقة على العيال .

کلمات حدیث: اليد العليا: اوپر والا ہاتھ، جو ہاتھ اوپر ہو، یعنی دینے والا ہاتھ۔ اليد السفلى : نچلا ہاتھ، یعنی وہ ہاتھ جو نیچے ہو یعنی لینے والا ہاتھ۔

شرح حدیث: مقصود حدیث انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ کہ بغیر حق اور بلا ضرورت سوال کرنا بہت بڑی اخلاقی برائی ہے جس سے اجتناب ضروری ہے کہ اس سے انسان کی عزت نفس پامال ہوتی ہے اور بہت سی اخلاقی اور دینی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس حدیث کی شرح پہلے بھی ۲۷ میں گزر چکی ہے۔ (دليل الفالحين : ۲/ ٤١٨)

مال بڑھانے کے لیے بھیک مانگنا آگ کے انگارے جمع کرنا ہے

۵۳۲. وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَ ةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا، فَاِنَّمَا يَسْئَالُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ اَوْلِيَسْتَكْثِرْ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۳۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی سے اس لیے سوال کرے کہ اس کے مال میں اضافہ ہو۔ وہ مال نہیں جمع کر رہا انگارے جمع کر رہا ہے خواہ کم جمع کرے یا زیادہ کرلے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۳۲): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب کراهت المسألة بالناس .

کلمات حدیث: جمراً : انگارہ، جہنم کا انگارہ۔

شرح حدیث: وعید شدید ہے اس شخص کے لیے جو لوگوں سے بلا ضرورت بکثرت سوال کرے اس کا یہ سوال دہکتے ہوئے انگارے اور عذاب جہنم ہے۔ (روضة المتقين : ۲/ ٨٤)

بھیک مانگنے والا اپنے چہرہ زخمی کرتا ہے

۵۳۳. وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ الْمَسْأَلَةَ كَدٌّ يَكُدُّبِهَا الرَّجُلُ وَجْهَه، اِلَّا اَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا اَوْ فِيْ اَمْرٍ لاَ بُدَّ مِنْهُ ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ . " اَلْكَدُّ " اَلْخَدْشُ وَنَحْوَه .

(۵۳۳) حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوال کرنا خراش ہے اور آدمی سوال کر کے اپنا چہرہ چھیلتا ہے، مگر یہ کہ آدمی بادشاہ سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملہ میں سوال کرے جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔

(اسے ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے) کد کے معنی خراش کے ہیں۔

تخریج حدیث(۵۳۳): الجامع للترمذي، كتاب الزكوٰة، باب ما جاء في النهي عن المسألة .

کلمات حدیث: کد : خراش۔

شرح حدیث: خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مانگنے کی اس صورت میں اجازت ہے جب آدمی صاحب اختیار اور اقتدار سے اپنا حق مانگے، اگرچہ یہ مانگنے والا غنی ہو یا ایسی صورت پیدا ہوگئی ہو کہ اس کے پاس مال باقی نہ رہا ہو یا مال تک اس کی رسائی نہ ہو مثلاً سفر میں ہو یا کوئی حادثہ یا مصیبت پیش آ گئی ہو جس کی وجہ سے مجبور ہو گیا ہو پھر سوال جائز ہے اور بلاضرورت سوال کی وعید حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ (تحفة الأحوذي : ۴۰۶/۳)

لوگوں کے سامنے فقر ظاہر کرنے کی مذمت

۵۳۴. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " مَنْ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُه، وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ فَيُوْشِكُ اللّٰهُ لَه بِرِزْقٍ عَاجِلٍ اَوْ اٰجِلٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

" يُوْشِكُ " بِكَسْرِ الشِّيْنِ : اَيْ يُسْرِعُ .

(۵۳۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص فاقہ سے ہو تو وہ لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرے تو اس کا فاقہ ختم نہیں ہوگا اور جو اس کا اظہار اللہ کے سامنے کرے تو اللہ تعالیٰ جلد یا بدیر اسے روزی عطا فرما دیتے ہیں۔ (ابوداؤد نے اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

یوشک کے معنی ہیں جلدی کرے۔

تخریج حدیث(۵۳۴): سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰة، باب الاستعفاف . الجامع للترمذي، ابواب الزهد، باب ما جاء في الهم في الدنيا.

کلمات حدیث: لم تسد فاقته : اس کا فاقہ دور نہ ہوگا، اس کی بھوک نہیں مٹے گی۔

شرح حدیث: جو شخص فاقہ سے ہو یعنی بھوک کی شدت کا شکار ہو اور وہ اس کا اظہار انسانوں کے سامنے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھوکا ہی رکھتے ہیں کہ ایک ایک لقمہ کے لیے وہ ہر دروازے پر جاتا رہے کیونکہ اس نے رازق کو رازق نہیں مانا بلکہ انسانوں کو رازق جانا تو پھر اسے انسانوں کے دروازے ہی پر جانا چاہیے اور جس نے اپنی بھوک کا اظہار اللہ کے سامنے کیا اللہ تعالیٰ اس کی بھوک رفع فرمادیں گے۔

﴿ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾

اس کو اس طرح رزق پہنچادیں گے اس کا گمان اور اس کا خیال تک بھی وہاں نہیں پہنچ سکے گا اور یہ بات کیفیت، کمیت اور نوعیت تینوں سے متعلق ہے، آدمی کو معلوم نہیں ہے اور نہ اس کے گمان کی رسائی ہے کہ اللہ جو رزق اسے عطا فرمائیں گے اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ اور وہ کس طرح اور کس ذریعے سے اس تک پہنچے گا؟ نہ اسے کمیت کا اندازہ ہوگا کہ اس کی مقدار کیا ہوگی؟ اور نہ اسے یہ پتہ ہوگا کہ اس کی نوعیت کیا ہوگی؟

وہب بن منبہ نے ایک شخص کو کہا جو ارباب ثروت اور اصحاب اقتدار سے ملا کرتا تھا۔ برا ہو تیرا تو لوگوں کے دروازے پر جاتا ہے جو چاہیں تجھ سے اپنا دروازہ بند کرلیں اور اپنی دولت تجھ سے چھپالیں اور اس کے دروازے پر نہیں گیا جو اپنا دروازہ کبھی کسی سائل سے نہیں بند کرتا اور جو خود بلا بلا کر شب و روز تقسیم کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو خود فرماتا ہے:

﴿ وَسْـَٔلُوا اللَّهَ مِن فَضْلِهِ ﴾

''اور اللہ سے اس کا فضل طلب کرو۔'' (دليل الفالحين : ٢/ ٤٢٠)

سوال نہ کرنے پر جنت کی ضمانت

۵۳۵. وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَكَفَّلَ لِيْ اَنْ لَا يَسْـَٔالَ النَّاسَ شَيْـًٔا وَاَتَكَفَّلُ لَهٗ بِالْجَنَّةِ ؟ " فَقُلْتُ : اَنَا : فَكَانَ لَا يَسْـَٔالُ اَحَدًا شَيْـًٔا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۵۳۵) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے سوال نہیں کرے گا میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ میں ضمانت دیتا ہوں۔ اس کے بعد ثوبان نے کبھی کسی سے کوئی سوال نہیں کیا۔ (ابوداؤد نے صحیح سند سے روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۵۳۵): سنن ابی داؤد، كتاب الزكوة، باب كراهية المسألة .

کلمات حدیث: تكفل : کفیل بن گیا، ضامن ہوگیا۔ كفل كفالة (باب نصر) کسی کی ذمہ داری قبول کرنا۔

شرح حدیث: اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر پورا پورا بھروسہ کرتا ہو اور اسی پر اس کا توکل ہو اور وہ اللہ کے سوا انسان سے کوئی سوال نہ

کرے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کی جنت کا ضامن ہوں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ ثوبان نے کبھی کسی سے کوئی سوال نہیں کیا ان کا کوڑا اگر جاتا تھا تو وہ سواری سے اتر کر خود اٹھاتے تھے اور کسی سے نہ کہتے تھے کہ مجھے دیدو۔

(روضة المتقین : ۲/۸٤)

* * * * * * * * * * * * *

تین آدمیوں کے لیے سوال کرنا جائز ہے

۵۳۶. وَعَنْ اَبِیْ بِشْرٍ قَبِیْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : تحمّلْتُ حمالة فاتیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُهٗ فِیْهَا فَقَالَ " اَقِمْ حَتّٰی تَاتِیَنا الصَّدقَةُ فنامُرلک بها" ثُمَّ قَالَ:" یا قبِیْصَةُ اِنَّ الْمَسْاَلَةَ لَاتَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلَاثَةٍ : رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فحلّتْ لهُ الْمسْالة حتّی یُصیبها ثُمَّ یُمْسِکُ، وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ جَآئِحَةٌ اِجْتَاحَتْ مَالَهٗ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِنْ عَیْشٍ اَوْقَالَ : سِدَادًا مِنْ عَیْشٍ، وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰی یَقُوْلَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِی الْحجی مِنْ قَوْمِهٖ لَقَدْ اَصابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِنْ عَیْشٍ اَوْقَالَ: سِدادًا مِنْ عَیْشٍ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْاَلَةِ یَاقَبِیْصَةُ سُحْتٌ یَا کُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

" اَلْحَمَالَةُ " بِفَتْحِ الْحآءِ : اَنْ یَقَعَ قِتَالٌ وَنَحْوُهٗ بَیْنَ فَرِیْقَیْنِ فَیُصْلِحُ اِنْسَانٌ بَیْنَهُمْ عَلٰی مَالٍ یَتَحَمَّلُهٗ وَیَلْتَزِمُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ : " وَالْجَآئِحَةُ " : اَلْاٰ فَةُ تُصِیْبُ مَالَ الْاِنْسَانِ : " وَالْقِوَامُ " بِکَسْرِ الْقَافِ وَفَتْحِهَا: هُوَ مَا یَقُوْمُ بِهٖ اَمْرُ الْاِنْسَانِ مِنْ مَالٍ وَّنَحْوِهٖ ! " وَالسِّدَادُ " بِکَسْرِ السِّیْنِ : مَا یَسُدُّ حَاجَةَ الْمُعْوِزِ وَیَکْفِیْهِ " وَالْفَاقَةُ " اَلْفَقْرُ : " وَالْحِجَی " اَلْعَقْلُ .

(۵۳۶) حضرت ابو بشر قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ذمہ ضمانت لے لی اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس غرض کے لیے سوال کرنے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ٹھہرو ہمارے پاس صدقہ کا مال آجائے تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے قبیصہ سوال صرف تین صورتوں میں سے ایک میں جائز ہے۔ وہ شخص جس نے کسی کی ضمانت اپنے ذمہ لے لی اس کے لیے سوال اس وقت تک حلال ہے جب تک ضرورت پوری ہو اس کے بعد رک جائے۔ دوسرا وہ آدمی جسے کوئی حادثہ پیش آجائے جس سے اس کا مال ختم ہو جائے اس کے لیے سوال درست ہے یہاں تک کہ اتنی مقدار پالے جس سے زندگی گزار سکے یا اس کی ضرورت کو پوری کردے اور تیسرے وہ جس کو فاقہ پہنچ جائے اور اس کی قوم کے تین عقلمند لوگ کہہ دیں کہ فلاں فاقے کا شکار ہے اس کو اس وقت تک سوال جائز ہے یہاں تک کہ اسے گزر اوقات مل جائے یا اس کی ضرورت پوری ہو جائے۔ اس کے سوا سوال اے قبیصہ! آگ ہے جس کو مانگنے والا کھاتا ہے اور حرام کھاتا ہے۔ (مسلم)

حمالۃ : ح کے فتحہ کے ساتھ، ایسی صورت جب فریقین میں لڑائی یا کوئی اور واقعہ ہو جائے اور ان کے درمیان کوئی صلح کرانے کے

لیے کوئی مال اپنے ذمہ لے لے۔ جائحہ : ایسی آفت جس میں انسان کا مال ضائع ہو جائے۔ قوام: ہر وہ شئے جس سے انسان کے معاملات استوار ہوں جیسے مال۔ سداد : جس سے تنگدست کی حاجت پوری ہو اور اسے کافی ہو جائے۔ فاقہ: کے معنی فقر کے ہیں۔ حجی : کے معنی عقل کے ہیں۔

تخریج حدیث(۵۳۶): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب من تحل له المسألة.

راوی حدیث: حضرت ابو بشر قبیصۃ بن المخارق رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ ایک وفد کی صورت میں آئے اور اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے چھ احادیث مروی ہیں۔

کلمات حدیث: جائحہ : ہلاکت، بڑی آفت، خشک سالی، جمع جائحات.

شرح حدیث: سوال کرنا صرف تین صورتوں میں جائز ہے اور ان تینوں صورتوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے۔

دو انسانوں کے درمیان کسی طرح کے نزاع کو رفع کرنے کے لیے ایک تیسرا شخص کوئی مال یا قرض وغیرہ اپنے ذمہ لے لے تو اس کی ادائیگی کے لیے سوال کرنا درست ہے، جب یہ ذمہ داری پوری ہو جائے تو اس کے بعد سوال سے باز آجائے۔ کسی قدرتی آفت کی بناء پر یا کسی افتاد کی وجہ سے اس کا مال ضائع ہو جائے اور سارا مال ختم ہو جائے تو وہ بقدرِ ضرورت کا سوال کر سکتا ہے یا کوئی شخص فاقہ میں مبتلا ہو جائے تو وہ اس قدر سوال کرے کہ اس کی بھوک رفع ہو جائے۔

تین آدمیوں کی گواہی کی شرط فقہاء کے نزدیک ثبوت اِعسار (Insolvency) کے لیے ہے اور یہی رائے صحیح ہے ایک اور رائے یہ ہے کہ دیگر معاملات کی طرح یہاں بھی دو گواہوں کی گواہی کافی ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی جن کے لیے سوال کرنا جائز ہے تین قسمیں کی ہیں: ان میں سے ایک غنی ہے اور دو فقیر ہیں۔ غنی صاحب حمالہ ہے یعنی وہ شخص جس نے اصلاحِ ذات البین کی خاطر کوئی مالی ذمہ داری قبول کر لی۔ اسے صدقہ دیا جا سکتا ہے یہاں تک کہ وہ اس ذمہ داری کو پورا کر لے۔ دو فقیروں میں سے ایک فقیر وہ ہے جو پہلے صاحبِ مال تھا پھر اس کے مال پر کوئی ظاہری آفت آ گئی جس کا سب کو علم ہو گیا، مثلاً اس کے سارے سامانِ تجارت کو آگ لگ گئی یا باغ یا کھیتی باد و باراں کی نذر ہو گئی۔ دوسرا فقیر وہ ہے جو پہلے صاحبِ مال تھا لیکن اس کا مال اس طرح ضائع ہوا ہے کہ اس کا سبب کسی کو معلوم نہیں ہے جیسے اس کا مال چوری ہو گیا ہو یا کسی کے پاس رکھوایا ہوا اور اس نے واپسی سے انکار کر دیا ہو۔ اس آخری صورت میں ضرورت ہو گی کہ صورتِ حال کی وضاحت کے لیے گواہ موجود ہوں اور وہ گواہی دیں کہ یہ شخص فقیر ہو گیا ہے۔

(شرح مسلم للنووي : ۱۱۸/۷۔ روضة المتقين : ۸٦/۲ .

اصل فقیر وہ نہیں جو لوگوں کے گھروں کا چکر کاٹے

۵۳۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " لَيْسَ

الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِىْ لاَ يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلاَ يُفْطَنُ لَهٗ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلاَ يَقُوْمُ فَيَسْئَالُ النَّاسَ .'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۳۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے کہ جو لوگوں کے گھروں کے چکر لگائے اور لوگ ایک دو لقمہ یا ایک دو کھجور دے کر لوٹا دیں۔ لیکن اصل مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے دوسروں سے مستغنی کر دے اور اس کی مسکنت کا علم نہ ہو کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود لوگوں سے مانگنے کے لیے کھڑا ہوتا ہو۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۵۳۷): صحيح البخاری، کتاب الزكوٰة، باب لا يسألون الناس الحافا . صحيح مسلم، کتاب الزكوٰة، باب المسكين الذی لا يجد غنی .

کلمات حدیث: مسکین: وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو، یا اتنا نہ ہو جو اس کے اور اس کے بچوں کے لیے کافی ہو۔ سکون کے معنی ہیں عدم حرکت، گویا مسکین وہ ہے جو نہ ہونے کی بنا پر حرکت کے قابل نہ رہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فرمایا گیا ہے کہ مسکین وہ نہیں جو در در مانگتا پھرے کہیں سے لقمہ مل جائے اور کہیں سے دو لقمے اور دینے والا کہے کہ چلو آگے بڑھو۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا نہ ہو جو دوسروں سے مستغنی کر دے اور کسی کو پتہ بھی نہ ہو کہ وہ مسکین ہے اور وہ خود سوال نہ کرتا ہو۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسکین سکون سے بنا ہے گویا وہ مال کی کمی کی وجہ سے اس قابل بھی نہ رہا کہ کوئی حرکت و عمل کر سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ﴾

''یا مسکین جو مٹی میں رل گیا ہو۔'' (فتح الباري : ۸٤٨/۱ ۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۱۵/۷)

الباب(۵۸)

بَابُ جَوَازِ الْاَخْذِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَة وَلَا تَطَلُّعِ اِلَيْهِ

جوشئے بلاطلب اور بغیر خواہش مل جائے اس کے لینے کا جواز

۵۳۸. وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِى الْعَطَآءَ فَاَقُوْلُ: اَعْطِهِ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ اِلَيْهِ مِنِّىْ، فَقَالَ "خُذْهُ اِذَا جَآءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَآئِلٍ، فَخُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ فَاِنْ شِئْتَ كُلْهُ وَاِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْ بِهٖ وَاَمَّا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ" قَالَ سَالِمٌ فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ لَا يَسْأَلُ اَحَدًا شَيْئًا وَلَا يَرُدُّ شَيْئًا اُعْطِيَهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"مُشْرِفٌ" بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ اَىْ مُتَطَلِّعٌ اِلَيْهِ.

(۵۳۸) حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ عطا فرماتے تو میں ان سے کہتا کہ اس کو دیدیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو تو آپ ﷺ فرماتے کہ لے لو جو مال تمہارے پاس خود آئے اور تمہیں اس کی حرص نہ ہو اور نہ تم اس کے طلبگار ہو تو تم اسے لے لو۔ اگر چاہو تو اپنے استعمال میں لاؤ ورنہ صدقہ کردو اور جو مال اس طرح نہ ہو تو اس کے پیچھے اپنے آپ کو نہ لگاؤ۔ (متفق علیہ)

مشرف: مشرف وہ میلان رکھتا ہو اور توقع رکھتا ہو کہ اسے کچھ ملے یعنی اس کے دل میں طمع اور حرص ہو۔

تخریج حدیث (۵۳۸): صحيح البخارى، كتاب الزكوٰة، باب من اعطى الله شيئا من غير المسألة.

کلمات حدیث: فتموّله: تو تم مالدار بن جاؤ تم مال حاصل کرلو تم مال کے مالک ہو جاؤ۔ موّل: کسی کو مالدار بنایا۔ تموّل (باب تفعل) مالدار بننا۔ مشـــرف: مال ملنے کی خواہش اور آرزو رکھنے والا۔ اشراف کے معنی ہیں دل میں یہ امید لگانا کہ مجھے فلاں شخص کچھ دے گا۔

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال عطا فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ کسی اور کو دیدیجئے اس پر ان کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مال تمہارے پاس از خود آئے اور تمہیں نہ اس کی حرص ہو اور نہ خواہش ہو تو اس کو لے لو پھر چاہے خود استعمال کرو اور خواہ صدقہ کردو۔ (فتح الباري: ۱/۸٤۷۔ ارشاد الساري: ۳/٦۰٥)

البَابُ(۵۹)

اَلْحَثُّ عَلَى الْاَكْلِ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَالتَّعَفُّفِ بِهِ عَنِ السُّوالِ وَالتَّعَرُّضِ لِلْاِعْطَآءِ

اپنے ہاتھ کی کمائی کھانا سوال سے احتراز اور دوسروں کو دینے کی تاکید

۱۸۰ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِى ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُواْ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''جب نماز جمعہ پوری ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو'' (الجمعۃ: ۱۰)

تفسیری نکات: آیت مبارکہ سے پہلے بیان ہوا کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو مسجد میں آجاؤ اور خرید و فروخت بند کر دو اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں چل پھر کر اللہ کا فضل تلاش کرو۔ سلفِ صالح سے مروی ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد کاروبار میں ستر گنا برکت ہے۔ اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ اللہ کو بہت کثرت سے یاد کرو کہ اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔

جنگل کی لکڑیاں بیچ کر کھانا بھیک مانگنے سے بہتر ہے

۵۳۹ . وَعَنْ اَبِىْ عَبْدِاللّٰهِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَامِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَاَنْ يَّاخُذَ اَحَدُكُمْ اَحْبُلَهٗ ثُمَّ يَاتِىَ الْجَبَلَ فَيَاتِىْ بِحُزْمَةٍ مِنْ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ'' رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ .

(۵۳۹) حضرت ابو عبداللہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کا اپنی رسیاں لے کر پہاڑ پر چلا جانا اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا اپنی کمر پر لاد کر لانا اور انہیں فروخت کرنا کہ اللہ اس کے چہرے کو شرمندگی سے محفوظ رکھے اس سے بہتر ہے کہ وہ سوال کرے اور لوگ دیں یا نہ دیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۵۳۹): صحيح البخاري، كتاب الزكوة، باب الاستعفاف عن المسألة .

کلماتِ حدیث: حزمة : لکڑی کا گٹھا۔ أحبله : اس کی رسیاں۔ حبل : رسی جمع أحبل .

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں اپنے ہاتھ کی کمائی کی فضیلت بیان کی گئی اور بتایا گیا ہے کہ انسان اپنے ہاتھوں سے جو کسب کرے وہ بہترین ہے خواہ اسے معاشرے میں لوگ کمتر ہی سمجھیں۔ اگر کوئی عیب کی یا شرمندگی کی بات ہے تو وہ سوال کرنے اور مانگنے میں ہے۔ کسب خواہ کوئی بھی ہو اور کسی طرح کا ہو اس میں کوئی عیب ہے اور نہ برائی۔ (فتح الباري : ۱/۸٤٥۔ روضة المتقين : ۲/۹۰)

مزدوری کرنا بھیک مانگنے سے بہتر ہے

۵۴۰ . وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَحْتَطِبَ

اَحَدُکُمْ حُزْمَةً عَلیٰ ظَهْرِهٖ خَیْرٌ لَّه، مِنْ اَنْ یَّسْاَلَ اَحَدًا فَیُعْطِیَه، اَوْ یَمْنَعُه، ." مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۵۴۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے اگر ایک شخص لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لاتا ہے اور اسے بیچ کر گزارا کرتا ہے یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے اور وہ اسے دے یا نہ دے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج حدیث(۵۴۰): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الاستعفاف عن المسألة . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب کراهیة المسألة بالناس .

کلمات حدیث: یحتطب : لکڑیاں جمع کرتا ہے۔ حطب حطباً (ض) لکڑی چننا۔ حاطب : لکڑیاں چننے والا یا جمع کرنے والا۔

شرح حدیث: لکڑیاں کمر پر لاد کر بیچنا اس سے بہتر ہے کہ آدمی دستِ سوال دراز کرے۔ کہ مانگنے میں شرمندگی اور ندامت ہے اور جس سے مانگا جائے اور وہ نہ دے تو اور زیادہ شرمندگی کا باعث ہے۔ (فتح الباري : ۱/ ۸٤٤۔ روضة المتقین : ۲/ ۹۰)

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے

۵۴۱. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"کَانَ دَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا یَاکُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدِهٖ." رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۵۴۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۵۴۱): صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل و عمله بیده .

شرح حدیث: حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم پیغمبر تھے وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے اور اپنے کسب سے رزق حاصل کرتے تھے۔ وہ زر ہیں بنا کر فروخت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا وہ بغیر آگ اور بغیر آلات کے لوہے کو جس طرح چاہتے موڑ لیتے تھے اور اس کی زر ہیں تیار کرتے تھے، زرہ میں حلقات سب سے پہلے انہوں نے ہی بنائے تا کہ فراخ اور کشادہ رہیں اور انہوں نے ان حلقوں کو چھوٹے بڑے بنا کر ایک مناسب ترتیب سے جوڑا تا کہ ان کے اندر جسم سہولت کے ساتھ حرکت کر سکے۔ (فتح الباري : ۱/ ۳۲٦ ۔ عمدة القاري : ۱٦/ ۱۰۔ روضة المتقین : ۲/ ۹۰۔ دلیل الفالحین : ۲/ ٤۲۷)

حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے

۵۴۲. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "کَانَ زَکَرِیَّا عَلَیْهِ السَّلَامُ نَجَّارًا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۴۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نجار تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۵۴۲): صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل زکریا علیه السلام .

کلماتِ حدیث: نجار : بڑھئی۔ نجر الخشب :لکڑی چھیلنا۔

شرح حدیث: حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔ سورۂ مریم کے آغاز میں آپ کے اللہ سے دعا مانگنے کا ذکر ہے کہ آپ نے بہت عاجزی اور تضرع سے اللہ سے دعا کی اور اللہ کو چپکے چپکے پکارا اپنی کمزوری اور عجز کا اظہار کیا کہ میری ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہیں اور بڑھاپے کی آگ جنگل کی آگ کی طرح میرے سر میں بھڑک اٹھی ہے اور اے اللہ! میں نے جب کبھی دعا مانگی میں محروم نہیں رہا۔ یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے دعا مانگی ہو اور میرے رب کے حضور قبول نہیں ہوئی ہو۔

حدیثِ مبارک کا مقصود یہ ہے کہ کوئی بھی عمل کمتر نہیں ہے اور کسی کام میں انسان کے لیے کوئی عیب کا یا شرمندگی کا کوئی پہلو نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اہمیت رزقِ حلال اور کسبِ طیب کی ہے جس عمل سے بھی انسان کو پاکیزہ اور ستھرا رزق حاصل ہو وہی عمدہ اور بہترین ہے۔ (شرح مسلم للنووي : ١٦/ ١١٠۔ روضة المتقين : ٢/ ٩٠۔ دليل الفالحين : ٢/ ٤٢٧)

سب سے بہتر اپنے ہاتھ کی کمائی ہے

۵۴۳. وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ عليه السلام كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵۴۳) حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص نے کوئی کھانا نہیں کھایا بہتر اس کھانے سے جو اس نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا ہو اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کے کھاتے تھے۔

(بخاری)

تخریج حدیث(۵۴۳): صحيح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمله بيده.

کلماتِ حدیث: قـط : کبھی، عربی زبان کے قواعد کے اعتبار سے یہ ظرفِ زمان ہے اور منفی کے معنی میں مستعمل ہے۔ جیسے مــا فعلت هذا قط. (میں نے یہ کام کبھی نہیں کیا)

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں ہاتھ سے کام کرنے اور کسب ید سے رزق حاصل کرنے کی فضیلت بیان کی جارہی ہے۔ ابن المنذر فرماتے ہیں کہ اگر ہاتھ سے کام کرنے والا اور عمل ید سے رزق حاصل کرنے والا متوکل ہو اور یقین کامل رکھتا ہو کہ رزق دینے والا صرف اللہ ہے اور جو اس کے عمل ید سے مستفید ہو اس کا خیر خواہ ہو اور اس کی بھلائی چاہتا ہو تو ہاتھ سے رزق کمانا سب سے بہتر اور سب سے افضل ہے۔ (فتح الباري : ١/ ١٠٩٠۔ ارشاد الساري : ٥/ ٣٣)

الباب (٦٠)

اَلْكَرَمِ وَالْجُودِ وَالْاِنْفَاقِ فِيْ وُجُوهِ الْخَيْرِ ثِقَةً بِاللّٰهِ تَعَالٰى

کرم اور جود اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کے ساتھ وجوہِ خیر میں انفاق

۱۸۱ ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جو چیز بھی تم خرچ کرو گے تمہیں اس کا بدلہ ملے گا۔'' (سبا: ۳۹)

جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کیا جائے اس کا اجر ضرور ملے گا

۱۸۲ ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ٱبْتِغَآءَ وَجْهِ ٱللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جو تم مال میں سے خرچ کرو اس میں تمہارا اپنا فائدہ ہے اور تم نہیں خرچ کرو گے مگر اللہ کے رضا جوئی کے لیے اور جو تم خرچ کرو گے مال میں سے وہ تمہیں لوٹا دیا جائے گا اور تمہارے حق میں کمی نہیں کی جائے گی۔'' (البقرۃ: ۲۷۲)

۱۸۳ ۔ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور جو تم خرچ کرو مال میں اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں۔'' (البقرۃ: ۲۷۳)

تفسیری نکات: آیاتِ کریمہ کا مضمون مختصراً یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رزاق ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون کتنا اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے۔ بہر حال جو کچھ اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے یعنی کسی کو صدقہ دو اور کسی پر انفاق کرو، وہ سب باقی رہے گا بلکہ اس میں اور اضافہ ہوگا اور یہ اضافہ شدہ مال واپس ملے گا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اصل یہ ہے کہ تمام اعمال کی اساس خلوص اور نیت ہے اگر محض رضائے الٰہی کی خاطر آدمی اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا وہ اسے بڑھ چڑھ کر واپس ملے گا اور ہر نیکی سات سو گنا تک بڑھے گی اور اللہ چاہے گا تو اس میں اور اضافہ فرمادے گا۔

(معارف القرآن)

دو آدمی قابل رشک ہیں

۵۴۴. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَاحَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ ! رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً" فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ مَعْنَاهُ : يَنْبَغِيْ اَنْ لَا يُغْبَطَ اَحَدٌ اِلَّا عَلٰى اِحْدٰى هَاتَيْنِ الْخَصْلَتَيْنِ .

(۵۴۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال عطا کیا ہو اور پھر اسے ہمت دی ہو کہ وہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ کرے دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے سمجھ دی ہو وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو۔ (متفق علیہ)

اس کے معنی یہ ہیں کہ ان دو خوبیوں کے علاوہ اور کسی بات پر رشک کرنا درست نہیں ہے۔

تخریج حدیث (۵۴۴): صحيح البخاری، كتاب العلم، باب الاعتباط فی العلم والحكم . صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه .

کلمات حدیث: يقضى : فیصلہ کرتا ہے۔ قضى قضاء (باب ضرب) فیصلہ کرنا۔

شرح حدیث: اس حدیث مبارک میں ارشاد ہوا ہے کہ دو باتیں ایسی ہیں جن پر حسد کرنا روا ہے، یہاں درحقیقت حسد کے معنی رشک کے ہیں یعنی یہ خواہش کرنا یہ نعمت مجھے بھی عطا ہو جائے جبکہ حسد کے معنی ہیں دوسرے سے زوال نعمت کی تمنا کرنا۔ حسد ممنوع اور حرام ہے۔

غرض حدیث میں ارشاد فرمایا گیا دو آدمیوں سے رشک کرنا جائز ہے ایک وہ جسے اللہ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں صرف کرتا ہے اور دوسرا وہ جسے علم وحکمت اور دانائی عطا کی گئی وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ دو آدمیوں کے سوا کسی پر رشک کرنا روا نہیں ہے ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا فرمایا، وہ شب و روز اسی میں مصروف ہے اور دوسرا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور وہ شب و روز اس مال کو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کر رہا ہے۔ (فتح الباري : ۷٤۲/۳۔ روضة المتقين : ۹۳/۲)

انسان کا اپنا مال وہی ہے جو صدقہ کیا

۵۴۵. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ ؟" قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَامِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَيْهِ . قَالَ " فَاِنَّ مَالَهٗ مَاقَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهٖ مَااَخَّرَ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵۴۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جسے اپنے

وارث کا مال زیادہ محبوب ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا اپنا مال وہ ہے جو اس نے صدقہ کر کے آگے بھیج دیا اور وارثوں کا مال وہ ہے جو پیچھے چھوڑ گیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۵۴۵): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما قدم من ماله فهو له .

کلمات حدیث: وارثه : اس کا وارث۔ ورث وراثة : وارث ہونا۔ وارث : میراث پانے والا جمع ورثة اور ورثاء .

شرح حدیث: حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں ایک مقرر اور متعین مدت کے لیے دنیا کی چیزوں سے متمتع ہوتا ہے اور پھر اسے یہ سب چھوڑ کر جانا ہے جو اس کے وارث لے لیتے ہیں اور مالک بن جاتے ہیں، لیکن جو مال آدمی نے خلوص سے اور حسن نیت سے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا وہ اللہ کے یہاں جمع ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اس پر اضافہ فرماتے ہیں اس طرح اللہ کے یہاں اجر و ثواب عظیم جمع ہو جاتا ہے۔ (روضة المتقين : ۲/۹٤)

صدقہ کے ذریعہ جہنم سے بچو

۵۴۶. وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۴۶) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ سے بچو اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۴۶): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب طیب الکلام . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰة، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة .

کلمات حدیث: اتقوا : بچو۔ اتقوا النار : آگ سے بچو۔ تقوٰی : اللہ کی خشیت اور اس کا خوف، اللہ کے خوف سے پرہیزگاری اختیار کرنا اور عمل صالح کرنا۔ منہیات سے اجتناب اور اوامر پر عمل کرنا۔

شرح حدیث: علاوہ فرض زکوٰۃ کے آدمی کو چاہیے کہ نفلی صدقات بھی دیتا رہے اور انفاق فی سبیل اللہ کرتا رہے کم زیادہ کی کوئی قید نہیں اصل چیز حسن نیت ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ کی کوئی بھی صورت ہو وہ آدمی کو جہنم کی آگ سے بچانے والی ہے۔ یہاں بھی اسی امر کی تاکید کی گئی کہ اللہ کی راہ میں کچھ نہ کچھ دیتے رہو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو کہ یہ جہنم کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

(دليل الفالحين : ۲/۴۳۱ ۔ روضه المتقين : ۲/۹٤)

رسول اللہ ﷺ نے کبھی سوال کرنے والے کو "نہیں" کہا

۵۴۷. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَاسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لاَ .

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۴۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبھی کوئی سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں آپ نے نہیں کہا ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۵۴۷): صحيح البخارى، كتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء وما يكره من البخل . صحيح مسلم، كتاب فضائل النبى ﷺ، باب ما سئل الرسول ﷺ شيئا قط فقال لا .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم سے نوازا تھا آپ جود و سخا کے پیکر تھے چنانچہ آپ ﷺ نے کبھی سوال کرنے والے یا مانگنے والے کے جواب میں نہیں سے نہیں کہا۔ اگر سائل کی ضرورت کی شئے آپ کے پاس موجود ہوتی تو آپ عطا فرما دیتے بلکہ اکثر اس کے سوال سے زیادہ دیتے اور نہ ہوتا تو آپ آئندہ کے لیے وعدہ فرماتے اور آپ ﷺ ہمیشہ اپنا وعدہ پورا فرماتے تھے اور اگر آپ کسی سبب کی بنا پر دینا خلافِ مصلحت خیال فرماتے تو آپ ﷺ سکوت فرمالیا کرتے تھے۔

(فتح الباري : ۱۸۹/۳ ۔ روضة المتقين : ۹۵/۲)

سخاوت کرنے والے کے حق میں فرشتوں کی دعاء

۵۴۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ أَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْآخَرُ : اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا . " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۴۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر روز جب اللہ کے بندے صبح کرتے ہیں تو آسمان سے دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا صلہ عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! مال کو روک کر رکھنے والے کا مال تلف فرما دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۵۴۸): صحيح البخارى، كتاب الزكوٰة، باب قوله تعالىٰ فاما من اعطى واتقى . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب في المنفق والممسك .

کلمات حدیث: منفق : خرچ کرنے والا، اسم فاعل انفاق سے۔ ممسك : روکنے والا۔ مال کو روکنے والا۔ بخیل : امساک سے اسم فاعل امساک کے معنی روکنا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک کا مقصود اللہ کے مقرر کردہ مالی حقوق و فرائض کی ادائیگی اور نفلی صدقات کی اہمیت کا بیان ہے اس مضمون کی اور بھی متعدد احادیث ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز طلوع آفتاب کے وقت دو فرشتے اس کے دونوں کناروں میں کھڑے ہوتے ہیں اور ندا دیتے ہیں کہ جس کو جن و انس کے علاوہ سب سنتے ہیں

کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو تھوڑی چیز جس میں کفایت ہو وہ اس زیادہ مقدار سے بہت بہتر ہے جو اللہ سے غافل کر دے۔
حدیث مبارک میں انفاق کرنے والے کے حق میں دعا فرمائی گئی ہے خواہ وہ انفاق واجب ہو یا نفل۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ دعا واجبات اور مستحبات ہر طرح کے انفاق کو شامل ہے لیکن مستحبات سے رکنے والا اور نہ دینے والا بددعا کا مستحق نہیں، الا یہ کہ اس کا نہ دینا غلبۂ بخل کی بنا پر ہو تو وہ بھی اس بددعا میں شامل ہوگا۔ (دلیل الفالحین : ۲/۴۳۲۔ نزهة المتقين : ۲/۴۵۸)

خرچ کرو تم پر خرچ کیا جائے گا

۵۴۹. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْفِقْ يَا ابْنَ اٰدَمَ يُنْفَقْ عَلَيْكَ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۴۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "اے فرزند آدم! خرچ کر تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا۔" (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۴۹): صحيح البخاری، كتاب التفسير، باب قوله تعالىٰ و كان عرشه على الماء . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب الحث على النفقة و تبشير المنفق بالخلف .

کلمات حدیث: انفق : خرچ کر۔ ينفق عليك : تیرے اوپر خرچ کیا جائے گا۔

شرح حدیث: اے مؤمن! تو بھلائی کے کاموں میں اللہ کے احکام اور اس کی ہدایات کے مطابق خرچ کر اور اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھ اللہ تعالیٰ تجھے دنیا میں بھی وسعت عطا فرمائیں گے اور آخرت کا اجر و ثواب تو بے حد و حساب ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کے ہاتھ بھرے ہوئے ہیں دن و رات دیتے رہنے سے اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آتی۔"

قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَىْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ ﴾

"اور تم جو خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا عوض دیتا ہے۔" (سبا:۳۶)

خرچ کرنے سے اور اللہ کے بتائے ہوئے مصارف میں صرف کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، بلکہ بڑھتا ہے اور نشو و نما پاتا ہے اور اس میں برکت ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ اس کا عوض دیتا ہے خواہ مال کی صورت میں یا استغناء کی صورت اور اللہ کے یہاں تو اس کا اجر و ثواب بے حساب ہے۔ (روضة المتقين : ۲/۹۶۔ دليل الفالحين : ۲/۴۳۲۔ نزهة المتقين : ۱/۴۵۸)

سلام کرنا، کھانا کھلانا بہترین عمل ہے

۵۵۰. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ الْاِ سْلَامِ خَيْرٌ ؟ قَالَ : "تُطْعِمُ الطَّعَامَ. وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۵۵۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانا کھلاؤ اور سلام کرو جس کو تم پہچانتے ہو اور جس کو نہیں پہچانتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۵۰): صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب اطعام الطعام . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان تفاضل الايمان وفي اى اموره افضل .

کلمات حدیث: الاسلام : گردن نہادن، مطیع وفرماں بردار ہونا۔ انقیاد کامل: احکام اسلام کا دل سے قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا۔ أي الاسلام: کون سی خصلت یا کون سی خوبیوں والے مسلمان افضل ہیں۔

شرح حدیث: ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے یعنی اسلام اپنے ماننے والوں کے درمیان بہت سی عمدہ صفات پیدا کرتا ہے انہیں نہایت بہترین خصوصیات حاصل ہو جاتی ہیں اور ان کی نفیس ترین فطری صلاحیتیں ابھر کر اور نکھر کر سامنے آجاتی ہیں۔ ان میں سے کون سی خوبیاں سب سے عمدہ اور سب سے بہترین ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سوال کرنے والے کے بارے میں علم نہیں کہ کون ہیں، مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کا اسلام سب سے افضل ہے جس کے ہاتھ سے اور زبان کی تکلیف سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم وحکمت اور دانائی اور فراست عطا فرمائی، آپ ﷺ ہر سوال کا جواب سائل کے حالات اس کے مزاج اور اس کی نفسیات کو مدِ نظر رکھ کر فرماتے اس طرح بظاہر یہ جواب مختلف نظر آتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ دین کی تمام باتیں اور اسلام کے جملہ امور باہم ایک دوسرے میں مربوط اور پیوست ہیں ان میں باہم کوئی فرق واختلاف نہیں بلکہ موافقت اور مجانست ہے۔ اسلام کے لفظی معنی سلامتی کے ہیں دنیا کی بھی سلامتی اور آخرت کی بھی سلامتی۔ اسلام میں داخل ہونے والے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنی ذات میں سلامتی کا پیکر بن جائے کہ اس کی زبان سے اور اس کے ہاتھ سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ یہ پیکر سلامتی اپنے وجود سے بھی امن وسلامتی کا چلتا پھرتا پیامبر ہے اور اپنی زبان سے بھی وہ جس سے اس کا سامنا ہوتا ہے یہی کہتا ہے کہ تم پر سلامتی ہو کہ یہ جنت کا باسی ہے اور جنت کا نام دار السلام ہے اور وہاں کا تحیۃ (Greeting) بھی سلام ہے اور اسلام چونکہ سلامتی کا علم بردار ہے اس لیے اسلام کا شعار بھی سلام ہے۔ اس لیے فرمایا کہ کثرت سے کھانا کھلانا اور بکثرت سلام کرنا اسلام کی نمایاں خوبیاں اور مسلمان کا نمایاں وصف ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس ارشادِ نبوت "کہ سلام کرو جسے تم جانتے ہو اور جسے تم نہیں جانتے۔" کا مطلب یہ ہے کہ سلام

صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو یہ نہ ہو کہ جس کو جانتے ہو اسے سلام کر لیا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس میں تمہاری ذات کا دخل ہو گیا اور یہ سلام خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں رہا۔ ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر ایک کو سلام کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ہر ایک کو سلام کرنے سے اجنبیت دور ہو کر باہم رشتہ اخوت مضبوط ہوگا۔ قاضی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے درمیان باہم مودت اور محبت کو اجاگر کرنا اور ان کے درمیان الفت کو فروغ دینا فرائض دین اور ارکانِ شریعت میں سے ہے اور سلام کرنا اس کا ایک موثر ذریعہ ہے۔

(فتح الباري : ٣/٢٦٠ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ٢/١٠ـ روضة المتقين : ٢/٩٧ـ عمدة القاري : ٢٢/٣٦٨)

---

۵۵۱. وَعَنْهُ قَالَ ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً اَعْلاَهَا مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَآءَ ثَوَابِهَا وَ تَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا الْجَنَّةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ.

(۵۵۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چالیس خصلتیں ہیں ان میں سب سے اعلیٰ دودھ دینے والے جانور کا عطیہ دینا ہے۔ جو شخص بھی ان خصلتوں میں سے کسی پر اس کے بارے میں کیے ہوئے وعدے پر یقین کے ساتھ عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (بخاری)

اس حدیث کا بیان باب بیان کثرۃ طرق الخیر میں ہو چکا ہے۔

تخریج حدیث(۵۵۱): صحيح البخاري ، كتاب الهبة ، باب فضل المنيحة .

کلماتِ حدیث: منیحۃ : دودھ دینے والا جانور جو کسی کو اس لیے دیا جائے کہ وہ اس کے دودھ سے فائدہ اٹھائے اور پھر واپس کر دے۔

شرح حدیث: اسلام تو سارا ہی خیر ہے اور اس کی ہر بات خیر پر مشتمل ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا چالیس خصلتیں یا چالیس نیکیاں ایسی ہیں کہ ان میں سے اگر کسی ایک نیکی پر کوئی اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور حسن نیت کے ساتھ عمل پیرا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ رسولِ کریم ﷺ یقیناً ان خصلتوں کو یا ان حسنات کو جانتے تھے اور آپ اگر مصلحت کے مطابق سمجھتے تو آپ ﷺ ان کو بیان بھی فرما دیتے لیکن ہو سکتا ہے کہ ان کی تعیین اس طرح نہ کی گئی ہو جس طرح شبِ قدر کی تعیین نہیں فرمائی۔ ہو سکتا ہے کہ تعیین نہ فرمانے میں یہ مصلحت ہو کہ کہیں لوگ انہی چالیس نیکیوں میں مصروف ہو کر باقی نیکیوں سے بے اعتنائی کرنے لگیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر وہ نیکی جس کو حسن نیت سے خالصتاً للہ ایمان و یقین کے ساتھ کیا جائے وہ اللہ کی رحمت سے اور اس کے فضل سے جنت میں جانے کا سبب بن جائے گی۔ (دليل الفالحين : ٢/٤٣٣ـ نزهة المتقين : ١/٤٥٩)

ضرورت سے زائد صدقہ کر دینا بہتر ہے

۵۵۲. وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّکَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ وَاِنْ تُمْسِکْهُ شَرٌّ لَّکَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۵۲) حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن آدم! اگر تو ضرورت سے زائد مال خرچ کرے تو تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو اسے روک رکھے گا تو تیرے لیے برا ہوگا اور بقدرِ ضرورت پر کوئی ملامت نہیں ہے اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کر جو تیرے زیر کفالت ہیں اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۵۲): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان الید العلیا خیر من السفلی .

کلمات حدیث: فضل : ہر وہ چیز جو ضرورت سے زائد ہو۔ تبذل الفضل : وہ مال اور اشیاء جو ضرورت سے زائد ہوں ان کو اللہ کی راہ میں صرف کر دو۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں وجوہِ خیر میں صرف کرنے کی فضیلت بیان کی گئی اور نہ دینے اور مال کو روک رکھنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس حدیث کی شرح اس سے پہلے (حدیث: ۵۱۰) میں گزر چکی ہے۔

(دلیل الفالحین : ۲/۴۳۴۔ نزهة المتقین : ۱/۴۶۰)

آپ ﷺ کی سخاوتِ عظیم کی مثال

۵۵۳. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْاِسْلَامِ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ، وَلَقَدْ جَآءَهٗ رَجُلٌ فَاَعْطَاهُ غَنَمًا بَیْنَ جَبَلَیْنِ فَرَجَعَ اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ :یَا قَوْمِ اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا یُعْطِیْ عَطَآءَ مَنْ لَا یَخْشَی الْفَقْرَ وَاِنْ کَانَ الرَّجُلُ لَیُسْلِمُ مَا یُرِیْدُ اِلَّا الدُّنْیَا فَمَا یَلْبَثُ اِلَّا یَسِیْرًا حَتّٰی یَکُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۵۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے نام پر جب کبھی کچھ مانگا گیا آپ ﷺ نے ضرور دیا۔ ایک شخص آیا آپ ﷺ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان ساری بکریاں دیدیں۔ وہ اپنی قوم میں واپس آیا اور اس نے کہا کہ اے میری قوم اسلام قبول کرلو۔ محمد ﷺ اس شخص کی طرح دیتے ہیں جسے فقر کا اندیشہ نہ ہو۔ ہوتا یہ تھا کہ کوئی شخص دنیا کی خاطر اسلام قبول کر لیتا لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد اسے اسلام دنیا اور دنیا کی تمام اشیاء سے محبوب ہو جاتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۵۳): صحیح مسلم، کتاب فضائل النبی ﷺ، باب ما سئل رسول اللّٰه ﷺ شیئا قط .

کلمات حدیث: فما یلبث إلا یسیرًا : نہیں ٹھہرا مگر تھوڑا سا۔ ما لبث : نہیں ٹھہرا۔ نہیں توقف کیا۔ ما لبث أن فعل : اس نے

اس کام کو کرنے میں دیر نہیں کی۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ کی جود و بخشش اور عطا میں کوئی مثال نہ تھی اور اگر دینے میں اسلام کی کوئی مصلحت مدِنظر ہوتی تو اور بھی زیادہ جود و سخا کا مظاہرہ فرماتے ایک شخص کو اس قدر بڑی تعداد میں بکریاں عطا فرمادیں کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں سماتیں۔ وہ اپنی قوم کے پاس واپس پہنچا تو وہ اپنی قوم میں اسلام کا داعی تھا۔ رسولِ کریم ﷺ بعض کافروں کو بھی عطا فرماتے اور ارادہ یہ فرماتے کہ اس سے ان کے دل میں اسلام کی جانب میلان پیدا ہو اور بعض نو مسلموں کو بھی عطا فرماتے، تاکہ وہ اسلام پر ثابت قدم ہو جائیں۔ اس طرح کے لوگوں کو ''مؤلفۃ القلوب'' کہا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں مؤلفۃ القلوب کی تالیف قلب کا سلسلہ روک دیا تھا۔

اولاً بعض کافر آپ ﷺ کی داد و دہش سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے لیکن چند دن نہ گزرتے کہ اسلام دل میں گھر کر لیتا اور اسلام ساری دنیا کی دولت سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی فراست نبوی سے لوگوں کے امراض کو جان لیتے تھے اور ان کی قلبی کیفیات کو پہچان لیتے اور کمالِ رحمت و شفقت سے دنیا کے حریص اور مال کے طالب کا علاج مال دے کر فرماتے اور جب وہ ایک مرتبہ فیضِ نبوی ﷺ سے فیضیاب ہو جاتا ہے تو اس دروازے پر آنے والا خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا ہے۔ حبِ ایمان دل میں گھر کر جاتی اور اسلام دنیا کی ساری دولت سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔ (دليل الفالحين : ٢/٤٣٤ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٦/٥٨)

اصرار کے ساتھ سوال کرنے والے کو عطیہ دینا

۵۵۴. وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَغَيْرُ هٰؤُلَآءِ كَانُوْا اَحَقَّ بِهٖ مِنْهُمْ؟ قَالَ: "اِنَّهُمْ خَيَّرُوْنِيْ اَنْ يَسْأَلُوْنِيْ بِالْفُحْشِ اَوْيُبَخِّلُوْنِيْ وَلَسْتُ بِبَاخِلٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۵۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کچھ مال تقسیم فرمایا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان لوگوں سے دوسرے لوگ زیادہ حق دار تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے مجھے اختیار دیا کہ وہ مجھ سے سخت انداز سے سوال کریں اور میں انہیں دوں یا وہ مجھے بخیل قرار دیں اور میں ان کو دوں، حالانکہ میں بخیل نہیں ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۵۴): صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب في الكفاف و القناعة.

کلماتِ حدیث: الفحش : برائی، بدزبانی، بدکلامی، سختی۔ الفاحش قبيح ، فحش فحشا (باب کرم) برا ہونا۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ کو خلقِ عظیم اور صبر اور حلم عطا کیا گیا تھا آپ ﷺ جود و سخا کرنے والے اور رحم کرنے والے تھے، جاہلوں اور ناشائستہ لوگوں کی باتوں کو بہت تحمل اور شائستگی سے برداشت فرماتے اور اس کے ساتھ بھی حسن سلوک فرماتے جو آپ ﷺ سے غیر مناسب طریقے پر پیش آتا۔ عرب کے بہت سے لوگوں میں طبعی جفا اور درشتی تھی ان کی طبیعت میں غلظت اور شدت تھی جب وہ اسلام

قبول کر لیتے تو رفتہ رفتہ یہ برائیاں محاسن میں تبدیل ہو جاتیں۔لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد ابتدائی ایام میں ان کی جاہلی زندگی کا رنگ باقی رہتا۔آپ ﷺ نے ایک موقعہ پر کچھ مال عطا فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان سے زیادہ مستحق لوگ موجود تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعض اوقات میں اس لیے دے دیتا ہوں کہ وہ مانگنے میں یا تو سختی اور تندی کا مظاہرہ کریں گے یا مجھے بخیل قرار دیں گے۔ آپ ﷺ نے ان کو عطا فرما کر ان کی تالیف قلب فرمائی اور بخل کے لفظ سے اپنی ذات مبارک کو محفوظ فرمالیا۔

(شرح مسلم للنووي : ۷/ ۱۳۰۔ روضه المتقین : ۲/ ۹۸۔ دلیل الفالحین : ۲/ ۴۳۵)

میں نہ بخیل ہوں اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل

۵۵۵. وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ : بَيْنَمَا هُوَيَسِيْرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَهُ الْاَ عْرَابُ يَسْأَلُوْنَهُ حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ اِلٰى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَآءَهُ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: " اَعْطُوْنِيْ رِدَآئِيْ فَلَوْ كَانَ لِيْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَلَا كَذَّابًا وَلَا جَبَانًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

" مَقْفَلَهُ " : اَيْ فِيْ حَالِ رُجُوْعِهِ " وَالسَّمُرَةُ " : شَجَرَةٌ . " وَالْعِضَاهُ " شَجَرٌ لَهُ شَوْكٌ .

(۵۵۵) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ غزوۂ حنین سے واپسی پر آپ ﷺ کے ساتھ تھے اعراب (یعنی دیہاتی) آپ ﷺ کے پاس آئے اور لپٹ کر آپ ﷺ سے سوال کرنے لگے۔انہوں نے آپ ﷺ کو اس طرح گھیرا کہ آپ ﷺ نے ایک درخت کا سہارا لے لیا۔انہوں نے آپ کی چادر بھی لے لی آپ ﷺ ٹھہر گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری چادر دے دو۔اگر میرے پاس ان درختوں کی تعداد کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔پھر تم مجھے نہ بخیل پاتے نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔(بخاری)

مقفله : واپس آتے ہوئے۔ السمره : ایک قسم کا درخت۔ العضاه : خاردار درخت۔

تخریج حدیث(۵۵۵): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب ما كان النبي ﷺ يعطي المؤلفة قلوبهم .

کلمات حدیث: مقفله : آپ کی واپسی کے وقت۔ قفل قفلا قفولا (باب نصر وضرب) سفر سے واپس آنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ غزوۂ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے یہ غزوہ ۸ ھ میں حنین کے مقام پر ہوا، آپ ﷺ کے ساتھ بارہ ہزار جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔اولاً مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت سے نوازا۔راستہ میں کچھ اعراب آپ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو گھیر لیا، آپ ایک کیکر کے درخت کے قریب جا لگے اس میں چادر مبارک کسی جھاڑی میں الجھ کر جسم مبارک سے اتر گئی مگر پیکرِ حلم نے کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا کہ اگر میرے پاس ان جھاڑیوں کی تعداد کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تقسیم کر دیتا اور پھر کسی کے دل میں یہ خیال نہ آتا کہ میں نے کوئی جھوٹ بولا ہے یا وعدہ خلافی کی ہے یا

بخل کیا ہے۔ (فتح الباري : ۲/ ۲۴۳۔ ارشاد الساري : ۷/ ۶۷۔ دليل الفالحين : ۲/ ۴۳۶۔ روضة المتقين : ۲/ ۹۹)

غزوۂ حنین کا مختصر خاکہ

۸ ھ میں فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ہوازن اور ثقیف وغیرہ کے متعدد قبائل نے ایک لشکرِ جرار تیار کیا ہے اور بڑا ساز و سامان کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ ﷺ نے دس ہزار مہاجرین وانصار کی فوج گراں لے کر جو مکہ فتح کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے ہمراہ آئی تھی طائف کی طرف کوچ کیا دو ہزار طلقاء بھی جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہو لیے۔ بارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر روانہ ہوا تو بعض صحابہ بے ساختہ بول اٹھے کہ ہم تو بہت تھوڑے تھے جب ہم غالب آتے رہے آج تو ہمارے ساتھ ایک بڑا لشکر ہے۔ یہ جملہ بارگاہِ واحدیت میں ناپسند ہوا۔ ابھی مکہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ دونوں لشکروں کا ٹکراؤ ہو گیا۔ فریق مخالف ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار تھا ہوازن کا قبیلہ فن تیر اندازی میں سارے عرب میں شہرت رکھتا تھا۔ اس کے تیر اندازوں کا ایک دستہ حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا اولاً کفار کو ہزیمت ہوئی وہ بہت سامال چھوڑ کر پسپا ہوئے دیکھ کر مسلمان سپاہی غنیمت کی طرف جھک پڑے اس وقت ہوازن کے تیر اندازوں نے تیروں کا ایسا حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ صرف اللہ کا رسول ﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ میدان میں جما رہا۔ یہ خاص موقعہ تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت وتوکل اور معجزانہ شجاعت کا محیر العقول نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ سفید خچر پر سوار ہیں عباس ایک رکاب اور سفیان بن الحارث دوسری رکاب تھامے ہوئے سامنے سے چار ہزار کا لشکر پورے جوش انتقام میں ٹوٹ پڑتا ہے، ہر طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے ساتھی منتشر ہو چکے ہیں۔ رفیق اعلیٰ آپ ﷺ کے ساتھ ہے ربانی تائید اور آسمانی سکینہ کی غیر مرئی بارش آپ ﷺ پر اور آپ کے رفقاء پر ہو رہی ہے۔ اسی حالت میں اطمینان وسکون کے ساتھ آواز دی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جن کی آواز بہت بلند تھی انہوں نے آپ ﷺ کی طرف سے صحابہ کو پکارا۔ آواز کا پہنچنا تھا کہ صحابۂ کرام پلٹ آئے اور ہر ایک کا رُخ آپ کی طرف ہو گیا اسی اثناء میں آپ نے تھوڑی سی مٹی اور کنکریاں اٹھائیں اور لشکرِ کفار کی طرف پھینک دیں جو اللہ کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے فرشتوں کی فوجیں بھیج دیں۔ کفار کنکریوں کے آنکھوں پر پڑنے سے ابھی آنکھیں مل رہے تھے کہ اثناء میں لشکرِ اسلام دوبارہ مجتمع ہو گیا اور اب جو حملہ کیا تو فتح سے ہمکنار تھے۔ بہت سا مالِ غنیمت ملا اور لشکرِ اسلام نے مدینہ منورہ روانگی کا ارادہ کیا۔

اس واپسی کے سفر میں بعض اعراب نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو گھیر لیا وہ آپ ﷺ سے مال کا سوال کر رہے تھے انہوں نے آپ کو اس طرح گھیرا کہ آپ ﷺ راستے سے ہٹ کر ایک کیکر کے درخت کی طرف چلے گئے اسی اثناء میں چادرِ مبارک جھاڑیوں میں پھنس کر جسم مبارک سے اتر گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری چادر دیدو اگر میرے پاس ان جھاڑیوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تقسیم کر دیتا کیونکہ میں نہ جھوٹا ہوں نہ وعدہ خلاف اور نہ بخیل۔

غرض ان اعراب کی تندی شدت اور سختی پر آپ ﷺ نے کوئی ناگواری ظاہر فرمائی نہ غصہ کا اظہار کیا بلکہ انتہائی حلم ووقار کے ساتھ ان

کی زیادتی کو برداشت فرمایا۔ (فتح الباري : ۲/۲۴۲۔ روضة المتقين : ۲/۹۹، تفسير عثماني۔ معارف القرآن)

معاف کرنے سے عزت میں تواضع سے مرتبہ میں اضافہ ہوتا ہے

۵۵۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۵۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی معاف کر دینے سے اللہ کے یہاں عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور جو شخص اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بلند فرما دیتے ہیں۔

تخریج حدیث (۵۵۶): صحيح مسلم، كتاب البر والصلة باب استحباب العفو والتواضع .

کلمات حدیث: صدقه : جو مال بطور تقرب الی اللہ دیا جائے۔ جمع صدقات .

شرح حدیث: اللہ کے راستے میں خرچ کرنے اور صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ مال بڑھتا اور نشو ونما پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں برکت پیدا فرما دیتے ہیں اور اس میں سے جو صرف ہو جاتا ہے اور اس کا بدلہ عنایت فرماتے ہیں اور آخرت میں ملنے والا اجر تو بے حساب ہے۔ جو آدمی درگزر سے کام لیتا ہے وہ لوگوں کی نظروں میں محترم بن جاتا ہے اور ان کے دلوں میں اس کی عزت قائم ہو جاتی ہے اور آخرت کا اجر و ثواب اور وہاں کے مقامات بلند اس کے سوا ہیں۔ اسی طرح تواضع کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دنیا میں لوگوں میں بلند فرما دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا درجہ بلند فرما دیتے ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۵/۱۱٦۔ روضة المتقين : ۲/۱۰۰۔ نزهة المتقين : ۱/٤٦۲)

صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی

۵۵۷. وَعَنْ اَبِیْ كَبْشَةَ عُمَرَوْ بْنِ سَعْدٍ الْاَنْمَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "ثَلَاثَةٌ اُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ: مَانَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ، وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عِزًّا، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْاَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ قَالَ : اِنَّمَا الدُّنْيَا لِاَرْبَعَةِ نَفَرٍ : عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِیْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَيَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ فَاَجْرُهُمَا سَوَآءٌ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَخْبِطُ فِیْ مَالِهٖ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِیْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ وَلَا

يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا فَهٰذَا بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالاً وَلاَ عِلْمًا فَهُوَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِي مَالاً لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلاَنٍ فَهُوَ نِيَّتُهٗ فَوِزْرُهُمَا سَوَآءٌ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۵۵۷) حضرت ابو کبشہ عمر بن سعد انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین باتیں ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں اور ایک بات تمہیں بتاتا ہوں تم اسے یاد کرلو صدقہ سے آدمی کا مال کم نہیں ہوتا اور اگر کسی بندے پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرمادیتے ہیں اور جو بندہ سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ یا آپ ﷺ نے اسی طرح کی کوئی بات فرمائی اور میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں اس کو یاد کرلو۔ دنیا کے اعتبار سے لوگ چار قسم کے ہیں۔ وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم دیا اور وہ اس میں اپنے رب سے ڈرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے اور اللہ کا حق اس میں پہچانتا ہے یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ والا ہے۔ وہ بندہ جس کو اللہ نے علم دیا لیکن مال نہیں دیا مگر اس کی نیت سچی ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح عمل کرتا تو اس کو اس کی نیت کا ثواب ملے گا اور دونوں کا بدلہ برابر ہے۔ وہ بندہ جس کو اللہ نے مال دیا اور علم نہیں دیا وہ اپنے مال میں بغیر علم کے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور اس میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا اور نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ اس میں اللہ کا حق پہچانتا ہے یہ بدترین مرتبہ والا ہے۔ اور وہ بندہ جس کو اللہ نے نہ علم دیا اور نہ مال دیا مگر وہ یہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح برے کام کرتا تو یہ اس کی نیت ہے اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے۔
(اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۵۵۷): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء مثل الدنیا مثل اربعة نفر .

راوی حدیث: حضرت ابو کبشہ عمرو بن سعد انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ہیں غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شرکت فرمائی بعض احادیث مروی ہیں لیکن تعداد کا تعین نہیں ہے ۱۳ھ میں انتقال ہوا۔ (الاستیعاب فی معرفة الأصحاب : ٢/٦٧٤)

کلمات حدیث: مظلمة : وہ شئے جو کسی نے کسی سے ظلماً لے لی ہو۔ یا ظالم نے کوئی زیادتی کی ہو جس کا بدلہ نہ لیا جاسکا ہو۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں بیان ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ نشو ونما پاتا ہے اور بڑھتا ہے اور اس میں برکت ہوتی ہے اور اللہ کے یہاں اجر وثواب ہے۔ کسی زیادتی پر صبر کرنے کا اللہ کے یہاں بہت بڑا صلہ ہے اور جو شخص سوال کا دروازہ کھولے اس پر فقر کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ مال اور علم دونوں حاصل ہوں اور انسان اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے اور دین کی ہدایت پر عمل کرے تو یہ سب سے افضل ہے۔ اگر صرف علم ہو مال نہ ہو لیکن نیت صالح ہو کہ اگر مال بھی ہوتا تو میں کارِ خیر میں خرچ کرتا یہ بھی اپنی نیت کے اجر وثواب کے اعتبار سے پہلے ہی کے برابر ہے اور دونوں کا اجر وثواب مساوی ہے۔ ایک وہ شخص ہے جس کے پاس مال تو ہے مگر وہ علم سے محروم ہے اور وہ مال کو غلط جگہوں پر خرچ کرتا ہے اور اللہ سے بے خوف ہو کر زندگی گزارتا ہے اور ایک اور شخص جس کے پاس نہ علم ہے اور نہ مال ہے اور اس کی نیت یہ ہے کہ مال ہوتا تو میں بھی اس شخص کی طرح فضول خرچی کرتا تو یہ دونوں برابر ہیں اور ان کا گناہ برابر ہے۔ (تحفة الأحوذي : ٧/٣١ ـ روضة المتقين : ٢/١٠٢ ـ نزهة المتقين : ١/٤٦٣)

صدقہ کیا ہوا سارا مال باقی ہے

۵۵۸. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا اَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَا بَقِيَ مِنهَا ؟ " قَالَتْ : ما بَقِيَ مِنهَا اِلَّا كَتِفُهَا قَالَ :"بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ . وَمَعْنَاهُ : تَصَدَّقُوا بِهَا اِلَّا كَتِفَهَا فَقَالَ بَقِيَتْ لَنَا فِي الْاٰخِرَةِ كلها اِلَّا كَتِفَهَا .

(۵۵۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راویت ہے کہ بیان کرتی ہیں کہ ایک بکری ذبح کی تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ اس بکری میں سے کچھ باقی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ صرف شانہ باقی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: سب باقی ہے سوائے شانے کے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث صحیح ہے)

معنی یہ ہیں کہ سارا گوشت صدقہ کر دیا گیا تھا۔ سوائے شانہ کے گوشت کے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آخرت میں ہمارے لیے سب باقی ہے سوائے اس شانے کے گوشت کے۔

تخریج حدیث (۵۵۸): الجامع للترمذی، ابواب صفة القيامة، باب فضل التصدق .

شرح حدیث: صدقہ کی فضیلت اور اس کے اجر وثواب کا بیان ہے کہ جو مال اللہ کی راہ میں صدقہ دیا گیا ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور اس کا اجر وثواب باقی رہنے والا ہے اور جو مال اپنے پاس باقی رہ گیا وہ باقی رہنے والا نہیں بلکہ فنا ہونے والا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ ﴾

''جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔'' (النحل: ۹۶)

(تحفة الأحوذي : ۲۱۳/۷ ۔ روضة المتقين : ۱۰۳/۲ ۔ دليل الفالحين : ۴۴۰/۲)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال کو گن گن کر خرچ مت کرو

۵۵۹. وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَا تُوْكِيْ فَيُوْكَى عَلَيْكِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ "اَنْفِقِيْ اَوْ اِنْفَحِيْ اَوْ اَنْضِحِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ، وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" وَانْفَحِيْ " بِالْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ، وَهُوَ بِمَعْنَى " اَنْفِقِيْ " كَذٰلِكَ " اِنْضَحِيْ " .

(۵۵۹) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مال کو روک کر نہ رکھو کہ اللہ بھی تم سے روک لے گا۔''

اور ایک اور روایت میں ہے کہ خرچ کرو یا عطیہ دو یا پھینک دو۔ گن گن کر نہ رکھو کہ اللہ بھی گن گن کر دیں گے۔ اور جمع نہ کر کہ اللہ بھی روک لیں گے۔ (متفق علیہ)

انفحی : حاء کے ساتھ اور انضحی ضاد کے ساتھ دونوں کے معنی انفقی کے ہیں۔

تخریج حدیث(۵۵۹): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب التحریض علی الصدقۃ . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الانفاق و کراھۃ الاحصاء .

کلمات حدیث: لا توکی : جمع مت کرو اور باندھ کر مت رکھو اور جو تمہارے پاس ہے اسے روک کر نہ رکھو۔ فیوکی : کہ وہ منقطع ہو جائے گی۔ لا تحصی : مال کو شمار نہ کرو۔ فیحصی : کہ تمہیں دیتے وقت بھی گنا جائے۔ لا توعی : جو بچ جائے اس برتن میں سنبھال کر نہ رکھو۔ فیوعی اللّٰہ علیك : کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سے اپنے فضل کو روک لیں گے۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے حساب دیتے ہیں اسی طرح اللہ کے بندوں کو بھی چاہیے کہ وہ اللہ کے راستے میں بے حساب دیا کریں کیونکہ جزاءِ عمل عمل کے مساوی ہوتی ہے اگر تم اللہ کے راستے میں دینے میں گنتی اور شمار کرو گے تو اللہ کے یہاں بھی تمہارے ساتھ یہی معاملہ ہوگا۔ مؤمن جو اللہ کے رازق ہونے پر یقین کامل رکھتا ہے وہ بچا کر نہیں رکھتا اور ذخیرہ نہیں کرتا بلکہ جس طرح اسے بے حساب ملا ہے اسی طرح بے حساب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا ہے۔

(فتح الباري : ۱/ ۸۳۰۔ روضة المتقین : ۲/ ۱۰۳)

بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال

۵۶۰. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّه' سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "مَثَلُ الْبَخِیْلِ وَالْمُنْفِقِ کَمَثَلِ رَجُلَیْنِ عَلَیْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِیْدٍ مِنْ ثُدِیِّهِمَا اِلٰی تَرَاقِیْهِمَا فَاَمَّا الْمُنْفِقُ فَلاَ یُنْفِقُ اِلَّا سَبَغَتْ اَوْ وَفَرَتْ عَلٰی جِلْدِهٖ حَتّٰی تُخْفِیَ بَنَانَه' وَتَعْفُوَ اَثَرَه' وَاَمَّا الْبَخِیْلُ فَلاَ یُرِیْدُ اَنْ یُّنْفِقَ شَیْئًا اِلَّا لَزِقَتْ کُلُّ حَلْقَةٍ مَکَانَهَا فَهُوَ یُوَسِّعُهَا فَلاَ تَتَّسِعُ ." مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

" وَالْجُنَّةُ " اَلدِّرْعُ، وَمَعْنَاهُ اَنَّ الْمُنْفِقَ کُلَّمَا اَنْفَقَ سَبَغَتْ وَطَالَتْ حَتّٰی تَجُرُّ وَرَآءَهُ وَتُخْفِیَ رِجْلَیْهِ وَاَثَرَ مَشْیِهٖ وَخُطُوَاتِهٖ .

(۵۶۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے دو آدمی ہوں ان کے بدن پر سینے سے ہنسلی تک لوہے کی زرہیں ہیں۔ خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو زرہ کھل جاتی ہے اور اس کی کھال پر محیط ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو چھپا لیتی ہے اور اس کے نشان قدم مٹا دیتی ہے اور بخیل آدمی جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ جم جاتا ہے اور وہ اسے کھولنا

چاہتا ہے اور وہ کھلتی نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

جنة : زرہ اس کے معنی ہیں کہ خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو زرہ کھل جاتی ہے اور لمبی ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اس کے پیچھے گھسٹنے لگتی ہے اور اس کے پیروں اور اس کے چلنے کے نشان اور قدموں کو چھپا لیتی ہے۔

تخریج حدیث (۵۶۰): صحيح البخاري، كتاب الزكوٰة، باب مثل البخيل و المتصدق . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب مثل المنفق و البخيل .

کلمات حدیث: ثديهما : ان دونوں کے پستان، ان دونوں کے سینے۔ ثدي ثدی کی جمع ہے۔ تراقيهما : ان دونوں کی ہنسلیاں۔ ترقوة : ہنسلی جمع تراقي . لزقت : چمٹ گئی۔ لزق، لزوقا (باب سمع) چپکنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے کی اور بخیل کی ایک بہت ہی بلیغ مثال بیان فرمائی کہ دو آدمی ہیں جو زرہ پہننا چاہتے ہیں ان میں سے ایک نے زرہ پہنی تو وہ اس کے جسم پر پھیل گئی اور کھل گئی اور اس کے جسم پر محیط ہو گئی یہاں تک کہ پیروں کی انگلیاں بھی چھپ گئیں اب وہ آدمی چلتا ہے تو اس کے پیروں کے نشان مٹتے جاتے ہیں۔ اور یہ شخص بڑی فراخی اور کشادگی محسوس کرتا ہے اور کسی طرح کی تنگی اور دشواری محسوس نہیں کرتا۔ دوسرا آدمی وہ ہے جس نے زرہ پہنی تو وہ اس کے سینہ پر اور اس کی گردن میں پھنس کر رہ گئی نہ وہ کھلتی اور نہ نیچے آتی ہے اور وہ اس کے کھولنے کی جس قدر کوشش کرتا ہے اسی قدر وہ تنگ ہوتی ہے اور سکڑتی ہے اور اس کے حلقے چمٹ کر رہ جاتے ہیں۔

پہلا شخص اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والا ہے وہ جس قدر خرچ کرتا ہے اتنا ہی اس کا سینہ وسیع ہوتا ہے اتنا ہی اس کے قلب میں توسع پیدا ہوتا ہے اور اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

دوسرا شخص بخیل ہے کہ اگر وہ خرچ کرنا چاہے تو وہ خرچ نہیں کر سکتا کہ اس کا سینہ جکڑا ہوتا ہے اور اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے اور مال کی محبت اسے بھینچ لیتی ہے۔

(فتح الباري : ١/٨٨٣۔ إرشاد الساري : ٣/٥٦٤۔ روضة المتقين : ٢/١٠٤۔ دليل الفالحين : ٢/٤٤٢)

صرف حلال مال کا صدقہ قبول ہوتا ہے

۵۶۱. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ ، وَلاَ يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ، فَاِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۶۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی پاکیزہ کمائی سے کھجور کے برابر بھی صدقہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ کمائی میں سے دیتے ہوئے صدقہ کو قبول فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے

ہاتھ میں لیتے ہیں پھر اس کے دینے والے کے لیے اسے بڑھاتے اور نشو نما دیتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

فلو : گھوڑے کا بچہ۔

تخریج حدیث(۵۶۱): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقہ من کسب طیب . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقۃ من الکسب الطیب .

کلمات حدیث: کسب طیب : حلال کمائی۔ ولا یقبل اللّٰہ إلا الطیب : اور اللہ تعالیٰ صرف طیب ہی کو قبول فرماتے ہیں۔

شرح حدیث: صدقہ کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب کا بیان ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی حلال اور طیب کمائی سے ایک کھجور کی مالیت کے برابر اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتے ہیں یعنی اسے شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہیں اور اس سے راضی ہوتے ہیں پھر اس کو بڑھاتے رہتے ہیں اور نشو و نما دیتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ صدقہ بڑھ کر ایک پہاڑ بن جاتا ہے یا اس کا اجر و ثواب مثل پہاڑ کے ہو جاتا ہے۔

مقصودِ حدیث یہ ہے کہ صدقہ کی کمی یا زیادتی اہم نہیں ہے اہم اخلاص اور حسن نیت ہے، خلوص اور حسن نیت سے دیا گیا صدقہ خواہ مقدار میں کتنا ہی کم کیوں نہ ہو وہ اللہ کی رضا اور قبولیت حاصل کرتا ہے اور اس کا اجر و ثواب بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ صدقہ کو نشو و نما دے کر اور اسے بڑھا کر پہاڑ کے برابر بنا دینے کے دونوں معنی ہیں کہ وہ فی الواقع مثل پہاڑ کے ہو جائے گا کہ میزانِ عمل میں اس کا وزن زیادہ ہو یا یہ کہ اس کا اجر و ثواب بڑھ کر پہاڑ کے مانند ہو جائے گا۔

(فتح الباري : ۱/۸۲۲۔ إرشاد الساري : ۳/۵۲٦۔ عمدة القاري : ۸/۳۸۸۔ مرقاة المصابيح : ٤/۲۰۰)

صرف کرنے والے کی زمین پر بارش برسنے کا واقعہ

۵۶۲. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِفَلاةٍ مِنَ الْاَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِيْ سَحَابَةٍ : اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلانٍ فَتَنَحّٰى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَآءَهٗ فِيْ حَرَّةٍ فَاِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَآءَ كُلَّهٗ فَتَتَبَّعَ الْمَآءَ فَاِذَا رَجُلٌ قَآئِمٌ فِيْ حَدِيْقَتِهٖ يُحَوِّلُ الْمَآءَ بِمِسْحَاتِهٖ فَقَالَ لَهٗ : يَا عَبْدَاللّٰهِ مَااسْمُكَ؟ قَالَ: فُلانٌ لِلِاسْمِ الَّذِيْ سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهٗ : يَا عَبْدَاللّٰهِ لِمَ تَسْاَلُنِيْ عَنْ اِسْمِيْ؟ فَقَالَ : اِنِّيْ سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِيْ هٰذَا مَآؤُهٗ يَقُوْلُ : اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلانٍ لِاِسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيْهَا؟ فَقَالَ! اَمَّا اِذْ قُلْتَ هٰذَا فَاِنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ وَاٰكُلُ اَنَا وَعَيَالِيْ ثُلُثًا وَاَرُدُّ فِيْهَا ثُلُثَهٗ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

" اَلْحَرَّةُ " : الْاَرْضُ الْمُلَبَّسَةُ حِجَارَةً سَوْدَآءَ، " وَالشَّرْجَةُ " بِفَتْحِ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَاِسْكَانِ الرَّآءِ

وَبِالْجِيمِ : هِيَ مَسِيْلُ الْمَآءِ .

(۵۶۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی جنگل سے گزر رہا تھا کہ اس نے ایک بادل میں سے آواز آتی ہوئی سنی کہ فلاں باغ کو سیراب کرو۔ وہ بادل ہٹ گیا اور اس نے ایک پتھریلی زمین پر پانی برسا دیا اور نالوں میں سے ایک نالہ میں سارا پانی جمع ہو گیا اور وہ پانی نالے میں چلنے لگا یہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے چلا۔ دیکھا کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا بیلچے سے پانی لگا رہا ہے۔ اس نے پوچھا اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے آنے والی آواز میں سنا تھا۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! تو کیوں میرا نام پوچھتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی ہے یہ آواز سنی تھی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو تو وہ کیا عمل ہے جو تو کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ جب تم نے یہ بات کہی ہے تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ باغ کی پیداوار کا اندازہ کر کے ایک تہائی صدقہ کرتا ہوں ایک تہائی اپنے عیال پر صرف کرتا ہوں اور باقی ایک تہائی اسی باغ میں لگا دیتا ہوں۔

حرہ : پتھریلی زمین، سیاہ پتھروں والی زمین۔ شرجة : پانی کی گزرگاہ، برساتی نالہ۔

تخریج حدیث (۵۶۲): صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقاق، باب الصدقة في المساكين.

کلمات حدیث: حرة : سیاہ پتھر والی زمین۔ شرجة : پانی کا نالہ، برساتی پانی کی گزرگاہ۔ فتنحى : ہٹ گیا اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔

شرح حدیث: حدیث میں صدقہ کی فضیلت اور مساکین اور مسافروں سے حسن سلوک کا اجر اور اپنے اہل خانہ پر خرچ کرنے کا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا نہ صرف یہ کہ آخرت میں بھی اجر وثواب ہے بلکہ دنیا میں بھی اس میں اضافہ اور برکت ہوتی اور اللہ کی رحمت اس مال کی جانب متوجہ ہوتی ہے جس میں صدقہ دیا گیا ہو۔ (شرح مسلم للنووي : ۱۸/۸۸)

البَابُ (٦١)

النَّهْيِ عَنِ الْبُخْلِ وَالشُّح
بخل اور حرص کی ممانعت

مرنے کے بعد اس کا مال اس کو فائدہ نہ دے گا

۱۸۴ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ﴿٨﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ﴿٩﴾ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ﴿١٠﴾ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ﴿١١﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''جس نے بخل کیا بے پرواہ ہو گیا اور اچھی بات کی تکذیب کی ہم اس کو عنقریب پہنچا دیں گے سختی میں اور جب یہ گڑھے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔ (اللیل:۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا اس کی خوشنودی اور آخرت کی پرواہ نہ کی اور اللہ کے وعدوں اور اس کی ہدایات کو جھوٹ جانا اس کا دل روز بروز سخت اور تنگ ہوتا چلا جائے گا نیکی کی توفیق سلب ہوتی جائے گی اور آخر کار آہستہ آہستہ عذاب الٰہی کی سختی میں پہنچ جائے گا۔ یہی اللہ کی عادت ہے کہ سعداء جب نیک عمل اختیار کرتے ہیں اور اشقیاء جب برے عمل کی طرف چلتے ہیں تو دونوں کے لیے وہی راستہ آسان کر دیا جاتا ہے جو انہوں نے تقدیر الٰہی کے موافق اپنے ارادے اور اختیار سے پسند کر لیا ہے۔

جو شخص بخل سے بچا رہے وہ کامیاب ہے

۱۸۵ . وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٦﴾ ﴾

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَتَقَدَّمَتْ جُمْلَةٌ مِنْهَا فِي الْبَابِ السَّابِقِ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (التغابن:۱۶)

پچھلے باب میں متعدد احادیث اس موضوع سے متعلق گزر چکی ہیں۔

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ مراد کو وہی پہنچتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس کے دل کے لالچ سے بچا لے اور حرص و بخل سے محفوظ فرما دے، کیونکہ اللہ کی راہ میں خلوص اور حسن نیت کے ساتھ حلال اور طیب مال خرچ کرنا ہی فلاح اور کامیابی ہے کہ یہ مال آگے پہنچ کر ذخیرہ ہو جاتا ہے اور ختم ہونے اور فنا ہونے سے بچ جاتا ہے۔ (تفسير مظهري، تفسير عثماني)

ظلم قیامت کے روز اندھیرے کا باعث ہوگا

۵۶۳. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَکَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَآءَ هُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۶۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ظلم سے بچو کہ ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے اور بخل و حرص سے بچو، بخل اور حرص ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا اور انہیں اس پر آمادہ کیا کہ وہ ایک دوسرے کا خون بہائیں اور حرام چیزوں کو حلال سمجھیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۵۶۳): صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة و الآداب، باب تحریم الظلم .

کلمات حدیث: سفکوا : خون بہایا، انہوں نے خوں ریزی کی۔ سفك سفكاً (باب ضرب) خون بہانا، خونریزی کرنا۔

شرح حدیث: ظلم و زیادتی اور کسی کے ساتھ ناانصافی سے پیش آنا قیامت کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ روزِ قیامت سخت اندھیرا ہوگا اور ایک اندھیرا ظلم کا ہوگا جس میں ظالم بھٹکتا پھرے گا اور نجات کا راستہ نہ پا سکے گا۔ جبکہ مؤمن کے آگے پیچھے نور ہوگا جس کی روشنی میں وہ چلے گا اور جنت کا راستہ پا لے گا۔ بہر حال ظلم و زیادتی سے بچنا اور بخل سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نفس کا شح لوگوں کا مال ناجائز ذرائع سے کھانے کو کہا جاتا ہے۔ صرف اپنا مال روک رکھنا اور اسے خرچ نہ کرنا بخل ہے۔ (روضة المتقين : ۲/۱۰۸۔ نزهة المتقين : ۱/۴۶۸۔ مظاهر حق : ۲/۲۴۴)

البَابُ (٦٢)

الِايْثَارِ وَالْمُوَاسَاةِ
ایثار ومواسات

انصارِ مدینہ کی تعریف

۱۸۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''اور وہ ان کو اپنی جان پر مقدم رکھتے ہیں اگر چہ خود فاقہ سے ہوں۔'' (الحشر:۹)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں بیان ہوا کہ صحابہ خود تنگی اور احتیاج کے باوجود اپنے آپ پر دوسرے مسلمان بھائیوں کو ترجیح دیتے ہیں اور خود سختیاں اٹھا کر اور فاقے برداشت کر کے اگر ان کی بھلائی پہنچا سکیں تو دریغ نہیں کرتے۔

ضرورت کے باوجود مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں

۱۸۷. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝٨ ﴾ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَاتِ .

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین کو یتیم کو اور اسیر کو۔'' (الدھر:۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا وصف بیان ہو رہا ہے کہ وہ باوجود خواہش اور احتیاج کے اللہ کی محبت کے جوش میں اپنا کھانا مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔قیدی عام ہے مسلم ہو یا کافر، حدیث میں ہے کہ بدر کے قیدیوں کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے حکم فرمایا کہ جس مسلمان کے پاس کوئی قیدی رہے وہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔صحابۂ کرام اس حکم کی تعمیل میں قیدیوں کو اپنے سے بہتر کھانا کھلاتے تھے، حالانکہ وہ قیدی مسلمان نہ تھے۔ (تفسير عثماني۔ معارف القرآن)

مہمان کی خاطر چراغ گل کرنے کا واقعہ

۵۶۴. وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنِّىْ مَجْهُوْدٌ فَاَرْسَلَ اِلٰى بعض نِسَائِهِ فَقَالَتْ : وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَاعِنْدِىْ اِلَّا مَآءٌ، ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى اُخْرٰى

فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِکَ، حَتّٰی قُلْنَ کُلُّھُنَّ مِثْلَ ذَالِکَ، لاَ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَاعِنْدِیْ اِلاَّ مَآءٌ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَنْ یُضِیْفُ ھٰذَا اللَّیْلَۃَ ؟ "فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ : اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، فَانْطَلَقَ بِہٖ اِلٰی رَحْلِہٖ فَقَالَ لِامْرَاَتِہٖ : اَکْرِمِیْ ضَیْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ" قَالَ لِامْرَاَتِہٖ: ھَلْ عِنْدَکِ شَیْءٌ ؟ قَالَتْ، لاَ، اِلاَّ قُوْتَ صِبْیَانِیْ قَالَ : عَلِّلِیْھِمْ بِشَیْءٍ فَاِذَا اَرَادُو الْعَشَآءَ فَنَوِّمِیْھِمْ وَاِذَا دَخَلَ ضَیْفُنَا فَاَطْفِیءِ السِّرَاجَ وَاَرِیْہِ اَنَّانَاْکُلُ فَقَعَدُوْا وَاَکَلَ الضَّیْفُ وَبَاتَا طَاوِیَیْنِ، فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : فَقَالَ : " لَقَدْ عَجِبَ اللّٰہُ مِنْ صَنِیْعِکُمَا بِضَیْفِکُمَا اللَّیْلَۃَ ." مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۵۶۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں بھوک سے نڈھال ہوں۔ آپ ﷺ نے ازواج میں سے کسی کے پاس پیغام بھیجا۔ انہوں نے جواب دیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ آج کی رات کون اس کی مہمان نوازی کرے گا؟ ایک انصاری نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں، وہ اسے ساتھ لے کر اپنے گھر چلے گئے اور اہلیہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کا اکرام کر۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ان صحابی نے اپنی اہلیہ سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے انہوں نے کہا کہ نہیں صرف میرے بچوں کی خوراک ہے انہوں نے کہا کہ بچوں کو کسی طرح بہلا دو اور جب وہ رات کا کھانا مانگیں تو انہیں سلا دینا اور جب مہمان اندر آئے تو چراغ بجھا دینا اور یہ ظاہر کرنا کہ گویا ہم بھی اس کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ غرض سب بیٹھ گئے مہمان نے کھانا کھایا اور ان دونوں نے رات بھوکے گزاری۔ اگلی صبح جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ کل رات تم نے اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس پر اللہ بہت خوش ہوا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۵۶۴): صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ . صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب اکرام الضیف وفضل الایثار .

کلمات حدیث: مجھود : تکلیف رسیدہ، بدحال، بھوک کا ستایا ہوا۔ جھد عیشہ : اس کی زندگی دشوار اور پرمشقت ہوگی۔ رحل : فرودگاہ، اقامت گاہ۔ فعللیھم : تم انہیں بہلا دو اور کسی بات میں مشغول کر دو کہ وہ کھانا نہ مانگیں۔

شرح حدیث: ایک صاحب سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک کی شکایت کی، آپ کے گھر میں پانی کے سوا کچھ نہ تھا، آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ کون اس کی مہمان نوازی کرے گا ایک انصاری نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں کروں گا۔

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صحابی ابوطلحہ تھے کسی نے کہا کہ ثابت بن قیس تھے اور ایک اور قول یہ ہے کہ عبداللہ بن رواحہ تھے۔

اگلے دن جب یہ صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے رات کے عمل پر رضامندی اور خوشی کا اظہار فرمایا ہے اور اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾

''اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ خود ضرورت مند ہوں۔''

(فتح الباري : ٢/ ٤٥٠ ـ إرشاد الساري : ٨/ ٢٧١ ـ روضة المتقين : ٢/ ١٠٩ ـ دليل الفالحين : ٢/ ٤٥٠)

دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لیے کافی ہوتا ہے

٥٦٥. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "طَعَامُ الْإِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْإِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الْإِثْنَيْنِ يَكْفِي الْأَرْبَعَةَ وَطَعَامُ الْأَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ ."

(٥٦٥) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو آدمیوں کا کھانا تین کو کافی ہے اور تین کا کھانا چار کو کافی ہے۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو کافی ہے دو کا کھانا چار کو کافی ہے اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہے۔

تخریج حدیث (٥٦٥): صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب طعام الواحد یکفی الاثنین . صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل .

کلمات حدیث: کافی : پورا۔ کافی : کفایت کرنے والا۔ کفی کفایة (باب ضرب) کافی ہونا۔

شرح حدیث: ایک آدمی اگر سیر ہو کر کھائے تو اتنا کھانا دو آدمی کھا سکتے ہیں جس سے ان کی بھوک رفع ہو جائے گی اور جسمانی قوت عمل و حرکت کے لیے برقرار رہے گی۔ مقصودِ حدیث یہ ہے کہ انسان پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائے بلکہ اپنے کھانے میں ضرورت مندوں اور محتاجوں کو شریک کرے کہ قدر کفایت پر گزارا کرنے سے برکت ہوتی ہے اور اگر آدمی کے پاس کھانا کم ہو تو دوسروں کو اس میں شریک کرنے سے حجاب نہ ہونا چاہیے۔ ابن المہلب فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارک کا مطلوب قدرِ کفایت پر قناعت اختیار کرنے کی ترغیب اور دوسروں کے ساتھ مواسات اور مہمان نوازی کی ترغیب ہے۔ (فتح الباري : ٢/ ١١٥٠ ـ إرشاد الساري : ١٢/ ١٦٢)

جس کے پاس ضرورت سے زائد سامان ہو وہ دوسرے کو دیدے

٥٦٦. وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَيْنَمَا نَحْنُ فِيْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَآءَ رَجُلٌ عَلٰى رَاحِلَةٍ لَهٗ فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهٗ يَمِيْنًا وَ شِمَالاً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلىٰ مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلىٰ مَنْ لَا زَادَ لَهُ " فَذَكَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتّٰى رَاَيْنَا اَنَّهُ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِيْ فَضْلٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۵۶۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک شخص اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں نظریں گھما کر دیکھنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اسے دیدے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد کھانا ہو وہ اسے دیدے جس کے پاس کھانا نہ ہو۔ اسی طرح آپ ﷺ نے مختلف اشیاء کا ذکر کیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا ہم میں سے کسی کا اس کی ضرورت سے زائد مال پر کوئی حق نہیں ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۶۶): صحيح البخاری، کتاب اللقطة، باب استحباب المواساة بفضول المال .

کلمات حدیث: راحلته : اس کی سواری، سواری کا جانور۔ رحل رحلة (باب فتح) سفر کرنا۔ رحلة : سفر۔ الرحلة فی طلب العلم : علم کے حصول کے لیے سفر کرنا، بطور خاص حدیث کے سماع کے لیے سفر کرنا۔ علامہ خطیب بغدادی کی کتاب ہے جس میں ان محدثین کا ذکر ہے جنہوں نے حدیث کے سننے کے لیے سفر کیا۔

شرح حدیث: مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور مواسات اور تعاون کا معاملہ کریں جس چیز کی جس کو ضرورت ہو اور اپنی ضرورت سے زائد ہو وہ اسے دیدینا چاہیے۔ صحابۂ کرام کی زندگی اس طرزِ حیات کی مکمل تعبیر ہے۔ وہ ایثار و قربانی تعاون باہمی اور اخوت و مودت کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔ وہ بنی نوع انسان کی طویل تاریخ میں انسانیت کا اس قدر اعلیٰ مثال تھے کہ ان کی طرح کی جماعت نہ پہلے کبھی آئی اور نہ آئندہ کبھی آئے گی۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

(روضة المتقين : ۲/۱۱۱ ۔ دليل الفالحين : ۲/۴۵۲)

رسول اللہ ﷺ کا ایک صحابی کو کفن کے لیے اپنی چادر عطیہ کرنا

۵۶۷. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً جَآءَتْ اِلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوْجَةٍ فَقَالَتْ: نَسَجْتُهَا بِيَدَيَّ لِاَ كْسُوَكَهَا فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا فَخَرَجَ اِلَيْنَا وَاِنَّهَا لَاِزَارُهُ فَقَالَ فُلَانٌ: اُكْسُنِيْهَا مَا اَحْسَنَهَا! فَقَالَ : " نَعَمْ " فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا ثُمَّ اَرْسَلَ بِهَا اِلَيْهِ. فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ : مَا اَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا ثُمَّ سَاَلْتَهُ وَعَلِمْتَ اَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَآئِلًا! فَقَالَ : اِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا سَاَلْتُهُ لِاَ لْبَسَهَا، اِنَّمَا سَاَلْتُهُ لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ . قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵۶۷) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی ایک بُنی ہوئی چادر

لے کر آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میں نے اپنے ہاتھوں سے بنی ہے تا کہ آپ ﷺ کو پہناؤں۔ آپ نے اپنی حاجت کے پیش نظر قبول فرما لیا۔ پھر آپ ﷺ نے بطورِ تہبند باندھ کر تشریف لائے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ چادر بہت اچھی ہے، یہ آپ مجھے دیدیجئے آپ نے فرمایا: ہاں۔ پھر آپ ﷺ مجلس سے اٹھ گئے پھر اسے لپیٹ کر اس آدمی کی طرف بھیج دیا۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا رسول اللہ کو ضرورت تھی اور آپ نے اسے پہن لیا تھا تم نے مانگ لی حالانکہ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کے سوال کو رد نہیں فرماتے۔ اس شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ میں نے پہننے کے لیے نہیں مانگی ہے بلکہ اس لیے مانگی ہے کہ یہ میرا کفن بن جائے۔ سہل کہتے ہیں کہ اس شخص کو اسی چادر میں کفن دیا گیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۵٦۷): صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب من استعد الكفن في زمن النبي ﷺ فلم ينكر عليه.

کلمات حدیث: منسوجة: بُنی ہوئی۔ بردة منسوجة: بنی ہوئی چادر۔ نسج نسجاً (باب نصر) کپڑا بُننا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ جود وسخا میں مثل بادِ نسیم تھے آپ ﷺ نے کبھی سائل کے جواب میں انکار نہیں فرمایا، ہمیشہ جس نے جو سوال کیا وہ پورا فرما دیا اگر کچھ نہ ہوا تو آئندہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ کسی عورت نے آپ ﷺ کو ایک چادر اپنے ہاتھوں سے بن کر پیش کی آپ ﷺ کو بھی حاجت تھی آپ ﷺ نے پہن لی۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ! بہت اچھی ہے مجھے عنایت فرما دیجئے۔ اسی وقت اٹھ کر اندر چلے گئے اور چادر ان صحابی کو بھجوا دی۔ محبّ الطبری کا بیان ہے کہ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور طبرانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے یہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے کہا کہ آپ نے کیوں یہ چادر مانگ لی جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی ضرورت تھی اور تمہیں معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کو رد نہیں فرماتے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے کفن کے لیے لی ہے اور انہیں اسی چادر میں کفن دیا گیا۔

حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ صحابی رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے کفن کا انتظام فرمایا اور رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زندگی میں موت کا سامان تیار کرنا جائز ہے۔ کیونکہ مؤمن کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اوقات فراغ میں بطورِ خاص موت کو یاد کرے اور اس کی تیاری کرے۔ ایک حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "سب سے افضل مؤمن وہ شخص ہے جو کثرت سے موت کو یاد کرے اور اس کی خوب تیاری کرے۔"

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض صلحاء نے اپنی زندگی میں اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر بھی کھودی ہے تا کہ قبر اور موت کا تصور متمثل ہو جائے، جبکہ بعض علماء نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ کوئی امر مستحب ہوتا تو صحابۂ کرام ضرور فرماتے صحیح یہ ہے کہ اہل ایمان جس کام کو اچھا جانیں وہ اللہ کی نظر میں بھی اچھا ہے۔ خاص طور پر جبکہ یہ عمل صلحاء اخیار کا ہو۔ واللہ اعلم

(فتح الباري: ۱/۷٦٦۔ عمدة القاري: ۸/۸۸۔ إرشاد الساري: ۳/۳۵۰)

●●●●●●●●●●●●●

اشعریین کی تعریف

۵۶۸. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اِنَّ الْاَشْعَرِيِّيْنَ اِذَا اَرْمَلُوْا فِي الْغَزْوِ اَوْقَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ جَمَعُوْا مَاكَانَ عِنْدَهُمْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْهُ بَيْنَهُمْ فِي اِنَآءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" اَرْمَلُوْا " فَرَغَ زَادُهُمْ اَوْقَارَبَ .

(۵۶۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اشعر کے لوگ جب جہاد میں ان کا زادِراہ ختم ہو جاتا ہے یا مدینہ میں ان کا کھانا کم پڑ جاتا ہے تو سب کے پاس جو کچھ ہوتا ہے ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں پھر اس کو برتنوں میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ (متفق علیہ)

اُرملوا: کے معنی ہیں ان کا زاد ختم ہو گیا یا ختم ہونے کے قریب ہے۔

تخریج حدیث(۵۶۸): صحیح البخاری، کتاب الشرکة، باب الشرکة فی الطعام . صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل الاشعریین .

کلمات حدیث: ارملوا: فقیر ہو گئے، کھانے کے لیے کچھ نہ رہا۔ فھو منی : وہ مجھ سے ہیں، یعنی اخلاق و عادات میں مجھ سے قریب ہیں۔ انا منھم: میں ان میں سے ہوں، اتحاد اور اللہ کے احکام کی اتباع میں ہم باہم متفق ہیں۔

شرح حدیث: اشعری قبیلے کے لوگوں کا یہ طریقہ مروّج تھا کہ جب وہ فقر و احتیاج کے دور سے گزرتے اور کھانے پینے کی اشیاء کی قلت ہو جاتی تو تمام لوگ اپنی اشیاء لا کر ایک چادر پر رکھ دیتے پھر یہ اشیاء سب کے درمیان برابر تقسیم کر دی جاتیں۔ یہ باہمی تعاون، ہمدردی اور مواسات کی ایک اعلیٰ مثال ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اس حدیث میں اشعری قبیلے کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قبیلہ تھا اور اس ایثار اور مواسات کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو ان کے درمیان موجود تھی۔ (فتح الباري : ۲۷/۲۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۵۰/۱۵۔ روضة المتقین : ۱۱۳/۲)

الباب (٦٣)

التَّنَافُسِ فِیْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ وَالْاِسْتِكْثَارِ مِمَّا يُتَبَرَّكُ بِهِ

امورِ آخرت میں تنافس اوراشیاءِ متبرکہ کی کثرت کی رغبت

۱۸۸ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ ٱلْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٦﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

''حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنی چاہیے۔'' (المطففین: ۲٦)

تفسیری نکات: مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ تنافس کے معنی امور خیر میں مسابقت کے ہیں کہ مرغوب اوراچھی شئے کے حصول کے لیے سب لوگ سعی کریں اوراس کے حصول میں مسابقت کریں۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرماں برداری نیکیوں میں مسابقت اورامورِ خیر کی طرف بڑھنے میں جلدی اور عجلت محبوب ہے کہ اعمالِ صالحہ ہی جنت کی جانب لے جانے والے ہیں۔

(معارف القرآن۔ تفسیری مظہری)

دائیں طرف سے تقسیم کرنا مستحب ہے

٥٦٩ . وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْاَشْيَاخُ فَقَالَ لِلْغُلَامِ. ''اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ هٰؤُلَآءِ؟'' فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا . فَتَلَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

'' تَلَّهُ '' بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقَ : اَیْ وَضَعَهُ وَهٰذَا الْغُلَامُ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا .

(٥٦٩) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی مشروب پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اس میں سے پیا، آپ ﷺ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا، بائیں جانب کچھ بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں ان لوگوں کو دے دوں مگر لڑکے نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے ملنے والے حصے میں اپنے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ پیالہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ (متفق علیہ)

تلہ : یعنی رکھ دیا۔ یہ غلام (لڑکا) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

تخریج حدیث (٥٦٩): صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب إذا اذن له . صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب ادارة الماء واللبن نحوهما علی یمین المبتدی .

کلماتِ حدیث: شراب: مشروب جمع اشربة ۔ بنصیبی : آپ ﷺ کے بچے ہوئے میں سے مجھے جو حصہ ملا ہے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کو کوئی مشروب پیش کیا گیا، اس وقت آپ ﷺ کی بائیں جانب کچھ بزرگ بیٹھے ہوئے تھے اور دائیں جانب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے جو اس وقت نوعمر تھے لیکن نوعمری کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو علم وعمل اور فراست سے نوازا تھا۔ انہوں نے بیتِ نبوت ﷺ ہی میں نشو ونما پائی تھی وہ حضور کے چچازاد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے حق میں دعاء فرمائی تھی:

" اللّٰهم فقه في الدين ."

''اے اللہ اسے دین کا فہم عطا فرما۔''

اور جو بزرگ حضور ﷺ کے بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس مشروب میں سے پیا پھر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں ان بزرگوں کو دیدوں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بچے ہوئے مشروب میں سے مجھے حصہ ملے تو میں اس میں اپنے آپ پر کسی اور کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے وہ پیالہ ان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

صحیح بخاری میں ایک اور حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے گھر کی ایک بکری کا دودھ دوہا گیا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ اس میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں موجود ایک کنوئیں کا پانی ملایا گیا اور رسول اللہ ﷺ کو پیالہ میں پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اس میں سے پیا اور جب آپ ﷺ نے پیالہ منہ سے ہٹایا تو اس وقت آپ ﷺ کی بائیں جانب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ آپ ﷺ اپنا بچا ہوا اس اعرابی کو دے دیں گے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس ہیں انہیں دیدیجئے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں جانب بیٹھے ہوئے اعرابی کو دیدیا اور فرمایا کہ دائیں جانب کو مقدم رکھا جائے۔

ہر معاملہ میں ابتداءِ بالیمین یعنی داہنے ہاتھ سے کام کرنا اور داہنی طرف سے ابتداء کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور آپ ﷺ ہمیشہ اسی طرح فرماتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما چونکہ کم سن تھے اس لیے ان سے پوچھ لیا لیکن اعرابی سے نہیں پوچھا بلکہ حضرت عمر کے کہنے کے باوجود کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیدیجئے اعرابی کو دیدیا جس سے یہ بات مؤکد ہوگئی کہ اگر مجلس میں ایک سے زیادہ لوگ ہوں اور کوئی شئے دینا ہو تو دائیں جانب سے ابتداء کرنی چاہیے۔

ابو یعلی موصلی نے بسندِ صحیح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''بڑوں کو پہلے دو'' تو یہ غالبًا اس صورت پر محمول ہے جبکہ شرکاءِ مجلس دائیں جانب نہ ہوں بلکہ سامنے بیٹھے ہوئے ہوں۔

(فتح الباري: ١/١١٧٩ ـ ارشاد الساري: ٥/٣٤٢ ـ عمدة القاري: ١٢/٢٦٨ ـ شرح صحيح مسلم للنووي: ١٣/١٦٨)

حضرت ایوب علیہ السلام پر ٹڈیوں کی بارش

٥٧٠. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " بَيْنَا اَيُّوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ اَيُّوْبُ يَحْثِىْ فِىْ ثَوْبِهٖ . فَنَادَاهُ رَبُّهٗ عَزَّوَجَلَّ : يَا اَيُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى؟ قَالَ : بَلٰى وَعِزَّتِكَ وَلٰكِنْ لَا غِنٰى بِىْ عَنْ بَرَكَتِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(٥٧٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل کر رہے تھے کہ آپ پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام انہیں سمیٹ کر اپنے کپڑے میں رکھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پکارا اے ایوب! کیا میں نے تمہیں ان چیزوں سے مستغنی نہیں کر دیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا کہ ہاں بلاشبہ لیکن آپ کی عزت کی قسم آپ کی برکتوں سے بے نیازی نہیں ہوسکتی!

تخریج حدیث(٥٧٠): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ وایوب إذ نادیٰ ربه .

کلمات حدیث: جراد : ٹڈی۔ جراد من ذهب : سونے کی ٹکڑے جو ٹڈی کے مشابہ تھے۔ یحثی : ان کو پکڑ پکڑ کر اپنے کپڑے میں ڈالنے لگے۔

شرح حدیث: علماء فرماتے ہیں کہ اگر آدمی ایسی جگہ ہو جہاں اس کے جسم پر کسی کی نظر پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو برہنہ نہا سکتا ہے، البتہ مستحب یہ ہے اور حیا کا تقاضا ہے کہ پھر بھی ستر پوشی کا اہتمام کرے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور ان کے فضل و کرم کا انسان ہر حال میں اور ہر وقت محتاج ہے کوئی خواہ کتنا ہی تونگر ہو اللہ کے سامنے تو وہ فقیر اور محتاج ہی ہے دولتمند اور صاحب ثروت تو وہ دوسرے انسانوں کے سامنے ہے۔ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل و کرم سے کوئی مستغنی نہیں ہوسکتا اور حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے رب کی عزت کی قسم بلاشبہ آپ کی نوازشیں پہلے ہی بے شمار ہیں لیکن میں آپ کی مزید نعمتوں سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے میں اس نعمت کو بھی سمیٹ رہا ہوں جو آپ نے اس وقت میری جانب بھیجی ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو اپنی ذات پر اعتماد ہو کہ مال و دولت کی کثرت کی حرص اسے اللہ کے احکام سے نہیں ہٹائے گی بلکہ وہ مال کی زیادتی کی صورت میں اسے زیادہ وجوہِ خیر میں صرف کر سکے گا تو ایسے شخص کو مال کی حرص کرنا اور اس کے حصول کی تمنا کرنا درست ہے۔

(فتح الباري : ١/٣٨٢۔ إرشاد الساري : ١/٥١٩۔ روضة المتقين : ٢/١١٥۔ مظاهر حق : ٥/٢٧٦)

البَابُ(٦٤)

فَضْلِ الْغَنِيِّ الشَّاكِرِ وَهُوَ مَنْ اَخَذَ الْمَالَ مِنْ وَجْهِهِ وَصَرَفَه فِيْ وُجُوهه الْمَامُوْرِ بِهَا

غنی شاکر کی فضیلت یعنی جو مال جائز طریقے پر حاصل کرلے اوران مصارف میں صرف کرے جن میں صرف کرنے کا حکم ہے

کس کو نیک اعمال کی توفیق ملے

١٧٩ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝٥ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝٦ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْيُسْرَىٰ ۝٧ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''جس نے اللہ کی راہ میں دیا اور پرہیزگاری اختیار کی اوراچھائی کی تصدیق کی تو ہم اسے آسانی کی طرف پہنچادیں گے۔''

(اللیل:٥)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ جو شخص خیر کے کاموں میں اپنے مال کو صرف کرتا ہے اور اللہ کی خشیت اس کے دل میں جاگزیں ہے اور وہ ہر مرحلے پر اپنے رب سے ڈرتا رہتا ہے اور اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایات کو سچ جانتا ہے اور بشارات ربانی کو صحیح سمجھتا ہے اس کے لیے ہم نیکی کا راستہ آسان کردیں گے اور انجام کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام میں پہنچادیں گے جس کا نام جنت ہے۔

(تفسیر عثمانی۔ معارف القرآن)

اللہ کی خاطر مال دینے والا جہنم سے محفوظ رہے گا

١٩٠ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝١٧ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُۥ يَتَزَكَّىٰ ۝١٨ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُۥ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰٓ ۝١٩ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝٢٠ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝٢١ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''بچالیا جائے گا اس کو جہنم سے جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہوجائے اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضاجوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہیں کہ اس کا بدلہ دیا جائے یہ شخص عنقریب خوش ہوجائے گا۔''(اللیل:١٧)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ وہ شخص جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور اس خرچ کرنے سے کسی کا بدلہ اتارنا مقصود نہیں ہے

بلکہ خالص رضائے مولیٰ اور دیدارِ الٰہی کی تمنا میں گھربار لٹا رہا ہے تو وہ اطمینان رکھے کہ اسے ضرور خوش کردیا جائے گا۔ اگرچہ یہ مضمون عام ہے لیکن بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کا نزول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہوا اور یہ بہت بڑی دلیل ان کی فضیلت و برتری کی ہے، زہے نصیب اس بندے کے جس کے اتقی ہونے کی تصدیق قرآن کریم میں کی جائے اور اسے ﴿ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ﴿٢١﴾ ﴾ کی بشارت سنائی جائے۔ (تفسير عثماني۔ تفسيری مظهری)

چھپا کر صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے

۱۹۱. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٧١﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اگر تم ظاہر کر کے صدقہ دو جب بھی اچھی بات ہے اور اگر اس کو مخفی طور سے فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ گناہ بھی دور کردیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کیے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں۔'' (البقرة: ۲۷۱)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اگر تم علی الاعلان راہِ حق میں صرف کرو اور کھلم کھلا وجوہِ خیر میں خرچ کرو کہ اس سے دیکھنے والوں کو بھی رغبت اور شوق پیدا ہو اور وہ بھی وجوہِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگیں تو یہ بہت خوب ہے اور اگر چھپا کر خیرات کرو تا کہ تمہارا عمل شائبہ ریا سے پاک ہو تو یہ بھی اچھا ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال صرف کرنا اور وجوہِ خیر میں دینا ہر حال میں بہتر ہے خواہ اس کا اظہار ہو یا اخفاء کہ دونوں ہی بہتر ہیں البتہ موقع اور مصلحت کا لحاظ ضروری ہے۔ (تفسير عثمانی)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبوب چیز صدقہ کرنا

۱۹۲. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٩٢﴾ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِیْ فَضْلِ الْاِنْفَاقِ فِی الطَّاعَاتِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''تم نیکی کو کبھی حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو اور جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ اس کو خوب جانتے ہیں۔'' (آلِ عمران: ۹۲)

طاعتوں میں مال خرچ کرنے کے بارے میں قرآن کریم میں متعدد آیات ہیں جو مشہور و معلوم ہیں۔

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ کمالِ بر تو اسی وقت حاصل ہوگا جب اپنا محبوب ترین مال اللہ کے راستے میں دو گے جس قدر پیاری اور محبوب چیز ہو اور جس قدر خلوص اور اخلاصِ نیت ہو اسی کے مطابق اللہ کے یہاں سے اس کا صلہ ملے گا۔

قابلِ رشک مسلمان

۵۷۱. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لاَ حَسَدَ اِلاَّ فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَتَقَدَّمَ شَرْحُهٗ قَرِيْبًا .

(۵۷۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صرف دو باتوں میں رشک کرنا جائز ہے ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اسے حق کے راستے میں صرف کرے اور وہ شخص جسے اللہ نے حکمت سے نوازا وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

اور اس کی شرح قریب ہی گزری ہے۔

تخریج حدیث (۵۷۱): صحيح البخاري، كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة . صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه .

کلمات حدیث: حكمة : علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حکمت سے مراد قرآن ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد سنتِ رسول ﷺ ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ حکمت سے مراد وہ تمام احکام و علوم ہیں جن پر قرآن و سنت مشتمل ہیں۔

شرح حدیث: مال کو اس لیے کمانا چاہیے کہ اسے نیکی کے کاموں میں صرف کیا جائے اور اللہ کی بتائی ہوئی ہدایات کی روشنی میں ان پر عمل کیا جائے اور علم اس لیے حاصل کیا جائے کہ اس سے خود بھی فائدہ اٹھایا جائے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا جائے۔ مال اور علم یہ دو ایسی چیزیں ہیں جن میں رشک کرنا جائز ہے اور آدمی ان کے حصول کی اللہ سے دعا کر سکتا ہے، بشرطیکہ ان کے صحیح استعمال کی نیت ہو، حقیقت ہے کہ مال کا وجوہِ خیر میں صرف کرنا اس نعمت کا شکر ادا کرنا ہے اور علم کی تعلیم و اشاعت میں مصروف ہونا نعمتِ علم کا شکر ادا کرنا ہے۔

اس حدیث کی شرح پہلے بھی (حدیث ۵۴۴) گزر چکی ہے۔ (نزهة المتقين : ٢/ ٤٧٥)

صرف دو آدمیوں پر حسد جائز ہے

۵۷۲. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَالَ لاَ حَسَدَ اِلاَّ فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَا لاً فَهُوَ يُنْفِقُهٗ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" اَلْاٰنَآءُ " : اَلسَّاعَاتُ .

(۵۷۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو باتوں پر رشک کرنا جائز ہے ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا فرمایا اور وہ اس پر عمل پیرا ہے شب و روز کے تمام اوقات میں اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال عطا فرمایا ہوا اور وہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ کرے شب و روز کے تمام اوقات میں۔ (متفق علیہ)

آناء : کے معنی ساعات یعنی اوقات۔

تخریج حدیث(۵۷۲): صحیح البخاری، کتاب التوحید . صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه .

کلمات حدیث: آتاه القرآن : اللہ نے اسے قرآن عطا کیا یعنی فہم قرآن عطا کیا اور اس نے حفظ کیا اور سمجھا۔ فهو يقوم به : وہ اس کو قائم کرتا ہے، یعنی اس پر عمل کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں حسد کا لفظ استعمال ہوا۔ حسد کے معنی ہیں کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر اس کے زوال کی تمنا کرنا۔ بعض علماء نے کہا کہ حسد وہ ہے کہ یہ تمنا کرے کہ دوسرے سے نعمت زائل ہو جائے اور اسے مل جائے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ حسد کے معنی زوالِ نعمت غیر کے ہیں مگر اس حدیث میں حسد سے مراد غبطہ ہے جس کے معنی ہیں کسی دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر تمنا کرنا کہ میرے پاس بھی یہ نعمت ہو لیکن دوسرے کے پاس سے اس نعمت کے زائل ہونے کی تمنا نہ کرے۔ یعنی اگر کسی کے پاس مال ہو اور کوئی شخص اپنے دل میں یہ آرزو کرے کہ اگر اللہ مجھے بھی مال عطا کر دے تو میں بھی اللہ کے راستے میں خرچ کروں تو یہ غبطہ (رشک) ہے اور اسی کے بارے میں حدیث میں فرمایا کہ رشک کے جواز کی بھی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ کسی کے پاس مال ہو اور وہ اس مال کو شب و روز اللہ کے راستے میں خرچ کر رہا ہو دوسرا آدمی جس کے پاس مال نہیں ہے وہ یہ خواہش کرے کہ اگر میرے پاس مال ہو تو میں بھی اسی طرح اللہ کے راستے میں خرچ کروں اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو اللہ نے قرآن کا علم اور اس کا فہم عطا فرمایا ہے اور وہ شب و روز خود بھی اس کے مطابق عمل کر رہا ہے اور لوگوں کو بھی تعلیم دے کہ قرآن کو سیکھیں اور اس پر عمل کریں۔

علماءِ کرام نے فرمایا کہ حسد کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور مجازی۔ حقیقی حسد کسی کے پاس موجود نعمت کے زوال کی تمنا کرنا، یہ حسد حرام ہے اور اس کی حرمت پر امت کا اجماع ہے۔ مجازی حسد وہ ہے جسے غبطہ (رشک کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں اس نعمت کی تمنا کرنا جو دوسرے کے پاس ہے بغیر اس کے کہ دوسرے شخص سے اس نعمت کے زوال کی تمنا کرے اگر اس کا تعلق مباح امور سے ہے تو یہ رشک مباح ہوگا اور اگر اس کا تعلق طاعات سے ہے تو یہ مستحب ہوگا۔ (روضة المتقين : ۱٦٧/۲ ۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/٨٤)

تسبیحاتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت

۵۷۳ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالُوْا : ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ ' فَقَالَ: "وَمَا ذَاکَ؟" فَقَالُوْا: يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَيَعْتِقُوْنَ وَلَا نَعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اَفَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ " قَالُوْا بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: " تُسَبِّحُوْنَ . وَتَحْمَدُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ مَرَّةً " فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا : سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ ' ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ .

" اَلدُّثُوْرُ " اَلْاَمْوَالُ الْكَثِيْرَةُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۵۷۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقراءِ مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اربابِ ثروت بلند درجات اور دائمی نعمتیں لے گئے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا وہ کیسے؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں مگر وہ صدقہ دیتے ہیں جو ہم نہیں دے پاتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس کے ذریعے تم ان کو پالو جو تم سے آگے نکل گئے اور ان سے آگے نکل جاؤ جو تمہارے بعد ہیں اور کوئی تم سے زیادہ فضیلت والا نہ ہو جب تک وہی عمل نہ کرے جو تم کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ضرور یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو۔ فقراءِ مہاجرین دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے دولت مند بھائیوں کو ہمارے عمل کا علم ہو گیا اور وہ بھی اسی طرح کرنے لگے جس طرح ہم کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرما دے۔ (متفق علیہ) حدیث کے یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

"دثور" کے معنی اموال کثیرہ کے ہیں۔ واللہ اعلم۔

تخریج حدیث (۵۷۳): صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب الذكر بعد الصلاة . صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة .

کلمات حدیث: الدرجات العلى : بلند درجات، اعلیٰ مقامات، قرب الٰہی۔ النعيم المقيم : ایسی نعمتیں جو منعم کے پاس ہمیشہ رہیں اور اس سے کبھی واپس نہ لی جائیں۔ یعنی جنت کی نعمتیں۔ تسبحون : تم سبحان اللہ کہو، تم تسبیح کرو۔ سبح تسبيحا (باب تفعیل) اللہ کی تسبیح کرنا۔ سبحان اللہ کہنا۔ تحمدون : تم اللہ کی حمد بیان کرو، یعنی الحمد للہ کہو۔ تکبرون : تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، یعنی اللہ اکبر کہو۔

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اعمالِ خیر میں مسابقت فرماتے اور ان کی سعی و کوشش ہوتی کہ اعمالِ خیر میں جس قدر ہو سکے اضافہ ہو اور جو بات لسانِ نبوت ﷺ سے صادر ہو اس پر فوراً عمل کریں اسی جذبۂ شوقِ عمل کے تحت بعض فقراءِ مہاجرین رسول اللہ

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اور ایک حضرت ابودرداء تھے جیسا کہ نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے ان حضرات نے عرض کیا کہ ارباب ثروت آخرت کے بلند مقامات اور جنت کی دائمی نعمتوں میں ہم پر بازی لے گئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیسے؟ عرض کیا کہ جسمانی اور بدنی عبادتیں جو ہم کرتے ہیں وہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ جو مالی عبادات انجام دیتے ہیں ہم مال نہ ہونے کی بناء پر ان سے محروم ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر ۳۳ ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ ان صحابۂ کرام نے یہ عمل شروع کیا تو تمام صحابہ کو علم ہوگیا اور سب تسبیح، تحمید اور تکبیر کرنے لگے۔ یہ حضرات پھر رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ جو عمل آپ ﷺ نے ہمیں بتایا ہمارے بھائیوں کو اس کا علم ہوگیا اور وہ بھی یہ عمل کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کا فضل ہے اللہ جس کو چاہے عطا فرمادے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں حدیث سے متعلق متعدد پہلوؤں پر گفتگو کی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ کیا غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر۔ اکثر صوفیہ کی رائے یہ ہے کہ فقیر صابر افضل ہے کہ طریقت کا مدار تہذیب نفس اور اس کی ریاضت پر ہے اور یہ وصف فقراء میں بہ نسبت اغنیاء کے زیادہ ہوتا ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے وہی پسند ہے جو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے اور آپ کے صحابہ کے لیے پسند فرمایا یعنی فقر اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ فقراء مسلمین جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے اور اغنیاء جنت اور جہنم کے درمیان پل پر روک لیے جائیں گے اور وہاں ان سے ان کے زائد اموال کے بارے میں سوال ہو رہا ہوگا۔

(فتح الباري: ۱/۶۰۱۔ إرشاد الساري: ۲/۵۰۳۔ عمدة القاري: ۷/۱۸۳۔ شرح صحیح مسلم للنووي: ۵/۷۹)

البَابُ (٦٥)

ذِكْرِ الْمَوْتِ وَقَصْرِ الْأَمَلِ
موت کو یاد کرنا اور آرزوؤں کو کم کرنا

ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے

۱۹۴ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿١٨٥﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بے شک وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکہ کا سامان ہے۔ (آل عمران: ۱۸۵)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ ہر ذی روح اور جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ یہ ایسی اٹل حقیقت ہے اور اس قدر واضح حقیقت ہے کہ کسی دلیل کی بھی محتاج نہیں ہے مگر تعجب ہے کہ انسان سب سے زیادہ اسی سے غافل اور بے پرواہ ہے موت کے بعد ہر ایک کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اچھے عمل کا اچھا بدلہ اور برے عمل کا برا بدلہ۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظہری)

۱۹۵ . وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''نہ کوئی جانتا ہے کہ وہ کل کیا کچھ کرے گا اور نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔'' (لقمان: ۳۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ قیامت تو آ کر رہے گی، کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، کسی کو خبر نہیں کہ وہ کل کو کیا کرے گا؟ اور کچھ کرنے کے لیے زندہ بھی رہے گا؟ کب موت آ جائے گی اور کہاں آئے گی؟ پھر یہ وثوق کہاں سے ہو کہ آج کی بدی کا تدارک کل کی نیکی سے ضرور کر لے گا اور توبہ کی توفیق مل جائے گی؟ (تفسیر عثمانی)

۱۹٦ . وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴾

اور فرمایا کہ

''جب ان کی اجل آ جائے گی تو نہ ایک گھڑی مؤخر ہو گی اور نہ مقدم۔ (النحل: ٦١)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی بدعملی اور نافرمانی پر دنیا میں فوراً پکڑنا اور سزا دینا شروع کر دے تو

چند گھنٹے بھی زمین کی یہ آبادی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے اللہ نے اجل کا یعنی موت کا اور موت کے بعد جزا و سزا کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے اس مقرر وقت سے ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ (تفسیر مظھری۔ تفسیر عثماني)

موت کے آنے سے پہلے پہلے نیک اعمال کر لے

۱۹۷ . وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٩﴾ وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٠﴾ وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١١﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''اے اہل ایمان تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کریں وہ بڑے ہی زیاں کار لوگ ہیں اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہماری راہ میں اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو کہنے لگے اے میرے رب اگر تو مجھے تھوڑی سی مہلت دے دیتا تو میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا اور جب کسی کا مقرر وقت آ جاتا ہے پھر اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مؤخر نہیں کرتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (المنافقون:۹)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں اہل ایمان سے خطاب ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مال اور اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل کر دے یعنی آدمی کے لیے بڑے خسارے کی بات ہے کہ باقی کو چھوڑ کر فانی میں مشغول ہو جائے۔ مال و اولاد وہی اچھی ہے جو اللہ کی یاد اور عبادت سے غافل نہ کرے اگر ان دھندوں میں پڑ کر اللہ کی یاد سے غافل ہو گیا تو آخرت بھی کھوئی اور دنیا میں بھی قلبی سکون نہ ملا۔ (تفسیر عثماني)

مرنے کے بعد دنیا میں آنے کی تمنا

۱۹۸ . وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ ۚ كَلَّا ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۖ وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٠٠﴾ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿١٠٤﴾ أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿١٠٥﴾ ﴾

اِلیٰ قَوْلِهٖ تَعَالیٰ :

﴿ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ۝١١٢ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْأَلِ الْعَادِّينَ ۝١١٣ قَالَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝١١٤ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝١١٥ ﴾

اور فرمایا کہ

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس لوٹا دے کہ میں اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کرلوں ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ یہ تو صرف ایک بات ہے جس کا یہ قائل ہے ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے ان کے دوبارہ جی اٹھنے تک۔ پس جب کہ صور پھونک دیا جائے اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے نہ آپس کی پوچھ گچھ۔ جن کی ترازو کا پلہ بھاری ہو گیا وہ نجات والے ہوں گے اور جن کی ترازو کا پلہ ہلکا ہو گیا یہ ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کرلیا جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی اور وہ وہاں بدشکل بنے ہوئے ہوں گے۔ کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی واقعی ہم تھے ہی گمراہ۔ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نجات دے اگر اب بھی ہم ایسا ہی کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھٹکارے ہوئے یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ میرے بندوں کی ایک جماعت تھی جو برابر یہی کہتی رہی کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لا چکے ہیں تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ لیکن تم انہیں مذاق ہی میں اڑاتے رہے یہاں تک کہ تم نے میری یاد بھلا دی اور تم ان سے مذاق ہی کرتے رہے۔ میں نے آج انہیں ان کے اس صبر کا بدلہ دے دیا کہ وہ اپنی مراد کو پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ تم زمین میں باعتبار برسوں کی گنتی کے کس قدر رہے۔ وہ کہیں گے کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم گنتی گننے والوں سے پوچھ لیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا فی الواقع تم وہاں بہت ہی کم رہے ہو، اے کاش! تم اسے پہلے ہی جان لیتے، کیا تم یہ گمان کیے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہیں جاؤ گے۔'' (المؤمنون: ۹۹-۱۱۵)

تفسیری نکات: پانچویں نمبر پر جو آیات قرآنی آئی ہیں ان میں ارشاد ہوا ہے کہ جب ان کافروں کی موت کا وقت آئے گا تو ان میں سے کوئی کہے گا کہ اے اللہ! مجھے واپس بھیج دے میں پھر سے عمل صالح کروں گا اور جو تقصیرات سرزد ہوئی ہیں ان کی تلافی کروں گا، لیکن اجل کا اور موت کا ایک وقت مقرر ہے وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ ابھی تو مرحلہ موت کا ہے جب آگے ایک برزخ آتا ہے جس سے جہاں والوں سے پردہ ہو جاتا ہے اور مردوں کے درمیان اور دنیا کے لوگوں کے درمیان آخرت تک یہ پردہ قائم رہے گا کہ مرنے کے بعد کوئی دنیا میں واپس نہیں جا سکتا اور جب صور پھونکا جائے گا اور تمام مخلوق کو ایک میدان میں جمع کر دیا جائے گا اس وقت ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہو گا اولاد ماں باپ سے بھائی بھائی اور میاں بیوی سے کوئی سروکار نہ رکھے گا ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے۔ اب جن کے اعمال صالحہ کا وزن زیادہ ہوگا وہ کامیاب ہوں گے اور جن کی میزانِ عمل خالی ہوگی وہ اپنی جان ہار بیٹھے اب وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جہاں جھلس دے گی ان کو جہنم کی آگ اور وہ وہاں بدشکل ہو رہے ہوں گے یعنی جہنم میں جلتے جلتے بدن سوج جائے گا نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک اور اوپر کا پھول کر کھوپڑی تک پہنچ جائے گا اور زبان باہر نکل کر زمین پر لٹکتی ہوگی جسے دوزخی پاؤں سے روندیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا

اب بتاؤ جو آیات تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھیں وہ جھوٹی تھیں یا سچی؟ کہیں گے اے ہمارے رب! اس وقت ہمارے اوپر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی اور ہم راستے سے بھٹک گئے تھے۔ اب آپ ہمیں اس عذاب سے نکال لیجئے۔ اب ہم دوبارہ نافرمانی کریں تو ہم بڑے ظالم ہوں گے۔ کہا جائے گا کہ پھٹکارے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔ جو کیا تھا اس کی سزا بھگتو۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب کے بعد فریاد منقطع ہو جائے گی اور زفیر و شہیق کے سوا کوئی کلام نہ کر سکیں گے۔

اہل ایمان دنیا کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحمت فرما۔ اور آپ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والوں میں سے ہیں۔ لیکن ان کا مذاق اڑایا اور ان کے استہزاء کو تم نے ایسا مشغلہ بنایا کہ تمہیں ہماری یاد بھی باقی نہ رہی۔ اہل ایمان نے تمہاری اس ایذا رسانی پر صبر کیا اور آج انہیں ان کے صبر کا پھل مل گیا اور وہ کامیاب و کامران قرار پائے۔ کہا جائے گا کہ یہ درست ہے کہ تم دنیا میں بہت کم رہے اور واقعی دنیا کی عمر تھوڑی ہے لیکن اگر اس حقیقت کا ادراک اس وقت کر لیتے یعنی دنیا کی بے ثباتی اور فنا کی حقیقت کو سمجھ کر آخرت کی تیاری کر لیتے تو آج اس انجام سے دو چار نہ ہوتے۔ اصل بات یہ ہے کہ تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ سارا کارخانہ ایک کھیل تماشا ہے اور اس کے بعد کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔ اگر اس دنیا کی زندگی کے بعد ایک اور زندگی نہ ہو تو یہ سارا نظام عبث ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ (تفسیر عثمانی ۔ معارف القرآن)

کیا مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا وقت نہیں آیا

۱۹۹ . وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَـٰسِقُونَ ۝١٦ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ .

اور فرمایا کہ

’’کیا اب تک ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اس سے نرم ہو جائیں اور ان کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔‘‘ (الحدید: ۱٦)

اس مضمون سے متعلق آیات بکثرت ہیں اور معلوم ہیں۔

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں فرمایا کہ وقت آ گیا ہے کہ اہل ایمان کے دل قرآن، اللہ کی یاد اور اس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں اور نرم ہو کر گڑگڑانے لگیں اور ان اہل کتاب کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں یہ باتیں اپنے رسولوں کے ذریعے معلوم ہوئیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ان کے دل سخت ہو گئے اور نافرمانی پر اتر آئے۔ اب مسلمانوں کی باری آئی ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کی تعلیمات سے مستفید ہو کر نرم دلی انقیاد کامل اور خشوع لذکر اللہ کی صفات سے متصف ہوں اور اس بلند مقام پر پہنچیں جہاں آج تک کوئی امت نہیں پہنچی۔ (تفسیر عثمانی)

دنیا میں مسافر کی طرح رہو

۵۷۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبَيَّ فَقَالَ: "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ" وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَ خُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۵۷۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے شانوں پر دستِ مبارک رکھا اور فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہو جس طرح کوئی مسافر یا راہ گزر رہتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو۔ صحت کے زمانے میں بیماری کے لیے اور زندگی میں موت کے لیے تیاری کرو۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۵۷۴): صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ كن في الدنيا .

کلمات حدیث: غریب : وہ مسافر جو کسی بستی میں چندروز کے لیے آیا ہو اور واپس جلد از جلد اپنے وطن جانے کی فکر میں لگا ہوا ہو۔ عابر سبیل : راستے سے گزرنے والا، وہ مسافر جو دورانِ سفر کسی درخت کے سائے میں گھڑی دو گھڑی رک جائے اور پھر سفر شروع کر دے۔

شرح حدیث: دنیا کی زندگی خواہ کتنی ہی لمبی ہو مگر وہ ختم ہونے والی ہے زندگی جب اختتام پر پہنچتی ہے تو انسان محسوس کرتا ہے کہ جیسے ساری زندگی جو اس نے گزاری ہے ایک دن کے بقدر ہے یا جیسے آدھے دن کے برابر ہے۔ آدمی جب بھی پلٹ کر پیچھے کی طرف دیکھتا ہے سوائے حسرتوں، کلفتوں اور ناتمام آرزوؤں کے کچھ بھی نہیں ملتا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی زندگی ایسی ہے جیسے کہیں سے کوئی مسافر آیا اور کسی بستی میں چندروز کے لیے ٹھہر گیا اب اس کو یہ فکر ہے کہ جس کام کے لیے آیا ہے وہ کر لے اور واپس وطن روانہ ہو جائے یا انسان کی زندگی اس راہ گزر کی سی ہے جو چلتے چلتے کہیں دو گھڑی سانس لینے کو رک جائے۔ اس اجنبی مسافر کے لیے کہاں گنجائش ہے کہ وہ جس بستی میں آیا ہے وہاں دل لگائے اور راہ گزر کے لیے کہاں موقع ہے کہ وہ زیر سایہ شجر ہی پڑاؤ ڈال لے۔ اگر ایسا کرے گا تو اپنی منزل کھوئی کرے گا۔

دنیا میں مؤمن کی زندگی ایک اجنبی مسافر کی سی ہے وہ خود بھی دنیا کے لیے اجنبی ہے اور دنیا اس کے لیے اجنبی ہے اسے جلدی ہے کہ بھیجنے والے نے اس کو جس کام کے لیے بھیجا ہے وہ انجام دے کر اپنے مالک کے پاس پہنچ جائے اور اس سے ابدی اور دائمی نعمتوں کا انعام حاصل کرے۔ (روضة المتقين : ٢ / ١٢٤ دليل الفالحين : ٣/٧)

اس حدیث کی شرح باب الزہد (۴۷۱) میں بھی گزر چکی ہے۔

وصیت نامہ لکھ کر اپنے پاس رکھے

۵۷۵۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوْصِي فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ "يَبِيْتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذٰلِكَ

إِلَّا وَعِنْدِيْ وَصِيَّتِيْ .

(۵۷۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کے پاس کچھ ہو جس میں وہ وصیت کرنا چاہے اور وہ دو راتیں ایسی گزارے اور اس کی وصیت لکھی ہوئی اس کے پاس موجود نہ ہو۔ (متفق علیہ)

الفاظ حدیث صحیح بخاری کے ہیں اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ وصیت کے بغیر تین راتیں گزارے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے جب سے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہ گزری کہ میرے پاس میری وصیت موجود نہ ہو۔

تخریج حدیث(۵۷۵): صحیح البخاری، کتاب الوصایا وقول النبی ﷺ وصیة الرجل مکتوبة . صحیح مسلم، اول کتاب الوصیة .

کلمات حدیث: یوصی : وصیت کرنا چاہتا ہے۔ لہ مال یوصی فیہ : اس کے پاس مال ہے جس میں وہ وصیت کرنا چاہتا ہے۔ اوصی ایصاء (باب افعال) وصیت کرنا۔

شرح حدیث: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مفہوم حدیث یہ ہے کہ مؤمن کو چاہیے کہ موت سے کسی وقت غافل نہ رہے اور ہر وقت موت کی تیاری میں رہے اسی تیاری میں سے ایک وصیت کا لکھا ہوا موجود ہونا ہے اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ آدمی وصیت لکھ کر رکھ لے۔ وصیت کا جلد لکھ لینا اور صحت کے زمانے میں لکھ لینا مستحب ہے اور اس پر دو گواہ بھی بنالے۔ اس لیے کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ شَهَـٰدَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ حِينَ ٱلْوَصِيَّةِ ٱثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾

''اے ایمان والو! اپنے درمیان گواہ بنالو تم میں سے دو عادل گواہ وصیت کے وقت جب تم میں سے کسی کو موت آئے۔''

(المائدۃ:۱۰٦)

اکثر فقہاء کے نزدیک وصیت مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ بہر حال وصیت کے لکھنے میں جلدی کرنا مستحب ہے کیونکہ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کب آئے گی۔ (شرح صحیح مسلم للنووي: ۱۱/٦٤۔ روضة المتقین: ۲/۱۲٤۔ دلیل الفالحین: ۳/۸)

لمبی امیدیں باندھنا درست نہیں

۵۷٦. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطُوْطًا فَقَالَ: " هٰذَا الْإِنْسَانُ وَهٰذَا اَجَلُه، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْجَآءَهُ الْخَطُّ الْاَ قْرَبُ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵۷٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کئی خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے، ابھی وہ تمناؤں کے درمیان ہوتا ہے کہ موت اسے آلیتی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۵۷٦): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی الامل وطولہ .

کلمات حدیث: خطوط : لکیریں، جمع خط : لکیر۔ خط خطا (باب نصر) لکیر کھینچنا، لکھنا۔

شرح حدیث: انسان اس دنیا کی زندگی میں آرزوؤں اور تمناؤں میں پھنسا رہتا ہے اور موت اچانک آکر دبوچ لیتی ہے اور تمنائیں تشنہ تکمیل رہ جاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ حکیم اور مربی تھے اور آپ بہت دقیق معانی کو مثالوں کے ذریعہ سمجھاتے تھے اور واقعات ومثال سے ان کی وضاحت فرماتے تھے اور کبھی برموقعہ اور برجستہ جملہ فرمادیتے جو سامعین کی توجہ اس نکتہ کی طرف مبذول کردیتا جو آپ ﷺ ذہن نشین کرانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے کچھ لوگ اپنے چھپر کی مرمت کررہے تھے آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہورہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا چھپر کی مرمت کررہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ موت اس سے پہلے ہے۔ یعنی چھپر کی مرمت اور پھر اس سے مستفید ہونا تو آرزوئیں ہیں اور موت ان آرزوؤں کو منقطع کردینے والی ہے، موت کا آنا یقینی اور اٹل ہے اور تمناؤں کو پورا کرنا غیر یقینی اور موہوم ہے۔

اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے جو لکیریں کھینچیں محدثین کرام نے احادیث کی روشنی میں ان کے متعدد نقشے بنائے ہیں جو فتح الباری میں دیئے گئے ہیں۔

آدمی حوادث سے بچ سکتا ہے، موت سے نہیں

۵۷۷. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا اِلٰى هٰذَا الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ فَقَالَ : " هٰذَا الْاِنْسَانُ، وَهٰذَا اَجَلُهٗ مُحِيْطًا بِهٖ. اَوْ قَدْ اَحَاطَ بِهٖ. وَهٰذَا الَّذِيْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهٗ، وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ، فَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا وَاِنْ اَخْطَاَهٗ، هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا. " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَهٰذِهٖ صُوْرَتُهٗ.

(۵۷۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مربع خط کھینچا اور اس کے درمیان میں ایک خط کھینچا جو اس مربع سے باہر نکلا ہوا تھا اور درمیانی والے خط کے ساتھ چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچیں اس کے بعد فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور باہر نکلنے والا خط اس کی امیدیں ہیں اور چھوٹی چھوٹی لکیریں حوادث ہیں اگر ایک حادثہ خطا کر جاتا ہے تو دوسرا اس کو دبوچ لیتا ہے اگر اس سے بچ جاتا ہے تو دوسرا آلیتا ہے۔ (بخاری) اور یہ اس کی صورت ہے:

حوادث

انسان

امیدیں

حوادث

تخریج حدیث (۵۷۷): صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب في الامل وطوله.

کلمات حدیث: أعراض : جمع عرض۔ وہ بات جو پیش آئے یعنی حادثہ، مصیبت اور آفت۔ نهشه : اسے نوچ لیا، کھسوٹ لیا،

ہلاک کردیا۔ نہش نہشاً (باب فتح دانتوں سے نوچنا)۔

شرح حدیث: اس دنیا میں انسان کی زندگی ہموار اور پرسکون نہیں ہے بلکہ بے شمار حوادث، مصائب اور رنج ومحن سے بھری ہوئی ہے۔کوئی لمحہ انسان کی زندگی میں ایسا نہیں تھا جب وہ ہر فتنے اور ہر طرح کی تشویش اور تردد سے آزاد ہو۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ ﴾

''ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔''

انسان کی زندگی میں مصائب وآلام کی جس قدر کثرت ہے اس سے کہیں زیادہ اس کی تمنائیں اور آرزوئیں ہیں جو مرتے دم تک انسان کا ساتھ نہیں چھوڑتیں۔

رسول اللہ ﷺ نے انسان کی زندگی کی کیفیات واحوال کو ایک نقشہ کی صورت میں واضح فرمایا۔آپ ﷺ نے ایک مربع بنایا۔اس کے درمیان ایک سیدھی لکیر بنائی جو اس مربع سے باہر نکل گئی اور جو لکیر مربع کے درمیان چھوٹی چھوٹی لکیریں اس درمیانی لکیر کی طرف رخ کیے ہوئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو ہر طرف سے موت اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے اس کی امیدوں اور تمناؤں کی لکیر خود اس کی حیات سے زیادہ لمبی ہے۔زندگی میں بھی امیدوں کے برآنے کا کوئی وقت آتا ہے تو حوادث اسے درمیان میں سے اچک لیتے ہیں، ایک حادثہ سے اگر بچاؤ ہو بھی گیا تو دوسرا حادثہ اس امید کو قتل کرنے کے لیے تیار ہے۔انسان بیم ورجا میں گرفتار اور امیدوں اور حوادث کی چکی میں پستا رہتا ہے کہ اس کی موت اسے آکر دبوچ لیتی ہے۔

اگر دنیا کی زندگی کا یہی نقشہ ہے تو اس زندگی کے لیے تیاری کیوں نہ کی جائے جہاں نقشہ اس سے مختلف ہوگا اور مؤمن کو وہ کچھ ملے گا جس کا ذکر اس کے کانوں نے نہ سنا ہوگا اس کی آنکھوں نے دیکھا نہ ہوگا اور اسے اس کا خیال تک نہ آیا ہوگا۔

(روضة المتقين : ٢/١٢٦ ـ دليل الفالحين : ٣/٩)

سات حالات سے پہلے موت کی تیاری کرلیں

٥٧٨۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ" سَبْعًا " هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُنْسِیًا، اَوْ غِنًی مُطْغِیًا،اَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُفَنِّدًا اَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا اَوِالدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ یُنْتَظَرُ، اَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ ؟!" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(٥٧٨) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات باتوں سے پہلے اعمال میں جلدی کرو۔کیا تم انتظار کررہے ہو بھلا دینے والے فقر کا، سرکش بنا دینے والی دولت کا، بگاڑ دینے والی بیماری کا، سٹھیا دینے والے بڑھاپے کا، تیار موت کا، یا دجال کا، وہ بدترین غائب ہے جس کا انتظار کیا جارہا ہے یا قیامت کا قیامت تو بہت بڑی مصیبت اور بڑی تلخ حقیقت ہے۔(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(٥٧٨): الجامع للترمذي، ابواب الزهد، باب ما جاء في المبادرة بالعمل .

کلماتِ حدیث: بادروا : جلدی کرو۔ بادر مبادرة (باب مفاعلہ) جلدی کرنا۔ فقر منسی : بھلا دینے والا فقر، ایسی تنگدستی اور تنگ حالی کہ آدمی پریشانی میں مبتلا ہو کر نسیان کا شکار ہو جائے۔ غنی مطغ : ایسی دولت جس سے طبیعت میں سرکشی اور نافرمانی پیدا ہو جائے۔ ہرم مفند : ایسا بڑھاپا کہ آدمی کی عقل خبط ہو جائے۔ فند : بڑھاپے یا بیماری سے عقل کا جاتا رہنا۔

شرح حدیث: ہر مسلمان کو چاہیے کہ نیک عمل میں جلدی کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت نکل جائے اور وہ عمل کرنے سے رہ جائے، فرمایا کہ عمل کرنے کے لیے کس بات کا انتظار ہے، حوادث و آفات انسان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں مدت عمل محدود ہے اور موت قریب ہے اس لیے عمل میں مسابقت اور مبادرت کرنی چاہیے۔ (تحفة الأحوذي : ۷/۸)

موت کو کثرت سے یاد کرو

۵۷۹. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ" يَعْنِي الْمَوْتَ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۵۷۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لذتوں کا خاتمہ کر دینے والی بات موت کو کثرت سے یاد کرو۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۵۷۹): الجامع للترمذي، ابواب الزهد، باب ما جاء في ذكر الموت .

کلماتِ حدیث: هاذم اللذات : لذتوں کو قطع کرنے والی۔ هذم هذما (باب نصر) قطع کرنا، کاٹنا۔

شرح حدیث: موت، احوالِ موت اور آخرت کو کثرت سے یاد کرنا چاہیے کہ موت کی یاد سے دنیا کی رغبتوں میں کمی ہوتی ہے اور امیدیں دم توڑ دیتی ہیں اور انسان آخرت کی تیاری کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے اور گناہوں سے توبہ کی توفیق ملتی ہے اس وجہ سے موت کا یاد کرنا زبان سے بھی اور دل سے بھی مستحب ہے کہ اس کی یاد کی وجہ سے آدمی معصیتوں سے احتراز کرتا اور اعمالِ صالحہ کی طرف راغب ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لذتوں کا خاتمہ کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کرو کہ اگر کوئی تنگی معاش میں اسے یاد کرتا ہے تو اس پر وسعت ہو جاتی ہے اور جو وسعت میں یاد کرتا ہے وہ اس پر تنگی کر دیتی ہے۔

(تحفة الأحوذي : ۷/۱۰۔ دليل الفالحين : ۳/۱۲)

رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کو آخرت یاد دلانا

۵۸۰. وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ : " يَا أَيُّهَا النَّاسُ اُذْكُرُوا اللّٰهَ، جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ " قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِيْ ؟ فَقَالَ : مَا شِئْتَ" قُلْتُ الرُّبُعَ ؟ قَالَ: مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ". قُلْتُ : فَالنِّصْفَ ؟ قَالَ " مَا

شِئْتَ، فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَکَ قُلْتُ : اَجْعَلُ لَکَ صَلَاتِي كُلَّهَا ؟ قَالَ، "اِذًا تُكْفِي هَمَّکَ وَيُغْفَرُ لَکَ ذَنْبُکَ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۵۸۰) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ایک تہائی رات گزر جاتی ۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ اے لوگو! اللہ کو یاد کرو کہ لرزہ طاری کردینے والی اور اس کے پیچھے آنے والی آ گئی یعنی موت اپنی ساری ہولنا کیوں کے ساتھ آ گئی موت اپنی ساری ہولنا کیوں کے ساتھ آ گئی ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اکثر آپ پر درود پڑھتا ہوں میں کتنا وقت درود کے لیے مقرر کروں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جتنا چاہو ۔ میں نے عرض کیا کہ چوتھائی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو تم چاہو اور اگر زیادہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے ۔ میں نے کہا کہ آدھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو تم چاہو اور زیادہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے ۔ میں نے کہا کہ دو تہائی ۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو تم چاہو اور زیادہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے ۔ میں نے کہا کہ میں اپنا سارا وقت آپ ﷺ پر درود پڑھنے کے لیے مقرر کرتا ہوں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے تیرے غموں کی تلافی کردی جائے گی اور تیرے گناہوں کو بخش دیا جائے گا ۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۵۸۰): الجامع للترمذی، ابواب صفة القيامة .

کلمات حدیث: راجفة : قیامت کے روز پہلا نفخہ صور جس کی وجہ سے پہاڑ کانپ جائیں گے ۔ رادفة : نفخہ ثانیہ ۔ جاءت الراجفة تتبعها الرادفة : علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راجفہ سے مراد پہلا نفخہ صور ہے جس میں سب زندہ لوگ مر جائیں گے اور رادفہ سے مراد اس کے بعد آنے والا دوسرا نفخہ صور ہے جس میں سب لوگ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے ۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جب رات میں بیدار ہوتے تھے تو سب اہل خانہ کو اور متعلقین کو بیدار فرماتے ، آپ ﷺ کہتے کہ اے لوگو! اٹھو اور اللہ کو یاد کرو کہ قیامت قریب آ گئی اور موت قریب ہو چکی ہے ۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اپنا سارا وقت آپ ﷺ پر درود پڑھنے میں صرف کروں گا ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے سارے غموں کی تلافی کی جائے گی اور تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کسی شخص نے کہا کہ میں نے اپنا سارا درود آپ کے لیے کر دیا ہے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ تمہاری دنیا اور آخرت کے جملہ امور کو کافی ہو جائے گا ۔

رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کی بڑی فضیلت اور اس کا بڑا اجر و ثواب ہے ۔ چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتے ہیں ۔ بلکہ بعض روایات میں تو آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار مرتبہ رحمتیں نازل فرماتے ہیں ۔ (دليل الفالحين : ۳/ ۱٤ ۔ روضة المتقين : ۲/ ۱۲۸)